

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مکتوبات قدوسہ
رحمۃ اللہ علیہ

مجموعہ خطوط

قطب عالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ

ترجمہ و شرح

مولانا الحاج (کپتان) واجد بخش سیال چشتی صابری



غزل

من نمی گویم انا اسکی یاری گوید بگو
چوں نہ گویم چوں مراد لاری گوید بگو
آنچه نتوان گفت اندر صومعه بانا دل
بے تماشای بر شہ بازار می گوید بگو۔
بند قدوس گنگو، ہی خدارا خود شناس
این ندا از غیب با اصرار می گوید بگو

از صد سخن پسیم یک نکته مرا یاد است
عالم نشود ویران مگر آنکه آباد است

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکتوبات قدسیہ
رحمۃ اللہ علیہ

مجموعہ خطوط

قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ



بلا حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں

نام کتاب ----- مکتوبات قدسیہ

مترجم ----- مولانا اکاچ بکپتان، داعی بخش سیال سہتی صابری

الہ آباد۔ ضلع رحیم یار خان پاکستان۔

اشاعت ----- رجب ۱۴۱۲ھ
طباعت ----- ایم۔ ایس۔ پرنٹرز دربار مارکیٹ لاہور

بزم اتحاد المسلمین لاہور بکپتان

ناشران

۸/بی طارق روڈ لاہور کینٹ۔ فون ۲۷۵۰۰۲

۱۱۱ - ۱۱۵۱

فہرست مضامین

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۲۱	حلول و اتحاد -	۲۱	مقدمہ ، سلسلہ نسب -
۲۲	ہندو نظریہ ہمہ ادست اور اسلامی	۲۳	سلسلہ روحانی -
۲۳	مسئلہ وحدت الوجود میں فرق -	۲۵	ریاضات و مجاہدہ -
۲۴	مولانا جانی کی تصریح -	۲۸	صلوٰۃ معکوس ، سلطان الازکار -
۲۵	عینیت اور غیریت -	۳۲	پابندی شریعت کا غیبی حکم -
۲۶	وحدت الوجود اور وحدت الشہود -	۳۳	قوالی میں مردہ اور پھر زندہ ہونا -
۲۷	اقتباسات مکتوبات شیخ احمد مرہندی	۳۴	ردولی سے شاہ آباد اور پھر گنگوہ میں
۲۸	حضرت مجدد کی طرف سے وحدت الوجود	۳۵	سکونت ، آپ کے تصرف سے جوگی
۲۹	کا واضح ترین اعتراف ،	۳۶	اور سات سو چیلوں کا قبول اسلام -
۳۰	مزید اعتراف	۳۷	حضرت شیخ کی جامعیت -
۳۱	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۳۸	سلسلہ چشتیہ صابریہ -
۳۲	کا اعتراف -	۳۹	سلسلہ چشتیہ نظامیہ اقلیہ -
۳۳	شاہ اسماعیل شہید کا اعتراف -	۴۰	سلسلہ نظامیہ گیسو درازیہ -
۳۴	اولاد، حضرت شیخ کے خلفاء -	۴۱	سلسلہ نظامیہ قدوسیہ -
۳۵	تصانیف -	۴۲	سلسلہ عالیہ کبرویہ -
۳۶	شعور و سخن ، غزل -	۴۳	سلسلہ قادریہ قدوسیہ -
۳۷	مکتوبات پر ایک طائرانہ نظر -	۴۴	سلسلہ علیہ نقشبندیہ قدوسیہ -
۳۸	مکتوب نمبر ۱ بجانب شیخ الکریم سہارنپوری	۴۵	سلسلہ سہروردیہ قدوسیہ -
۳۹	انکے سوال و جواب خطرات و وساوس اور	۴۶	سلسلہ مداریہ قلندریہ -
۴۰	مذمت دنیا اور اس سے پرہیز کے جواب میں	۴۷	حضرت شیخ کا مشرب -
۴۱	مکتوب نمبر ۲ بجانب میر تقی میر	۴۸	حقیقت وحدت الوجود -
۴۲	در بیان حکم دل و حل مشکل عبارتے	۴۹	امام ابن تیمیہ کا نظریہ باری تعالیٰ -

مضمون	نمبر	مضمون	نمبر
از نزہت الارواح - اشکال اور انکا	۶۳	مکتوب نمبر ۱۱ بجانب ابراہیم خان سروانی	۷۷
جواب نزہت الارواح کی عبارت	۱۱	دنیا کو مناسب اور غیر مناسب کاموں	۱۱
شرح الیشخ -	۱۱	پر صرف کرنے کے بیان میں -	۱۱
مکتوب نمبر ۳ بجانب شیخ فرید مانسوی	۶۵	مکتوب نمبر ۱۲ بجانب صدر العلماء	۷۸
بنیہ حضرت مخدوم شیخ جمال مانسوی	۱۱	بدر الصلحاء حضرت شیخ عبدالصمد برادر	۱۱
در بیان تواضع و منت -	۱۱	بزرگ حضرت اقدس در بیان تکوشش	۱۱
مکتوب نمبر ۴ بجانب خواجہ نصر اللہ دیپالپوری	۶۶	حال خود الکسار و عجز -	۱۱
در رمز وحدت و محبت -	۱۱	مکتوب نمبر ۱۳ بجانب شیخ المشائخ شیخ	۸۱
مکتوب نمبر ۵ بجانب شہید محمود سہزندی	۶۸	در ولش قاسم اودھی ادام اللہ برکاتہ	۱۱
در علو ہمت متضمن معنی تاسف -	۱۱	کہ مرئی وقت بودند در بیان تاسف	۱۱
مکتوب نمبر ۶ بجانب شیخ صلاح الدین و	۶۹	مفلسی والتجاہ بزرگان -	۱۱
شیخ عبدالکریم سہارنپوری در حکم دل	۷	مکتوب نمبر ۱۴ بجانب قاضی دانیال حاکم	۸۴
بجبارتے دیگر -	۱۱	قصہ ردولی در خدمت دنیا و	۱۱
مکتوب نمبر ۷ بجانب شیخ خواجگی سدھوری	۷۰	تاسف حال -	۱۱
کہ از قدام وقت و زعماء عصر بود در	۱۱	مکتوب نمبر ۱۵ بجانب بیہیت خان سروانی	۸۹
مطلب بطلوب و مقصود و صدقہ حال	۱۱	در بیان مقصد افتادون از عالم حق در	۱۱
مکتوب نمبر ۸ بجانب قاضی رکن الدین	۷۲	عالم خلق و بیان رضا -	۱۱
اچولیوال در بیان ترک دنیا -	۷	مکتوب نمبر ۱۶ بجانب صدر العلماء	۹۲
مکتوب نمبر ۹ بجانب شیخ الحداد و انشمن	۷۳	بدر الصلحاء شیخ المشائخ عبدالصمد	۱۱
سہزندی در بیان معنی حمد متضمن	۷	برادر بزرگ حضرت شیخ در بیان درد	۱۱
معنی فتاویقا -	۷	مفارقت -	۱۱
مکتوب نمبر ۱۱ بجانب بیہیت خان سروانی	۷۵	شرح	۹۳
دنیا سے روگردانی، آخرت کی طرف جہد	۱۱		
اور طلب مولیٰ میں بلند ہمت کے بیان میں -	۱۱	عہدیت	۹۵

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۱۲۳	مکتوب نمبر ۲۶ بجانب شیخ المشائخ	۹۷	مکتوب نمبر ۱۸ بجانب علی شیر لاہوری
"	شیخ درویش قاسم اودھی	"	در بیان حکم محبت -
"	در الکسار حال و تواضع پیش بزرگان	۹۸	مکتوب نمبر ۱۸ بجانب بہلول صوفی سروانی
"	تاسف دین -	"	در بیان حال مقرران حق سبحانہ و تعالیٰ
۱۲۵	مکتوب نمبر ۲۷ بجانب بہلول صوفی سروانی	۱۰۰	مکتوب نمبر ۱۹ بجانب شیخ عبد الصمد برادر
"	در بیان دشواری راہ حق و لغزش بعضے	"	بزرگ حضرت شیخ - در بیان شغل
"	نا اہلان و نادان اور طالبان حق کے باطنی	"	بہ ذکر و طلب حق تعالیٰ -
"	تفرقہ کے علاج میں -	۱۰۵	مکتوب نمبر ۲۰ بجانب عبد الرحیم دیپالپوری
۱۲۸	مکتوب نمبر ۲۸ بجانب شیخ خان خضر بھن	"	در بیان بلند ہمتی و مسئلہ جبر و قدر -
"	جونپوری در جواب مسئلہ ایشان و	۱۰۷	مسئلہ جبر و قدر
"	تفسیر حروف کہ اشارت بر شرائط و	۱۱۰	مکتوب نمبر ۲۱ بجانب شیخ عبد الصمد برادر
"	احکام ذکر	"	بزرگ حضرت شیخ در بیان محافظت
"	قرب نقل -	"	دل از ماسوی اللہ -
۱۲۹	قرب فرض -	۱۱۳	مکتوب نمبر ۲۲ بجانب شیخ زادہ برجادہ
۱۳۱	تفسیر حروف ذکر -	"	شیخ الاولیاء عرف شیخ بدھ
۱۳۳	مکتوب نمبر ۲۹ بجانب شیخ سلمان قزلی	"	در بیان بے نیازی حق تعالیٰ -
"	در منت و رعایت مستحقان -	۱۱۴	مکتوب نمبر ۲۳ بجانب شیخ حمید سپرکلاں
۱۳۴	مکتوب نمبر ۳۰ بجانب خواص خان	"	حضرت شیخ در نصیحت و طلب حق تعالیٰ
"	در جواب خط حبیب اشتیاقی ملاقات	۱۱۸	مکتوب نمبر ۲۴ بجانب شیخ ابراہیم تھانیسری
"	کا اظہار تھا -	"	فومسلم در بیان اعتبار دل و غیرت
۱۳۶	مکتوب نمبر ۳۱ بجانب بہلول صوفی سروانی	"	ایمان -
"	در بیان عدم صبر و عشق -	۱۲۱	مکتوب نمبر ۲۵ بجانب ملک شادی
۱۳۷	وحدت الوجود	"	تھانیسری در بیان غریب بودن اسلام
۱۳۹	جلنا مقام صبر نہیں مقام شکر ہے -	"	در دوستان حق سبحانہ -

نمبر	مضمون	نمبر	مضمون
۱۶۹	مکتوب نمبر ۳۲ بجانب مولانا جمن	۱۴۰	مکتوب نمبر ۳۲ بجانب شیخ سلمان فرطی
۱۷۰	در بیان تمنائے نجات ازین جهان فانی	۱۴۱	در بیان مقصود از خلقت بشر
۱۷۱	مکتوب نمبر ۳۱ بجانب ملک شادی تھانی	۱۴۲	مکتوب نمبر ۳۳ بجانب شیخ احمد تھانیسری
۱۷۲	در بیان دستگیری در ماندگان	۱۴۳	در جواب مکتوب او متعلق ببحق اللہ مایشا
۱۷۳	مکتوب نمبر ۳۰ بجانب مولانا محی الدین دانشمند	۱۴۴	مکتوب نمبر ۳۴ بجانب سلطان لودھی
۱۷۴	در بیان منت	۱۴۵	بادشاہ دہلی در نصیحت و تیمارداری
۱۷۵	مکتوب نمبر ۲۹ بجانب قاضی جلال تھانیسری	۱۴۶	و عنواری خلق بالخصوص ائمہ و علماء و صلوات
۱۷۶	در صرف الفاس نفیس بذکر حق تعالیٰ	۱۴۷	مکتوب نمبر ۳۵ بجانب بہلول صوفی سروانی
۱۷۷	مکتوب نمبر ۲۸ بجانب خواجہ جوہر در بیان	۱۴۸	در جواب مسالہ او - ساک کی آخری منزل
۱۷۸	حال درویشی و ترک اہل دنیا	۱۴۹	مکتوب نمبر ۳۶ بجانب بایزید صوفی
۱۷۹	مکتوب نمبر ۲۷ بجانب شیخ زادہ معروف محمد فرطی	۱۵۰	حدیث نبوی ان اللہ خلق آدم علی
۱۸۰	در معنی حدیث: ان اللہ خلق آدم علی	۱۵۱	صورتہ ... کے معنی
۱۸۱	صورتہ	۱۵۲	حدیث: من عرف نفسه فقد عرف ربه
۱۸۲	مکتوب نمبر ۲۶ بجانب شیخ زادہ معروف محمد	۱۵۳	کا مطلب
۱۸۳	فرطی در بیان حیرت عارفان	۱۵۴	حدیث: اول ما خلق اللہ عشق کا مطلب
۱۸۴	مکتوب نمبر ۲۵ بجانب خواص خان	۱۵۵	حدیث - اول ما خلق اللہ روحی کا مطلب
۱۸۵	مستوری اولیاء	۱۵۶	امانت سے کیا مراد ہے
۱۸۶	مکتوب نمبر ۲۴ بجانب خواص خان	۱۵۷	مکتوب نمبر ۳۷ بجانب شیخ المشائخ
۱۸۷	بیان معرفت و عبادت	۱۵۸	شیخ درویش قاسم اودھی (ترک شہ)
۱۸۸	مکتوب نمبر ۲۳ بجانب خواص خان	۱۵۹	مکتوب نمبر ۳۸ بجانب شیخ عزیز اللہ دانشمند
۱۸۹	بیان حکم باعمال و اعتبار بحبت دل	۱۶۰	برادر حضرت شیخ در بیان الم مفارقت
۱۹۰	مکتوب نمبر ۲۲ بجانب عزیز علی در فائدہ	۱۶۱	وافلاس و انگسار
۱۹۱	شکر	۱۶۲	مکتوب نمبر ۳۹ بجانب سعید خان سروانی
۱۹۲	مکتوب نمبر ۲۱ بجانب نصر اللہ دیپالپوری	۱۶۳	در بیان فنا دولت دنیاوی

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۲۱۵	تیسرا سوال ، جواب	۱۸۵	عشق کے رموز کا بیان -
۲۱۶	چوتھا سوال ، جواب	۱۸۶	مکتوب ۵۲ بجانب شیخ اللہ داد دانشمند
۲۱۷	پانچویں سوال ، جواب	۱۸۷	سرہندی (ترک شد)
۲۱۹	چھٹا سوال ، جواب	۱۸۸	مکتوب ۵۳ بجانب شیخ زادہ حماد فرطی
۲۲۰	مکتوب ۶۲ بجانب دلاور خان - تنزیت	۱۸۹	در بیان ترک دنیا -
۱۱	مکتوب ۶۳ بجانب برادران حضرت شیخ	۱۹۰	مکتوب ۵۴ بجانب شیخ علیم الدین تھامیسی
۱۱	در جواب سوال متعلق برجامہ پیران -	۱۹۱	در بیان مکرو فریب دنیا
۲۲۲	مکتوب ۶۴ بجانب سید محمد نصیر آبادی -	۱۹۲	مکتوب ۵۵ بجانب بایزید صوفی در بیان
۱۱	خرقہ مشائخ کے فوائد اور طالب دنیا اور	۱۹۳	ذات و فقر و محنت یک حدیث -
۱۱	طالب آخرت کے درمیان فرق -	۱۹۴	مکتوب ۵۶ بجانب شیخ راجو سروانی در بیان
۲۲۷	مکتوب ۶۵ بجانب شیخ عبدالرحمن -	۱۹۵	جوع بحضرت شیخ کہ مرشد وقت باشد -
۱۱	اس بیان میں کہ خلق کے تین گروہ ہیں	۲۰۱	مکتوب ۵۷ بجانب شیخ محب اللہ خواجگی سدھوی
۲۲۹	مکتوب ۶۶ بجانب بی بی اسلام خاتون -	۲۰۲	در بیان اختیار بندہ -
۱۱	اس بیان میں کہ عورتوں کے ایسے خلافت	۲۰۳	مکتوب ۵۸ بجانب خواص خان (وزیر شاہ)
۱۱	جائز نہیں -	۲۰۴	در طلب پاکی و خلقت نفس در ناپاکی -
۲۳۰	مکتوب ۶۷ بجانب حضرت شیخ رکن الدین	۲۰۵	مکتوب ۵۹ بجانب بہیت خان شروانی
۱۱	(فرزند حضرت شیخ) در بیان ارشاد	۲۰۶	در شوق و محبت -
۱۱	راہ حق و ترقی آن بتدریج -	۲۰۷	مکتوب ۶۰ خضر بدھن (جامع مکتوبات)
۲۳۲	مکتوب ۶۸ بجانب میاں عبدالرحمن	۲۰۸	در بیان سکون مع اللہ و تحمل مشاق
۱۱	اپنے شیخ کی اولاد اور رشتہ داروں کے	۲۰۹	فقر و صبر بر بلا -
۱۱	ادب اور خدمت گاری کے بیان میں	۲۱۰	مکتوب ۶۱ بجانب خضر بدھن در
۲۳۶	مکتوب ۶۹ بجانب شیخ رکن الدین اور میاں	۲۱۱	بیان حل بعض مشکلات -
۱۱	عبدالرحمن شیخ کامریدوں کو کامل	۲۱۲	سوال اول ، جواب
۱۱	بنانا بذریعہ تادیب و سختی -	۲۱۳	دوسرا سوال ، جواب

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۲۷۳	مکتوب ۸ بجانب سیدی احمد در بیان	۲۳۹	مکتوب بجانب شیخ عبدالرحمن
۱۱	اسرار -	۱۱	رہمت بلند کرنے اور سوائے دوست
۲۷۶	مکتوب ۹ بجانب سیدی احمد در	۱۱	کے کسی طرف التفات نہ کرنے کے بیان میں
۱۱	بیان تفسیر توحید -	۲۴۰	مکتوب بجانب قاضی عبدالرحمن اور
۲۷۹	مکتوب ۸ بجانب شیخ خان صوفی	۱۱	شیخ رکن الدین - (ذکر چہری چہار
۱۱	در تاسف حال -	۱۱	ضرب اور جرحہ کی پاکی اور تنگی کا بیان)
۲۸۱	مکتوب ۱۱ بجانب ملک العلماء مولانا	۲۴۴	مکتوب بجانب شیخ جلال الدین
۱۱	عبداللہ دانشمند دہلوی در حل مکہ	۱۱	تھانیسری (حیرت عارفین کے بیان
۲۹۱	مکتوب ۱۱ بجانب خضر صدیق جوہری	۱۱	میں)
۱۱	شیخ کا مختلف مقامات پر دیکھا جاتا -	۲۴۸	مکتوب بجانب شیخ احمد لہر حضرت شیخ
۲۹۶	ظہور خدو خال دوست -	۱۱	د عالم قرب سے عالم بُد کی طرف تزلزل
۲۹۷	ظہور افکار و قلت گفتار -	۱۱	کے بیان میں)
۲۹۸	دل کا بے قرار ہونا اور تکریر و تکرار ہونا	۱۵۲	مکتوب ۱۱ بجانب شیخ جلال تھانیسری در
۳۰۱	مکتوب ۱۳ بجانب قاضی عبدالرحمن	۱۱	شوریدگی حال -
۱۱	صوفی شاہ آبادی -	۲۵۷	مکتوب ۱۱ بجانب شیخ رکن الدین در شیخ
۳۰۲	حرارت استراق -	۱۱	عبدالرحمن - معنی آیت قرآن لا تدخلو
۳۰۵	پیر پرست بہ از خدا پرست -	۱۱	بیوتا غیر ہو تکم حتی تستانسو
۳۰۷	مکتوب ۱۱ بجانب شیخ منور دانشمند	۲۶۲	صفات بشری کا قلع قمع مقصود نہیں
۱۱	صوفی بکصوفی -	۲۶۵	مکتوب ۱۱ بجانب شیخ رکن الدین و قاضی
۱۱	قنائی الشیخ -	۱۱	عبدالرحمن در بیان معنی آیت
۳۱۰	مکتوب ۱۱ بجانب میاں بابزید افغان -	۱۱	واعبداللہ مخلصین لہ الدین -
۱۱	دشمن بجز کعبہ خانے سے افضل ہے	۲۷۱	مکتوب ۱۱ بجانب شیخ رکن الدین - کھانے
۳۱۲	مکتوب ۱۱ بجانب شیخ عبدالصمد جوہری	۱۱	پینے میں اعتدال اور افراط و تفریط کے
۱۱	نواسہ شیخ ابو الفتح تھانیسری -	۱۱	ترک کا بیان -

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۳۴۹	مکتوب ۹۳ بجانب میان معروف -	۳۱۲	سنت کا بیان اور ایک آیت کی تفسیر -
"	تفاوت حال طالبان اور فضل انبیاء	۳۱۷	مکتوب ۸۷ بجانب شیخ عبدالستار سہارنپوری
"	اور اولیاء کے بیان میں -	"	ایک حدیث اور ایک آیت کی تشریح -
۳۵۸	مکتوب ۹۴ بجانب شیخ احمد تھانیسری -	"	حدیث: بشیبی سورہ ہود کا مطلب -
"	میان عبدالرحمن کی تیمارداری -	۳۱۸	شرح آیت پاک لن تنالوا البر حتی
۳۵۹	مکتوب ۹۵ بجانب قاضی عبدالرحمن صوفی	"	تتقوا مما تحبون -
"	ایک آیت کی تفسیر و در مسئلہ تعبیر خواب	۳۲۰	مکتوب ۸۸ بجانب شیخ جموں النہوی
۳۶۲	مکتوب ۹۶ بجانب قاضی عبدالسمیع دہشمنڈ	"	آیت پاک اللہ نور السموات والارض کی
"	تھانیسری	"	تشریح -
"	اقسام و جود	۳۲۸	مکتوب ۸۹ بجانب شیخ عبدالشکور -
۳۶۳	جواز کلیہ واجب الوجود	"	مذایب اربعہ -
۳۶۵	تمثیلی توحید و زہور ملک در صورت بشر	۳۳۰	توحید مطلب -
۳۶۶	مکتوب ۹۷ بجانب شیخ جلال الدین تھانیسری	۳۳۱	صاحب مذہب اور مجتہد کے مابین فرق
"	ایک آیت کی تفسیر -	۳۳۲	مذہب اہل سنت والجماعت -
۳۶۸	تاویل دیگر	۳۳۳	مکتوب ۹۰ بجانب شیخ عبدالستار
۳۷۲	مکتوب ۹۸ بجانب شیخ المشائخ در ویش قاسم	"	اقسام محبت -
"	اودھی - مذمت حال اور اظہار انکسار	۳۳۴	محبت احسانی -
"	و ناسف -	"	محبت حسنی -
۳۷۳	مکتوب ۹۹ بجانب شیخ جلال الدین	۳۳۵	محبت ازلی -
"	تھانیسری - شورش اور غلبہ حال	۳۳۶	محبت صفاتی -
"	کا بیان -	۳۳۷	مکتوب ۹۱ بجانب سیدی احمد طانی -
۳۸۵	مکتوب ۱۰۰ بجانب شیخ جلال الدین	"	توحید کے دوسرے قسم کے بیان -
"	تھانیسری - در بیان معرفت و	۳۳۸	مکتوب ۹۲ بجانب شیخ مبارک - ترک
"	توحید	"	دنیا و اہل دنیا اور سجادہ نشین کا بیان

مضمون	نمبر	مضمون	نمبر
مکتوبہ بجانب میان قطب الدین -	۳۹۳	پیر کبریت احمد ہے -	۳۳۹
ایک حدیث کی تشریح و در بیان سلوک	"	ایک شعر کی تشریح -	۳۴۰
در طور حکمت -	"	مکتوبہ بجانب شیخ سلطان جونپوری	۳۴۱
مکتوبہ بجانب شیخ جلال تھانیسی	۳۹۵	در بیان سلطان الذکر -	"
بیان توحید -	"	مکتوبہ بجانب سید احمد ملتان	۳۴۲
بیان دیدن محبوب در آئینہ صورت یا	"	در بیان توحید -	"
در آئینہ معنی یا در آئینہ صورت و معنی -	"	طائفہ حیرت -	۳۴۵
مکتوبہ بجانب شیخ جلال الدین تھانیسی	۴۰۱	طائفہ قدریہ -	۳۴۶
معنی بیت شیخ شرف الدین پانی پتی	"	مکتوبہ بجانب شیخ جلال الدین	۳۵۵
مکتوبہ بجانب شیخ جلال الدین تھانیسی	۴۰۳	تھانیسی (انسانوں کے اقسام اور	"
۱- رویت دیدار الہی - ۲- شخیل باطن -	"	توحید کے بیان میں)	"
۳- اربعین میں گوشت کھانے کا بیان	"	اقسام مردمان -	"
بچوں کی دیکھ بھال -	"	طالبانِ آخرت، مقربانِ حق تعالیٰ -	۳۵۶
مکتوبہ بجانب شیخ جلال الدین تھانیسی	۴۱۳	مکتوبہ بجانب شیخ خان دریا بادی	۳۶۷
پوری رات جاگنا -	"	در بیان راہِ حق و راہِ جنت -	"
اذا تم الفقر فهو الله تعالیٰ سے مراد -	۴۱۱	مکتوبہ بجانب شیخ عبدالرحمن -	۳۶۹
ذکر قلب شکر ہے کا مطلب -	۴۲۵	ایذا ثے خلق کو برداشت کرنے اور انکے	"
ذکر ذات -	۴۲۷	ساتھ حسن سلوک کے بیان میں -	"
ذکر سر سے ذکر روح کی ترقی کے دو	۴۲۹	مکتوبہ بجانب شیخ عبدالرحمن -	۳۷۷
ذرائع -	"	اس جہان اور اس جہان میں رویت	"
دل کا فضول باتوں سے خالی ہونا شرط	۴۳۲	حق کا بیان -	"
خلوت ہے - جواب -	"	امکان دیدار الہی -	۳۸۱
خانہ دل پاک ہونہ کہ خانہ گل -	۴۳۵	مکتوبہ بجانب احمد مٹھن سدھوری	۳۸۵
توکل کتنے دن صبح ہے -	۴۳۸	انکے خط کے جواب میں -	"

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۵۲۹	مکتوب ۱۲۱ بجانب شیخ جلال الدین	۴۹۰	مکتوب ۱۳۱ بجانب میاں اسماعیل سالویہ
۵۳۰	تھانیسری۔ فضیلت صحبت شیخ	"	راپنے آپسے گزر جانا اور رجوع حق
۵۳۱	خلوت و عزلت کے فوائد۔	۴۹۷	مکتوب ۱۳۲ بجانب شیخ الاسلام شیخ جلال
۵۳۵	مکتوب ۱۲۲ بجانب شیخ جلال الدین	"	ایقین کی انگلی۔ صحر کی انگلی۔ اور دل
۵۳۶	مراتب ذکر۔	"	کی انگلی سے آخرت کو دیکھنا
۵۳۸	ذکر کے مراتب، ذکر کے اندر۔	۴۹۸	مکتوب ۱۳۳ بجانب شیخ رکن الدین
"	ذکر کی کیفیات ذکر کے اندر۔	"	شرح بیت شیخ شرف الدین قتال پانی پتی
۵۳۹	آواز برق۔	۵۰۰	قف یا محمد کے معنی
"	عالم واقعہ۔	"	القمر سر من اسرار اللہ کے معنی
"	سلوت نور یا غلبہ حال۔	۵۰۳	مکتوب ۱۳۴ بجانب شیخ جلال الدین تھانیسری
۵۴۰	کیفیت رویت و ذکر روح۔	"	شغل باطن۔
۵۴۵	روح سے کیا مراد ہے۔	۵۰۶	مخویت دل از غیر حق۔ جواب۔
۵۴۶	مکتوب ۱۳۵ بجانب شیخ عبدالرحمن	۵۱۱	شغل حق اور شغل تدریس میں کونسا مقدم
"	مرقع پستے کی اجازت اور فضل و کرم کے	۵۱۳	مکتوب ۱۳۶ بجانب خان سروانی
۵۴۹	انوار دیکھنے کی ممانعت۔ انوار میں نظر کرنا	"	اختلاف مراتب خواب۔
۵۵۱	مکتوب ۱۳۴ بجانب شیخ جلال الدین	۵۱۴	حقیقت خواب۔
"	در بیان تحقیق و احوال انبیاء	۵۱۶	مکتوب ۱۳۸ بجانب میاں نصر اللہ
"	۲۔ وصول و رجوع۔ ۳۔ فرشتہ دل	"	عالم کثرت کی حیرانی و پریشانی کا بیان
۵۵۵	نہیں رکھتا۔ فرشتے کا دل نہیں ہوتا	۵۱۸	مکتوب ۱۳۹ بجانب امیر تروی محل
۵۵۸	مکتوب ۱۲۵ بجانب شیخ جلال الدین	"	دستوں کی فضیلت و اہمیت کا بیان
"	در بیان ۱۔ شبہ و شکوک کے حل	۵۲۰	مکتوب ۱۴۰ بجانب شیخ جلال تھانیسری
"	۲۔ اسرار توحید کا بیان	"	عالم جبروت میں حق تعالیٰ کو دیکھنے کا
۵۶۰	مکتوب ۱۲۶ بجانب شیخ عبدالرحمن شاہ	"	بیان۔ بشریت میں شغل باطن کے دیر
"	آبادی۔ انکے خط کے جواب میں	"	سے ظاہر ہونے کا بیان

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۶۰۸	خراسانی - ترک رقص و بدعت کا	۵۶۰	صحبت مشائخ کے برکات -
"	بیان -	۵۷۸	مکتوب ۱۲۶ بجانب شیخ جلال الدین -
۶۱۱	مکتوب ۱۳۵ بجانب میر محمد - فوج کے	"	اکلی تربیت اور تسلی کا بیان -
"	مسائل اور گھوڑے کے گوشت کا	۵۸۳	رویت حق تعالیٰ -
"	مکروہ ہونا -	۵۸۷	مکتوب ۱۲۸ بجانب شیخ عزیز اللہ دانشمند
۶۱۳	مکتوب ۱۳۶ بجانب شیخ جلال الدین - در	"	بیاد حضرت شیخ - ۱ - مشائخ کی خلافت
"	بیان کا انہیاء -	"	۲ - مرتبہ رویت میں ارتفاع غیر کا بیان
۶۲۰	مکتوب ۱۳۷ بجانب شاہ محمد - دوستانہ	۵۹۲	مکتوب ۱۲۹ بجانب میراں سید مسعود -
"	حق کی محبت کا بیان -	"	حق کی طرف توجہ کرنا اور ہر حال میں دل و
۶۲۲	مکتوب ۱۳۸ بجانب شیخ جلال الدین -	"	جان سے منہ دوست کی طرف رکھنے کا
"	انکے خط کے جواب میں -	"	بیان -
۶۲۷	مکتوب ۱۳۹ بجانب شیخ جلال الدین -	۵۹۳	مکتوب ۱۳۰ بجانب شاہ محمد اپنے حال
"	ادراک کے حصول میں عاجز ہونا اور	"	پیرافسوس اور بلند شہمت مقربان
۶۳۱	درنگدن دنیا -	"	کا بیان -
۶۳۲	مکتوب ۱۴۰ بجانب میراں سید ابراہیم دانشمند	۵۹۸	مکتوب ۱۳۱ بجانب میر تروی (کلام الہی
"	انکے خط کے جواب میں -	"	کے رموز)
۶۳۸	مکتوب ۱۴۱ بجانب شیخ عبدالرحمن -	۵۹۹	مکتوب ۱۳۲ بجانب نور بیگ (مقربان حق
"	عالم واقعہ دیکھے جانے والے اہامات	"	کے حال و کمال کے بیان میں)
"	۲ - محبت کی گالیاں -	۶۰۲	مکتوب ۱۳۳ بجانب قاضی حسین اہل علم
۶۴۶	مکتوب ۱۴۲ بجانب شیخ جلال الدین -	"	ساکن منگلور - اکلی مشکل کے حل اور
"	انکے خط کے جواب میں -	"	کاشن اور بائسن کے معنی کے بیان میں -
۶۴۷	مکتوب ۱۴۳ بجانب شیخ جلال الدین -	۶۰۵	اقسام خلق - پہلی قسم - دوسری قسم -
"	اسرار و انوار کے درمیان فرق -	۶۰۶	تیسری قسم -
"	۲ - طور عقل و طور عشق بھی فرق -	۶۰۸	مکتوب ۱۳۴ بجانب شیخ محمد مودود اہل علم

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۶۷۸	در ذکر در محبت و فرق بین مشرف	"	۳- جس نے اپنے درون مساوی،
"	زما و عباد و مشرب مقربان و در	"	حال میں گزارے وہ نقصان میں رہا۔
"	ذکر آنکہ در غیب بگو یہ وزاری بکشاید	۶۵۳	مکتوب ۱۳۴ بجانب میاں خواجہ ربانی پتی۔
۶۸۴	مکتوب ۱۵۲ بجانب شیخ جلال - در بیان	"	استقامت شمر عملاً و اعتقاداً۔
"	آنکہ فہم و علم ہر کس بر قدر محبت و دین است	۶۵۵	مکتوب ۱۳۵ بجانب شیخ عبد الرحمن
۶۸۹	مکتوب ۱۵۳ بجانب شیخ خضر جوہری در	"	دل سے دل تک راستہ ہے۔
"	بیان شوق و وجدان حق و در طلب	۶۶۰	مکتوب ۱۳۶ بجانب شیخ عبد الرحمن
"	میاں شیخ بچیتہ اور ان شہود شان۔	"	ایک خط کے جواب میں۔ ایک عرض کے
۶۹۱	مکتوب ۱۵۴ بجانب شیخ جلال در بیان	"	ضمن میں۔ اور مردان خدا کے بارگاہیں۔
"	تاسف از حرمان رحمت او وجدان	۶۶۲	مکتوب ۱۳۷ بجانب شیخ جلال تھانیسری
"	حق و از بے نصیبی عرفان مطلق اور انکے	"	در تاسف حال۔
"	خط کے جواب میں جس میں انہوں نے اپنے احوال	۶۶۳	مکتوب ۱۳۸ بجانب شیخ عبد الرحمن۔
"	و مشاہدہ بیان کیے۔	"	حدیث۔ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة
۶۹۲	مکتوب ۱۵۵ بجانب شیخ جلال در ذکر	۶۶۸	مکتوب ۱۳۹ بجانب شیخ عبد الرحمن
"	بعض احوال شیخ خضر معروف میاں	"	ذوق و شوق کے بیان میں۔
"	خان و بعض احوال شیخ عبد الرحمن	۶۶۹	مکتوب ۱۴۰ بجانب شیخ عبد الرحمن
"	و در ذوق و شوق ربانی۔	"	انکے ایک خط کے جواب میں جس میں انہوں
۶۹۷	مکتوب ۱۵۶ بجانب شیخ عبد الرحمن در	"	نے بعض مسائل دریافت کیے اور یہ
"	ایڈائٹ حساد (رجح حاسد)۔	"	بھی لکھا کہ ایک کتاب کے مطالعہ کے وقت
۶۹۹	مکتوب ۱۵۷ بجانب شیخ جلال در بیان	"	ایک مشکل پیش آئی لیکن بعد میں حروف
"	حال محویت و فنا و ذکر آنکہ توحید یکہ	"	کو جنبش ہوئی اور عقدہ حل ہو گیا۔
"	پیش از محویت و فنا باشد توحید لسانی	۶۷۷	مطالعہ کتاب کے وقت مشکل الفاظ کا
"	و تقلیدی باشد نہ توحید کشفی و عیانی	"	جنبش میں آنا اور مطلب سمجھ میں آجانا۔
"	نیز بہ جواب مکتوب حال ایشان و	۶۷۸	مکتوب ۱۴۱ بجانب شیخ عبد الرحمن

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۴۴۰	۱- تقریر دین برحیثیت (شرائط ایمان)	۶۹۹	یاران ایشان -
۱	۲- حکمت عدم وقوع رویت در دنیا	۷۰۵	مکتوب ۱۵۸ بجانب شیخ عبدالرحمن در جواب کتابت او -
۱	۳- جواز تجلی درین جهان	۱۱	مکتوب ۱۵۹ بجانب شیخ عزیز اللہ دانشمند
۱	۴- علم بر چیز بر قدر ذات اوست	۷۰۷	برابر حقیقہ حضرت شیخ در جواب مسئلہ یعنی بیت شیخ سعدی -
۷۴۳	مکتوب ۱۶۳ بجانب شیخ المشائخ نامدار شیخ عبدالستار در بیان غیب و شہادت	۱۱	بجز نمید - کہ سرگشته شود طالب، دست
۱	قرآن و در بیان آنکہ غیب در قسم است	۱۱	عجب اینست کہ من واصل و مرگردانم -
۷۴۹	مکتوب ۱۶۵ بجانب شیخ عبدالستار در بیان	۱۱	مکتوب ۱۶۱ بجانب شیخ جلال در بیان سوغند و بیان آنکہ هستی بر جا است و بر صحرا است و دلیل بر حق مخر است
۱	۱- معنی آیه لیس عند اللہ باع و لا مصا	۷۴۲	مکتوب ۱۶۲ بجانب شیخ جلال تھانیری
۱	۲- معنی ظهور و بطون و بر حق تعالی -	۱۱	۱- در بیان توحید و عشق -
۱	۳- معانی ذیلی عبد و جلیلی حق -	۱۱	۲- در بیان آنکہ فرشته غیب گزین چو تا
۷۵۲	مکتوب ۱۶۶ بجانب قاضی حسین منگلوری	۷۴۰	۳- در بیان اسرار طالبان حق -
۱	در جواب مسئلہ معنی این دو بیت	۱۱	۴- در بیان آنکہ ہر کہ بریں دولت لاف یافت، لشفا، علایا اعتقاداً بقصود رسید -
۱	۱- بیزارم از ان کہنہ خدائی کہ توداری -	۱۱	مکتوب ۱۶۷ بجانب شیخ عزیز اللہ متضمن
۱	۲- ہر لحظہ مرا تازہ خدائی دگر است -	۱۱	بیان توحید و ظهور حق و خدا بینی و خود بینی
۱	۳- تحقیق انبیاء	۱۱	و بیان معنی حقائق الاشیاء و معنی آیه
۱	۴- خود خواری اولیاء را بتاویل کردن	۷۴۳	من عمل صالحاً فلنفسه ومن انسا فیہا
۱	علا در - و غفلت بیچارہ دیگر را	۱۱	مکتوب ۱۶۳ بجانب فرزند حقیقی شیخ حمید
۷۵۵	مکتوب ۱۶۷ بجانب شیخ خضر چوپوری	۱۱	در بیان آنکہ :-
۱	الملقب بر میان خان در بیان	۱۱	
۱	اکسار نفس و تاسف حال -	۷۴۰	
۷۵۷	مکتوب ۱۶۸ بجانب شیخ عبدالرحمن در بیان	۱۱	

مضمون	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ
دوام مفاسر و عدم دوام انوار غیب	۷۵۷	آنکہ وجود بر سہ قسم است و ممکن بر	۷۸۰
و معنی صاحب الورد ملعون و تارک	"	سہ قسم است - اقسام وجود	"
الورد ملعون -	"	ممكن الوجود کے اقسام -	"
مکتوب ۱۶۹ بجانب محمد بابر بادشاہ گورگان	۷۶۱	مکتوب ۱۶۹ بجانب شیخ جلال در تاسف	۷۸۶
در پند و نصیحت و رفع احداث	"	و تحیر و اشتیاق دور ماندگی -	"
مکتوب ۱۷۰ بجانب مرزا جلیوں بادشاہ	۷۶۶	مکتوب ۱۶۹ بجانب شیخ جلال در ذکر حال	۷۹۱
در نصائح -	"	سماع ایشان -	"
مکتوب ۱۷۱ بجانب جمالیوں بادشاہ -	۷۶۷	مکتوب ۱۸۰ بجانب شیخ جلال در بیان	۷۹۲
در بیان احسان خلق -	"	ہمت مردان و فرستادن پیرہن	"
مکتوب ۱۷۲ بجانب شیخ جلال در استفسار	۷۶۸	پیران -	"
سبب توقف در لشکر و در بیان	"	مکتوب ۱۸۱ بجانب شیخ جلال در اشارت	۷۹۳
اجتناب از دنیا -	"	بر آنکہ انوار و اسرار ازاں طرف در	"
مکتوب ۱۷۳ بجانب شیخ خضر المروف	۷۷۰	ظہور است -	"
میان خان جوپوری در اشتیاق	"	مکتوب ۱۸۲ بجانب شیخ جلال در شوق	۷۹۵
ملاقات و در بیان فقر -	"	و ذوق سماع و جاری کردن اعراس	"
مکتوب ۱۷۴ بجانب شیخ جلال در تنبیہ بر	۷۷۲	پیران بر سنت ایشان	"
رفع غفلت -	"	مکتوب ۱۸۳ بجانب شیخ جلال در تسلی	۷۹۶
مکتوب ۱۷۵ بجانب میران سید حسین ساکن	۷۷۴	در دور ماندگی -	"
خطہ سامانہ در بیان ہمت مردان و	"	مکتوب ۱۸۴ بجانب شیخ جلال -	۷۹۷
تقرب حق سبحانہ و تعالیٰ و قرب	"	مکتوب ۱۸۵ بجانب شیخ جلال در ستر اسرار	"
حقیقی -	"	مکتوب ۱۸۶ بجانب شیخ جلال -	۷۹۸
مکتوب ۱۷۶ بجانب شیخ خضر عرف میان	۷۷۷	مکتوب ۱۸۷ بجانب شیخ جلال - اس خط	"
شیخ خان جوپوری -	"	بین وہی سابقہ دعائیں اور ذوق	"
مکتوب ۱۷۷ بجانب شیخ جلال در بیان	۷۸۰	و شوق الہی کی تمنائیں درج ہے -	"

مضمون	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ
مکتوب ۱۸۸ بجانب شیخ جلال در بیان	۷۹۹	در بیان شغل باللہ واجتناب ماسوی اللہ	۸۰۳
در و ابتهال بشوق ذوالجلال۔	"	مکتوب ۱۹۱ بجانب میرا حسین در بیان	۸۰۵
مکتوب ۱۸۹ بجانب سید السادات سید	۸۰۱	جواب مراسلہ و نشان سلطان خوکر کہ	"
حسن ساکن خطہ سامانہ - در بیان آگہ	"	برایشان وارد شد۔	"
فرزندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کمال یافتند	"	مکتوب ۱۹۲ بجانب سید السادات سید حسین	۸۰۶
و بیان آگہ شغل باطن کہ حوالہ شدہ است	"	در حضرت و فاتی سید مصطفیٰ پادرایشا	"
در ان اہتمام نمایند تا بہ کمال رسند۔	"	مکتوب ۱۹۳ بجانب سید السادات میرا حسین	۸۰۷
مکتوب ۱۹۰ بجانب سید السادات سید حسین	۸۰۳	در اشارات اسرار محبت۔	"
		بہاری دیگر تصانیف۔	۸۰۸



مقدمہ

سر خطِ مجموعہ امید و بیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

والصلوة والسلام علی سید الانبیاء والاولیاء والاصفیاء
حضرت محمد بن البصطفی والمجتبی والمرطبیؑ

سلسلہ نسب

ساقی خنجانہ اسرار، بہ بادۂ توحید سرشار، طائر اقلیم الوہیت، سائر میدان ہویت،
قطب العالم والعالیان حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ نسباً حضرت امام اعظم امام
ابو حنیفہ کوفی علیہ الرحمہ کی اولاد ہیں اور یہ جو ہر کتاب میں حضرت اقدس نے اپنے اسم گرامی کے
ساتھ لفظ ”الحنفی“ تحریر فرمایا ہے اس سے مراد وہی نسبت جدی ہے۔ آپ کے والد ماجد
کا اسم گرامی شیخ اسماعیل اور جد امجد کا اسم گرامی حضرت شیخ صفی الدین تھا۔ حضرت شیخ
صفی الدین کے علم و فضل کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے زمانے میں
ابو حنیفہ ثانی کے لقب سے ملقب تھے اور غوثِ وقت حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی
قدس سرہ کے خلیفہ تھے جن کا سلسلہ دو واسطوں سے سلطان المشائخ محبوب الہی حضرت

خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ تک جا ملتا ہے۔ مرآة الاسرار کے مطابق حضرت شیخ صنعی الدین کے مرید ہونے کا واقعہ یہ ہے :

” ایک رات آپ کو حضرت خواجہ خضرؒ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ انھوں نے آپ کی کھلی ہوئی کتابوں کو دیکھ کر کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ نے بہت اوراق سیاہ کیے ہیں اب ان کو سفید کرنے اور صحیفہ دل کو روشن کرنے کا وقت آگیا ہے۔ جب آپ کے دل میں بیعت کا جوش ہوا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ عنقریب ردولی میں ایک ایسا جوان مرد آنے والا ہے جس کے انوار ولایت اور آثار ہدایت سے جہاں لبریز ہے۔ چنانچہ چند روز کے اندر حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ قصبہ ردولی میں تشریف لائے۔ جب حضرت شیخ صنعی الدین ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا :

” برادرم شیخ صنعی الدین صفا آوردی “

نیز فرمایا :

” جب حق تعالیٰ نے اپنے کسی بندہ کو قرب کی نعمت سے نوازا چاہتا

ہے تو خضر علیہ السلام کے ذریعے اس کی ہدایت فرماتا ہے “

یہ کلمات سنتے ہی آپ کے دل میں اعتقاد و راسخ ہو گیا اور بیعت کی

درخواست کی بیعت کے وقت حضرت شیخ کے منہ میں مصری کا ٹکڑا اڑے

کر فرمایا کہ حصول نور انوار مبارک ہو، میں نے خدا تعالیٰ سے درخواست

کی ہے تمہارے خاندان سے علم نہ جائے۔

حضرت شیخ نے تھوڑا عرصہ زیارت کر کے خلافت عطا فرمائی۔ اس وقت

آپ کے بیٹے شیخ اسماعیل کی عمر چالیس روز تھی۔ آپ نے اپنے بیٹے کو لاکھ حضرت

شیخ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں نے اس کو بھی قبول کیا، یہ ہمارا مرید ہے۔ حضرت شیخ صفی الدینؒ کو ردولی میں مسند امامت پر بٹھا کر آپ اودھ چلے گئے۔ حضرت شیخ صفی الدین نے سالہا سال ردولی میں خلق خدا کی ہدایت میں لبر کر کے انتقال فرمایا اور اپنے بیٹے حضرت شیخ اسماعیلؒ کو خلافت دے کر اپنی مسند پر بٹھایا۔ آپ کا مزار مبارک ردولی میں ہے۔

سلسلہ روحانی

مرآة الاسرار میں یہ بھی لکھا ہے :

”جب حضرت شیخ احمد عبدالمحق ردولوی قدس سرہ بعد از مسافرت

۱۔ یہ کتاب شیخ عبدالرحمنؒ کی تصنیف ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے لے کر شاہجہان کے وقت یعنی گیارہ سو سال کی مکمل تاریخ تصوف ہے اور تمام سلاسل روحانیہ اور ان کی بے شمار شانوں کے حالات، مشائخ عظام کی سوانح، منقولات و ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب اس قدر مستند ہے کہ بعد میں آنے والے تمام مشائخ اور سوانح نگاروں نے اس کے حوالہ جات دیئے ہیں، لیکن شرمی قیمت سے اب تک یہ کتاب غیر مطبوعہ بعض کتب خانوں میں خال خال نظر آتی ہے۔ حضرت شاہ شہید اللہ فریدیؒ کے خلیفہ برحق حضرت شاہ سراج علی مدظلہ نے اس کتاب کا لندن جا کر کھوج لگایا اور وہاں کی میوزیم لائبریری میں ایک مستند قلمی نسخہ تلاش کر لیا۔ اور مائیکروفلم کے ذریعے اس کی نقل حاصل کر کے کراچی میں اسے انلارج (ENLARGE) کرایا۔ اس کے بعد اس راقم الحروف نے عرصہ سات سال میں اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ظاہری و باطنی رد و ولی تشریف لائے تو حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی کے والد ماجد حضرت شیخ اسماعیلؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ صفی الدین حنفیؒ کی تربیت تمہارے لیے کافی ہے لیکن تمہارے ہاں ایک فرزند پیدا ہوگا جو سعید ازلی ہے اور ہماری نعمت اس کو ملے گی۔ حضرت شاہ عبد القدوسؒ کی ولادت حضرت شیخ احمد عبد الحق قدس سرہ کے وصال کے بعد ہوئی۔ جب آپ سن تیز کو پہنچے تو اس وقت حضرت شیخ کے پوتے شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبد الحقؒ مسد خلافت پر ممکن تھے جو آپ کے ہم عمر تھے ان سے بیعت تو ہو گئے لیکن آپ کا اعتقاد ان پر نہیں جم رہا تھا اور آپ کی طبیعت تمام تر حضرت شیخ احمد عبد الحق قدس سرہ سے وابستہ ہو چکی تھی اس لیے آپ نے حضرت شیخ کے مزار پر جا روئی اختیار کر لی۔

ایک دن کتاب کافیر ہاتھ میں لیے حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی حضرت شیخ کے مزار پر حاضر ہوئے تو مزار مبارک سے حق، حق، حق کی آواز آئی۔ یہ آواز سن کر آپ بے خود اور مدہوش ہو گئے اور اسی بے خودی کے عالم میں آپ کو نعمت ازلی وابدی مل گئی۔ اس وقت آپ کو حضرت شیخ کی

اب حق تعالیٰ کی نوازش سے یہ کتاب طباعت کے بعد منظر عام پر آچکی ہے۔

یہ کتاب تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف حضرت شیخ

عبد الرحمن کا تعلق سلسلہ عالیہ چشتیہ مبارکیہ سے ہے اور نظام باطنی کے تحت سلاطین مغلیہ کے

معاملات آپ کے سپرد تھے۔ آپ نے جہانگیر، شاہ جہان اور اورنگ زیب تینوں شہنشاہوں کا

زمانہ پایا اور اکثر اوقات ان سے ملاقی بھی ہوئے۔

روحانیت سے یہ فرمان بھی ملا کہ آئندہ اپنے تختہ دل کو العلم حجاب الاکبر (علم سب سے بڑا حجاب ہے) کے مطالعہ سے سیاہ مت کرو۔ اور اصلی کام میں مشغول ہو جاؤ۔ پس اس روز سے آپ نے مطالعہ کتب ترک کر دیا اور کمال ہمت سے حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ کی باطنی تربیت سے فیض یاب ہونے لگے۔ جب کبھی رات کے وقت آپ پر نیند کا غلبہ ہوتا تو حضرت شیخ کی روحانیت آپ کو بیدار کر دیتی تھی اور حکم ہوتا تھا کہ اٹھو! اور نماز تہجد ادا کرو۔ جب آپ ماں باپ کے گھر جاتے یا کسی اور کام میں مشغول ہوتے تو فوراً حق، حق کی آواز آپ کے کان میں آنا شروع ہو جاتی تھی جس سے آپ سمجھ رہے ہو کر آستانہ پر واپس آتے اور شغل باطن میں مشغول ہو جاتے تھے۔

حضرت شیخ احمد عبدالحق خلیفہ تھے حضرت جلال الدین کبیر پانی پتی کے، آپ حضرت شاہ شمس الدین ترک پانی پتی کے، آپ مخدوم علاء الدین علی احمد صابری کے اور آپ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے۔

ریاضات و مجاہدہ

حضرت شیخ کے صاحبزادے اور خلیفہ حضرت شاہ رکن الدین لطائف قدس سرہ

کہتے ہیں :

”حضرت قطب العالم ریاضت و مجاہدہ بہت کرتے تھے حتیٰ کہ پورا پورا بغیر پانی اور طعام کے گزار دیتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے قلب میں اس قدر حرارت پیدا ہوئی کہ خون جاری ہو گیا اور آپ کے سانس سے بھنے ہوئے گوسٹ اور بعض اوقات عود اور عطر کی خوشبو آتی تھی یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت کا پرتو تھا۔“

کسی نے خوب کہا ہے سے

تا نسوزی بر نیاید بوسے عود

(جب تک دل کو نہیں جلاتے گا عود کی خوشبو نہیں آسکتی)

اس آتشِ باطنی کا اس قدر غلبہ ہوا کہ سر کی چوٹی سے دھواں نکلتا تھا۔

جب آپ کے مرشد حضرت شیخ محمد علیہ الرحمہ کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے

بعض محرم راز احباب سے کہا کہ آپ کے سر پر علی الصبح ٹھنڈا پانی ڈالا جائے،

حالانکہ موسمِ سخت سرد تھا اور باہر پانی جم جاتا تھا۔ جب پانی سر پر گرتا تھا تو ایسا

معلوم ہوتا تھا کہ جیسے گرم توتے پر پانی ڈالا جا رہا ہے۔ جب بہت زیادہ پانی ڈالا

جاتا تھا تو اس سے ذرا ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی۔

آپ خلقِ خدا سے ہمیشہ الگ رہتے تھے یہاں تک کہ آبادِ اجداد کے

مک کو بھی دل سے نکال دیا تھا۔ آپ فقر و فاقہ پر قناعت کرتے تھے اور ہر

وقت شغلِ حق میں مشغول اور مستغرق رہتے تھے۔ آپ ہمیشہ اپنے مرشد کا پانی پھرتے

ایندھن جمع کرتے، عجاوہ دیتے اور گھر کا تمام کام خادموں کی طرح کرتے تھے۔

جموع کے روز آپ مرشد کے کپڑے دھویا کرتے تھے۔ آپ گڈری پہنا

کرتے تھے۔ جہاں کوئی کپڑے کا ٹکڑا پڑا تھا آپ اسے دھو کر گڈری

پر پیوند لگاتے تھے اور بوسیدہ کپڑے نکال کر پھینک دیتے تھے۔ آپ کی

گڈری آج تک محفوظ ہے۔

ایک دفعہ (کا ذکر ہے کہ) شیخ خواجگی سدھوری نے آپ سے فرمایا

کہ بعض سالکین پر گڈری پہننے سے نفسانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے، اس کی علامت

یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان کو اس سے منع کرے تو ان کو غصہ لگتا ہے، یہ سن کر

حضرت اقدس نے باقاعدہ کپڑے پہننے کا ارادہ کیا۔ اور احباب نے بھی

جلدی سے نیا کپڑا لادیا لیکن جب زیب تن کیا تو مزہ نہ آیا اور اتار کر اپنی گڈری پہن لی۔

غرضیکہ آپ اس قدر ریاضت اور مجاہدہ کرتے تھے کہ نہ قلم لکھ سکتا ہے اور نہ کوئی کان سننے کی طاقت رکھتا ہے۔ آپ کے حجرہ مبارک میں اکثر سناپ رہتے تھے، لیکن آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچاتے تھے۔ آپ کا تقویٰ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بازار سے فصالبوں کا تیار کیا ہوا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ اور نہ ہی کسی کنوئیں کے پانی سے وضو یا غسل کرتے تھے، بلکہ شہر سے باہر دور جا کر بڑے حوض پر وضو اور غسل کیا کرتے تھے۔ آپ ہر رات چار سو رکعت اور ہر روز چار سو نفل نماز ادا کرتے تھے۔ یہ فرائض اور سنت موکدہ کے علاوہ تھا۔ اس لیے آپ کے زانو مبارک کے قریب سے کپڑا جلدی پھٹ جاتا تھا۔ سخت سردی کے موسم میں آپ کے پاؤں اور پٹلیاں خشکی سے پھٹ جاتی تھیں لیکن آپ وضو باقاعدگی سے کیا کرتے تھے اور درد کی تکلیف برداشت کیے جاتے تھے۔ اسی طرح ساری رات عبادت میں گزار دیتے تھے۔ بعض مخلص دوست آپ کے پیچھے آگ کی انگیٹھی رکھ دیتے تھے لیکن آپ کو عبادت کے ذوق و شوق اور جوش و خروش میں نہ گرمی کا پتہ چلتا تھا نہ سردی کا۔ نماز نفل میں آپ کی عادت تھی کہ فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد آپ شغل باطن میں مشغول ہو جاتے تھے اور ایک سانس میں دس بارہ دفعہ ذکر خفی کر لیتے تھے اور اس طرح کے دس بارہ دم جس کر لیتے تھے۔ اور ہر جس دم میں دس بارہ بارہ ذکر خفی کر لیتے تھے۔ اسی طرح قور اور سجدہ میں بعد تسبیح جس دم کے ساتھ ذکر خفی کرتے تھے۔ یہی حالت جلسہ اور دوسرے سجدہ کی تھی اور یہ طریق بعینہ صلوٰۃ التیسیح کی طرح ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

منقول ہے۔ اس طرح ساری رات چند دوگانوں میں ختم ہو جاتی تھی۔ آپ ذکر
 جہری بھی بہت کرتے تھے۔ جب ذکر جہری کی باری آتی تو عشاء کی نماز کے بعد
 ذکر جہری شروع کر کے صبح صادق تک اس میں مشغول رہتے تھے۔ اسی طرح
 سالہا سال آپ نے گزار دیئے جیسا کہ حضرت شیخ احمد عبدالحق کی خاص مشغولی
 مراقبہ فنا و توحید اور شغل ہوا تھا حضرت شاہ عبدالقدوس قدس سرہ بھی کئی سال
 ان مراقبات میں مشغول رہے۔ اس مراقبہ میں آپ کے استغراق کا یہ حال
 تھا قیام کی حالت میں ایک ایک دو دو پر مستغرق کھڑے رہتے تھے اور ہر مبارک
 جھک کر رکوع کی حالت میں چلا جاتا تھا جب قدرے ہوش آتا تو پھر کھڑے
 ہو جاتے تھے۔ جب آپ باہر جاتے تو لوگ آگے سے ہٹ جاتے تھے کہ
 مبادا آپ کے مزے سے کوئی کلمہ نکل جائے اور وہ تباہ ہو جائیں۔ کسی سال آپ
 پر یہی حالت طاری رہی۔“

صلوٰۃ معکوس

آپ نے سالہا سال خواجگانِ چشت کی متابعت میں نماز معکوس ادا کی۔ چنانچہ نماز عشا کے
 بعد آپ کسی کو کہہ کر اٹھے ٹھک جاتے تھے اور صبح کے وقت اتر آتے تھے۔ آپ فرماتے
 ہیں کہ ایک رات میں نماز معکوس میں تھا کہ سلطان الاذکار کا غلبہ ہو گیا

سلطان الاذکار

سلطان الاذکار کے غلبے سے میرا ظاہری وجود گم ہو گیا، سخت محویت طاری ہو گئی۔ اور

۱۔ سلطان الاذکار ذکر اللہ کی اس کیفیت کو کہتے ہیں جب تمام لطائف ستر پر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لا شعوری کی کیفیت طاری ہو گئی۔ کچھ دیر کے بعد اپنی ذات کا شعور بھی جاتا رہا اور عالم فناء
 حاصل ہو گیا۔ جس سے عالم بقا طاری ہوا۔ اس کے بعد جب افاقہ ہوا تو غیب سے ایک مرد
 ظاہر ہوا۔ اس نے کہا: مبارکباد، اس وقت تم واصل حق تھے۔ یہ کہہ کر وہ غیب ہو گیا۔ شروع
 حال میں حضرت شیخ پر سلطان الذاکار کا اس قدر غلبہ ہوتا تھا کہ آپ کہتے تھے کہ مجھے ڈرتھا کہ
 کہیں عقل نرہ جائے اور جنوں کی حالت ہو جائے۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سلطان الذاکار
 کی کیفیت پیدا ہوتی تھی اور محو و بے خود بنا دیتی تھی اور فرصت نہیں ملتی تھی۔ یاد رہے کہ
 سلطان الذاکار ایک غیبی وارد اور حالت مخصوص ہے۔ اور یہ حضرت قطب عالم کا خاصہ
 تھا۔

سلطان الذکر میں اس قدر عظیم غلبہ اور شدید ہیبت ہے کہ جسم کی کثافت کو تاخت و
 تاراج کر ڈالتی ہے یہ ایک زبردست حملہ کی صورت میں رونما ہوتا ہے جس کا نمونہ اذا
 نزلت الارض نزلت الہا واخرجت الارض اثقالها وقال الانسان مالہا۔
 (جب زمین میں زبردست زلزلہ آئے گا اور وہ اپنا بوجھ نکال کر پھینک دے گی اور
 انسان کہے گا یہ کیا ہے!) ہے۔ اس سورت کے معنی ہمارے مشائخ کے ہاں سینہ بسینہ
 بیان کئے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

یکبارگی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یاد رہے کہ ایک لطیفہ پر جب کیفیت کا ورود ہو تو سالک محو و بے خود
 ہو جاتا ہے لیکن چھ لطائف پر بیک وقت کیفیات اور انوار تجلیات کا ورود ہو تو آپ قیاس کر
 سکتے ہیں کہ سالک کی کیا حالت ہوگی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے جسم میں کوئی زلزلہ آ گیا ہے۔
 موفان زور مار رہا ہے، بجلی چمک رہی ہے، شور ہے غل ہے، ہیجان ہے بے قراری ہے اور
 محویت، استغراق اور بے خودی کا دور دورہ بھی ہے۔ (اگلے صفحہ پر)

حضرت شیخ رکن الدین لطائف قدوس میں فرماتے ہیں کہ ابتدائے حال میں جب حضرت شیخ پر وجد طاری ہوتا تھا تو آپ کو وہ بیابان کا رخ کرتے تھے اور مریدین و معتقدین آپ کے پیچھے پیچھے جاتے تھے لیکن کمال ہیبت سے کسی کو بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ جب ردولی کا داروغہ قاضی محمود تھا نیسری حضرت شیخ کی زیارت کے لیے آتا تو آپ بھاگ کر دیرانے میں چلے جاتے تھے۔ اس وجہ سے کہ آپ کو اہل دنیا سے سخت احتراز تھا۔ اور ان کے ساتھ میل جول رکھنا زہر قاتل سمجھتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۱۔ اس کی تفصیل کتاب اقباس الانوار (مصنف حضرت شیخ محمد اکرم) میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے حالات کے تحت بیان کی گئی ہے۔ ثنائی علم روحانیت و منازل سلوک وہاں مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ اردو بھی اس اہم تراجم الحروف نے کیا ہے اور اب طباعت کے لیے تیاری ہو رہی ہے۔ اس کتاب میں نکات تصوف و سیر سلوک بکثرت بیان کیے ہیں۔ حضرت خواجہ غلام فرید نے اس کتاب کو "بادشاہ کتاب" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ہر وقت آپ کے مطالعہ میں رہتی تھی۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)

۲۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ مردوں کی صحبت سے اجتناب کرو۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ حضور! مردوں کی صحبت سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ دنیا داروں کی صحبت۔ کیونکہ ان کے دل مردہ ہوتے ہیں۔

سعدی نے کیا خوب کہا ہے سے

صحبت صالح ترا صالح کسند

صحبت طالح ترا طالح کسند

مجھے ان لوگوں سے بدبو آتی ہے اس لیے بھاگ جاتا ہوں۔

ایک دفعہ آپ بیابان میں تھے کہ بے خودی اور محویت طاری ہو گئی اور ایک عرصہ تک آپ نے زندگی بغیر آب و طعام بسر کی۔

صاحب مرآة الاسرار لکھتے ہیں :

” ایک دفعہ کسی تقریب پر آپ والدین کے ہاں گئے ہوتے تھے اور تین

چار دن وہاں قیام فرمایا۔ رات کو حضرت شیخ احمد عبدالحق ردو لوق قدس سرنا کی

روحانیت نے خبردار کیا کہ ہم نے تمہارا گھر جلا دیا ہے پھر بھی اسے نہیں چھوڑتے۔

تم فوراً بھیکن درزی کے گھر چلے جاؤ۔ جب آپ بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ

گھر کو آگ لگی ہوئی ہے آپ اسے جلتا ہوا چھوڑ کر بھیکن کے گھر چلے گئے اور ایک

حجرہ میں مشغول ہو گئے۔ جب آگ بجھ گئی تو لوگوں نے آپ کو تلاش کرنا شروع کیا

اور بھیکن درزی کے گھر میں مراقب پایا۔ بھیکن درزی بھی اس کو چہرہ کا محرم راز تھا۔“

مرآة الاسرار میں یہ بھی لکھا ہے :

” آپ اکثر صوم وصال رکھتے تھے۔ اور ایسے عبادات اور ریاضات شاقہ

کرتے تھے کہ بیان سے باہر ہے۔ جس طرح حضرت شیخ احمد عبدالحق نے چھ ماہ

۱۔ بدبو اس لیے کہ قلوب کی گندگی کی وجہ سے ہم نشین پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ایک

گونا بعض بھی محسوس ہوتا ہے۔

۲۔ صوم وصال یہ ہوتا ہے کہ کئی دن بغیر سحری و افطار مسلسل روزے رکھے جائیں۔ یہ رسول اکرم صلی اللہ

عبارہ و آلہ وسلم کا خاصہ تھا۔ کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رمضان کا چاند دیکھ کر سحری

کرتے تھے اور دن کے وقت گرمی میں گندم کا فصل مزدوری پر کاٹتے تھے اور جو کچھ وصول ہوتا احباب کو

کھلاتے تھے۔

قبر میں بے آب و طعام گزارے تھے اسی طرح آپ نے بھی چھ ماہ ایک کوکھلے
 اعلیٰ کے درخت کے سوراخ میں بیٹھ کر گزار دیئے۔ وہ درخت اب تک قبر
 ردولی کے جنوب میں موجود ہے۔“

پابندی شریعت کا غیبی حکم

لطائف قدوس میں لکھا ہے :

”حضرت قطب عالم نے فرمایا ہے کہ میں نے ابتدائے حال میں ایک
 رات خواب میں دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک کتاب لائے اور میرے
 سامنے رکھ دی۔ اس وقت میرے دل میں خیال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کے بعد یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ جبرئیل کسی شخص پر نازل ہوں ممکن ہے یہ شیطان
 کا دھوکہ ہو۔ اسی وقت کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف
 لائے ہیں اور جبرئیل علیہ السلام سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ اور مجھے بتایا گیا کہ شیطان
 کی کیا مجال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمکلام ہو سکے۔ تھوڑی دیر کے
 بعد آنحضرت اور جبرئیل علیہ السلام روانہ ہو گئے۔ میں نے آنحضرت کا دامن
 پکڑ کر عرض کیا کہ جبرئیل نے مجھے کتاب دی ہے، کیا کہوں۔ فرمایا کہ یہ کتاب میری
 اتباع ہے اسے قائم کرو۔ چنانچہ اس کا ثمرہ حضرت شیخ پر اس طرح ظاہر ہوا کہ آپ
 شریعتِ سنہ کے حد درجہ پابند تھے اور احکام شرع سے ذرا بھر تجاوز جائز نہیں
 سمجھتے تھے نہ اپنے لیے نہ کسی اور کے لیے۔ جو شخص احکام سے ذرا بھر تجاوز
 کرتا، آپ اس سے اجتناب کرتے تھے اور اپنے پاس نہیں پھینکنے دیتے
 تھے۔“

قوالی میں مردہ اور پھر زندہ ہونا

ایک دفعہ آپ قوالی سن رہے تھے کہ یکایک آپ پر محویت طاری ہو گئی اور تشبیہ پر تزییہ کا غلبہ ہو گیا اور آپ بے جان ہو گئے۔ یہ دیکھ کر قوال ڈر کے مارے بھاگنے لگے تو ایک بزرگ نے جو حاضر مجلس تھے فرمایا کہ سوختہ آتش کا آتش سے علاج کرو۔ چنانچہ قوالوں کو بلا کر پھر قوالی شروع کرائی اور کافی دیر بعد آپ دوبارہ زندہ ہو گئے۔

قوالی میں اکثر آپ پر یہی حال طاری ہو جاتا تھا اور جب قریب مرگ ہوئے تو کسی اور کام کی طرف توجہ کر کے اپنے حال پر واپس آئے تھے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ دنیا ترک کر کے بقیہ عمر پہاڑ میں گزار دوں لیکن مشائخ وقت نے ترقہ ہائے خلافت دے کر حکم دیا کہ دنیا میں رہو اور ہدایت خلق کا کام انجام دو۔ بالخصوص حضرت شیخ احمد عبدالحق، حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین، حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر اور دیگر مشائخ کی روحانیت نے آکر ترغیب دی کہ یہ فقیر سجادہ مشائخ پر بیٹھ کر ہدایت خلق کا کام کرے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت نے بھی عالم معاملہ میں فرمایا کہ سجادہ پیران پر بیٹھ کر لوگوں کو بیعت کرو۔ چنانچہ تعمیل حکم میں سجادہ پر بیٹھ کر بیعت اور رشد و ہدایت کا کام شروع کیا۔

۱۔ تشبیہ سے مراد عالم ناسوت اور مقام دوقی و کثرت ہے۔

۲۔ تزییہ سے مراد مرتبہ لائقین اور احدیت ہے یعنی مقام فنا فی اللہ جہاں ذات حق کے سوا ہر چیز فنا ہے۔ یہ دونوں حالتیں ساکین کا ملین پر بدلتی رہتی ہیں۔ تزییہ کو مرتبہ عروج اور تشبیہ کو نزول کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ تزییہ میں محویت و استغراق ہے اور تشبیہ میں صحو و ہوشیاری۔

(سیال)

ردولی سے شاہ آباد اور پھر گنگوہ میں سکونت

مرآة الاسرار میں لکھا ہے :

”حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ کی روحانیت سے آپ کو حکم ملا کہ تمہارے لیے شمالی ہند کی ولایت مخصوص کی گئی ہے چنانچہ ۸۹۶ھ یعنی سلطان سکندر بن بہلول لودھی کے ابتدائے حکومت کے دوران میں آپ نے ردولی سے روانہ ہو کر شاہ آباد میں سکونت اختیار کی قصبہ شاہ آباد دہلی کے لواح میں واقع ہے۔ آپ عرصہ تیس سال تک شاہ آباد میں مسند خلافت پر متمکن ہو کر ہدایت خلق کا فریضہ انجام دیتے رہے لیکن جب ۹۳۲ھ میں سلطان ظہیر الدین بابر نے سلطان ابراہیم بن سکندر لودھی کو پانی پت کے میدان میں شکست دے کر قتل کر دیا۔ اور سارا برصغیر اس کے تصرف میں آ گیا تو اس وقت قصبہ شاہ آباد کثرت افواج و جنگ و جدال کی وجہ سے تباہ ہو چکا تھا۔ اس وقت حضرت قطب عالم وہاں سے نقل مکانی کر کے قصبہ گنگوہ میں مقیم ہوئے اور ایک جہان آپ سے فیض یاب ہوا“

آپ کے تصرف سے جوگی اور سات سو جلیوں کا قبول اسلام

صاحب اقباس الانوار لکھتے ہیں :

”جس مقام پر حضرت اقدس کا اب مزار ہے وہاں ایک جوگی رہتا تھا۔ جب آپ شاہ آباد سے گنگوہ تشریف لائے تو ایک دن اس طرف تشریف لے گئے جہاں جوگی رہتا تھا۔ چونکہ وہ جگہ دلکش اور پسندیدہ تھی۔ آپ اندر چلے گئے۔ جہاں گورو کے تقریباً سات سو پیسے بیٹھے تھے۔ آپ نے پوچھا کہ

تھارا گورو کہاں ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ایک سال ہوا وہ جہاں ہم بیٹھے ہیں اس سے نیچے ایک حجرہ میں جس دم کہ رہا ہے اور حجرہ کا دروازہ اینٹوں سے چل دیا ہے۔ صرف ایک چھوٹا سا سوراخ چھوڑا ہے جہاں سے ہم جھانک کر اس کا درشن کر لیتے ہیں۔

حضرت اقدس نے اس سوراخ کے پاس جا کر دیکھا کہ جوگی اپنے فکر میں غرق ہے۔ آپ نے مراقبہ ذات احدیت کیا اور لطیف ہو کر اس سوراخ سے جوگی کے گوپھے میں داخل ہو گئے۔ جوگی نے کہا: تم کون ہو؟ اور کس طرح اندر داخل ہوئے ہو؟ آپ نے فرمایا: میں بندہ خدا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہاں پہنچا ہوں۔ جوگی جان گیا کہ کوئی مرد صاحب کمال ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے پوچھا کہ تم نے کہاں تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ اس نے کہا کہ اگر چاہوں تو فوراً پانی بن سکتا ہوں یہ کہہ کر وہ پانی بن گیا۔ حضرت شیخ نے اس پانی میں رومال تر کر کے رکھ لیا۔ اس کے بعد وہ پیلے کی طرح آدمی بن کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: اب میں پانی بنتا ہوں۔ میں نے تیرے پانی سے رومال تر کر کے رکھ دیا ہے۔ تم بھی میرے پانی سے رومال تر کر کے رکھ دینا تاکہ خدا کی قدرت تجھ پر ظاہر ہو جائے۔ یہ کہہ کر آپ پانی بن گئے اور جوگی نے رومال تر کر کے رکھ دیا۔ جب آپ دوبارہ اپنی صورت میں آئے تو جوگی سے کہا کہ اب دونوں رومال سونگھو۔ جب جوگی نے اپنے پانی والا رومال سونگھا تو اس سے سخت بدبو محسوس ہوئی لیکن جب حضرت شیخ کے پانی والا رومال سونگھا تو اس سے ایسی خوشبو محسوس ہوئی کہ جیسے عطر یا عنبر ہے۔ جوگی نے یہ دیکھ کر کہا کہ میں بھی اپنے فن

۱۔ سانس بند کر کے ذکر الہی میں مشغول ہونا جس دم کہلاتا ہے جوگی لوگ کئی کئی سال اس شغل میں گزار دیتے ہیں۔

میں کمال رکھتا ہوں اور آپ بھی صاحب کمال ہیں۔ پھر یہ فرق کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا، یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور تم مسلمان نہیں ہو۔ جوگی نے کہا کہ مجھے بھی اسلام سے روشناس کریں تاکہ میں بھی آپ کی طرح ہو جاؤں۔ چنانچہ حضرت اقدس نے اسے اسلام سے روشناس کرایا، وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت اقدس جوگی کو اسی سوراخ سے اپنے ہمراہ باہر لائے اور اس کے تمام چیلے بھی مشرف باسلام ہوئے اور سب نے حضرت اقدس سے بیعت کی۔ آپ نے اس جوگی کو تربیت دے کر تھوڑے عرصے میں مرتبہ کمال پر پہنچا دیا اور ایک علاقے کی ولایت اس کے سپرد فرمائی نیز تمام چیلوں کی تربیت کا کام بھی اس کے سپرد کیا۔

اگر حضرت شیخ کے کمالات مکمل جمع کیے جائیں تو ایک ضخیم کتب و جود میں آجائے گی۔ حضرت قطب العالم کے کمالات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کو پہلی خلافت سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد سے ملی جو حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مرید اور ان کے فرزند ارجمند شیخ رکن الدین کے خلیفہ تھے۔

حضرت شیخ کی جامعیت

قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے انتہائی بلند مراتب کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے علاوہ چشتیہ نظامیہ، سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ، سہروردیہ وغیرہ میں بھی خرقائے خلافت حاصل تھے۔ اس وجہ سے آپ کے بعد آنے والے مشائخ چشتیہ صابریہ میں یہ تمام نسبتیں موجود ہیں۔ ان سلاسل کی تفصیل حسب ذیل ہے؛

سلسلہ چشتیہ صابریہ

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی، حضرت شیخ محمد عارف، حضرت شیخ احمد عارف،
 حضرت شیخ احمد عبدالحق رودلوی، حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی، حضرت شاہ
 شمس الدین تزک پانی پتی، حضرت مخدوم علامہ الدین علی احمد صابری، حضرت بابا فرید الدین گنجشکر،
 حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوٹی کاکلی، خواجہ خواجگان خواجہ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین
 اجمیری، حضرت خواجہ عثمان ہارونی، حضرت حاجی سید شریف زندنی، حضرت خواجہ
 قطب الدین مودود چشتی، حضرت شاہ ابویوسف چشتی، حضرت شاہ ابو محمد محترم چشتی،
 حضرت خواجہ ابواسحاق شامی، حضرت خواجہ حمزاد علودینوری، حضرت خواجہ ابوہبیرہ
 امین الدین بصری، حضرت خواجہ خدیوہ مرعشی، حضرت سلطان ابابہیم بن اودھم، حضرت خواجہ
 جمال الدین فضیل ابن عیاض، حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید، حضرت خواجہ حسن بصری،
 سیدنا مولانا امیر المؤمنین حضرت علیؑ، اور حضرت سیدنا مولانا، سید المرسلین، خاتم النبیین
 احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

سلسلہ چشتیہ نظامیہ افلیجیہ

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی، حضرت شیخ درویش بن محمد قاسم اودھی، حضرت شیخ
 بعد اللہ، حضرت شیخ افلیج، حضرت شیخ صدر الدین طبیب دلہا، حضرت سلطان المشائخ
 شیخ نظام الدین اولیاء، حضرت بابا فرید الدین گنجشکر... الی آخرہ

سلسلہ نظامیہ گیسو درازیہ

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی، حضرت شیخ درویش بن محمد قاسم اودھی، حضرت

میاں ابن حکیم اودھی، حضرت سید صدرالدین اودھی، حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز،
 حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلی، سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت
 بابا فرید الدین گنجشکر.... الی الآخرہ۔

سلسلہ نظامیہ قدوسیہ

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی، حضرت شیخ درویش بن محمد قاسم، حضرت سید
 بدھن بھرائچی، حضرت سید اجل بھرائچی، حضرت منہوم جہانیاں جہاں گشت، سید جلال الدین
 بخاری، حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی قدس سرہ

سلسلہ عالیہ کبرویہ

حضرت جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ از جمید الدین سمرقندی، حضرت شمس الدین بن
 ابی محمد بن محمود بن ابراہیم ادھم، حضرت شیخ عطایا خالدی، حضرت شیخ احمد بابا کمال خجندی،
 حضرت شیخ نجم الدین کبری، حضرت عمار یاسر، حضرت ابوالنجیب سہروردی، حضرت شیخ
 احمد غزالی، حضرت ابوبکر نساچ، حضرت ابوالقاسم گرگانی، حضرت خواجہ ابوالعثمان مغربی،
 حضرت ابوالعلی کاتب، حضرت شیخ علی اودباری، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی، حضرت
 شیخ سری سقطی، حضرت شیخ معروف کرفی، حضرت شیخ داؤد طائی، حضرت خواجہ حبیب عجمی،
 حضرت خواجہ حسن بصری، امیر المؤمنین حضرت علی، سیدنا و مولانا، سید المرسلین خاتم النبیین
 احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

سلسلہ قادریہ قدوسیہ

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی، حضرت شیخ درویش بن محمد قاسم اودھی، حضرت

سید بڈھن بھڑاچی، حضرت سید اجمل بھڑاچی، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت،
 حضرت شیخ عبید بن عیسیٰ، حضرت شیخ عبید بن ابوالقاسم، حضرت شیخ ابوالمکارم
 فاضل، حضرت شیخ قطب الدین ابوالغیث، حضرت شیخ شمس الدین عبدالقادر جیلانی
 ... الی آخرہ۔

سلسلہ نقشبندیہ قدوسیہ

حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی از شیخ درویش محمد بن قاسم اودھی از
 حضرت سید بڈھن بھڑاچی از حضرت سید اجمل بھڑاچی از مرشد خود خواجہ عبدالحق از خواجہ
 عبدالحنی از خواجہ عبید اللہ احرار از مولانا یعقوب چرخی از خواجہ علاء الدین عطار از خواجہ
 بہار الدین نقشبند از خواجہ سید امر کلاں از خواجہ محمد بابا ساسی از خواجہ عزیزان علی رامیتنی از
 خواجہ محمود انجیر فغوی از خواجہ عارف ریوگری از خواجہ عبدالخالق نجدوانی از خواجہ یوسف
 بہدانی از خواجہ ابوعلی فارمدی از خواجہ امام ابوالقاسم قشیری از خواجہ ابوعلی دقاق از خواجہ
 ابوالقاسم نصرآبادی از خواجہ ابوبکر شبلی از سید الطائفہ حنیف بغدادی از شیخ سری سقطی،
 از شیخ معروف کرخی از شیخ داؤد طائی از خواجہ حبیب عجمی از خواجہ حسن بصری از امیر المؤمنین
 سیدنا علی کرم اللہ وجہہ از حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

سلسلہ سہروردیہ قدوسیہ

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی، حضرت شیخ درویش بن محمد قاسم، حضرت سید
 بڈھن بھڑاچی، حضرت سید اجمل بھڑاچی، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، حضرت
 شیخ رکن الدین ابوالفتح، حضرت شیخ صدر الدین، حضرت شیخ بہار الدین زکریا ملتانی،
 امام الطریقہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی

حضرت شیخ وجہہ الدین عبدالقادر سہروردی، حضرت شیخ ابو محمد بن عبداللہ، حضرت شیخ احمد دینوری، حضرت شیخ ممشاد علو دینوری، حضرت جنید بغدادی، ... الی آخرہ۔

سلسلہ مداریہ قلندریہ

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی، حضرت شیخ درویش بن محمد قاسم، حضرت سید بدھن بھڑاچی، حضرت سید اجل بھڑاچی، حضرت امام الطریقہ شیخ بدین الدین شاہ مدار، حضرت شاہ طیفور شامی، حضرت شاہ عین الدین شامی، حضرت شاہ عین الدین شامی، حضرت عبداللہ علم بردار، حضرت امیر المومنین سیدنا علیؑ، سیدنا و مولانا حضرت سید المرسلین، خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت شیخ کا مشرب

تمام اولیاء کرام کی طرح حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ قدس سرہ کا مسلک وحدت الوجود تھا۔ آپ کو حق تعالیٰ نے علم لدنی سے بہرہ ور فرمایا تھا جس کی وجہ سے آپ کو تمام علوم ظاہری و باطنی پر عبور حاصل تھا۔ اور اپنے مسلک وحدت الوجود کو حضرت ابن عربیؒ قدس سرہ کی طرح قرآن و حدیث کی روشنی میں ثابت کرتے تھے۔ اور اس کے ساتھ حضرت شیخ اکبر ابن عربیؒ کی طرح آپ شریعت کی بھی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ اور احکام شرع سے برہم تھے تجاوز گوارا نہیں کرتے تھے۔

یہاں جن سطح بین لوگوں کو وحدت الوجود اور شریعت کی پابندی میں تضاد نظر آتا ہے ان کی خاطر ہم مختصر طور پر وحدت الوجود کی حقیقت بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حقیقت وحدت الوجود مندوحدت الوجود بے مدبھییدہ اور پرخطر ہے کیونکہ

عام اذہان کی رسائی سے بالاتر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا تعلق خود ذاتِ باری تعالیٰ سے ہے جس کا ادراک حد بشریت سے باہر ہے۔ وحدت الوجود کی حقیقت صرف ان حضرات پر آشکارا ہوتی ہے جو تزکیہٴ نفس و تصفیہٴ قلب کی منازل طے کر کے عالم اجساد سے اوپر نکل جاتے ہیں اور عالم ارواح، عالم جبروت اور عالم لاہوت کی پاک و مقدس فضا میں سیر کرتے ہیں۔ اس لیے شروع سے اہل ظہور اور اہل باطن میں اس کے متعلق نزاع چلا آتا ہے۔ اہل ظاہر کثرت و وجود کے قائل ہیں اور اہل باطن وحدت و وجود کے۔ اہل باطن کے نزدیک وجود صرف ایک ہے، اور ایک ہو سکتا ہے اور وہ وجود ذاتِ باری تعالیٰ کا ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ ذات و صفات میں واحد لا شریک ہے اور جب وجود بھی اس کی ایک صفت ہے تو پھر صفت وجود میں اس کا کس طرح کوئی شریک ہو سکتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ہستی لامحدود ہے۔ اگر اس کو محدود مانا جائے تو کفر لازم آتا ہے لیکن وحدت وجود کے انکار سے اس کی ہستی محدود ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ اشیاء کائنات حق تعالیٰ کا عین نہیں ہیں تو اس کی ہستی محدود ہو جاتی ہے کیونکہ جس ہستی سے کائنات خارج ہو یا جو ہستی کائنات سے خارج اور علیحدہ ہو وہ لازماً محدود ہے یعنی کائنات کی اشیاء میں نہیں ہے باقی ہر جگہ ہے اس سے حق تعالیٰ کی ہستی کا محدود ہونا لازم ہے جو کفر ہے۔

امام ابن تیمیہ کا نظریہ باری تعالیٰ

وحدت الوجود سے بچنے کی خاطر امام ابن تیمیہؒ کو یہ نظریہ قائم کرنا پڑا کہ حق تعالیٰ ہر جگہ موجود نہیں ہے بلکہ اوپر کی جانب عرش پر مقیم ہے وہ ہر جگہ با علم موجود ہے بالوجود موجود نہیں ہے۔ چونکہ امام موصوف کے اس نظریہ سے ذاتِ باری تعالیٰ کی تجسیم اور محدودیت لازم آتی ہے۔ اس سے ساری اسلامی دنیا میں ہیجان پیدا ہو گیا اور حکومت وقت نے ان کو

قبہ کر دیا۔ امام ابن تیمیہ نے حق تعالیٰ کے عرش پر مقیم ہونے کا نظریہ آیہ پاک ”الرحمن علی عرش استوانے“ (رحمن عرش پر مسلط ہے) سے اخذ کیا ہے۔ ان کے خیال میں عرش باری تعالیٰ اوپر کی جانب فضا میں کسی جگہ پڑا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر بیٹھے کائنات کو دیکھ رہے ہیں۔ لیکن امام موصوف نے قرآن حکیم کی دوسری آیات پر غور نہ فرمایا کہ عرش کے متعلق وہ کیا کہتی ہیں۔ حق تعالیٰ آیۃ الکرسی میں فرماتے ہیں :

”وسم کرسیہ السموات والارض“

(اس کے عرش و کرسی میں ساری کائنات شامل ہے)

جب حق تعالیٰ کے عرش و کرسی میں ساری کائنات شامل ہے تو پھر کائنات سے دور اوپر کی جانب عرش پر مقیم ہونے کا نظریہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ نیز ایک معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ کرۃ ارض جس پر ہم آباد ہیں گول ہے اور خلا میں معلق ہے اور براعظم ایشیا اور امریکہ کرۃ ارض پر ایک دوسرے کی سمت مخالف میں واقع ہیں۔ ہمارے نقطہ نگاہ سے ایشیا اور امریکہ نیچے ہے اور امریکہ کے نقطہ نگاہ سے وہ اوپر اور ہم نیچے ہیں۔ بالفاظ دیگر جو امریکہ والوں کے لیے اوپر کی سمت ہے وہ ہمارے لیے نیچے کی سمت ہے اور جو ہمارے لیے اوپر کی سمت ہے وہ امریکہ والوں کے لیے نیچے کی سمت ہے۔ اب کہاں گیا یہ نظریہ کہ حق تعالیٰ اوپر کی جانب عرش پر بیٹھے ہوتے ہیں۔

حلول و اتحاد

ہو سکتا ہے کہ امام موصوف نے حلول و اتحاد کے کافرانہ نظریات سے بچنے کے لیے وحدت الوجود کا انکار کیا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ حلول و اتحاد کا عقیدہ غیر اسلامی ہے لیکن وحدت الوجود سے ہرگز حلول و اتحاد لازم نہیں آتا ہے۔ حلول و اتحاد سے مراد عیسائیوں اور ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے جس کی روح سے وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رام اور کرشن

کو خدا کا اوتار لینے مجسمہ یا انکarnation (INCARNATION) مانتے ہیں مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ رام، کرشن اور عیسیٰ میں اتر آئے ہیں۔ یہ عقیدہ غیر اسلامی ہے۔ کیونکہ اس سے غیر محدود (INFINITE) کا محدود (FINITE) میں سما جانا لازم آتا ہے جو عقائد اسلامی کے علاوہ علم منطق کے لحاظ سے بھی محال ہے۔ عام طور پر مسئلہ وحدت الوجود کے سمجھنے میں اشکال اس لیے ہوتا ہے کہ لوگ عیسائی نظریہ پینتھی ازم (PANTHEISM) اور ہندو نظریہ ہمراہت کو اسلامی نظریہ وحدت الوجود کے مترادف سمجھتے ہیں حالانکہ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

ہندو نظریہ ہمراہت اور اسلامی مسئلہ وحدت الوجود میں فرق

ہندو اور عیسائی نظریہ ہمراہت اور اسلامی مسئلہ وحدت الوجود میں یہ فرق ہے کہ ہندو لوگ ہر چیز کو خدا مانتے ہیں اس لیے بت پرستی جائز سمجھتے ہیں لیکن وحدت الوجود میں ہر چیز خدا نہیں لیکن کوئی چیز خدا سے جدا بھی نہیں ہے۔ یہاں ہم زید اور اس کے ہاتھ کی مثال دیتے ہیں اگرچہ یہ مثال غیر مکمل ہے اور حق تعالیٰ پر پوری طرح صادق نہیں آسکتی بلکہ اس ذات بے ہمتا اور بے پایاں پر کوئی مثال صادق نہیں آسکتی ہے کیونکہ وہ لیس کمشلہ شیء ہے نہ اس کی کوئی مثال ہے اور نہ مثل لیکن صرف سمجھنے کے لیے ہم کہتے ہیں کہ جس طرح زید کا ہاتھ نہ زید ہے نہ زید سے جدا ہے اسی طرح مخلوقات کی کوئی چیز نہ خدا ہے نہ خدا سے جدا ہے۔ بالفاظ دیگر حق تعالیٰ کسی چیز میں اپنے کمالات اسمائی و صفاتی کے ساتھ نہیں سما سکتا ہے اور نہ کوئی چیز اس کے ان کمالات کی متحمل ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی شخص زید سے دس روپے طلب کرے اور وہ انکار کرے تو کیا وہ شخص زید کے ہاتھ کو یہ کہہ سکتا ہے کہ زید تو انکار کرتا ہے تم اس کی جیب سے دس روپے نکال کر مجھے دے دو جس طرح زید کی بجائے اس کے ہاتھ کو زید کر کے اس سے کوئی چیز طلب کرنا مضحکہ خیز اور بے معنی ہے، بت پرستی بھی اس طرح

مفہمکہ خیز اور بے معنی ہے کیونکہ جزو کو کل کا مرتبہ نہیں دیا جاسکتا۔ اب چونکہ ذات باری تعالیٰ اجزا اور اعضاء سے پاک اور منزہ ہے۔ کائنات کی کسی چیز کو اس کا جزو قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس لیے ہم نے شروع میں کہا تھا کہ زید کی مثال نامکمل ہے اور پوری طرح حق تعالیٰ پر صادق نہیں ہے، لیکن صرف سمجھانے کی خاطر ہم نے کہا تھا کہ جس طرح زید کا ہاتھ زید سے جدا نہیں کہا جاسکتا ہے۔ کائنات جو حق تعالیٰ کی صفت خلق کا منظر ہے کی کوئی چیز حق تعالیٰ سے جدا نہیں کہی جاسکتی ہے۔

مولانا جامی کی تصریح

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی نے جو مسئلہ وحدت الوجود کے زبردست حامی ہیں، اپنی کتاب ”لوائح جامی“ میں فرمایا ہے:

”اشیائے کائنات کا ذات باری تعالیٰ سے نہ جزو اور کل کا تعلق

ہے نہ ظرف و منظر و کابکہ صفت و موصوف اور لازم و ملزوم کا تعلق ہے“

اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ کائنات کی کوئی چیز زید کے ہاتھ کی طرح حق تعالیٰ کی جزو

یا عضو قرار دی جاسکتی ہے اور نہ ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں فلاں

شخصیت کے اندر خدا کا سا جانا صحیح ہے کیونکہ حق تعالیٰ حقیقت غیر منقسم (INDIVISIBLE)

ہے اور اجزا و اعضاء سے پاک اور منزہ ہے بلکہ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ کائنات اور

اس کی ہر چیز حق تعالیٰ کی صفت تخلیق کا نتیجہ ہے۔ اب چونکہ صفت موصوف سے جدا

نہیں ہو سکتی ہے اس لیے کائنات کی کوئی چیز ذات باری سے جدا نہیں ہے بلکہ اس کی

ذات میں شامل ہے جس طرح برف پانی سے جدا نہیں ہے بلکہ پانی ہی ہے۔ یا مٹی کا

پیالہ اور صراحی بظاہر الگ وجود نظر آتے ہیں لیکن دراصل وہ مٹی ہی ہیں۔ یا کوٹ، پیراہن اور

چادر الگ الگ پارچات نظر آتے ہیں لیکن ہیں تو دراصل روئی۔

عینیت اور غیرتیت

اس سے ظاہر ہے کہ کائنات انہما تھا، تعالیٰ کا عین ہے جیسے زید کا ہاتھ زید نہیں ہے اور نہ حق تعالیٰ کا غیر ہے جیسے زید کا ہاتھ اس کا غیر نہیں ہے اس وجہ سے اکابر اولیاء اللہ نے فرمایا:

”صفات اللہ ہی لاعینہ و لا غیرہ“

(یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات نہ اس کی عین ہیں اور نہ غیر)

ایک نقطہ نظر سے عین ہیں اور ایک نقطہ نظر سے غیر۔ حقیقت کے نقطہ نظر سے عین ہے اور مجاز کے نقطہ نظر سے غیر۔ بس اتنا جان لینا مبتدیوں کے لیے کافی ہے۔ اس سے زیادہ جاننے کے لیے عملاً تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تجلیہ و تحلیہ کی منازل طے کرنے عالم اجماد اور اس کے مکان و زمان (TIME AND SPACE) کی قید سے نجات حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس قید و بند میں رہ کر عالم قدس کے حالات معلوم کرنا محال ہے۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود

بعض اچھے پڑھے لکھے اور صوفی منش اصحاب تک اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ابن عربی کے غیر شرعی نظریہ وحدت الوجود کے بالمقابل مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ نے نظریہ وحدت الشہود پیش کیا جو شرع کے مطابق ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ خود حضرت مجدد الف ثانی نے وحدت الشہود کے ساتھ وحدت الوجود کو بھی صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی پہلی بیعت اور خلافت سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد سے تھی جو حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کے مرید اور شیخ رکن الدین شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے خلیفہ تھے۔ اور نظریہ وحدت الوجود کے زبردست حامی تھے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ

نے اگرچہ ابتدائے حال میں وحدت الوجود کا انکار فرمایا ہے لیکن آپ بالآخر مزید انکشافات کی بنا پر وحدت الوجود کے قائل ہو گئے تھے۔

اقتباسات مکتوبات حضرت شیخ احمد سرمنہدیؒ

مکتوب نمبر ۴۳ دفتر اول بنام شیخ فرید الدین میں تحریر فرماتے ہیں :

”توحید شہودی ایک کو دیکھنا ہے یعنی ایک کے سوا ساک کو کچھ شہود نہیں ہوتا اور توحید و جودی ایک موجود کو جاننا ہے اور اس کے غیر کو نابود سمجھنا ہے...
..... پس توحید و جودی علم الیقین کی قسم سے ہے اور توحید شہودی علم الیقین کی قسم سے۔“

مکتوب نمبر ۵ دفتر سوم بنام میر نعمان میں تحریر فرماتے ہیں :

”پوشیدہ نہ رہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس عنایت نے حق تعالیٰ کے جلال و غضب کی صورت میں تجلی نہ فرمائی اور قید خانہ کے قفس میں قید نہ ہوا تب تک شہود (وحدت الشہود) کے تنگ کوپہ سے کلی طور پر نہ نکلا۔“

مکتوب نمبر ۸۹ دفتر سوم بنام قاضی اسماعیل فرید آبادی میں وحدت الوجود کے حامی شیخ اکبر ابن عربی کے متعلق لکھتے ہیں :

”انہوں نے کمال معرفت سے اس مسئلہ دقیقہ کو منشرح کیا بابوں اور فصلوں میں تقسیم کر کے صرف و نحو کی طرح جمع کیا۔ باوجود اس امر کے پھر بھی بعض نے اس مراد کو نہ سمجھ کر ان کو خطا کی طرف منسوب کیا اور ان پر طعن و ملامت کی۔ اس مسئلہ کی اکثر تحقیقات میں شیخ حق پر ہیں۔ اور ان پر طعن کرنے والے دور از ثواب ہیں۔ شیخ کی بزرگی اور علمیت اس مسئلہ کی تحقیق سے معلوم کرنی چاہئے اور

ان پر رد اور طعن نہ کرنی چاہئے“

اسی مکتوب میں آگے چل کر لکھتے ہیں :

” صوفیہ جو کلام ہمہ اوست کے قائل ہیں عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں جانتے اور حلول و سریان ثابت نہیں کرتے بندہ ظہور و ظہولیت کے اعتبار سے حمل کرتے ہیں نہ کہ وجود و تحقیق کے اعتبار سے اگر یہ ان کی ظاہری عبارت سے اتحاد و ہود کی کا دہم گذرتا ہے لیکن ہرگز ہرگز ان کی یہ مادی نہیں کیونکہ یہ لفظ الہام ہے جب ایک کا دوسرے پر حمل کرنا باعتبار ظہور کے ہے : باعتبار وجود کے تو پھر ہمہ اوست (وحدت الوجود) کے معنی ہمہ اوست (وحدت الشہد) ہیں“

مکتوب نمبر ۲۴۶ دفتر اول بنام میر نعمان میں اپنے اس رسالہ کی تصنیف کا ذکر کرتے ہیں جو حضرت باقی باللہؒ کی بعض رباعیات کی شرح ہیں۔ اس میں لکھتے ہیں :

” اس رسالہ میں توحید آمیز علوم ان رباعیوں کے مناسب درج ہونے ہیں۔ اور علماء اور وحدت الوجود کے قائلین صوفیاء کے درمیان تطبیق دی گئی ہے۔ اور اس طرح تخریر ہوا ہے کہ فریقین کی نزاع لفظ کی طرف راجع ہوتی ہے۔“

اس مکتوب سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے شیخ حضرت باقی باللہ قدس سرہ بھی وحدت الوجود کے قائل تھے۔

مکتوب نمبر ۲۴۴ دفتر دوم بنام محمد صادق لکھتے ہیں :

” بس صوفیاء جو وحدت الوجود کے قائل ہیں حق پر ہیں اور علماء بھی جو کثرت وجود کا حکم کرتے ہیں حق پر ہیں۔ وجود کا معاملہ حقیقت کی طرح ہے اور کثرت کا اس کے مقابلہ میں مجاز کی طرح۔“

حضرت کی طرف سے وحدت الوجود کا واضح ترین اعتراف | مکتوبات شریف مجلد ۲

حصہ پنجم مکتوب نمبر ۲۹۱ بنام مولانا عبدالمحیٰ میں تو حضرت مجددؒ نے وحدت الوجود کا واضح ترین اعتراف فرما کر معاملہ بالکل صاف فرمادیا ہے۔ یہ بہت طویل خط ہے جو سات صفحات پر مشتمل ہے۔ اور ہم نے اپنی کتاب ”وحدت الوجود و وحدت الشہود“ میں تقریباً پورا خط نقل کر دیا ہے۔ تحقیق کے شائق حضرات اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ یہاں صرف اس کا مختصر اقتباس نقل کیا جاتا ہے کہ اصحاب وحدت الوجود کی تین اقسام بیان کر کے آپ آخری قسم سے متفق ہوتے ہیں اور تحریر فرماتے ہیں کہ

”اور توحید کی یہ آخری قسم اقسام توحید میں سب سے اعلیٰ قسم ہے.....
اس آخری قسم توحید کا منشا (مطلب) اس حقیر کو کشف و ذوق کے طریقہ سے معلوم نہ تھا اور صرف پہلی دو قسمیں کو جانتا تھا..... اس لئے اس حقیر نے مخطوط اور رسالوں میں ان دو بلکہ صرف دوسری قسم کو لکھا ہے اور توحید و جودی کو اس پر منحصر کیا ہے۔ (یعنی اسی کو توحید و جودی سمجھا ہے) لیکن ارشادِ پناہی قبلہ گا ہی (حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) کی رحلت کے بعد آپ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے دہلی آنے کا اتفاق ہوا اور مزار مبارک کی طرف توجہ (مراقبہ) کے دوران آپ کی روحانیت کی پوری توجہ اس فقیر کی جانب مبذول ہوئی اور کمال غریب نوازی سے اپنی نسبت خاصہ جو حضرت خواجہ احمد قدس سرہ کی طرف منسوب تھی۔ عطا فرمائی۔ فقیر نے جب اس نسبت کو اپنے اندر پالیا اور معلوم ہوا کہ ان میں توحید و جودی کا منشا انجذاب قلبی اور غلبہ محبت نہیں ہے بلکہ اس معرفت سے اس غلبے کا ہلکا کرنا ہے۔ ایک مدت تک میں اس معنی کا اظہار مناسب نہیں جانتا تھا۔ لیکن جب بعض رسائل میں صرف پہلی دو قسموں کا ذکر ہوا تو کم فہم لوگ اس سے وہم ہی میں پڑ گئے کہ اس

بیان سے ان دو نبرگوں یعنی خواجہ احرارؒ اور خواجہ باقی باللہؒ کی تفصیل
 (نقص نکالنا) لازم آتی ہے کیونکہ ان کا طریقہ اور باب توحید (وجودی)
 کا طریقہ ہے۔ تو لوگوں نے اس فقیر کے حق میں فتنہ انگیزی کی زبان
 دراز کی یہاں تک کہ اس فقیر کے بعض کم عقیدت مریدوں کے احوال
 میں سُستی کا باعث بن گئی تو ضرورتاً توحید کی اس قسم کے اظہار میں
 مصائب دیکھی اور دلیل کے طور پر اس واقعہ (زیارت قبر پرورش) کو
 بطور دلیل ذکر کرنا مناسب جانتے ہوئے تحریر میں لایا۔

حضرت مجددُ الف ثانی قدس سرہ کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے
 کہ آپ کے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ اور شیخ الشیوخ حضرت خواجہ عبداللہ
 احرار قدس سرہا کا مسلک وحدت الوجود تھا۔ جس کا ذاتی علم اور عرفان حضرت
 مجدد کو حضرت شیخ کے مزار پر حاضری کے دوران ہوا۔ اور چونکہ آپ نے اس
 عرفان کو ظاہر نہیں فرمایا تھا لہذا آپ کے بعض مریدین نے یہ سمجھا کہ حضرت
 مجدد کا مسلک اپنے مشائخ یعنی حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور حضرت خواجہ احرار
 کے خلاف ہے اس لئے آپ کے خلاف فتنہ کی زبان دراز ہوئی تو پھر آپ نے
 ظاہر فرمادیا کہ آپ کا مسلک بھی وہی ہے۔ جو ان مشائخ کا تھا۔ یہ مکتوب اس
 قدر اہم ہے کہ اب حضرت مجدد نے اسے اپنے رسالہ شرح رباعیات کے ضمیمہ
 کے طور پر درج کر دیا ہے۔ رسالہ شرح رباعیات اور رسالہ مکاشفات غیبیہ
 ہی حضرت مجدد نے پورا زور اس بات پر لگایا ہے کہ اصحاب وحدت الوجود
 حق پر تھے اور انکی مذمت نہ کی جائے۔ ان ہر دو رسالہ جات کے اقتباسات
 ہم نے شرح و بسط کے ساتھ اپنی کتاب ”وحدت الوجود و وحدت الشہود“ میں
 درج کر دئے ہیں تفصیل کے خواہاں حضرات اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

مکتوب نمبر ۲۹۰ دفتر اول حصہ پنجم آپ فرماتے ہیں کہ اگر

مزید اعتراف

توحید و جودی کے علوم بیان کروں۔ تو وہ جماعت جس نے اپنی ساری عمر توحید و جودی حاصل کرنے میں گزار دی ہے یوں معلوم کریں کہ انہوں نے تو بے نہایت دریا سے ایک قطرہ بھی حاصل نہیں کیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہی جماعت اس درویش کو توحید و جودی والوں میں شمار نہیں کرتی۔ بلکہ توحید و جودی کے منکر علماء میں شمار کرتی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مجددؑ اپنے آپ کو اصحاب توحید و جودی یعنی وحدت الوجود میں شمار کرتے ہیں اس زیادہ کس ثبوت کی ضرورت ہے۔ اگر اس مکتوب کے بعد کے مکتوبات کا مطالعہ کیا جائے تو وحدت الشہود کی بحث بہت کم یا بالکل نظر نہیں آتی۔ اور حضرت مجددؑ قدس سرہ نے بقیہ مکتوبات میں وحدت الوجود کی حمایت پر زور دیا ہے۔ اور علماء اور صوفیائے وحدت الوجود کے اختلاف کو نزاع لفظی ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے (اور ہمہ اوست اور ہمہ ازادست کو ہم معنی قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ احقر کی کتاب "وحدت الوجود و وحدت الشہود")



حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا اعتراف

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں اپنے رسالہ ”مکتوب مدنی“ میں فرماتے ہیں کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں نزاع لفظی ہے حقیقی نہیں۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ کا اعتراف

شاہ اسماعیل شہیدؒ بھی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے تعلق رکھتے ہیں آپ اپنی کتاب ”طبقات“ میں لکھتے ہیں:

”وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مابین نزاع لفظی ہے حقیقت

دونوں کی ایک ہے“

اولاد

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے سات فرزند تھے جو بقول صاحب اخبار الانبیاء اور مرآة الاسرار تمام علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔

حضرت شیخ کے خلفاء

ویسے تو حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے خلفاء کی تعداد کئی ہزار بنتی جاتی ہے۔ صاحب مرآة الاسرار اور اقباس الانوار نے مندرجہ ذیل خلفاء کے اسمائے گرامی تحریر کیے ہیں:

① حضرت شاہ رکن الدین ابن حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ

- ② حضرت شاہ جلال الدین تھانیسریؒ
 ③ حضرت شیخ عبدالغفور اعظم پوریؒ
 ④ حضرت بندگی شیخ خان جو پوریؒ
 ⑤ حضرت شیخ عبدالعزیز کراچیؒ
 ⑥ حضرت شیخ عبدالستار سہارنپوریؒ
 ⑦ میر سید رفیع الدین اکبر آبادیؒ
 ⑧ حضرت شیخ عبدالرحمنؒ

علاوہ ازیں حضرت قطب عالم کے بے شمار خلفاء تھے جن میں سے بعض کے اسم گرامی مکتوبات میں ملتے ہیں۔

حضرت قطب عالم کے ان آٹھ مشہور و معروف خلفاء میں سے ہر ایک کے حسن تربیت سے متعدد خلفاء وجود میں آئے اور پھر ان کی رشد و ہدایت سے مزید خلفاء اور خلفاء پیدا ہوئے جنہوں نے برصغیر کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر خلق خدا کی ہدایت و اصلاح میں سالہا سال دیئے اور ان کے قلوب میں اسلام کی ایسی جڑیں مضبوط کیں کہ باوجود بے پناہ آندھیوں اور طوفانوں کے آج تک یہ چینستان حقیقت و گلستان معرفت سرسبز و شاداب ہے۔ حضرت شیخ ابوسعید شیخ محمد صادق، شیخ داؤد، حضرت شاہ ابوالمعانی، حضرت میراں بھیک، اور حضرت حاجی امداد اللہ ماہر مکیؒ بھی اس چینستان قدوسی کے نہال ہیں جن کے وجود مسعود سے لاکھوں کی تعداد میں بندگان خدا کے قلوب نور ہدایت سے منور ہوئے

تصانیف

حضرت قطب عالم کی تصانیف حسب ذیل ہیں :

- ① شرح عوارف المعارف -

حاشیہ فصوص الحکم	②
رسالہ قدوسیہ	③
غرائب الفوائد	④
رشد نامہ	⑤
منظر عجائب	⑥
مکتوبات قدوسیہ	⑦
الوار العیون فی اسرار المکنون	⑧

شعر و سخن

حضرت شیخ شاعر بھی تھے اور ہندی و فارسی کلام فرمایا ہے۔ فارسی میں آپ کی مشہور غزل جس پر حضرت مولانا محمد حسین الہ آبادی کا اجمیر شریف میں عرس پر وصال ہوا یہ ہے۔

غزل

آستین بر رخ کشیدہ چومکار آمدی	بان خودی خود در تماشا سوسے بازار آمدی
در بہاراں گل شدی در صحن گلزار آمدی	بعد از اں بلبل شدی بانالہ زار آمدی
شور منصور از کجا و دار منصور از کجا	خود زدی بانگ انا الحق خود مردار آمدی
خویشتن را جلوہ کردی اندریں آئینہ ہا	ایئہ اسے نہادی خود بانظہار آمدی

گفت قدوسے فقیر بے در فنا و در بقا

خود ز خود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

۱۔ حضرت اقدس کا کلام فارسی و ہندی لطائف قدوسی میں موجود ہے۔ جس کا اردو ترجمہ یہ اسحق

عقربک کرنے والا ہے۔ (مترجم)

مکتوبات پر ایک طائرانہ نظر

حضرت اقدس کے مکتوبات بھی جو کتاب ہذا کے ذریعے پیش کیے جا رہے ہیں۔
مندرجہ بالا کلام کی طرح حقائق و معارف لڈنی اور اسرار و رموز کون و مکانی سے لبریز ہیں اور
حد درجہ ذوق و شوق، سوز و گداز، ہجر و فراق، آہ و بکا اور نالہ و فریاد میں ڈوبے ہوئے ہیں۔
چونکہ حضرت اقدس کے یہ خطوط آپ کے بلند مرتبہ خلفاء و مریدین کے سوالات کے جواب میں
لکھے گئے ہیں اگرچہ عام سطح سے ذرا اوپر ہیں لیکن متلاشیانِ راہ حقیقت کے لیے مشعلِ راہ کا
کام دیتے ہیں۔ عارفِ رومی نے کہا ہے

قصہ ہائے عشقِ مجنوں نے کس

حضرت اقدس کے اَشکدۂ قلب سے نکلے ہوئے یہ انگارے اپنا کام کیے بغیر
نہیں رہتے اور سامعیوں کے دل میں آتشِ عشق کے ایسے شعلے بلند کرتے ہیں کہ غیر حق کی
محبت کو خس و خاشاک کی طرح جلا کر خاکستر بنا دیتے ہیں اور

سینہ خواہم شرح شرح از فراق

تا بگویم شرح درد اشتیاق

کے مصداق طالبانِ حق کے قلوب میں حقائقِ الہیہ کے قبول کی صلاحیت پیدا کر دیتے ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

منبرم

العبد الضعیف و احد بخش سیال ربانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

مکتوب

بجانب شیخ عبد الکریم سہارنپوری۔ اُن کے سوال دربارہ
ظرات و وسوس اور مذمت دنیا اور اُس سے پرہیز کے جواب میں

حق حق حق

نسیم الصبا اهدی الی نیسا من بلدة فیہا الحبيب مقیما

اے باد نسیم تو ایک جھونکا لاس شہر سے جہاں حبیب کبریا جلوہ گر ہیں۔

الحمد لله الذی لا اله الا هو له الحمد فی الاولی والاخرة وله الحكم والیه

ترجعون والصلوة الدائمة التامة علی رسولہ خیر الوری محمد المصطفی سید

المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ الکرام واصحابہ سماء الاسلام

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق (معبود) مگر ذات باری تعالیٰ

ہی۔ اسی کے لئے ہے تعریف ابتدا میں اور انتہا میں۔ اسی کے لئے تمام احکام کا صادر ہونا ہے اور اسی کی

طرف لوٹ کر جانا ہے۔ درود و سلام ابد الابد مکمل طور پر پڑھنے والا ہو امام الانبیاء احمد مجتبیٰ امیر مصطفیٰ

پر جو تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں اور رسولوں کے سردار ہیں اور صحابہ کرام پر جن کی مثال اسلام میں آسمان

میں ستاروں جیسی ہے۔

اقابعد : تھیات وافر وشار متکاثر قدوة الابرار عمدة الانبیاء برادر م شیخ عبد الکریم جعل لہ

ذاتہ کریمیا کاسمہ کریمیا۔ از فقیر حقیر و صغیر اصغر عبد القدوس اسماعیل صغیر الحنفی۔ المقصود آنکہ!

آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا، جو کچھ اس میں لکھا تھا اُس سے آگاہ ہوا۔ یہ خاکسار ناہموار، بیت پر جہاں بُت خانہ میں پیدا ہوا۔ مدتِ عمر بت پرستی میں گذری، سر اور جبیں بتوں کے سامنے گھسایا۔ دل کفر و شرک کی ظلمت سے مُردہ ہو گیا جیسا کہ شعر ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

سودہ گشت از سجدہ راہ بناں پشانیم چند خود را تہمتِ دینِ مسلمانانیم

بتوں کے راہ میں سجدوں کی وجہ سے میری پشانی گھس گئی۔ دینِ مسلمانان کی اب صرف تہمت یہ گئی ہے۔

اور اب تک معلوم نہیں کہ خاتمہ کس طرح ہوگا۔ آیا سعادتِ ابدی یا شقاوتِ سرمدی میری قسمت میں آتی ہے۔ صد افسوس عاقبت کی کچھ خبر نہیں! مرحلہ فریق فی الجنة و فریق فی السعیر (ایک فریق جنت میں جائیگا اور ایک فریق دوزخ میں) درپیش ہے۔ کہاں کا خواب و خورش اور کہاں کا آرام و آسائش۔ چنانچہ کسی نے خوب کہا ہے۔

کے ندہ نشان ز آب و گل من حل می نشود دریں جہاں مشکل من

بگنہمیت آن دوراہ عن شد دل من تا خود بکدام رہ بود منزل من

میری آب و گل یعنی وجود کی حقیقت کوئی مجھے نشان دہی نہیں کرتا اس جہاں میں میری

مشکل حل نہیں ہوتی۔ انہ دوراستوں کی ہیبت سے یعنی دوزخ و بہشت یا سعادت و شقاوت

کی ہیبت سے میرا دل عن ہو گیا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ کس راہ پر میری منزل ہوگی۔ یعنی

دوزخ مقام ہوگا یا جنت۔

۱۔ بُت سے مراد غیر اللہ میں مشغول ہونا ہے جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے ما شغلك عن الحق فهو طاغوتك (یعنی جو چیز تجھے حق سے باز رکھے تیرے لئے طاغوت (شیطان یا جنت ہے)۔

۲۔ کفر و شرک سے مراد کفر و شرکِ خفی ہے یعنی غیر اللہ سے کوئی اُمید رکھنا۔ کقال علیہ السلام الشرک

اخفی من ذبیب النحل فی لیلۃ الظلمة (اندھیری رات میں مکھی کے ڈنگ سے بھی شرک زیادہ

خفی یعنی پوشیدہ ہے۔

اسی ماتم میں بزرگانِ دین اور پیشوایانِ اہل یقین رہے ہیں۔ اسی خوف سے ان کا خون پانی پانی ہو چکا تھا۔ اور جگر جل کر کباب ہو گیا تھا۔

رُبَاعِي

زردِ دین ہمہ پیرانِ رہِ را محاسنہا بخونِ دل نضابست

ہمہ مردانِ رہِ رازیں مصیبت جگر ہاتشنہ و دلہا کبابست

دین کے درد سے تمام بزرگانِ طریقت کے سفید بال بخونِ دل سے نضاب دیتے

گئے۔ اس مصیبت سے تمام سالیکن کے جگر تشنہ اور دل کباب ہو چکے ہیں۔

یہ بزرگانِ دین کا حال ہے۔ مجھ جیسے بدکار کا کیا حال ہوگا۔ جس کے دل پر فاسد خیالات

بارش کی طرح برستے رہتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام میں سے کوئی شخص نہیں جو اس

آزمائش میں مبتلا نہ ہو۔ چونکہ وہ سب بشر تھے۔ اس لئے اس مجازی پل پر سب کا گذر ضروری تھا لیکن

فرق یہ ہے کہ مقربینِ حق کے لئے کبھی کبھی مصیبت آزمائش اور امتحان کے لئے دی جاتی ہے۔ جس

سے وہ خود مانوڈ نہیں کئے جاتے بلکہ اس سے ان کے قرب اور علوہمت میں اور ترقی ہوتی ہے۔ اور

گنہگاروں کو اس مصیبت میں اور غرق کر کے ان کو مانوڈ بھی کرتے ہیں بلکہ اس سے ان کے بعد اور

مردمی میں اضافہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم جیسے بروں کا یہی حال ہے اس سے مردوں کی قیمت اور

نامردوں کی بے وقعتی ظاہر ہوتی ہے۔

خلق الله للحراب رجالاً وللقصعة والثرید رجالاً

(اللہ تعالیٰ نے بعض کو تلوار مارنے اور تلوار کھانے کے لئے پیدا کیا ہے اور بعض کو پیالہ

چاٹنے اور ثرید کھانے کے لئے)

ظاہر ہے تلوار مارنے اور تلوار کھانے والا اور ہے اور کاسہ لسی کرنے والا اور۔

مثنوی

طالبانِ در راہِ حقِ خونِ خوردہ اند بسنگیِ وحیِ گذارمیِ کردہ اند

لاجرم از بندگی سلطان شدند مہتر خلق جہاں ایشاں شدند
 طالبان حق نے راہ حق میں خون دل پیسا ہے اور بندگی اور عبودیت کا حق ادا کیا ہے
 بے شک بندگی کی وجہ سے وہ بادشاہ بن گئے۔ اور خلق خدا میں مہتر و بہترین گئے)
 دریغاً! راہ عاشقان نہایت حیران کن اور کارمجاں نہایت کٹھن ہے نہ ہر نامرد مصیبت
 جھیل سکتا ہے۔ اور نہ ہر محنت یہ بوجہ برداشت کر سکتا ہے۔

محرم دولت نبود ہر کسے

بار میمانکشہ ہر فرے

(ہر سرشاہی راز کا راز دار نہیں ہو سکتا۔ اور ہر گدھا بار مسیح علیہ السلام نہیں اٹھا سکتا)

اور خطرات و وسوسوں میں اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ دل شیشے کی طرح صاف و شفاف ہے۔
 ہر چیز کا عکس شیشے کے اندر ظاہر ہوتا ہے۔ اگر سامنے والی چیز چمکدار ہے۔ تو اس کے نور سے شیشہ
 منور ہوگا۔ اگر وہ چیز سیاہ ہے تو شیشے کا رخ بھی سیاہ نظر آئے گا۔ اور چونکہ ہمارے سامنے ملعون دنیا
 ہے۔ لہذا اس کے نقوش ہمارے دل میں سیاہ ہوں گے یعنی خیالات فاسد ہوں گے۔ اور اس سے
 نجات اور خلاصی کا طریقہ یہی ہے کہ اگر توفیق ایزدی شامل ہو تو دل کے آئینہ کے سامنے سے
 دنیا سے کافی کو ہٹا دینا چاہیے۔ (موقوف قبل ان تموتوا) کے مصداق اپنی موت سے پہلے مر جانا
 چاہیے۔ اور دل سے تمام مرادیں اور تمنائیں دھو دینی چاہئیں۔

گر مراد خویش خواہی ترک گیر از وصل ما

ور مرا خواہی رہا کن اختیار خویش را

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تو اپنی مراد چاہتا ہے تو ہمارے وصال کی خواہش

چھوڑ دے اگر تو مجھے چاہتا ہے تو اپنا اختیار چھوڑ دے یعنی مجھ پر توکل کر)

ملعون اور مبغوض دنیا کو تین طلاق دے کر اس سے ظاہراً اور باطناً منہ پھیر لینا چاہیے اور دنیا اور
 اہل دنیا سے ایسے بھاگ جیسے توشیر اور سانپ سے بھاگتا ہے تاکہ تو دلائل ترکنوالی الذین

ظلموا فتمسکوا النار (نہ میلان کرو ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا۔ پس چھوٹے گی ان کو آگ)
 کے زمرہ میں شامل نہ ہو جائے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے :

زدنیا اہل آن ہوں شیر بگریز
 ہوں بگریزی درو دیگر میامیز

دنیا اور اہل دنیا سے شیر کی طرح بھاگ۔ جب تو اس سے دور بھاگ جائے تو پھر اس
 کے نزدیک نہ جا،

اہل حق کے نزدیک ”واتقوا اللہ حق تقاتہ“ (اللہ سے ڈرو جیسے کہ حق ہے ڈرنے کا) سے
 مراد یہی ترک دنیا من کل وجوہ ہے۔ اور اگر اس قدر طاقت اور ہمت نہ ہو تو اپنی طاقت اور ہمت
 کے مطابق اس مکارہ اور عداوت سے جس کا شکر زہر ہے اور جس کا نوش نیش ہے نجات حاصل کرے
 اور آخرت کی طرف رجوع کرے کیونکہ فاتقوا اللہ ما استطعتم (اپنی استطاعت کے مطابق
 اللہ سے ڈرو) کے یہی معنی ہیں۔ بزرگان نے کہا ہے کہ جس دل کے اندر دنیا نے گھر کر لیا ہے۔
 وہ خانہ خراب ہے۔ اور خانہ خراب جب تم کو پسند نہیں اللہ تعالیٰ کو کیسے پسند ہو سکتا ہے۔ چنانچہ
 کسی نے کیا خوب کہا ہے :

از دل بروں کنم غم دنیا و آخرت

یا خانہ بجائے رخت بود یا خیال دوست

(دل سے دنیا اور آخرت کا غم دور کرتا ہوں۔ کیونکہ ایک گھر میں سامان رہ سکتا ہے یا

دوست کا خیال)

افسوس کہ جب تک مکمل طور پر ترک دنیا نہ ہو ترک ماسویٰ اللہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور ترک ماسویٰ
 اللہ کے بغیر ہرگز ہرگز خانہ دل کہ اورات اور خطرات فاسدہ سے پاک نہیں ہوتا۔ اور صفائی قلب
 کے بغیر دل ہرگز حق تعالیٰ اور عالم باقی کے بالمقابل نہیں ہوتا۔ اس وقت ان احادیث پاک کی
 حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔

حب الدنيا سرا اس کل خطیئۃ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے
 وتول الدنيا سرا اس کل عبادۃ ترک دنیا تمام عبادتوں کی جڑ ہے
 لیکن ترک دنیا کے دونوں کے بغیر جو کہ سب عبادتوں کا تخم ہے۔ اگر کوئی شخص لاکھ سال تک
 شب و روز ذکر و مراقبہ و طاعت میں گزارے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ بزرگوں
 نے کہا ہے :

صد جهان علم با معنی بہم دوزخ آرد بار با دنیا بہم
 (اگر علم با معنی کے سو جہان آدمی پڑھے۔ لیکن اگر دنیا کی محبت ساتھ ہے تو اس کا پھل
 دوزخ ملتا ہے)

گردلت اگر کہ زمعی آمدست کار دینت ترک دنیا آمدست
 (اگر تیرا دل حقیقت سے آگاہ ہے۔ تیرے دین کی خوبی ترک دنیا ہے)
 ترک دنیا گیر تا دینت بود آل بدہ از دست تا اینست بود
 (ترک دنیا اختیار کر تا کہ تیرا دین بن جائے۔ وہ (یعنی دنیا) دے تا کہ یہ ہاتھ
 آجائے)۔

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی ورنہ بچوں چرخ سرگرداں شوی
 (ترک دنیا اختیار کرنا تاکہ تو بادشاہ بن جائے۔ ورنہ آسمان کی طرح سرگرداں رہے گا)
 دریغ! اگر یہ دولت (یعنی مکمل ترک دنیا) اللہ کے فضل سے کسی جوانمرد کو میسر ہوتی ہے۔
 تو قابلیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور جو فکر و طاعت کرتا ہے۔ یا وعظ و نصیحت سنتا ہے۔ اس کا
 اثر ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن یہ دولت کس کو نصیب ہوتی ہے۔ اور یہ تاج کہ :

التائب من الذنب کمن لا ذنب له
 (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا)

کس کے سر پر رکھتے ہیں!

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے
عطا کرتا ہے)

س۔ ایں کار دولت است بہیں تا کرار سد (یہ انعام شاہی ہے دیکھیں کس کو ملتا ہے)
دریغاً! اگر یہ دولت (ترک دنیا من کل وجوہ) نہ ہو تو دروناک ماتم اور جانگاہ مصیبت ہے۔
پس چاہیے کہ ہر لحظہ خاک حسرت اپنے سر پر ڈالے اور ہر وقت آبِ ندامت اپنی آنکھوں سے جاری
کرے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے س

چوں نداری شادمی از وصل یار

خیز بر خود ماتم ہجران بدار

(اگر تو وصل یار کی خوشی میں بہرہ ور نہیں۔ تو اٹھ اور اپنے ہجر کا ماتم کر)

جب تک یہ پیرنالہ (بڑھی یعنی دنیا) اور بد صورت (دنیا) سے من کل وجوہ نجات حاصل

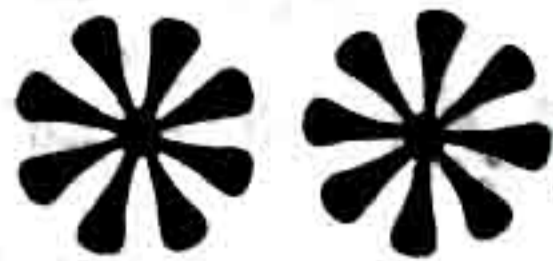
نہ ہو۔ جان کی بازی لگا دینی چاہیے۔ کوشش نہیں چھوڑنی چاہیے۔ اور قناعت نہیں کرنی چاہیے

اور آخرت کی طلب جاری رکھنی چاہیے۔ کیونکہ حقیقی پرہیزگاری یہی ہے۔

فان زاد التقویٰ بے شک بہترین زاد راہ تقویٰ ہے۔

تاکہ فتح حاصل ہو۔ اور طاعت اور ذکر پھل لائے۔

واللہ اعلم بالصواب



مکتوب ۲

بجانب میاں نصر اللہ دیسپال پوری
در بیان حکم دل و حل مشکل
(عبارتے از نثر بہت الارواح)

حق حق حق

شعر

پنچنداں آرزو مندم کہ وصفش بیان آید اگر صد نامہ بنویم حکایت بیش ازاں آید
دوست کی طلب و تمنا اس قدر ہے کہ بیان سے باہر ہے اگر سو خط بھی لکھوں تب پھر دل کی
بات باقی رہ جاتی ہے)

بعد از حمد و صلوات اور دعائے ترقی درجات، جناب برگزیدہ حضرت حق و مقبول
اولیاء برادرم خواجہ نصر اللہ تجھے حق تعالیٰ تمام آفات سے محفوظ رکھے، بلند مقامات پر سر
فراز کرے، اور اپنے جو دو کرم سے عطیات و نعمات عطا فرمادے کیونکہ اس کا جو دو کرم
اسکی اعلیٰ صفات میں سے ہے اور یہی اولیاء اللہ کی عبادات کا مقصود و مطلوب ہے۔
از فقیر بے نوا، و حقیر مبتلا، خادم فقراء، تراب (خاک) پائے درویشان عبد القدوس
اسماعیل الحنفی۔ خلاصہ احوال آنکہ ہر حال پر حمد باری تعالیٰ ہے اور اسی کی حمد ہمیشہ
مطلوب و مقصود ہے کیونکہ قلب انسانی کی صفت محبت ہے اور قلب آئینہ کی مانند
ہے جس میں دوستوں کی محبت کا عکس خود بخود پڑتا رہتا ہے اور اسکے چشم و گوش بھی
طالب دیدار رہتے ہیں کیونکہ الناس علیٰ دین ملوکہم کے مطابق قلب بادشاہ
ہے اور چشم و گوش اسکے ماتحت ہونے کی وجہ سے وہ بھی شاہدہ دوست کے طلبگار
بن جاتے ہیں۔ لہذا چشم و گوش کی تمنا بھی پوری کرنی چاہیے ہاں نااہلوں کی محبت سے
نوٹ پڑھنا چاہیے کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ المرء مع من احب

(انسان کا حشر اسکے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے) دوستوں کا خط ملاقات کے برابر ہوتا ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے

ہر آن راحت کہ از دیدار باشد بملکتو بے ہماں مقدار باشد

(دیدار دوست سے جس قدر خوشی حاصل ہوتی ہے اسکے خط سے بھی اسی قدر خوشی ہوتی ہے) آپکی طرف سے کوئی خبر موصول نہیں ہوئی۔ خدا خیر کرے۔ سنا ہے کہ آپکا کار خیر (نکل) ہو چکا ہے۔ مبارکباد۔ مرحبا۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس کام کو حصولِ رضائے الہی کا ذریعہ بنائے۔ برادرِ شیخ میراں آئے ہیں ان سے آپکی خیریت معلوم ہوئی جس سے دل کو بہت خوشی ہوئی۔ اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ **الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ۔**

اشکال اور ان کا جواب ان سے معلوم ہوا کہ کتابِ نزهت الارواح کی عبارت

کے چند کلمات کا سمجھنا آپ کے لئے مشکل ہو گیا ہے اور ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق ان کا مطلب نکال رہا ہے انہوں نے نزهت الارواح کی عبارت لفظ بلفظ مجھے بتائی ہے۔ میں نے اس عبارتِ دقیق کے معانی دوستوں کی مجلس میں بیان کئے جنکو اب کاغذ پر لکھ کر آپ کے پاس ارسال کر رہا ہوں۔

نزهت الارواح کی عبارت کتابِ نزهت الارواح کی عبارت یہ ہے۔

”معرفة راعقل آله است و عشق حالت ان بتدریج خشت بر سر آب

مے زند و این بہ تجرید آب بر سر خشت بیانه واللہ اعلم۔

ترجمہ۔ معرفت الہی کے سمجھنے کے لئے عقل ایک آلہ ہے اور عشق اس حالت کو بتدریج پانی پر اینٹ مارتا ہے لیکن دراصل یہ اینٹ پر پانی مارتا ہے۔“

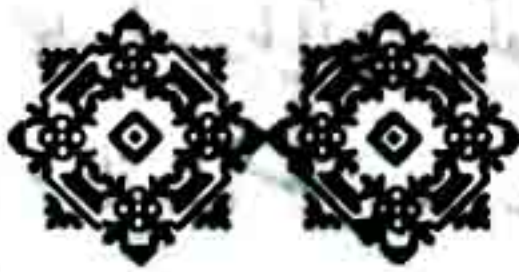
شرح از حضرت شیخ معرفت سے مراد عالم لاشمل (لا تعین یا احدیت)

ہے اور عقل سے مراد عالم مثال (عالم ناسوت) ہے۔ لہذا بلاشبہ عالم لاشمل کا ظہور عالم مثال کے واسطے سے ہوا۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتَ الرَّبَّیَّةَ۔

واسطے سے مراد ذریعہ ہے اور وہ حالت جس سے بے مثل نے مثل میں ظہور فرمایا

اور بے مثل کا مثل سے پتہ چلا وہ عشق ہے۔ کیونکہ عشق ایک حال ہے چنانچہ عقل

نے بتدوین یعنی مرور زمانہ سے بے مثل کا نقش عالم مثل کے ذریعے ظاہر کیا اور لطیف کو کثیف کی شکل میں لایا اور عین کو غیر کر کے دکھایا۔ یہ ہے پانی پر اینٹ مارنا (یعنی پانی لاتعین تھا۔ اس پر تعین کی اینٹ ماری تو بے شمار چھینٹے اڑ نکلے۔) لیکن عشق کے ذریعے بہ تجرید اور محبت کی وجہ سے بے مثل کا نشان مثل (عالم مثال) میں مل گیا۔ یعنی کثیف سے لطیف کی نشان دہی ہوئی دور اور غیر سے عین کا پتہ چلا۔ اور مثال (عالم مثال) کو درمیان سے نکال دیا۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔ **قل جاء الحق وزهق الباطل (حق آیا اور باطل چلا گیا) اور یہ ہے اینٹ پر پانی مارنا۔ اس جگہ مثل اور بے مثل ایک نظر آتے ہیں اور کثرت اور وحدت کا فرق مٹ جاتا ہے و لیس عند اللہ صباح و مساء (عند اللہ نہ صباح یعنی کثرت ہے اور نہ شام یعنی وحدت ہے۔) اور فان العبد والحق عند العبد وعند اللہ لیس الا هو (کیونکہ عابد و معبود انسان کے نقطہ نظر سے ہے اللہ کے نقطہ نگاہ سے اللہ کے سوا کچھ نہیں) مجھے معلوم ہے کہ یہ بات ہر شخص کی سمجھ میں آنا مشکل ہے۔ اللہ لا یفہم الا باللہ (اللہ کو اللہ ہی سے سمجھا جاسکتا ہے۔) عرفت ربی بریبی (میں نے اپنے رب کو اپنے رب کے ذریعے پہچانا) سے یہی مراد ہے۔ والمعنی الظاہر ان اختلاف الیل والنهار من التکثرات والتعیّنات الکوئیات عند الناس، اما عند اللہ فی الغیب لیس الا هو، واللہ اعلم بالصواب (اور آیت ان اختلاف الیل والنهار کے ظاہری معنی عالم کثرت اور عالم تعینات میں ہیں انسان کے نقطہ نگاہ سے لیکن اللہ کے نقطہ نگاہ سے عالم الغیب میں کچھ نہیں سوا اللہ کے۔ اور اللہ بہتر جانتے والا ہے۔)**



مکتوب

بجانب شیخ فرید ہانسوی بنیت
حضرت مخدوم شیخ جمال ہانسوی
در بیان تواضع و منت

حق حق حق

شکر۔ یا اشرف البرایا، یا کعبۃ الامالی۔ یا من لہ عدیم فی الخافقین ثانی (اے سید السادات
اور اے کعبۃ امیداران، اے وہ جس کا دنیا میں ثانی نہیں) بیت ہے
باز احسن جملہ خوباں شکستہ رہ نیست کہ اتویہیج خریدار بگزر
(تو وہ حسین ہے جس نے تمام حسینوں کو ماند کر دیا ہے تیرے بغیر کسی عاشق کو اب چاہ نہیں)
فقیر بے نوا و حقیر مبتلا عبد القدوس اسماعیل الحنفی کی طرف سے بے حد آداب اور بے
پایان خلوص بخدمت ملک الاولیاء قدوة الاصفیاء، علم الجود والسخا، سماة الکریم والمہدی
شیخ الشیوخ شیخ فرید نفع اللہ المسلمین بطول بقائہ بشرف نظر منظور فرمائیے۔
خلاصہ احوال آنکہ ہر حال میں حق تعالیٰ کا شکر ہے۔ لاکھ لاکھ شکر مرحمہ۔ اس درویش
دل ریش، بت پرست، بدکیش، سیاہ رو، سیہ کار کو اپنی نظر کی میا اثر اور ہمت
عالی سے زرخا لیں بنائیے۔ اور اس مفلس بے مایہ کو اپنے مخلصین اور محبتین میں
شمار کیجیے۔ یہ بندہ عاجز اور پر تقصیر خداوند عالم کا شکر گزار ہے کہ آپ جیسے سردار
بلند ہمتان خدا کی دنیا میں اب بھی موجود ہیں جو ستون عالم اور موجب قرار و قیام
جہاں ہیں اور انکی برکت سے دنیا قائم ہے۔ ماں ہمت بشری وہ کماں ہے کہ جسکا چلہ
جبرائیل اور میکائیل بھی نہیں چڑھا سکتے۔ یہ ہمت بشری وہ کند ہے کہ لوگوں کو
اسفل السافلین سے نکال کر اعلیٰ علیین تک پہنچا دیتی ہے۔ اور یہ ہمت اس دل کے
اندر ڈالی جاتی ہے جو سعید ازل اور رشید ابدی ہوتا ہے۔ اور یہ دولت آج حضرت

سلطان الشیوخ کے ہاں پائی جاتی ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
(یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جسکو چاہے عطا کرتا ہے۔)

مقصود آنکہ قاضی راجن ابدالی جو اس فقیر کے محب اور دوست ہیں آپکی خدمت میں
حاضر ہونگے۔ آپ کثیر الحیال ہیں لیکن روزی کا ظاہر ذریعہ کوئی نہیں ہے۔ سلطان
الشیوخ کا دامن ہمت پکڑنے کیلئے آرہے ہیں ان کے لئے آپ جسقدر رعایت اور
مروت فرما سکتے ہیں امید ہے کہ عند اللہ مقبول ہوگی۔ اور یہ مہربانی ان پر نہیں بلکہ
اس فقیر پر ہوگی۔ حدیث شریف ہے کہ من قضی الاخیہ المسلمو حاجۃ قضی اللہ
سبعین حاجتہ (جس نے اپنے مسلمان بھائی کی ایک حاجت پوری کی اللہ تعالیٰ اسکی
ستر حاجتیں پوری فرماتا ہے۔) سبحان اللہ! اس کام سے بہتر کیا کام ہے اور
اس عمل سے بہتر کیا عمل ہو سکتا ہے خدا تعالیٰ جسکے نصیب کرے۔ جسکا کام اسی کو
ساجھے۔ شکم پرورد اور میں اور مسلم پرورد اور ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ - ویطعمون
الطعام علیٰ حبہ مسکیناً ویتیمًا واسبیبا (اور اللہ کی محبت میں وہ
پرورش کرتے ہیں مساکین کی یتیموں کی اور بندی والوں کی) یہ آیت ایسے لوگوں کی
تعریف میں آئی ہے نیز فرمایا۔ ویؤشرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصہ
یہ انکے حق میں وارد ہوئی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ خدا اس سے بھی زیادہ دے

مکتوب

بجانب خواجہ نصر اللہ دیپالپوری
در ریز وحدت و محبت

حق حق حق

باد نصرتِ رحمان جو سبب وجود جان و جہان ہے اور حسن خو بردیان کے حسین چہروں
کی موجب نکھار ہے سمت لامکان اور ملک بے نشان سے ایسی چلی کما آپ رحمت

کے قطرات آسمان عظمت اور فیض مقدس سے ٹپکنے لگے اور ہر موجود جو پردہ عدم میں
 نابود تھا ساحل ہستی پر نمودار ہوا۔ دراصل عین میں عین کا ظہور ہوا اور قرب و بعد کا
 سوال جاتا رہا۔ چنانکہ محب مکانی اور محبوب لامکان اگرچہ صورت میں جدا ہیں حقیقت
 میں جدا نہیں ہیں محب کی صورت میں عین محبوب ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محب ہمیشہ
 درخود، باخود اور بے خود شیدا ہے (یعنی اپنے آپ پر فریفتہ ہے۔) آیہ مبارکہ وہو
 معکم اینما کنتمو (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) اسی راز کو ظاہر
 کرتی ہے۔ بیت ۷

جہاں را بلندی و پستی توئی ندانم کہ ہرچہ ہستی توئی
 (کائنات کی بلندیوں اور پستیوں میں تو ہی جلوہ نما ہے مجھے معلوم نہ تھا کہ جو کچھ ہے تو)۔
 اے عزیزِ دو جہان! آپکی ذات پسندیدہ آپکے اسم پسندیدہ کی طرح خدا کرے
 سعید ازلی ہو۔ لطافت اور محبت کے جو جھونکے ظاہری و باطنی طور پر آپکی طرف سے
 موج در موج وارد ہوتے رہتے ہیں وہ ایک لمحہ کیلئے دل سے فراموش نہیں ہوتے اور
 اسبات کا ثبوت آپ اپنے دل سے پوچھیں کہ القلوب مع القلوب تشاہدوا
 (کہ قلوب کا قلوب کے ساتھ مشاہدہ جاری رہتا ہے) بیت ۷
 چنانی دردلم حاضر کہ جان در جسم خون در رگ فراموش نہ وقتے کہ دیگر بار یاد آئی
 (تو میرے دل میں اس طرح حاضر ہے جس طرح جان جسم میں اور خون رگ میں۔ جب تو
 مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں فراموش ہوتا تو کیسے کہا جائے کہ دوسری بار یاد آتے ہو)
 المقصود مختصر یہ کہ یہ خط اس وقت لکھا گیا جب دل جدا ٹی کی وجہ سے سخت
 تنگ تھا کسی نے سچ کہا ہے کہ جب دوست کی یاد ستاتی ہے تو قلم لنگ اور
 زبان گنگ ہو جاتی ہے۔

مکتوب

بجانب سید محمود سہرندی
در علو ہمت متضمن معنی تاسف

حق حق حق

بعد الحمد والصلوة حضرت سید السادات جناب عالی ذات متعالی
صفات صدر المشائخ سید محمود حمد اللہ تعالیٰ فی الدارین تحیات وافر از داعی کافہ اہل
اسلام فقیر حقیر عبد القدوس اسماعیل الخنفی منظور بار۔

المقصود انکہ۔ بیت ہے

اگر حاصل شود آن گلرخ و آن لب چوئے گوش

چہ بے حاصل بود کو بہشت باغ و چارہ جو خواہد

(اگر وہ لالہ زفسار اور اسکے لب لعل میسر آجائیں تو اسکے مقابلے میں اس شخص کی کیا
وقت ہوگی جو اٹھ بہشت اور چار ندیوں کا طالب ہے۔) یعنی جو شخص نظارہ جمال
وحدت اور شربت احدیت (مقام لا تعین) چھوڑ کر دنیا یا آخرت کی حوروں کا طلب
گار بنا ہے تو اس جیسا بے ہمت کوئی نہیں بلکہ وہ آدمیت سے نکل کر حیوانیت میں
چلا جاتا ہے۔ پس افسوس صد افسوس کہ ہم کم بخت یک رنگی بلکہ ہر گلی چھوڑ کر دو
رنگی بلکہ صد ہزار رنگی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اپنی حقیقت سے بے خبر ہو کر کئی قسم کے
حجابت میں محجوب ہو گئے۔

انّ اوھن البیوت لبیت عنکبوت (کنز در ترین گھر مگر ہی کا گھر ہے) افسوس
کہ ہم اس کترین جالی عنکبوتی میں پھنس کر محجوب ہو چکے ہیں۔ صد افسوس مجھ پر
کہ اپنے ہاتھ پر اپنا خون لگا کر اپنی آنکھوں پر مل رہا ہوں۔ ہمارے ابا آدم علیہ السلام پر اسی
وجہ سے گریہ طاری ہوا اور رب العزت کی بارگاہ میں التجا کی کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا انْفُسَنَا...

(اے ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہماری خطا معاف نہ کی تو ہم کہاں کے رہے) دعا کریں کہ اس غم زدہ اور بے کار کو حق تعالیٰ عالی ہمت عطا فرمائیں کیونکہ
 دعاء المؤمن عن ظہر الغیب لا یؤثر (مومن کی دعا کسی کے یٹھے پس پشت زد نہیں
 ہوتی) خدا ہمیشہ آپکو بلند مقامات پر سرفراز فرمائے۔

مکتوب

بجانب شیخ صلاح و شیخ عبدالکریم سہارنپوری
 در حکم دل بعبارتے دیگر

حق حق حق

بیت ۷

نہ چندان آرزو مندم کہ صفش بیان آید اگر صد نامہ بنو لیم حکایت پیش اداں آید
 (دل اس قدر درد مند ہے کہ بیان سے باہر ہے اگر سو خط بھی لکھوں تو بھی حکایت دل پوری نہ
 ہوگی) بعد حمد لا الہ الا اللہ و صلوات محمد رسول اللہ اور سلام
 و دعا برائے دوستان فقیر حقیر خادم الفقراء و خاک پائے صلحاء عبد القدوس
 اسماعیل الحنفی بخدمت برادران دینی شیخ صلاح و شیخ عبدالکریم دام شینختہما
 واضح باد کہ دل جسکی جبلت میں محبت ہے ایک لحظہ کے یٹھے بھی دوستوں کی یاد سے
 باز نہیں آتا۔ مثل مشہور ہے کہ دل کو دل کے ساتھ رشتہ ہے۔ ہر وقت یہی آرزو
 دامگیر ہے کہ قید وجود سے باہر جست لگا کر محبوب سے جا ملوں اور لُجْد جسمانی اور
 حجاب دوری کو کہ جسکا کوئی وجود نہیں ہے ترک کر کے قرب حقیقی اور معیت اصلی کا
 مشاہدہ کروں اور محبوب کے ماسومی جو کچھ ہے چھوڑ دوں۔ المرء مع من احب
 (اومی وہاں کا ہو جاتا ہے جہاں اسکی محبت ہے) اسکا دستور ہے اور وہو معکم
 ایضا کنتم اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم جاؤ) اس کا حضور ہے۔ لہذا

اس امر کی محوشی سے دل پھولا نہیں سماتا اور حضرت اللہ احد اور اللہ صمد کے سوا کسی اور کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ اور یہ بات اسکو نصیب ہے جسکی فطرت میں حق تعالیٰ کی محبت ہے۔ ورنہ ہمیشہ کے لئے غیرتیت (ماسومی) کی وادی میں بھٹکا پھرتا ہے۔ یضلل من یشاء ویبھدی من یشاء (جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت دے) افسوس صد افسوس۔ یہاں پھنکر کر ٹوٹ جاتی ہے۔ بیت ۷

خون صدقیاں ازین حسرت ریت آسماں برفرق ایشاں خاک ریخت
(صدقیوں کا خون اسی حسرت میں بہا اور آسمان نے اسی وجہ سے ان کے سر پر خاک ڈالی)
والسلام علی من اتبع الهدی۔

مکتوب

بجانب شیخ خواجگی سدھوری کہ از قدام وقت وز عشاء عصر بود
در منزل طلب مطلوب و مقصود و صدق حال

حق حق حق

بیت ۷

ترا برآمدہ پا در رکاب رعنائی مر از دست برفتنه عنان دانائی
(ایکے تو رعنائی کے گھوڑے پر سوار ہے اس سے میرا یہ حال ہے کہ عقل کی ہانگ ہاتھ سے
چھوٹ گئی ہے) بعد حمد حضرت لالہ اور درود بر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقیر بے نوا و حقیر مبتلا بد بخت عاصی، و گناہ گار، امیر نفس، امامہ عبد القدوس اسماعیل
الحنفی آستانہ بوس اور رسدہ لیس بخدمت قدوة الاولیاء، قطب نقباء حضرت
مخدومی عرض پر داز ہے کہ برادرم شیخ عزیز اللہ آنجناب کی قدم بوسی کے بعد یہاں آئے
تو انہوں نے قمیص اور خلاصہ کے متعلق جو کچھ ان حضور نے فرمایا بیان کیا نیز حضرت شیخ زمان
سلطان الشیوخ شیخ محمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے مرید شیخ پیار جو حضور کی زیارت کیلئے

گئے ہوئے تھے یہاں اگر بتایا جس سے اس سیدہ کار کو اس قدر تشویش ہوئی کہ تحریر سے باہر ہے۔ نیز شیطان نے بھی اس فقیر کے سینہ بے سکینے میں وساوس ڈالے جو تیغ لاجول ولاقوة سے دفع کیئے گئے۔ اور حسن ظن سے کام لیا۔ کیونکہ ایک نادان اور ناقص انسان کو داناؤں اور کاموں پر اعتراض کرنا بے جا ہے بلکہ میں نے اپنے آپ کو ملامت کا ہدف بنایا۔ یہ عاجز جو صد ہزار برائیوں میں مبتلا ہے ہرگز ہرگز حضرت شیخ کے متعلق یہ گمان نہیں کر سکتا ہیچات ہیچات ہر وہ شخص جو چاہے ضلالت میں جا پڑا ساحل نجات سے محروم رہا وہ اس وجہ سے ہوا کہ طلب جاہ و منزلت میں مبتلا ہوا۔ اس قسم کے لوگ ظاہری زہد و تقویٰ میں مصروف رہتے ہیں اور طلب سجادگی میں مشغول رہ کر مراقبہ قلبی و ستری سے محروم رہتے ہیں حالانکہ حضوری حق کیلئے یہی چیزیں ضروری ہیں پس وہ مقصود اصلی اور مطلوب کلی سے بے بہرہ اور محروم رہ جاتے ہیں العیاذ باللہ من ذالک۔ جس کسی نے حضرت مخدومی کے ہاں اس قسم کی باتیں پہنچائی ہیں محض غلط اور کذب ہے۔ انکی طرف ہرگز توجہ نہ فرماویں اور یقین جانیں کہ یہ سیدہ کار اگرچہ صد ہزار گناہوں میں مبتلا ہے اس قسم کی باتیں کرنے کی اسے ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ اگر اس میدان پر از دشمنان سے ایمان سلامت لے جاٹے تو اسکے بیٹے ہزار شیخی اور مریدی سے بہتر ہے۔ خداوند تعالیٰ سے دعا کریں سلامتی ایمان نصیب ہو۔ میرے اس دادیلا اور بر خود ماتم کرنے کو معاف فرمائیے۔

والسلام علی من اتبع الهدی -



مکتوب

بجانب قاضی رکن الدین اچولیسوال
در بیان ترک دنیا

حق حق حق

محب دوجہانی و دوست جاودانی، مقبول حق، اہل حق، برگزیدہ حق برادر م قاضی
رکن الدین خدا آپ کو دنیا اور اسکی مصائب سے محفوظ رکھے۔
سلام اور دعا از فقیر حقیر عبد القدوس اسماعیل الخفی قبول ہو۔ خلاصہ احوال آنکہ
ہر حال میں خداوند عالم کا شکر ہے۔ خط لکھنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ دنیا سرائے فانی اور مشوقہ
بے وفا ہے۔ اس نے صد ہزار شوہر کیے ہیں لیکن کسی سے وفا نہیں کی۔ اس دنیا کا نوش ہرگز
بے نیش نہیں، اسکی شکر میں زہر ملا ہوا ہے جس کسی کو صبح کے وقت نوازتی ہے شام کو نظروں سے
گرا دیتی ہے اور جس کسی کو شام کے وقت چاہتی صبح کے وقت اُسے دور پھینک دیتی ہے۔ لہذا
اس مکارہ اور غدارہ سے بچ کر رہنا چاہیے اور اس چیز کا غم کھانا چاہیے کہ جس میں نجات
آخرت ہو۔ غفلت کو اپنے نزدیک نہیں آنے دینا چاہیے۔ کیونکہ غفلت میں بلائے ناگہانی
پوشیدہ ہے۔ گیا ہوا وقت پھر مآتھ نہیں آتا۔ کسی نے خوب کہا ہے
وقت در یاب مشو غافل کہ انفاس عزیز نیست زانہا کہ پس از فوت قضا فریبی کرد
(وقت کی قدر کر اور غافل مت ہو جاؤ کیونکہ گئے ہوئے سانس پھر واپس نہیں آتے)
برادر م شیخ خاص کو سلام مشتاقانہ پہنچا دیکھیے۔ اور ان سے کہیے کہ اس کوچہ میں مردانہ وار
قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔ اور اندیشہ جان اور غم این و آن کو دل سے نکال دینا چاہیے کہ
اس سے حجاب پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ ظاہر میں بہتری نظر آتی ہے لیکن درحقیقت بہتری نہیں
ہوتی۔ طالبان حق کا مقصود یہی چیز ہے باقی یہ صحیح ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے
اینکہ رہ آنکہ پاک بازند از غیر خدا بے نیازند

مرداں قفس ہوا شکستند
از ننگ زمانہ باز راستند
در بحر فنا چو غوطہ خوردند
جز حق ہمہ را وداع کردند
اینست طریق عاشقانِ حق
مردانِ مبارزانِ مطہلق

(اس کوچے میں چلنے والے وہ پاک باز ہیں جو غیر حق سے بے نیاز ہیں۔ ان مردانِ خدا نے حرص و ہوا کے قلعہ کو توڑ دیا ہے اور ننگِ زمانہ سے محفوظ ہو گئے ہیں بحرِ فنا میں غوطہ لگا کر حق کے سوا ہر چیز سے بے زار ہو چکے ہیں یہ ہے عاشقانِ حق کا دستور اور مردانِ حق کی ہمت)

والسلام علی من اتبع الهدی

مکتوب

بجانب شیخ الحداد دانشمند سہرندی
در بیان معنی حمد متضمن معنی فنا و بقا

حق حق حق بیت

خاک آنکس کہ درین منزل ناپا ہر جا
خاطرے دار و آباد و سر آویزاں
(خوش قسمت ہے وہ شخص جو اس دنیا کے فانی میں دل آباد رکھتا ہے خواہ سر آویزاں ہے)

اں عالم ربانی، اں عارفِ حقانی، اں محققِ معانی، اں مدقِّ سبحانی، اں عثمانِ ثانی،
اں بحرِ صفایینی شیخ الحداد لاریا، مد اللہ ظللہ و اعلیٰ فی الدارین قدرہ خلوص و افسر
و تحیات متکاثر، از خادم درویشان بلکہ تراب (خاک) قدم ایشان فقیر، حقیر، کسیر،
اسیر نفس شریر عبد القدوس اسماعیل الحنفی، خلاصہ احوال آنکہ ہر حال میں حق تعالیٰ
کی حمد و ثنا ہے للہ الحمد دائماً۔ قال الفقیر الفنا الحامد فی عین الممود و بقاء العبد بوجہ
المبود و الفنا تبدل تحولہ باوصان العبود و ترقیۃ الی غایتہ القرب المقصود، و البقا اثبات
العبد بمحض الوجود فی مقعد صدق عند ملیک مقتدرہ۔ ترجمہ۔ حامد کی فنا ہے عین ممود

ہو جانا اور عہد کی بقا معبود کے وجود سے ہے اور فنا تبدیل ہونا ہے عہد کے صفات کا معبود کے صفات میں۔ اور قرب محبوب میں غایت درجہ کی ترقی۔ اور بقا ہے اثبات عہد کا وجود مطلق میں جیسا کہ آیہ فی مقعد صدق عند ملیک المقعدہ سے واضح ہے (یعنی مالک مطلق کے ہاں مقام صدق کا حصول) یہی صفات یہی صفات حمد کہاں اور ہم کہاں ہم کون ہیں کہ حق حمد ادا کر سکیں۔ ہم تو ہر وقت سخت بے شکری کا شکار ہیں۔ بیت۔

کہاں حلقہ زنجیر و آن زلفش کجا تو زہے این پریشانیہا کہ در سمر افکارہ است

(کہاں محبوب حقیقی کی زلفیں (یعنی وصال) اور کہاں تو بحر حال میرے بیٹے یہ عموشن سختی ہے کہ محبوب کی طلب دل میں ہے۔) پس طالب بے چارہ کے بیٹے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہمیشہ خون دل کے گھونٹ پیتا رہے اور تیر جگر کھاتا رہے۔ بیت۔

دستگیرے نہ و پا پائے ارادت در گل آشنائے نہ و در پائے غمت بے پایاں انکوں

(کوئی یار و مددگار نہیں اور ہمت کے پاؤں دل دل میں پھنس گئے ہیں۔ کوئی آشنا نہیں اور غم کا بحر بے پایاں در پیش ہے) زندگی برباد ہو گئی لیکن نہ مقام فنا اور نہ مقام بقا میں تکمیل ہوئی ہے اور یہ فریضہ جو مقصود اصلی اور مطلوب کلی ہے ادا نہیں ہوا۔ کیا کیا جائے سوئے اسکے کہ جب تک تن میں دم ہے خاکِ پشیمانی سر پر ڈالی جائے دستِ حسرت منہ پر مارا جائے اور نایافت کا غم یافت کی امید میں کھایا جائے امید ہے کہ خوشی بختی یا درمی کرے اور آیہ واللہ ذوالفضل العظیم (اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے) بمصدق حق تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہو اور آیہ یٰھدیٰ من یشاء آفتاب ہدایت طلوع کرے اور آیہ ولا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو تحقیق اللہ تعالیٰ تمام گنہ بخش دے گا) کے مطابق حجابات کا پردہ چاک ہو جائے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کلا انہم عن ربہم بوہمئذ لم یحبوبون (اس دن وہ لوگ اپنے رب کے دیدار سے محروم ہونگے) اور زمین دل پر آفتاب صفائی طلوع کرے وہ زمین جسکے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تبدل الارض غیو الارض (اس زمین کی بجائے دوسری زمین آجائے) اور آیہ مبارکہ و وجوہ

يَوْمَئِذٍ نَاصِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ (اس دن ایسے چہرے بھی ہونگے جو اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے خوش و خرم ہونگے) کے مطابق سعادت ابدی نصیب ہو جائے اور قول العارفون لا يعرفون غير الله (عارفین غیر اللہ سے بے خبر ہوتے ہیں) کی اعلیٰ مسند تک رسائی ہو جائے یہ ہے مذہب اسلام کا مدعا و مقصد۔ ونيسون النعيوان اذ اراوه (اور نعمت دینے والے کو دیکھ کر نعمت کو مچھول جاتے ہیں) یعنی وجود کائنات سے قطع نظر کر کے وجود مطلق کو پایا لیتے ہیں۔ یہ حقیقت اس وقت سمجھ میں آجاتی ہے۔ اور معلوم ہو جاتا ہے کہ مطلوب و مقصود حقیقی کیا ہے۔ بیت ۷

ازانکہ آشنائے باتوام شد شدم بیگانہ از ہر آشنائے
(جب سے تیری آشنائی حاصل ہوئی ہے تمام آشناؤں سے بیگانہ ہو گیا ہوں)
والله اعلم بالصواب وصلى الله على خير خلقه محمد وآله اجمعين -

مکتوب

بجانب ہیبت خان سروانی
دنیا سے روگردانی، آخرت کی طرف رجوع
اور طلب مولے میں بلند ہمت کے بیان میں

حق حق حق

الحمد لله الذي لا اله الا هو له الحمد في الاولى والاخره وله الحكم واليه ترجعون والصلوة التامة دائمة
النامية على رسول رب العالمين سيد المرسلين محمد وآله اجمعين -

اما بعد۔ دعائے دولت ابدی و نعمت سرمدی برائے جناب عزت مآب 'برگزیدہ الہ' و مقبول
اہل اللہ طالب جوہر لا الہ الا اللہ متبحر و مصدق محمد رسول اللہ جان باز و جهان تازہ فی سبیل اللہ
(یعنی اللہ کی راہ میں جان پر کھیلنے والا اور دنیا کی پرواہ نہ کرنے والا) معین الضعفاء (کمزوروں
کا مددگار) مشفق غرباء (غریبوں کا مہربان) علماء اور صلحاء کے قدر دان، اولیاء و اصفیاء

اور مشائخ عظام کے معتقد و معترف خان اعظم خانان معظم بلند مسند ہیبت خان خداوند تعالیٰ جسے داریں میں سر فراز کرے اور آفات و بلیات سے محفوظ رکھے اور دشمنوں کے شر سے امان دے از فقیر بے نوا، حقیر مبتلا، کسیر بر بلا، و اسیر کبیر استبلا، خادم الفقراء بلکہ تراب (خاک) نعال (جوتا) الفقراء عبد القدوس اسماعیل الحنفی۔ خلاصہ احوال آنکہ ہر حال میں خدا کا شکر ہے آپ کا خیریت نامہ موصول ہوا، دل کو خوشی ہوئی اور حق کا شکر ادا کیا۔

نظم

بساطے ارغوانی بنے طرب ساز دلا جووانی بدہ

سیاہے یگیزی سہیدی بگیں چینیں ہایدت ابلقے ناگزیر

(سعادت کا دسترخوان دراز کر، خوش باش اور دلا جووانی دے۔ ہر سیاہ و سفید پر غالب آجا۔ یہ ہیں تیرے ابلق (اسب دولت) کے میدان دنیا کی تمام مرادیں نامرادی اور خرابی ہیں۔ لہذا اب مراد ہائے آنجہانی (آخرت کی کامیابی) اور عمارت ہائے سبحانی جاودانی (حق کی خوشنودی) کیلئے جدوجہد کرنی چاہیے۔۔۔۔۔)

اور ہمت کے دو شہ پہنچنی غیر حتی سے غیرت اور خیر محض سے محبت ان دو بازو ٹھے ہمت کے ذریعے پرواز کر کے اعلیٰ منازل پر پہنچنا چاہیے۔ اور طاعت و اطاعت حق کے میدان میں مخلصانہ اور صادقانہ دوڑنا چاہیے۔ جہان فانی کی سیاہی سے توبہ اور عجز و نیاز کے ذریعے پکنا چاہیے۔ اور جہان باقی کی سفیدی کو نیکی اور خلوص کے ذریعے حاصل کرنا چاہیے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ اِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ** (ایسے چہرے ہونگے جو دیدار حق کی وجہ سے تر و تازہ ہونگے) اس دولت کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے

دولت دنیا کو بہ دل ناخواستہ حاصل کیا جائے اور دولت قلبی کو جو ابدی و سرمدی ہے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور دنیا ٹھے دون میں سے جو تمام خرابیوں اور غیبوں سے پر ہے صرف اسیلئے حاصل کرنا چاہیے کہ یہ آیت پاک **الدنيا من رعة آخرة** (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) آخرت کے لئے ذریعہ نجات بن سکے۔ لہذا دنیا کو غنیمت جان کر دولت دو جہانی اور سعادت جاویدانی حاصل کرے اور ایک جست لگا کر مکان سے لامکان اور زر دولت

سبحان تک رسائی ہو۔ خدا تجھے اور ہمیں اور تمام مومنین کو یہ دولت نصیب کرے اپنے فضل و کرم سے۔

مکتوب

بجانب ابراہیم خان سروانی
دنیا کو مناسب اور غیر مناسب کاموں پر صرف کرنے کے بیان میں

حق حق حق

دعائے مستجاب جناب عالی مآب خان اعظم خاقان معظم، مسند عالی ابراہیم خان از داعی کافہ اہل اسلام، خادم درویشان بلکہ خاک پائے ایشان، عبدالقدوس اسماعیل الحنفی خلاصہ احوال آنکہ ہر حال میں حمد خدا ہے۔ للہ الحمد دائماً مقصود۔ یہ دنیا دار فنا ہے اور پُر عیب و پُر بلا ہے۔ اہل سعادت کیلئے دنیا کی خوبی اور حُسن یہ ہے کہ یہ مزرعہ آخرت یعنی آخرت کی کھیتی ہے اور اہل شقاوت کیلئے یہ ایسے پُر خطر اور پُر عیب ہے کہ یہ گمراہی اور بد بختی کا گڑھا ہے۔ پس جو شخص اسے فسق و فجور کے کاموں میں صرف کرتا ہے بد بختی اور شقاوت کے گڑھے میں گر کر تباہ ہو جاتا ہے اور جو شخص اسے خدا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق نیکی کے کاموں میں خرچ کرتا ہے یعنی غریبوں کی دستگیری، مسکینوں کی دلجوئی، کمزوروں کی امداد اور علماء و مشائخ کی خدمت میں وہ دولت ابدی اور سعادت سرمدی حاصل کرتا ہے۔ سبحان اللہ جس نے اس کمند پر ماتمہ مارا مقاماتِ اعلیٰ علیین تک پہنچا۔ اور جوگانِ ہمت کے ذریعے گوئے سبقت اور سعادت لیکر میدانِ فنا سے میدانِ بقا میں پہنچ گیا اور ہزار ہا شادایوں اور کامرائیوں سے سرفراز ہوا۔

عاقبت محمود باد کرمات النبی وآلہ الابداد۔



مکتوب ۱۲

بجانب صدر العلماء بدر الصلحی، حضرت شیخ عبدالصمد برادر بزرگ
حضرت اقدس

در بیان نگویش حال خود و انکسار و عجز

حق حق حق

بیت

دلم ایس دولت و صلت ابدی میدانت و آگوش نے کہ کین گاہ زوال بودہ است
ناہماں صبح فراق تو در میدان شب وصل گوئی آن عشرت خوابے و خیالے بودہ است
(میرا خیال تھا کہ آپکے وصل کی یہ دولت ابدی ہے کیا معلوم کہ یہ بھی زوال پذیر تھی۔ کیا ہوا اچانک
شب وصل کجھ صبح فراق کا طلوع ہوا اور معلوم ہوا کہ وہ خوشی ایک خواب تھا خیال تھا)
بعد حمد لا الہ الا اللہ اور درود بر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقیر حقیر کسیر اسیر نفس شریخ خراب روزگار
نجل از خطا گامے بیشمار در ماندہ از عزیزان و دور ماندہ از قریبان 'مجرم' ببتلا، پربلا متخیر ناسزا
متخیر بے نوا، شرمندہ تقصیرات، مستوجب درکات 'ملوم این جہان' محروم آن جہاں
زشت روئے بد خوئے، ہرچہ گویند ازینہا خسیس تر، ہیصات ہیصات! بیچارہ غرق
در یائے ظلمت بیکینار، مفلس دو جہاں تہی دست از نعمات و سعادات این واک
بے آبرو و زرد موئے، و پریشان موئے، در مومنان، مصلحان مصرع
وہ کجا روم و کراشیغ آرم (کہاں جاؤں اور کس کادامن پکڑوں)
عبدالقدوس اسماعیل الحنفی، خدمت و عبودیت بحضرت صدر العلماء بدر الصلحی،
محقق المعانی، مبین الفرقانی، نعمان الثانی، حضرت برادر اعز و اکرم شیخ المشائخ شیخ
عبدالصمد ادم اللہ برکاتہ عرض ے دارد و المقصود ایس خاکسار، تاہموار بد کردار،
ساری عمر دنیاٹے دوں کے کھیل کود، گراہی اور ضلالت میں گزردی، اور زادِ آخرت کچھ
جمع نہ کیا، موت کا دن قریب آ گیا ہے روئے سیاہ پر سفید بال ظاہر ہو گئے ہیں،

خاکِ ملامت سر پر ہے اور آبِ ندامت آنکھوں سے جاری ہے اور حسرتِ ابدی دامیگر ہے اور شقاوتِ ازلی جو تقدیر میں تھی ظاہر ہو رہی ہے۔ نوح بالشد من ذالک۔

کسی نے خوب کہا ہے

ترسم زگناہ نیست کہ او غفار است از سابقہ حکم ازل سے ترسم
(میں اپنے گناہوں سے خوف زدہ نہیں ہوں کیونکہ وہ غفار ہے مجھے ڈر ہے تو تقدیر کا ہے) اب جبکہ نفسِ بدکار کا کام حد سے گزر چکا ہے اور گناہوں سے تھک گیا ہے اب سخت پشیمانی لاحق ہے لیکن اب پشیمان ہونے سے کیا ہاتھ آتا ہے اور عذابِ دوزخ سے کیسے نجات ملیگی۔ اور حق تعالیٰ کو کیا منہ دکھلاؤں گا۔ کسی نے خوب کہا ہے

دستگیرے نہ دیا جائے ارادتِ درگل آشنائے نہ و دریا ئے غمت بے پایاں
پاؤں گناہ کی دلدل میں غرق ہیں اور کوئی دستگیر نہیں، دریا ئے غم بے پایاں ہے اور کوئی آشنا نہیں، بیسھات بیسھات سرمایہ زندگی جو تھا قمار خانہ حرص و ہوا میں برباد ہوا اور بے سرو ساماں ہو کر رہ گیا ہوں۔ نیکی اور صلاح کے کاموں سے دور رہ کر بحرِ ظلمات و گمراہی میں غرق ہو چکا ہوں۔ اب ساحلِ نجات کہاں، جزیرہٴ فوز کہاں، قلعہٴ فلاح کہاں، پشتہٴ امان کہاں اور من بیچارہ کہاں۔ کسی نے خوب کہا ہے

بہ ورطہ کہ من افتادہ ام مسلماناں عجب بود کہ رسد بکراں سفینہ من
(جس دریا کے چکر میں ایسا پھنس چکا ہوں کہ میری کشتی کا بیچ نکلنا مشکل نظر آتا ہے) بحرِ قہاری کے امواج کا ظلام، عساکرِ افواجِ جبّاری کا غلبہ تیغِ غیرت ذوالجلالی کی تیزی اور اسپ بے نیازی بمصداق **إِنَّ اللَّهَ يَعْنِي عَنِ الْعَالَمِينَ** (اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے) کا زور اور آیت **وَامْتَازَ الْيَوْمَ أَيْهَا الْمَجْرُمُونَ كَأَنْتَابَهُ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ** کی قوت اور **وَاللَّهُ خَالِقُ عَلِيٍّ أَمْرِهِ** کا غلبہ اور **وَلَا إِبْرَاهِيمَ هُوَ لَدَى الْجَنَّةِ وَهُوَ لَدَى النَّارِ** مجھے پرواہ نہیں کہ کوئی جنت میں جائے یا کوئی دوزخ میں جائے) کی تیغ ناز و کبریائی نے ہم سب کو ایسا حیران و پریشان کر دیا ہے کہ تکیہ اعتماد ہاتھ سے نکل گیا ہے اور طوفانِ جلالِ سر سے اُپر نکل گیا ہے اور قلوبِ غرقِ آب

ہو کر بے تاب ہو رہے ہیں اور یہ نالہ بلند کر رہے ہیں
 زلف ابتر چہ برگماشتہ بر سر روزگار ابتر ما
 برگزشت آب از سرم تو ہنوز نیاری گذشت از سرا
 (تو نے اپنی زلف فتنہ انگیز کو نہ جانے کیا پیچ و خم دیئے ہیں کہ پانی ہمارے سر سے اوپر جا
 چکا ہے تو تجھے خیر نہیں)

شرح - اس شعر میں زلف سے مراد تعینات کثرت میں جو روئے دوست پر حجابات بن کر رہ
 گئے ہیں شاعر ان حجابات کا شکوہ کر رہا ہے اور نالاں ہے۔ (حاشیہ کتاب)
 اسکے علاوہ جلالت و ہیبت حضرت جبار کی ہزاروں تجلیات کا اس قدر زور ہے کہ جن سے
 کوہ (پہاڑ) کاہ بن کر پردہ عدم میں چلے جاتے ہیں۔ تاہم اُس کریم کے کرم اور رحیم کی رحمت
 سے نا امید نہیں ہوں بلکہ یہ تمام سختیاں اچھے نازل ہوتی ہیں کہ انسان حضرت ستار
 و غفار اور ذوالبقا کی طرف رجوع کرے۔ اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان اللہ یَغْفِرُ
 الذُّنُوبَ جَمِيعًا (اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دے گا۔) اور اس وعدہ پر ہر شخص
 کا بھروسہ ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے

چوں بہ ستاری تو دیدم کار ساز ہم بدست خود دریدم پردہ باز
 چوں نخواہد خواست عذم هیچ کس عذر خواہ جرم من عفو تو لبس
 از در خویشم مگرداں نا امید از سر لطف سیارم کن سپید

(۱- جب میں نے تیری ستاری کو اپنا کار ساز دیکھا تو اپنے ہاتھ سے پردہ چاک کر دیا۔

۲- میرا عذر خواہ اور مددگار کوئی نہیں ہے۔ میرا عذر خواہ تیرا عفو ہے اور لبس۔

۳- مجھے اپنے در سے نا امید نہ کر اور اپنے لطف و کرم سے میرا نامہ اعمال سیاہ سے

سفید کر دے۔) اے کریم اگر تو اپنے لطف و کرم سے مجھ بدکار کو معاف کر دے اور میرے

دفاتر جمع دفتر گناہ پر قلم عفو پھیر دے تو کیا مشکل ہے کیونکہ تجھ سا کوئی کریم نہیں اور

مجھ سا کوئی لیٹم (بدکار) نہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے

خواجہ نیست یکے پچو توئی بندہ نواز بندہ نیست یکے پچو من بے فرمان

(تجھ جیسا کوئی بندہ نواز آقا نہیں اور مجھ جیسا کوئی بے فرمان بندہ نہیں)
 والسلام علی من اتبع الهدی والصلوة علی رسول اللہ خیر الوری محمد بن المصطفیٰ وعلی
 آلہ واصحابہ المجتبیٰ عاقبت محمود باد

مکتوب ۱۳

بجانب شیخ المشائخ شیخ درویش قاسم اور صی ادا م اللہ برکاتہ کہ مرتبی وقت
 در بیان تاسف مفلسی والتجاہ بزرگان

حق حق حق بیت

اے روئے تو چون ماہ سلام علیک بدخواہ تو در چاہ سلام علیک
 (ایک تیرا چہرہ مبارک چاند کی طرح ہے تجھ پر سلام اور تیرا بدخواہ چاہ میں گر جائے تجھ پر سلام)
 پیوستہ من از خدائے خود ہے خواہم کہ عمر تو لگ پنجہ سلام علیک
 (میں ہمیشہ خداوند تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تیری عمر دراز ہو سلام ہو تم پر) بندہ کرم
 و خریدہ بے رم، و دور ماندہ از سعادت حضور، و مجور ماندہ از دولت سرور، فقیر سرگردان،
 و حقیر حیران، ذرہ پربلا، در زمرہ ابتلا (مصیبت زدہ) تراب نعال اقدام فقرا و طالبان خدا
 جل عز (فقراء اور طالب مولا کے پاؤں کی خاک) مدبر روزگار (بدبخت) عاضی کردگار
 (خدا تعالیٰ کا نافرمان) در بحر مصیبت و جہانی، و حسرت جادوانی، غرق گشتہ و سفینہ
 نجات از دست رفتہ الغیث! یا شیخ الغیث ع
 رستم از دست گزنگیری دست (اگر تو نے میری دستگیری نہ کی تو میں برباد ہوا)
 منہ پر ہاتھ مارتا ہوں اور سر میں خاک ڈالتا ہوں، گریہ و نالہ میرا شیوہ ہے خدا را دستگیری کیجے
 دریاب اگر تو در نیابی ناچیز شوم دریں خسرابی
 (مجھے سنبھال لو اگر آپ نے مجھے نہ سنبھالا تو مٹ جاؤں گا۔) روسیاء و دل تباہ

خسارت و خجالت میں سرگردان، شرمندگی میں سرنگوں، نالاں و گریباں، بے نوا، بت پرست،
اسیرِ نفس، عبد القدوس اسماعیل الحنفی بجانب عالی مآب، قطب الاولیاء، برہان
اصفیاء، قدوہ زیاد، سلطان الشیوخ، شیخ الزمان، حضرت شیخی و مجددی، شیخ درویش
نفع اللہ المسلمین بطول بقائہ و برکات انقاسہ و رزقنی اللہ لقاۃ عرض پر دازہ سے
گردست دہد ہزار جانم در پائے مبارک فشانم

(اگر مجھے ہزار جان مل جائے تو آپ کے پائے مبارک پر فدا کر دوں) افسوس کہ مجھے
یہ توفیق نہ ہوئی کہ عمر آپ کے قدموں میں گزار دوں، بیت:

بخت بدم بکوٹے تو بودن رہا نکرد در نہ بر آستان تو بسیار بودے

(افسوس کہ بد بختی نے مجھے اجازت نہ دی کہ تیرے کوچہ میں زندگی بسر کرتا اور ہمیشہ آستانہ

عالیہ پر حاضر رہتا) میں وہ بد بخت ہوں کہ تمام بد بختوں میں سر پرست ہوں اور میں وہ بد

کردار ہوں کہ مجھ جیسا کوئی بد کردار نہیں۔ سو او خوار و جہاں پذیرا ہوئے و بدرائے جاودان

جسکے گناہوں کی کوئی حد نہیں اور جسکے جرموں کی کوئی انتہا نہیں، غریقی بکبر ہوا، اور صد

ہزار شقاوت میں مبتلا، صد قیود میں مقید اور صد سلاسل و اغلال میں گرفتار

بالشیخ للزریق ہذانی البحر العمیق ہذا و آنحضرت معلی و مصفا و منزلی و مجلی بجمع اخلاق

حضرت خداوند خلاق۔ و میرا از جمیع نقائص و مشحون (متصف) بجمع نقائص

(اوصاف حمیدہ) مجھ بدکار سے ہمیشہ جفا سزد ہوتی ہے اور اُن کریم سے ہمیشہ صفا اور وفا

صادر ہوتی ہے پس جب یہ عاصی اس کرم کے دریائے رحمت پر نظر کرتا ہے تو اپنے

صد ہزار گناہوں کے باوجود تسکین دل اور تمکین قلب پاتا ہے اور دل میں صدامید

پیدا ہوتی ہے کیونکہ میرا واسطہ ایک کریم سے ہے اور میرا دلدار ایک رحیم ہے۔ بیت

قطرہ چند از گنہ گرشد پدید در چنان دریا کجا آید پدید

(اگر مجھ سے گناہ کے چند قطرے ظاہر ہوئے تو دریا کے پائے رحمت میں کہاں باقی رہینگے)

علا حاشیہ کتاب۔ اگرچہ حضرت اقدس کو اصلی خلافت حضرت شیخ محمد عارفؒ سے ملی تھی حضرت

شیخ درویشؒ سے بھی آپکو ایک خرقہ مندرجات حاصل ہوا تھا۔ ۲۔ یہ اشارہ ہے حدیث

تخلقوا باخلاق اللہ (حق تعالیٰ کی صفات متصف ہو جاؤ) کی طرف نیز حدیث بی بیسیح و
بی بصر کی طرف۔

کر یا! تو اپنی کریمی کو دیکھ نہ کہ بدکاروں کی بدکاری کو۔ ہم نے تیرا دامن کریمی تھام لیا ہے اور رحم و کرم کے امیدوار ہیں اور غایتِ عجز و نیاز سے نالاں ہیں۔ بیت :-

در رحمت خود ہیں و میں در گنہ من ما پڑز گنہ از سرتاناخن پائیم

(اپنی رحمت کو دیکھ میرے گناہوں کو نہ دیکھ ہم سر سے پاؤں کے ناخن تک غرقِ گناہ ہیں)۔
کاش کہ طاثر روحِ علوی جو گلشنِ وحدت سے پرواز کر کے اس جہان میں آیا ہے آنکھ کھول کر عجائب و غرائبِ خداوندی اور کمالات و جمالات بے نہایت اور بے غایت کو دیکھتا اور اپنی اور حق تعالیٰ کی حقیقت کو پہچانتا اور صد ہزار اشتیاق اور صد ہزار آتشِ عشق کے ساتھ آفاق سے گزر کر در دستِ تک رسائی حاصل کرتا۔ جسکا دوسرا نام ایمان و عملِ صالحہ ہے۔ جیسا کہ فرمان ہوا **الذین آمنوا وعمل الصالحات**۔ لیکن افسوس ہے کہ وہی طاثر روح صد ہزار قید میں مقید اور عاداتِ سفلی میں مبتلا ہو کر گھٹیا عزام، نفسانی خواہشات، اور شیطانی وساوس کا شکار ہوا اور کتے کی طرح اس سردار کی ہڈی کے پیچھے دوڑا جسے دنیا نے دون، سرانے پر فتن مکار، غدار اور خونخوار متعام فنا، دار الفساد، دار الحناد، دار البغض و عداوت کہتے ہیں۔ بیت

ہیبت این راہ کارے مشکل است صد جہاں زیں ہم پُر خون است

(اس راستے کی ہیبت بہت مشکل ہے اور اس سے سو جہاں پریشان ہیں۔)

استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ۔ اس بدکار کے یٹے دعا کیجئے اور اس وقت کہ جسکی شان میں **”لی مع اللہ وقت“** وارد ہوا ہے حق تعالیٰ سے دعا کیجئے اور یہ بات قبول کرائیے کہ اس گرفتاری اور اس خواری سے نجات ملے۔ **الغیاث، الغیاث، الغیاث!**

بیچارے مرید کے یٹے حضرت پیر کے سوا کوئی سہارا نہیں اور اسکے ہاتھ کیلے کوئی اور دامن نہیں چنانچہ حضرت شیخ کی خدمت میں بندہ بصد آہ و نالہ عرض پر داز ہے کہ۔ بیت :-

خونِ دل رنجیم شستہ نشد داغِ ناشیکہ بر جب گر داریم

(افسوس ہے کہ خونِ دل بہت بہا یا لیکن جگر کے داغ پھر بھی نہ دھل سکے)

دردا! درینا! حسرتا! ندامتا! آفتابِ عمر غروب ہونے کو ہے، ساری عمر برباد

ہوئی اور روسیہ سی، شرمندگی، پشیمانی، پریشانی، آب دیدہ، آتش جگر، خاک بر سر اور
جاتھ خالی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ بیت :-

ہمہ شب بزاریم شد کہ صبا ندا بوئے نہ دمید صبح بختم چہ گناہ ہم صبارا
ایں قصہ و این افسانہ بیایاں نرسید و نرسد و ذرہ از صد ہزار بیان نشد و نشود
(ساری رات روتے گزری کہ صبا کوئی خوشبو نہ لائی جب میرا بخت ہی بیدار نہ ہوا صبا کی
کیا شکایت کروں یہ قصہ اور افسانہ ختم ہوا نہ ہوگا اور صد ہزار بیان سے ذرہ بھڑھی ظاہر
نہ ہو سکا) بیت :-

عمر بگزشت حدیث در دمن آفرشد شب باختر شد کنوں کوتہ کم این افسانہ را
(ساری عمر گزر گئی لیکن در دل ختم نہ ہوا رات ختم ہوئی لیکن قصہ در ختم نہ ہوا)
اللہم انی اسئلك العافیة وحسن الخاتمة و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد
والہ اجمعین برحمتک ارحم الراحمین۔

مکتوب ۱۴

بجانب قاضی دانیال حاکم قصبہ ردولی
در خدمت دنیا و تاسف حال

حق حق حق

فقیر پُبلہ، حقیر مبتلا، ذرہ سرگرداں، سرزمرہ خائباں و خاسران، افتادہ در گرداب بکر مضطر
دنیاٹے و دنیا، بیت :-

کشتی نمن کہ بگرداب خطر افتادہ است وہ چہ بودے کہ رسیدے بکنارے بارے
(میری کشتی گرداب بلا میں پھنس چکی ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ کبھی وہ کنارے جا لگتی)
بے خبر از خبر دوست و غافل از کار اوست، تمام نیک کاموں سے عاری، محروم ماندہ اور
دور افتادہ، از راہ نجات، تہی دست و مفلس، بے مایہ، بیت :-

بے سرو بے پاہرت گشتہ ایم سابعہ تہی دست بتو بردہ ایم
چارہ من ساز، زمن در گذر زخم چو گان تو داریم سر

(بے سرو پا یعنی عاجز ہو کر تیرے در پر آن پڑا ہوں، بالکل تہی دست ہوں میری بگڑی بنا اور میرے گناہ معاف کر۔ میرا سر تیرے قدموں میں ہے۔) عاصی بصد ہزار معاصی، جو فروش گندم نما (دھوکہ باز) سیاہ روئے، تباہ خوئے، بد بخت بے نوا۔ خاکروب خانقاہ قطب مطلق حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ العزیز عبد القدوس اسماعیل الحنفی، خدمات فراوان، وقدم بوس بے پایاں، بجناب، عالی مآب، ادام اللہ برکاتہ۔ آپ کا نامہ گرامی ہذریہ علی بخش موصول ہوا۔ دل کو فرحت اور آنکھوں کو راحت ملی۔ بیت:-
ہر آن راحت کہ از دیدار باشد بہ مکتوبے ہماں مقدار باشد

(جس قدر خوشی کہ دیدار سے حاصل ہوتی ہے خط سے بھی اسی قدر حاصل ہوتی ہے۔)
خلاصہ آنکہ دنیاٹے مکارہ، ناپائندار، پرفتن، بظاہر شکر نظر آتی ہے لیکن بے زہر، نوش (تریاق) نظر آتی ہے لیکن بے نیش (نشتر) راحت نظر آتی ہے لیکن بے جراحات (زخم) اسکا تمام سرور کیا ہے غرور ہے اسکا کمال کیا ہے زوال ہے، اسکی داد کیا ہے بیدار (ظلم) ہے اسکی بنیاد کیا ہے برباد ہے اسکی دوستی موجب عداوت حق ہے۔ اسکا قرب حق تعالیٰ سے بُد ہے۔ اسکی عمارت غارت دل ہے اس کا غم بے پایاں ہے۔ اسکا درد بے درمان ہے۔ سب اسکے ماتم میں سرپیٹ رہے ہیں، اور حیران و پریشان ہیں۔ جس کسی نے دنیا کو دوست رکھا برباد ہوا۔ جس نے اسکا سہارا لیا تباہ ہوا۔ اس کے باوجود ہم سب اس پر فریفتہ ہیں اسکے دل بند اور آرزو مند ہیں ہم نے اپنے آپ کو اسکے حوالہ کر دیا ہے باوجودیکہ ہر شخص اس سے نالان ہے غزل:-

ہر دو عالم در لب اس تعزیت اشک سے بازند تو در حصیت
حُب دنیا ذوق ایمانت بُرد زور از تن نور از جانت بُرد
کار دنیا چہیست بیکاری ہمہ چہیست بیکاری گرفتاری ہمہ
در غم دنیا گرفتار آمدی خاک بر فرقت کہ مردار آمدی

(۱- دو جہان ماتم میں غرق ہیں اور تو معصیت میں غرق ہے۔ ۲- دنیا کی محبت ایمان کے ذوق کو مٹا دیتی ہے جسم کی طاقت اور روح کا نور ختم کرتی ہے۔ ۳- تو دنیا کے غم میں گرفتار ہے اے خاک تیرے سر پر کہ تو طالب مردار ہے) افسوس صد افسوس کہ جب موت کے وقت آیہ فکشفنا عنک غطاءک فبصوک یوم حدید (تجھ سے پردہ دور کیا جائے گا اور تیری نگاہ تیز ہو جائیگی) کے مطابق تیری آنکھوں سے پردہ اٹھایا جائے گا تو صد ہزار ندامت، صد ہزار نجات اور صد ہزار خسارت کا سامنا ہوگا۔ پریشانی اور پشیمانی بڑھ جائیگی۔ اُس وقت اس سیاہ روئے کیلئے کیا چارہ ہوگا۔ اس حسرت میں یہ عاجز سر بیٹیا ہے، سینہ بے سکنہ سے آہ سرد نکالتا ہے اور آہ و نالہ کرتا ہے اور غافر الذنب و قابل التوب کے حضور میں استغفار کرتا ہے۔ ع۔

نوحہ گری کن نوحہ گری کن - (اب نوحہ گری کر اور نوحہ گری کر)
کسی نے خوب کہا ہے

ہرگز نخورم غم کہ بخوارم ہسم مردن یا اندوہ فردا چہ خواہم خوردن
لیکن غم آن خورم کہ این روئے سیاہ در حضرت حق چگونہ خواہم بردن
(مجھے ہرگز اس بات کا غم نہیں کہ مر جاؤنگا یا کل کیا کھاؤنگا بلکہ غم یہ ہے کہ یہ روئے سیاہ حق تعالیٰ کے رو برو کیسے پیش ہوگا) بیت :-

ہست دنیا آتشے افروختہ ہرزماں خلقے دگر اسوختہ
(دنیا کیا ہے جلتی ہوئی آگ ہے جو ہر لحظہ خلق خدا کو جلا رہی ہے) پس ہمارا ماتم یہ ہے کہ کل ہمارے ہاتھ میں کیا ہوگا اور ہم کہاں جائیں گے۔ اور یہ مفلس بے مایہ و بے سرمایہ بدکار اور گناہ گار حق تعالیٰ کو کل کیا منہ دکھائیگا۔ اور گناہوں کا کیا جواب دے گا۔ آہ صد آہ سر کس کے قدموں پر رگڑوں اور منہ کس کے کف پا پر لگاؤں اور کس کے سامنے آہ و نالہ کروں

ہزار فریاد از تو ہزار فریاد از تو در پائے تو اقیم و خواہم داد از تو

ع اس میں حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا سردار ہے اور اسکا طالب کتا ہے۔

۱ ہزار فریاد، ہزار فریاد - تیرے پاؤں میں سر رکھ کر تجھ سے معافی مانگتا ہوں۔) عمر کا پیاہ لبریز ہو چکا ہے اور جسم میں نہ عبادت کی طاقت ہے نہ طاعت کی قوت - اور طاعت و عبادت محبت اور قرب حق کی علامت ہے - لہذا عبادت ہو تو کیسے ہو - سیاہ روئے اور سیاہ دل، تباہ حال، کبھی حق کے کاموں میں مشغول نہ ہوا - رہائی

عمر تمام رفت، تنم پر گناہ ماند شدہ موٹے سفید دل سیاہ ماند

کارے چناں نشد کہ پناہ ہے شدے مرا افسوس صد درینخ دلے بے پناہ ماند

۱ عمر ختم ہو گئی اور گناہوں کے انبار لگ گئے بال سفید ہو گئے لیکن منہ کالا رہ گیا کوئی ایسا کام نہ کیا جو پناہ بن سکے افسوس صد افسوس دل بے پناہ رہ گیا) ماٹھے خسارت ابدی، ماٹھے ندامت و خجالت سرمدی جسے دیکھ کر مچھلی دریا میں اور طیور ہوا میں غم کھا رہے ہیں لیکن ہمیں خبر تک نہیں - ہیعات ہیعات! اب تو ہم جب تک تن میں دم ہے ہر چیز سے ماٹھ دھو کر حق تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں آہ وزاری کرتے ہیں اور سر بز میں رکھ کر یہ آہ و نالہ کرتے ہیں کہ

موا سپید کردی اندر تباہ کاری این خود بر رفت ہیج حاصل نہ گشت

از نکتہ مقصود نشد فہم حدیثے لادین ولادنیابے کار بماندیم

۱ بال سفید ہو گئے اور حال تباہ ہو گیا - عمر گذر گئی لیکن حاصل کچھ نہ ہوا - ہمارا مقصود کیا تھا کچھ سمجھ میں نہ آیا نہ دین ماٹھ آیا نہ دنیا بے کار رہ گئے - عجیب بات تو یہ ہے کہ نفسانیت میں غرق ہو کر ہم دین کے طلب گار ہیں - حاشا و کلا ضدان لا تجتہعان (یہ دونوں کام ایک دوسرے کی اضداد ہیں ہرگز یکجا نہیں ہو سکتے -) کسی نے خوب کہا ہے

کارے براد خود خواہی و دین درست این ہر دو نباشد نہ فلک بندہ نست

۱ تو ہر کام تو اپنے نفس کی خواہش کے مطابق کرتا ہے اور دین کی بھلائی چاہتا ہے - یاد رکھ یہ دونوں چیزیں یکجا نہیں ہو سکتیں اور نہ فلک تیرا غلام ہے (جب تک جگر کو ہم آتش ندامت میں جلا کر کباب نہیں کریں گے اور جب تک خون دل کو خوف سے آب نہیں کریں گے اور جب تک جان و تن و مال و مال قربان نہیں کریں گے دین کہاں حاصل ہو سکتا ہے -

دین اور چارے درمیان خلیج حائل رہے گی۔ مصرعہ ۱۔
 بو اہو ساسر بگر بیان برید (اے حرص وہوا کے بندے اپنے گریبان میں جھانک کر
 دیکھو۔) کسی نے خوب کہا ہے

نور و دین ہمہ پیران رہ را
 ہمہ پیران رہ رانیں مصیبت جگر باتشندہ دل کباب است

(دین کے غم میں تمام بزرگان دین کی داڑھی خون آلودہ اور دل خضاب زدہ ہو گئے ہیں اور
 اس مصیبت سے انکے جگر سوختہ اور دل کباب ہو گئے ہیں) زہے میثاقِ روز الست کہ
 بلی بکربلا میں مبتلا ہو گیا خداوند تعالیٰ کی پروردگاری اور کارسادی کو قبول کیا، پھر وعدہ ظانی
 کر کے دوسروں کی طرف دیکھنے لگے اور دوسروں کو کارساز سمجھنے لگے۔ بیعتات ہیعتات اے
 شرم ندری کہ چہ سائے کنی۔ صرف بلی گفتی و بلائے کنی

(تجھے شرم نہیں آتی کہ کیا کر رہے ہو۔ حرفِ بلی منہ سے بکربلا (گناہ) کا کام کر رہے ہو)

یہ ساری مصیبت تم نے برپا کی ہے۔ یہ بدکار خاکسار جسکی بد بختی حد سے گزر چکی ہے کیا
 فکھے اور کیا کہے؟ تاہم حق تعالیٰ کے حکم کے تعمیل میں چند کلمات ضرورتاً لکھے گئے ہیں۔ مجھے معذور
 رکھیں کیونکہ مامور معذور ہوتا ہے اور خطا و غلطی معافی فرما دیں۔ بیعت :-

رحمت خود بہ بین و میں در گنہ من
 (اپنی رحمت کو دیکھیں اور میرے گناہ کو نہ دیکھیں کیونکہ میں سر سے پاؤں کے ناخن تک عرق
 گناہ ہوں)

عاقبت و خاتمیت نجیر باد۔



مکتوب

بجانب ہیبت خان سروانی
در بیان مقصد افتادن از عالم حق در عالم خلق و بیان رضا

حق حق حق

دعائے مستجاب و ثنائے مستطاب جناب عالی مآب خان اعظم و خاقانِ معظم مشفق
غریب و الفقراء، محب العلم و العلماء و الصلحاء، مسند عالی ہیبت خان از داعی کا فہ
اہل اسلام خادم درویشاں بلکہ تراب (خاک) نوال (جو قہ) ایشاں، عبد القدوس
اسماعیل الحنفی - خلاصہ احوال، انکہ ہر حال میں حق تعالیٰ کی حمد ہے دائماً المقصود بیت :-

ایں جہان دأں جہاں بسیار نیست جز دے اندر میاں دیوار نیست
معلوم ہونا چاہیے کہ مرغ روح جو شاخ ازل سے اڑاتا کہ صد ہزار کمالات و جمالات کے حصول
کے بعد شاخ ابد پر نشیمن بنائے اور ترنم لائے جاں فزا کے ساتھ راحت و خوشی حاصل
کرے اور صحرائے وجود جو بے انتہا اور بے پایاں ہے میں اس طرح پرواز کرے کہ نہ اسکے پر ٹوٹیں
اور نہ پرواز میں کمی آئے، نہ انتہائے ابد کو پہنچے اور نہ دائرہ وجود سے باہر جائے **تلك**
الایام ند اولها بین الناس (یہ ادوارِ زمانہ ہیں جو ہم خلق خدا کے درمیان بدلتے رہتے
ہیں) شرح - یعنی مقربان بارگاہِ مطہی روحانی پرواز کے ذریعے ذات حق میں پرواز کر کے
گوناگون کمالات و شیون کا مشاہدہ کرتے ہیں) بیت :-

از ازل ازال چہ دریا است این تا ابد آباد چہ صحرا است این
(ازل ازال سے کیا دریائے وجود) بہرہ نکلا اور ابد الا باد تک یہ کیا لانتہا صحرا وجود میں آیا)

۱ حاشیہ کتاب در فارسی :- صحرائے وجود عبارت از مظاہر ہستی و کمالات است

(صحرائے وجود سے مراد عالم ناسوت کے موجودات و کمالات ہیں -)

۲ حاشیہ کتاب :- دائرہ وجود سے باہر تو خود ذات حق ہے باہر عایشیکا تو کہاں، جائے گا۔

لازمًا انسان کا درو بے درمان ہوا اور اسکی زندگی مشکلات میں پھنس گئی۔

مشرح - یعنی جب صحرا بے کوئی انتہا نہیں تو سالک اور طالب مولیٰ کے پرواز اور جدوجہد کی بھی کوئی انتہا نہیں ہذا لازماً اس کا درو بے درمان اور سفر لا انتہا ہوا۔ جب بکریات کا دوسرا کنارہ ہی نہیں تو منزل مقصود کا کیا تعین۔

متن - لیکن جس نے دامن رضا کو پایا یعنی مقام رضا الہی کو پہنچا دولت سعادت ابدی حاصل کی۔ چنانچہ آیت رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے) اس عالی مقام کی خوشخبری ہے۔ بیت :-

گر کعبہ از دبوئے ندارد کنت است با بونے و ہاش کفشتے کعبہ ما است

(اگر کعبہ میں دوست کی خوشبو نہیں تو وہ بتخانہ ہے اور اگر بت خانہ میں اسکی خوشبو ہے تو ہمارے لیے کعبہ ہے) پس اے عزیز آج رضا الہی کے حصول کیلئے جدوجہد کرو تاکہ جو استعداد اور ہمت حق تعالیٰ نے عطا کی ہے اسکے مطابق دولت وصل نصیب ہو۔ اس کے سوا سب کچھ بیچ ہے۔ اس دولت کا حصول آج کے سوا کبھی نہ ہوگا۔ بیت :-

امروز باریابی ارزاں نے خرمی فردا چو بار جوئی گویند بار نیست

(اگر تو نے آج بارگاہ معلیٰ میں باریابی نہ حاصل کی تو کل (قیامت کے دن) کچھ نہیں ملے گا۔)

فردا فریاد از نہاد بر آید (کل قیامت کے دن زار و قطار روئے گا۔) لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ

اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ النَّارِ (اگر ہم نصیحت سنتے اور عقل کرتے تو آج

اصحابِ نفاق کے ساتھ نہ ہوتے۔) یہ نوح جس نے بلند کیا کہ آج کچھ نہ کیا ہے

درد را دارو کجا خواہیم کرد عرش ما تم کجا خواہیم کرد

(ہم درد کا دارو کب کریں گے عمر برباد ہو گئی اس کا ماتم کہاں کریں گے) ہیبت ہیبت !

ہم نے کیوں حصول مقصد سے غافل رہ کر زندگی برباد کر دی باوجودیکہ دوست آمادہ ہے

وَهُوَ مَعَكُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے) اس کا عام اعلان ہے۔ بیت :-

اے در طلب گرہ کشائی مردہ با دوست نشستہ و ز جہدائی مردہ

اے برباد بگشتہ در خاک شدہ اے بر سر گنج و از گدائی مردہ

(۱) اے افسوس کہ تو گرہ کشائی میں ناکام رہا دوست ساتھ بیٹھا تھا اور توجہ دانی میں مر گیا۔ تو دریا کے کنارے بیٹھا پیاسا مر گیا اور خزانے پر بیٹھا ہوا گدائی کرتا رہا) یہ کیا جو انہر دی ہے انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ سے اور ہر چیز سے باہر آئے تاکہ یہ دولت نصیب ہو۔

مشریح۔ اپنے آپ سے باہر آنے کو تصوف کی اصطلاح میں تفرید اور ہر چیز سے باہر آنے کو تجرید کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ترک خودی کے ساتھ ترک دنیا بھی کرے لیکن اس ترک سے مراد ترک ظاہری جسمانی نہیں بلکہ قلبی و روحانی ہے یعنی گھر بار چھوڑ کر غاروں میں جا بیٹھنا ضروری نہیں بلکہ قلب میں دنیا و مافیہا کو جگہ نہ دے اور دست بکار دل بہ یار پر عمل کرے۔

متن۔ اسکے ساتھ تمار داری دہما (یعنی غرباء و مساکین کی امداد) بھی ضروری ہے کیونکہ غرباء و مساکین حق تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں۔ نیز فقراء علماء اور صلحاء کی دلجوئی بھی ضروری ہے کیونکہ یہ لوگ محبوب حق ہیں۔ اس طاقت، دولت اور قدرت کو غنیمت سمجھو کیونکہ قرآن مجید میں ان غنی لوگوں کیلئے سخت وعید آئی ہے جو دولت کو غرباء و مساکین پر صرف نہیں کرتے۔ غرباء و مساکین پر دولت صرف کرنا کوئی چھوٹی سعادت اور کم سعادت نہیں (بلکہ بڑی چیز ہے) دیکھیں کس خوش بخت کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس بھائی کو علماء، صلحاء اور محبانِ خدا کے عز و جل کی خدمت کی سعادت نصیب فرمادے وصلى اللہ على خير خلقه محمد وآله اجمعين۔



مکتوب ۱۶

بجانب صدر العلماء بدر الصلحاء شیخ المشائخ عبد الصمد برادر بزرگ حضرت شیخ
در بیان درد مفارقت

حق حق حق

بیت:-

دردیست جدائی کہ ازین درد ہمانا ہر کوہ یکسار گرفتہ است کمر ما

(درد جدائی وہ درد ہے کہ اس درد سے ہر بلند ہمت کی کمر ٹوٹ رہی ہے)

بعد حمد و صلواتہ بحضرت برادر م صدر العلماء بدر الصلحاء بنیح المعانی عالم ربانی نعمان ثانی

حضرت شیخ عبد الصمد دامت برکاتہ وزیدک عظمتہ و بیعتہ فی الدارین قدم بوسی بہ ہزار

اشتقاق از برادر کہتر فقیر بے نوا حقیقہ مہلا ذرہ پربلا عبد القدوس اسماعیل الحنفی

بشرف نظر کیمیا اثر منظور فرمائیے۔ خلاصہ احوال آنکہ ہر حال میں خدا تعالیٰ کا شکر ہے بیت

چوں دست نے رسد کہ پائیت بوسم مے گویم خدمت درین بوسم

(چونکہ دوری کی وجہ سے حضرت اقدس کی پابوسی بیشتر نہیں آتی زمین بوسی پر اکتفا کرتا ہوں)

انسوس صد انسوس کہ وہ وقت تھا جبکہ ہمگی شگفتہ کی طرح داخل دوست ہو کر خوش و خرم

تھے کہ ناگاہ بادِ ہجر از ملک تقدیر چلنے لگی اور ہم پر ہجر و فراق کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اور ہمارے

دھل کو جدائی میں بدل دیا جس سے ہماری آنکھوں سے اشک باری کے چشمے پھوٹ پڑے

قلب و جگر مجروح ہوئے اور عالم جدائی اور دوری میں ہمیں پراگندہ حال کر دیا۔ ہیصحات

ہیصحات! تقدیر حق کے آگے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔

شرح بر حاشیہ کتاب۔

”یعنی در احدیت جمع الجمع قبل ایجاد عالم بے رنج و فراق محب و محبوب یکے بودند“

(یعنی تخلیق عالم سے پہلے ملک احدیت (لا تعین) میں عاشق و معشوق ایک تھے اور

درد و اندوہ جدائی ناپید۔) متن رباعی :-

ہر بلبل بہ مستی بارقص گل بی آمد
من پر شکستہ بے گل ماندم بشاخ زاری
ہر چند قرب جستم بجدش دو چند حاصل
اے وائے بر حیاتم بگذشت زار زاری
(ہر بلبل مست ہو کر گلاب کے گرد رقص میں مشغول ہے لیکن میں پر شکستہ گلاب سے جدا آہ و
زاری کر رہا ہوں۔ جس قدر قرب کی کوشش کی بجز بڑھتا گیا افسوس کہ اس طرح ساری
عمر آہ و زاری میں گزر گئی) جو شخص رویا اسی درد سے رویا۔ بیت :-

دل میں دولت و صلّت ابدی دانست و آگش نے کہ کیں گاہ زوایے بود دست
(میرا خیال تھا کہ یہ دولت و صلّت ابدی ہے کیا معلوم کہ یہ چیز بھی محل زوال میں تھی) معلوم نہیں
کہ کب باد بہاری چلے اس پر آگندہ حال کو دولت و صلّت سے ہلکار کرے گی اللہ یجمع بیٹنا ،
عاقبت محمود باد۔

شرح :- یہ جو حضرت شیخ نے اوپر فرمایا ہے کہ ”ہر چند قرب جستم بجدش دو چند حاصل“
یعنی جس قدر میں نے قرب حق کے حصول کی کوشش کی دگنا بجد (دوری) حاصل ہوا، یہ معرفت الہی
کے مضمون کا بہت بڑا راز اور ایہم نکتہ ہے۔ اسے اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے خاص
طور پر طالبان حق اور سالکین راہ طریقت کے لئے۔ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ سالکین راہ
طریقت چند اذکار و وظائف پر اکتفا کر لیتے ہیں اور جب دل میں ذرا سا سرور اور دماغ میں
شربت وصل کا تھوڑا سا خمار پاتے ہیں تو اسے منزل مقصود سمجھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور آگے
بڑھنے کی کوشش نہیں کرتے حالانکہ قرب حق کی منازل کی کوئی انتہا نہیں۔ سالک جس قدر
اوپر جاتا ہے اسکے اوپر ایک اور منزل قرب نظر آتی ہے جب وہاں پہنچتا ہے تو اوپر اور منزل
نظر آتی ہے اور ساری عمر قرب کی منازل طے کرتے گزر جاتی ہے لیکن منازل قرب ختم نہیں
ہوتیں اسکی وجہ یہ ہے کہ ذات حق لا انتہا اور بے پایاں ہے جس بحر بے کراں کا دوسرا کنارہ
ہی نہ ہو تو اس سفر کو انسان کیسے طے کر سکتا ہے۔

یاد رہے کہ سلوک الی اللہ یا روحانی سفر میں سالک راہ طریقت کو تین قسم کی سیر سے واسطہ
پڑتا ہے سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر من اللہ۔ سیر الی اللہ کے سالک کو مبتدی،

سیر فی اللہ کے سالک کو متوسط اور سیر من اللہ کے سالک کو منتہی کہا جاتا ہے اولیاء کرام اور مشائخ عظام کے درمیان سلوک الی اللہ کی آخری منزل پر اختلاف ہے بعض فنا فی اللہ (سیر فی اللہ) کو آخری مقام قرار دیتے ہیں، بعض بقا باللہ (سیر من اللہ) کو، بعض رضا الہی کو اور بعض مقام محبوبیت کو آخری مقام قرار دیتے ہیں۔ یہ اختلاف مشائخ کی کتب مصنفہ میں پایا جاتا ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ اختلاف نہیں بلکہ نزاع لفظی ہے۔ جمہور اولیاء کرام کے نزدیک آخری مقام جامعیت ہے جس سے مراد بیک وقت فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے۔ بات یہ ہے کہ جن حضرات کے قلب کے اندر آتش عشق کا استقدر پر زور طوفان موجزن ہوتا ہے کہ قرب کی کسی منزل پر انکو تسکین نہیں ہوتی۔ وصل کے جقدر پیالے نوش کرتا ہے بلکہ پیالے نہیں صراحی نہیں، خم نہیں، دریا نوش کر جاتا ہے لیکن پیاس ہے کہ بجھنے میں نہیں آتی اور ہر آن اور ہر لحظہ صهل من مزید کے نعرے بلند کرتا ہے۔ اس حالت کو مولانا نے روم یوں بیان فرماتے ہیں :-

دل آرام در بر دل آرام جو، چچو مستقی تشنہ بر آب جوئے

اس مقام کو مرزا بیدل یوں بیان فرماتے ہیں :-

ہمہ عمر با تو قدح زدیم و نرفت بچ خمار ما
 (اے دوست ہم نے ساری عمر ترے شراب وصل کے پیمانے نوش کیے لیکن ہماری پیاس ہے کہ بجھنے کو نہیں آتی۔ یہ کیا قیامت اور غضب ہے کہ تو میرے آغوش سے میرے آغوش میں نہیں آتا۔) یہ آغوش سے آغوش میں نہ آنا، مقام جامعیت کہلاتا ہے یعنی سالک راہ حقیقت بیک فنا فی اللہ بھی ہے اور باقی باللہ بھی ہے۔ وہ بیک وقت واصل بھی ہے اور جمہور بھی، اس مقام کے بلند پایہ اولیاء کرام مسکر یا استغراق سے نکل کر صحو اور ہوشیاری میں منازل فنا فی اللہ طے کرتے ہیں۔ انکے لئے قرب بھی بعد بن جاتا ہے، اسی مقام پر حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ حضور اب

میری حالت یہ ہے کہ میرے لیے قرب بھی بُد بن گیا ہے۔

اس مقام کو حضرت خواجہ غلام فریدیوں بیان فرماتے ہیں

چتھاں خود قرب ہے دوری اُتھاں کیا وصل و مہجوری

انانیت تھی پوری ہے انسانوں سے رحمانوں

(جہاں قرب بھی دوری بن جاتی ہے وہاں وصل و مہجوری کا سوال مٹ جاتا ہے۔ اس مقام پر طالب اور مطلوب دونوں کی طرف سے انانیت کا غلبہ ہوتا ہے۔ یعنی طالب فنا کے باوجود درد و اشتیاق اور سوز و گداز میں سجدہ ریزیاں کرتا ہے آہ و نالہ کرتا ہے۔ اور قرب کی کسی منزل پر اُسے تسکین نہیں ہوتی بلکہ ہر آن اور ہر لمحہ ہل من مزید کے نعرے اگاتا ہوا اُگے بڑھتا رہتا ہے۔) اسی مقام جامعیت یعنی بیک وقت فنا و بقا کو حضرت شیخ سعدی نے یوں بیان فرمایا ہے

عجب این نیست کہ من والہ و محبوبم عجب این است کہ من واصل و محبوبم
تجرب کی بات یہ نہیں کہ میں محبوب کے عشق میں شیدا اور فریفتہ ہوں بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ میں بیک وقت واصل بھی ہوں اور مہجور بھی۔

عبدیت

اسی مقام جامعیت کا دوسرا نام عبدیت ہے جو خاصہ ہے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کمال یہ نہیں کہ انسان مقام فنا میں مستغرق ہو کر دنیا میں کسی کام کا نہ رہے بلکہ کمال یہ ہے کہ فنا فی اللہ کی سرمستی اور مدحوشی اور محویت پر غالب آکر حق عبودیت ادا کرے اور شراب وصل کے دریا نوش کرنے کے باوجود بھی مخمور اور مستغرق نہ ہو۔ چنانچہ بلند پایہ اولیاء اللہ کے نزدیک آخری اور بلند ترین مقام یہ ہے جامعیت ہے عبدیت یا عبودیت ہے جس میں سالک بیک فنا اور وصل کے مزے بھی اڑاتا ہے اور درد و ہجر و فراق کی لذت بھی حاصل کرتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے

من لذت درد تو بدرماں نفروشم کفر سہ زلف تو بہ ایمان نفروشم

(مجھے تیرے وصل سے تیرے ہجر کا درد زیادہ محبوب ہے اور کفر کو ایمان پر ترجیح دیتا ہوں)

یہاں کفر سے مراد ہجر ہے اور ایمان سے مراد وصل۔ اس کی وجہ یہ ہے انبیاء علیہم السلام اور بلند مرتبہ اولیاء کرام الوہیت کی بجائے نزول، فنا کی بجائے بقا اور وصل کی بجائے ہجوری کو زیادہ پسند کرتے ہیں، اور ساری عمر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریزی، آہ وزاری اور عجز و انگساری میں بسر کر دیتے ہیں۔ ایسے حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ جیسے عالی مقام شیخ بلکہ شیخ الشیوخ نے فرمایا ہے

ہر چند قرب جستم بجد و چند حاصل اسوائے بر حیاتم بگذشت زار و زاری
 عازان صادق، و مقربان عالی مقام کی زندگی اسی آہ وزاری میں گزرتی ہے کیونکہ وہ وصل سے زیادہ ہجوری کو اور قرب سے زیادہ بجد کو پسند کرتے ہیں۔ بلکہ عین ہجر میں واصل اور عین وصل میں ہجور ہوتے ہیں۔ خدا ہر مسلمان کو یہ مقام نصیب کرے۔ ختم ہوئی شرح شارح۔



مکتوبات

بجانب علی شیر لاہوری۔ در بیان حکم محبت

برادر دینی، و محبت یقینی، برگزیدہ حضرت لالا اللہ، و مقبول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوست دار فقراء و صلحاء و علماء۔ برادر م علی شیر خدا جیاتی دراز کرے و دونوں جہانوں میں مدارج بلند کرے۔

منجانب دعا گوئے اہل اسلام فقیر بے نوا، و حقیر مبتلا عبد القدوس اسماعیل الحنفی پر بلا اسلام مشاقانہ و دعائے مخلصانہ و تحیت دوستانہ قبول ہو۔ آدم برسر مطلب

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المرء مع من احب

(فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی اس کے ساتھ ہو گا یا ہوتا ہے جس کے ساتھ اُسے محبت ہو)

پس بعد مکانی یعنی ظاہری جدائی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ محبت کے قانون کے مطابق محب اور محبوب ایک ہیں اگرچہ ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کیونکہ اصل چیز کششِ دل ہے اور دل کے لئے کوئی پردہ یا حجاب نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ: "القلوب مع القلوب تتشاهد و الضمائر مع الضمائر تتناجی" (قلوب کو ایک دوسرے کا مشاہدہ حاصل ہے اور ضمائر (جمع ضمیر) کو ایک دوسرے سے تسکین ہوتی ہے) اور اس بات کا ثبوت تمہارے اندر موجود ہے۔ مقصود حقیقی کے حصول میں ساری زندگی صرف کرنی چاہیے۔ انا بذكر الازم فالزم بذكر)

ہیہات ہیہات! دوسرے کے سوا جو کچھ

ہے سب بے کار ہے۔

بعد از خدائے ہرچہ پرستند پیچ نیست
بے دولت آنکہ تکلیف بہ پیچ اختیار کرد

خدای تعالیٰ کے سوا جس کی پرستش کی جائے کچھ نہیں اور جس نے غیر پر بھروسہ کیا بدھیجے
والسلام علی من اتبع الهدی و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین۔

مکتوب ۱۸

بجانب بہلول صوفی سروانی۔ در بیان حال مقربان
حق سبحانہ و تعالیٰ

حق حق حق

خواہم کہ بیخ صحبت اغیار برکم
درباغِ دل رہا نکم جز نہال دوست

(میں چاہتا ہوں کہ اغیار (جمع غیر) کی صحبت کی جڑ نکال کر پھینک دو۔ اور باغ میں سوائے
دوست کے درخت کے اور کچھ نہ لگاؤں)

آپ کا خط ملا جس نے دل میں محبت کی آگ لگا دی۔ واضح رہے کہ جب دل جو کمالات کم
ینلی ولایزالی کا آئینہ ہے ماسوائے اللہ کے گرد و غبار سے پاک ہو جاتا ہے تو عروس (دلہن) حقیقی
بے حجاب ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔ (عروس سے مراد سرستور یا جمال حق و حقیقت حق
ہے)۔ دھومِ معکم ایتما کنتم (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) کا راز جلوہ گر ہوتا ہے اور
محبوب حقیقی صد ہزار نوازش اور ناز سے سوختہ آتش ناز (عاشق) کو نوازتے ہیں اور لباس بقا جس کا
اشارہ دکنجینتہ حیوآۃ طیبۃ (ہم اس کو حیاتِ طیبہ بخشتے ہیں) کی طرف ہے پہناتے ہیں

اور باخود بے خود کر کے فی مقعدِ حدیقاً عندِ ملیکِ مقتدر (عالی قدر شہنشاہ کے ہاں
 مقامِ صدق پر فائز ہیں) کے تخت پر بٹھاتے ہیں اور مقامِ اوسحیٰ اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْسحٰی
 (اور ہم نے وحی کیا اپنے بندے کی طرف جو کچھ وحی کیا) کے لائق بناتے ہیں۔ وَعَلَّمَنَا مِنْ لَدُنَا
 عِلْمًا کے مطابق مقامِ الرحمن علم القرآن و علم الانسان ما لم یعلم (حق تعالیٰ نے
 اپنی صفتِ رحمن سے قرآن نازل کیا اور انسان کو وہ علم دیا جو وہ نہیں جانتا تھا) کے مقام سے علمِ اولین
 و آخرین عطا فرماتے ہیں۔ اور وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَلٰی وَالْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ (ہم نے
 تھیں سَبْعَ مَثَلٰی سورہ فاتحہ اور قرآنِ عظیم عطا کیا) کے مصداقِ نعمتِ عظمٰی سے فائز تے ہیں۔ اس وقت
 یہ ندا می جاتی ہے کہ وَصَلَ الْجَبِیْبُ اِلٰی الْجَبِیْبِ (دوست دوست سے واصل ہوا) جس کا مطلب
 ہے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو سیر کرانی
 شبِ معراج میں)۔ اس وقت یہ اس سے اور وہ اس سے سرفراز ہوتا ہے اور یہ اور وہ کا فرق
 مٹ جاتا ہے۔ (یعنی دوئی مٹ جاتی ہے اور یگانگی حاصل ہوتی ہے) سبحان اللہ!

ان حضرات کے کمالات کیا ستورگے یہ تو انوار و اسرار کے دریا نوش کر جانے والے ہیں۔
 شیخ عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں الہی تو نے اپنے دوستوں پر یہ کیا کرم فرمایا ہے کہ
 جس کسی نے ان کو تلاش کیا تجھے پایا اور جس نے تجھے پایا اُس نے ان کو پہچانا لیکن اس عاشقِ فانی
 یعنی عین القضاۃ ہمدانی قدس سرہ نے اس جگہ یہ فرمایا ہے کہ جو خلق کے نزدیک محمدؐ ہے ہمارے
 نزدیک خدا تعالیٰ ہے اور جو خلق کے نزدیک خدا ہے ہمارے نزدیک محمدؐ ہے۔ یہاں حاضر

۱۔ جاننا چاہیے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور رسالت مرتبہ ظاہری ہے
 پس ظاہر محمد رسول اللہ ہیں اور باطن خدا ہے۔

مراخانہ خود بدام آمدی نظر پختہ تر کن کہ خام آمدی

ترجمہ: تو نے مجھے بلایا لیکن خود دام میں گرفتار ہو گئے۔ نظر پختہ ترک کرو کہ تم ابھی خام ہو۔ (بقیہ ص۔)

غائب ہے اور غائب حاضر۔ اور (در اصل) نہ غائب ہے نہ حاضر۔ سبحان اللہ! یہ کیا راز ہے اور یہ حضرات کیا ہیں۔ کوئی ان کے متعلق کیا کہے۔ اے عزیز! دل کی تیمارداری آج فرض عین ہے۔ یعنی اپنے دل بیمار کا علاج کرنا اور اُسے حق تعالیٰ کا ثنا سا کرنا، باقی سب پہنچ ہے۔

واللہ المستعان علی ما تصفون

مکتوب ۱۹

بجانب شیخ عبدالصمد برادر بزرگ حضرت شیخ
دربیان شغل بہ ذکر و طلب حق اعلیٰ

حق حق، حق

بعد ادائے ما واجب علی الخدماء مسروض باد (جو کچھ خدام پر واجب ہے وہ ادا کرنے کے بعد عرض ہے) کہ

جن و انس کی خلقت کا مقصد معرفت اور عبادت ہے اور ان دو چیزوں سے مراد غیر سے قطع تعلقی اور ذکر دوست ہے۔ اور ذکر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ذکر وہ ہے کہ جس کی بدولت آخرت

(بقیہ گذشتہ ص) وہ مرسل ہے اور خلق مرتبہ ظاہر ہے یعنی رسالت کو دیکھتی ہے اور ہم مرسل یعنی بیچنے والے کو مرتبہ باطن میں دیکھتے ہیں۔ خلق خدا کو جو مرسل ہے باطن سمجھتی ہے۔ لیکن ہم محمدؐ کے ظاہر کو باطن دیکھتے ہیں۔ یعنی ظاہر ہمارے سامنے سے اٹھ چکا ہے اور پوشیدہ ہو گیا اور باطن ظاہر ہو چکا ہے۔ چونکہ باطن ظاہر ہو چکا ہے اس لئے حاضر کو غیب اور غیب کو حاضر کہا گیا ہے اور حقیقت میں نہ حاضر ہے نہ غیب حضور اور غیب اعتباری اور نسبتی امور ہیں ہم نسبت سے بلند چلے گئے ہیں اور وحدت میں یگانہ ہو گئے ہیں۔

کے دائمی درجات نصیب ہوتے ہیں۔ اور یہ ذکر تلاوت قرآن مجید سے بہتر و بلند نہیں ہے کیونکہ کلام پاک غیر مخلوق اور صفتِ حق تعالیٰ ہے اور ذکر مخلوق ہے کیونکہ یہ بندے کی صفت ہے جیسا کہ تفسیر زاہدی میں لکھا ہے :

تعرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کسی کا ذکر تلاوت قرآن سے بہتر و شریف تر نہیں ہے پس مومن کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے آپ کو اس دولت سے محروم نہ رکھے۔
دوسرا ذکر وہ یہ ہے کہ جس کے کشف حقائق اور دین کے وقائق (جمع و قیقر یعنی لطیف مضامین)

کا شود، مراتب یقین حاصل ہوتے ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں :

سُرِّيَهُمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ نَبَيِّنَ لَهُمُ آيَاتِنَا الْحَقِّ

(ہم ان کو آفاق اور نفوس میں اپنی نشانیاں دکھاتے ہیں حتیٰ کہ ان پر حق ظاہر ہو جاتا

ہے۔ آفاق سے مراد کون و مکان ہے اور نفوس سے مراد نفوس انسانی یعنی حق تعالیٰ

ان کو تمام اندرونی و بیرونی رموز سے آگاہ فرماتا ہے)

یہ وہ مقام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شہادت یوں دیتے ہیں کہ :

وَاللَّهُ لَا أَعْبُدُ رَبًّا مَّالَمَ أَسْرَأْ

(خدا کی قسم میں اپنے رب کی عبادت اسے دیکھے بغیر نہیں کرتا)

اور اس کمال کی نشان دہی یوں بھی کی گئی کہ

لَوْ كَشَفَ الْغُطَاءُ مَا أَزْدَدتَ يَقِينًا

(اگر پردہ اٹھ جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا)

یہ شاید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں

سے بھی دیکھ لوں تو میرا یقین جو مجھے حق تعالیٰ کے ساتھ ہے زیادہ نہیں ہو جائے گا۔ یہاں یہ

واضح کر دینا ضروری ہے کہ علم کے تین مراتب ہیں :

۱ - علم الیقین

۲ - عین الیقین

۳ - حق الیقین

علم الیقین یہ ہے کہ سنی سنائی بات پر یقین کر لے کہ اس طرح ہے جیسے کسی نے آگ کو جلاتے نہ دیکھا ہو اور سن کر یقین کر لے کہ آگ جلتی ہے۔ عین الیقین یہ ہے کہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لے کہ آگ لکڑی کو جلا رہی ہے۔ حق الیقین یہ ہے کہ اپنا ہاتھ آگ میں ڈال کر دیکھ لے کہ واقعی آگ جلاتی ہے اور یہ یقین کا بلند ترین مقام ہے۔ چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایمان بویقین کا آخری اور بلند ترین مرتبہ یعنی ذات باری تعالیٰ کے ساتھ حق الیقین حاصل تھا۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ میرے سامنے بھی آجائیں تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا۔ کیونکہ سلسلے آنا مرتبہ عین الیقین ہے جو حق الیقین سے کم تر ہے اور ذات حق کے ساتھ حق الیقین کا مطلب فنائے ذاتی ہے۔ پیشوائے اولین و آخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام کے متعلق یوں بھی فرمایا ہے :

إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي

(تحقیق میں رب کی طرف جاتا ہوں۔ ذاہب صیغہ فاعل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ

ہمیشہ یعنی علی الدوام اپنے رب کے ساتھ رہتا ہوں)

نیز فرمایا کہ :

لِي مَعَ اللَّهِ وَقْتُ.....

(یعنی مجھے حق تعالیٰ کے ہاں ایسا وقت حاصل ہوتا ہے کہ جہاں کسی مقرب فرشتے

یا نبی یا مرسل کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اس سے مراد بھی وہی مقام فنائے ذاتی ہے۔

اگرچہ فنائے ذاتی غالباً تمام انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھی لیکن فنا کے بھی بے شمار

مراتب ہیں۔ اس حدیث پاک میں فنا کا آخری درجہ یعنی فنائے تامہ مراد ہے)

اور یہی وہ مقام ہے کہ جس کے حصول کے لئے کائنات وجود میں آئی۔ اور ذکر وہ ہے جو اہل

ذکر اصحاب سے مسلسل ہو اور سلطان انبیاء و برہان الامفیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک

مسلسل اس کی سند یا پیچھے۔ اور طالب حق کا کام اس کے سوا کیا ہے کہ اشتغال بالعلوم

الشرعیة و تلاوت القرآن امور حسنة و لیکن شان الطالب شان آخیر علوم شریعت اور تلاوت قرآن میں مشغول ہونا اچھے کام ہیں لیکن طالب کی شان اور شان ہے یعنی مومن کے لئے دو وقت ہوتے ہیں ایک وقت طلب ہے کیونکہ بندہ کی خدا تعالیٰ تک رسائی فرض عین ہے فَرَضْنَا لِعَيْنِنَا (فرض ہے خاص اسی کے حصول کے لئے) اور دوسرے سب فرائض ذرائع اور اسباب ہیں اسی ایک فرض کے حصول کے (یعنی اگرچہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ فرض ہیں لیکن مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ مقصود تک پہنچنے کے ذرائع ہیں مقصود بالذات اللہ ہے)۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ السِّرُّ الصَّلَاةُ فَرَضْنَا لِعَيْنِنَا (نماز کا راز یہ ہے کہ یہ ذات حق میں رسائی کا ذریعہ ہو)

لَا تَهَافُظْ بَيْنَ اللَّهِ وَعَبِيدِهِ. وَالْوُضُوءُ فَرَضٌ لِغَيْرِهِ لِأَنَّهُ
وَبِهَاسْتَعْدَ الْعَبْدُ إِلَى الصَّلَاةِ (کیونکہ نماز سیر صحتی ہے درمیاں بندہ اور
وضو فرض ہے اس کے غیر کے لئے کیونکہ وضو کے ذریعہ صلوة تک رسائی ہوتی ہے
مطلب یہ ہے کہ صلوة فرض بغیم ہے اور وضو فرض لغیرہم ہے۔ یعنی وضو نماز کے
حصول کے لئے کیا جاتا ہے اور نماز حصول حق کے لئے ہے،
چنانچہ امام شبلی فرماتے ہیں کہ:

الصَّلَاةُ اتِّصَالٌ وَالْوُضُوءُ انْفِصَالٌ

(نماز اتصال ہے اور وضو انفصال۔)

پس ذکر کی شان یہ ہے کہ بخلاف کثرت اور ادوتلاوت وغیرہ کے اسے اپنے آپ سے باہر نکال کر حق تعالیٰ سے ملا دے۔ مومن کے لئے دوسرا وقت طلب سے فراغت کا وقت ہے۔ یہ وہ وقت ہے یا بہشت خاص ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ:

أَعَدَّتْ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ

وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشِيرٍ

(تیار کی گئی بندگانِ صالحین کے لئے کہ جس کی تعظیم کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے

سنا ہے نہ کسی انسان کے دل کا خیال وہاں تک پہنچ سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس بزرگ (شاید خواجہ شمس الدین عظیمی) نے فرمایا ہے کہ:

مَا فِي الْجَنَّةِ أَحَدٌ سِوَى اللَّهِ

(جنت میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں ہے)

اور وہ جنت کہ جس کے ساتھ حق تعالیٰ نے اپنی نسبت کی ہے اور فرمایا ہے

ذَدْخَلِي فِي عِبَادِي فِي صُلبِ ذَاتِي وَادْخَلِي جَنَّتِي فِي

فِي فِضَاءِ رُؤْيَتِي۔ (داخل ہو جاؤ میرے عبادین میں یعنی صلبِ ذاتی میں اور میرے جہنم اور

جنت میں داخل ہو جاؤ یعنی رویتِ باری تعالیٰ کی نصیب میں داخل ہو جاؤ) (یعنی خدا کے سوا)

جہاں اس کے سوا کچھ نہیں

اس مقام پر پہنچ کر گُنتُ لَدُنْهُمْ مَعًا وَبَصُرُوا بِرُؤْيَا أُولَئِكَ أَمْ هُمْ اس کے یعنی سالک کے کان

آنکھ، ہاتھ اور زبان بن جاتے ہیں) کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے اور فرض سے فراغت نصیب ہوتی

ہے اور الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ (اور وہ لوگ دائمی نماز میں ہوتے ہیں) کے

زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

فَهُوَ هُوَ وَلَيْسَ إِلَّا هُوَ (یعنی ہوتی مطلقہ طاری ہو جاتی اور اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا) پس فَرَأَى

کے بعد جو کہ جنات ہیں نوافل پر ہاتھ مارنا چاہیے اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کی شریعت جو جبلِ متین یعنی

۱۔ یہ اگرچہ بیان ہے لیکن نہان در نہان ہے اور کوئی بیان نہیں ہے پس صلا عین سرائت

ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر مستقیم ہے یعنی یہ قول ہمیشہ کے لئے قائم اور انسان

کی آنکھ، کان اور دل پر کبھی ظاہر نہیں ہو سکتا۔ مستقیم کے شاید یہی معنی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ احقر مترجم

مضبوط رہی ہے پر قائم رہنا چاہیے اور یہ سنت الہی ہے وَ لَمَّا تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا
 (اور سنت اللہ کے لئے کوئی تبدیلی نہیں ہے) اور یہ طریق انبیاء اور اولیاء کا ہے جس کا خلاف
 سراسر ظلم ہے۔ وَ اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں بخشتا)
 لِأَنَّهُ دَضَعُ الشَّيْءُ فِي غَيْرِ مَحَلِّهِ (کیونکہ کافر بے محل بات کہتا ہے) پس فلاح
 سے محروم رہتا ہے۔

مکتوب ۲۰

بجانب عبد الرحیم دیپالپوری و بیان بلند ہمتی و

مسئلہ جبر و تقدیر

حق حق حق

اگرچہ آپ نظروں سے دُور ہیں لیکن دل کے ساتھ حاضر ہیں۔ آپ کا نوازش نامہ اس فقیر کسیر
 اسیر نفس، شریعہ عید القدوس اسمعیل الحنفی کو ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ آنکھوں کو نور اور دل کو سرور
 حاصل ہوا۔ المقصود هُوَ المقصود وَلَا مقصود سِوَايِ اللَّهِ (مقصد یہ کہ مقصود وہی ہے اور
 اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں) واضح ہو کہ لوگ کہتے ہیں کہ دنیا اس قدر ہونی چاہیے کہ آدمی اپنے
 عزیز و اقارب کے درمیان عزت سے زندگی بسر کر سکے اور قرابت داری قائم رہ سکے تاکہ ان کے
 فکر سے بے فکر ہو کر مطمئن رہ سکے۔ اسے عزیز یہ صحیح ہے کہ فرض کل سراجیل فی طریق محبوبہ
 و مطلوبہ علی قدر ہمتہ (ہر شخص کے لئے اپنے محبوب اور مطلوب کا راستہ اختیار کرنا اس کی
 ہمت کے مطابق فرض ہے) لیکن یہ بات طالبان حق کی ہمت سے بہت دُور ہے اور پاک ہمت
 لوگ اس سے سخت متنفر ہیں۔ افسوس صد افسوس! افراد کی طرح ہونا چاہیے جس نے اپنی جان شیریں

(میشی جان) شیرین (محبوبہ) کی طلب میں قربان کر دی۔ اور مجنون کی طرح ہونا چاہیے کہ جس نے
 لیلیٰ کی یاد میں اپنے آپ کو برباد کر دیا۔ یہ درست ہے کہ جو کچھ فریاد اور مجنون نے شیریں اور
 لیلیٰ کے لئے کیا ہر شخص نہیں کر سکتا۔ لیکن اس مشکل کا جواب پروانے کی زندگی سے حاصل کرنا
 چاہیے کہ وہ کیوں اپنے آپ کو شمع پر قربان کر دیتا ہے اور اُسے اپنے آپ سے اور اپنے
 اہل و عیال سے کچھ یاد نہیں رہتا۔ اس جگہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ تک رسائی بہت ہی
 آسان ہے اور بہت ہی مشکل ہے، جس شخص کو اپنی روزی اور اہل و عیال کا فکر نہیں اس کے لئے
 خدا کا ملنا بہت ہی آسان ہے۔ کیونکہ اگرچہ غیر درمیان میں ہے (یعنی بال بچے جو غیر اشر ہیں اس کے
 ساتھ ہیں) لیکن اس کے ساتھ یہ تعلق صرف وہی اور خیالی ہے پس اس وہم و خیال کو چھوڑ کر محبوب
 لایزال (حق تعالیٰ) کے جمال میں موم ہو جاتا ہے۔ اور جس شخص کو اپنی روزی اور اہل و عیال کا فکر
 لاحق ہے اس کے لئے خدا تک پہنچنا بہت ہی مشکل ہے۔ یہاں مندرجہ بالا دلیل کے ساتھ حضرت
 علی کرم وجہہ کا جواب بہت قوی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تیرے اہل و عیال حق تعالیٰ کے دوست
 میں تو تجھے ان کی فکر نہیں ہونی چاہیے کیونکہ وہ اپنے دوستوں کو ضائع اور خوار نہیں کرتا۔ اگر وہ
 خدا تعالیٰ کے دشمن ہیں تو تجھے خدا کے دشمنوں سے کیا تعلق۔ اے عزیز! اہل و عیال کا بہانہ دے
 کہ شیطان بڑے بڑے محلے کرتا ہے۔ یہاں ان کلمات سے مدد لینی چاہیے لا حول ولا قوۃ
 الا باللہ اور رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا اے عزیز!
 مردان خدا کے لئے اپنی ہمت حادث زفانی چیزوں پر صرف کرنا باعث ننگ و عار ہے۔ ان کی
 ظرمت میں یہ چیزیں حیرت ہیں۔ ان کا دل ان چیزوں کے حصول سے مطمئن نہیں ہوتا۔ اے بھائی!
 کچھ امر کُن سے وجود میں آیا ہے یعنی جو حادث ہے اپنی ذات سے قائم اور باقی نہیں۔ اور جو
 چیز اپنی ذات سے قائم نہیں اپنے وجود میں غیر کی محتاج ہے لہذا اس کے حصول کی کوشش کرنا
 اور اسے منظور نظر بنانا کم ہمتی اور بے مروتی ہے۔ بلند ہمتی یہ ہے کہ حق کے سوا کسی کا طلب گزار
 بنے۔ وَأَنَّ اللَّهَ يُحِبُّ لِمِمِّمْ وَيَنْفَعُ أَسَافِلَهَا (اللہ تعالیٰ بلند ہمت کو محبوب

رکتے ہیں اور پست ہمت سے ناراض ہوتے ہیں،

مسئلہ جبر و قدر

آپ نے پوچھا ہے کہ آیا بندہ کا اختیار جس میں وہ فاعل مختار، مکلف، سزا و جزا کا مستحق ہے آیا وہ اختیار قوی ہے یا ضعیف ہے۔ اسے عزیز، ضعف و قوت مجز و مختار کے مقابل ہے۔ اور یہ امر مسلم ہے اور تمام اولین و آخرین کا اجماع اسی پر ہے کہ بندہ بے چارہ ضعیف اور عاجز ہے۔ بہت کچھ چاہتا ہے نہیں ہوتا۔ نہیں چاہتا ہو جاتا ہے۔ تمام سلاطین، انبیاء اور اولیاء ہمیشہ عاجز ہیں اور کوئی شخص دم نہیں مار سکتا۔ جس نے دم مارا ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ پینانچہ ملائک کے درمیان عزرا زیل (ابلیس) اور بنی آدم میں نمرود و فرعون کا حال مشہور ہے۔ مگر اسی سے ٹوٹی ہے کہ بندہ کو سوائے اختیار کی تہمت کے کچھ حاصل نہیں ہے۔ یہی اہل سنت و عجمت کا مذہب ہے اور یہی اہل تحقیق اور اہل حق کا اعتقاد ہے۔ اگر فعل ازلی پر نظر کریں (یعنی اگر اختیار کی خالق کے ہاتھ میں سمجھیں) اور بندہ کا اختیار مطلقاً نہ مانیں عطلت (شاید تعطل) پیدا ہوتا ہے اور الوہیت و عبودیت باطل ہوتی ہے۔ اور امر ونہی، بعثت انبیاء و رسل و کتب، ثواب و عذاب دنیا و عقبی سب بے معنی ہوتے ہیں۔ اور یہ فساد محض ہے (یعنی بے دینی ہے)۔ اور فرقہ جبریہ کا مذہب ہے۔ اس کے برعکس اگر نظر صرف ظاہری حس پر رکھیں اور یہ سمجھیں کہ بندہ ہر کام میں فاعل مختار ہے اور اسے قدرت حقیقی کا مصدر جانیں تو یہ الوہیت باری تعالیٰ میں شریک اور اس کی شان الوہیت کی ضد ہے۔ کیونکہ اس سے قادر حقیقی کی قدرت سے اعراض و انکار لازم آتا ہے اور یہ مذہب فرقہ قدریہ کا ہے۔ یہ لوگ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک مقدر (اختیار) قادر اور بندہ کی قدرت کے تحت بیک وقت و بیک زماں محال ہے لہذا وہ بندہ کی قدرت کو قوی اور ثابت سمجھتے ہیں اور قدرت خداوند کی نفی کرتے ہیں کیونکہ اس سے ہماری حس (ظاہری نظر) کا انکار لازم نہیں آتا۔ لیکن گمراہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ اس سے خدا تعالیٰ کی صفت کمال کی نفی، اس کی الوہیت میں شریک اور اس کی عبودیت کی حدیث لازم آتی ہے۔ العیاذ باللہ من ذالک (پناہ بہ خدا)۔ اے عزیز!

حضرت آدم صلی اللہ کے واقعہ پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تھا کہ اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ اور تقدیر یہ تھی کہ اس کا مرتکب ہو جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اختیار بھی تھا اور حق تعالیٰ کے حکم بجالانے کا مقصد بھی تھا۔ وہ حکم یہ تھا کہ :

لَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الْعَادِيَاتِ

(اور تم اس درخت کے قریب نہ جاؤ پس وہ بھولے اور ہم نے ان میں پھینکی نہ پائی)

لیکن تقدیر غالب آگئی۔ وغالب علی امرہ ای امر عبادہ (اور اللہ اپنا حکم منوانے کی طاقت رکھتا ہے)۔ حضرت آدم علیہ السلام کا اختیار جاتا رہا اور آپ کا قصد خاک میں مل گیا۔ اور یہ اعلان ہو گیا کہ :

وَعَصَى آدَمَ رَبَّهُ فَغَوَىٰ

آدم نے نافرمانی کی اور بے راہ ہوا

یہ دیکھ کر عقل دنگ ہے۔ دراصل یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ تجھے یقین ہو جائے کہ بندہ کا اختیار سوائے تہمت اختیار کے کچھ نہیں۔ اگر اختیار میں قوت ہوتی تو حضرت آدم کبھی نہ گرتے اور گر کر کبھی نہ اٹھتے۔ یہاں عفو گناہ قابل غور ہے کیونکہ جو کچھ کیا تقدیر نے کیا۔ اور بندہ کے پاس سوائے تہمت اختیار کے کچھ نہ تھا۔ لہذا ہوشیار رہو اور کبھی قضا و قدر کا بہانہ نہ بناؤ۔ گناہ کے بارے میں حضرت آدم علیہ السلام کی اقتداء (پیروی) کرو کہ جب آپ نے لغزش ہوئی تو یہ نہ کہا کہ یہ تیری قضا تھی بلکہ یہ کہا کہ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اگرچہ جو کچھ ہوا قضا الہی سے ہوا لیکن عقل مند کو چاہیے کہ وہ بات کرے جو موجب ناراضگی حق نہ ہو۔ روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے پوچھا کہ یہ کام کیوں نہ کیا۔ عرض کیا، الہی مجھ سے خطا ہوئی ہے لیکن طبیعت میں خواہش تھی۔ شیطان مجبور کر رہا تھا۔ درخت آراستہ تھا اور ہر ساعت زیادہ آراستہ ہو کر میرے آدنزدیک ہو جاتا تھا۔ فرمان ہوا کہ ہاں یہ سب کچھ تھا لیکن یہ ہماری قضا بھی تھی۔ عرض کیا الہی میں یہ نہیں کہتا ہوں کہہ سکتا ہوں۔ فرمان ہوا کہ تجھے معلوم ہونا چاہیے لیکن کوہ مت۔

پس اے عزیز! محققان اہل حق اور پاک لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ فعل حق کی نفی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ فاعل حقیقی وہی ہے اور بندہ کے اختیار کو بھی دور نہیں کرنا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ بندہ بیچارہ قادر تو ہے لیکن عین قدرت میں خود عاجز ہے۔ مختار ہے لیکن عین اختیار میں خود ضعیف ہے کیونکہ اختیار کی تہمت اس پر لگائی گئی ہے۔ اس لئے اسے امر و نہی کا حکم دیا گیا ہے۔ اور سزا و جزا کا مستحق قرار دیا گیا ہے تاکہ عبودیت اور ربوبیت اپنے مقام پر قائم رہے اور کوئی فساد لازم نہ آئے۔ کسی نے کیا صاف کہہ دیا ہے۔ بیت

ہر نیک و بدے کہ در جہاں مے گذرد

خود مے کند و بہانہ بر عام نہساد

(دنیا میں جو نیکی اور بدی ہو رہی ہے سب خود کرتا ہے بہانہ عام لوگوں پر ڈالتا ہے)

اے عزیز! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

خَلِقَ الْإِنْسَانَ ضَعِيفًا

(ہم نے انسان کو کمزور پیدا کیا ہے)

اس آیت پاک سے انسان کا اختیار ثابت ہوتا ہے اگرچہ عام لوگ اس پر غور نہیں کرتے۔ بندے کا اختیار بندے کی صفت ہے اور صفت موصوف سے جدا نہیں ہے (مطلب یہ کہ اگرچہ بندے کو کمزور کہا گیا ہے لیکن زور کم ہے مفقود تو نہیں ہے) پس لازماً بندہ اپنے تمام صفات کے ساتھ ضعیف اور عاجز تھا۔ پس عقل کے اعتبار سے بندے کا فعل اور بندے کا اختیار بندے کا کسب رکام ہے۔ اسی لئے اختیار کو بندے کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے اور اختیار کی تہمت اسے لگائی گئی ہے نیز اگر اختیار کا قائل لفظ اختیار کے حقیقی اور صحیح معنی لے کہ بندے کا اختیار حق تعالیٰ کے ارادہ کے مقابلے میں اختیار مکروہ ہے (یعنی اختیار بالجبر و اکراہ ہے)۔

تو یہ اختیار فاسد ہے۔ [اختیار مکروہ کا مطلب ہے وہ اختیار جن میں جبر شامل ہو]۔

لَا يَسْعَهُ خِلَافَ مَا أَرَادَ اللَّهُ وَكَانَ مُخْتَارًا فِي فِعْلِهِ مُضْطَرًّا فِي

الکالاختیار۔

(جو کچھ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے اس کے خلاف کام کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے اس لئے انسان اپنے فعل میں تو مختار ہے لیکن اختیار میں مضطر ہے یعنی مجبور ہے) اور جو لوگ انسان کے حقیقی اختیار کے قائل ہیں اس سے استغفار واجب آتا ہے کیونکہ فاعل حقیقی اور مختار حقیقی خدا تعالیٰ ہے۔ پس اس معاملے میں عجز و انکسار سے کام لینا چاہیے اور یہی انبیاء و اولیاء کی سنت ہے اس کے علاوہ سب گمراہی اور وبال ہے بلکہ وبالِ در وبال ہے۔ جس قدر ہو کے استغفار سے کام لینا چاہیے۔ اور اس اعتقادِ بد سے توبہ کرنی چاہیے۔ اور اپنے کام میں لگے رہنا چاہیے۔ والسلام علی من الہدیٰ۔



مکتوب ۲۱

بجانب شیخ عبد الصمد برادر بزرگ حضرت شیخ۔
در بیان محافظتِ دل از ماسوی اللہ

حق حق حق

حدیث آرزو مندی بصد دفتر نے گنجد

چگونہ شرح مشاقتی بیک طومار بنویسم

آرزو مندی کا بیان سو دفتر میں بھی نہیں سما سکتا یہیں کس طرح اپنی شتاتی کو ایک
کاغذ کے اندر بیان کروں)

خدمتِ با عظمت، منصبِ بارفخت، جنابِ عالی مآب، صدرالعلماء، بدرالصلحاء، فردوزیاد،
مردِ عباد، صاحبِ شریعت، عالمِ طریقت، جوہرِ بحرِ حقیقت، اعظم علمائے الشرق والغرب، اتقی
القیار، العجم والعرب، خدمتِ خداوند، حضرتِ مخدومی و استاد می و مولائی حضرتِ مخدوم العالم بندگی
شیخ عبد الصمد دام حیاة و زید تقوایہ سوسہ اللہ تعالیٰ عن الآفات و عاہاتِ آخر الزماں و بصیرۃ
بحقیقتِ الوجود و المقصود، خدمات و افرو تجمیات متکاثر از برادرِ کہتر و بندۂ کتر خود فقیر بے نوا،
حقیر مبتلا، عبد القدوس اسماعیل الحنفی لبشرِ نظر منظور فرمائیے۔ المقصود ہو المقصود و لا المقصود
سواء اللہ۔

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ

(جس نے شیطان سے کفر کیا یعنی اس کا کہنا مانا اور جو اللہ سے ایمان لیا اس نے

مضبوط رسی پکڑ لی)

کسی نے کیا خوب کہا ہے :

ہر چہ جزئی بہ سوز و غارت کن

ہر چہ جزو دین ازو طہارت کن

(جو کچھ اللہ کے سوا ہے اسے ترک کر دے اور جو کچھ دین کے سوا ہے اس سے طہارت

کر یعنی ترک کر)

کسی نے سلطان العارفین سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو ملنے کا کونسا راستہ ہے فرمایا راستے سے

بھی بلند ہو جا، اللہ سے مل جاؤ گے۔ اور یہ حقیقت الذکر اور ترکِ غفلت ہے۔ اور یہ کثرت اوراد

نہیں بلکہ ذاتِ حق اور وجودِ مطلق میں فنا ہے اور بقا ہے اور یہ صفتِ القلب صفتِ الارواح

ہے، صفتِ اللسان (زبان کی صفت) نہیں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا اسی

حقیقت کی طرف اشارہ ہے :
لَوْ خَشِيعَتْ قَلْبُهُ حَوَارِجَهُ

پس قلب کی فکر آج کرنی چاہیے اور اپنے دل کے اندر اندر ہر ساعت اور ہر لحظہ جو یاں و پویاں (تلاش کرتے ہوئے اور دوڑتے ہوئے) رہنا چاہیے۔ اور اسباب کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس لطیف ربانی اور جوہر سبحانی (قلب) کی رغبت کس طرف ہے اور یہ کیا چاہتا ہے کیونکہ دل کا میلان جس چیز کی طرف ہوتا ہے دل وہی بن جاتا ہے خواہ صورت میں کچھ ہو۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ :

يَحْشُرُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى نِيَّاتِهِمْ

(قیامت کے دن لوگوں کو ان کی نیات یعنی خواہشات کے مطابق اٹھایا جائے گا)۔
یعنی جس چیز کے ان کے قلوب خواہاں ہوں گے اسی کے ساتھ ان کو اٹھایا جائے گا (پس دل طالبِ حق ہونا چاہیے تاکہ حق تعالیٰ کے ساتھ وہ اٹھایا جائے۔ اگر اس کا میلان موڑ اور بنگلے کی طرف ہے تو وہ ان چیزوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ سے بعید ہوگا) پس طالبِ حق کو چاہیے کہ صحنِ دل کو ہمیشہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ و باللہ ولا سواہ کے جھاڑو سے پاک و صاف کرے۔ اور ماسویٰ اللہ کے جس و خاشاک کو نکال کر باہر پھینک دینا ہے۔ دل آئینہ کی مانند ہے اور آئینہ کے اندر پہلی شکل جو ظاہر ہوتی ہے وہ مقال (آئینہ مانجنے والا) کی شکل ہوتی ہے اور یہ سرِ عظیم (بڑا راز) ہے۔ پس سالک کے لئے چاہیے کہ سوائے اللہ کے اس کے قلب کا مقال کوئی نہ ہو۔ قلب المومن مسرات الرب (مومن کا قلب اللہ کا آئینہ ہے) اور یہ مقام حاصل کرنا چاہیے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے :
چہ حدیث ست است این حدیثے کہ توفی۔ (اس بات سے کونسی بات زیادہ بہتر ہے کہ تو ہے۔ یعنی محبوب کا ہونا بڑی دولت اور بڑی بات ہے)

وَالسَّلَامُ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ. طِبْتُمْ فَنَادُخُواهَا خَالِدِينَ.

مکتوب ۲۲

بجانب شیخ زادہ بر جادہ شیخ اولیاء عرف شیخ بدھ
در بیان بے نیازی حق تعالیٰ

حق حق حق

سلام علیکم سلام علیک۔ روحی فداک و قلبی لدیک

(تجھ پر ہزاروں سلام، میری روح تجھ پر فدا ہو اور قلب تیرے ساتھ وابستہ ہو)

قدم بوس و زمین بوس بجناب عالی مآب لایزال عالیاً آستانہ علیا حضرت پیر زادہ سجادہ نشین

درگاہ عالی فرد حقیقت، مرد طریقت، بحر حقیقت، شیخ المشائخ والاولیاء، شیخ الاولیاء عرف شیخ بدھ

دامت مشیختہ، فقیر حقیر بتلا عبد القدوس اسمعیل الحنفی عرض پر داز ہے کہ: المقصود هو المقصود و

لا مقصود سواہ فاللہ ولا سواہ۔

فَمَنْ يَكْفُرْ بِطَاغُوتٍ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى

(جس نے شیطان کا کہنا نہ مانا اور جو اللہ پر ایمان لایا وہ محفوظ ہو گیا)

نوازش نامہ ملا۔ سر آنکھوں پر رکھا۔ اے جناب کے گھر میں چوری ہونے کی خبر سن کر ملال ہوا۔

لیکن صبر کے سوا کیا ہو سکتا تھا۔ حق تعالیٰ کا کام اسی طرح ہے کہ ایک آدمی رنج و مشقت سے

جو کچھ کھاتا ہے دوسرے کو بلا رنج و مشقت دلا دیتا ہے۔ ایک کو عزت دیتا ہے دوسرے کو ذلت۔

ایک کو عصیاں کے بعد طاعت کی طرف لے جاتا ہے اور دوسرے کو طاعت کے بعد عصیاں

میں مبتلا کرتا ہے۔ یہ شان لا ابالی (بے پروائی) ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۔

(اللہ تعالیٰ بے شک تمام جہانوں سے مستغنی ہے) سارے جہان اور ساری مخلوقات سے

بے نیاز ہے اس نے اعلان کر دیا ہے کہ:

هُوَ لَا يَرَى فِي الْجَنَّةِ وَلَا ابْنِي وَهُوَ لَا يَرَى فِي النَّارِ وَلَا ابْنِي -

(وہ لوگ جنت میں ہیں اور مجھے پرواہ نہیں اور وہ لوگ دوزخ میں ہیں اور مجھے پرواہ نہیں)

اس کی رضا کے ساتھ راضی رہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں خود ساری دنیا متاعِ فانی اور زینتِ باریانی ہے ہم مفلسوں کے ہاتھ کیا آئے گا۔ لہذا آخرت کا فکر کرنا چاہئے، طلبِ حق میں مشغول رہنا چاہئے اور اس راہ میں جدوجہد کرنی چاہئے کیونکہ **وَلَا خَيْرَ إِلَّا فِي حَيْثُ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ** (آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم ہے) کا نفاذ ہے۔ چکلے ہیں نیز حصولِ علم میں کما حقہ کوشش کرنی چاہئے کیونکہ علم کے بغیر عمل ہرگز ممکن نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید کہتا ہے کہ:

وَلَمْ يَكُنْ وَلِيٌّ مِّنَ الدُّلِّ وَبِهِ صَاحِبُ السَّادَةِ بِقَوْلِهِ مَا اتَّخَذَ

اللَّهُ وَلِيًّا جَاهِلًا

ہوشیار اور خبردار رہنا چاہئے کہ یومِ جزا آج نہیں ہے اور فرصتِ غنیمت ہے اور علم کی فضیلت کسی ماقبل سے پوشیدہ نہیں ہے۔ قاضی جمال کے پاس ضرور جایا کریں اور علم حاصل کیا کریں۔
(والسلام)

مکتوب ۲۳

بجانب شیخ حمید پیرگلاں حضرت شیخ

در نصیحت و طلبِ حق تعالیٰ

حق حق حق!

شعر: سلام علیکم سلام علیک روحی خدایک و قلبی لیدیک

دعائے برخوردارمی و شنائے بزرگواری، فرزندِ دلبند، نورِ چشم، میوہِ دل، برگزیدہ حضرت

لا اله الا الله، مقبول الله، واهل الله بر جادة شريعت محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم لا زال
 كاسمه حميداً و الى اهل الحق مجيداً جعل الله تعالى من العلماء الآخرة و العلماء بالشر و الاتقياء المتبرين
 عما سوى الله - از فير بے نوا، حقير مبتلا، عبد القدوس اسمعيل الحنفى - المقصود هو المقصود
 سواة فالله ولا سواة -

فمن يكفر بالطاغوت ويؤمن بالله فقد استمسك بالعروة الوثقى

(جس نے شیطان کا کھانا مانا اور اللہ پر ایمان لایا وہ محفوظ ہو گیا)

اے فرزند! فرصتِ غنیمت ہے رات دن تحصیلِ علم کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ علم حاصل
 کرنے کا وقت یہی ہے۔ اور دائمی وضو کے ساتھ رہنا چاہیے۔ اور سنن اور فرائض کی ادائیگی خشوع
 و خضوع کے ساتھ کرنی چاہیے جس طرح کہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا ہے۔
 خوب جدوجہد کرنی چاہیے اس کام میں سعادتِ دو جہانی اور دولتِ جاودانی پنہاں ہے اس
 کام میں بے شمار برکات ہیں۔ جاننا چاہیے کہ علم کا مقصود عمل ہے کیونکہ کل عمل کی بابت پرسش
 ہوگی نہ کہ زیادتی علم کے متعلق۔ اور عمل کا مقصود حق تعالیٰ سے اخلاص و محبت ہے کیونکہ یَسْأَلُ
 الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صَدَقٰتِهِمْ (صدقین سے ان کے صدق کے متعلق پرسش ہوگی) کا نفاذ
 ہر خاص و عام کی کمر توڑ رہا ہے۔ اور اخلاص و محبت کا مقصود خود محبوب حقیقی ہے جو وجود مطلق
 و معبود برحق ہے۔

اِنَّ صَلٰوَتِيْ وَنَسْكَيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا
 شَرِيْكَ لَهٗ

بے شک میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو

رب ہے تمام جہانوں کا اور جس کا کوئی شریک نہیں،

پس طالب کو چاہیے کہ طلبِ حق میں اور حصولِ جمالِ لم یزل و لایزال کے لئے صحنِ دل کو نفی
 ماسویٰ اللہ اور اثباتِ حق کے جا روب (جھاڑو) سے ہمیشہ پاک و صاف کرتا رہے۔ اور سرِ علم

اور ہر عمل کی غرض و نیت یہی سمجھے۔ اب جس طرح کفر و معصیت کو ظاہری شرع کے حکم سے یہ حضرات ترک کرتے ہیں اسی طرح عین طاعت اور علم و عمل سے بھی بھاگ جاتے ہیں اور اس طاعت کو معصیت اگناہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ معصیت اس وجہ سے معصیت ہے کہ بندہ خود ہے۔ (یعنی خودی موجود ہے اور فنا حاصل نہیں ہوئی) چونکہ طاعت میں خود موجود ہے اس لئے تمام حجابات اور افکار حاصل رہتے ہیں۔ اے فرزندِ دلہند! معصیت کا لشکر ذرا سی ندامت سے بھاگ جاتا ہے کیونکہ الندم توبہ ندامت (ندامت توبہ ہے) لیکن سپاہ طاعت جو حجاب نوری و سدِ سُرداری ہے اس کا توڑنا بے حد مشکل ہے۔

(حاشیہ کتاب طاعت اور علم و عمل سے بھاگنے کے یہ معنی ہیں کہ اسے مقصودِ حقیقی نہ سمجھے اور اس کے اندر مقید نہ رہے یہ معنی نہیں کہ طاعت اور علم و عمل ترک کر دے۔ نعوذ باللہ۔ احقر مترجم۔
عرض پر داز ہے کہ جیسا کہ سرِ دلبران میں لکھا ہے حجاب کی تین قسمیں ہیں اول حجاباتِ ظلمانی یعنی معصیت اور گناہوں کا پردہ جو انسان اور حق تعالیٰ کے درمیان حائل ہے۔ دوم حجاباتِ نورانی یہ وہ حجاب ہیں جو کشف و کرامات کی وجہ سے سالک کو ذاتِ حق سے علیحدہ رکھتے ہیں کیونکہ کشف و کرامات میں پھنس کر آدمی کی مزید ترقی رک جاتی ہے۔ سوم حجاباتِ کیفی۔ یہ وہ حجاب ہے جو کیفیات کی وجہ سے سالک اور حق کے درمیان حائل ہو جاتا ہے یعنی آدمی کیفیات کی لذت میں مست ہو جاتا ہے اور آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہاں حضرت شیخ نے طاعت کو حجابِ نوری اور سدِ سُرداری کہا ہے اس میں دونوں قسم کے حجابات آگئے ہیں یعنی نورانی اور کیفی اور ان حجابات کا توڑنا سخت مشکل ہے کیونکہ حجاباتِ ظلمانی تو معصیت کی وجہ سے ہوتے ہیں اور معصیت کا ترک کرنا آسان ہے کیونکہ معصیت کی وجہ سے آدمی خلقت کے نزدیک بھی بُرا سمجھا جاتا ہے لیکن حجاباتِ نورانی اور کیفی جو طاعت اور نیکی سے پیدا ہوتے ہیں، کا ترک کرنا بہت مشکل اس لئے ہے کہ ایک تو طاعت میں شہرت ہوتی ہے اور آدمی خلقت کے نزدیک نیک نام ہوتا ہے دوسرے کیفیات میں لذت بھی ہوتی ہے اور لذت بھی ایسی جو جائز ہے)

اس حقیقت کو سمجھنا بہت مشکل ہے مردانِ خدا اور اہلِ اسرار کا کام ہے۔ خداوند تعالیٰ کی شانِ
لا اُبالی ہے وہ صد ہزار طاعت کو خاک میں ملا دیتا ہے اور صد ہزار گنہگاروں کو ایک لمحے میں
بزرگی کی مسند پر بٹھا دیتا ہے اور زندا دیتا ہے کہ

رَأَيْتِ اعْلَمَ مَا لَا تَعْلَمُونَ

(میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے)

ہم پردہ غیب کے تمام اسرار سے واقف ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ اہل اور دانا کون ہے۔

وَهُوَ اعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ

(وہی ہدایت یافتگان کو بہتر جانتے والا ہے)

اس مقام پر کام درہم برہم ہو جاتا ہے اور حیرانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور آدمی سر میں وصول
ڈال کر بیٹھ جاتا ہے۔ جو سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دیکھو کہ اس قدر رفعت اور
بزرگی اور تاج لولاک کے باوجود اور لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ
(ہم نے تمہارے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیتے ہیں) کی خلعت کے باوجود اپنی طاعت اور
تاج عصمت سے کس قدر گریزاں تھے اور فریاد کرتے تھے کہ:

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنْ عِتْقَاتِكَ مُخْرَجًا بِكَ مِنَ النَّارِ

(اے اللہ! مجھے اپنی امان میں رکھ اور آگ سے بچا)

ہیہات ہیہات! یہ کیا حیرانی اور سرگردانی ہے! ساک کو چاہیے کہ مردانہ وار قدم رکھے اور یافت
سے دور بھاگے کیونکہ اس طائفہ کے نزدیک نیافت اس کو چہرے میں ہزار بار بہتر اور افضل ہے یافت
سے۔ اس طائفہ کا ایک مقصود یہی نیافت ہے کیونکہ یافت کا تعلق ہستی سے ہے اور نیافت نیستی
اور توجیب ہے لیکن ہستی سب ظلمت اور شرکت (شرک) کا موجب ہے۔ پس نیست ہو جانا چاہیے اور نیستی
میں خوش اور منہمک رہنا چاہیے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

در رہِ مابلوئے عدمی زند کیت دیرں راہ قدمی زند

(ہمارے راستے میں عدم کی بو آتی۔ کون ہے جو اس راہ میں قدم رکھے یعنی اس کو چے
 میں تو عدم اور میتی ہی میتی ہے کس کی ہمت ہے جو ہمارے ساتھ چل سکے)
 استغفر اللہ استغفر اللہ من کل ما سوی اللہ واللہ عندک اجر عظیم
 (میں ماسوی اللہ سے بیزار ہو کر اللہ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اور اللہ کے ہاں اجر
 عظیم ہے) والسلام

مکتوب ۲۲

بجانب شیخ ابراہیم تھانیسری نو مسلم
 در بیان اعتبارِ دل و عزتِ ایمان

حق حق حق!

سلام علیکم چو در خاطر می

گر از چشم دوری بدل حاضر می

(خدا تجھے سلامت رکھے تو میرے دل میں ہے۔ اگرچہ آنکھوں سے دور ہے لیکن دل کے

ساتھ حاضر ہے)

آپ کا خط ملا۔ باعثِ مسرت ہوا۔ المقصود هو المقصود ولا مقصود سواہ فللہ و

لا سواہ (ہمارا مقصود وہی ایک مقصود ہے جس کے سوا اور کوئی مقصود نہیں۔ اور جس کے سوا کوئی موجود
 نہیں)۔

اے عزیز! اگرچہ ظاہری ملاقات نہیں ہے لیکن تم دل میں ہو اور دل ہی اصل چیز ہے

ہر کام اور ہر چیز دل پر منحصر ہے یہ دل ہی ہے جو بعید کو قریب اور قریب کو بعید کرتا ہے کیونکہ دل

کے اندر یا محبت جلت کی گئی ہے یا عداوت اور وہ اپنی فطرت کے مطابق کام کرتا ہے۔ اس سبب سے وہ ہمیشہ محبوب کی جانب کشاں کشاں لے جاتا ہے۔ حتیٰ کہ پردہ درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور جمال دوست پر ظاہر ہو جاتا ہے وَ كُشِفَ الْغِطَاءُ مَا اَزْدَدَتْ يَقِينًا ر اگر پردہ اٹھ جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا، کا اشارہ اسی حقیقت کی طرف ہے۔

القلوب مع القلوب تتشاهد والضمائر تتناجى استشهاد
قلوب کی قلوب کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور ضمائر آپس میں ہمکلام ہوتے ہیں۔

اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور وہ اسی وجہ سے غیر محبوب سے ہمیشہ دور بھاگتا ہے جس طرح ایک پرندہ قفس کی قید سے گھبراتا ہے اور صحرا کی آزاد فضا میں اڑنا چاہتا ہے مرغ دل بھی حق تعالیٰ کی محبت میں غیر اللہ سے گھبراتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَلَا إِلَى أَعْمَالِكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَنْظُرُ إِلَى
قُلُوبِكُمْ وَنِيَّاتِكُمْ

اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری صورتوں اور تمہارے ظاہری کاموں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے
قلوب اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

س :- یعنی دل مجہول اور مخلوق ہے محبت یا عداوت پر۔ البتہ ایک چیز کو دوست رکھتا اور البتہ ایک چیز کو دشمن۔

کا اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبت بھرے دل کی قدر ہے دل میں اللہ کی محبت نہ ہو تو ظاہری شکل اور اعمال خواہ جس قدر مسلمانوں جیسے ہوں اللہ کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتے)، اہل حق کے نزدیک ایمان و کفر دونوں دل کی صفات ہیں۔ پس آج دل جس چیز کے ساتھ لگا ہوا ہے اس کا سرمایہ ہمیشہ وہی ہوگا۔ اس لئے اس بات کا فکر کرنا چاہیے کہ دل کی بیماری دُور ہو جائے اور غیر اللہ سے اس کا تعلق ٹوٹ جائے اور مذموم دنیا کی محبت دل سے نکال باہر پھینک دی جائے مادل جو حق تعالیٰ کا عرش اور بارگاہ قدس ہے۔ شیاطین کا گھر نہ بن جائے۔ اور یہ بات کثرتِ ذکر طاعت و مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے :

الَّا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ

(یاد رکھو! اطمینان قلب اللہ ہی کے ذکر میں ہے)

معاذ اللہ اگر دل پر غفلت طاری ہو جائے تو شیطان یقین کے تصرف میں آجاتا ہے۔ اور حق کی بجائے شیطان کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نَقَبْضُ لَهُ شَيْطَانًا فَهَوْلَهُ فَتْرِينِ
(جو ذکر اللہ سے اعراض کرتا ہے اس کے دل پر شیطان کا قبضہ ہو جاتا ہے اور وہ اس کے قریب ہو جاتا ہے)

اے عزیز! حق تعالیٰ نے تجھے اپنے فضل و کرم سے دولتِ اسلام عطا فرمائی۔ اس غیبی مہمان کی عزت کرنی چاہیے۔ یہ صد ہزار دولتِ دو جہان اور سعادتِ جاودان ہے اور صد ہزار جان سے روزانہ بلکہ ہر لمحہ اس دولت کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے۔ اور آج اس عزیز مہمان کو صد ہزار عزت و تکریم اور تواضع سے پیش آنا چاہیے۔ تاکہ تو کل قیامت کے دن اس دولت کا تماشا دیکھے۔ اس دولت کا بیان کرنا ناممکن ہے کل تم خود دیکھ لو گے کہ کیا نعمت ہے لیس الجزو و کاملہ عائنه (سننا دیکھنے کے برابر نہیں ہو سکتا) اور اس مہمان کی عزت و تکریم کیا ہے دل کو غیر اللہ سے خلافت شرع امور سے پاک و صاف کرنا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے :

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن
 ہر چہ جز دین از و طہارت کن
 (جو کچھ غیر اللہ ہے اُسے جلادے اور برباد کر دے اور دین کے سوا باقی سب کچھ دل
 سے نکال دے)

وقت تھوڑا ہے اس لئے اختصار سے کام لیا ہے دانا کے لئے اشارہ کافی ہے۔ عافیت بخیر باد۔

مکتوب ۲۵

بجانب ملک شادی تھانیسری۔ در بیان غریب بوردن
 اسلام و دوستانِ حق سبحانہ

حق حق حق!

دعائے مستجاب و ثنائے مستجاب پنجاب دولت مآب ملک شادی دامِ صحیحہ، وزیر عمر و، و
 دولتہ، و اعلیٰ فی الدارین قدرۃ، از کاتبِ حروفِ داعی کافر اہل اسلام، فقیر حیران، و فقیر سرگرداں
 مشاق سبحانہ، المقصود ہو المقصود.....

اے عزیز! حق تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

(رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتا ہے خواہش نفس سے نہیں کہتا بلکہ یہ وحی ہے جو اس
 پر حق تعالیٰ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے)

نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

الْإِسْلَامُ بُدْءًا غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بُدْءًا قَطُوبًا غَرِيبًا

(اسلام غریب ہو کر دنیا میں آیا اور غریب ہو کر واپس جائے گا)

پس خوش ہونا چاہیے کہ غریبوں کے لئے اس حدیث کے اندر صد ہزار معافی و اسرارِ سبحانی پہنچا
ہیں لیکن آنکھ دیکھنے والی اور کان سننے والے ہوں۔ حاصل کلام یہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وسلم دنیا میں غریب تھے۔

آپ کو اٹھارہ ہزار جہان میں سے کسی چیز کی پروا نہ تھی۔ اور آپ کی حقیقت کو کوئی شخص نہیں
سمجھ سکتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ :

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلَكِنْ خَلِيلِي اللَّهُ

(اور میں کسی کو دوست رکھتا تو ابو بکرؓ کو دوست رکھتا لیکن میرا دوست اللہ ہے)

اب صدیقی اکبرؒ جیسے جانباز اور جاں نثار کا وہ رتبہ ہے کہ ان کی گردن کوئی نہیں پہنچ سکتا دوسروں
کی کیا مجال کہ اس کے آشنا و شناسا ہو سکتا۔ اور اسلام کے جہان میں غریب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ
اس کا حسن و جمال اور اس کی عزت کا کمال ہر آلودگی سے منزہ اور پاک ہے اور پاک رہے گا (لَا
يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ) سولتے پاک لوگوں کے اسے کوئی نہیں چھو سکتا یعنی اسلام کی حقیقت پاکی اور
بلندی تک سوائے پاک لوگوں کے اور کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی) اس دنیا کے تمام مردود اور منحوس لوگ
اسلام سے کوسوں دور ہیں۔ اور دوستانِ خدا کے دنیا میں غریب ہونے کے یہ معنی ہیں ان کے سوا دنیا
میں کوئی شخص حق تعالیٰ کا شائق نہیں ہے اور وہ دوست کی ظاہر دنیا میں ذلیل و خوار ہیں، دوست
کے لئے جہاد میں قسم کھاتے ہیں اور جان قربان کرتے ہیں اور تیرہائے بلا اور تیغ ہائے ابتلا سے دوستانہ
(مصیبت) کو دل و جان میں جگہ دیتے ہیں۔ پس جو شخص آج غریب ہے وہ دوستانِ حق سے نسبت رکھتا
ہے اور جو شخص غریب اور فقرا کو دوست رکھتا ہے اور ان کی دلجوئی کرتا ہے خدا تعالیٰ تک رسائی

حاصل کرتا ہے۔ سبحان اللہ! یہ دولت جس نیک بخت اور مقبول کو نصیب ہو۔ الحمد للہ کہ اس دولت کا نشان آپ کے اندر موجود ہے تا باد چین باد (جب تک رہو اسی طرح رہو) والسلام علی من اتبع الهدی۔

مکتوب ۲۶

بجانب شیخ المشائخ شیخ درویش قاسم اودھی۔ دراکسار
حال و تواضع پیش بزرگان تاسف دین۔

حق حق حق!

بعد حمد و صلوة بندہ شرمسار، خاکسار، خجل (شرمندہ) ازگناہ ہائے بيشمار، عبد القدوس سعید الحنفی بجناب عالی مآب، کمالات ایاب، فلک رفعت، ملک نزہت، برہان العاشقین، سلطان العارفين، قلب زمان حضرت شیخی و مخدومی نفع اللہ السلیمن بطول بقائم و برکات انفاہ (خدا تعالیٰ آپ کی زیادتی عمر سے اور نفوس کی برکت سے مسلمانوں کو نفع پہنچائے) یہ بندہ تباہ حال کند ذہن اور خطا کار ہے ممکن نامناسب بات لکھ دے اور بے ادبی کا مرتکب ہو جائے ورنہ اس کی کیا مجال ہے کہ پیران دستگیران کی خدمت میں مواعظ اور تنبیہات لکھے۔ یہ سیاہ بخت سگ دنیا ہر وقت گناہوں میں مستغرق اور نیکی سے کوسوں دور ہے۔ اس کی مجال کہ مشائخت اور اقتدا کا دم بھرے یا اپنے اوپر یہ کمان رکھے۔ حضرت شیخ روشن ضمیر اور واقف اسرار ہیں۔ جن پر اس بندہ کی کیفیت نیک روشن ہے۔ واللہ بعزۃ اللہ جو ایم درہوا حسد است۔ جز دست نہ پروائے و رائے ماست

اللہ کی قسم اور اس کی عزت کی قسم! دوست کی رضا میری رضا ہے اور دوست کے سوا مجھے کسی کی پروا نہیں) یہ ہمارا مقام ہرگز نہیں ہے چنانچہ اس سینہ کار کا ماتم اسی وجہ سے ہے کہ کل کیا بنے گا۔ اگر کتے کو تخت پر بٹھا دیا جائے تو وہ بادشاہ نہیں بن سکتا۔ اس آوارہ کو مشیخت اور اقتدار سے کیا حاصل۔ بے بہرہ کو بہرور کون کر سکتا ہے۔ محبوب (جو حجاب میں ہو) کے سامنے چراغ رکھنے سے کیا حاصل جو راندہ درگاہ ہو اُسے بارور کر سکتا ہے اور جو بارور ہو اُسے کون راندہ درگاہ کر سکتا ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور آپ پر قرآن اس لئے نازل ہوا کہ خلقت خدا کو خدا سے ملا دے۔ لیکن جو ازلی بے راہ رہا اور جو ازلی تباہ تھا تباہ رہا۔ یہ ہے شان الوہیت جس کے سمجھنے سے عقول قاصر ہیں یہ دیکھ کر زہرہ پانی پانی اور دل کباب ہو گیا ہے کہ کوئی غرقاب جاں بر نہ ہو بلکہ خراب زیادہ خراب ہو اور بجز نامرادی میں غرق ہو اور داد سے ہاتھ دھو بیٹھا سستی کہ سوائے عجز کے ہاتھ میں کچھ نہ رہا۔ اس کے متعلق یہ تباہ حال مزید عرض کرے

گا۔ بیت ۷ لائق بندگی نہ ام بے ہنر و قیمت

گر تو قبول مے کنی باہمہ نقص کا ملم!

(بے ہنر اور بے قیمت یعنی لاشے ہوں اور درگاہ کے لائق ہرگز نہیں ہوں گے۔ ہاں اگر تو

قبول کرے تو تمام نقائص کے باوجود کامل ہوں)

اب یہ تباہ حال آپ جیسے کریم کے دروازے پر پڑا ہے ازراہِ کرم بندہ پروردی کریں اور اس کی

لینسی (ملامت) پر نظر نہ کرتے ہوئے نوازش فرمادیں اور شرف قبولیت بخشیں۔

بیت ۷ مگر ما مقصریم و تو دریائے رحمتی

عذیرکے دود با امید و فلانے تست

(ہم گنہگار ہیں اور تو دریائے رحمت ہے اب صرف تیری وفا کی امید کا سہارا باقی ہے)

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ اجمعین واللہ اعلم بالصواب۔

بجانب بہلول عمونی سروانی۔ در بیان دشواری راہ حق و لغزش بعضے
 نااہل و نادان اور طالبان حق کے باطنی تفرقہ کے علاج میں سے
 بیت سے چنانی در دلم حاضر کہ جاں در جسم و نوح در رگ
 فراموشم نہ وقتے کہ دیگر بار یاد آئی
 تو میرے دل میں اس طرح حاضر ہے جس طرح جان جسم میں ہے اور خون گوں
 میں۔ میں تجھے کسی وقت نہیں بھولتا۔ اس لئے دوسری بار یاد کرنے کا سوال
 ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حق حق حق!

بعد اداے حمد و صلواۃ۔ واضح ہو کہ آپ کا خط موصول ہوا۔ اور حال معلوم ہوا۔ دل کو
 مسرت ہوئی اور حق تعالیٰ کا شکر بجالایا۔ اے بھائی! راہ حق ایسا پرخطر اور پر تکلیف راہ ہے
 کہ نامرد اور مختل اس پر چلنے کے قابل نہیں۔ اس کو چے میں ایسا مرد قدم رکھ سکتا ہے جو جانباز اور
 جہاں تاز (جہاں نور یعنی تلاش حق میں دنیا کا گوشہ گوشہ پھرنے والا) ہو۔ جو اپنے آپ سے
 ہاتھ دھو چکا ہو اور طلب حق اور میدان وحدت میں گم ہو چکا ہو۔ جو کونین کو پس پشت ڈال چکا
 ہو اور غیر اللہ سے منہ موڑ چکا ہو۔ کسی نے خوب کہا ہے

مردے باید سراورانه پای

جملہ گم گشتہ درو او در خدا

(ایسا مرد ہونا چاہیے کہ جس کا سرو پا یعنی نام و نشان باقی نہ رہا ہو۔ ساری کائنات اس
 کے اندر اور وہ خدا کے اندر گم ہو چکا ہو)

بیت سے ہرچہ جزئی بوسوز و غارت کن
 ہرچہ جز دین ازو طہارت کن
 (جو کچھ غیر اللہ ہے اسے جلا دے اور تباہ کر یعنی ترک کر اور دین کے سوا جو کچھ ہے اس
 سے دور بھاگ)

لیکن آج جو کچھ بعض نادانوں اور نااہلوں کے گمان میں ہے سخت آسان ہے۔
 لیکن راہِ حق ایسا نہیں ہے۔ اگر اس قدر آسان ہوتا تو محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اہتمام کے
 ساتھ یہ حکم نہ ملتا کہ:

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَأَيْتَ كَيْدُ

(اے نبی اٹھ یعنی راتوں کو جاگ... اور اپنے رب کی بزرگی بیان کر

اور یہ فرمان نہ ہوتا:

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ

(اور اپنے اہل و عیال و اقربا کو تنبیہ کر)

لہذا آدمی کے لئے اس مطلب کی معرفت حاصل کرنا لازمی ہے۔

وَاللَّهُ يَدْعُوا إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ

(اور اللہ دار السلام کی طرف بلاتا ہے)

اے عزیز! اگر آج طالبانِ حق کے لئے یافت یعنی وصول الی اللہ کی شادی (خوشی) نہ ہوتی تو
 نایافت کا غم ہوتا۔ اور نایافت کے غم کا ایک لمحہ صد ہزار بہشت سے افضل ہے۔ اس غم

کے لشکر پر سو جان فد کر دینی چاہیے کیونکہ یہ سعادت جاودان ہے۔ مصرعہ :

از ہر چہ مے رود سخن دوست خوشتر است

(دنیا میں جو کچھ ہے اس سے دوست کی بات افضل ہے)

اے نفسِ عمارہ اور شیطانِ لعین کے ہاتھوں سب رو رہے ہیں۔ اور حق تعالیٰ سے استعانت طلب کرتے

یہں یہ ماتم تنہا میرا اور تمہارا نہیں ہے بلکہ تمام طالبین کا آج یہی ماتم ہے

در عشق تو عاجزی سراستادی است

در کوئے تو بندگی در آزادیت

(تیرے عشق میں عاجزی سر بلندی ہے اور تیرے کوچے میں غلامی آزادی ہے)

اے عزیز! فرقہ باطن کا علاج کئی قسم کا ہوتا ہے لیکن اُس کی اصل تین چیزیں ہیں۔ اول ترک دنیا کہ حُبِ دنیا

دنیا سراسر کُلِّ خَطِيئَةٍ (دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے)۔ دوم صحبتِ خلق سے اجتناب کہ

فَانْتَهُمُ عَدُوِّي اِلَّا رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سوم ذکر ہے کیونکہ الذِّكْرُ جَنَّةٌ مِّنَ النَّارِ وَحَرِّزُ مِنَ الشَّيْطَانِ وَبِرَاهِئِ مِنَ

النِّفَاقِ (ذکر آگ سے رہائی ہے شیطان سے جائے پناہ ہے اور نفاق سے نجات ہے)۔ قاعدہ کلیہ

ہے کہ مشروط بلا مشروط نہیں ہوتا۔ چنانچہ نماز کی شرط یہ ہے کہ وضو ہو جب تک وضو نہ ہو نماز نہیں ہوتی۔

اے عزیز جب تک دم ہے آخرت کا غم کھانا چاہیے۔ اور باقی سب بالائے طاق رکھ کر حق کے

ساتھ مشغول ہو جانا چاہیے۔ اے عزیز! آج جسے یہ ماتم ہے کل صدیقین اور شہداء کے زمرے میں

ہو گا نہ کہ اندھوں کی زمرے میں۔ کیونکہ اندھوں کا زمرہ ہے اور یہ قوم (اولیاء) اور ہیں۔ اس غم میں

جان دینی چاہیے اور خونِ پسینہ ایک کر دنیا چاہیے۔ وَالْمُخْلِصُونَ عَلَىٰ خَطَرٍ عَظِيمٍ

(مخلصین کے لئے بہت بڑا غم ہے اور خوف ہے) اے عزیز! مصیبتِ غلبہ ذکر کے بغیر دور نہیں ہوتی۔

جہاں غلبہ ذکر ہو سلطانِ ذکر صحنِ دل کو غیر کے خس و خاشاک سے پاک کر دیتا ہے۔ دعا ہے کہ حق

تعالیٰ اُن عزیز کو اپنے فضل و کرم سے مقصودِ اعلیٰ تک پہنچا دے۔

مکتوب ۲۸

بجانب شیخ خان نھنر بدین جو پوری۔ در جواب مسئلہ ایشان
و تفسیر حروف کہ اشارت بر شرائط و احکام ذکر دازند

حق حق حق!

سلام علیکم سلام علیک روحی فد اکم و قلبی لدیک

بعد حمد و صلوة..... واضح ہو کہ آپ کا خط ملا۔ فرحت حاصل ہوئی۔ آپ نے تلقین ذکر

کے متعلق تحریر کیا ہے۔ اس چیز کا تعلق زیادہ تر صحبت سے ہے چونکہ اہل برادر کا فرمان ہے اس میں
دیر نہ کی جائے گی۔ آپ کو چاہیے شغل باطن میں بہت کوشاں رہیں۔ ہر لمحہ اپنی ترقی و تنزل پر نظر رکھیں۔
آپ نے بعض مسائل کا جواب طلب کیا ہے جس میں سے ایک مولانا روم کا یہ شعر ہے جس کے آپ
نے معنی دریافت کئے ہیں:

قربِ نقل

عالم نبود و من بدم آدم نہ نبود و من بدم

او خود نبود و من بدم من ملحد ویرینہ ام

(جہاں نہ تھا اور میں تھا۔ آدم نہ تھا اور میں تھا۔ وہ خود نہ تھا اور میں تھا میں پرانہ ملحد ہوں)

جاننا چاہیے کہ سب سے زیادہ جاننے والا اللہ ہے۔ اس قسم کے اشعار اور کلمات شیطانیات کہلاتے ہیں

اور ان کا تعلق خاص وقت اور حال سے ہوتا ہے۔ جب درویش پر توحید کے انوار اور اسرار منکشف

ہوتے ہیں، بحر توحید میں غرق ہو جاتا ہے اور اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کو اپنے

ساتھ پاتا ہے (یا اپنے اندر پاتا ہے) پس اپنی بے خودی میں کوشاں رہتا ہے حق تعالیٰ کو ثابت

کرتا ہے اور اپنے آپ کو قطعاً نہیں دیکھتا۔ چونکہ حق تعالیٰ واحد لا شریک ہے اس لئے دوئی

کو ازلًا وابدًا اور نہیں رکھتا اور اپنے آپ کو غیب اور غیر نہیں سمجھتا۔ اور لفظ او (وہ) کو کہ جس کا اشارہ غیب اور غیر کی طرف ہے جائز نہیں جانتا۔ اور یہ کہتا ہے کہ او خود نبود من بدم (وہ خود نہیں تھا میں تھا) یعنی حق میں ہوں اور میرے سوا حق نہ تھا، نہ ہے، اور نہ ہوگا۔ اسے قربِ فضل کہتے ہیں۔ شریعت کی رو سے قتل کا فتویٰ یہاں ملتا ہے اور طریقت میں فنا ہو جانا اسے کہتے ہیں ایسے صوفی کا شمار اولیائے مستہکم (فانی اللہ) میں ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ واصل باللہ ہے لیکن ابھی راستے میں ہے اور کمال تک نہیں پہنچا۔

قربِ فرض

کمال یہ ہے کہ ”خود را بحق یا بد و ہمہ تسلیم حق شود آنجا پہچ آفت نیست“ کہ اپنے آپ کو حق سے پائے یا حق کے ساتھ پائے۔ اور ہمہ تن تسلیم و رضا بن جائے۔ اس مقام پر کوئی آفت نہیں، اور یہی مقام مَا سَأَمَيْتَ إِذْ سَأَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَأَمَى (جب تو نے مٹی پھینکی تھی تو نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی) ہے۔ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ آخر میں جب کمال کو پہنچے تو آپ نے یہ کہا:

إِلَهِيَّ أَنْ قُلْتُ يَوْمًا سَنَعَانِي مَا اعْظَمَ مَثَانِي فَانَا الْيَوْمَ مَجُوسِي

فَاقْطَعْ شَرَانَا سَامِي وَأَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ -

(اللہ ایک دن میں نے کہا تھا کہ میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے اس دن میں مجوسی (کافر

و نزدیک) ہو گیا پس میں اپنا زنا توڑتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں یعنی رب کفر سے توبہ کر کے از سر نو مسلمان

ہوتا ہے)

اس مقام کو قربِ فرض کہتے ہیں اور ایسے صوفی کا شمار اولیائے مقرب میں ہوتا ہے اور یہ جو مولانا رومؒ نے کہا ہے کہ ”من ملحدٍ دیرینہ نام“ اس لئے کہا ہے کہ خود را مقبل حال یافت (اپنے آپ کو دوسری حالت میں دیکھا یعنی اپنے آپ کو حق دیکھا) اور یہی سمجھا کہ ازل سے ابد تک

اسی طرح ہوں :-

اسی طرح شیخ اوحمد الدین کرمانی فرماتے ہیں :

رباعی

کاشکے دانستے کاندرا جہاں من کیستم یا چنیں سرگشتہ و حیراں ز بہر کیستم

یا چہ ام یا درچہ ام یا از چہ ام یا چہ ام دوش زیں غم تا سحر بر خویش تن بگر کیستم

دکاش تجھے معلوم ہو جاتا کہ میں کون ہوں یا اس قدر حیران و پریشان کس لئے ہوں یا کیا ہوں

کس میں ہوں کس سے ہوں، یا کس پر ہوں، رات اس غم میں میں اپنے آپ پر صبح تک روتا رہا

یہ اشعار اور اس قسم کے کلمات درماندگیِ حال و وقت سے سرزد ہوتے ہیں جب عارف اپنے آپ

کا ذات الوہیت، احدیت و وحدیت کے دیکھتا ہے اور بحر عرفانِ حق میں مستغرق ہوتا

ہے تو اس قدر متحیر ہوتا ہے کہ اگر اپنے متعلق کچھ کہے تو شرک اور کفر لازم آتا ہے۔ اگر حق تعالیٰ کے

متعلق لب کشائی کرے تو اس قسم کے سوال پیدا ہوتے ہیں کہ میں کون ہوں اور میرا وجود کیا ہے۔

اگر ہمہ اوست یعنی سب کچھ وہی ہے تو میرا وجود کیا ہے اگر خود میں ہوں تو وہ کون ہے یا درچہ ام یعنی

اپنا اثبات عالم الوہیت میں کروں یا عالم عبودیت میں۔ کچھ نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ ایک کے اثبات

سے دوسرے کا ارتقاع (نفی) لازم آتا ہے اور یہ دونوں ناروا (ناجائز) ہیں۔ یا از چہ ام یعنی عالم

۱۔ جاننا چاہیے کہ انسان حق تعالیٰ کے تمام صفات کا منظر ہے۔ اور حقائق میں ظاہر اور مظاہر ایک

ہے۔ بس عالم شہادت میں انسان ہے اور عالم غیب میں حق ہے۔ پس عارف اس حیرت میں آکر کہتا ہے

کہ حقیقت میں جو کچھ میں ہوں کما حقہ ہم نے اسے نہیں پہچانا اور میری حقیقت مجھ پر کشف نہیں ہوتی۔ اور جب یہاں

طالب و مطلوب ایک ہیں تو اپنے لئے حیران و سرگرداں ہوتا ہے لیکن غربت کے اعتبار سے۔ پس سوال کرتا ہے

کہ میں کون ہوں کہاں سے ہوں کیا ہوں ... -

غیب سے ہوں یا عالم شہود سے۔ اور یہ دونوں نہیں ہو سکتے کیونکہ میں اس سے غیب نہیں ہوں اور اس کے سوا میرے اندر کوئی شاہد نہیں۔ اور میں شاہد ہوں اور وہ غیب ہے یا وہ غیب اور اس غیب میں شہود میں ہے اور میرا شہود اس کے غیب میں ہے یا برچہ ام یعنی حدوث (فانی ہونا) پر ہوں یا قدم (ازلی ابدی ہونا) پر۔ یا ازل پر ہوں یا ابد پر۔ یا وجود پر ہوں یا عدم پر۔ اور یہ سب اصداو ہیں (یعنی ایک دوسرے کی ضد ہیں) لہذا حیرت میں ہوں کہ حقیقت کیا ہے۔ پس ان حضرات کا اہ و نالہ خواہ ازلی ابدی ہونے کے متعلق ہو خواہ قضا و قدرت کے متعلق ہو صحیح ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ :

قَتَلْتِي مَسْئَلَةُ الْقَضَاءِ وَالْقَدَرِ (مجھے مسئلہ قضا و قدر نے مار ڈالا ہے)

کیونکہ اس مسئلہ میں بھی حیرت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ پس ان حضرات کے درد و اندوہ کی کوئی حد نہیں :

مَنْ لَمْ يَذِقْ لَرِيْدٍ رَابِعٍ (جس نے نہیں چکھا اسے کیا معلوم کیا ہے)

یہاں تقریر و تحریر بے سود ہے کہنے سننے سے یہ مسائل حل نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ہم تم کو اور تمام طالبینِ حق کو یہ دولت نصیب کرے۔

تفسیر حروفِ ذکر

اور جہاں تک ان حروفِ مقطعات کا تعلق ہے جو رسالہ شیخ عبداللہ میں مذکور ہیں۔ واضح ہو کہ یہ سب اسما و صفات کا بیان ہے کہ جب مرید کو ذکر میں استقامت حاصل ہوتی ہے۔ اور درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہے تو اس کے حال کے مطلق دوسرا ذکر تلقین کیا جاتا ہے اسے انتقال ذکر بذکر دیگر کہتے ہیں (یعنی ایک ذکر سے دوسرے ذکر پر لے جانا)۔ اگرچہ اس چیز کے لکھنے کی اجازت نہیں لیکن آل عزیز کی خاطر تشریح کی جاتی ہے۔ حق تعالیٰ مبارک کرے اور مقصود تک پہنچائے لیکن نااہل سے محفوظ رکھے۔

وہ آٹھ چیزیں جن کی طرف ابتداء میں اشارہ ہے یہ ہیں :

برخ اسم ذات صفات ملحوظہ مفہوم صفات یعنی ملاحظہ تحت شد

ب ا ص م ت ش

قد، اللقد کہ برخ و صفات با مفہوم درو نگیند نفس واحد تانہ اسم مرتب کند و اگر زیادت بود بہتر

م

و

اور یہ سب جس کی طرف شیخ نے مقطعات میں اشارہ کیا ہے اس رسالہ میں انھوں نے اس کی تشریح بھی کر دی ہے لیکن اس طریق سے کہ نا اہل اس سے آگاہ نہ ہو اور غور و خوض کے بعد معلوم ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ بعض حروف اپنی اصل ترتیب سے مکتوب میں نہیں لکھے گئے۔ وہ ان کی اصلی ترتیب

یہ ہے:-

شنوا بینا دانا دائم قائم حاضر ناظر شاہد

مش ب د د ق ح ن ش

جب اس ذکر میں استقامت حاصل ہو تو یہ ذکر تلیقن کہلاتا ہے۔ یہ سب اسی ترتیب سے ایک سانس میں تین مرتبہ بطریق نزول و عروج کرے۔ اور اسی طرح ہر مرتبہ ایک سانس میں تین مرتبہ وہ ذکر کرے جو بتایا گیا ہو (شاید مطلب یہ ہے کہ ان حروف مقطعات کو ایک سانس میں تین مرتبہ کرنے کے بعد اصلی ذکر ایک سانس میں تین مرتبہ کرے اور حروف سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی ذکر شغل سے پایہ ہے)۔ اور تمام اذکار خواہ مفرد ہوں یا مرکب اس ضعیف نے اس دُعایں جمع کر دیئے ہیں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے وہ دُعایا ذکر لینی چاہیے۔ اس دعا کے لئے ایک وقت مقرر کر لینا چاہیے اور حضور قلب و ذوق و شوق سے پڑھنی چاہیے اس سے بہت فائدہ و برکات حاصل ہوں گے۔ نیز الفاظ شنوا (سننے والا)۔ دانا (جاننے والا)۔ بینا (دیکھنے والا) ایک باز پڑھنا چاہئیں۔ دوسری مرتبہ تکرار کی ضرورت نہیں جس طرح دعایں درج ہے اسی طرح کرنا چاہیے۔ والسلام

شغل سے پایہ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں دائرہ قادریہ کہا جاتا ہے۔ یہ شغل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے باطنی طور پر برہ راست

حضرت غوث الاعظم کو تعلیم فرمایا اور انھوں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کو فرمایا۔ اسی طرح شغل سے گوشتی

آنحضرت صلعم نے برہ راست حضرت خواجہ معین الدین کو تعلیم فرمایا اور انھوں نے وہ شغل حضرت غوث الاعظم کو بتایا۔

مکتوب ۲۹

بجانب شیخ سلمان قزلی۔ درنت و رعایت مستحقان

حق حق حق!

بعد حمد و صلوات، دعائے مستجاب و ثنا، مستطاب، دعائے دولت ابدی و نعمت سرمدی جناب عالی مآب معین الضعفاء والفقراء (فقراء و ضعیفوں کے مددگار)۔ محب العلماء والصلحاء (علماء اور صلحاء سے محبت کرنے والے)، برگزیدہ حضرت لاله الا اللہ مقبول درگاہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... شیخ سلمان ازداعی کا فاضل اسلام فقیر حقیر عبدالقدس اسماعیل الحنفی۔ المقصود آنکہ اس میدان (دنیا) میں سعادت کی گیند پھینک دی گئی اور وہ گیند مساکین و غربا کی ہے تاکہ کون سعید ازلی اسے حاصل کرتا ہے اور ہمیشہ کی دولت سے سرفراز ہوتا ہے۔ الحمد للہ آج یہ دولت آل عزیز کی ذات کے اندر نظر آرہی ہے دعا ہے کہ یہ دولت ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے۔ خلاصہ یہ کہ شیخ المشائخ شیخ خاں خضر صوفی جو اس فقیر کے خلیفہ ہیں کسی ضرورت کے تحت فوج کے ساتھ آئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اس فقیر کی صحبت میں رہ کر علم اور حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کی ہے۔ بڑے بزرگ اور خدا رسیدہ ہیں۔ دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ ان کو نعمت عظیم ولا انتہا ملی ہے۔ چونکہ اک عزیز ایسے بزرگ کے طالب ہیں اگر ان سے ملاقات ہو سکے تو بڑی خوش نصیبی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی کیونکہ حدیث میں ہے کہ:

مَنْ شَرَّاهَا تَقِيًّا عَالِمًا فَكَانَ إِنَّمَا شَرَّاهَا نَبِيًّا

(جس نے ایک متقی عالم کی زیارت کی پس بلاشبہ اس نے میری زیارت کی۔ متقی عالم سے مراد عارف اور واصل باللہ ہے کیونکہ حقیقی معنوں میں عالم اور متقی وہ ہے جسے اللہ کی ذات و صفات کا عرفان حاصل ہو اور حد درجہ بے لوث اور بے نفس ہو۔ عام عالم جو صرف علم

احکام دین رکھتے ہیں اور حرص و طمع سے خالی نہیں مراد نہیں ہیں۔
اعتماد و محبت کی بنا پر یہ سطور لکھی گئیں۔ خدا تعالیٰ درجات میں ترقی دے۔

مکتوب ۳

بجانب خواص خاں۔ درجہ اولیٰ خط جس میں اشتیاق
طلاقات کا اظہار تھا

حق حق حق!

الحمد لله الذی لا اله الا هو له الحمد فی الاولیٰ والاخریٰ
وله الحكم والیہ ترجعون والصلوة التامة النامة المباركة
الدائمة سرمدیة الابدیة الازلیة الموصلة الی اعلى
درجات العارفين علی رسول رب العالمین محمد رسول الله
صلی الله علیه وسلم وعلی الم واصحاب الطیبین والطاهرین اجمعین۔
(سب تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ازل سے اب تک حمد اسی کے لیے ہے
وہی قادر مطلق ہے اور اسی طرف سب نے لوٹ کر جانا ہے اور حدود و صلوات کامل و مکمل، مبارک، دائمی
قائم، ابدی ازلی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام عارفین کے سردار ہیں اور اس کی آل
پر، اس کے اصحاب پر جو پاک اور مقدس ہیں تمام کے تمام۔

اقاب بعد دعائے ابدی و نعمت سرمدی (ہمیشہ کی نعمت) جناب عالی مآب، سعادت
اکتساب (سعادت کمانے والے)، محب العلماء والصلحاء (علماء و صلحاء سے محبت کرنے والے)، معین الضعفاء و
الفقران (غریبوں اور فقیروں کے مددگار)، نیک بخت، نیک نام، صاحب الجود و لاکرام (سخاوت و بخشش

کرنے والے) خدا پرست، بھواں بخت، مسند عالی، خواص خاں دام غالباً۔ از کتاب حروف داعی کافہ
اہل اسلام فقیر حقیر عبد القدوس اسماعیل الحنفی۔ المقصود آنکہ!

آپ کا خط ملا جس میں لکھا تھا کہ اشتیاقِ ملاقات فوق الحدیث سے زیادہ ہے۔ دعا ہے کہ
اس میں زیادتی ہو۔ اے عزیز! اس طائفہ کی محبت سعادت دایرین کا موجب ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا:

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

(ہر محب اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا یعنی جو شخص جس سے محبت کرتا ہے قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہو گا)
وجہ یہ ہے کہ ہر عضو کا عمل صرف ایک ہوتا ہے (یعنی ہاتھ کا کام کرنا ہے، پاؤں کا کام چلنا ہے،
کان کا کام سننا ہے وغیرہ) لیکن دل سب کام کرتا ہے۔ اور تمام طاعات و عبادات، معرفت، محبت
پر محیط ہے۔ اس لئے دل کے عمل کی کوئی حد نہیں۔ نیت المؤمنین خیر من عملہ (مومن کی
نیت اس کے عمل سے بہتر ہے) کا مطلب یہی ہے۔ پس عمل دل میں مشغول رہنا چاہیے اور غمِ دل کھانا چاہیے
(یعنی دل کا فکر کرنا چاہیے) اور دل میں حق تعالیٰ اور اہل کی محبت سے سوا کچھ داخل نہیں ہونے دینا چاہیے
بزرگوں نے فرمایا کہ مومن وہ ہے کہ جس کا ظاہر عبادت سے آراستہ ہو اور باطن محبت سے۔ تاکہ اس کی
خلقت کا مقصد یعنی معرفت و عبادت پورا ہو۔ پس ملاقاتِ معنوی (روحانی ملاقات) تو فریقین کو حاصل
ہوتی ہی ہے۔ ظاہری ملاقات کے لئے بھی وقت مقرر ہے کیونکہ الملاقات مفسومہ کہا
قسمۃ ارزاق (ملاقات بھی رزق کی طرح مقدر ہے) اور اپنے وقت پر حاصل ہوتی ہے لیکن یہ تباہ
حال اپنی تباہ حالی میں اس قدر مستغرق ہے کہ سیاہ بال سفید ہو چکے ہیں لیکن جمالِ اسلام نصیب نہیں
ہوا کسی بزرگ نے کہا ہے:

سودہ گشت از سجدہ راہِ بُتوں پشیمانیم

چند خود را تہمتِ دینِ مسلمانی نہم

(میری پشیمانی بتوں کو سجدہ کرتے کرتے گھس گئی ہے کب تک مسلمانی کا دعویٰ کرتا رہوں گا)

میری سیاہ روئی اور تباہ خوئی ملاقات کے قابل نہیں۔ تسمع بالمعیدی خیر من ان سراً (دور سے سنتے رہنا دیکھنے سے بہتر ہے) اس فقیر کے حق میں شاہد ہے۔ اس تباہ حال کے حق میں کمال شفقت یہ ہے کہ اسے اپنے سایہِ رافت میں رکھ کر اس قدر طاق نیاں میں ڈالنا کہ پھر یاد نہ آئے تاکہ فارغ ہو کر مشغول بقی رہے اور گوشہ تنہائی میں مسلمانوں کے لئے اور مسلمانوں کے بادشاہ کے لئے دعائے خیر کرتا رہے۔

مکتوب اس

بجانب شیخ بہلول صوفی سرفانی۔ در بیان عدم صبر و عشق

حق حق حق!

بعد حمد درگاہِ معلیٰ و صلوة بارگاہِ اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دعواتِ عاشقانہ و تسلیماتِ مشتاقانہ،

برادرِ دینی و محبِ یقینی، مردِ راہ، خواندہٴ درگاہ (جسے دربارِ حق میں بازیابی حاصل ہو) صوفی صافی

(پاکِ دل)، حادقِ فائقِ برادرِ بہلولِ دامِ شوق، و محبِ اللہِ با اللہِ و فی اللہِ (اللہ کے لئے اللہ کے

ساتھ اور اللہ میں اس کا شوق و محبت دائم رہے، اللہ کے معنی ظاہر ہیں یعنی اللہ کے لئے، یہ دعا بتدریج

کے لئے ہے باللہ کے معنی ہیں اللہ کے ساتھ یعنی قرب و محبت حق میں اصنافِ ہویہ حالِ متوسطہ فی اللہ

کے معنی ہیں ذاتِ حق میں یعنی فنایتِ ذاتِ حق، از فقیر بے لہوا، حقیر مبتلا، بعد القدر و اس اسمعیل الحنفی۔

(آپ اپنے آپ کو حنفی اس لئے لکھتے ہیں کہ آپ حضرت امام ابو حنیفہ قدس سرہ کی اولاد ہیں اور حضرت

شیخ صفی الدین قدسی سرہ کے پوتے ہیں۔ شیخ صفی الدین جو اس قدر عالم تھے کہ ابو حنیفہ ثانی کہلاتے تھے۔

حضرت شیخ صفی الدین، حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔

حضرت شیخ اشرف جہانگیر، حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الہی قدس سرہ کے خلیفہ کے خلیفہ تھے۔)

وحدت الوجود

جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ باہمہ اور بے ہمہ ہیں و پاک از ہمہ ہیں سبحان

سابت سابت العزت عما یصفون (یعنی سب کے ساتھ اور اور سب سے علیحدہ ہیں) بلکہ خود ہمہ ہے اور پاک از ہمہ ہے (یعنی کوئی چیز خدا سے جدا نہیں لیکن خدا نہیں یہ کلمات بظاہر متضاد معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت بین نظر ہو تو ان میں کوئی تضاد نہیں دیکھئے کائنات حق تعالیٰ کی صفت تخلیق کا منظر ہے بس اگر صفت کو موصوف کا غیر تصور کیا جائے تو کائنات عین نہیں غیر ہے۔ صرف نقطہ نظر کا فرق ہے ایک نقطہ نظر سے عین ہے اور ایک سے غیر ہے۔ لہذا اس میں جھگڑے اور مباحثے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ در عین وصال فراق و در عین فراق وصال است تاہما سوز ساز است و ہمیں ساز سوز است و ایں تیر جگر دوز در جان اوست (عین فراق کی حالت میں وصال ہے اور عین وصال کی حالت میں فراق ہے یعنی ظاہری طور پر اگرچہ حق سے علیحدہ ہے باطن میں اس کے ساتھ واصل ہے۔ عین وصال میں فراق کے یہ معنی ہیں کہ ذات باری تعالیٰ کی کوئی انتہا نہیں اس لئے واصل سالک منزلوں پر منزل طے کرتا ہوا جہاں پہنچتا ہے اس سے اوپر اور منزل نظر آتی ہے پھر اس سے اوپر اور۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے نہ پرواز کی حد ہے نہ ذات کی۔ اسی لئے حضرت شیخ سعدی نوحہ کرتے ہیں کہ

ز حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن بایں بمیرد تشنہ مستقی و دریا ہمیچناں باقی

یعنی نہ اس کے حسن کی حد ہے نہ سعدی تعریف کرنے سے باز آتا ہے جتنی کہ مرض استقار کے مریض کی طرح دریا پر بیٹھے پانی پی پی کر مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح چلتا رہتا ہے ہمہ سوز ساز است کا مطلب یہ ہے اگرچہ راہ طلب بہت طویل اور درویش دل سوز ہے لیکن یہ درد دوا کا کام بھی کرتی ہے کیونکہ اس میں بے حد لذت محسوس ہوتی ہے کسی نے سچ کہا ہے :

بیت ۷ من لذت درد تو بدر ماں نفس و شتم
کفر سر زلف تو بائیاں نفس و شتم

ہمہ ساز سوز کا مطلب وہی ہے جو عین وصال میں فراق کا ہے۔ آخر میں حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس تیر جگر روز در جان اوست یعنی اس قرب و وصال کے باوجود جگر میں ہر وقت تیر چہرہ رہتا ہے کیونکہ محبوب کی منزل ہر منزل سے اوپر نظر آتی ہے اور دردِ اشتیاق میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ نیز چونکہ محبوب کی شان لآ ابالی ہے چھڑ چھاڑ کرتا ہی رہتا ہے کسی پاس بلا کر دیدار کرتا ہے کسی دور پھینک کر ہجر و فراق میں مبتلا کرتا ہے۔ اس لئے بزرگوں کا قول ہے کہ :

مُشَاهِدَةُ الْأَبْرَارِ بَيْنَ التَّجَلِّيِّ وَالْإِسْتِشَارِ

(یعنی کاملین کا مشاہدہ حق کیا ہے کسی دیدار ہے کسی پر وہ پوشی۔)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو محبوب کی شان لآ ابالی ہے دوسرے انسان کی فطرت اس طرح ہے کہ ایک حالت دیر تک رہے تو اس سے جی اکتا جاتا ہے۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَرِشَانِ اُوسْت (صبر کرو اور تمہارا صبر کیا ہے سوا اس کے کہ اللہ کے ساتھ صبر ہو۔ اللہ کے ساتھ کے معنی احقر مترجم کے ناقص خیال میں یہ ہیں کہ فنایت فی الذات میں جب سالک پر کیفیت کا بے پناہ غلبہ ہوتا ہے تو بلند ہمتی سے کام لیتے ہوئے صبر و ضبط و استقلال کے ساتھ برداشت کرے اور مغلوب ہو کر وجد میں نہ آجائے بلکہ دریا نوش بن کر اپنے عالی ظرف میں کچھ سنبھالتا جائے۔ بے قابو نہ ہو۔ ایسے سالک کو ابو الحال کہتے ہیں اس کے برعکس جو سالک مغلوب الحال ہو جائے اُسے ابن الحال کہتے ہیں۔ پہلی صورت میں سالک وہ حال پر لوہا تسلط اور قبضہ ہے اس لئے اسے 'حال کا باپ' کہا گیا ہے۔ دوسری حالت میں سالک بے بس اور مغلوب ہو جاتا ہے اس لئے اسے 'حال کا بیٹا' کہا گیا ہے۔ اب باپ اور بیٹے میں جو فرق ہے وہی فرق استقلال اور مغلوبیت میں ہے۔ پس اللہ کے ساتھ صبر کرنے کے طریقت میں یہی معنی ہیں، ہیہات، ہیہات!

جلنا مقام صبر نہیں مقام شکر ہے

ایں چہ صبر است کہ شکر خوئی است بہر دم

دریں صبر بادوست روبروئی است۔ صد ہزار جہاں فدائے اس صبر توں کر دو۔ وازیں صبر صبر نتواں
 کر دو (چنانچہ آگے چل کر حضرت شیخ خود فرماتے ہیں کہ افسوس صد افسوس! لوگوں نے اس نعمت کا
 نام صبر رکھ دیا ہے یہ صبر نہیں بلکہ مقام شکر ہے کیونکہ سالک ہر لحظہ وصال یار کے مزے لے رہا ہے
 ایسے صبر پر صد ہزار جہاں قربان کئے جاسکتے ہیں اور اس صبر سے صبر نہیں کیا جاسکتا یعنی اس مقام
 کے حصول کے بغیر چین نہیں آتا، گویند صبر ہمہ جائے محمود است مگر در عشق کہ آن نام محمود است۔
 مرجا آن صابر و جانم فلئے آن صابر کہ عبور صبر او بعشق است۔ آرام و دل آرام او عشق است و
 بدانی کہ عشق اینست۔

بیت۔ حال عشقت سے سخن بیش نیست

سوختن و سوختن و سوختن

لوگ کہتے ہیں کہ صبر کا پھل ہر جگہ پر میٹھا ہے سوائے عشق کے کہ وہاں صبر کا پھل کڑوا
 ہے۔ لیکن حضرت شیخ کے نزدیک یہ لوگ حقیقت صبر سے نابلد اور بے بہرہ ہیں۔ حضرت
 شیخ فرماتے ہیں کہ مبارک ہے وہ صابر اور اس صابر پر جاں قربان کر دوں کہ جو عشق میں صابر
 ہے۔ اور عشق اس کا آرام اور عشق اس کا محبوب ہے۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ عشق کیا ہے؟
 عشق یہ ہے۔

عشق تین چیزوں سے زیادہ نہیں اول جلنا، دوم جلنا، سوم جلنا۔

آپ کا خط ملا۔ فرحت حاصل ہوئی۔ و شنیدہ شد کہ آن برادر را سوزِ عشق در اضطراب آورده
 است۔ مبارک باد باید کہ دریں طرف بیاید و طرف دیگر نرزد کہ مریض بہ در ماندگی مرض بر طبیب نرزد

تا غلط نہ شود کہ بر غلط شود و اگر غلط بر غلط شود معذور این غلط شود و این نہ غلط شود کمال صحت اینست ۔
 (نیز سنا ہے کہ اں برادر سوز عشق سے بے چین ہیں ۔ مبارک ہو کہ اس طرف اُسے ہو اور دوسری طرف
 نہیں گئے ۔ اس طرف سے مراد عشقِ حقیقی ہے اور دوسری طرف سے مراد عشقِ مجازی ہے مریض
 مرض سے بے چین ہو کر طبیب کے پاس جاتا ہے تاکہ نقصانِ صحت نہ ہو لیکن یہ اس کا طبیب کے
 پاس جانا غلط ہوتا ہے یعنی عشقِ مجازی سے اطمینان حاصل کرنا غلط ہوتا ہے ۔ اور طبیب کے پاس
 نہ جانا یا عشقِ مجازی میں مبتلا نہ ہونا صحیح ہوتا ہے اور مریض کے نقطہ نگاہ سے جو کام غلط تھا یعنی طبیب کے
 پاس نہ جانا اور عشقِ مجازی میں مشغول نہ ہونا وہ عین صحت ہے اس لئے مبارک ہو کہ تم عشقِ حقیقی میں اُنے
 اور مجازی کو ترک کر دیا ہے)۔

مکتوب ۳۲

بجانب شیخ سلمان فرملی ۔ در بیان مقصود از خلقت بشر ۔

حق حق حق!

بعد حمد و صلوات و ثنا مستطاب، جناب عالی مآب، سعادت الکتاب، محبت العمار و الصلحاء، معین
 الضعفاء و الفقراء برگزیدہ سحرت اللہ مقبول اہل اللہ عارض بحر عرفان، شیخ زاوہ بر جادہ شیخ سلمان دام
 عالیاً۔ از داعی کافہ اہل اسلام فقیر بے نوا، حقیر مبتلا بعبود القدوس اسماعیل الخنقی، بشرف منظور فرماید۔
 المقصود ہو المقصود۔

خَلِقَ ابْنُ آدَمَ لِمَعْرِفَةِ اللَّهِ (آدم کو معرفتِ حق کے لئے پیدا کیا گیا)

بحر احدیت از مقام صمدیت در توجہ آلاء و احدیت جوہر انسانیہ را در کتم بحت بکتمان ذات مکتوم بود
 بساحل وجود انداخت تا انیس حق آمد و انسان نام یافت و اگر نہ محض صورت را اعتبار نیست و بے معنی

صورت بختیار نیست اُوکُنکَ کَاللنعام خبر ایں حال سے زہد و طُوبٰی لِمَنْ عَرَفَ وَ لَدٰ
بُرْهَانَ جَلِيٍّ۔

بیت۔ نہ ہر تر دانے را عشق زیبا است
نشان عاشقی از دور پیدا است

ترجمہ: بحرِ احیاء (لا تعین) نے جوش مارا اور واحدیت یعنی حقیقتِ انسان کو جو ذاتِ لائقین میں
پوشیدہ تھی نکال کر ساحل پر پھینک دیا چونکہ اسے حق سے محبت تھی انسان نام پایا (انسان، لفظ
انس سے مشتق ہے)۔ ورنہ خالی صورت کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ صورت جس کا کوئی معنی نہ ہو بے کار
ہے۔ اس لیے قرآن نے ان کو جانور کہا ہے۔ جوش نصیب میں وہ لوگ جنہوں نے ذاتِ حق کا
عرفان حاصل کر لیا اور وہی برہانِ حق کے حامل ہیں)۔

مکتوب ۳۳

بجانب شیخ احمد تھانیسری در جواب مکتوبِ امتعلق
يَمْحَقُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ

حق حق حق!

سلام مشاقانہ و دعائے مجاہدہ فردِ احدیت، مردِ صمدیت برادرِ مہم شیخ احمد۔ از فقیرِ حقیر عبد القدوس
اسمعیل الخفی بشرف منظور فرمائید۔ المقصود هو المقصود (مقصود انکو وہی مقصود ہے)
آپ کا خط ملا۔ فرحت حاصل ہوئی۔ آپ نے یَمْحَقُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ (اللہ مٹا دیتا ہے
جو چاہتا ہے) کی تفسیر کے متعلق دریافت فرمایا ہے۔ ایں وجہ کہ من فنی عن الحق بالحق لِقِيَامِ
الْحَقِّ فَنِي عَنِ السُّبُوهِ فَضْلًا عَنِ الْعِبُودِيَةِ معنی ایں وجہ انچہ در خاطر مبارک بگذرد
بنوید بر حکمِ علیکم بالسمع والطاعة اعانت نمودہ آمد۔ (اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی فانی ہو اسحق سے حق

کے ساتھ برائے قیام حق، وہ ربوبیت و عبودیت کے بکھیروں سے فارغ ہوا۔ اس کا جو مطلب سمجھو کہہ لو کیونکہ حق تعالیٰ نے سب کو بصیرت دی ہے۔

مکتوب ۳۳

بجانب سلطان لودھی بادشاہِ دہلی در نصیحت و تیمارداری
و غنخواری خلق بالخصوص ائمہ و علماء و صلحاء

حق حق حق!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذی لا اله الا هو له الحمد فی الاولی و الاخرۃ و
له الحكم و الیہ ترجعون۔ والصلوة التامة الدائمة النامية
الازلیة السرمذیة الموحدة الی اعلی درجات العارفين علی حضرت
رسول الله رب العالمین شفیع المذنبین حضرت محمد رسول الله صلی
الله علیه وسلم۔

(تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ازل سے اب تک اسی کی حمد
ہے اور اسی کا حکم ہے۔ سب نے اس کی طرف لوٹ جانا ہے اور درود و سلام مکمل، دائمی
ازل، ابدی ہوں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو عارفین کے سردار اور
گنہگاروں کے شفیع ہیں)

بعد حمد و صلوة تسلیمات مستطاب، دعوات مستجاب، ترقی درجات، مزید حیات، نیل مرادات
بجانب عالی مآب لا زال عالیاً، حضرت نزل اللہ فی الارض، آسمان جاہ، فلک سپاہ، جہاندار، شہر پار،
سلمان جہانیاں، سکندر زمان، خلد اللہ ملکہ ابداً فی العلمین رافقہ، و اعلیٰ فی الدارین شانہ،
عما شانہ، فقیر بے نوا، سحیر بتلا، خادم درویشاں، بلکہ تراب نعال ایشاں (بلکہ ان کے جو توں کی خاک،
عبد القدوس اسمعیل الخفی کی طرف سے۔)

تو سلطانی ترازید عطا، عام بخشیدن
کہ عالم بخشے گردو غنائم ہائے سلطانی

(تو بادشاہ ہے اور تجھے عطا و بخشش زیب دیتی ہے کہ سارا جہاں جو دو کرم سے مالا مال ہوگا،
روشن ضمیر، منیر حق پذیر، شہر یار تاجدار، ان صفات کے ساتھ شغل جہان داری (انتظام سلطنت) نہایت اعلیٰ
و اشرف شغل ہے۔ اور تمام اولیاء و اتقیاء (متقی لوگ) علماء و علماء مجاہدین فی سبیل اللہ کا جامع شغل عدل
ہے کیونکہ ایک ساعت کا عدل دوسروں کی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر و افضل ہے۔ دین کی
بقا اور سلطنت کا استحکام بادشاہ وقت کی ذمہ داری ہے اس لئے بادشاہ اپنے ملک میں جان کی طرح
ہے جس طرح جسم کا قیام جان کے ساتھ ہے اسی طرح ملک کا قیام سلطان کے ساتھ ہے۔ کیونکہ
لَا سُلْطَانَ إِلَّا كَلَّ النَّاسَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا (اگر بادشاہ نہ ہوتا نہ لوگ ایک دوسرے کو کھا جاتے،
بہ فرض دعائے ایمان لقولہ فرض علیکم دعائے ایمان و دعائے سلطان
و بہ قیل النظر الی وجہ السلطان العادل عبادۃ) بنا بریں اس کی دعا کو ایمان کی دعا کی مانند
قرار دیا گیا اس لیے تم پر دو دعائیں فرض ہیں ایمان کی دعا اور بادشاہ کی دعا اور بنا بریں کہا گیا ہے کہ بادشاہ
عادل کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ :

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِمَامٌ
عَادِلٌ لِأَنَّ مُنْفَعَتَهُ عَدْلُهُ شَامِلَةٌ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ فَهُوَ مِنَ السَّبْعَةِ الَّذِينَ
يُظْلَمُ اللَّهُ فِي ظُلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ وَلَا يَخْلُو أَمِيرٌ مِنْ مُطْلَقِ
الْعَدْلِ فَيَسْحَقُهُ مُطْلَقًا۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک محبوب ترین امام عادل
ہے کیونکہ اس کی ذات سے ساری خلق کو فائدہ ہوتا ہے اور وہ ان سات آدمیوں میں سے ہے
جو اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے اس دن جب کوئی سایہ نہ ہوگا سوائے سایہ عرش کے اور
کوئی امیر مطلق عدل سے خالی نہیں وہ مطلقاً مستحق ہوگا۔

اور جس طرح تن کے ساتھ آرام جان ہے اسی طرح جہاں کے ساتھ آرام سلطان ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ جس طرح جسم میں رکن اعظم سر ہے اسی طرح خلق کے اندر طائفہ علماء ہے۔ چنانچہ اس طائفہ کو سلطنت میں اس قدر رونق اور عزت دینی چاہیے کہ ہر عہد سے سبقت لے جائے۔ چنانچہ ملک کے سب مفید بدکار آپ کی تیغِ قہر آلود سے ڈر کر چھپ گئے ہیں بلکہ ناپید ہو گئے ہیں اور سب حاضر و عام امن و اماں سے بسر کر رہے ہیں۔ ہم لوگ شاید اپنی بد اعمالی کی وجہ سے وظائف و روزگار سے محروم ہو کر پریشان ہیں اور زندگی دو بھر ہو گئی ہے۔ نہ راہِ نجات ملتی ہے نہ کوئی چارہ سار ہے نہ صبرِ شہتِ نیا ہی کرتا ہے نہ فریاد رسی ہوتی ہے الغیث الغیث !

مصرعہ نہ باتو مے تو ال بودن نہ بے تو مے تو ال ماند

(نہ تمہارے پاس پہنچ سکتے ہیں نہ تمہارے بغیر رہ سکتے ہیں۔)

بیت ۷ دریاب اگر تو در نیابی

ناچیز شوم درین خسرابی

(ہماری پیشکش کہ اگر تو نے بے پرفائی کی تو میری خیر نہیں)

قطرہ دریا میں کیا پھیلے اور زورہ آفتاب کو کیا دکھائے۔ اس کے باوجود غرضداشت کی ضرورت محسوس ہونی ہے۔

قطعہ

ماقصہ نبشتیم بہ سلطان کہ رساند جاں سوختہ گردیم بہ جانان کہ رساند
 حال دل مسکین بہ دل آرام کہ گوید درد دل مورے بہ سلیمان کہ رساند
 (ہم نے اپنا حال لکھ لیا ہے بادشاہ تک کون پہنچائے۔ جاں سوختہ بن گئے ہیں جانان تک
 کون پہنچائے مسکین کے دل کا حال محبوب تک کون پہنچائے چیونٹی کے دل کا درد سلیمان سے
 کون جا کر کہے)

حق تعالیٰ نے شاہانِ عالم کو دنیا میں سر بلیند اور برگزیدہ فرمایا ہے۔ قوت اور حکومت دے کر حکمرانی کی طاقت بخشی ہے۔ ظل اللہ فی الارض (بادشاہ دنیا میں اللہ کا سایہ ہیں) کا تاج سر پر

رکھا ہے اور أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (اطاعت کرو اللہ کی اطاعت کرو رسول اللہ اور ان کی جو تم میں سے تمہارے حکمران ہیں) کا فخر بخشا ہے پس اگر سلاطین ضعیفہ (کمزور) صلحاء علماء، اور مشائخ کی دلجوئی غمخواری نہ کریں تو نعوذ باللہ ملک میں فساد برپا ہو جائے گا کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ :

إِنَّمَا تَنْصُرُنَّ وَتَرْزُقُونَّ بِضَعْفَائِكُمْ

(تمہاری مدد کی جاتی اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے تمہارے کمزوروں کی وجہ سے)

کا مفہوم یہی ہے کہ بڑے لوگ کمزوروں کی امداد کرتے رہیں۔ اور دولتِ دو جہانی اور سعادت جاودانی ان دو امور سے ہے اول یہ کہ صدق و اخلاص سے اللہ کی اطاعت کی جائے دوم یہ کہ خلق خدا کی خدمت میں کمر بستہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ الشَّعْطِیْمُ لِأَمْرِ اللَّهِ وَالشَّفْعَةُ عَلَى خَلْقِ اللَّهِ مَخْصُوصٌ طَائِفَةٌ مَوْمِنَانِ لَا يَمَانُ مَرَّةً صَلْحَاءٌ وَعُلَمَاءُ (اللہ تعالیٰ کے احکام کی حرمت اور خلق خدا بالخصوص زمرہ صلحاء و علماء پر شفقت) کا بڑا درجہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے :

وَالْفَضْلُ جَنَاحُكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

(مسلمانوں میں سے جو آپ کا اتباع کریں ان کے آگے اپنے پر جھکاوے)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

خصلتان لیس فوق ہما شیءٌ مِنَ الْخَيْرِ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَالنَّفْعُ لِعِبَادِ اللَّهِ

(دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جن کے اوپر کوئی چیز نہیں ایمان باللہ اور خلق خدا کی بہبودی) اور

یہ دونوں خصلتیں سلاطین میں جمع ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ ان کی شفقت سارے جہاں پر ہوتی ہے اس سے

بہتر کیا خوبی ہو سکتی ہے کہ دونوں چیزیں یکجا ہوں۔ اور یہ چیزیں بلند ہمتی سے حاصل ہو سکتی ہیں تاکہ ان

کی بدولت آدمی سب سے زیادہ سر بلند ہو جائے۔ اس کا نام قُوتُ (امروت) ہے۔ حدیث شریف

میں ہے کہ : أَلْيَدُ الْعَلِيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ الضَّعِيفِ

(اوپر والا ہاتھ یعنی دینے والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے یعنی لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے)

بیت سے ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد
ہمچو خورشید از بلندی فرد شد

(جس نے ہمت بلند کی وہ جوان مرد ہوا اور وہ سورج کی طرح سب سے زیادہ بلند ہوا)
درہم و دینار جاہ و جلال فقرا اور صلحا پر نثار کرنا چاہیے۔ کیونکہ ان کی خدمت سے سعادت نصیب ہوتی
ہے مَنْ أَحَبَّ الْعِلْمَ وَالْعُلَمَاءَ لَمْ يَكْتَبْ خَطِيئَةً أَيَّامَ حَيَاتِهِ (جس نے
علم اور علماء سے محبت رکھی اس کی زندگی کے ایام میں اس کی کوئی خطا نہیں لکھی جاتی) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
يَا دَاوُدَ إِذَا سَأَلْتَهُ طَالِبًا لِي فَعَنْ لَهْ خَادِمًا

(اے داؤد جب تجھے کوئی میرا طلب گار نظر آئے تو تم اس کے خادم بن جاؤ)
کیا نشان ہے۔ ظاہر ہے کہ جہاں حضرت داؤد علیہ السلام جیسے پیغمبر کو خادم بننے کا حکم دیا جا رہا ہے
وہاں جبرائیل اور میکائیل کیا ہوں گے۔ اسی طرح روایت ہے کہ:

ان الله يحب معالي الهمم ويبغض سفافها

(اللہ تعالیٰ بلند ہمت لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور پست ہمت سے نفرت کرتے ہیں)
اور اس کا اطلاق سب پر ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ عارف حق را ہمت از دو کون گذشتہ و بہ مکون
کون آویختہ تا رور اسلطان ہمت خوانند (عارف باللہ کی ہمت کونین سے تجاوز کر کے خالق کونین
تک پہنچ جاتی ہے) ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ ہمت کو لوٹ دنیا سے پاک رکھنا چاہیے۔ اگر ساری دنیا
میرے ملکیت ہو جائے تو اس کا ایک لقمہ بنا کر کسی بھوکے کے منہ میں دے دوں گا اور ابھی اس پر
میرے شفقت کم نہ ہوگی۔ سارا جہاں آپ کے لطف و کرم کا امیدوار ہے۔ جہاننداری اور جہاں بانی
مبارک ہو۔

بیت سے چہ کم گردد ز گلزار جمالت

کہ برگے باید از وے بے نوائے

(تیرے گلزار حسن میں کیا کمی آجائے گی اگر ایک بے نوانے اس سے ایک پھول کی پتی حاصل کر لی؟)

و لا ارض من کاس الکرام
نصیب عاقبت و خاتمت

مکتوب ۳۵

بجانب بہلول صوفی سروانی در جواب مسالۃ او (اس خط کے جواب میں) جس
میں اس مصرعہ کے معنی دریافت کئے گئے ہیں۔ مصرعہ :

ساک کی آخری منزل ہے قلندر آنکہ فوق الوصل جوید
(قلندر وہ ہے جو دصال سے اوپر کا متلاشی)

اور اس ہندی کلام کے معنی دریافت کئے ہیں :-

” کہ پر بت پر بے ہمارو میت “

(معلوم نہیں ہمارا محبوب کس پہاڑ پر رہتا ہے)

حق حق حق!

بعد حمد و صلوات و تحیات کثیر۔ واضح باد کہ

آپ کا خط ملا جو وصول (وصول الی اللہ) سے بھی بلند حال سے لبریز تھا۔ عزیز من! اس
سوختہ کو ہندی کلام ” کہ پر بت پر بے ہمارو میت “ نے ایسا زخم لگایا اور جسم و جان اور چشم
کو اس قدر مجروح کیا کہ بے چین ہو گیا اور اس درد کی دوا کہیں نہ مل سکی۔ سائل کے سوال کا جواب
شاید دے سیکھل اور مشتاق کے شوق کو بڑھا دوں۔ بیت سے

بے قراری عشق شور انگیز شر و شورے فگندہ در عالم

(قیامت بپا کرنے والے عشق نے سارے جہاں میں شور و شر پیدا کر دیا)
 اس ہندی کلام نے مجھے آتش حیرت میں ڈال دیا ہے اور اس کے معانی کے سمندر میں اور بے آشنا
 کی آشنائی میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے اس کلام کو حق تعالیٰ کی عظمت و جلال و کبریائی کا پہاڑ سمجھا۔
 الکبریاءُ سَردای و العظمة ازارِی (کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند) کاراز
 یہی ہے۔ مجاب ذاتی دور ہوتا ہے وصل و فصل (وصال و ہجر) دونوں رخصت ہوتے ہیں۔ کبریائی
 سب اسی کی ہے اس قدر کہ ناداں دانا پر خندہ زن ہے اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِؤْنَ (تحقیق ہم
 مذاق کرتے تھے) یہ سب اسی کی کبریائی ہے اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِؤْنَ قرآن کی آیت ہے لیکن یہ
 قول کافروں کا ہے۔ منافقین جب اپنے دوستوں کے پاس جاتے ہیں تو ان سے کہتے تھے کہ تم
 مسلمان ہو گئے ہو منافق جواب دیتے تھے کہ نہیں ہم تو مسلمانوں کے ساتھ مذاق کرتے تھے کہ ہم مسلمان
 ہو گئے ہیں۔

اس سے حضرت شیخ کا مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی شان کبریائی دیکھو دو کوڑی کے کافر بھی
 سرور کائنات پر مذاق کرتے تھے یہ شان کبریائی نہیں تو کیا ہے۔
 یہ سب شان کبریائی ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کو خاکِ مذلت کے سپرد کیا
 ہے اور سب کو در بدر رُلایا ہے آہ آہ ہزار آہ!

بیت سے نیت کس راز حقیقت آگہی

جلدے برونہ بادست تھی

(کوئی حقیقت سے آگاہ نہ ہو اسب خالی ہاتھ قبضوں میں چلے گئے)

زکرت بربت پنج بے ہمارو میت یہ کیا کبریائی اور عظمت ہے کہ سب برگزیدہ لوگ خاک سے اٹھے
 اور خاک میں گئے اور خاک ہی کے اندر قیامت دیکھتے ہیں۔

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى

(خاک سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور ہم دوبارہ خاک میں لوٹاتے ہیں اور خاک سے آخری بار

(اٹھائیں گے)

چنانچہ سب خلقت نفسی نفسی کہے گی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امتی امتی کہیں گے۔ عارفین قلبی قلبی کہیں گے (یعنی سوز و گداز میں دل تھامے ہوتے ہوں گے)۔ حق تعالیٰ عبدی عبدی فرمائیں گے۔
بندہ در خدا بود از غم جدا (راہ خدا میں بندہ غم سے کبھی جدا نہیں ہوتا) کَلَّمَا أَرْدُوْا أَنْ نَخْرُجَ مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِينُوا بِهَا

ہیہات ہیہات! کجا افتادم و چه گویم (میں کہاں جا پڑا اور کیا کہوں) اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ
اللّٰهَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَسَ يَهْدِيْهِ

بے تیرا می عشق سر انگیز بیت

نثر و شور فنگند در عالم (اس شعر کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں)

اَلْغَمِّ مِنَ الْغَمِّ اِلَى الْغَمِّ فَاسْتَجِنَّا لَهٗ وَنَجِّنَا مِنَ الْغَمِّ فِي الْغَمِّ بِالْغَمِّ
ہم غم ہی غم میں مستغرق ہیں ہم نے غم کو قبول کیا اور غم نے ہم کو غم سے نجات دلائی۔

کر پر بت پہنچ بسے ہمارو میت ایہ کیا شور و غوغا ہے کہ جس سے کوئی راہ فرار نہیں۔ نہ اس کے سوا کوئی وجود ہے نہ نمود (ظاہر)۔ جس طرح کفر و معصیت حجاب ہے اور اس سے تبرا لازمی ہے اسی طرح ایمان کو بھی حجاب کہا گیا ہے۔ طاعت و عبادت، اور ورد و اوراد کو بھی حجاب کہا گیا ہے۔ اور زہد و تقویٰ، اور معرفت اور توحید کو بھی حجاب کہا گیا ہے وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ اکثر ایمان دار لوگ ایسے ہیں جو مشرک ہیں یعنی شرک خفی میں مبتلا ہیں مثلاً افسروں اور بڑے آدمیوں سے امیدیں وابستہ رکھتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کسی کو دنیاوی اغراض کی خاطر سلام علیک کرتا ہے اس کا جو تھائی حصہ ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دنیا و عقبی، عرش و فرش، حیات و ممات، جان و تن، نفس و دل، عقل و فکر و ذکر کو بھی حجاب کہا گیا ہے۔

وَالْعِلْمُ حِجَابٌ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ (علم اللہ تعالیٰ کے راستے میں حجاب اکبر ہے)

بلکہ مکاشفات و مشاہدات اور عین الیقین و حق الیقین کو بھی حجاب سمجھو۔ صدیق اکبر ہر رات ساری رات

ذوق و شوق اور حق تعالیٰ سے وصل وصال میں بسر کرتے تھے۔ لیکن جب صبح ہوتی تھی تو اپنی کوتاہی پر
 آہیں بھرتے تھے اور آپ کے جگر سوختے سے بھونے ہوئے گوشت کی بو آتی تھی۔ یہ سب دوست سے
 دوری اور بے حضوری کی وجہ سے تھا۔ اور اس سے آپ نالاں اور فریادگناں تھے کہ یا رسول اللہ ایمان
 کیا چیز ہے؟ افسوس صد افسوس! مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نالہ بھی یہی تھا آپ فرمایا کرتے:
 يَا لَيْتَ رَبِّ مُحَمَّدٍ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا كَأَنَّ مُحَمَّدًا كَرِهَ لِقَابِ مُحَمَّدٍ

دیکھو محمد کو محمد حجاب ہے۔ پس یہ کیا فقیہیابی کا مقام ہے؟

بیت سے ایں چہ دریا ایست قعرشس ناپدید

وین چہ درگاہیت قفلش بے کلید

(یہ کیا دریا ہے کہ جس کی تہ نامعلوم ہے اور یہ کیا درگاہ ہے جس کا قفل بے کلید ہے یعنی
 جس کی چابی نہیں)

یہ جو صاحب سبحانی ہے اور انا الحق شانی ہے محض پریشانی ہے بلکہ غفلت اور حیرانی ہے۔ ہمارے شیخ
 سید محمد کیسو دراز نے زبان دراز کی اور حیرانی کے عالم میں کہا کہ حق تعالیٰ دربار الہی ہے (سب پڑوں
 کے پیچھے ہے)۔ اگرچہ یہ بات تھی درست لیکن جویندہ کو سرتن کی بازی لگا کر ہر چیز سے گذر جانا چاہیے
 اور دربار الہی کی جانب دوڑنا چاہیے محققین کا مقولہ ہے کہ وہ ابتدائی منزل پر واپس پہنچ جائے جس طرح
 کہ دائرہ پر سفر کرنے سے ہوتا ہے، لیکن چونکہ ابتدا کی بھی کوئی نہایت (حد) نہیں نہایت
 (آخری منزل) کی بھی کوئی حد نہیں۔ اس لئے حق تعالیٰ کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ طالب کو نہایت کی طلب
 میں بے نہایت ہونا چاہیے تاکہ ہدایت کی طرف رجوع کرے۔ کہتے ہیں کہ مومن لوگ حق تعالیٰ کو
 بہشت میں پائیں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا بہشت میں ہوگا۔

تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً (اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اور بلند اور برتر ہے)

لیکن طالب کو اس کی طلب میں بہشت میں جانا چاہیے اور بہشت سے جانا چاہیے۔ حضرت مصطفیٰ اور
 سب انبیاء علیہم السلام نے بہشت کی دعوت دی اور بہشت سے ان کی مراد وہی ذات تھی کہ اِنَّ

اللہ جَنَّةٌ لَيْسَ فِيهَا حُورٌ وَلَا قُصُورٌ (تحقیق اللہ جنت ہے اس میں حور ہے نہ قصور)۔ خدا تعالیٰ قریب قریب است (یعنی نہایت قریب ہے) اور لطیف لطیف (یعنی نہایت لطیف) وہ ذات و رار الورا نہیں، بے ہمہ اور باہمہ ہے لیکن یہ مقید انسان کسی چیز کا طالب نہ بنے بلکہ سب سے بلند اور ورا الورا رہے۔ اور تعالیٰ معرفت خود خود آید (اس کی معرفت وہ خود آپ ہے) اور مباحی الجنة احد سوئی اللہ (جنت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں) کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔ پس ورا الورا اور تحت الشریٰ ایک ہو جاتے ہیں۔ ورا الورا کی کیا مجال ہے وہ ذات سب سے ورا ہے ہر جا سے مقدس ہے اور ابتدا و انتہا سے پاک ہے۔ اس کے سوا نہ کسی چیز کا وجود ہے نہ کوئی چیز مستور ہے۔ ورا الورا سے بے فہمی کے سوا کچھ حاصل نہیں اور کفر و شرک کے سوا کوئی نتیجہ نہیں۔ اور یہ کفر و شرک وہ نہیں جسے تو کفر و شرک سمجھتا ہے اور نہ وہ بے فہمی ہے جسے تلبے فہمی کہتا ہے۔ یہ مقام کفر و ایمان سے بلند ہے کہ جس کے اندر ہمارے شیخ سید محمد گیسو دراز قدس سرہ محو ہیں اور ورا الورا کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور حیرت میں ہیں۔ قرآن کہتا ہے :

قل هو الله احد (تو کہہ دے اللہ احد ہے)

وہ اپنی ذات سے تنہا ہے۔ اس کا اسم پاک اللہ ہے کہ جس کا لفظاً و معنیاً کوئی اشتقاق نہیں (یعنی لفظ اللہ کا کوئی مصدر نہیں ہے) ورا الورا اور تحت الشریٰ کا احاطہ ہو سکتا ہے لیکن وہ بے حد محیط اور بے حد بسیط ہے اس جہان اور آٹھارہ ہزار جہانوں میں سے کوئی ذرہ اس کی ذات سے باہر نہیں، یا اس کے ہمراہ اور اس سے آگاہ نہیں۔ بلکہ کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے جو اس کا عین نہیں۔ اس کے اسمائے حسنہ ہیں کریم، رحیم، ستار، جبار، غفار، قہار، ذوالجلال و الاکرام۔ یہ صد ہزار اور بیشمار نام ہیں جو اس کی صفات سے تعلق رکھتے ہیں۔ سالک کے لئے ان اسماء کی سیر میں لا انتہا منازل ہیں۔ تخلق باخلاق اللہ سے یہی مراد ہے (یعنی سالک کا اللہ تعالیٰ کے صفات سے متصف ہونا) ساکین کمالات لم یزل ولا یزال (ہمیشہ ہے اور ہمیشہ ہے) کے متلاشی ہیں۔ اور وہ ہمہ باہمہ اور بے ہمہ پر کار بند ہیں۔ تو بھی چلتا رہے جس قدر چل کے چلے۔ بلکہ اس سے بھی آگے بلند اور

بالا تر جاؤ۔ اللہ کی محبت میں جاؤ۔ باہم جاؤ بے ہمہ جاؤ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ کا پیغام سنو اور چلتے رہو۔ نام اور بے نشان چلو۔ یہ چھوڑ کر چلو۔ وہ چھوڑ کر چلو۔ مست ہو کر چلو۔ ہوشیار ہو کر چلو۔ نیند میں چلو، بیداری میں چلو۔ سب سے بیزار ہو کر۔ قرآن کے ساتھ چلو۔ طاعت سے چلو ورد اور اد کے ساتھ چلو، ذکر کے ساتھ چلو۔ فکر کے ساتھ چلو۔ بے تفصیل و اجمال چلو، فنا میں چلو، بقا میں چلو۔ بقا یعنی مشاہدہ۔ دیدار۔ بے لقا چلو۔ غرضیکہ چلتے رہو چلتے رہو۔ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ جاننا چاہیے کہ بعض لوگ اس قدر سفر کرتے ہیں (راہ حق میں) کہ جس کی انتہا نہیں اور سفر کرتے کرتے دوست سے متصل ہو جاتے ہیں لیکن اس مقام پر وہ ہزار بلا میں گرفتار ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر وہ اس پر تانغ رہیں تو مقید ہو جائیں اور یہ کفر ہے۔ اگر مقصد شناسد بہ شرک افتد (اگر اپنی مقصد شناسی کریں تو شرک میں مبتلا ہوں)۔ اگر تفکر کریں تو شک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور یہ نفاق (منافقت) ہے۔ یقین کی بجائے فکر میں گرفتار ہوتے ہیں یا لئیت (یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نوحہ) کیا تھا۔ وہ اسی میں گھٹسے جاتے تھے۔ آہ، آہ، ہزار آہ! یہ کیا اسلام ہے جو کفر، شرک اور نفاق کی طرف کھینچ کر لے جاتے۔ ایسا وصال فراق ہے، اور قرب بعد ہے۔ غیر سے انفصال خداوند سے اتصال ہے۔ انفصال اور اتصال خیالی مستمند (مستند معنی غمگین و حاجتمند) ہے (یعنی دونوں خیالی ہیں) اور دونوں کا وجود نہیں۔ اور عدم کے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے۔ اگر خود "ہمہ اوست" ہے تو یہ کیا ہے جو ہم ہیں۔ وہ کیا ہے جو وہ ہے۔ وصال و فراق کوئی چیز نہیں سب کچھ وہی ہے وہی ہے۔ ہم جو ہیں اسی سے ہیں بے چارہ قلندر کیوں وصال سے بالا تر کا متلاشی ہو۔ کیونکہ عین وصال میں وہ انفصال سے ٹکراتا ہے اور ایک کو دو کہتا ہے۔ وصال بے حاصل اور بے حاصل واصل۔ اور نہ حاصل ہے نہ واصل ہے جو واصل ہے حیران ہے سعدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا ہے

عجب ایں است کہ من واصل و سرگردانم

(عجب یہ ہے کہ میں واصل ہوں اور سرگرداں ہوں)

کہ پرستِ بزمِ بے ہمارو میت! محبوب ایسے پہاڑ میں جا چھپا ہے کہ جتنا اوپر جاؤ اتنا نیچے گرتے ہو۔

مصرعہ :- گر ہمے کوہی فرو افتی بچاہ

(جس قدر اوپر چڑھتا ہے کوئیں میں گرتا ہے)

یہ دیکھ کر سب انبیاء اور اولیاء فرو بالا ہوتے ہیں (بہت کوشش کرتے ہیں) لیکن اوپر نہیں جاسکتے۔ ملائک زمین پر نزول کرتے ہیں کہ شاید زمین والوں سے بوائے دوست ملے لیکن اسی طرح حجاب میں رہتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے، موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر گئے اور لیس علیہ السلام بہشت میں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قاف تو سین اذ ادنیٰ پر گئے لیکن ہر ایک واصل بے حاصل میں حیران و سرگردان ہے۔

آہ آہ ہزار آہ! اس درد کی کوئی دوا نہیں کیونکہ اس کی دوا بھی سب درد ہے اور یہ بلا ختم نہ ہوگی کیونکہ اس کا اختتام بھی بلا ہے۔

بیت سے از درد بمریم بدو راہ ندادند

فریاد ازیں درد کہ فریاد رسی نیست

(اس درد میں ہم مر گئے لیکن دوست تک رسائی نہ ہوئی۔ اس درد سے فریاد ہے کہ جس کی فریاد

فریاد رسی نہیں ہے)

پہاڑ ظاہر ہوا اور بشر نے سر پوٹھا کر اپنے آپ کو بلا میں گرفتار کیا۔ بلکہ آگ میں کود پڑا:

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (وہ آگ انسان اور پتھر جس کا ایندھن ہے)

آفتاب آسمان پر چمکا اور چاند اور ستارے اس کے ہمراہ تھے لیکن چاند ستاروں کو دن کی روشنی کھا گئی اور سورج کو زمین کے نیچے دفن کر دیا گیا اور فرمان ہوا کہ

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ

جب سورج ڈوب جائے اور ستارے ماند پڑ جائیں۔

اسی طرح جسے دیکھو خود بینی کی وجہ سے ہزار بلا میں اور مصیبت میں گرفتار ہے چنانچہ وصول کیا اور حصول کہاں بے چارہ قلندر کرے تو کیا کرے کر پربت پہنچ بے ہمارو میت! ہیہات ہیہات! قرآن میں فرمان ہوتا ہے:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ
الْإِسْلَامَ دِينًا.

(آج ہم نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا اور تم پر نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا)

لیکن کیا کمال ہے وہی کمال اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوا چنانچہ نہ اسے دین کے کمال سے نہ اتمام نعمت سے فائدہ ہوا کیونکہ بحر محیط کا کوئی کنارہ نہیں۔ اگرچہ بارانِ رحمت موسلا دھار ہے لیکن طالب کا حال نزار ہے۔ اس لئے اس کی رضا کا کوئی مطلب سمجھ نہ آیا سوا اس کے کہ وعدہ دیا گیا۔ بہت مومن مشرک ہو گئے اور بے شمار منعم (امیر) مفلس بن گئے۔ جو کچھ قرآن نے کہا درست کہا۔ ہمارا اعتقاد یہی ہے لیکن ہے سب بے سامانی کا عالم اور اہل کے لئے وصول تاوان بن گیا ہے اس لئے بے چارہ قلندر وصول سے کیوں نہ بھاگے اور بے حاصلی میں پھنسے۔ اگر کوئی کہتا آمنتا (میں ایمان لایا) جواب ملتا ہے قُلْ لَمْ تَوْفَرُوا (ان سے کہو تم ایمان نہیں لاتے)۔ اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے وحی آتی ہے کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ
(اے ایمان والو! ایمان لے لو اللہ کے ساتھ)

پس وصول کہاں اور حصول کس کا۔ توحید کیسے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔ کافر کون ہے اور کفر کیا ہے

أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ مکتوب در وقت درد از سر

درد مسطور مافتہ است از نا اہل دور داند۔ (یہ خط درد کے اسرار و رموز میں کھٹایا گیا ہے اگلے جگہوں سے

(دور رکھنا)

لَقَدْ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي (اگر حق تعالیٰ کی تعریف لکھنے کے لئے سارا سمندر سیاہی بن جائے تو سمندر ختم ہو جائے گا لیکن حق تعالیٰ کی حمد و ثنا ختم نہ ہوگی)۔

بیت ۷ نہ حسنش غایبے آخرے وارد نہ سعدی راسخن پایاں

میر و تشنہ مستقی و دریا ہمیجاں باقی !

(نہ محبوب کے حسن و جمال کی کوئی حد ہے نہ سعدی کے کلام کی انتہا ہے۔ مرض استسقا کا بیمار

دریا کے کنارے بیٹھے پانی پی پی کر مر جائے گا لیکن دریا اسی طرح چلتا رہے گا۔ یعنی ہم حمد و

ثنا بیان کرتے کرتے ختم ہو جائیں گے اور حمد ختم نہ ہوگی)۔

مخالف کو مخالف سمجھیں اور موافق کو موافق۔ اگرچہ ہاں موافق و ہاں مخالف۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

إِلَّا بِاللَّهِ الْعَظِيمِ۔ کیا لکھوں۔ خاک سر میں ڈالتا ہوں اور کہتا ہوں کہ

گفتم بشمارم سر یک حلقہ زلفش

یک پیچ بہ پیچید و غلط کردہ شمارم

(میں نے چاہا کہ اس کی زلفوں کے ایک حلقہ کا شمار کروں۔ ہر پیچ ایسا پیچیدہ ہوا کہ ساری

گنتی بھول گئی)

اب خاموشی بہتر ہے۔ والسلام



مکتوب ۳۶

بجانب بایزید صوفی۔ حدیث نبویؐ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ
آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ... کے معنی میں۔

حق حق حق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بعد از سلام وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلَامِ (اللہ تعالیٰ دار السلام کی طرف بلا تے ہیں)۔
از کاتب حروف فقیر، حقیر عبدالقدوس اسمعیل صنفی النحوی۔

اُن برادر کا خط ملا۔ حال معلوم ہوا۔ آپ نے حدیث نبویؐ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ
(اللہ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اور چند دیگر معاملات کے متعلق دریافت کیا ہے۔ واضح باد کہ قمری
باغ احادیث نے شاح صمدیت پر یہ ترنم الاپاکہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا دَخِيَ يُوسُفَا

(اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے بلکہ جو ان پر وحی ہوتی ہے وہی بیان کرتے ہیں)
اِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ کے مصداق عالم غیب کو صورت عطا فرمائی اور صورت کو غیب
بنایا اور ظاہر اور باطن کو کہ جس کا ظہور بطون اور بطون ظہور ہے ظہور میں کھینچ لایا۔ حقیقت کو مجاز کی
صورت میں دکھایا اور مجاز کو حقیقت بنایا۔ اب جاننا چاہیے کہ علمائے شریعت اس حدیث کی یہ تاویل
کرتے ہیں، کہ آدم اللہ تعالیٰ کی صنعت بدیع (شاذ و تخیلیق) ہے اور کوئی دوسری مخلوق اس طرح نہیں۔

اور یہ حدیث آدم کی کمال مدحت ہے اور امام غزالی فرماتے ہیں کہ عَلِيٌّ صُورَتِهِ کے معنی ہیں
عَلِيٌّ صِفَتِهِ (یعنی اپنی صفت پر)

اور یہ فقیر کہتا ہے کہ ”عَلِيٌّ صُورَتِهِ“ کے معنی ہیں عَلِيٌّ حُكْمٌ ذَاتِهِ (یعنی اللہ تعالیٰ
نے آدم کو اپنی صفات پر نہیں بلکہ اپنی ذات پر پیدا یعنی آدم کی ذات اسی ذات مطلقہ سے ہے۔
امام غزالی آدم کی صورت کو صفتِ حق بتاتے ہیں جس سے وہ (آدم) سمیع، بصیر، متکلم،
خبیر، علیم، حکیم، مختار وغیرہ ہے تا حق تعالیٰ کو اپنے اندر اسی کمال سے پہچان لے۔ چنانچہ کسی بزرگ
کا مقولہ ہے کہ :

ما الفرق بيني وبينه الا بصفة الوجودية والقيامية اى

وجودنا منه وقيامنا به

(میرے اور حق تعالیٰ کے درمیان کیا فرق ہے سوائے اس کی صفتِ وجودیہ اور صفتِ قیامیہ

کے کہ میرا وجود اس کے وجود سے ہے اور میرا قیام اس کے ساتھ ہے)

وَالْأَلَيْسَ إِلَّا هُوَ فَلَا هُوَ إِلَّا هُوَ

اور یہ فقیر بے تدبیر آدم کی صورت سے یہ مفہوم لیتا ہے کہ اس کی ذات محض غیب سے ہے اور اس کا
وجود لاریب سے ہے (یعنی اسی ذات سے ہے جو بالکل یقینی ہے) اور اس یعنی انسان کے عوالم
(جمع عالم) شہادت اور غیب میں (یعنی ظاہر و باطن میں) حق تعالیٰ کے عوالم کی مانند ہیں۔ چنانچہ آدم
کے متعلق کہا گیا ہے کہ فَيَا نَسْرُ اللَّهِ (آدم اللہ کا راز ہے) اور آدم کی صفتِ فردیت ہے
جس سے مراد امورِ کلیات کی شان ہے اور وہ حقیقتِ ذات ہے وَهُوَ حَيَّوَانٌ نَّاطِقٌ اور
انسان حیوانِ ناطق ہے) اور وہ محض غیب سے ہے اور اس کا وجود لاریب ہے۔

اور انسان کے بھی ظہور اور غیب میں چار عالم ہیں جس طرح حق تعالیٰ کے چار عالم ہیں حق تعالیٰ کا عالم شہادت یہ جہان ہے اور انسان کا عالم شہادت یہ جسم مرکب ہے۔ حق تعالیٰ کے عالم عقول و ملکوت کے مقابلہ میں انسان کا عقل اور قلب ہے (حق تعالیٰ کے) عالم امر جو عرش و فرش سے ورار ہے کے مقابل آدم کا روح ہے یہ عالم جبروت کے مقابل بھی ہے۔ عالم لاہوت کے مقابل انسان کا (لطیفہ) سر و خنی و اخنی ہے اور حق تعالیٰ کے صفات کمال کے مقابل آدم کا صفات قلب ہے جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَ اِنَّكَ عَلٰی خُلُقٍ عَظِيْمٍ (اور تم خلق عظیم کے مالک ہو)

پس جو حق تعالیٰ کے متعلق کہا جاسکتا ہے انسان (کامل) کے متعلق بھی کہا جاسکتا ہے اور دونوں کی صورت بے مثل ہے اور یہ جو انسان کے ظاہری اعضا ہیں یہ اس کی صورت نہیں بلکہ اس کے شہود یا عالم شہود کی صورت ہے نہ کہ اس کے وجود کی صورت ہے۔ جس طرح کہ یہ عالم (کائنات) حق تعالیٰ کے شہود کی صورت ہے نہ کہ اس کے وجود کی صورت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ :

اِنَّهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(اور وہ یعنی حق تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے یعنی ہر چیز اس کا شہود اور ظہور ہے)

العیاذ باللہ عما لا یلیق بہ (خدا پناہ دے اس سے جو اس کے لائق نہیں) نیز اٹھارہ ہزار عالم اسی کے وجود سے قائم ہیں وَ اِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (اور کوئی چیز نہیں جو اس کا حمد بیان نہ کرتی ہو) اور ہر چیز کی حمد کا شغل اس لئے ہے کہ ہر چیز کا وجود اسی سے ہے کاشغل الحوت بالماء و لکن لا تفعلون تسبیحہم (ہر چیز کا شغل در حمد ایسا ہے جیسے مچلی کا پانی میں شغل ہے لیکن تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے) لیکن غافل اپنے شغل حمد و تسبیح کو نہیں جانتا جب ہر چیز حق تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے تو انسان بھی اس کائنات کی ایک چیز ہے وہ بھی تسبیح بیان کرتا ہے لیکن غافل خود اپنی تسبیح کو نہیں جانتا، حقیقت یہ ہے کہ انسان ہر وقت شغل حق میں مشغول ہے وَ سَقَلْتُمْ رَاٰبِلْہُمْ کے مصداق حق تعالیٰ نے عارفین کے وجود کا خمیر ازل سے ذکر حق سے کیا

حتیٰ کہ ان کی حیات دوست کی حیات سے قائم ہے بلکہ ان کی جان بھی دوست کی جان ہے اور جسم و جاں میں کوئی فرق نہیں۔ عزیز من! یہ جواب ذرا مشکل تھا (امید ہے سمجھ میں آجائے گا)۔ جہاں تک حلول کا تعلق ہے حلول وہاں ہوتا ہے جہاں دوری ہو (یعنی دو الگ الگ چیزوں کے ایک دوسرے میں مدغم ہونے سے دونوں کے علیحدہ وجود یا دوئی کا قائل ہونا پڑتا ہے) لیکن یہاں دوری نہیں ہے بلکہ بے حضوری ہے (یعنی وحدت وجود ہے لیکن اس کا شعور اور علم نہیں) جب خدا بصیرت دے دیتا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ وہی ہے (یعنی سالک پر وحدت وجود عیاں ہو جاتی ہے)

نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ہم انسان کی شرگ سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں) میں اسی مقام (یعنی توحید ذاتی) کی خبر دی گئی ہے۔

عزیز من! روح کی شرح حرام ہے اور اس کی طرف اشارہ ناممکن ہے۔

(جو کچھ توحید باری تعالیٰ کے متعلق کہا جاسکتا ہے وہ سب تیرے متعلق یعنی انسان کے متعلق صادق آتا ہے)

بعضوں نے روح کو قدیم کہا ہے اور یہ بات ایک نقطہ نگاہ سے صحیح ہے لیکن سب کے نزدیک روح کا معاملہ دوسری مخلوقات کا سا نہیں ہے۔ روح کی شرح یہی بہتر ہے جو حق تعالیٰ نے کی ہے یعنی قُلْ رُوحٌ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (روح امر ربی ہے یعنی عالم امر میں سے ہے نہ کہ عالم خلق میں)۔ ورنہ یہ (شاید حضرت شیخ خود) قدیم سے یہی معنی لیتا ہے کہ اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ آج کل کا نہیں بلکہ روح نہیں تھا اور اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ تھا۔ پس ازلی اور ابدی ہوا۔

حدیث من عرف نفسه فقد عرف ربه کا مطلب

عزیز من !

حدیث من عرف نفسه فقد عرف ربه دو نون قسم کے عرفانوں کی خبر دیتی ہے ، استدلاقی عرفان اور شاہدتی عرفان۔ تمام علم اور عارف (جمع عارف) اپنے مقام پر حق تعالیٰ کو از خود در خود (یعنی اپنی ذات سے اور اپنے اندر) اپنے عرفان کی استعداد کے مطابق پہچانتے ہیں۔ اس سے مراد حقیقت انسان ہے نہ کہ اس کی ظاہری صورت (یعنی انسان اپنی حقیقت جب پہچان لیتا ہے تو حق تعالیٰ کو بھی پہچان لیتا ہے) اور معرفت سے مراد از خود رفتن (اپنے آپ کو گم کر دینا) اور بدوست پیوستن (اور دوست سے پیوست ہو جانا) خود را بدوست دیدن (اپنے آپ دوست کے ذریعے دیکھنا) و ہم را بدوست یافتن (اور سب کو دوست کے ذریعے دیکھنا) ہے۔ (یعنی بی نیصیر) اور یہ جو کہا گیا ہے کہ الانسان اکبر من الله (انسان اللہ سے بڑا ہے) اگر کسی بزرگ نے اسی طرح کہا ہے تو شریعت کے مطابق اس کی تاویل یوں کی جاسکتی ہے کہ اکبر من مخلوق اللہ تعالیٰ (یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے بڑا انسان ہے) اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہر شخص کی بزرگی اس کے ملک کی عظمت کی بنا پر ہوتی ہے چنانچہ حضرت بازید بسطامیؒ نے فرمایا :

ملکی اعظم من ملک اللہ (میرا ملک بڑا ہے اللہ کے ملک سے)

کیونکہ حق تعالیٰ کا ملک بایزید ہے اور بایزید کا ملک حق تعالیٰ ہے اور حق تعالیٰ بایزید سے بڑا ہے پس بایزید کا ملک اللہ کے ملک سے بڑا ہوا۔ **الْإِنْسَانُ أَكْبَرُ مِنْ اللَّهِ** کے یہی معنی ہو سکتے ہیں **العیاذ باللہ من انحلل والذلل** (اللہ سے پناہ یہ جواب بھی ذرا مشکل تھا) امید ہے سمجھ میں آ گیا ہوگا)

حدیث اول ما خلق الله عشقہ کا مطلب

یہ جو حدیث ہے اول ما خلق

اللہ عشقہ (اللہ نے سب سے پہلے میرا عشق پیدا کیا) یہ مقام محض غیب سے تھا جہاں عشق کے سوا کسی چیز کو سبقت نہ تھی پس اس وجہ سے اس حدیث کے معنی یہ ہوتے کہ

أَوَّلَ مَا ظَهَرَ اللَّهُ بِهِ فِي غَيْبِ الْغَيْبِ عَشْقُهُ وَعَشَقَ حَقَّ عَشَقِ مُحَمَّدٍ
 است کہ دائرہ ازل وابد گرفتہ است و ہو بکل شیء محیط

(سب سے پہلے جو کچھ غیب الغیب میں اللہ نے ہوا اس کا عشق تھا اور اللہ کا عشق محمد کا عشق ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام جو دائرہ ازل وابد میں ظاہر ہے اور وہ سب چیز کو احاطہ کئے ہوئے تھے)

حدیث اول ما خلق الله روحی کا مطلب

اور حدیث اول ما خلق الله

روحی (اللہ نے جو سب سے پہلے پیدا کیا وہ میرا روح تھا) میں روح کے ساتھ اصناف مراد ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا میری روح سے تھا اور یہاں روح محمد کے سوا کسی چیز کو سبقت نہیں پس اس کے یہ معنی ہوتے کہ:

اول ما ظهر وجودہ فی عالم الامر روحی

(عالم امر میں سب سے پہلے جو کچھ ظاہر ہوا میرا روح تھا)

اسی طرح مقام عقل میں اور مراتب وجود کے ہر مرتبہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سبقت تھی (یعنی پہلے نھے) اپنے غیر پر بجز اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک بعد میں ظاہر ہوا۔ اول آدم تھے اور

آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ حتیٰ کہ اول بھی محمد ہوں گے اور آخر بھی محمد۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ نقطہ اول وہی ہے (یعنی دائرہ کی محیط پر چلنا شروع کرو تو جو ابتدائی مقام تھا وہی انتہائی مقام ہو جائے گا:

ذُو الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ وَالظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

(وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے)

یہاں علم عین وجود اور وجود عین علم ہے نیز جاننا چاہئے کہ عبارت مختلف ہے کیونکہ ہر دفعہ وقت کے مطابق کہا گیا ہے لیکن مراد ایک ہے وہی عشق ہے وہی روح ہے وہی عقل ہے جیسا کہ پانی کا مختلف مظاہر میں علیحدہ نام ہو جاتا ہے لیکن اس کی حقیقت ایک ہے۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ:

لَوْنُ الْمَاءِ لَوْنٌ أَنَايَهُ (پانی کا رنگ وہی ہوتا ہے جو برتن کا رنگ ہے)

یہ بات بھی شکل تھی۔ (سمجھ گئے ہوں گے)

امانت سے کیا مراد ہے

عزیز من! امانت جو انسان کے سپرد ہوئی کے متعلق اختلاف ہے

بعض کہتے ہیں ادا و نواہی کا حکم ہے (یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا) کیونکہ انسان کے سوا کوئی چیز یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتی تھی اور یہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ امانت سے مراد نور معرفت ہے کہ کائنات کی کوئی چیز اس نور کی متحمل نہ ہو سکی۔ کیونکہ عند ظہور الحق ثبور الخلق (حق کے ظاہر ہوتے ہی خلق رخصت ہوتی ہے) اس مقام پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ کہا:

لَوْ دَلَّتْ أُمَّةٌ لَأَخْتَرَقَتْ (اگر میں ایک انگلی بھراؤں گے بڑھوں تو جل جاؤں)

یہ ظلومی انسان ہے جو وجود کونی کی عین ظلمت میں نور حق کا متلاشی ہے اور اسی نور کی بدولت حضور حق میں رقصاں و پوپاں ہے انسان اپنے مقام جہولی میں بے خود ہو کر اس کے ساتھ یعنی حق کے ساتھ پیوست ہو جاتا ہے اور ازو، بدو، با او سے آمیزد (اور حق کی بدولت حق کی معیت میں حق کے ساتھ

اصل ہو جاتا ہے) اور اس سے اسے وہ قوت حاصل ہوتی ہے کہ دونوں جہانوں کے بوجھ کو اس طرح سمجھتا ہے جس طرح پہاڑ پر گھاس کا سٹکا۔ یہ سب کچھ برداشت کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ حَسْبِيَ اللَّهُ وَ اللَّهُ مُعْتَدٌ (مجھے اللہ کافی ہے اور اللہ ہمارے ساتھ ہے) (ظلومی اور جہولی کے الفاظ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے انسان متعلق استعمال کئے ہیں اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا) (یعنی جب یہ امانت آسمانوں اور پہاڑوں کے پیش کی گئی تو انھوں نے قبول نہ کی لیکن ظالم اور جاہل تو مذمت کے الفاظ ہیں اور حق تعالیٰ کا یہاں مقصد ہے آدمی کی تعریف کرنا ہے۔ کیونکہ جب ایک بڑی امانت اور بھاری بوجھ کائنات کی کوئی چیز حتیٰ کہ ملائک بھی برداشت نہ کر سکے اور اٹھانے سے انکار کر رہے اور انسان نے لبیک کر کے اسے قبول کر لیا تو تائش اور تحسین کا مستحق ہے نہ کہ مذمت کا۔ لہذا عارفین کے نزدیک ظلوماً کے معنی ہیں تاریک۔ کیونکہ انسان مرکب ہے روح اور جسم انسان کا روحانی پہلو پاک اور شفاف ہے اور جسمانی پہلو تاریک ہے جو شیشے پر زنگار کا کام دے کر اس کے اندر عکس قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے۔ فرشتوں کے اندر اسما و صفات الہیہ کا عکس قبول کرنے کی استعداد اس لئے نہیں کہ وہ سراپا نور ہیں۔ زمین اور پہاڑوں میں یہ استعداد اس لئے نہیں کہ وہ سراپا ظلمت ہیں۔ کائنات میں صرف انسان کا وجود ہی ایسا تھا کہ جس کا ایک پہلو نورانی تھا اور دوسرا تاریک۔ اس لئے انسان نے امانت قبول کر لی اور وہ امانت کیا تھی جیسا کہ اوپر اشارہ ہو چکا ہے ظہور ذات مع اسما و صفات تھا۔ کیونکہ اس کا حامل صرف انسان ہو سکتا تھا اور ہوا لفظ ”جو لا“ سے بھی یہی تاریکی مراد ہے کیونکہ جہل بھی تاریکی ہی ہے)۔

نیز عزیز من! یہ امانت کا پیش کرنا تکلیف نہ تھی بلکہ تعریف اور تعریف تھی۔ کیونکہ تکلیف تو پایانِ وجود میں ہے (پایانِ وجود سے مراد مراتبِ وجود کا آخری مرتبہ ہے یعنی انسان چونکہ تمام کائنات کے اخیر میں پیدا کیا گیا اس لئے منہا سے نازل وجود انسان ٹھہرایا۔

۱۔ ز کہ تعریف در بدو وجود است (تعریف ظہور وجود میں ہے یعنی ظہور وجود انسان کے پیش کیا گیا۔ اس لئے یہ تعریف ہے نہ کہ تکلیف۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں :

أَلَسْتَ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ کہا ہاں!)

یہ خطاب ازل میں حق تعالیٰ نے روجوں کو کیا۔ روجوں نے جواب دیا ”بلی“، یعنی بیشک تو ہمارا رب ہے یہی تھی وہ تعزیر امانت یعنی امانت کا پیش کرنا جو فرشتوں اور پہاڑوں نے قبول نہ کی اور انسان نے قبول کر لی یہ اس لئے تھا کہ ہر ایک اپنے مقام پر بلا تکلیف آئے اور حق تعالیٰ کی تلاش میں جدوجہد کرے اور عزت حاصل کرے کیونکہ یہ دولت بلا جہد و جہد حاصل نہیں ہوتی۔ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ (نفس کشی سے) سے یہ دروازہ کھلتا ہے۔



مکتوب ۳۷

بجانب شیخ الشارح شیخ درویش قاسم اودھی۔
یہ خط ذاتی معاملات کے متعلق ہے مثلاً تعزیت
بروفات زوجہ شیخ اس لئے ترک کر دیا ہے۔

مکتوب ۳۸

بجانب شیخ عزیز اللہ دانشمند برادر حضرت شیخ در بیان
الم مفارقت و افلاس و انکار۔

بیت سے بسیار صبح شد کہ نسیمت نے اس
اے گل مگر، تو پاتے صبا را شکستہ
کئی صحبتیں گذر چکی ہیں کہ تیری خوشبو کی نسیم نہیں پہنچی اے گل شاید تو نے باد صبا کے پاؤں
توڑ دیئے ہیں)

حد و صلوة المقصود ہو المقصود۔ بے چارہ محب جو ایک دارالسلام سے دوسرے
دارالسلام میں جا پڑا ہے اُسے آتش، ہجر اور زخم خنجر قہر کے سوا کچھ نصیب نہیں۔ ہر لحظہ سو مصیبت میں

اے :- دارالسلام سے مراد نور حق ہے جو مقام سلامت ہے اور یہ جگہ کون و مکان ہے یعنی آدم علیہ السلام
کو پہلے بہشت میں اور پھر دنیا میں لایا گیا دوسرے دارالسلام سے مراد قرب حق ہے جو مقام سلامت ہے۔

حیران ہے اور ہر لمحہ سورج میں سرگردان رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ اوامر و نواہی (یعنی نیکی کی تلقین اور بُرائی سے روکنے) کی ذمہ داری بھی عائد کر کے مکر و فریب کے سمندروں میں پھینک دیا ہے:

احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا امنا وهم لا يفتنون
کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ دعویٰ ایمانی کے بعد آزمائے نہیں جائیں گے۔

(مطلب یہ کہ یہ کہاں کا دارالاسلام ہے جو ان مصائب سے پُرسے) زہے سرگردانی و زہے حیرانی (آرام کہاں کا اور قرار کیا کیونکہ عقلی کی آفت درپیش ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے وہ آفت جس سے انبیاء اور اولیاء کے جگر کباب ہو گئے ہیں۔ خود اہل بصیرت یہ چاہتے ہیں کہ عدم میں چلے جائیں اور نیست و نابود ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ:

يَا لَيْتَ سَرَّيْ مُحَمَّدًا لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا

(افسوس رب محمدؐ کو پیدا نہ کرتا)

کاشکے ہرگز نہ زادی مادرم
تا نگشتے کشتہ نفس کا فرم

بیت ۷

(کاشکے مجھے ماں نہ بنتی تاکہ میں کافر نفس کے ہاتھوں ہلاک نہ ہوتا)

خون صدیقان ازیں حسرت بوخت

بیت ۸

آسماں برفرق ایساں خاک ریخت

(اس حسرت سے صدیقین کے دل کباب ہو گئے اور آسمان نے ان کے سروں پر خاک ڈالی)

جب انبیاء و اولیاء اور اصفیاء کا یہ حال ہے تو ہم جیسے بدوں کا کیا ٹھکانہ؟ مرغِ درہوا اور

ماہی (مچھلی) در دریا ہمارا ماتم کر رہے ہیں اور ہمیں خبر نہیں۔

تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ

قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ جائیں۔

بیت سے
ہر دو عالم در لباس تعزیت
افکے بارند و تو در معیت

(دونوں جہاں تیرے لئے ماتم کا لباس پہنے اکتو بہار ہے میں اور تو گناہوں میں مبتلا ہے)
 اہ ہزار آہ! سرکس کے قدموں پر رگڑوں اور ہاتھ کس کے دامن میں ڈالوں۔ وَلَا يَشْفُونَ إِلَّا لِمَنْ
 امرتضیٰ وَمَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (جس کو اللہ قبول نہ کرے اس کی شفاعت کوئی
 نہیں کرتا۔ اور اللہ کے حکم کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکتا) لہذا سر میں مٹی نہ ڈالوں تو کیا کریں۔
 رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ
 (اے ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اگر تو نے بخشش نہ فرمائی تو ہم برباد
 ہو جائیں گے)

اس برباد حال اور مجبور کے لئے دعا کیجئے کہ نفس امارہ کی نحوست سے نجات ملے۔ وَلَا يَسْ ذَالِكُمْ
 بعید فانظر الی آثار رحمة اللہ کیف یحیی الارض بعد موتها (اور یہ بات بعید
 نہیں۔ پس دیکھو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے کرشمے جس نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا یعنی ابر رحمت سے)
 وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و علیٰ آلہ اجمعین

مکتوب ۳۹

بجانب سعید خان سروانی و دبیران قنا دولت دنیاوی

حق حق حق!

المقصود هو المقصود۔ عزیز من! یہ روز مرہ کے مشاہدہ کی بات ہے کہ اس دنیا کی زندگی
 اور جاہ و شہرت آنی جانی ہے۔ لحظے میں مل جاتی ہے اور لحظے میں چلی جاتی ہے۔ اور حسرت و یاس کے

سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ لہذا مومن کو چاہیے کہ ہوشیار اور عاقبت اندیش ہو کر رہے اور ہر وقت آخرت کی فکر کرتا رہے۔ اور نیکی کے کاموں میں مشغول رہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو ہو کر جائے

وَمَا تَقْدِمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوا عِنْدَ اللَّهِ وَهُوَ خَيْرٌ
أَعْظَمَ أَجْرًا

(اور جو نیکی کہ تم اپنے لئے بھیجتے ہو تم اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے اور یہ بڑے درجے کا

کام ہے

ورنہ معاذ اللہ! فہماری بخت تجارتہم وما كانوا مهتدين (ان کی یہ تجارت سود مند نہ ہوگی اور وہ لوگ راہ ہدایت نہ پائیں گے) کی سیاست عمل میں لائی جائے گی۔

ایاک والاسراف واتباع الهوی

پس فراغت اور فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور اعمال صالح طاعت اور خیرات کی بدولت (جہانوں

کی سرخروئی حاصل کرنی چاہیے۔ الدنيا مزرعة الاخرت (دنیا آخرت کی کھیتی ہے)۔

بیت سے ز دنیا توانی کہ عقیقی خسری

بخرجانی من ورنہ حسرت بری

(تو دنیا دے کر عقیقی خرید سکتا ہے۔ اے میری جان! یہ سودا ضرور کر ورنہ حسرت لے جائیگا،

والسلام علی خیر الانام وعلیٰ خیر خلقہ محمد والہ العظام۔



بجانب مولانا جمن، در بیان تمنائے نجات

ازیں جہاں فانی

حق حق حق!

المقصود هو المقصود - مدت ہوئی آپ کی خبر خیریت نہیں ملی۔

بیت ۷ - بسیار صبح شد کہ قیمت نمے رسد

اے گل مگر پاتے صبا را شکستہ

اکسی آفتاب طلوع ہو چکے ہیں لیکن تیری نسبت مجھ خیریت نہیں ملی۔ اے پھول شاید تم نے

صبا کے پاؤں توڑ دیئے ہیں)

یہ روزمرہ مشاہدہ کی بات ہے کہ یہ جہان اور اس کی تمام نعمتیں فانی ہیں۔ لہذا اس سے محبت حاصل کرنی چاہیے نہ کہ اس کی رغبت دل میں رکھنی چاہیے۔ یاد رکھو کہ:

الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِينَ (دنیا مومنوں کا قید خانہ ہے)

اور سب جانتے ہیں کہ قید خانہ میں کس قسم کی زندگی ہوتی ہے قید خانے کے لوگ ہمیشہ نجات کے

مشلاشی ہوتے ہیں۔ لہذا آخرت کا فکر کرنا چاہیے کیونکہ اصلی وطن اور ہمیشہ کا مسکن وہی ہے:

فَتَمَنُوا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (اور اگر تم سچے ہو تو موت کی دعا مانگو)

آج مفلس اور مغموم کی مدد کرو کل اللہ تمہاری مدد کرے گا:

مَنْ كَانَ لِلَّهِ كَانَ لِلَّهِ (جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے)

عاقبت بہ خیر!

مکتوب ۲۱

بجانب ملک شادی تھانیسری۔ در بیان دستگیری
دماغان و مجلسوں کی امداد کے بیان میں

المقصود هو المقصود - اس دنیا کی زندگی کا مقصد آخرت کے لئے حیات طیبہ (پاکیزہ زندگی) کا حصول ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنْشَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَهُ حَيَاةً طَيِّبًا

(مردوں اور عورتوں میں سے جو نیک عمل کرتے ہیں وہ ایماندار ہیں اور ہم ان کو حیات

طیبہ عطا کرتے ہیں)

اور اس کام کا فکر آج کرنا ہے اور آج کے دن اور اس دن میں صرف ایک سانس کا فرق ہے۔ پس عقلمند وہ ہے جو ہر وقت اور ہر کام میں آخرت کا فکر کرے اور نیکی کماتا رہے۔ تاکہ اس حیاتِ فانی سے گذر کر حیاتِ باقی جو طیبہ ہے پہنچ جائے۔ اور زندہ جاوید ہو جائے۔ نیز کمزوروں اور محتاجوں کی دستگیری کرنا ہے تاکہ اس مشکل وقت میں کہ جس میں انبیاء اور اولیاء پریشان ہوں گے۔ تیری دستگیری ہو۔

رہا نند شو تا شوی رستگار

مصرعہ

(لوگوں کی دستگیری کرنا تاکہ تیری دستگیری ہو)

تو ہم ہستی برور امیدوار

بیت

پس امید برور نشیناں برآر

(تو بھی کسی کے در پر امیدوار کھڑا ہے پس جو تیرے در پر بیٹھے ہیں ان کی امید پوری کر)

تاکہ یہ تھوڑا سا عمل صالح تیرے طویل سفر کے لیے توشہ کثیر بن جائے۔

وعاقبت بخیر!

مکتوب ۴۲

بجانب مولانا محی الدین دانشمند۔ در بیان منت۔

حق حق حق!

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ

رُوحِي فِدَاكُمْ وَقَلْبِي لَدَيْكُمْ

ر آپ پر خدا تعالیٰ سلامتی نازل کرے اور سلامت رکھے میری روح تجھ پر فدا ہو اور قلب تیرے لئے ہے،

المقصود هو المقصود ولا مقصود سواه فالله ولا سواه فلا مبتداء ومنتهأ
الا هو واليه المصير

ہمارا مقصود وہی ہے اور اس کے سوا کوئی مقصود نہیں۔ اللہ ہے اور اس کے سوا کسی کا وجود نہیں۔ نہ کوئی اول ہے نہ آخر سوا اس کے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

بزرگان نے کہا ہے کہ جب تک خودی میں سے ایک تار (معمولی سی رگ) باقی ہے دوئی خود پرستی باقی ہے۔ وَحَدَا لَا شَرِيكَ لَهٗ (وہ ایک ہے اور اس کے ساتھ کوئی نہیں یا اس کا شریک وجود کوئی نہیں) یہ بات اس وقت مُسَلَّم (صحیح) ہوتی ہے جب محویت محض طاری ہوتی ہے۔ اور بے خود ہو کر با دوست رہ جاتا ہے۔

مصرعہ
قلب زرد و دودہ نستاند در بازار حشر

اسو نے جائزی = ملحقہ نہ بن سکی بار بار حشر میں کوی مانگتے ہیں)

یہ تباہ حال اسی مصیبت میں گرفتار ہے۔ الغیث، الغیث! حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا

(وہی ہے جو بارش دیتا ہے مایوسی کے بعد)

معلوم نہیں اس سے حق تعالیٰ کیا چاہتے ہیں شاید کمال محویت مراد ہے۔ ہیحات، ہیحات! یہی فوج

ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فریاد کی کہ:

مَا الْإِيْمَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ (یا رسول اللہ ایمان کیا ہے)

کیونکہ یہ بات بہت دشوار ہے ہر شخص اس دولت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور ہر سراسر اس کمال کے

لائق نہیں۔ ہاں اگر ہم دوست میں مشغول ہوں تو بڑی دولت اور بڑی سعادت ہے۔

بیت سے خوش وقت آن کساں کہ شب و روز و روز شب

تبیح و ریشاں ہمیں دوست دوست دوست

دیکھا ہی خوش بخت ہیں وہ لوگ جو رات دن اور دن رات دوست دوست دوست کی تبیح

کا درد رکھتے ہیں)

المسرام آنکہ برادر م قاضی ابراہیم دیوبندی آپ کی خدمت میں روانہ ہیں۔ ان کے حال پشخت

فرمائیں۔ وہ اس فقیر سے پڑھ رہے ہیں اور کام کے وسط میں سفر پر روانہ ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ

انہیں جلدی اور خیریت سے واپس لائیں۔ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے عاقبت بخیر کریں۔

مکتوب ۴۳

بجانب قاضی جلال تھانیسری۔ در صرف الفاس نفیس
بذکر حق تعالیٰ (حق تعالیٰ کے ذکر میں بسر کرنا۔

حق حق حق!

واضح باد کہ عمر تھوڑی ہے اور سفر طویل، فرصت عزیز، مطلوب محال، طلب مقصد بیرون از حد۔
اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ زندگی کا ہر سانس یاد حق، اور طلب دوست میں صرف کرنا
چاہیے۔ ذکر حق میں اس قدر منہمک ہونا چاہیے کہ ذکر حیات بن جائے اور غفلت موت نظر آئے۔ روایت
ہے کہ ایک بزرگ ایک لمحہ کے لئے ذکر حق سے غافل ہو گئے آسمان اور زمین میں منادی کر دی گئی کہ
فلاں مرد جو غافل تھا مر گیا اور ذکر زندہ رہا۔ عزیز من! مثل مشہور ہے کہ:

مصرعے قدر گوہر شاہ داند یا بدانند گوہری

(گوہر کی قدر بادشاہ جانتا ہے یا گوہری)

لہذا اس خالقِ دو جہاں اور بادشاہِ جہانیاں سے بہتر کون قدر دان ہو سکتا ہے۔

یہ وہ مقام ہے کہ داؤد علیہ السلام کو حکم ہو رہا ہے کہ:

يَا دَاوُدُ اِذْ سَرَّيْتِ لِي طَالِبًا فَكُنْ لِي خَادِمًا

(اے داؤد جب تم میرا کوئی طالب دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ۔)

اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ وہ ان جواہرات کے جوہری ہیں اس لئے فرمایا:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الْاَنْبِيَاءِ

(ان کی مثال یعنی طالبانِ حق کی مثال ایسی ہے جیسے انبیاء کی)

پس گوہرِ طلبِ حق جس سے مراد ذکر اللہ ہے کانِ محمدی یعنی تعلیماتِ مشائخ میں محفوظ ہے اس گوہر

کی قدر و قیمت وہی جانتے ہیں اور نہہان خانہ دل میں محفوظ رکھتے ہیں تاکہ بادشاہِ دو جہان کی پیشی کی دن کام آئے اور کمالِ جمال گن گئی اکن لک (تو میرا ہو جائیں تیرا ہو جاؤں گا) خاصہ ہو۔
 ہنیالآ سرا باب النعییم نعیمہا (مبارک ہوں اربابِ نعمت کو نعمتیں)۔

مکتوب ۴۴

بجانب خواجہ جوہر۔ در بیانِ حالِ درویشی و ترکِ اہل دنیا

حق حق حق!

المقصود هو المقصود۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ درویش کو پائے شکستہ (پاؤں ٹوٹے ہوئے) اور پشم بستہ (آنکھیں بند کئے ہوئے) ہونا چاہیے تاکہ نہ دنیا کو دیکھے نہ اہل دنیا کے دروازے پر جائے، ہاں آخری عمر میں ضیفی کم ہمتی اور کثرتِ اہل و عیال کی وجہ سے جو تھوڑا بہت قبول کر لیا جاتا ہے یہ بھی نظر بر دنیا ہے اس سے بھی گریز کرنا چاہیے ورنہ درویش سے کچھ نصیب نہ ہوگا اور درویشوں کے زمرہ میں کیسے قدم رکھے گا اور مشائخ کو کیا منہ دکھائے گا۔ آن عزیز! نیت المؤمن خیر من عملہ (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے) کے مصداق اجرِ عظیم کے مستحق ہو گئے (شاید مکتوب الیہ حضرت شیخ کے ساتھ حسن ظن کا اظہار کیا ہوگا)۔ آن عزیز! بہتر جانتے ہیں کہ نفس و شیطان کس طرح دو دشمن انسان کے بڑے ہوئے ہیں۔ اور مومن کے دل میں کس طرح وسوس پیدا کرتے ہیں۔ پس درویش کو چاہیے کہ دنیا سے معذول ہو کر گوشہ نشینی اختیار کرے۔ تاکہ شغلِ حق سے حصہ ملے اس درویش کو معذور رکھیں۔ اور اس پریشانی سے نجات دیں۔ (شاید مکتوب الیہ نے اپنے خط میں حاضر خدمت ہونے کی اجازت طلب کی ہوگی جس کے جواب میں آپ احسن الفاظ میں انکار فرما رہے ہیں) اگر ملاقاتِ مقدر میں لکھی جا چکی ہے تو ضرور واقع ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مکتوب ۲۵

بجانب شیخ زادہ معروف محمد فرملی۔ در معنی حدیث :

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ

حق حق حق!

المقصود هُوَ المقصود۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آن عزیز نے حدیث نبویؐ ان الله خلق آدم على صورته کے معنی بعض حضرات سے دریافت کئے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمایا ہے :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

(پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی خواہش نفس کے مطابق بات نہیں کرتے بلکہ وہی کہتے ہیں جو حق تعالیٰ سے ان پر وحی ہوتی ہے)

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ (حق تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا)

اس سے ظاہر ہے کہ عالم غیب صورت میں ظاہر ہوا اور صورت کو غیب کی طرف لے گیا۔ ظاہر و باطن کو کہ جس کا ظہور بطن ہے اور بطن ظہور ہے عالم ظہور میں کھینچ لایا حقیقت کو مجاز میں ظاہر کیا۔ اور پھر مجاز کو حقیقت میں لے گیا۔ اب جاننا چاہیے کہ علماء شریعت نے اس حدیث کی یوں تاویل کی ہے کہ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ (یعنی آدم کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی صورت پر پیدا فرمایا) وہ کہتے ہیں کہ آدم حق تعالیٰ کی عجیب و غریب خلقت میں اور دوسری کوئی مخلوق اس مرتبے کو نہیں پہنچ سکتی۔ لہذا یہ حدیث آدم کی مدحت میں کہی گئی ہے۔ لیکن امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ صورت کے معنی ہیں علی صفتہ یعنی حق تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفت پر پیدا کیا (یعنی جس طرح اللہ علیم ہے آدمی بھی علیم ہے جس طرح اللہ کلیم ہے آدمی بھی کلیم ہے جس طرح اللہ سمیع و بصیر ہے آدمی بھی سمیع و

بصیرے) لیکن یہ فقیر کہتا ہے کہ علی ذاتہ (یعنی حق تعالیٰ نے آدم کو اپنی ذات پر پیدا کیا)۔
 امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ آدم کی صورت سے صفتِ حق کی خبر دیتے ہیں۔ یعنی آدمی سمیع و بصیر،
 مرید، متکلم و خبیر حکیم و قدیر مختیار جیسی صفات سے حق تعالیٰ کو پہچانتا ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا
 ہے کہ:

ما الفرق بینی و بینہ إلا صفتہ الوجودیہ القیامیۃ الوجود
 ای وجود نامنہ و قیامنا بہ۔ فلیس إلا ہو فلا ہو إلا ہو۔
 (میرے اور اُس کے یعنی حق کے درمیان کیا فرق ہے سوائے صفت الوجودیہ قائمہ کے
 یعنی ہمارا وجود اس سے ہے اور ہمارا قیام اس کے ساتھ ہے نہ وہ اس کے سوا ہے
 نہ وہ اس کے سوا)۔

اس فقیر کے نزدیک صورتِ آدم سے مراد ذاتِ حق ہے کہ جس کی ذاتِ محض غیب اور وجودِ لاریب
 ہے (یعنی یقینی ہے)۔ اس کے عوالم (جمع عالم) عالمِ شہادت (ظاہری دنیا) اور عالمِ غیب
 (بطون) ہیں۔

كذالك الحکم الآدم فائتہ سیر اللہ (اور آدم کے متعلق بھی یہ کہا گیا ہے کہ
 وہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے) اور آدم سے مراد انسان ہے۔ یہاں کلیات سے کلام کیا گیا ہے۔ انسان کو
 حیوانِ ناطق بھی کہا گیا ہے۔ اور اس کی حقیقتِ محض غیب ہے اور اس کا وجود لاریب ہے۔ حق تعالیٰ
 کی طرح انسان کے لئے بھی ظہور میں عالمِ شہادت اور عالمِ غیب ہے۔ حق تعالیٰ کی طرح اس کے بھی چار
 عالم (جہان) ہیں۔ حق تعالیٰ کا عالمِ شہادت یہ جہان ہے اور انسان کا عالمِ شہادت اس کا جسم
 ہے۔ عالمِ عقول ملکوت کے مقابلہ میں انسان کا عقل اور قلب ہے عالمِ امر جو کہ عرش و فرش سے
 ماوریٰ ہے کہ مقابل آدمی کا روح ہے۔ باقی جو عالمِ جبروت اور عالمِ لاہوت ہیں ان کے مقابل انسان
 کے لطائفِ سر، نفس اور انھضیٰ ہیں۔ وَ اِنَّكَ عَلٰی خَلْقٍ عَظِيمٍ (اور تم خلقِ عظیم پر ہو)
 کی وضاحت اسی سے ہوتی ہے کیونکہ آدمی کا حکم (اخلاق) حق تعالیٰ پر ہوتا ہے۔ حق اور

انسان کی صورت عالمِ مثال ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ یہ اعضا صورت نہیں ہیں بلکہ اس کی صورت مشہود ہے عالمِ ظاہر میں نہ کہ صورتِ وجود۔

كَمَا إِنَّ الْعَالَمَ لِلْحَقِّ تَعَالَى إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ
عَمَّا لَا يَلِيقُ بِحَالِهِ .

(جیسا کہ بے شک سارا جہان اللہ کا ہے اور وہ ہر چیز پر شاید ہے اور جو چیز اس کی شان کے لائق نہیں اس سے اللہ کی پناہ)۔

شاید محمد مصطفیٰ علیہ السلام نے اسی وجہ سے فرمایا ہے:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

(جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا)

اے عزیز! اس بات کا خیال رکھو کہ صورت اور معنی سے باہر نکل کر حق سے پیوست ہو جاؤ شاید

محمد مصطفیٰ علیہ السلام نے اسی وجہ سے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ بَحْنَةٍ لَيْسَ فِيهَا حُورٌ وَلَا قَصُورٌ

(اللہ کی جنت وہ ہے جس میں نہ حور ہیں نہ مہلات)

اور اس کے کیا معنی ہیں کہ مَا فِي جَنَّةٍ أَحَدٌ سَوِيَ اللَّهِ (اللہ کے سوا جنت میں کچھ نہیں اگر آئینہ میں جو کسی شخص کا عکس پڑ رہا ہے وہ عکس یہ دعوہ کرے کہ میں خود وہ شخص ہوں تو رواجاً آئے ہے المومنُ صرَّاتُ الرَّبِّ (آدمی حق تعالیٰ کا آئینہ ہے) اور قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللَّهِ تَعَالَى (مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے) لیکن اس کے لئے چشمِ بینا چاہیے۔

بیت سے نہ انتظارِ لقائش بود حسین گئے

کہ در مقابلِ چشمش ہمیشہ صورتِ اوست

(حسین نام شاعر کہتا ہے کہ مجھے اس کے بقائے دیدار کا کبھی انتظار نہیں ہوتا کیونکہ میری

آنکھوں کے سامنے ہر وقت اس کی صورت ہے)

یعنی اس عالم کو خوب اچھی طرح پہچاننا چاہیے اور اس سے اُگے گزر جانا چاہیے تاکہ حقیقت سے آگاہی حاصل ہو۔ ورنہ ہم اور حیوان اور جمادات سب برابر ہیں۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک درویش کو کسی بادشاہ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کیا حال ہے درویش نے کہا یہ زمین و آسمان ایک سربتہ دیگ ہے۔ یہ ہوا اللہ تعالیٰ کا کف گیر ہے۔ یہ آفتاب اس دیگ کے لئے آگ ہے اور رات دن جنھیں قرآن مجید میں تِلْكَ الْاَيَّامُ نَدَاوَلَهَا بَيْنَ النَّاسِ اس آگ کے لئے ایندھن ہیں۔ اور یہ کئی ہزار موجودات گونا گوں جو تم دیکھتے ہو سب اس دیگ میں جلتے رہتے ہیں اور فنا ہوتے رہتے ہیں۔ اب اسے بادشاہ ہوش کر تاکہ تو اس دیگ کے اندر نہ چل جائے اور ضائع نہ ہو جائے۔

أَفَحَسِبْتُمْ إِنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنْتُمْ عَلَيْنَا لَآتِرْجِعُونَ

کیا تم نے خیال کر رکھا ہے کہ جو کچھ ہم نے پیدا کیا ہے بے کار ہے تحقیق تم نے ہمارے پاس

لوٹ کر آنا ہے)

اس کا تعلق دل سے ہے۔ والسلام

مکتوب ۴۶

بجانب شیخ زاہد معروف محمد نسر علی۔

دربیان حیرت عارفان

حق حق حق!

المقصود هو المقصود۔

آپ کا خط ملا۔ خط لانے والے سے معلوم ہوا کہ آپ کا ذہن معرفت کے میدان میں خوب

جولانی کر رہا ہے لیکن اس میدان بعض مشکلات پیدا ہو گئی ہیں ہاں عارف کے لئے معرفت کی ترقی میں حیرت درحیرت ہے اور معروف (مکتوب الیہ) کو اس سے غیرت در غیرت ہے۔ واللہ غیورٌ دَمَنْ غَیْرَتُهُ حَرَمَ الْفَوَاحِش (اللہ تعالیٰ غیور ہے اور غیرت کی وجہ سے فواحش (جمع فحش) کو حرام کر دیا ہے) تاکہ حرم میں نامحرم داخل ہو سکے۔ اور نامحرم محرم نزن سکے۔ اگرچہ محرم اور نامحرم کی اصل حقیقت میں ایک ہے :

دَلَالَةُ تَعَدُّدٍ فِي الْحَقِيقَةِ وَانْمَا هُوَ خِيَالٌ وَمِثَالٌ فِي مِثَالٍ

(اور حقیقت میں کوئی تعدد یعنی گنتی نہیں ہے۔ تحقیق یہ تعدد خیالی اور مثالی ہے عالم مثال کہلے، لیکن آسمان الہیت سے بشریت کی غیرت میں یعنی مختلف المرزج و مختلف الطبع ہونے کی ہزاروں قسم کی تجلیات کا نزول ہوتا رہتا ہے اور ہزاروں قسم کی نباتات یعنی وجودات بشریہ کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ فہم من فہم و عرف من عرف (سمجھ گیا جو سمجھ گیا اور جان گیا جو جان گیا) جب مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو سب پرے اٹھ جاتے ہیں۔

مکتوب ۲۷

بجانب خواص خان - درستی اولیاء

حق حق حق!

واضح باد کہ دنیا میں ایسے لوگ ہیں جو اہل معرفت اور اہل حق کی قدر جانتے ہیں اور ان کی خدمت کے لئے کمر بستہ رہتے ہیں۔ زمین ان کے لئے فرش اور آسمان چتر ہے۔ اولیا اللہ اور عارفان حق آج غیرت و عظمت کے پردوں میں اس طرح چھپے ہوئے ہیں کہ جبرئیل اور میکائیل کو بھی علم نہیں۔ اولیائے حق تحت قبائی لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِی (میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں انہیں میرے سوا

کوئی نہیں جانتا)۔ لیکن حق تعالیٰ نے کمال حکمت سے اُن کے اسرار الوہیت کو لباس بشری میں ظاہر فرمایا ہے:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں)

کا اسی طرف اشارہ ہے۔ حق تعالیٰ ان کو بشری شکل میں پیدا کر کے خوراک، مسکن اور لباس کا محتاج بنا دیا تاکہ جو سعید ازلی ہیں ان کی خدمت میں جائیں اور مراد حاصل کریں۔ کیونکہ مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا حَشِرَ مَعَهُمْ (جو شخص جس قوم سے محبت کرتا ہے اس کا حشر اسی قوم سے ہوگا)۔

مکتوب ۴۸

بجانب خواص خاں۔ در بیان معرفت و عبادت

حق حق حق!

حکیمان کہ دور اندیش بودند

دوائے خلق درد خویش بودند

(وہ حکیم یا طبیب جو دور اندیش ہوتے ہیں خلق کی بہبودی کا درد اپنے دل میں رکھتے ہیں)

عزیز من! آدمی کی صحیح کار (کامیابی) کا انحصار دو چیزوں پر ہے۔ ایک صدق و اخلاص

سے حق تعالیٰ کی معرفت و عبادت، دوسرے خلق خدا کی خدمت۔ لَا فِرَ اللَّهُ وَالشَّفَقَةَ عَلَىٰ

خلق الله (زندگی ان دو چیزوں میں صرف کرنی چاہیے اللہ کی عبادت اور خلق کی خدمت) سے یہی

مراد ہے۔ خاص طور پر اہل حق کی خدمت کا بڑا درجہ ہے اور دونوں جہانوں کی سعادت کا موجب

ہے۔ جس شخص نے عارفان حق کی مراد کو پہنچا۔ اور مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا حَشِرَ مَعَهُمْ کا تاج

پہنا۔ سعید لوگوں کا کام یہ ہے کہ ہمیشہ دونوں جہانوں کی سعادت کے حصول میں کوشاں رہتے ہیں اور

آج یہ سعادت آپ جیسے بلند ہمت کو حاصل ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ خدا نے کرے آپ جیسے عارفین
حق کو جاننے پہچاننے والوں کی ہمت میں ضعف ہو۔ عزیز من!

ما خلق ابن آدم الا لمعرفة الله وما سكن في الارض الا لعبادة الله

(آدمی کو نہیں پیدا کیا گیا سوائے حصول معرفت حق کے عبادت حق کے)

اور یہ دولت صحبت اولیاء کرام سے منسوب ہے۔ خدا جسے یہ دولت نصیب کرے۔

بیت سے محرم دولت بنود ہر سرے

بار مسیحا نکشد ہر خسے

(ہر شخص اس دولت کو حاصل نہیں کر سکتا اور ہر گدھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا)

کسی کو یہ دولت بغیر مانگے مل جاتی ہے اور کسی کو ہزار کوشش اور گریہ و زاری کے باوجود نہیں ملتی۔
پس ہے کہ ہر پتھر گوہر نہیں بن سکتا۔

بیت سے پر تو خورشید عشق برہمہ تابد و لیک

سنگ بیک نوع نیست تاہمہ گوہر شود

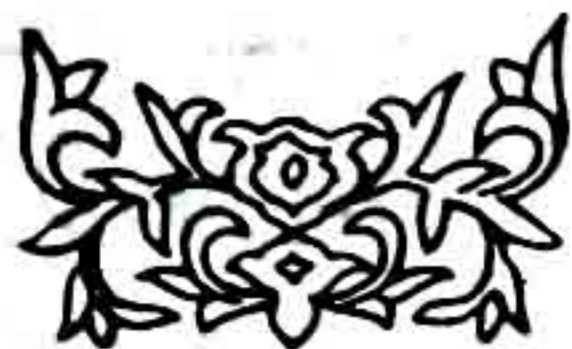
(آفتاب کی روشنی سب پتھروں پر پڑتی ہے لیکن سب پتھر ایک جیسے نہیں ہوتے کہ سب گوہر بن جائیں)

بیت سے من مے جویم و دیگران مے جویند

تا دوست کراخواہد و میکش یکدام است

(میں بھی تلاش کر رہا ہوں اور لوگ بھی تلاش کر رہے ہیں معلوم نہیں دوست کے چاہتا ہے

اور کے بامراد کرتا ہے)۔



مکتوب ۲۹

بجانب خواص خان۔ در بیان حکم باعمال و اعتبار بحبیت دل

حق حق حق!

آپ کا خط ملا بہت فرحت حاصل ہوئی۔ اگرچہ عاقبت کی خبر نہیں لیکن سعادت اور شقاوت

(نیکی اور بدبختی) کی علامت ہمت و محبت سے محکم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ (آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اُسے محبت ہے)

اور یہ بات ظاہری اعمال سے نظر آجاتی ہے۔ اَعْمَلُوا فَاَنْتُمْ مِمَّنْ لَهَا خَلْقٌ لِّدَہ

مصطفیٰ علیہ السلام نے اس جگہ فرمایا ہے:

النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

(آدمی بھی کانیں ہیں سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح)

یعنی جس طرح حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے کانوں میں سونا بھر دیا ہے اسی طرح اپنی قدرت کاملہ

سے لوگوں کے اندر بھی جوہر سعادت پیدا کر دیا۔ اور انسان کی آفرینش سے یہی مقصود ہے یعنی

جوہر المعرفة فی معدن الانسانیہ (معرفة کا جوہر انسانی کان کے اندر) نیز حق تعالیٰ

فرماتے ہیں:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

(ہم نے پیدا کیا جن اور انسان کو سوائے عبادت کے یعنی سوائے معرفت کے)

اور اس کا ظہور جد و جہد اور ہمت اور محبت پر منحصر ہے۔ قِيَمَةُ الْمَرْءِ بِهَيْمَتِهِ (آدمی کی قیمت ہمت

ہے) یعنی جو شخص کام کر گیا سعادت حاصل کر گیا اور جس نے غفلت کی نحوست اور خسارت میں غرق

ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عارف نے رو کر کہا ہے:

اے ذریعہ جان و تن در بانہم قیمتِ جان ذرہ نشتا ختم
 (صد افسوس! جان و تن گنوا دیا۔ لیکن جان کی قیمت ذرہ بھر نہ پہچانی)
 تشنہ بریم در طوفان ہمہ زانکہ آب از چشمہ حیواں ہمہ
 (طوفان کے اندر پیاسے ہم رہے ہیں اس وجہ سے کہ آب حیات کے چشمہ تک رسائی
 نہیں ہوئی)

تشنہ از دریا جدائی میکنم بر سر گنج گدائی مے کنم
 (دریا سے پیاسا واپس جا رہا ہوں۔ اور خزانے پر بیٹھے ہوئے گدائی کر رہا ہوں یعنی خزانے
 کے باوجود گداگری کر رہا ہوں مطلب یہ کہ خزانہ موجود تھا اس سے فائدہ نہ اٹھایا)
 یعنی رحمت کے دروازے کھلے ہیں اور قسم و قسم کی نعمتیں موجود ہیں ابر کرم کی بارش ہو رہی ہے تاکہ
 نیک بخت اور سعید اسے طلب کریں۔

سب سے پہلے طلب یعنی نیت دل میں پیدا کرنی چاہیے۔ الاعمال بالنیات (اعمال کا انحصار
 نیت پر ہے) اس کے بعد کسی صدیق کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے۔ کلام پاک میں حکم ہے:
 كُونُوا مَعَ الْقَادِقِينَ (صدیقین کی صحبت اختیار کرو)

اس میں حکمت یہ ہے کہ بادشاہ کے دربار میں خاصاں حق کی مصاحبت اور استعانت کے بغیر
 رسائی دشوار ہے چنانچہ پہلے صدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء
 ہیں۔ کیونکہ دَمِثْنُ خَلْقْنَا أُمَّةً يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدُونَ (اور ہم نے جماعت پیدا
 کی جو حق کی ہدایت دیتی ہے اور حق کے ساتھ فیصلہ کرتی ہے) جب تک یہ جہان باقی ہے مردانِ خدا باقی
 ہیں اور کارِ خدا میں لگے ہوتے ہیں۔ ان کی زبانیں ذکرِ حق سے تر ہیں، اعضاءِ عبادت حق میں مشغول ہیں
 اور دل مشاہدہ حق میں مستغرق ہیں۔ اس لئے سب کچھ ان کے قدموں پر قربان کر دینا چاہیے۔ اور
 صادق کو مخلص بن جانا چاہیے تاکہ اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اللہ آسمانوں اور زمین کا نور
 ہے) کے جمالِ باکمال سے ان حضرات کی نظرِ شفقت کے صدقے بہرہ مند ہو۔ اور سعادت ابدی

حاصل ہو۔

بیت سے جمال ہم نشین در من اثر کرد

وگر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(ہم نشین کے حسن و جمال نے مجھے سونا بنا دیا ورنہ میں تو وہی خاک تھا)

سبحان اللہ! گوش ہوش سے سنتا چاہیے۔

دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور فنا کے سوا اس سے کچھ حاصل نہیں۔ اور امانت ہمارے

ہاتھ میں ہے۔ وَ لِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ کے لئے ہے میراث آسمانوں اور زمین کی) دنیا کو طلبِ حق میں اور مہمانِ حق پر خرچ کرنا چاہیے۔ تاکہ آخرت کے لئے زادِ راہ بنے۔ اور حق تعالیٰ

اور مہمانِ حق کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہو۔ فنعم ما ہی الحمد للہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ کہ اس دولت و نعمت کے آثار اُن عزیز کے چہرے سے روشن ہیں بِرِحْمِ تَعْرِفِ مَنِيْ وَجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النِّعَمِ (ان کے چہروں سے نعمت کے آثار ظاہر ہیں) اور بِمِنَاهُمْ فِيْ وَجُوْهِهِمْ مِنْ اَشْرِ السُّجُوْدِ (اور کثرتِ سجد سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑ گئے ہیں) سے چہرہ منور

ہے۔

والسلام

مکتوبہ

بجانب عزیزے، در فائدہ شکر

حق حق حق!

آپ کا خط ملا۔ حال معلوم ہوا اور بہت فرحت حاصل ہوئی۔ بیشک دوستانِ حق اور سیدانِ

مطلق سے یہی مناسب ہے اور اس سے درجات میں بہت ترقی ہوتی ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا

شکرا داد کرنا بڑی نعمت ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَعْنٌ شَكَرْتُمْ لَا نَزِيدَنَّكُمْ (اگر تم نعمت کا شکرا داد کرو تو ہم زیادہ دیتے ہیں)
 حَتَّىٰ يَسْرُقَ إِلَىٰ أَنْ يَصِلَ إِلَى الْقَرَبِ الَّذِي يَسْتَعْقِبُ السَّلَامَ فِيهِ
 مِنَ اللَّهِ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَأَدْخَلْنَاهَا خَالِدِينَ۔

اسی کی ترقی کرتے کرتے قربِ حق میں پہنچ جاتے اور دربارِ معنی میں سلام کا مستحق ہو جاتے اور

یہ خطاب ہو کر سلامتی ہو تم پر۔ خوش رہو اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاتے)

چاہیے کہ ساری ہمت طلبِ حق میں صرف کر دینی چاہیے۔ اور کونین کی تمام نعمتوں کو رسولِ حق (واصل
 بانہ ہونے) کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ وَآلِهِ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ (یہ اللہ کا
 فضل ہے اور اللہ بڑا افضل کرنے والا ہے)۔

وَالسَّلَامُ

مکتوب ۵

بجانب مولانا نصر اللہ دیپال پوری۔ دربارِ عشق (عشق کے موز میں

حق حق حق!

ایمانِ ممکنات (یعنی کائنات کی سب چیزیں) ظہور سے پہلے عشق کے عین، شوق کے شین
 اور قربت کے ق اور صفا کے الف، میم کے لام (مصائب) اور میم کے بھید سے سر بستہ تھے
 حتیٰ کہ مطلعِ قدس سے آفتابِ عشق برجِ جوزا میں مقامِ جمال سے اپنی تابانی سے طلوع ہوا۔ فلک
 کو چھت اور زمین کو فرش بنا کر شاہِ عالم (دنیا کے بادشاہ) کو قدم (ابد) سے وجود میں لایا گیا۔
 ہر طرف سے نصرت ہوئیں اور رحمت کے بادلِ محبت کے ملک سے نمودار ہوئے اور جوہرِ معرفت
 جس کا دوسرا نام نورِ عشق ہے اس کا تاج۔ فَعَقُولَهُ سَاجِدِينَ (سب اس کے لئے سجدہ میں گر گئے)

اور ملائک اس دبدبہ شاہی سے آگاہ ہوتے۔ اور سب اس کی فرمانبرداری میں کمر بستہ ہوتے:
 يُسَبِّحُ لَهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (آسمان کی ہر چیز اس کی تسبیح بیان کرتی ہے)
 سے شاید یہی اشارہ ہے۔ فہم من فہم (سمجھا جس نے سمجھا)۔

مکتوب ۵۲

بجانب شیخ الہدایہ صالح دانشمند سرہندی۔ در بیان رعایت سخن حق
 اس خط کی عبارت نہایت ادق ہے سمجھ میں نہیں آسکی

مکتوب ۵۳

بجانب شیخ زادہ حماد فرطی۔ در بیان ترک دنیا۔

حق حق حق!

المقصود آنکہ، حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:
 الدنيا مزرعة الآخرة وإنما الزراعة فيها لاخرة بتركها فإن ترك
 الدنيا راس كل عبادة فالزهد فيها للعبادة كالارض للعبادة فلايد
 من تركها لطلاب الآخرة۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور آخرت کی کھیتی ترک ہے

۱۔ برج جوزا کی صورت چونکہ انسانی ہے اس سے مراد حقیقت انسانیہ ہے۔

کیونکہ ترک دنیا تمام عبادت کی جڑ ہے اور زہرِ مثلِ ارہنی کے لیے ہے جس پر عمارت تعمیر کی جاتی ہے اور آخرت کے طالب کو ترک کے سوا چارہ نہیں۔

ترک دنیا کے دو طریقے ہیں ایک مشکل دوسرا آسان۔ مشکل طریقہ یہ ہے کہ مال و دولت، گھر بار، اہل و اطفال سے قطع تعلق کر کے تجرید اختیار کر لے۔ اور جان کی بازمی لگا دے۔ آسان طریقہ یہ ہے کہ مال کو راہِ حق اور لوگوں کی دلجوئی میں خرچ کرے۔ پناہ چہرہ دنیا نقصان نہیں دیتی۔ بلکہ اعلیٰ درجات پر پہنچاتی ہے:

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أُنْبَتَتْ
 سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ
 وہ لوگ جو اپنے اموال فی سبیل اللہ خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس بیج کی ہے جس سے سات خوشے نکلتے ہیں اور ہر خوشے سے سو دانے برآمد ہوتے۔ اللہ بڑھاتا ہے جسے چاہے۔

اور اس سب کا تعلق دل سے ہے۔ يحشر الناس يوم القيامة على نياتهم اي على ما
 قلوبهم (لوگوں کو قیامت کے دن ان کی نيات پر یعنی جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اس پر اٹھایا جائے گا،
 کا مطلب یہی ہے۔ پس دل کا فکر کرنا چاہیے اور دل کو غیر اللہ سے نہیں لگانا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ
 دلوں کو دیکھتے ہیں نہ کہ جسم کو تم بھی نظر دل پر رکھو اور اس سے مراد عالم غیب ہے لیکن جسم کا تعلق
 خاک سے اور خاک افلاک سے دور ہے۔ روح ملکِ غیب ہے اور ملک سے ہے:

وَمَا أوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا فَمَا أَنْتُمْ مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا

(اور تم علم قلیل دیکھ سکتے ہو پس تم قلیل ہو)

پس دل کی دنیا پر ہاتھ مارو اور دل کے بغیر سب کچھ بے کار سمجھو۔ وَإِنَّهُمْ مَلَاقُوا رَبَّهُمْ (وہ اپنے رب سے ملاقات کریں گے) کا تعلق بھی دل سے ہے لہذا قلب میں جو کچھ ہے اس کی حفاظت

کرد اور حق تعالیٰ کے اسرار و الوار قلب کے خزانے میں تلاش کرو۔

بیت سے عالمِ ذل عالمے است ہر دو جہاں اندرو

کیست کہ ہر دم کند عزم تماشا کے دل

(دل کا جہان وہ جہان ہے کہ جس کے اندر دونوں جہاں ہیں۔ کون ہے جو ہر وقت دل کا

تماشا کرتا رہتا ہے۔)

پس جو سعادت اور جو دولت تھی اہل دل لے گئے اور جن لوگوں نے اہل دل کا دامن تھام لیا اور ہمت

و استقلال سے ان کے ساتھ وابستہ رہے وہ بھی ان کے زمرہ (گروہ) میں شامل ہو گئے۔ مَنْ

أَحَبَّ قَوْمًا خَشِرَ مَعَهُمْ (جس نے کسی قوم سے محبت کی اسی قوم کے ساتھ اس کا خسر ہو گا)۔

مکتوب ۵۳

بجانب شیخ علیم الدین تھانی سری۔ در بیان مکر و فریب دنیا۔

حق حق حق!

المقصود دنیائے مکار و غدار ہر وقت سوخاوند کھڑے کتے ہیں اور ہر لمحہ ہزار قسم کے

مصائب پیدا کرتی ہے۔ انبیاء اور اولیاء کی جانیں ہمیشہ دنیا کے ہاتھوں خون کے گھونٹ نوش کرتی

رہی ہیں۔ دنیا کے جادو کا سمندر ہمیشہ تلاطم میں رہتا ہے اور کوئی مومن دنیا میں کبھی چین سے نہیں

بیٹھ سکتا۔ خاص طور پر عاشقانِ الہی جو ہمیشہ محبت کے میدان میں حیران و پریشان رہتے ہیں۔ کسی نے

خوب کہا ہے

ہر بلا کہ این قوم را حق دادہ است

زیر آں گنج کرم نہادہ است!

(جو بلا و مصیبت حق تعالیٰ اس طائفہ پر نازل کرتا ہے اس کے نیچے لطف و کرم کا خزانہ بھی
پنہاں ہوتا ہے)۔

لیکن اہل دل اس خیال میں مست رہتے ہیں کہ آخر یہ دنیا گزر جائے گی۔ چنانچہ ہر لمحہ وہ زاویراہ فراہم
کرنے اور رضائے حق حاصل کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ یہ ہے دنیا اور یہ ہے اہل حق کا طریق۔
دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنے راستے میں ثابت قدم رکھے۔

مکتوبہ

بجانب بایزید صوفی۔ ایک خط کے جواب میں جس میں انھوں نے
ذات اور فقر کے متعلق سوال کیا اور اس حدیث کے معنی دریافت کئے
يَا لَيْتَ سَرَّيْ مُحَمَّدًا لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش محمد کا
رب محمد کو پیدا نہ کرتا)۔

حق حق حق!

بعد حمدِ احدیت ثنائے صمدیت اور درودِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم..... واضح ہو کہ آپ کا

خط ملا۔ ہاں اسی طرح بلند ہمت اور بلند خیال ہونا چاہیے۔

بیت سے چنگ در حضرت حذازدہ

ہر چہ آل نیست پشتِ پائے زدہ

(تم نے حضرت حق کے دامن میں ہاتھ ڈالا ہوا ہے اور غیر حق پر لات مار دی ہے)

عزیز من! تم نے جس چیز کے متعلق دریافت کیا ہے وہ کونین کا سر مکنون (چھپا راز) ہے

اب جاننا چاہیے کہ ذات ہستی مطلق ہے جو اطلاق میں اطلاق سے باہر ہے۔ بے نام و نشان ہے۔

بے وصف اور بے زباں ہے۔ نہ اس کی کوئی حد ہے نہ حساب۔ نہ اول ہے نہ آخر۔ نہ ظاہر ہے نہ باطن۔ نہ مجمل ہے نہ مفصل۔ نہ رسم ہے نہ رسم (و رسم معنی نشان۔ داغ) نہ عبارت ہے نہ اشارت۔ نہ ہار ہے نہ ہو۔ نہ گفت ہے نہ گو۔ نہ یہ ہے نہ وہ۔ ”ہمراوست“ لَا هُوَ إِلَّا هُوَ فَهَوُ هُوَ۔ اِنَّمَا هُوَ هُوَ۔ فَلَا هُوَ هُوَ إِلَّا هُوَ هُوَ هُوَ۔ زہے اشکالِ ہوتیت! زہے شکلاتِ احدیت! ذاتِ حق اسما و صفات ہے منزہ ہے نہ ان کی نہایت ہے نہ عایت! اسی وجہ سے محمد مصطفیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے:

لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِي

(میں تیری حمد بیان کرنے سے عاجز ہوں تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے اپنی حمد آپ کی ہے)

یعنی جو کچھ میں کہتا ہوں اور بیان کرتا ہوں وہ میری ہستی کے مطابق ہے۔ میرے شایان ہے میرا کلام ہے۔ میرا مقام ہے۔ میرا زمان ہے۔ میری زباں ہے تیری بلندی کے مطابق ہرگز نہیں ہے جیسا تو ہے تو ہی جانتا ہے ہمیں اس کا علم نہیں۔ تیری حمد و ثنا سے ہمارے منہ بند ہیں اور زبانیں گنگ ہیں۔ ہمیں بس بتلایا گیا ہے کہ:

قُلْ ادْعُوا اللّٰهَ وَاَدْعُوا الرَّحْمٰنَ اِيْمًا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی

(کہہ دو کہ اللہ ہی کو پکارو یا رحمن کو جیسے پکارو اس کے اسمائے حسنیٰ بہت ہیں)

اصل میں دو اسم ہیں ایک اسم اعظم ذاتِ خاص دوسرا اسم اعظم صفات۔ جس کی رحمت ہے عرش سے فرش تک۔ سب کاموں کا انتظام اسی سے ہے اور سب کو آرام اسی میں ہے۔ سب کی پناہ اور سب کی راہ ہے۔ سب اسی کو چاہتے ہیں اور سب کو وہی چاہتا ہے۔ سب اسی کو ڈھونڈتے ہیں اور سب کو وہی ڈھونڈتا ہے۔ سب کو امید و نوید اسی سے ہے۔ تو اسے جس نام سے پکارے وہ بے نام اور بے نشان ہے۔ اس کا نام سبحان ہے۔ ہر شخص بلکہ ہر چیز اُسے ہر نام سے پکارتی ہے۔ ہر نام سے جانتی ہے، حق تعالیٰ بھی ہر شخص کو ہر نام سے بلاتا ہے ہر نام سے دیکھتا ہے ہر نام سے چاہتا ہے ہر پر نظر رکھتا ہے ہر پر گذر رکھتا ہے اور ہر ایک کی خبر رکھتا ہے۔ جس نام سے تو اسے پکارتے

جواب دیتا ہے ، اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ سُبْحَانَ اللّٰهِ (جس نام سے تو اسے پکارے جواب دیتا ہے اللہ کی ذات پاک ہے) یہ کیا راز ہے کہ پکارنے کے ساتھ جواب دینے کا ذکر ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے :۔

بِحَقِّ اَنْكَ اُوْنَا مِى نَدَارِدُ . بہر نامے کہ خوانی سر بر ارد

(شروع کرتا ہوں اس کے نام سے جو نام نہیں رکھتا لیکن جس نام سے تو اسے پکارے

جواب دیتا ہے)

اور یہی معنی ہیں ذات کے صفات میں ظاہر ہونے کے ۔ یعنی ذات کی ہر صفت کا ایک تعین ہے (ظاہری شکل ہے) اگر تعین نہ ہو تو ذات لالتعین یعنی خالص ذات (ذات بحت) رہ جاتی ہے ۔ یہ جو کہا جاتا کہ ذات پوشیدہ ہے صفات کے پردہ میں اس سے یہی مراد ہے ۔ مثلاً آتش کی ذات بھی ہے اور صفات بھی ۔ دراصل آتش کی ذات بے نام و نشان ہے ۔ اگر آتش ظاہر ہے تو اپنے جلانے کی صفت سے ظاہر ہے فَهَمَّ مَنْ فَهَمَّ (سمجھا جو سمجھا) ۔ یہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ :

؟ اِنِّىْ اَنْتَ نَاسِرًا (بے شک میں نے اگ دکھی)

اس سے یہی مراد ہے ۔ عزیز من ! فقیر اس عزت کا نام ہے جس کا فخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے ۔ (اس میں اشارہ ہے حدیث پاک کی طرف کہ الفقر فخری یعنی فقر میرا فخر ہے) فقر کی حقیقت کمال استغفار ہے (یعنی تمام کائنات سے مستغنی ہونا اور کسی سے کچھ طلب یا مراد نہ رکھنا بجز اللہ کے) دَالْمُسْتَغْنٰی هُوَ اللّٰهُ اور اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ هُوَ اللّٰهُ (استغنیٰ کامل جب حاصل ہوتا ہے پس اللہ ۔ اور) جب فقر انتہا کو پہنچتا ہے تو اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے)

بیت سے برہنگان حقیقت بہ نیم جو نخرند

قبار اطلس آنکہ از ہمز عاریست

(حقیقت کے ننگے یعنی جو پا پات کے ظہور سے گذر کر عریانی کے بطون تک پہنچ چکے ہیں وہ

اطلس کے قبار کو اس شخص سے نہیں خریدتے جو ہنر سے عاری ہے یعنی جو فقر سے محراب ہے۔

وَلَا هُوَ تَعِينُ مِنَ تَعِينَاتِ الْقَدَمِ الْمَحْضِ وَالْوَجُودِ الْبَحْتِ فَلَيْسَ الْاِحْدِ

اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللهُ

نہیں ہے وہ بجز تعینات قدم محض میں سے ایک تعین اور وجود بحت۔ اس کے سوا کوئی نہیں

کہ جب فقر کی تکمیل ہوتی ہے اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

لیکن اس سے واضح تر بات یہ ہے کہ فقر کے دورخ میں فنا اور بقا جو غیر ہے غیرت سے فنا ہو جاتا ہے

اور جو عین ہے جمال حق نکرتا ہے اور نشان حق سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ

فقر کمال کو پہنچ کر کمال سے ظاہر ہوتا ہے (یعنی اصل حق کرتا ہے) اور فقیر غیر سے بیگانہ کرتا ہے۔

الْفَقِيرُ هُوَ اللهُ اس سے واضح تر بات یہ ہے کہ جب فقر فقیر تمام کو پہنچتا ہے اور متخلن

حق تو حق کا نشان اس سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللهُ کا ظہور ہوتا ہے۔ منصور

کا انا الحق اور باریزید کا نعرہ سبحانی ما اعظم شانہ اسی مقام سے تھا۔ کیونکہ جب آئینہ اچھی طرح صاف

ہو جاتا ہے اور آفتاب کے جمال کے عکس کے قابل ہو جاتا ہے تو اس سے آفتاب ظاہر ہوتا ہے

لہذا دعویٰ آفتاب اس کو درست آتا ہے۔

عزیز من! حدیث:

يَا لَيْتَ رَبِّي مُعْتَدًا لَمْ يَخْلُقْ مُعْتَدًا (کاش محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا)

نمک زار حقیقت ہے جو پاک و ناپاک چیزوں تک پہنچتی ہے اس کی کیا گری سے پاک و مصفا ہو

جاتی ہے۔ حضرت عین القضاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حالت کو جاننا چاہیے جس میں مصطفیٰ

علیہ السلام نے فرمایا: يَا لَيْتَ رَبِّي مُعْتَدًا لَمْ يَخْلُقْ مُعْتَدًا۔ یہاں بہت حالات اور بی شمار

مقامات ہیں۔ اور ہر مقام اپنی حقیقت کے مطابق ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ تو اند بود (ممکن ہے) کہ

در مقام غیرت گفتمے باشد کہ چوں سراز عدم محض بر آورده ہترده ہزار عالم در وجود آمد مطلوبے پوشیدہ

درشت کہ در طلب آل در وجود آمد ہر وجودے را در طلب آل یافت ستر پوشیدہ بیرون افتاد و راز

در بازار افکار شد بہ غیرت نعرہ بر آوردہ یا لیت سراب محمداً لم یخلق محمداً۔ (ممكن ہے کہ غیرت کے مقام میں فرمایا ہو کیونکہ جب عدم شخص سے سراٹھایا اٹھارہ ہزار عالم وجود میں آئے۔ مطلوب پوشیدہ رکھا۔

پوشیدہ راز افشا ہو گیا اور سر بازار ظاہر ہوا۔ چنانچہ غیرت میں آکر نعرہ لگایا۔ یا لیت رب محمداً..... (یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ جہان آپ کے وجود کے طفیل وجود میں آیا ہے اور کفر و شرک اور دوئی سب اس میں موجود ہے۔ جب آپ کی نظر اس پر پڑی اُسے وحدہ لا شریک لہ کہنا در سب نہ آیا چنانچہ نعرہ مارا یا لیت سراب محمداً..... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب مقام محبوبیت سے مقام محبت تنزل فرمایا نفس کل اور عقل کل جو آپ کے ہمراہ تھے اس سے اگرچہ عین تھا غیر نظر آیا انہ یغان علی قلبی فاستغفر اللہ فی کل یوم ولیلۃ سبعین مرتۃ (قلب پر غنودگی کی وجہ سے میں دن رات میں اللہ سے "ستتر دفعہ مغفرت مانگتا ہوں)۔ لہذا اس استغفار کی کیفیت میں آپ سے نعرہ سرزد ہو جاتا ہے یا لیت ابی محمداً..... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ حق تعالیٰ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرماتے تھے اور انک لعلی خلق عظیم (آپ خلق عظیم کے مالک ہیں) اور والضحی واللیل اذا سبحی، طہ اور لیسین کی بشارت دیتے تھے لیکن آپ اپنے وجود کی دیوار کو حق تعالیٰ اور اپنے درمیان حجاب سمجھتے تھے اور نعرہ مارتے تھے کہ یا لیت سراب محمداً....." یہ بھی ممکن ہے کہ اگرچہ آپ سب سے زیادہ برگزیدہ تھے اور سب مُلردیں آپ کو حاصل تھیں حتیٰ بمصداق کنت لہ سمعاً وبصراً ویداً ویساناً (اللہ تعالیٰ کی سمع بصر ہاتھ اور زبان آپ کے سمع بصر ہاتھ اور زبان تھے) لیکن کمال عشق و کمال طلب کے مقام پر پوتے ہوئے آپ مزید دست طلب دراز کرتے تھے اور گنگرہ قدس لم یزل ولا یزال پر ہاتھ مارتے ہوئے فرماتے تھے "یا لیت محمداً لم یخلق محمداً" اس وقت حسب حال جو کچھ سمجھ میں آیا۔ یا لیت محمداً کے متعلق لکھا گیا۔

در شان فات، در کسوت صفات، در عز و فقر، در شور یا لیت سراب محمداً لم یخلق

محمدؐ اگم و محوگشت (یہ جملہ معلوم نہیں حضرت شیخ نے اپنے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ ذات کی شان، صفات کے لباس، فقر کی عزت اور یالیت رب محمدؐ کے شور میں گم اور محو ہو گئے)۔

بیت ۷
رسیدم من بدریائے کہ موجش آدمی خوار است
نہ کشتی اندراں دریا نہ ملائے عجب کار است

(میں دریا پر پہنچا کہ جس کی موجیں آدم خوار ہیں نہ اس میں کشتی ہے نہ ملائے عجب حیرت کا مقام ہے)
اِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ (تم قدیم گمراہی میں ہو) ایک قید ہے جس کی فریاد ”یا لیت رب محمدؐ اتم یخلق محمدؐ“ ہے۔

بیت ۸
مجنون عشق را دگر امروز حالتست
کہ اسلام دین لیلی دیگر ضلالتست

(بادیہ عشق میں مجنوں کی آج یہ حالت ہے کہ اس کے لئے لیلی دین و اسلام ہے باقی سب گمراہی ہے)۔

پس مختصراً بیان کر دیا گیا کہ بشر مختصر سوائے ”یا لیت رب محمدؐ اتم یخلق محمدؐ“ کے کوئی چارہ نہیں۔ وصلى الله على خير خلقه محمد وآله واجمعين۔

مکتوب ۵۶

بجانب شیخ راجو سردانی۔ درجواب مکتوب و در بیان
ربوع بکفرت شیخ کہ مرشد وقت باشد

المقصود آنکہ آپ کا نوازش نامہ ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ ظاہر ہے کہ یہ دولت جس کے متعلق آپ نے دریافت کیا ہے :

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةً يَهْتَدُونَ بِالْحَقِّ

(اور ان میں سے ہم نے جماعت پیدا فرمائی جو حق کی راہنمائی کرتی ہے،

وعلى الاعراف سراجال يعرفون كلابيماهم

اور اعراف پر مرد ہوں گے وہ ہر ایک کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے،

کی کان سے طلب کرنی چاہیے۔ نہ کہ ترہ فروش حرص و ہوس سے جو درگاہِ مقدس عالی اور بارگاہِ متعالی سے محروم و محجوب ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں :

لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ

(کلام پاک کے حقائق کو سوائے پاک لوگوں کے اور کوئی نہیں چھو سکتا)

اور اس بدکار تباہ حال کی یہ کیفیت ہے کہ :

بیت سے در کوئے بتان رفت ہمہ عمر در لقا!

چوں برہمن پیر نہ بت خانہ بماندیم

(افسوس کہ ہم سناری عمر بتوں کے کوچے میں گزار دی اور بوڑھے برہمن کی طرح بت خانہ میں

زندگی بسر کی)

اس کے باوجود عمر چالیس سال سے زیادہ ہو چکی ہے۔ اعضاء ضعیف اور سنست ہو گئے۔ موت اور سفر

آخرت در پیش ہے لیکن زادِ راہ جو سید الاولین والاخرین کی متابعت پر مشتمل ہے میں سے کچھ ہاتھ

نہیں آیا۔ اور خوف و حیرت اس وجہ سے بڑھ گئی ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: اکثر

ما یسلب الایمان عند النزح (اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا ایمان نزع کے وقت سلب کیا جاتا ہے)

معلوم نہیں جان کنی کے وقت کیا پیش آئے گا۔ سعادت یا شقاوت۔ بیت سے

رانده سابقت ندانم کیست خوانده خانمت ندانم کیست

(نہد معلوم رائدہ درگاہ کون ہے اور خواندہ درگاہ کون ہے۔ رائدہ درگاہ اسے کہتے ہیں۔)

جیسے دربار سے نکال دیا گیا ہو اور خواندہ درگاہ وہ ہے جسے دربار میں باریابی حاصل ہو)

جو شخص اپنے ماتم و مصیبت میں اس قدر گرفتار ہے وہ بے چارہ دوسروں کی اصلاح کس طرح کر سکتا ہے

طیب ید اوحی والطیب مریض

ع

(طیب علاج کرتا ہے حالانکہ وہ طیب بیمار ہے)

اس تباہ حال کی دستگیری اور گمراہی سے نکلنے کے لئے سو مردانِ حق کی ضرورت ہے ایک

عارف نے خوب کہا ہے۔

درد را دارو کجا خواہیم کرد عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

(اس درد کی کیا دوا کی جائے۔ ساری عمر گزر چکی ہے ماتم کب کیا جائے)

اے عزیز! کام بے حد مشکل ہے لیکن آج کل لوگ خوش فہمی میں مبتلا ہو کر عمر برباد کر رہے ہیں۔

مجالس و محافل میں سوائے کشف و کرامات کے بات نہیں کرتے لیکن حقیقت یہ ہے سوائے حسرت

کے کچھ حاصل نہیں کیا گیا جائے ہم تباہ کاروں کی یہی حالت ہے الغیث الغیث!

بیت۔ آفت کردار خود گر تو بہ بینی یقین

محو کنی بے شکے قیمت مقدار خود

(اگر تو اپنے کردار کی آفت سے آگاہ ہو جائے تو ضرور اپنی قدر و قیمت کچھ نہ سمجھے گا)۔

ہر کر اکہ در پیش این مشکل بود

خوہ تواند کرد گر صد دل بود

(جسے یہ مصیبت در پیش ہو اگر اس کے سو دل بھی ہوں تو خون ہو جائیں گے)

سرورِ انبیاء علیہ السلام نے اس حالت کی یوں خبر دی:

الاسلام بداء غریباً و سيعود كما بداء

(اسلام غریبی کی حالت میں ظاہر ہوا اور غریبی کی حالت میں جائے گا)۔

اب اس حقیقت کا مشاہدہ ہو چکا ہے۔ لہذا آج سر میں مٹی ڈال کر اپنا ماتم کرنا چاہیے! اور یہ نالہ کرنا چاہیے۔

بیت سے
نمیدام کراماتم بدیں سیرت گرفتارم
نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم
(کشف و کرامات تو در کنار مجھے تو یہ مصیبت در پیش ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلمان ہوں
نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں یعنی سخت بے عمل ہوں کسی قوم کے اچھے عمل میرے اندر نہیں ہیں)
آج کل پیر اور راہنما کبریت احمر (سرخ گندھک یعنی مفقود) ہو چکے ہیں۔ یَسْمَعُ دَلایسہ
(سننے میں اور دیکھتے نہیں) ان کی حالت ہے لہذا ہم جیسے تباہ حالوں کو کون ہدایت دے۔ اور یہ
سعادت کیسے حاصل ہو لیکن اس کے ساتھ یہ خوشخبری بھی ہے کہ:

لا یزال طائفة من هذا الامة قاسمون بالحق یدعون الخلق الی الخلق
(اس امت میں ایک گروہ ایسا ضرور رہے گا جو حق کے ساتھ قائم ہوں گے اور خلقت کو حق
کی طرف بلائیں گے)۔

لیکن وہ پوشیدہ ہیں اور قضا و قدر کے نیش خوردہ ہیں یعنی قضا و قدر کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے
ہیں۔ بیت سے
پیر ہم ہست ایں زماں پنہاں شدہ
تنگ خلقاں دیدہ در خلقاں شدہ

(اس زمانے میں پیر بھی چھپ گئے ہیں)

جب پیر سے ملاقات ہو اور وہ قبول کرے تب پیر پیر ہے اور مرید مرید۔ باقی سب رسم و عادت ہے
اور رسم و عادت ہو پرستی ہے نہ کہ خدا پرستی۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ علیکم بدین العوائذ (بڑھی
عورتوں کا دین اختیار کرو) یعنی نماز روزہ و در محراب و ممبر کو لازم پکڑو۔ ہم تباہ حال کہاں اور دین مردان کہاں۔
یہ ذلیل کہاں اور مرد جلیل کہاں۔ جب سے سید المشاقین حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جگر پر من ترانی
کا زخم کھایا ہے۔ طالبان کو اپنی خبر نہیں کہ کہاں ہیں۔ جو طلب حق میں قدم رکھتا ہے نہ اُسے دُنیا کا

چھوڑتے ہیں نہ عقبی کار۔ نہ اس کے تن کا خیال کرتے ہیں نہ جان کا ان کا حال یہ ہوتا ہے۔

چنگ با حضرت خدا زدہ ہر چہ آل نیت پشت پا زدہ

(نگرہ عرش پر ہاتھ مارا ہے اور ماسوائے اللہ کو لات ماری ہے)

اس کے باوجود کہ ہم نے اپنے فضل عمیم سے یہ مردہ جانفزا سنایا ہے کہ :

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

(جو لوگ ہمارے لئے جہاد یعنی جدوجہد کرتے ہیں ہم انہیں اپنے تک پہنچنے کے راستے

دکھاتے ہیں)

لیکن اس خوشخبری کے ساتھ یہ خوف بھی شامل ہے۔ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ (مگر نفسوں کو دبانے سے)۔

پس مرحبا وہ طالب اور مبارک سے وہ عاشق اور جان قربان ہے اس صادق پر جو تھوڑے بہت پر

اکتفا کرتا ہے اور

مصرعہ سے از ہر چہ میر و سخن دوست خوش تراست

(جو کچھ دنیا میں ہے اس سے دوست کی بات خوش تر ہے)

کے مصداق دل و جان سے سب کچھ ترک کر کے بلکہ اپنے آپ کو بھی ترک کر کے صدق و اخلاص تامہ کے ساتھ اور اللہ سے امید رکھتے ہوئے تگ و پو کرتا ہے۔

بیت سے خوش وقت آن کساں کہ شب دروز و روز و شب

تبیح و ردِ شانست ہیں دوست دوست دوست

(مبارک ہیں وہ مرغانِ خدا جو رات دی اور دن رات اس تبیح کا ورد کرتے ہیں کہ دوست دوست دوست)

اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ

مصرعہ سے کہ ننویسی قلے مے تراش

(اگر تو لکھتا نہیں تو قلم بنا)

اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اور تمھاری جان بے کار نہیں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ :

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ

(اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کی محنت ضائع نہیں فرماتے)

پس بلند ہمت رکھو۔ اپنے آپ کو درمیان سے اٹھالے اور طلبِ حق میں کمر بستہ ہو جا۔ بہت ممکن ہے کہ بند دروازہ تیرے لیے کھل جائے اور جمالِ عروس بے کیف کا مشاہدہ ہو جائے۔ لیکن جاننا چاہیے کہ پہلا کام جو مرید کے لئے لازم ہے یہ ہے کہ غفلت چھوڑ کر ایسے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو جو عارف ہو نصیحت و امانت میں مصروف ہو، دقائقِ راہ کا واقف ہو، اور اسرار و رموزِ الہیہ سے باخبر ہو کیونکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

مَنْ لَمْ يَعْرِفْ أَمَامَ نَرَمَانِهِ فَقَدْ مَاتَ مِيتَ الْجَاهِلِيَّةِ

(جس نے امام زمانہ کو نہ پہچانا وہ جہالت کی موت مرا)

چاہیے کہ ہوشیار اور خبردار رہے کیونکہ مدعیانِ راہ اور گمراہ کنندگانِ خلق بہت پیدا ہو گئے ہیں اگر ان صفات کا مالک شیخ مل جائے یا کہیں اس کا پتہ لگے خواہ شرق میں ہو خواہ غرب میں حالانکہ وہ خود نہ شرقی ہوتا ہے نہ غربی لا شرقیۃ ولا غربیۃ۔ سب کچھ ترک کر کے اور اپنے آپ کو ترک کر کے اس کی خدمت میں جا کر حاضر ہو۔ اور اس کا دامن مضبوطی سے تھام لے۔ اور اپنے آپ کو اس طرح اس کے سپرد کر دے جس طرح مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اگر مردہ کا ایک بال بھی حرکت کرنے لگے تو غسل (غسل دینے والا) اس سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ یہاں بھی یہی حال ہے۔ اے عزیز! پیری مریدی آسان کام نہیں۔ اس جہان میں خدا اور رسول کی نشانی پیر ہی ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے اس قدر راستے ہیں جس قدر مخلوقات کے سانس یا ریت کے ذرات ہیں لیکن پیری مریدی سے قریب تر، عزیز تر، شریف تر، بلند تر، نزدیک تر اور آسان تر کوئی راستہ نہیں۔ تاہر شخص کے نصیب کرے۔

قطعہ

ہر کہ از ہمت دیرس را آمدہ است گر گدائی مے کند شاہ آمدہ است

بامحبت درنگنجد ذرہ ! نیست مردی دوستی ہر غرہ
 (جو شخص ہمت کر کے اس راستے میں قدم رکھتا ہے اگرچہ گدائی کرتا ہے لیکن بادشاہ ہے۔
 محبت ہو تو درمیان میں ذرہ بھر نہیں سما سکتا۔ یعنی محب اور محبوب کے درمیان کوئی چیز حاصل نہیں
 ہو سکتی لیکن دوستی کے قابل ہر لوالہوس نہیں ہے)۔

چونکہ آن عزیز! استعداد کامل رکھتے ہیں اور اس کام میں لگے ہوئے ہیں نہ سونا کان سے مخلوط ہو جاتا
 ہے نہ شکر نیشکر کے ساتھ۔ الحمد للہ علی ذالک۔ جب تک اس درد کی دوا نہ مل
 جائے طلب سے باز نہیں رہنا چاہیے۔

بیت ۷ اگر ترا در دست پیر آید پدید

فقل دردت را کلید آید پدید

(اگر تجھے پیر مل جائے تو بس تیرے درد کی دوا مل گئی)

من ادمن قسوع الباب یوشک یفتح لہ (جو شخص دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اس کے لئے
 دروازہ کھل جاتا ہے)۔ یہ بات عارفین اور محققین کے نزدیک مسلم ہو چکی ہے کہ یہ کام بغیر شیخ کامل کے
 انجام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ من لا شیخ لہ فشیخہ شیطان (جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا
 شیخ شیطان ہوتا ہے)۔

بیت ۸ ہر کرا پیر نباشد پیر دے شیطان بود

خواجگی بے پیر بودن کار ناداں بود

(جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔ پیر کے بغیر خواجگی کرنا یعنی پیر بننا نادانی ہے)

پیروں کی قدر مرید جانتے ہیں اور مریدوں کی عزت پیر سمجھتے ہیں۔ اگر کسی کا پیر قضاے حق سے
 فوت ہو جائے تو اس پر فرض عین ہے کہ دوسرے پیر کی تلاش کرے تاکہ اس کے کام میں خلل واقع
 نہ ہو۔ اور سلوک تمام کر سکے اگرچہ بیس سال میں بیس سال لگیں، چالیس سال یا ستر سال لگ جائیں۔
 مرید کی مثال ایسی ہے جس طرح مرغی کا انڈا۔ اگر مرغی کو بتلی لے جائے تو انڈا خراب ہونے سے پہلے

اُسے دوسری مُرغی کے نیچے دینا پڑتا ہے تاکہ اس سے چوزہ برآمد ہو سکے اور اسے پرورش کر کے مرغ بنا دے۔ یہی ہے راہِ خدا۔ نہ کعبہ میں ہے نہ مشرق میں نہ مغرب میں نہ آسمان میں نہ عرش میں نہ کرسی میں۔ اور اس تباہ حال نے اپنی حالت بنا دی ہے کہ کس طرح ہے۔ اس کے باوجود چونکہ آلِ عزیزتہ درینغ نہیں کیا جائے گا یقین جانتے۔ والسلام علی من تبع الهدی۔

مکتوب

بجانب شیخ محب اللہ خواجگی سدہ پوری۔ در بیان اختیار بندہ و دُر
تحریریں نمودن و مستقیم ماندن پر سجادہ پیران

حق حق حق!

برادرم علاؤ الدین کا خط ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ خیریت کی خبر سن کر فرحت ہوئی جانتا
چاہیے کہ ہر جاندار حق تعالیٰ کے دست قدرت میں گرفتار ہے بلکہ آیہ
مَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا هُوَ أَخَذَ بِنَاصِيَتِهَا
(کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کے پیشانی کے بالوں میں اس کا ہاتھ نہ ہو)۔

پس بالوں میں ہاتھ ڈالے ہوتے وہ جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے۔ اس کی چوگان کے اُگے گیند بننے کے
سو کیا چارہ ہے۔ ایک حکیم نے خوب لکھا ہے:

العالم كالكرة والارض نقطة والافلاك قوس والحوادث سهام
والانسان هدف واللهم سائر المصير. كان امر الله مقدورا كان
امر الله مقعولا۔

(یہ جہاں ایک گیند ہے۔ زمین نقطہ ہے۔ افلاک کمان ہے۔ حوادث تیر ہیں انسان نشانہ ہے)

اور اللہ تیر چلانے والا ہے۔ پس کوئی بھاگ کر جاتے تو کہاں جاتے۔ اللہ کا حکم برحق ہے اور ہو کر رہتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ هذا العذر وان كان هو ولكن اختيار باق ومعتبر في السرع وبه يواخذ ويعاقب والا يلزم مذهب الجبرية فاستعذ بالله من الضلال ومن موجبات الوبال ويعدر هو جو ہو لیکن اختیار باقی ہے اور اسی پر حساب کتاب کا دار و مدار ہے ورنہ مذہب صحیح لازم آتا ہے جس کا پناہ بخدا لباس تشبہ مشائخ دور کرنا (یعنی مشائخ کا طریق ترک کر کے دنیا داروں کا طریق اختیار کرنا) کھال کھینچوانے سے زیادہ سخت ہے کیونکہ یہ کام یعنی کھال کھینچوانا اس جہان کا عذاب ہے اور وہ کام یعنی مشائخ کا لباس ترک کرنا اس جہان کا عذاب ہے۔ قرآن مجید میں ہاروت اور ماروت کے قصے سے واضح ہے کہ انھوں نے اس جہان کا عذاب اختیار اور اسے لگے جہاں کے عذاب سے اُسام سمجھا پس جو لوگ آخرت کے غم میں مستغرق ہیں اور مشغول بحق ہیں رضائے حق سے ذرہ بھر تجاوز نہیں کرتے۔ اور رضائے حق پر مستحکم رہنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں خواہ آسمان سے اُن پر بلائے عظیم کیوں نہ نازل ہو۔ انھیں اس کا کوئی فکر نہیں۔ پس یہ شعر ان کا درد رہتا ہے۔

جانے دارم کہ بار عشق تو کشد

تا در سر کارت نشود نگریزم

(میں ایسی جان رکھتا ہوں جو تیرے عشق میں قربان ہونے کو تیار ہے۔ اور جب تک مقصود ہاتھ

نہ آئے اس کام سے گریز کرنے والی نہیں ہے۔)

یہ لوگ رضائے حق کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاتے اس خیال سے کہ عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ ہمارے شیخ الطریقۃ علیہ رحمۃ فرماتے ہیں کہ افسوس ہے ان لوگوں پر جو مشائخ کا سجادہ کہ دولتِ دو جہاں اور مملکتِ جاودان ہے چھوڑ دیتے ہیں اور لباسِ مشائخ جو نجات داریں، قبولِ دعوات (دعا کے قبول ہونے) و طاعات اور ترقی درجات کا موجب ہے اتار دیتے ہیں۔ ہیبتِ ہیبت! اس منیبت کا کیا علاج ہے۔ چاہیے کہ جلدی سے مقامِ مشائخ اور سجادہٴ مشائخ کی جانب رجوع کریں۔

اور لباس شیخ جو دولت دو جہاں ہے پہن لیں۔ ممکن ہے موت گھات میں ہو اور یہ مصیبت قبر میں لے جانی پڑے۔ فریہ ما تمناہ فلا تنالہ کی آواز سنیں۔ مجھے یقین ہے کہ مخدوم زادہ (مکتوب الیہ) تمام علوم و اعمال حسنہ سے متزین ہیں مزید کہنے اور لکھنے کی ضرورت نہیں جو کچھ لکھا ہے دردِ دل کی آواز ہے۔ اس سے مجھے معذور سمجھیں۔ والسلام

مکتوب ۵۸

بجانب خواص خاں (وزیر شاہ)۔ در طلب پاکی و خلقت
نفس در نیا پاکی۔

حق حق حق!

سلام علیکم چو در خاطر می

گر از چشم دوری بدل حاضر می

(سلامتی ہو تم پر کہ تمہارا مقام میرا دل ہے اگرچہ آنکھوں سے دور ہو دل میں حاضر ہو)

قال الله تعالى قَدْ أَفْلَحَ مَنْ سَرَّكَهَا (فلاح پائی اس نے جس نے حرکیہ نفس کیا)

اس سے ظاہر ہے کہ فلاح کا فار و مدار تزکیہ نفس (نفس کی پاکی) پر ہے اور نفس کی فطریہ کفر کی طرف راجع ہے۔

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ (بیشک نفس امارہ برائی کی طرف مائل ہے)

اس سے طالبین حق کی پاٹھ گئی ہیں۔ جگر خون ہو گئے ہیں۔ خون پانی ہو گئے ہیں دل کباب اور جانیں خراب ہو گئی ہیں۔

خون صدیقاں ازیں حسرت بریخت آسمان بر فرق ایشاں خاک ریخت

(اس سے صدیقین کے کیلجے پانی ہو گئے ہیں اور آسمان نے ان کے سروں پر خاک ماتم ڈال دی ہے)۔

انبیاء اور اولیاء اس حقیقت کی ہدایت سے چاہتے ہیں کہ عدم ہو جائیں شاید مصطفیٰ علیہ السلام نے اسی وجہ سے نعرہ مارا۔ یا لیت رب محمد الم یخلق محمداً (کاش کہ محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا)۔ یہ کیا شور اور کیا غوغا ہے کہ جس سے مردانِ دین کے چہرے زرد اور بال سفید ہو گئے ہیں۔

ہم مردانِ دین را ازین مصیبت جگر ہاتھ نہ دہا کباب است

(تمام مردانِ دین کے اس مصیبت سے جگر تھنہ اور دل کباب ہو چکے ہیں)

ہم پیراں راہ را ازین مصیبت محاسن ہا بخوں دل خطاب است

(اور تمام مشائخ کے بال اس خون سے رنگیں ہو چکے ہیں۔)

شاید رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسی وجہ سے نعرہ بلند کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شینینی سورۃ ہود (سورہ ہود نے میرے بال سفید کر دیئے ہیں)۔ اور میری طاقت چوس لی ہے۔ لہذا اب تزکیۃ نفس کو مضبوط پکڑا جائے۔ اور یہ بات خلاف شرع اور خلاف رضائے حق اعمال کے ترک سے حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ خلقت بشری ہے۔ فان النفس اذا تزکک یعنی جب نفس شریعت کے احکام پر عمل کرنے سے پاک ہو جاتا ہے تو انجلیت مرآۃ القلب (دل کا آئینہ صاف و شفاف ہو جاتا ہے) جس کی وجہ سے اس کے اندر انوار عظمت الہیہ چمکتے ہیں اور جمال توحید باری تعالیٰ نظر آتا ہے۔ یہ ہے مقام توحید و یگانگی۔ پس اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ وحدۃ لا شریک لہ کے کیا معنی ہیں۔ اور لا الہ الا اللہ کیا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر آدمی حق تعالیٰ کا عاشق ہو جاتا ہے اور غیر کی طرح نظر نہیں کرتا۔ آخرت پر نگاہ رکھتا ہے اور دنیا سے دوں کا خیال دل سے نکال کر پھینک دیتا ہے اس دولت کا حصول دو چیزوں سے ہے اول صحبت شیخ دوم دائمی ذکر و عبادت۔ جیسا کہ رسول خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے :

حاکبیا عن ربہ اذا کان الغالب علی عبدی الاشتغال بی

(وہ حکایت بیان کرنے والا ہے اپنے رب سے جب میرا شغل میرے بندے پر غالب ہو جائے)

عسزیز من! یہ دولت فضل رب سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ کوشش سے کیونکہ بندہ کی کوشش سے حق تعالیٰ پاک و بلند ہے اور کسی شخص کا کوشش کی وجہ سے حق تعالیٰ پر استحقاق نہیں پیدا ہوتا اور نہ کوشش کا الزام عائد ہوتا ہے لیکن حکم یہی ہے کہ کام کرو اور اللہ جزا دے گا۔ ادعویٰ استعجب لکم فاذکرونی اذکرکم (مجھے پکارو تو میں جواب دیتا ہوں مجھے یاد کرو تو میں تمہیں یاد کرتا ہوں)۔ اللہ کی راہ میں چلنے کے بغیر چارہ نہیں۔ واللہ یدعو الی دار السلام (اللہ دار السلام کی طرف بلاتا ہے) یعنی اے میرے بندو! خواہن نعمت لگا ہوا ہے۔ نعمت موجود ہے۔ بادشاہ مطلق نے تمہاری مہمانی کی ہے۔ جلدی آؤ اور مقصود حاصل کرو۔ اگر غفلت مانع ہوئی تو حسرت دوام اور حرمان ابدی کا سامنا ہوگا۔ اور کوئی چیز چارہ گر نہ ہوگی۔ جو لوگ میدان طلب میں گامزن ہوتے ہیں حق تعالیٰ ان کو ندادیتے ہیں:

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ وَيُعِزُّ مَنْ يَّشَاءُ

(اللہ جسے چاہے ہدایت بخشتا ہے اور جسے چاہے گمراہ کرتا ہے)

پس اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ سر میں مٹی ڈال کر اور جبین زمین پر رکھ کر یہ کہنا چاہیے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَكُنَّا مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

(اے ہمارے رب! ہم نے ظلم کیا اپنے نفسوں پر۔ اب اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے

مکتوب ۵۹

بجانب ہدیت خان شروانی۔ در شوق و محبت

حق حق حق!

میدانِ محبت کے شاہباز، مردِ مجاہد، مقبولِ حق، خواصِ بحرِ سبحانی، برادرِ مہدیت خان شروانی...

قطعہ

خورم آن روز کہ از یار پیامے رسد تا دلِ غمزہ یک لحظہ بکامے برسد

بجئے نیست کہ گر زندہ شود جان عزیز! چوں ازال یارِ جدا ماندہ سلا مے برسد

(وہ دن کیا ہی مبارک ہو گا کہ جب دوست سے پیغام ملے گا اور دلِ غمزہ کی گہرائیوں تک پہنچ جائے گا جب اس دوست سے سلام موصول ہو گا تو عجب نہیں کہ جانِ مردہ زندہ ہو جائے)

آپ سے ملنے کا اشتیاق ہر وقت دامگیر ہے۔ اس دنیا میں بوسے وفا بہت کم میسر آتی ہے

اور کسی کی ملاقات سے آسائش دل نصیب نہیں ہوتی۔ بس یہ حال ہے کہ :

ہجرت الخلق طرفی ہوا کا

ع

دائیمت العیال لعی اسرا کا

میں نے لوگوں سے تیری محبت کی وجہ سے دوری اختیار کی اور اہل و عیال کو چھوڑا

تاکہ تجھے دیکھوں۔

مکتوب ۶

بجانب فقیر محقر جامع ایں مکتوبات خضر بدین رکن صدیقی جو پوری
المعروف میاں خاں۔ در بیان سکون مع اللہ و تحمل مشاق فقر و صبر پر بلا۔

حق حق حق!

آپ کا خط طاء حالات معلوم ہوئے۔ اُس علاقے کے حالات خراب ہونے کی خبر سن کر دل کو
ملا ل ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمام آفات و بلیات سے محفوظ رکھے۔ جو تکلیف اُن عزیز کو پہنچ رہی ہے وہ اس
تباہ کار کی شامت اعمال کی وجہ سے ہے کیونکہ آپ کو اس سبب سے محبت ہے اور کئی برس اس سبب سے
کی صحبت میں رہے ہیں لیکن اس سے چارہ نہیں کہ یہ محبت ازلی ہے!

ان الوداح جنود مجنونة فما تعارف ایتلف وما تناکر اختلف -

بے شک روحیں شکر کی صورت میں تھیں جو باہم تعارف ہوئیں انھوں نے الفت کی اور جو جو نہ ہوئیں انھوں نے اختلاف کیا،

لیکن رنج و الم کے یہ چند روز گذر جائیں گے۔ اس کے بعد راحت نصیب ہوگی اور پھر کوئی تکلیف نہ ہو
گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اے فرزند! یہ سب دوست کی دوست کے ساتھ چھڑ چھاڑ، جلوہ گری، عشوہ و
غمزہ جمال خدو خال اور کرشمہ و ناز ہے جو ہر شخص کے حسب مرتبہ و حسب حال و حسب قربِ بارگاہِ معلیٰ
ہوتا ہے۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر کہ:

ما اوذی نبی مثل ما اوذیت (میری طرح کسی نبی کو نہیں ستایا گیا)

جگر پارہ پارہ ہوتا ہے۔ اے فرزند! یہ کیا کم جگر سوز بات ہے کہ نبی علیہ السلام کے دندان مبارک لوگ
پتھروں سے توڑ رہے ہیں اور آپ یہ فرما رہے ہیں کہ:

اللَّهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

(یا اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ نہیں جانتے)

باوجودیکہ اگر آپ ایک آہ نکالتے تو آن کی آن میں کفار ناپید ہو جاتے۔ کیا کمال ہے! اور کیا جمال ہے! کہ انہی پتھروں کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ:

احد جبل یحبنا و نحبہ

(اُحد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں)

روایت ہے کہ کل قیامت کے روز جبل اُحد کو آدمیوں کی شکل میں صدیقوں کی صف میں کھڑا کیا جائے گا۔ یہ دیکھ کر عقل دنگ ہے اور دل پیچ و تاب کھاتا ہے۔ لیکن یہ سنت اللہ (اللہ کی سنت یا دستور) ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (اور اللہ کی سنت میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی)۔ اس تباہ حال کا بھی یہی حال ہے جس طرف رُخ کرتا ہے وہی ویران کر دی جاتی ہے۔ فرزندِ دل نبدان اولادنا اکبادنا (ہماری اولاد ہمارے جگر پارہ ہیں) کے مصداق اس امر کی اجازت نہیں دیتے کہ کسی ویرانے میں جا کر رہوں تاکہ میرے رہنے سے آبادیاں خراب و برباد نہ ہوں۔

مصرعہ کہ ازویہ ویراں ستاند خراج

(کیونکہ ویران زادے بھی خراج وصول کرتے ہیں)

فان الحزاب فی الحزاب خراب ولا شی علی الحزاب ففی الحزاب لیس الا

اللہ فاللہ ولا سواہ وهو کنز لا یفتی وهو ملک لا یبلی فطوبی لاهل اللہ۔

(تحقیق لوگوں میں رہنا باعث بربادی ہے۔ آبادی میں کچھ نہیں دھرا۔ لوگوں کی کثرت میں بھی حق موجود

ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ اور یہ وہ خزانہ ہے کہ جس کو کوئی زوال نہیں اور یہ وہ سلطنت ہے

کہ جس کو فنا نہیں۔ مبارک ہیں حق تعالیٰ کی محبت میں بسر کرنے والے)۔

بیت ہر بلا کہ ایں قوم راسخ دادہ است

زیر آں گنجے کرم نہادہ است

(جو بلا و مصیبت حق تعالیٰ نے اس قوم یعنی اولیاء اللہ پر نازل کی ہے۔ اس بلا کے نیچے لطف

و کرم کا خزانہ پنہاں رکھا ہے)۔

اے فرزند چونکہ مقبول بارگاہ ہیں ہرگز ضائع نہیں ہوں گے کیونکہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کو ضائع نہیں کرتے۔ اور ہمیشہ کے لئے رنج و الم میں گرفتار نہیں کرتے۔ فان مع العسر یسراً ان مع العسر یسراً (بیٹک ہر تکلیف کے بعد آرام ہے)

اے فرزند! خدا تعالیٰ کو خلق خدا سے کیا کام (یعنی خدا خلق کا محتاج نہیں)۔ دل میں یہ وسوسہ نہ رکھو درویشی دل کو خدا کے سپرد کر کے غیر خدا سے فارغ ہو جاتا ہے۔ درویشی خدا پرست ہوتا ہے نہ کہ خلق پرست۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے فرزند کو ہر پریشانی سے محفوظ رکھے تینگلی سے بچائے اور فراخی عطا کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اے عزیز اپنے گھر میں آرام رہیں گے اور پہاڑ میں جا کر کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ خدا تعالیٰ تمہاری سب مراد پوری کریں گے۔ خواہ پہاڑ ہو یا بیاباں۔ صحرا ہو یا آبادی۔ دَهُومَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ۔ (اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو)۔ اے فرزند خلق کے لئے رحمت اور مقتدائے وقت ہیں۔ چاہیے کہ خلق کے اندر رہیں۔ اور لوگوں کی دستگیری کریں۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ :

الفرار مما لا يطاق من سنن المرسلين حق ولكن في حال دون حال و
في اقوام دون اقوام، وفي وقتٍ دون وقتٍ والوقت سيف القاطع فالمقرب
يعلم وقته وحاله ولا يجاوزه۔

(یہ جو کہا گیا ہے کہ جس چیز کی برداشت نہ ہو سکے اس سے بھاگ جانا لازم ہے صحیح ہے۔ لیکن یہ بات دوسرے حال، دوسری اقوام، دوسرے وقت میں صحیح ہے۔ وقت سیف قاطع یعنی کاٹنے والی تلوار ہے۔ پس مقرب بارگاہ کو معلوم ہے کہ کس وقت اور کس حال میں ناقابل برداشت حالات سے فرار جائز ہے)۔

پس اہل دانست اور اہل دل کے فتویٰ کے مطابق عمل کرنا چاہیے اور اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔
 دھوسکون القلب مع اللہ بلا اضطراب (اور اسی کا نام ہے حق ثنائے کی معیت میں سکون پانا)۔
 صاحب عوارف المعارف (شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سروردی قدس سرہ) فرماتے
 ہیں کہ:

وما اضطراب الطباع الا ضرب من الجهل خلیل اللہ وسکون القلب مع اللہ

طبیعت میں اضطراب نہیں ہوتا اللہ کے دوست کو اور سکون قلب تشریح میں ہے،

جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ڈھیلے کی طرح منجھتی سے ہو میں جا رہے تھے تو حضرت جبریل
 علیہ السلام نے دریافت کیا کہ حضرت کوئی کام ہو تو فرمائیے۔ آپ نے جواب دیا کہ کام ہے لیکن تجھ سے
 نہیں ہے اور جب جبریل علیہ السلام نے کہا اپنے رب سے عرض کیجئے تو فرمایا حسب علمہ بعالی
 (اس کا علم میرے حال کے متعلق میرے لئے کافی ہے)۔ اسی طرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے
 جب آپ کے اصحاب نے سکون قلب کے متعلق کہا، انا اللہ ما کون (ہم سکون قلب کو نہیں پاتے)
 کلا ان معی ربی سیدین (سوائے معیت حق کے جو راہ دکھاتا ہے)۔ سرور کائنات مصطفیٰ علیہ
 السلام نے بھی سکون قلب کے متعلق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا (تحنون ان اللہ معنا
 ومع ذلک حنفی ما حنفی) (غم مت کھاؤ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، اس کے ساتھ جو گذرا سو گذرا)۔ اسے
 فرزند مستقل مزاج ہو کر رہنا چاہیے اور خلق کے خیر و شر کا ہرگز دل میں خیال نہیں لانا چاہیے۔ روایت
 ہے کہ شیخ الاسلام شیخ جمال الدین ہانسوی قدس اللہ روحہ نے اپنے شیخ قطب عالم شیخ الاسلام
 شیخ فرید الدین قدس اللہ العزیز سے عرض کیا کہ افلاس زوروں پر ہے اور قوت برداشت نہیں رہی۔
 حضرت شیخ نے جواب دیا کہ "ولایت را استمالت دہند" (ولایت کی طرف رجوع کرو) قطب عالم
 شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس اللہ روحہ بیان فرماتے ہیں کہ استمالت ولایت یہ
 ہے کہ دل کو غیر حق سے پاک کیا جائے۔ اور نقش غیر دل سے دھو ڈالے۔ پس اسے فرزند! درویش
 کا یہ کام ہے کہ دل کو غیر سے محفوظ رکھے۔ جب دل خدا کے ساتھ قرار حاصل کرے تو غیر سے التفات

نہ کرے نہ کوئی اضطراب ظاہر ہو نہ دل میں تنگی ہونے پائے۔ فطوبیٰ لیمن لہ قلب سلیم۔
(مبارک ہیں وہ لوگ جن کو حق تعالیٰ نے قلب سلیم عطا کیا ہے)۔ عاقبت بخیر باد۔

مکتوب

بجانب فقیر حقیر حضرت المعروف میاں خان جونپوری
جامع این کتاب در بیان حل بعضی مشکلات

حق حق حق!

جن امور کے متعلق آپ نے دریافت کیا ہے ان کے جوابات ذیل کی سطور میں لکھے جاتے ہیں:

سوال اول:

اس حدیث پاک کے کیا معنی ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سَمَائِتُ رَبِّیْ وَ لَیْسَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُ حِجَابٌ

الاحجاب من یاقوت ابیض فی روضۃ خضراء

(فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دیکھا میں نے اپنے رب کو اور میرے اور اس کے درمیان

کوئی حجاب نہ تھا سوائے سفید یاقوت کے روضہ سبز میں)۔

جواب:

جاننا چاہیے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عین یقین کے ساتھ حق تعالیٰ کے جمال

کا مشاہدہ پردہ قلبی اور روضہ قلبی میں کیا کیونکہ آپ کا قلب حق تعالیٰ کے نور سے منور ہے ابیض

اس لئے فرمایا کہ آپ کے قلب میں نور ہے ظلمت نہیں ہے۔ آپ کا قالب روضہ حیات ابدی

ہے جس کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا ہے کیونکہ حق تعالیٰ خارج نہیں ہے۔ لہذا بندہ حق تعالیٰ

کو اپنے اندر دیکھتا ہے اپنے قلب اور قالب کی صفائی اور کمال کے مطابق۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (اور وہ تمہارے اندر ہے پس تم کیوں نہیں دیکھتے)

اگر حجاب عبودیت جو حجاب کبریا و عزت حق ہے نہ ہوتا تو عدم صرف و امتناع محض ہوتا۔ فلا عبد و لا روبة کما زعمت المعتزلة۔ (پس نہ عبد ہوتا نہ رويت جیسا کہ فرقہ معتزلہ کا عقیدہ ہے)۔ بندہ اپنی صفائی اور دوست کے مشاہدہ میں اس قدر مستغرق اور محو ہوتا ہے کہ اپنی طرف کوئی اضافت نہیں کر سکتا۔ اور نہ دولت کے شہود میں اپنی خودی کا اُسے کوئی شعور ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بندہ ناپید ہو جاتا ہے نہ یہ کہ بندہ خود خدا ہو جاتا ہے لیکن اپنے کمال صفا کی وجہ سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس سے اپنی خودی اٹھ جاتی ہے اور کوئی دوئی درمیان میں نہیں رہتی، پس وہ اپنے صفائے باطن کے مطابق لقائے دوست سے مشرف ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی تجلی کا اس پر ظہور ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء پر تجلی حق دنیا اور آخرت دونوں میں ہوتی ہے اور عام مومنین پر صرف آخرت میں ان کی استعداد کے مطابق ہوگی۔ تجلی اللہ للخلق عامة و لا بی بکر خاصة (حق تعالیٰ کی تجلی باقی خلقت پر عام ہے اور صدیق اکبر پر خاص ہے)۔ سعدیؒ نے خوب فرمایا ہے۔

مصرعہ سے سعدی حجاب نیست تو آئینہ صاف دار

(سعدی یہاں کوئی حجاب نہیں ہے بس تو اپنا آئینہ صاف رکھ)۔

قلب المؤمن مرآة الرب (مومن کا قلب حق تعالیٰ کا آئینہ ہے) کے معنی یہی ہیں۔ تجلی کے سوا کچھ نہیں بلکہ عین ظہور حق ہے بندہ پر اس کے صفائے قلب کے مطابق اور اس کے اقتدار وقت کے مطابق، اس کے کمال و جمال میں۔ وَ لِي مَعَ اللَّهِ وَ قْتُ (مجھے حق تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت ہوتا ہے) میں اسی وقت کی طرف اشارہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ دائمی مشاہدہ میں ہوتے ہیں اور بعض کبھی کبھی اپنے صفائے وقت کے مطابق مشاہدہ کرتے ہیں۔ فَإِنَّ سِرَّ الْوَجُودِ هُوَ وِلَيْسَ إِلَّا هُوَ (اور سر وجود وہی ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں) کا اشارہ اسی حقیقت کی طرف ہے کہ حق تعالیٰ کے مشاہدہ جمال کے وقت مکان و زمان سکر جاتے ہیں اور پردے اٹھ جاتے ہیں

اور کوئی کیفیت و کیفیت نہیں رہتی۔ (یعنی وہ کیسا ہے اور کس طرح ہے)۔ اُس وقت بہشت اور نعیم گم ہو جاتے ہیں

و نسیون النعیم اذا روالا و تحتل ان یكون سرّاً جحبابا ابیض و قلباً
روضۃ خضر اء امی سرائت سرائتی و وجدات سری و قلبی ہکذا فی
استغراق النوار سرائتی مرتقبا من الکوون مشتغلا من الحق تعالیٰ و یحتمل
ان یكون الحجاب و الروضۃ من انوار ربانیۃ فی عالم الغیب حین
ساروت الرب من لطف ساربه لقیامۃ و ثباتہ عند الروئیہ و ما
ذالک کلہ الا من سر و جودہ فان الوجود واحد مستکثر فی التجلیات
والانوار و لیس ہوفات۔

(اور بھول جاتے ہیں نعیم کو جب اسے دیکھتے ہیں اور احتمال ہے کہ ان کا راز سفید پردہ ہو۔
اور اس کا قلب روضہ خضر ہو۔ دیکھا میں نے اپنے رب کو، پایا اپنے راز کو اور قلب
کو، اسی طرح انوار ربانی میں استغراق عالم کون و مکان میں انہماک اور حق سے انحراف
کا حال ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ انوار ربانی حجاب ہوں عالم غیب میں بوقت رویت
حق قیامت میں اس کے لطف و کرم سے۔ اور یہ تمام رویت الہی کے وقت نہیں ہوتا
سوائے اس سے سر و جود کے۔ کیونکہ وجود واحد تجلیات و انوار کی وجہ سے کثرت
بن جاتا ہے)

دوسرا سوال : یہ کہ مجاہد نے کہا ہے کہ بالائے عرش ستر پردے میں نور اور ظلمت سے لیکن عام
مشہور یہ ہے کہ عرش سے اوپر کچھ نہیں۔ اس کے کیا معنی ہیں۔

جواب : جاننا چاہیے کہ بالائے عرش سے مراد ورتے عرش ہے خواہ عرش قلبی ہو خواہ عرش ظہری۔

اور درائے عرش عالم جبروت اور عالم امرِ حق تعالیٰ ہے۔ وهو الوجود بالقوة یعنی اس میں یہ صلاحیت ہے کہ وجود اختیار کرے اور مخلوق کہلائے۔ روح کو مخلوق اسی لئے کہتے ہیں کہ قدرتِ حق تعالیٰ سے اس کا ظہور عالم امر سے عالم خلق میں ہوتا ہے۔ اور متصرف ہو کر مستحق سزا و جزا ہوتی ہے۔ ورنہ عالم قدس میں وہ عالم کون و مکان سے بلند و برتر تھی۔ ولا یعلم علیہ الا اللہ (اور اللہ کے سوا اس کے راز سے کوئی مطلع نہیں)۔ پس عالم امر بوجہ کمالِ قربِ حق تعالیٰ کے قسمت پذیر نہیں ہوتا (یعنی منقسم ہونے سے بالاتر ہے) اور نہ کیفیت اور کیفیت قبول کرتا ہے۔ دلائل الخلق والامور (اور عالم خلق و عالم امر حق تعالیٰ کے لئے ہیں)۔ اور وہ سترِ حجاب جو نور و ظلمت سے ہیں عالم خلق سے بالاتر ہیں۔ عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں اور انوارِ تجلیات ربانی سے ہیں۔ ان کے نور سے مراد بقا ہے اور ان کی ظلمت سے مراد فنا ہے یعنی درویش ترقی کرتا ہوا ان انوار میں فانی، اور فانی اللہ، بقا باللہ، اور فنا الفنا اور بقا البقا میں باقی ہو جاتا ہے اور لفظ ہفتاد (ستر) سے مراد کثرتِ تجلیات ہے ذکرتین۔ نیز تعین کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہاں تعین (تعدد) مراد نہیں کیونکہ جب ستر بار تجلی حاصل کی تو کمال کو پہنچا اور صفائے تامہ کر کے اپنی حد تک پہنچا۔ اور خدا تعالیٰ بے صدا اور بے نہایت ہے۔ فلا خبر منہ بالحقیقة لاحد (اور حقیقت سے کسی کو آگاہی نہیں)۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

بیت سے نیست کس را از حقیقت آگہی

جملہ سے میخند بادست تھی

(کوئی شخص حقیقت سے آگاہ نہیں۔ سب خالی ہاتھ مر جاتے ہیں)

فلیس شیء من الکون ولا لیلانوار الربانیة وراہ العرش وجود الا
 بالتجلیات الحجابیة من النور والظلمة بحسب اقتضاء الوقت البصافی
 علی طالب الحق سبعانہ وتعلی وذلک الحجاب حجاب کشفی لا
 حجاب سدی فاعرف۔ (پس نہیں کوئی چیز کائنات میں سے اور نہ انوار ربانیہ کے لیے
 مگر ساتھ تجلیات حجابیہ کے نور و ظلمت سے مطابق اقتضای وقت سبحانی کے اوپر طالبِ حق تعالیٰ کے

اور یہ حجاب حجابِ کشفی ہے نہ کہ حجابِ سدّی ہے پس میں جانتا ہوں۔

تفسیر سوال؛

یہ کہ مقرب بارگاہِ ترقی کرتا ہے اور اس کے مشاہدہ کو سہو کہا جاتا ہے جیسا کہ کاشکی سہو

مصطفیٰ اعلیٰ السلام۔

جواب؛

فرزندِ من! مقربین کا سہو (غلطی یا الغزش) ان کے کمالِ قرب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مشاہدہِ حق میں ان پر تجلیاتِ نوری وارد ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ مقرب ترقی کرتا ہے اس کے اس مشاہدہ کو سہو کہا جاتا ہے لیکن درحقیقت وہ کمال ہوتا ہے (نہ کہ نقص)۔

كما قال خليل الله في تجليات انوار الربانية هذا سرّ الربى للكوب الربانى المتجلى فى العالم القدس مترقيا من الكون وما سر آى الا الحق سبحانه وتعالى كما قال ولكتة ترقى منه الى الكشف والمشاهدة المطلقة التى لا يعبر عنها بشىء الا بالاطلاق والاحاطة بكل شىء المعبر عنه بانى وجهت وجهى للذى فطر السموات والارض حنيفاً۔ (جیسا کہ خلیل اللہ نے انوار تجلیات ربانی کے بارے میں فرمایا کہ تجلیات ربانی عالمِ قدس سے متعلق ہیں اور کائنات سے بڑھ کر ہیں۔ جن کو حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس سے کشف اور مشاہدہِ مطلقہ کی طرف ترقی کی جو کہ اس سے اطلاق و احاطہ کے سوا کسی چیز کو تعبیر نہیں کیا جاسکتا کیونکہ میں نے اپنا چہرہ زمین و آسمان کے فاطر کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔

فالعارف الطالب المشتاق لا جرم فى كمال شوقه كاشكى سہو محمد بوردی

(پس عارف طالبِ مشتاق نے یقیناً کمالِ شوق میں کہا، کاش کہ محمدؐ کا سہو نصیب ہوتا)۔

اور وہ سونور بخش مشاہدہ جمال صمدی لم یزلی ولا یزالی تھا اور عارف کے لئے کمال یقین تھا اور عطا تھی
 نہ کہ خطائے عقلی تھی۔ خدا اس سے پناہ دے۔ فاعرف (پس سمجھ لو)۔

چوتھا سوال؛

یہ جو کہا گیا ہے کہ عشق خدا جو ہر جان مآند و عشق ما جو ہر وجود اور عرض آمد۔ عشق ما اور
 عرض و عشق او جان ما را جو ہر (خدا کا عشق ہماری جان کا جو ہر ہے اور ہمارا عشق اس کے جو ہر وجود کا
 عرض ہے۔ ہمارا عشق اس کا عرض ہے اور اس کا عشق ہماری جان کا جو ہر ہے) اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب؛

جاننا چاہیے کہ ہمارے ارواح (جمع روح) یحبشہم (اللہ ان سے محبت کرتا ہے)
 کے نور سے پیدا ہوئے ہیں لہذا نور عشق ہماری جان یا روح کا جو ہر ہے یعنی ہماری جان کی حقیقت ہمارے
 خداوند تعالیٰ کا عشق ہے اس وجہ سے حق تعالیٰ کے لئے ذوق و شوق ہماری جان کا سرمایہ ہے۔ پڑانہ
 شمع پر اس لئے گرتا ہے کہ اس کی جان میں ایک ایسی آگ بھردی گئی ہے کہ شمع پر جان دیتا ہے) اور وہ
 آگ اس کے اندر موجزن ہے۔ لہذا لازماً ہماری جان اس کے عشق میں جلتی ہے اور محبوب کے سوا کسی کے
 ساتھ قرار نہیں پکڑتی۔ اور ہمارا عشق جو اس کے عشق کا پرتو (عکس) ہے اس کے جو ہر وجود کے لئے
 عرض و ظہور کا درجہ رکھتا ہے۔ پس ہمارا عشق اس کے لئے عرض اور اس کا عشق ہماری جان کے لئے
 جو ہر ہے اور یہ جو ہر اور عرض اصطلاحی معنوں میں نہیں یعنی ہمارا عشق حق تعالیٰ کے انوار و اسرار کی وجہ
 سے ہے اس لئے اُسے عرض کہا گیا ہے۔ اور اس کا عشق ہماری جان کی حقیقت ہے اس لئے اُسے
 جو ہر کہا گیا ہے۔

بیت سے عشق او در جان ما جانان ماست

جان ما را عشق او سلطان ماست

(اس کا عشق ہماری جان کے اندر ہمارا جلنان یعنی محبوب ہے۔ اور ہماری جان کے لئے

سلطان یعنی بادشاہ ہے)۔

حق تعالیٰ اور اس کے مقربین کے درمیان ایک دوسرے کے عشق میں اصلاً و قروماً، جوہراً، عرضاً، ازلاً و ابداً تلام و تعارف ہے (یعنی ایک دوسرے کیلئے لازم ملزوم ہیں) اور جس قدر کسی کے اندر یہ چیز ہے اسی تناسب سے عصمتِ انبیاء علیہم السلام اور حفظِ اولیاء کرام ہے (یعنی چونکہ انبیاء میں یہ چیز زیادہ ہوتی ہے اس لئے وہ معصوم ہیں اور اولیاء میں کسی قدر کم ہوتی ہے اس لئے وہ معصوم نہیں بلکہ محفوظ ہیں۔ یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام اس لئے معصوم ہیں کہ ان کی فطرت میں گناہ کا مادہ موجود ہے لیکن گناہ کے ارتکاب سے حق تعالیٰ ان کو محفوظ رکھتا ہے) پس شائقین کے لئے خوشخبری ہے۔ فاعرف (پس سمجھ لو)۔

پانچواں سوال :

رزقِ جسم اور رزقِ روح کیا ہے اور یہ جو کہا گیا کہ روح کے بھی ہاتھ اور پاؤں

ہیں اور طعام کھاتی ہے :

ان فی جسد ابن آدم خلقاً من خلق اللہ کھيئةِ الناس وليس الناس

(ابن آدم کے جسم کے اندر یعنی روح میں وہی بناوٹ ہے جو انسان میں ہے لیکن انسان نہیں)

اس کے کیا معنی ہیں۔

جواب :

جاننا چاہئے کہ رزقِ روت ما يتجلى به من الطاعات . التقربات ومن

حيث الحقيقة (حقیقت میں) قالبِ قلب سے پرورش پاتا ہے (یعنی جسمِ روت سے پرورش

حاصل کرتا ہے)۔ فصم بصلاحه وفسد بفساده (روح کی خیر میں جسم کی خیر ہے اور روح کی برائی میں

جسم کی برائی ہے)

وصلاح القلب بالصفة الحميدة الشريفة حتى يصل الى الجنة فان الجنة

وفسد القلب بفساد القلب وفساده بالذمائم من صفات البهائم والسباع

حتى ينسحق ويصل الى الناس

(اور قلب کی اصلاح صفات حمیدہ مرغیہ میں ہے حتیٰ کہ وہ پہنچ جاتی ہے جنت میں۔ اور جسم کا

فساد روح کے فساد سے ہے اور روح کا فساد صفات ذمیرہ سے ہوتا ہے اور خواہشات

نفسیہ اور حیوانیہ سے حتیٰ کہ وہ پہنچ جاتا ہے دوزخ میں)۔

اس کا بیان رسالہ اسرار الاخیر میں مفصل آچکا ہے۔ اور قلب اپنی صفائی کے مطابق روح سے پرورش

حاصل کرتا ہے یعنی جب روح کی قلب پر تجلی ہوتی ہے تو قلب منور ہو جاتا ہے اور قوت حاصل کر کے

حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اپنے آپ کو حق کے حوالہ کرتا ہے۔ حق کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے۔

اور حق تعالیٰ سے خبر دیتا ہے۔ اور یہی رزقِ روح ہے کہ جب روح پر تجلی ہوتی ہے تو انوار ربانی اور اسرار

بسحانی میں پرواز کرتی ہے اور لامکان میں پہنچ جاتی ہے۔ مصطفیٰ علیہ السلام اسی مقام میں جب کہ آپ کا

قلب روح کی صفت پر تھا اور روح حق تعالیٰ کی صفت پر اور زمان و مکان کو پیچھے چھوڑ کر میدان قاب قوسین

او ادنیٰ میں پہنچ گئے۔ زہے کمال وزہے جمال! هو الاول هو الاخر هو الظاهر هو الباطن ای

فهو الحق في الحق والخلق بالخلق وليس الا الحق وهو الحق ذو القوت المتين (وہی اول ہے

وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے وہی حق ہے حق میں اور خلق ہے خلق میں اور نہیں ہے سوائے حق اور

وہی حق زبردست قوت والا)۔

اسی مقام پر کہا گیا ہے کہ روح جسم کی طرح ہے اور ہاتھ پاؤں رکھتی ہے لیکن اس کے دست و پا

نورانی ہیں اور غذائے عالم قدس تناول کرتی ہے۔ اس مقام پر درویش روح کی صفت پر ہوتا ہے۔ طعام

بہشت کھاتا ہے اور عرش پر جاتا ہے۔

ابيت عند راجي هو يطعمني ويسقيني

۱۔ رسالہ اسرار الاخیر حضرت مصنف کی تصنیف ہے۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ روح کا رزق یہ ہے کہ جب روح

پر تجلیات کی بارش ہوتی ہے تو انوار و اسرار ربانی سے پرورش پاتی ہے اور ذوق و شوق میں ترقی ہوتی ہے۔

رات میں اپنے رب کے ساتھ بسر کرتا ہوں وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ (حدیث)

اور قرآن سے سنو:

وہ اللہ سے ہے

هو من عند الله

فرزند من! جسدِ آدم کوئی چھوٹی چیز نہیں ہے۔ بلکہ ایسی چیز ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم اس کے اندر پنہاں ہیں۔ جب حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے کشف رونما ہوتا ہے تو درویش جو کچھ کہتا سنتا ہے اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے کہ عرش، فرش، بہشت، دوزخ، اٹھارہ ہزار عالم سب اس کے ساتھ ہیں۔ پس تم حق میں مشغول رہو تاکہ حجاب اٹھ جائیں اور سب کچھ تیرے سامنے آجائے۔ اور عالم غیب کی مخلوق اگر چہ آدمیوں کی شکل پر ہے لیکن آدمی نہیں۔ کیونکہ الناس فی الظاہر لا غیب (دیکھنے میں آدمی نظر آتے ہیں لیکن دراصل نہیں ہیں) پس سمجھو۔

چھٹا سوال:

یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے خانہ نون و القلم میں ایک لاکھ چودہ

ہزار بار کلام سنا۔

وکلّم اللہ موسیٰ تکلیما
(اور کلام فرمایا اللہ نے موسیٰ سے خوب کلام)

اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب:

فرزند من! واضح باد کہ آج جو کچھ کسی کے پاس ہے روزِ اہل سے تھا۔ یعنی اس وقت جب کہ عالم کون و مکان وجود میں بھی نہ آیا تھا۔ چنانچہ مقررین حق کا کمال اور جمال بھی عالم نون و القلم یعنی عالم قدس میں بن چکا تھا۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ حق تعالیٰ نے آج موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا لیکن بدلت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے عالم قدس کے احاطوں میں آپ سے روح موسیٰ علیہ السلام ان آیام میں کلام فرمایا جس کا ظہور آج مخلوقات پر ہو رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مردانِ حق کی دولت ازلی وابدی ہے اور جو کچھ ان کے پاس ہے روزِ ازل سے ہے باقی سب دیوارِ پرفتق و نگار ہیں۔ فاعرف دپس

مکتوب ۶۲

بجانب دلاور خان۔ ان کے ایک رشتہ دار کی موت
پر تعزیت کے بیان میں

حق حق حق!

... المراد دنیا محنت کدہ ہے یہ ایک سرائے ہے جس کی بنیاد نیستی پر ہے لہذا یہ ہست نہا
بے وفا ہے۔ دکھ درد کی جوہلی ہے۔ نامردوں کے لئے مکر و فریب اور نا اہلوں کے لئے باعث غرور
ہے۔ دنیا کیا ہے یہ آخرت کی پُلی ہے۔ لہذا مردانِ خدا اس سے دل نہیں لگاتے۔ آتے ہیں اور
آزاد نکل جاتے ہیں۔ دنیا جائے غفلت و غرور اور مقام فنا و عبور (گذرگاہ) ہے یہاں کسی کو بقا نہیں
لیکن اس کے باوجود مردانِ حق کی موت خلق کے لئے مصیبت ہے کیونکہ دنیا کی بقا ان کی برکت سے
ہے۔ مرحوم کا شمار دوستانِ حق میں ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت دوستانِ حق کے ساتھ رہتے تھے اور جو کچھ ان
کے پاس تھا راہِ حق میں خرچ کرتے تھے۔

ان کی مصیبت فریاد دیتی ہے۔ ان کی موت تمام خلق کے لئے سانحہ جانگاہ ہے خاص طور پر ان کے عزیز و
اقارب کے لئے۔ پس کلمہ انا لله وانا ایلہہ الرجوع کا اور عزیزی ہے۔

مکتوب ۶۳

بجانب برادرانِ حضرت شیخ درجواب سوال متعلق
بہ جملہ پیرانِ برائے سید محمد نصیر آبادی۔

حق حق حق!

آپ کا خط ملا۔ فرمان کے مطابق مشائخ کا پیرہن سید محمد نصیر آبادی کے لئے ارسال کر دیا ہے۔ آپ نے دیکھ لیا ہوگا۔ ان کو چاہیے کہ فرقہ مشائخ کا ادب ملحوظ رکھیں کیونکہ فرقہ مشائخ میں ہزاروں برکات پنہاں ہیں۔ مشائخ کے چہنڈہ کو جاری رکھنا چاہیے اور ان کی سنت کو سنتِ حق سمجھتے ہوئے اس کی بجا آوری کے لئے سرٹوڑ کو شش کرنی چاہیے۔ ہم جیسے تباہ حال لوگوں کے لئے اسلام کے بعد یہی مشائخ کی پناہ ہے ورنہ ہماری سیدہ کاری، سیدہ روئی اور بد اعمالی اور بد روئی تو عیاں ہے ہم کون ہیں کہ مقتدائے خلق ہونے کا دعویٰ کریں بس ہم تو اپنے مشائخ کی سنت جاری کرنے والے ہیں۔ باقی ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔

ہرچہ او کرد کردہ حق داں

بیت

ہرچہ او گفت گفتہ حق داں

(جو کچھ اس نے کیا ہے حق کا کیا ہوا سمجھ اور جو کچھ اس نے کہا ہے حق کا کہا ہوا جان)۔

اس کام سے دل کو بہت فرحت حاصل ہوئی (یعنی فرقہ عطا کرنے سے) اور حق تعالیٰ کی درگاہ میں نظر لیا شکر ادا کئے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اگر اس فقیر کی سلوک کی کتابوں میں سے کوئی کتاب اُن کے پاس ہو تو اس کا مطالعہ کرتے رہیں اور اس فقیر کے مشرب کو تازہ رکھیں۔ انشاء اللہ العزیز مشرب میسر ہوگا اور حق تعالیٰ کا ذوق و شوق بڑھے گا۔ جس طرح کہ عارفان و موجدان کا ذوق و شوق ہوتا ہے پس اس فقیر کو بھی دعائے خیر میں یاد رکھیں۔ عاقبت محمود باد۔ والسلام۔



مکتوب ۶۴

بجانب سید محمد نصیر آبادی در ارسالِ جامعہ پیران و فوائد آن و
 فرق مراتب طالب دنیا و طالب آخرت (فرقہ مشائخ کے فوائد
 کے بیان میں اور طالب دنیا اور طالب آخرت کے درمیان فرق
 کے بیان میں)۔

حق حق حق!

بھائی عزیز! اللہ نے خط لکھا ہے کہ سید محمد نصیری آبادی نے حق تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا ہے اور
 ترکِ ماسومی اللہ پر کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک! (اس پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں) اس
 سے دل کو بے حد خوشی حاصل ہوئی۔ فرقہ خلافت جو آپ نے شیخ الاسلام برادر شیخ عزیز اللہ سے
 حاصل کیا ہے مبارک باد۔ نیز جو جامعہ مشائخ فقیر نے ارسال کیا ہے زیب تن کرنا چاہیے اور حق السعی
 حق تعالیٰ کی طاعت و محبت میں رہنا چاہیے۔ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں دو گانہ شکر ادا کریں اور خوش و
 خرم رہیں۔ دنیا مردانِ خدا اور دوستانِ بارگاہِ قدس سے خالی نہیں۔ اگرچہ بساط نبوت (نبوت کا
 دسترخوان) تہ کیا جا چکا ہے۔ لیکن چتر ولایت مردانِ حق پر قائم کیا جاتا ہے اور قائم ہوتا رہے گا۔
 بقائے عالم ان کے وجود سے قائم ہے طالبانِ حق شیر ولایت (ولایت کا دودھ) اور علم درانت
 (عقل و دانش) سرچشمہ نبوت سے حاصل کرتے ہیں اور حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔

ذالک الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب

(یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ یہ راہ دکھاتی ہے ان لوگوں کو جو حق تعالیٰ سے

ڈرتے ہیں اور غیب پر ایمان لاتے ہیں)۔

کا اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ لہذا جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا صحابی ہوا

اور دین کا سردار بنا۔ چونکہ وہ آفتاب عالم تاب ہم تباہ حالوں کے سر سے غروب ہو چکا ہے۔ اور وہ دودھ جو سرچشمہ نبوت سے ملتا تھا بند ہو گیا ہے ناچار وہ دودھ سرچشمہ ولایت سے حاصل کرنا چاہتیے۔ کیونکہ العلماء ورثہ الانبیاء (علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں)۔ پس اب نور ولایت سے پرورش حاصل کرنی چاہتیے۔ تاکہ عالم سفلی سے گذر کر عالم علوی پر پہنچ جائے اور اپنی ہمت اور نصیب کے مطابق جمال دوست سے محفوظ ہو۔

بیت سے از بختِ بدم اگر فرود شد آفتاب

از نورِ رختِ مہا چسراغِ مے گیرم

(اگر میری بد نصیبی سے آفتاب غروب ہو گیا ہے لیکن اے محبوب تیرے چہرے کے نور سے

روشنی حاصل کرتا ہوں)۔

اور یہ کوئی کم دولت نہیں کہ آدمی عالم ملکوت میں پہنچ کر ملائک کا ہم نشین ہو۔ بلکہ ملائک اور افلاک سے بھی گذر کر اللہ تعالیٰ کے نور کے ساتھ واصل ہو جائے اللہ نور السموات والارض (اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) کے یہی معنی ہیں کسی نے خوب کہا ہے

ہر نفس آواز عشقِ مے رسد از چپِ راست

ما بفلک بودہ ایم یارِ ملک بودہ ایم

باز ہاںجا رویم جملہ کہ شعر ماست

خود ز فلک برتریم، وز ملک افزوں تریم

زیں دو جہاں مے گذریم منزل ما کبریاست

(ہر لحظہ عشق کی آواز دائیں بائیں طرف سے آرہی ہے ہم آسمان پر جاتے ہیں اگر تماشہ دیکھنے کا شوق ہے۔

ہم آسمان پر رہ چکے ہیں اور ملائک کے دوست بن چکے ہیں۔ ہم پھر دیں جاتے ہیں کیونکہ وہ

سب ہمارا شہر ہے۔

ہم خود آسمان سے بھی بلند تر اور ملائک سے برتر ہیں ہم دونوں جہانوں سے اوپر چلے گئے

ہیں اور ہماری منزل حق تعالیٰ ہے)۔

زہے نصیب جس سید کو یہ دولت میسر آئے کہ رحم مادر سے پیدا ہو کر عالم ناسوت میں آئے اور پھر رحم ولایت سے پرورش پا کر عالم غیب میں پہنچ جائے اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ: *بن یلعج ملکوت السموات والارض من لم یولد مرتین* (جو شخص دوبارہ پیدا نہیں ہوتا ملکوت السموات والارض میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یعنی موقوت قبل انت موتو کے مصداق فنائے نفس حاصل کر کے مقام بقا باللہ پر پہنچ جائے)۔ اس ولایت میں سالک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ *انا الحق اور سبحانی ما اعظم شافی کا دم مارتا ہے اور قسم یا ذنی* (زندہ ہو جاؤ میرے حکم سے) کا اس سے ظہور ہوتا ہے۔ حدیث *من مرا فی فقد سراسر الحق* (جس نے مجھے دیکھا حق کو دیکھا)

کا اسی طرف اشارہ ہے۔ اس کے باوجود عبد عبد ہے اور رب رب ہے۔ جس قدر بلند پرواز کرتا ہے مقام عبودیت جو عبادت و رسول کا تقاضا ہے دامن نہیں چھوڑتا۔ اور سالک کو میدان عبودیت میں پکڑ لاتا ہے جو فعل و ایجاد کا مقام ہے (یعنی جہاں آدمی اپنے افعال و اعمال کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے) اور متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت قدم بناتا ہے۔ اگرچہ آنحضرتؐ خود نور ہیں با حضور ہیں با خدا ہیں اور اپنے آپ سے دور بھی ہیں۔

بیت سے این است کمال مرد در راہ یقین

در ہر چہ نظر کند خدا را بنید

(یہ ہے کمال مرد کا راہ یقین میں کہ جس چیز پر نظر کرتا ہے خدا دیکھتا ہے)۔

اس کا نام ہے ہمت اور مبلغ علم۔ مبلغ علم بھی دو قسم کا ہے ایک علم دنیا جو غم روزی کے سوا کسی چیز میں مشغول نہیں ہوتا اور یہ خطرناک ہے۔ خدا اس سے پناہ دے۔ دوسرا مبلغ علم علم آخرت ہے جو ہمیشہ غم دین میں رہتا ہے اور خوف ورجا کے سوا کسی چیز میں مشغول نہیں ہوتا۔ جنت کا خواہش مند رہتا ہے اور دوزخ سے ڈرتا ہے۔ یہاں اللہم اجرنا من النار یا مجیو یا مجیو کے اللہ ہمیں دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھ اے محفوظ رکھنے والے) کی دعا مانگتا ہے۔ اگر اس قسم کے لوگ تارک

ہوتے ہیں اور دنیا اور اہل دنیا سے کنارہ کش ہوتے ہیں اور آخرت کے طالب رہتے ہیں اور اس کے سوا کسی چیز کا فکر نہیں رکھتے یہ لوگ مومن ہیں اور جنت میں جاتے ہیں۔ لیکن دوست کے حضور سے محروم رہتے ہیں۔ اس کے برعکس مردانِ حق وہ ہیں کہ جن کے حق میں یہ فرمایا گیا ہے:

سبقت لهم منا الحسنیٰ سبقت دی ہم نے ان کے لیے نیکیاں۔

یہ لوگ دونوں جہانوں میں مشاہدہ دوست میں محور رہتے ہیں اور دوست کے سوا ایک دم بھی زندہ نہیں رہ سکتے کیونکہ یہی ان کی سرشت (فطرت) میں رکھا گیا ہے۔

بیت ۷ نے در غم دوزخ و بہشت رند
اس طائفہ را چینی سرشتند

(اس طائفہ کے لوگوں کی سرشت اس طرح پر ہے کہ نہ وہ دوزخ کا غم رکھتے ہیں نہ بہشت کی فکر)۔

یہ لوگ کفر سے نکل جاتے ہیں بعض معصوم ہوتے ہیں بعض محفوظ اور مغفور۔ (انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام محفوظ و مغفور ہوتے ہیں)۔ نور حق میں مستور اور حق کے ساتھ مسرور رہتے ہیں۔ دین کے ظاہری احکام میں مشغول نہیں رہتے بلکہ دین کو چراغِ راہ کے طور پر استعمال کر کے حق کے ساتھ مشغول ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ دین پر نظر نہیں رکھتے بلکہ حق پر نظر رکھتے ہیں۔

بیت ۷ کفر کافر را و دین دیندار را
ذره دردِ دل عطار را

(کفر کافر کو چاہیے اور دین دیندار کو لیکن عطار کو فقط ذرہ بھر دردِ دل چاہیے)۔

بیت ۷ ذرہ دردِ خدا در دل ترا
بہتر از دو جہاں حاصل ترا

اللہ کے لئے ایک ذرہ بھر دردِ دل دو جہاں کی بادشاہی سے بہتر ہے۔

اللہ کے درد و محبت کے سوا جو کچھ ہے خواہ طاعت ہے خواہ گناہ سب نامرادی ہے۔

بیت - در راہ یگانگی چہ طاعت چہ گناہ

رخسارہ عاشقان چہ روشن چہ سیاہ

اے بھائی ہمت بلند رکھ۔ جس قدر تمہاری ہمت ہے تم وہی کچھ ہو گے (یعنی اسی قدر حاصل ہو گا اور تیری قدر وہی ہو گی)۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ قیمة السراء ہمتہ (آدمی کی قیمت اس کی ہمت ہے)۔ ہر شخص کو اتنا ملتا ہے جتنی اس کی ہمت ہے۔ مردانِ حق کا کہنا ہے کہ:

الموتیٰ لی ومن له موتیٰ فله کل (اللہ میرا ہے اور جس کا اللہ ہے اس کا سب کچھ ہے)

دوزخ اور جنت کی ان کے دل میں کوئی وقعت نہیں۔ ما فی الجنة احد سوی اللہ (اللہ کے سوا جنت میں کیا ہے)۔ ان حضرات کا مسلک یہ ہے:

ان اللہ جنة لیس فیہا حور ولا قصور

(اللہ وہ جنت ہے جس میں نہ حور ہے نہ قصور)۔

ان حضرات کے لئے اگرچہ رویتِ حق (دیدارِ حق تعالیٰ) کا وعدہ ہے لیکن زخمِ لُن تَرَانِی (موسیٰ علیہ السلام کو جو حق تعالیٰ سے جواب ملا تھا کہ تو ہرگز دیدار نہیں کر سکے گا) بھی ان کی قسمت میں لکھا ہوا ہے۔ پس وہ زخم کی پروا نہیں کرتے اور طالبِ دیدار رہتے ہیں کیونکہ لُن تَرَانِی معشوق کا ناز ہے اور اَرِنِی (میری طرف دیکھ)۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی درخواست تھی کہ اے میرے رب میری طرف چہرہ مبارک کیجئے تاکہ میں دیدار کر سکوں) عاشق کا نیاز ہے۔ لہذا محب اور محبوب کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔ بلکہ ہر وقت فتح باب ہے (دروازہ کھلا ہے) من اذ من قمرع الباب یوشک

ان یفتح له

پر یقین محکم رکھو۔ اور ہر وقت محبوب کے دامن میں ہاتھ ڈالے رکھو۔ جان پر کھیل جاؤ۔ جہاں بر کھیل جاؤ سینے کو چھلنی کر دو ہر دم ہر لحظہ اس کی طلب میں رہو۔ خون دل پیو اور لخت جگر کھاؤ۔ دیگ کی طرح جوش و خروش کرو۔ دامن کو کون و مکان سے پاک رکھو۔ خلقِ خدا سے کنارہ کش رہ کر عملِ بہیم میں مصروف رہو۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو)۔

اس سے تم ایسے مقام پر پہنچ جاؤ گے کہ درمیان میں کوئی پردہ حائل نہ ہو گا اور جمالِ لم یزیل اور کمالِ لایزال کے سوا کچھ نہ ہو گا۔ پس گوشِ ہوش سے سنا اور اس پر قائم رہو۔ کیونکہ اِنَّهُ هُوَ یَبْدِئُ وَ یُعِیْدُ (وہی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ اٹھاتا ہے)۔ حق تعالیٰ اس قدر بلند کرتا ہے کہ دنیا و مافیہا ہی شمار میں نہیں آتا۔ وَلَا تَحْزَنُ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (غم مت کھاؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سوائے دوست کے کچھ نہیں رہتا۔ وَلِلّٰهِ الْکُبْرٰی وَلِلّٰهِ الْکُسْبِیٰءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ (سب بڑائی اور بلندی اسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمینوں میں۔ اور وہی ہے زبردست حکمت والا)۔

مکتوب ۶۵

بجانب شیخ عبدالرحمن در بیان انکسہ طائفہ رند (خلق کے تین گروہ ہیں)

حق حق حق!

واضح باد کہ مردانِ خدا جو کچھ کرتے ہیں خدا کے لئے کرتے ہیں اور جو قدم اٹھاتے ہیں خدا کے لئے اٹھاتے ہیں۔ عزیز من! خلقِ خدا کے تین گروہ ہیں پہلا گروہ وہ ہے جو اپنے مفاد کی خاطر اللہ سے جنگ کرتے ہیں۔ یہ لوگ اہل لذات و شہوات ہیں اور دنیا کی محبت کی وجہ سے بے ایمان جاتے ہیں۔ العیاذُ باللہ (پناہ بخدا)۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو اللہ کی خاطر لوگوں سے جنگ کرتے ہیں۔ یہ لوگ سلاطین، امرا و حکمران ہیں۔ اور شریعت پر قائم رہ کر یہ لوگ پاک ہوتے ہیں اور ایمان سلاست لے جاتے ہیں اور بہشت میں جاتے ہیں۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو حق تعالیٰ کی خاطر اپنے آپ سے جنگ کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں۔ الزاہدون فی الدنیا والراعیون فی الآخرة۔ (دنیا میں زہد و تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور آخرت میں راعی ہوتے ہیں یعنی

أَبْدَانُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَكُلُّوْبُهُمْ فِي الدُّنْيَا (ان کے جسم دنیا میں ہیں اور قلوب آخرت میں)۔ ان کی شان میں آیا ہے۔ یہ طائفہ اختیار کہلاتا ہے جو تعلقوا باخلاق اللہ (اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاؤ) کے زیور سے آراستہ ہیں۔ یہ حضرات متصوفہ اور اہل دل بھی کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ باطن کے بادشاہ ہیں۔ اہل اللہ ہیں اور ماسوی اللہ سے گذر کر حضرت حق سے پیوست اور واصل ہو چکے ہیں یہ مقربان حق ہیں اور تخلیق عالم کے مقصود اور مطلوب ہیں۔ ان کو جیسا کہ یہ ہیں سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ عالم قدس میں فرشتے ان کی گرد تک نہیں پہنچ سکتے۔

بیت سے جنگ در حضرت خدا زودہ

ہر چہ آں نیست پشتِ پازودہ

(تو نے اللہ کے دامن میں ہاتھ ڈال رکھا ہے اور جو کچھ اللہ کے سوا ہے اس پرالت ہد

ماردی ہے)۔

یہ تباہ حال اپنا ماتم کر رہا ہے کہ ستر سال سے عمر زیادہ ہو چکی ہے لیکن راہِ حق میں ایک قدم بھی نہیں چلا۔ مرتبہ بہائم (وحشی جانور) پر ہوتے ہوئے گروہِ اول میں شامل ہے جو اپنے نفس کی خاطر اللہ سے جنگ کرتا ہے۔ ہیہات ہیہات! سفرِ آخرت در پیش ہے لیکن زادِ راہ کچھ نہیں۔ سوائے سیاہ روئی اور تباہ حالی کے کچھ ہاتھ میں نہیں۔ لہذا جب بھی اپنے اجباب کو خط لکھتا ہوں اپنا ماتم کرتا ہوں اور سر میں مٹی ڈالتا ہوں۔

بیت سے آہ دلم خون شد در کار او

آہ درد ہیج رہے کار نیست

(آہ دل اس کی راہ میں خون ہو گیا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ کچھ نہیں بنتا)۔



مکتوب ۶۶

بجانب بی بی اسلام خاتون۔ در بیان عدم جواز خلافت برائے زنان
ہر جہ بکمال مردان رسند (عورتوں کے لئے خلافت ناجائز ہے
خواہ وہ کس قدر مردانہ کمالات حاصل کریں۔

حق حق حق!

خواہم سیدہ عذیبہ ساجدہ را کو فخر النساء فی العالمین بی بی اسلام خاتون.....
واضح باد کہ دنیا آخرت کا پل ہے اور دنیوی زندگی کا مقصد طلب حق ہے۔ اس لئے
اس جہاں میں غم آخرت کھانا چاہیے اور اپنے آپ کو مسافر سمجھتے ہوئے ساری زندگی عبادت،
ذکر ظاہر و باطن، اور حق تعالیٰ کے ذوق و شوق میں بسر کرنی چاہیے۔ سانس کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔
کسی نے خوب کہا ہے

ہر ایک نفس کہے رود از عمر گوہر است

کان را خراج ملک دو عالم بود بہا

اہر سانس جو نکلتا ہے ایک گوہر ہے اور دونوں جہاں کا خراج اس کا خون بہا ہے یعنی ہر

سانس کے ضائع ہونے پر دونوں جہاں خون بہا کے طور پر ترک کر دینے چاہئیں

اسما و صفات اور اسم ذات (اللہ کا ذکر مع تصور شیخ اس شد و مد سے کرنا چاہیے کہ خدا

کے سوا دل میں کچھ نہ رہے۔ اور دل مستغرق ہو جائے۔ چونکہ آپ نے دو بیسی ہمت سے کام

لیا ہے لازم ہے کہ مشائخ کا سلسلہ جاری کریں لیکن چونکہ عورتوں کے لئے خلافت جائز نہیں ہے

خروج مشائخ ارسال نہیں کیا گیا اور اجازت بیعت نہیں دی گئی۔ لیکن اگر کوئی عورت یا مرد بیعت

کی درخواست کرے تو عورتوں کو سامنے بٹھا کر یا غیبی طور پر اور مردوں کو غیبی طور پر اپنے شیخ

کی وکالت سے کلاہ و جامر عطا کر دیا اور مشائخ کا شجر لکھوا کر دو اور اپنے شیخ کا اسے مرید بنا دو۔
اور اس دولت کو دولتِ عظیم سمجھو۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۶۷

بجانب شیخ رکن الدین فرزند حضرت شیخ
دربیان ارشادِ راہِ حق و ترقی اُن بتدریج

حق حق حق!

آن عزیز کا خط ملا۔ حال معلوم ہوا۔ اور دل کو مسرت حاصل ہوئی۔ چونکہ اُن فرزندِ راہِ حق میں
گامزن ہیں اس دولت اور اس سعادت کی خوشی میں یہ فقیر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر گزار ہے
دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اُن فرزند کو زمرہٴ محبوبان میں رکھے اور حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ نصیب فرما دے۔ اسے فرزندِ اس میدان میں مردانہ وار قدم رکھ کر جان
اور جہاں سب کچھ قربان کر دینا چاہیے اور بلند ہمتی اور ترکِ ماسوامی کی بدولت میدانِ لامکان میں
کرتے ہوئے عین الیقین اور حق الیقین کے ساتھ مشاہدہ جمالِ لم یزلی ولا یزال میں منہمک ہو جانا
چاہیے۔ لیکن طلبِ حق میں گرم جوشی۔ شجاعت اور وسیع حوصلہ کی ضرورت ہے پاؤں دنیا میں
اور سرِ عقبیٰ میں رکھنا چاہیے۔ اور مردانِ حق کے جس قدر مقامات حاصل ہوں ان پر قانع نہیں ہونا
چاہیے۔ ہمت کو ہمیشہ بلند رکھنا چاہیے۔ اگر دنیا پیش آئے تو اسے مردارِ خور کتا سمجھنا چاہیے۔
اگر دل میں عقبیٰ کا خیال آئے تو اسے زہدِ شہوت طلب سمجھو۔ اگر صفاتِ الہیہ ظاہر ہوں تو اسے
طلبِ عز و جاہ تصور کرو۔ فرزندِ من باغلبہ شغلِ باطن اور شکرِ حال میں صفاتِ ذمیمہ اس طرح
یکبارگی زائل ہوتے ہیں جس طرح طلوعِ آفتاب سے ظلمتِ شب دور ہو جاتی ہے۔ سرورِ کونین

صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور شریعت کی پابندی میں جم جانا چاہیے۔ اور خدا تعالیٰ اور مخلوق خدا کے ساتھ حسن معاملہ اور صدق سے پیش آنا چاہیے۔ اپنے نفس کی خاطر کسی سے جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔ اپنا انصاف دوسروں سے طلب نہیں کرنا چاہیے (یعنی اگر کوئی شخص سختی سے پیش آئے تو اسے معاف کر دینا چاہیے) لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہیے۔ قول و فعل سے کسی شخص کی دل آزاری نہیں کرنی چاہیے۔ تمام حرکات و سکنات میں خدا سے ڈرتے رہنا چاہیے اور ہر وقت اپنے کام میں مشغول رہنا چاہیے۔ کوئی ذکر بلا ملاحظہ و واسطہ اور نہیں رکھنا چاہیے (یعنی ہر ذکر دلی توجہ اور واسطہ شیخ سے کرنا چاہیے)۔ جب شغل باطن میں استغراق حاصل ہوتا ہے تو اس سے عالم غیب کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور اس حال کو اس مقام پر پہنچانا چاہیے کہ مقید سے مطلق میں پہنچ جائے اور جمال ازلی و لم یزلی نصیب ہو۔ لیکن اسے فرزند من ابیہ راستہ اس قدر دراز ہے کہ اگر فلک ملک یا ارواح کی رفتار سے اس کو تمام کرنا چاہیں اور ابدالاً بآباد تک چلتے رہیں تو بھی یہ سفر ختم نہ ہوگا۔

وَإِنَّ إِلَهَ رَبِّكَ لَمُنْتَهَىٰ (تحتق تیرے رب پر راستہ ختم ہوتا ہے)۔

کبھی میسر نہیں آتا۔ خاص طور پر بے چارہ سالک جس کی رفتار طبع بشری سے وابستہ ہے۔ یعنی جس کی رفتار چیونٹی کی رفتار سے بھی کمتر اور ضعیف تر ہے۔ وہ کس طرح اس راہ میں چل سکتا ہے اور کیسے کعبہ و حال تک پہنچ سکتا ہے۔ لیکن جب عنایتِ خداوند جل و علی شامل حال ہوتی ہے اور جذبہ رونما ہوتا ہے جسے استغراق اور کبوتر عشق کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ تو ایک لمحہ میں اس مقام پر پہنچا دیتی ہے کہ ملائکہ انگشت بدنداں ہو کر رہ جاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ :

مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ، اے مقرب اللہ تعالیٰ وصل باللہ

(یہ بشر نہیں ہے بلکہ ایک فرشتہ ہے یعنی حق تعالیٰ کا مقرب اور واصل باللہ ہے)

بیت سے مور مسکین ہو سے داشت کہ در کعبہ رسد

دست در پائے کبوتر زدہ ناگاہ رسید

(مسکین چیونٹی کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کعبہ کی زیارت کروں۔ اس نے کبوتر کے

پاؤں کو پکڑ لیا اور فوراً پہنچ گئی یعنی پیر کامل کے توسط سے۔

اے فرزند! اے فرزند! کام کرو اور بہت کام کرو۔ حق تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ بشر بیچارہ کے بلند مقامات پر بتدریج رسائی ہو کیونکہ عند ظہور الحق ثبوت الخلق (حق کے ظہور سے خلق کا عدم ہوتی ہے) چونکہ مقصود مشاہدہ جمال حق ہے۔ آہستہ آہستہ سالک کو آشنا کرایا جاتا ہے کبھی سستی میں کبھی ہوشیاری میں، کبھی دوست کے ساتھ کبھی اخیار کے ساتھ بٹھاتے ہیں تاکہ پرورش ہوتی رہے اور کمال پر پہنچ جائے۔ اور نہاد بشری (یا بنیاد بشری) نہاد روحی و نوری میں تبدیل ہو جائے۔ تب جا کر عالم غیب کا تحمل ہوتا ہے کہ لا یحمل عطایا المملک الا مطایا المملک (بادشاہ کے انعامات کو سوائے بادشاہ کے مقربین یا نائب کے کوئی برداشت نہیں کر سکتا) جب طالب کو آہستہ آہستہ وجود نوری و روحی مل جاتا ہے تو بادشاہ کا مطایا (مقرب یا نائب) ہو جاتا ہے اس وقت بادشاہ کے انعامات (عطایا) جن سے مراد اسرار و الوار ازی و لم ینزلی ہے برداشت کرنے کی طاقت آجاتی ہے اور مراد حاصل ہوتی ہے۔ اگر کسی شخص کی ترقی تیزی سے ہوتی ہے تو وہ مجذوب مطلق اور مجنون مستغرق ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ بھی بڑی بات ہے لیکن مردانی حق کے نزدیک یہ نقص حال ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے لئے مجنون ہونا (یعنی مغلوب الحال ہونا) بدترین عیب ہے۔ شیرخوار بچوں کے لئے جو کی روٹی اور بھونا ہوا گوشت موجب ہلاکت ہے۔ پس ترقی آہستہ آہستہ ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہی وجہ ہے کہ پیغمبروں کی پیغمبری کا چالیس سال بعد ظہور جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ:

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا

(اور جب وہ جوان ہو گیا تو ہم نے ان کو حکم دیا اور علم عطا فرمایا)

یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کمال وجود کو پہنچے اور چالیس سال کے عمر زیادہ ہوئی اور صفات و افعال کو استومی (راستگی یا پختگی) حاصل ہوئی تو انہیں حکم و علم پیغمبری اور تبلیغ رسالت کا کام سپرد ہوا۔ نیز یہی راز ہے کہ مومنین اور مقربین کو دنیا میں رکھ کر ہزاروں تکالیف سے آشنا کرتے ہیں اور پھر قبر کی منزل تک پہنچا کر کئی ہزار سال وہاں رکھتے ہیں..... اور وہاں سے میدان

حشر میں لا کر کھڑا کرتے ہیں جہاں پچاس ہزار سال کا اس قدر وحشت ناک دن ہوگا کہ انبیاء و اولیاء کا نپ رہے ہوں گے۔ پس اعمال کا وزن ہوگا۔ پل صراط سے گزارا جائے گا۔ اگر وہاں سے خداوند تعالیٰ کے فضل سے گزر گیا تو بہشت میں جگہ دیتے ہیں کہ مقام رحمت الہی ہے اور وہاں بقدر درجات دیدار الہی نصیب ہوتا ہے اور تیس ہزار سال تک مشاہدہ جمال بے چون و بے چگون میں مستغرق اور مدہوش رکھ کر افاقہ دیتے ہیں اور پھر تجلی کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر شخص کے درجات کے مطابق تجلیات کا تکرار ہوتا رہتا ہے۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو ایک لمحہ کے لئے بھی حجاب میں نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ جمال دوست میں مستغرق رہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اے فرزند! کام کرو اور درد و محبت میں بے قرار ہو کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ ”ایں کار درد و اندوہ است“ (یہ کام درد و غم ہے)۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الحزن و دائم الفکر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غم اور فکر میں رہتے تھے)۔ آپ ہمیشہ دوست کے شوق اور فراق میں جلتے رہتے تھے اور یہی آپ کا سکون قلب تھا۔ آپ دوست کے سوا کسی چیز کے ساتھ چین نہیں پاتے تھے پس مرد کا کام یہ ہے کہ:

”نہ باکس شامے، ونہ بر پشت بارے، ونہ در سینہ آزارے ونہ با غیر کارے باشد“
 (نہ کسی کو حساب میں لائے، نہ پیٹھ پر کوئی بوجھ ہو یعنی علائق دنیا سے آزاد ہو۔ نہ دل میں کوئی تمننا ہو، نہ غیر کے ساتھ کوئی کام)۔

اے فرزند! تمام عبارات کا مطلب ایک ہے یعنی وہی مطلوب و مقصود ہے اور اس کے سوا سب مفقود۔ ہاں حیات بشری کے لئے جو امور ضروری ہیں ان میں مشغول ہونے میں مضائقہ نہیں۔ جب مطلوب ایک ہے تو پھر کسی چیز کا دل پر قبضہ نہیں ہونا چاہیے۔ قبضے کا مطلب یہ ہے کہ دیگر مطالب کے لئے دل میں تفرقہ اور پریشانی پیدا ہو۔ اور قلب سیاہ ہو جائے۔ عیاذاً باللہ (خدا پناہ دے)۔ بچوں کو خطرہ درپیش ہوتا ہے (یعنی وسوس پیدا ہوتے ہیں) لیکن تفرقہ نہیں ہوتا۔ درویش اپنے دل کا پاسبان ہوتا ہے اور ایک درد کے سوا دوسری کوئی چیز نہیں لاتا۔ اور نہ

متفرق ہوتا ہے (یعنی تفرقہ میں مبتلا نہیں ہوتا)۔ جب تمہارا دل منور ہوگا تو معلوم ہو جائے گا کہ کیا لکھا گیا ہے۔ دوسرا خط برادر میاں عبدالرحمن کو دے دینا۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۶۸

بجانب میاں عبدالرحمن در بیان ادب کردن و نگوساری و خدمت گذاری نمودن مریدان پیش فرزندان و قرابتیاں شیخ خود (اپنے شیخ کی اولاد اور رشتہ داروں کے ادب اور خدمتگاری کے بیان میں)۔

حق حق حق!

معلوم ہوا ہے کہ آن برادر میرے بیٹے شیخ رکن الدین سے رنجید ہیں۔ اے برادر! آج آفتاب اسلام غروب ہونے والا ہے۔ لَبْدَاءُ الْإِسْلَامِ غَرِيبًا وَ سَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ (اسلام غریبی کی حالت میں ظاہر ہوا اور اسی حالت میں واپس جائے گا)۔ آج کل معاملہ برعکس ہو گیا ہے۔ اگر شیخ رکن الدین تجھ سے رنجیدہ خاطر ہو جاتے اور تم مجز و نیاز سے اس کی خوشنودی حاصل کرتے تو مناسب حال ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی۔ لیکن یہ بات (یعنی تمہارا ناراض ہونا) محض گمراہی ہے اور شیطان لعین نے تمہارے دل پر قبضہ کر رکھا ہے۔ شیطان کو لاجول کے خجر سے دفع کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔ اگر اس لعین نے اپنا وار کر لیا تو مردود و ابدی بنا دے گا۔ اور ابدالآباد تک راستہ بند کر دے گا۔ العیاذ باللہ من ذالک (اللہ اس سے پناہ دے)۔ اے برادر! عجیب ہے کہ ہم سے نعمت طلب کرتے ہو اور ہماری اولاد سے برگشتہ ہو۔ ہیہات ہیہات! وہ نعمت ہرگز نہیں ملے گی اور راہِ حق کبھی نہ پاؤ گے۔ جو کچھ تم چنتے ہو وہ ضلال گمراہی اور وبال

ہے اور جسے تم نور سمجھتے ہو ظلمت اور غرور ہے۔ جب تک شیطان زندہ ہے طالبانِ حق کے دلوں کا خون کرتا رہے گا۔ فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور توبہ سے فائدہ اٹھا کر بخشش مانگنی چاہیے۔ شیطان کے تیروں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے برادر! قرآن میں نظر کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

(اے نبی ان لوگوں سے کہہ دو کہ ہدایت کے بدلے میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا سوائے

اس کے میرے قربت داروں سے الفت کر دو)۔

پس جو شخص آج اپنے شیخ کی اولاد سے قطع تعلق کرتا ہے کل قیامت کے دن حق تعالیٰ کو کیا جواب دے گا۔ اور کیا منہ دکھائے گا۔ یہ فقیر ضعیف حضرت شیخ جلال دتس اللہ روحہ پانی پتی جو چار پانچ پشت دور ہیں کی اولاد سے کس قدر عجز و نیاز سے پیش آتا ہے اور خاکساری کرتا ہے۔ ہوشدار، ہوشدار، ہوشدار (خبردار! خبردار! خبردار!)۔ متنبہ ہو جاؤ اور استغفار کرو تاکہ سلامتی سے گذر جاؤ۔ تم دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس قدر محبت ہونی چاہیے کہ درمیان میں کوئی رنجش نہ رہے اور شیطان شکست کھا جائے۔ نیز شغل باطن میں کوشش، تبلیغ کرنی چاہیے اور حصولِ علم میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ کتب سلوک کا مطالعہ بھی نہایت ضروری ہے ہر روز کتب سلوک کا مطالعہ اپنے اوپر لازمی سمجھو اور انہیں اپنا سلوکِ راہ سمجھو۔ کیونکہ کتابیں چراغ کا کام دیتی ہیں اور چراغ کے بغیر نور نہیں اور نور کے بغیر حضور ناممکن ہے کیونکہ جو بہل ہے وہ حجاب ہے۔ پس علم کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ پس کام کرتے رہو حتیٰ کہ فضلِ خداوندی شامل حال ہو اور نعمت حاصل ہو۔ جو کچھ قسمت میں لکھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اپنے وقت پر مل جائیگا۔

بوقتے موقوف است بعجلت برنے آید چو وقت نیک در آید انار بستر بکشاید

(ہر کام کے لئے ایک وقت ہے عجلت (جلد بازی) سے کام نہیں بنتا۔ مناسب وقت پر بند انار خود بخود کھل جاتا ہے)۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۶۹

بجانب شیخ رکن الدین ومیاں عبدالرحمن در بیان لکھالی مریدان
بتادیب و تفتہ نمودن پیران در راہ دین (شیخ کامریدیوں کو کامل
بنانا بذریعہ تادیب و سختی)۔

حق حق حق!

شعرے سلام علیکم چو در خاطر می

گر از چشم دوری بدل حاضری

الما المقصود هو ولا سواہ (تحقیق اللہ مقصود ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں)

تم دونوں بھائیوں کو چاہتے کہ دونوں بھائی ایک دوسرے کے ساتھ تھمل سے برتاؤ کریں۔ اور
باہمی اخوت میں مستحکم رہیں۔ اور مشائخ کی خدمت کجبان و دل سے کرنی چاہتے کہ وہ مردان کار
اور شیران روزگار ہیں۔ دونوں جہانوں کو خراج کر ڈالو اور پس حق تعالیٰ کے سوا کسی چیز کے ساتھ
قرار نہ پکڑو۔ تزدول کو چھوڑ کر ہر دم عروج کے طلب گار بنو تاکہ کون و مکان سے باہر نکل کر
لامکان میں منزل ہو جائے۔ مردان حق کی یہ شان ہے کہ ملک و ملکوت سے گذر کر خورشید فلک
کو پاؤں کے نیچے لاتے ہیں۔ خواجہ نظامی فرماتے ہیں سے

رنج خود و راحت یاران طلب

سایہ خورشید سواراں طلب

(اپنے لئے رنج اور احباب کے لئے راحت کا طالب بن۔ ان حضرات کا سایہ طلب کر جو

خورشید سوار ہیں)۔

لیکن عشق کا بوجھ اٹھانا لازمی ہے خواہ کس قدر بھاری ہو اور عاشق صادق بن کر رہنا چاہیے کیونکہ

کام عشق ہی سے بنتا ہے۔

بیت سے
ہر بلا کہ قوم ماسحق دادہ است
زیراں گنج کرم بہادہ است

(جو بلا و مصیبت کہ حق تعالیٰ نازل کرتے ہیں اس بلا کے نیچے رحمت کا خزانہ پوشیدہ ہوتا ہے)
طالبین کے لئے بلا میں وہ نعمت ہوتی ہے جو عطا میں نہیں۔ اَذْبَنِي سَرِيًّا فَاحْسَنَ تَأْدِيْبِي
(حق تعالیٰ مجھے ادب سکھایا اور وہ بہترین تادیب ہے) کا اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

فتحنا عليهم ابواب كل شئ جزا شرط فلما نسوا ما ذكروا به

(اس پر ہم نے ہر چیز کے دروازے کھول دیے پس جب وہ بھول گئے جو کہ ہم نے ان کو یاد دلایا)

پس خاک کا سر میں ہونا بہتر ہے۔ اور جان و جہاں کی بربادی اختیار کرنی چاہیے تاکہ عمارتِ دل غارتِ دوست ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب شیخ مشفق تادیباً مرید صادق پر غصہ ہوتے ہیں اور کچھ عرصہ بیزاری اختیار کرتے ہیں تو اس وقت مرید کو بے حد فائدہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ سنتِ الہی یہی ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی بار عتاب نازل ہونے کے معنی ہیں۔ نیز حضرت رسالت پناہ کا حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر بعض اوقات خفہ ہونا اسی قبیل سے ہے۔ اسی طرح بعض مشائخ کا مریدیں سے رنجیدہ ہونا جو کتابوں میں پایا جاتا ہے ان کے کمال کا موجب تھا۔ اسے برادرِ عاشق صادق بنو کہ الصدق ینجی و الکذب یہلک (صدق نجات

دیتا ہے اور کذب ہلاک کرتا ہے)۔ یہ ہے وہ اصول جو مومنین کا دستگیر اور جہانوں میں موجب پناہ ہے۔ پس ان کو کیا ڈر ہے۔ الْمَخْلُصُونَ عَلَى خَطَرٍ عَظِيمٍ (مخلصین بڑی مصیبت میں ہوتے ہیں) کے یہی معنی ہیں۔ (یعنی طالبِ حق پر بلا کا نزول رہتا ہے تاکہ اس کی پرورش ہو اور کمال کو پہنچے)۔ پس مردانہ وار برداشت کرنا چاہیے اور تیزی سے نکل جانا چاہیے۔ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ (اللہ تعالیٰ مددگار ہیں) کا درد رکھ۔ کام کر اور بردبار ہو کر رہ۔ دوست کا دروازہ نہ چھوڑ اور اس کے پاؤں تھامے رکھ۔ حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں سے

سعدی بجھا ترکِ محبت نتوال کرد
 بردر نبشیم کہ از خانہ برانند
 (دوست کے ظلم کو دیکھ کر ہم اس کی محبت نہیں چھوڑیں گے۔ ہم در پر بیٹھے ہیں اس امید
 میں کہ وہ آکر ہمیں بھگا دیں)۔

خاطر جمع رکھو ایک دن وہ ہوگا کہ دوست اپنے جمالِ باکمال سے مشرف فرمائیں گے اور اپنے محب
 دور افتادہ کو ہمکنار کریں گے۔ اور جہاں میں منادی کر دیں گے کہ :

مَا دَعَاكَ سَابِقَ وَمَا قُلِي وَلاَ خَيْرَ خَيْرَكَ مِنَ الْاُولَى دَسَوْفَ
 يُعْطِيكَ سَابِقَ فَتَرْضَى .

(نہیں چھوڑا تیرے رب نے تجھے نہ ہی بیزار ہوا ہے تجھ سے۔ پہلے وقت سے بعد کا وقت تیرے
 لئے بہتر ہوگا اور تیرا رب تجھ کو اس قدر عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے گا)۔

اس سے شیطان مزدود ہو جائے گا، نفس ذلیل اور دشمن خوار ہوں گے۔ دوست نوازے جائیں گے
 اور دَرَاغُنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اور ہم نے بلند کیا تیرے ذکر کو) کا تاج ان کے سر پر رکھا جائے گا۔
 اور وَاِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ (اور تم خلقِ عظیم کے مالک ہو) کی پوشاک زیب تن کرائی جائے گی۔
 فَاُولَئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَ
 الشّٰهِدَاءِ وَالْمُتَّالِحِيْنَ وَحَسَنَ اَوْلِيَٰكَ سَابِقًا

(اور وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کئے ہیں یعنی انبیاء صلیقین،

شہداء اور صالحین میں ہوگا

کے زمرہ میں شامل کیا جائے گا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ مَنْ اَللّٰهُ وَكَمِيٌّ بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ بہترین و کیلا ہے)

مطالعہ کتب سلوکِ راہِ حق اور طلبِ علم سے ہرگز دور نہیں رہنا چاہیے۔ بلکہ کمال اور جمالِ اسی میں سمجھو
 اور اس کے لئے سعیِ بلیغ کریں کیونکہ علم نور ہے اور مشاہدہ اور حضورِ بغیر نور میسر نہیں۔ اَللّٰهُ

نور السموات والارض (اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) کے یہی معنی ہیں۔ جس کسی کو یہ نور حاصل ہے حضور بھی ہے۔ یہاں اپنے آپ کو سارے جہاں کو ترک کرنا واجب ہے بلکہ دونوں جہانوں کا ترک لازم ہے (یعنی آخرت یا بہشت کی خواہش سے بھی خواہش نفض ہے ترک کرنا چاہیے) تاکہ کشف حاصل ہو کیونکہ مَنْ عَرَفَ اللَّهَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ (جس نے اللہ کو پہچان لیا اس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی) اور شغلِ باطن میں ہمیشہ کوشاں رہنا چاہیے اور دل کو اس کے لئے بے قرار رہنا چاہیے۔ تاکہ شغل کا اثر دل پر ہو اور دل نور حق سے منور ہو۔ حتیٰ کہ قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ (مومن کا قلب حق تعالیٰ کا عرش ہے) کا ظہور ہو۔ وَيَتَجَلَّى رَبُّنَا صَاحِبًا كَانُورٍ جَمَلًا۔ ذَالِكُمْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

(یہ اللہ کا فضل ہے جسے عطا کرے تحقیق اللہ تعالیٰ بڑے فضل کرنے والے ہیں)۔

بیت ۷ من مے جویم دیگران مے جویند

تا دوست کرا خواہد و میلش بکدام است

(میں بھی تلاش میں ہوں دوسرے بھی تلاش میں ہیں معلوم نہیں دوست کسے چاہتا ہے اور

کس سے محبت کرتا ہے)۔

عاقبت محمود باد۔

مکتوب

بجانب شیخ عبدالرحمن مدنیان بلند کردن ہمت والتفات
بجزے نہ نمودن بغیر دوست (ہمت بلند کرنے اور بغیر
دوست کے کسی کی طرف التفات نہ کرنے کے بیان میں

آن برادر کا خط ملا۔ حال معلوم ہوا اور دل کو فرحت ہوئی۔ اسے برادر! راہِ حق کے عجائب و
 غرائب ہزاروں لاکھوں ہیں۔ اور تقریر و تحریر سے باہر ہیں۔ ان کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے۔
 ہمت بلند کر کے اپنے کام میں مشغول رہنا چاہیے اور سستی نہیں کرنی چاہیے۔ استقامت حقیقی دولت
 ہے۔ مردانِ حق کا مقولہ ہے کہ اگر طالبِ حق کو خلیل کی غلت، کلیم کی مکالمت، اور روحِ اللہ کی
 روحانیت یا اس قسم کی کوئی اور چیز مل جائے اور وہ اس میں مشغول ہو جائے تو اس کا مردوں میں شمار
 نہیں ہوتا۔ بلکہ بے ہمتوں میں شمار ہوتا ہے ہر دم محلِ من مزید کا نعرہ لگانا چاہیے۔ قبض و بسط ()
 روحانی بندش یا کشائش، ذوق و شوق کا غلبہ اور باطنی شور و غل جس قدر پیش آئے مردانہ وار برداشت
 کرنا چاہیے۔ نہ اس سے گھبرانا چاہیے نہ لوگوں کے سامنے دم مارنا چاہیے۔ راستی، تیزمی اور شجاعت
 سے آگے بڑھنا چاہیے۔ اس راستے میں بدلی روا نہیں ہے۔ مردانِ حق نے کہا ہے کہ ”ہر کہ بدانگے
 آویز دیا ببا نگے بگریزد از و ہنج نہ خیزد“ (جو شخص چھرتی (نصف ماشہ) میں اٹک جاتا ہے یا
 مخالف) آواز سنتے ہی بھاگ نکلتا ہے اس سے کچھ نہیں بنتا۔ ابھی میدان وسیع اور کام بہت
 ہے بڑھتے رہو اور محلِ من مزید کا نعرہ لگاتے رہو۔ لیکن حق تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے
 اپنے فضل و کرم سے اور مشائخ کی بدولت عالمِ غیب میں پہنچا دیا ہے۔ جو کچھ سالہا سال میں
 حاصل نہیں ہوتا چند دنوں میں مل گیا ہے۔ پس مرد بن کر وَلَا أَحِبُّ الْآفِلِينَ پر عمل کرنا چاہیے
 (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح یہ کہہ کر طلبِ حق میں آگے بڑھنا چاہیے کہ فانی چیزوں
 سے میں دل نہیں لگاتا)۔ اور نور و ظلمت، آواز ہائے دل پذیر یا راستے کی خوبصورتی کی طرف بالکل
 توجہ نہیں کرنی چاہیے۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ خطرہ کار و ذکر نا طالب کے لئے آسان ہے لیکن جب وہ
 خطرہ باطن میں نور یا ظلمت کی صورت اختیار کرتا ہے تو مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس رکاوٹ کو بھی
 عبور کرنا ہے اور اسی سے مرد کی قیمت معلوم ہوتی ہے۔ قیمة السراءِ ہمتہ (مرد کی قیمت اس
 کی ہمت ہے)۔ اور یہ بلا ذکر باطن کے غلبہ کے بغیر سالک کے راستے سے دور نہیں ہوتی۔ ذکر و
 عبادت میں اس قدر مشغول ہونا چاہیے کہ ذکر و عبادت حیات بن جائے اور بے ذکر و عبادت موت

نظر آئے۔ اس وقت حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ کشش پیدا ہوگی کہ ذاکر محو و مستغرق ہو جائے گا۔ اور عالم قید و اضافت سے نکل کر عالم اخلاق میں پہنچ جائے گا۔ سیرالی اللہ شروع ہو جائے گی اور وَاتَّالِی سَرَابَتْکَ مُنْتَهَا (تحقیق انتہائی مقام تیرا ہے) مقام ہو جائے گا۔ اور اس کی کوئی انتہا نہیں۔ پھر کشف و رکشف اور مشاہدہ در مشاہدہ نصیب ہوگا۔ اور سالک کا کام بن جائے گا۔ ذَالِکَ فَضْلِ اللّٰهِ یُوْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرتا ہے۔ اللہ بڑا افضل کرنے والا ہے)۔ اگر ہو سکے تو آپ اور فرزندین شیخ رکن الدین طال عمرہ وزید ذوقہ، وشوقہ، باللہ صبح کے وقت یا کسی دوسرے وقت ذکر جہر حضور کے قلب اور تصور شیخ کے ساتھ کر لیا کریں۔ تاکہ ذکر جہری اور ذکر شری دونوں سے فائدہ حاصل ہو اور فارغ بالکل نہیں رہنا چاہیے۔ ورنہ ہم دونوں کو یہاں بلا لیں گے۔ پس اسی جگہ مشغول رہو اور کم و بیش جو کچھ پیش آئے تحریر کر دیا کرو تاکہ ارشاد ہو سکے اور اسی کے مطابق خط تحریر کیا جاسکے۔ ابھی یہ مکاشفاتِ صدری ہیں، مکاشفاتِ قلبی و روحی ابھی آگے ہیں۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے زیادہ عطا فرمائے۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوبات

بجانب قاضی عبدالرحمن و شیخ رکن الدین ذکر جہری چار
ضربی اور حجرہ کی پاکی اور تنگی کے بیان میں۔

حق حق حق!

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ طَلَبَ شَعْمًا وَجَدَّ وَجَدَّ

(جس نے کسی چیز کو طلب کیا اور اس نے جدوجہد کی اس نے پایا)۔

طلب میں جِدّ (کوشش) شرط آتی ہے۔ یعنی صدق طلب مطلوب تک پہنچا دیتی ہے اور یہاں جان باغتن اور جہان تاغتن (جان پر کھیل جانا اور اپنی دنیا جلا دینا) ہے اور جو کچھ محبوب کا غیر ہے اس سے بچ نکلنا شرائط طلب بجا لانا، راہ حق ہمت سے قدم رکھنا اور استقلال سے اس درگاہ میں مشغول ہونا ہے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ قیمة المرء ہمتہ وبعثہ الکدّ ینقسم المعالی (مرد کی قیمت اس کی ہمت ہے اور اس کے مطابق العالی تقسیم ہوتے ہیں)۔ طالب کو چاہیے کہ دن رات، نیند اور ظاہر ہر قسم کی عبادات اور تقریبات الہی (مراقبات وغیرہ) میں مشغول رہے اور دنیا اور مخلوقات سے ظاہراً و قلباً کنارہ کش رہے۔ شغلی باطن میں اس قدر کوشش کرے کہ غیر دوست کی دل میں ہرگز جگہ باقی نہ رہے اور دوست اور غیر دوست دل میں جمع نہ ہونے دے۔

مصرعہ سے یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست

(خانہ دل یا سامان کی جگہ ہو سکتا ہے یا دوست کے خیال کی جگہ۔ دونوں چیزیں دل میں جمع

نہیں ہو سکتیں۔ کسی نے خوب کہا ہے سے

ہم خدا خود ہی وہم دنیائے دون ایک خیالست و محال است وجنوں)

بے کاری ہرگز اختیار نہ کرے۔ اور سستی اور افسردگی (مایوسی) سے دور بھاگے کیونکہ اس سے

مراتب میں تنزل اور دوست سے بعد ہوتا ہے۔

”غیبی کہ شیر غیب است طفل آن راہ را بدارے پروردنبا شد کہ لا دَامِرَادَ

لِمَنْ لَا وِرْدَلَا“ (اس کے معنی صاف نہیں شاید معنی ہو سکتے ہیں کہ غیب کی

طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ غیب ایک قسم کا دودھ ہے جس سے اس راستے کے

بچکان یعنی نوآموز لوگوں کی پرورش ہوتی)

بزرگوں نے کہا ہے کہ تو کام کرتا رہ ایک دن وہ آئے گا کہ تو اسی مقام پر ہو گا جہاں

دوسرے پہنچ چکے ہیں اور تو وہی دیکھے گا جو دوسروں نے دیکھا ہے اور تو وہی سنے گا جو دوسروں نے سنا ہے۔ اور تو وہی کہے گا جو دوسروں نے کہا ہے۔ رَحْمَةُ مَعَ اللّٰهِ وَقَت (پہنچنے پر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہوتا ہے کہ کوئی مقرب سے مقرب فرشتہ یا نبی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا) کی شراب حلق میں ڈالتے ہیں اور مذا دیتے ہیں کہ :

وَصَلِّ الْجَيْبِ إِلَى الْجَيْبِ وَقَاتِرِنِ الطَّالِبِ بِالْمَطْلُوبِ

(دوست واصل ہو اور دوست سے اور طالب جا ملا مطلوب سے)۔

جب اربعین (چلہ) کرنے کا خیال ہو تو پاک و صاف اور تنگ و تاریک حجرہ تلاش کر کے بیٹھ جانا چاہیے۔ چلہ ذکر جہری سے کرنا چاہیے۔ اور رات دن ذکر جہری میں مستغرق رہنا چاہیے۔ لیکن حاجت بشری (بیت الخلا کے وقت) یا استنجا کی حالت میں ذکر جہری نہیں کرنا چاہیے بلکہ ذکر خفی سے کام لینا چاہیے۔ ذکر جہری چار ضربوں سے کرنا چاہیے۔ ذکر اسم ذات (اللہ) تمام اسماء و صفات کا خیال رکھتے ہوئے تصور جمال شیخ کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اور ہر ضرب میں یہ بات ملحوظ رکھے۔ اور کوئی اسم بلا حضور دل و واسطہ شیخ نہیں ہونا چاہیے۔ پہلی ضرب بائیں طرف، دوسری ضرب دائیں طرف تیسری ضرب سامنے کی طرف مصحف پر اور چوتھی ضرب دل پر مار کر ذکر کرنا چاہیے۔ ایک سانس میں ایک سو چالیس دفعہ ذکر (اسم پاک اللہ) کرنا چاہیے۔ جب تک ایک سانس مکمل نہ ہو دوسرا سانس نہیں لینا چاہیے۔ اور مصحف (قرآن مجید) خلوت میں اپنے سامنے رکھ کر اس پر ضرب لگانی چاہیے۔ اور جو کچھ حاصل ہو کسی سے اس کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔ اگر ایک چلہ خیریت سے ہو جائے تو ہو سکے تو دوسرا اور تیسرا چلہ متواتر کرنا چاہیے۔ اور ذکر جہری رات دن جاری رکھنا چاہیے۔ اگر اس فقیر کا آنا ہوا تو اپنے سامنے تربیت دے گا۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے سپرد ہیں۔ روحانیت شیخ مرید صادق سے جدا نہیں۔ خواجہ اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت حاصل کی لیکن آنحضرت کے ساتھ ظاہری ملاقات کبھی نہ ہوئی۔ لہذا کوئی فکر نہ کرو اور کام میں مشغول رہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ پر وہ اٹھ جائے گا اور کمال ازلی و کمال لم یزلی سے نوازے

جاؤ گے۔ اور تھوڑا بہت جو کچھ پیش آئے مطلع کر دیا کرو تاکہ ارشاد کیا جاسکے۔ پہلے خط کا جواب دیا جا چکا ہے۔ واضح ہو جائے گا۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۷۲

بجانب شیخ جلال الدین تھانی سری حیرت عارفین کے بیان میں یعنی
دوہرہ سے بندٹ ات بد ہونک پوتھا بانچہ پران
پڑھ بہا کہ بے بہا کے دوسر بہ کیا نجان

حق حق حق!

از خراب شدہ، سوختہ، دوختہ، و، پیچ نیوختہ فقیر عبدالقدوس اسماعیل الحقی!۔۔۔
واضح باد کہ ہر حال میں شکر ہے اور یہ کوئی شکر نہیں سوائے کفر کے۔ اور خرابی کے سوا کوئی
چارہ نہیں۔ اور اس کام کے لئے کوئی شخص بے چین نہیں۔

۱۔ شکر درحقیقت وہ ہے کہ اس نعمت میں منعم یعنی عطا کرنے والے کو دیکھے اور نعمت کو مشاہدہ منعم میں
بھول جائے۔ لیکن اگر نعمت کو دیکھ کر منعم بھول جائے یہ کفر ہے کیونکہ ظہور نعمت میں ستر منعم (منعم کا چھپ
جانا کفر ہوتا ہے۔ اور اس کفر سے کوئی آگاہ نہیں۔

یعنی عین اسلام میں دوئی کفر حقیقی ہے اور اس سے کوئی شخص آگاہ نہیں۔ اہقر مترجم کا خیال ہے
کہ دوئی اس لئے کفر حقیقی ہے کہ وحدت مطلقہ کا ترک یا انحراف ہے۔

آہ ہمیں کیا پیش آیا ہے اور درحقیقت ہمیں کچھ پیش نہیں ہے آہ یہ کیا دین ہے اور درحقیقت کوئی دین نہیں (یعنی ظاہر میں دوئی ہے عبادت ہے اور سجدہ سجود لیکن حقیقت میں نہ کوئی عابد ہے نہ معبود نہ ساجد ہے نہ مسجود) آہ کیا خویش ہے اور درحقیقت کوئی خویش نہیں ہے ان بے چارے سونہنگان (بجلے ہوئے)۔ دوختگان (پروئے ہوئے) اور ان خراب حال بندگان کو اس طرح مبتلا کر دیا ہے کہ نہ تن کے ساتھ چھوڑتے ہیں نہ جان کے ساتھ۔ نہ دنیا کے ساتھ نہ عقبی کے ساتھ۔ نہ کوئی پرسان حال ہے پس وہ فریاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

غزل

آہ کہ آں شوخ وفادار نیست آہ کہ آں یار مراد نیست
 آہ کرا گویم این درد آہ آہ کس محرم اسرار نیست
 آہ دلم خون شدہ در کار او آہ درد ہیچ رہ کار نیست

آہ پریشان شدہ این سعید

آہ کہ آں زلف بہنجا نیست

(آہ وہ محبوب وفادار نہیں افسوس کہ وہ دوست مراد دوست نہیں۔ (۲) افسوس کس سے

درد عشق کا حال بیان کرو کہ کوئی محرم راز نہیں (۳) افسوس کہ میرا دل اس کے عشق میں

خون ہو گیا لیکن اُسے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ (۴) افسوس کہ یہ سعید پریشان ہے اور

افسوس محبوب کی زلفین بہنجا نہیں)۔

جس نے تقویٰ اختیار کر رکھا ہے اس سے خطاب ہوتا ہے إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعَيْمٍ

(متقی لوگ جنت میں ہوں گے اور انعامات پائیں گے)۔ جس نے عمل صالح کئے ہیں ان سے کہا جاتا ہے۔ **كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ** (ان کے لئے جنت الفردوس ہے)۔ جو اہل آسمان ہیں ان کے متعلق کہا گیا ہے: **كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ** (تمام سیارے فلک میں تیرتے پھرتے ہیں)۔

جو اہل زمین ہیں ان کے لئے یہ تازیانہ (چابک) ہے **وَلِكِنَّةٌ أَخْذًا إِلَى الْأَرْضِ** (

جن لوگوں نے تباہی اختیار کر لی ہے ان کو لہم نارجرہم

(ان کے لئے نارِ جہنم ہے) سے مردود کر دیا ہے۔ آہ! کہاں جائیں اور کیا کریں! شاید اسی

وجہ سے محمد مصطفیٰ علیہ السلام نے کمال صفا سے نعرہ مارا کہ یا لیت سرب محمداً لستم یخلق

محمداً (کاش محمد کا رب محمد کو پیدا کرتا)۔ رابعہ بصریؒ ایک دن نعرہ مارتی ہوئی صحرا میں نکل

گئی۔ فرمان ہوا بہشت چاہتی ہو عرض کیا خداوند! بہشت نیکوں کا ٹھکانہ ہے۔ فرمان ہوا دوزخ

چاہتی ہے۔ عرض کیا خداوند! دوزخ بد کرداروں کی جگہ ہے۔ فرمان ہوا کیا چاہتی ہے عرض کیا خداوند!

بندہ کو چاہنے سے کیا کام۔ چاہنا پابندی ہے۔ خواست (چاہنے) سے کوئی کام راست نہیں آتا۔

دین میں چاہنا کیا معنی رکھتا ہے۔

بیت ۷ کارے برادر خود خواہی و دین درست

ایں ہر دو نباشد نہ فلک بندہ تست

(ایک طرف تو تم اپنی مراد چاہتے ہو اور دوسری طرف صلح دین۔ یہ دونوں کام یک جا

نہیں ہوتے کیونکہ فلک تمہارا غلام نہیں ہے کہ ہر کام تمہاری مرضی کے مطابق ہو)۔

بیت ۸ گر مراد خویش خواہی ترک گیر از وصل ما

وہ مرا خواہی رہا کن اختیار خویش را

(اگر تم اپنی مراد چاہتے ہو یعنی اپنی خواہش پوری کرنا چاہتے ہو تو ہمارے وصل کا خیال چھوڑ

دو۔ اور اگر مجھے چاہتے ہو تو اپنا اختیار (خواہش) ترک کر دو۔

اس کے بعد رابعہ کو حکم ہوا کہ اوپر دیکھو۔ اس نے اوپر دیکھا۔ کیا دیکھتی ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان خون کا دریا موجزن ہے۔ فرمان ہوا کہ اے رابعہ! یہ میرے عاشقوں کا خون ہے جو اپنے آپ کو ترک کر کے ہم سے بیوست ہوئے ہیں۔ اگر اپنے خون کا قطرہ اس کے اندر دیکھے تو آ جا اور ہمارے ساتھ بیٹھ۔ اس بے چاری نے آہ نکالی اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ اور کیا کرے کہاں جائے۔ کعبہ کھو بیٹھی۔ بت خانہ گم کر بیٹھی اور زبان حال سے کہنے لگی۔

ابروئے تو قبلہ من بود

من گم شدہ سجدہ کجا کنم

(تیرا ابرو میرا قبلہ تھا۔ میں اپنے آپ کو گم کر کے سجدہ کہاں کروں)۔

بروم سر کوئے تو جاں دہم

ایں حیلہ و چارہ رہا کنم

(اب یہی ہے کہ تیرے کوچے میں جان دے دوں اور سب حیلے اور بہانے چھوڑ دوں)

آہ! ہزار آہ! یہ کیا ہے اور کہاں کی بات ہے کہ اگر طلب نہ کریں تو کہتے ہیں:

وَلَا تَسْئَلُنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ (غافلین میں سے نہ پوچھاؤ)

اگر طلب کریں اور کسی طرف کا رخ کریں تو فرماتے ہیں:

فَإِنَّ تَذَهَبُونَ (پس کہاں جلتے ہو یعنی تم کو کیا ہو گیا ہے)۔

اگر جاں بازی کریں تو حکم ہوتا ہے کہ:

وَلَا تَلْعَبُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (اپنے ہاتھوں سے ہلاکت کی طرف نہ جاؤ)۔

اگر اپنی خواہش کے مطابق عمل کریں تو فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّفْسَ الْأَمَّارَةَ بِالسُّوءِ (نفسِ آمارہ تمہیں برائی کی طرف لے جاتا ہے)

بیت سے کاش کہ ہرگز نہ زادے مادرم
ہاگشتی کشتہ نفس کا فرم

(کاش میں ماں کے پیٹ سے پیدا ہی نہ ہوتا تاکہ میرا نفس کافر مجھے ذبح نہ کرتا)
کیا لکھوں، اپنے سر میں مٹی ڈالتا ہوں اور اپنا ماتم کرتا ہوں۔ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ (تحقیق
میں ظالموں میں سے ہوں)۔ جو عاشق نہیں خوش رہتا ہے۔

مصرعہ سے کہ عشق آسان نمود اول ولے افنا و مشکلمہ

(عشق شروع میں آسان نظر آیا لیکن بعد میں مشکلات کا سامنا ہوا)

عاقبت محمود باد (خدا عاقبت خیر کرے)۔ اور عاقبت کبھی محمود نہیں ہوتی کیونکہ عاقبت اور سابقت

(اول اور آخر) دونوں تفرقہ کی علامت ہے۔ صرف وَاللّٰهُ مَعَكُمْ (اللہ تمہارے ساتھ ہے)

نقد وقت ہے (اصلی کام ہے یا حقیقی دولت ہے)۔ کیا کہوں اور کہاں جاؤں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

عَلٰی مَا نَقِیْفُوْنَ (اللہ تمہارے مددگار ہے اس سے زیادہ جتنا تم بیان کرو) کہہ کر کمر توڑ دیتے ہیں، دل کا خون

کرتے ہیں اور چلا دیتے ہیں۔

جلتی جلتی جل گئی جل سی اٹھی آگ

دوہرہ سے

کاس پکاروں کس کہوں جہنم سی لگی آگ

فَا لِّلّٰهِ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

مکتوب ۷۳

بجانب شیخ احمد پسر حضرت شیخ عالم قرب
سے عالم بعد کی طرف تنزیل کے بیان میں۔

حق حق حق!

بعد حمد و صلوات، دعا، مزید حیات، اور ترقی درجات و اربین، قرۃ عینی شیخ الاسلام ابوالمکارم

شیخ عبدالقادر المقلب شیخ احمد طال عمرہ وزید عرفانہ باللہ۔ از فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل الحنفی مطالعہ ہو۔
امور مشکور است للہ الحمد جمیعاً۔ المقصود

بیت ۷ ذوق دو جہاں گیرم در یاد تو اے دوست

ہر بار کہ نام تو سرا در دہن آید

(جس وقت بھی تمہارا نام میرے لبوں پر آتا ہے اے دوست دو جہاں کی لذت حاصل ہوتی ہے)

”انبیاء علیہم السلام از عالم قدس قدم از قدم در سفر عالم زدند و در سفر شدند تا بدوست
رسند و جمال و کمال دوست مشرف شوند و با شراق آن نور و آن حضور منور گردند و ہمہ دوست
یا بند چہ ہر چند قدسی بودند چوں روسے بہستی نہادند بختی فادہ و بر قدر تعلق وجود و بفرق آوردند
فَانْتَهُ هُوَ الْغَيْبُ وَالْاِلَیْسُ الْاَلَا هُوَ جِدَائِیْ پِلِیْشِ افْتَادِ، ہمیں کیش افتاد و لا ینعون عنها
حَوْلًا سَدِّ وَقْتِ شَالِ شَدْنَعْرَهْ زَوْنَدِ یَا لَیْتِ سَرَبِّ مُحَمَّدًا لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا“

(انبیاء علیہم السلام اطلاق وجود سے سفر کر کے عالم عدم یعنی عالم تعیناتِ عدمیہ اور تعیناتِ فانیہ میں
قدم رکھا تاکہ دوست تک رسائی ہو۔ اور اس کے جمال اور کمال سے مشرف ہوں اور اس نور کی تجلیات
اور دوست کے حضور سے منور ہوں اور وصال دوست حاصل کریں۔ اگرچہ وہ قدسی تھے جب عالم ہستی
میں قدم رکھا ہستی میں پہنچ گئے اور اپنے وجود کو کونی کے تعلق کے مطابق فراق سے روشناس ہوئے
فَانْتَهُ هُوَ الْغَيْبُ وَالْاِلَیْسُ الْاَلَا هُوَ

جِدَائِیْ پِلِیْشِ آئی اور یہی ان کا دین ہو گیا۔ لا ینعون عنها حَوْلًا

ان کی راہ میں رکاوٹ ہو گئی۔ اس لئے انھوں نے نعرہ لگایا یا لیت سرب محمد الم یخلق
محمدًا (کاش کہ محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا) کیونکہ عالم قدس میں جو ان کا مسلک تھا یعنی وحدت وجود،
عالم ہستی (دنیا) میں اگر اس حقیقت سے منحرف ہوا پڑے۔ اس پر تنبیہ آئی دَعَصَى آدَمُ سَرَابًا

فَعَوْنُ (اور آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی اور اپنے رب کی نافرمانی کے مرتکب ہوئے۔) اس سے وہ گریہ و رازی میں مبتلا ہوتے اور کہنے لگے کہ:

رُبَاعِي

آن رہ کہ من آدم کد ام است لے جان تا باز روم کہ کار خام است لے جان
در ہر نفسے ہزار دام است لے جان نامراداں را عشق حرام است لے جان
(اے دوست! وہ راستہ کہ جس سے میں اس جہان میں آیا کہاں ہے تاکہ میں واپس جاؤں،
کیونکہ ہمارا کام خراب ہو گیا ہے۔ اس جہان کے اندر ہر سانس میں ہزار جال ہیں اور نامرادوں
کے لئے یہاں عشق حرام ہے۔)

عشق جان بازی اور جہاں تازی (یعنی جہاں توج دینے کا نام ہے۔ جو عاشق نہیں محرم راز نہیں۔ دنیا سے گذر
کر عاشقوں نے عشق کے ساتھ دل لگایا اور اس بات کی خبر دی کہ:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَنَّةٌ لَيْسَ فِيهَا حُورٌ وَلَا قَمُورٌ
(اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ جنت ہے جس میں نہ حور ہے نہ قصور)

ہاں وہ جنت میں ہوتے ہیں:

أَوْلِيَاءَ الْمُقَرَّبُونَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ

(وہ مقرب بارگاہ ہیں اور نعمتوں سے بھری جنت میں ہیں۔)

لیکن جنت کی خاطر وہاں نہیں ہوتے:

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاتِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ

صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کے دیدار کے طالب رہتے ہیں۔

جو کچھ دیکھتے ہیں دوست دیکھتے ہیں جو کچھ چاہتے ہیں دوست چاہتے ہیں۔ دوست کے ہم نشین ہوتے ہیں،

وہم جلساء الله يوم القيامة الملك يومئذٍ بئيه -

وہ یوم قیامت کو اللہ کے ہم جلس ہیں اور اس دن اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

جمال و کمال لم یزل ولا یزال سامنے ہوتا ہے اور یہی ان کا دین ہوتا ہے ؛
وهو الله في السموات والارض

اسماںوں اور زمین میں اللہ ہی اللہ ہے ۔

کا دور دورہ ہوتا ہے۔ شاہدہ جمال سے مشرف ہوتے ہیں اور بقا باللہ کا مقام حاصل کرتے ہیں ؛
صُنِعَ اللَّهُ الَّذِي أَتَقَنَ كُلَّ شَيْءٍ

(یہ کاریگری اللہ ہی کی ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنا رکھا ہے)

وہ بان خود نہیں ہوتے بلکہ بادوست ہوتے ہیں ؛

فَأَيْنَمَا تَوَلَّوْا فَثَمَّ وَجْهَ اللَّهِ

جس طرف دیکھو اللہ کا چہرہ یعنی ذات ہے۔

ان حضرات کا مقام ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ! یہ کیا جمال ہے اور کیا کمال ہے۔ اگرچہ عدم میں یعنی
لَيْسَ إِلَّا هُوَ کے مقام وجود سے قبل دوست کے سوا کچھ نہ تھا ؛

كَانَ اللَّهُ وَكَمْ لِحْكْمِهِ الْأَشْيَاءُ مَعَهُ وَهَذَا مُسْتَمَرٌّ لَا تَعْلُقُ لَهُ

بالزمان والمكان ولكنة۔ (صرف اللہ ہی تھے اور اس کے ساتھ صرف ایک

چیز تھی اور اس کا زمان و مکان سے کوئی تعلق نہ تھا،

لیکن ؛

بعد الوجود نشاء التعلق يا الودودِ وذاك هو الحريان والخسران

مقام وجود کے بعد الودود سے انقطاع پیدا ہوا اور یہی محرومی اور خسران ہے۔

لا محالہ اپنے آپ سے نکل کر دوست سے پیوست ہو جاتے ہیں اور جس قدر ترقی کرتے ہیں اس
سے بلند تر ہو جاتے ہیں ؛

فلا حل للرب ولا للعبد فالعبد عبد في الموال والذلال ابدا

سرمدًا و الرب في الجمال والكمال ثم ينزل ولا يزال الحمد لله
على ذلك.

(پدردگار اور بندے میں باہم حلول ناممکن ہے کیونکہ بندہ ہمیشہ مقام عبودیت میں رہتا ہے اور
پدردگار مقام عبودیت میں رہتا ہے اسی بنا پر جمیع حمد دائمی پدردگار کے لیے ہے۔)

بیت : ہم یار بدست آمد و ہم کار فراہم شد

المننت لشد کہ این ہم شد و آل ہم شد

(دوست کا وصال بھی ہوا اور کام بھی بن گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دونوں نعمتیں مل گئیں)

خاطر جمع رکھو اور ہمیں ہمیشہ اپنے ساتھ سمجھو وَهُوَ مَعَكُمْ (اور وہ تمہارے ساتھ ہے) مقام ہے۔
عزیزوں کی تیمارداری غنیمت سمجھو۔ یہ دولت دو جہانی ہے :

والله يعلم المفسد من المصلح

(اللہ تعالیٰ فتنہ پرداز اور مصلح میں خوب تمیز کرتے ہیں۔)

عاقبت محمود باد۔ پیر بن ارسال ہے اسے پہنو اور مشائخ کی سنت پر قائم رہو۔ علم و عمل میں مشغول
رہو اور علم و سلوک کے متعلق جو کتاب ملے اسے خرید لو۔ والسلام

مکتوب ۷۲

بجانب شیخ جلال تھانیسری در شوریہ دگی حال

حق حق حق!

آمر مشکور است و از شکر دور است، کہ شکر در حضور است، و حضور در نور است و نور

اللہ نور است، و نور را خود با خود نور است، و حضور عمیر در نور و نور در حضور و در عدم مستور، فاین

الشكر وَايُنَ الحضور، وَايُنَ نور، فَتَمَّ وجه الله وجه النور

(ہر حال میں شکر ہے لیکن راقم شکر سے دور ہے کیونکہ مقام حضور می حاصل ہے اور حضور میں کون شاکر اور کون مشکور۔ اور یہ حضور کیا ہے عین نور ہے یعنی حق تعالیٰ کا نور، اور نور میں مستغرق ہو کر حضور بھی گم ہے کیونکہ یہ عدمیت محض ہے۔ پس کہاں کا شکر، کہاں کا حضور اور کہاں کا نور، فَتَمَّ وَجْهَ اللّٰهِ (جس طرف دیکھو اللہ ہی ہے۔ (قرآن))۔

بیہات بیہات! کیا لکھوں! معلوم نہیں کیا لکھ رہا ہوں۔

ماگم شدہ ایم مرا جو تید
باگم شدہ گان سخن نگو تید

(ہم گم ہو چکے ہیں، ہمیں مت ڈھونڈو۔ جو گم ہو چکے ہیں ان کے ساتھ بات مت کرو) کیونکہ جو بولنے والا ہوتا ہے وہ کثرت میں مشغول ہے اور یہاں کثرت کا نام و نشان نہیں۔ ہم تو دوست کے ساتھ زندہ اور دوست کے ساتھ پائیدہ ہیں؛

فَاِنَّهُ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ فَلَيْسَ بِالْاَلِ

اور وہی زندہ ہے اور زندہ رکھنے والا اس کے سوا کوئی نہیں

لَا جَرْمَ كُلِّ لِسَانٍ عُرْفَانُهُ مِنْ عَرَفِ اللّٰهِ كُلِّ لِسَانٍ

لسان در کون و ہو بلا کون (زبان عالم کون و مکان سے ہے اور عارف مکان و زبان سے بالاتر ہے) سارا جہان اس ذاتِ لامکان کی ہیئتِ مجموعی ہے اور یہ بات بیان سے باہر ہے۔

کُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَانٍ (اس کی ہر تجلی کی نئی شان ہے۔ یوم معنی تجلی)

شان بر شان ہے اور اس میں ازل وابد کی وسعت ہے اور اس کی شان ہر شان میں ہے۔ ہم جنی و ان

سے :- عارف از خود بے نشان شد و مگر گشت۔

یک شان . کَلِمَةٍ بِالْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَب

(ایک تبلی آنکھ جھپکنے کی دیر تک ہوتی ہے یا اس سے بھی کم۔)

آنکھ کا بچکنا ہر چہ لطیف ہے کیونکہ یہ اس جہان سے تعلق رکھتا ہے اور لامکان سے اسے کوئی خبر نہیں۔ اور خبر اشارت ہے جو سراسر غارت ہے کیونکہ وہی عمارت ہے اور وہی غارت ہے (یعنی جو کچھ ہے فانی ہے)۔

اِذَا تَجَلَّىٰ اللّٰهُ لَشَيْءٍ خَضَعُ لَهُ وَخَشَعُ لَهُ وَخَشَعَتِ الْاِحْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا .

(جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کسی چیز پر تو وہ اس کے آگے خشوع و خضوع کرتی ہے لیکن اس کی تسبیح سنائی نہیں دیتی)۔

بیت سے در بحر فنا چوں غوطہ خوردند

جز حق ہمہ را وداع کردند

(جس نے بحر فنا میں غوطہ لگایا حق کے سوا سب چیزے ہزار ہو گیا)

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ اَفْوَاهِهِمْ

آج ہم نے ان کے منہ پر مہر لگا دی یعنی منہ بند کر دیا۔

کی ندادی جاتی ہے۔ اور سب کچھ عالم نیستی میں گم ہو جاتا ہے

اَحْسُوْ فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنَ

(اس میں یعنی جہنم میں سکوت کرو اور بات نہ کرو۔)

پس پتھر کی طرح بے قدر و قیمت ہوں :

سِيَّاتِيْ عَلَىٰ جَهَنَّمَ يَوْمَ تُعْطَفُ الرِّيحُ وَلَيْسَ فِيْهَا اِحْدٌ وَّ يَبْرُزُ لِلّٰهِ

الواحد القهار۔

(سو عقرب وہ جہنم میں نہیں گے.....)

آہ ہزار آہ! معلوم نہیں کہاں پڑا ہوں اور کیا کہہ رہا ہوں!

سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا تَصِفُونَ

پاک ہے رب آسمانوں کا اور زمین کا وہ رب العرش ہے اور بند ہے اس سے کہ تم جو بیان کرتے ہو۔
 نہ عالم قدم میں دسترس ہے نہ عالم عدم سے واقفیت ہے۔ نہ متمنع نہ متمنع (نہ منع کیا ہوا نہ فائدہ اٹھانے والا) اگر تم یہ کہو کہ واجب راہچہ حاجت (یعنی جو واجب یا ضروری ہے اس سے کیا پردہ یا اس کو محافظ کی کیا ضرورت) تو یہاں نہ واجب ہے نہ حاجت۔ یہ سب چیزیں اضافتی یعنی اعتباری ہیں جس اشغری اپنی بے شعوری کے متعلق دو باتیں کہتے ہیں۔

صفات اوجز صفات ذاتی و سلبی ہمہ اضافی اند در مرتبہ فعل حدوث باقی اند تکوین

را حاد ث لفت و در حدوث بیوست تکوین و مکون در یک سبک سفت

(اس کی صفات سوائے ذاتی و سلبی کے تمام مرتبہ فعل و حدوث میں باقی ہیں۔ اس نے تکوین کو حادث

کہا اور حدث میں جم گیا اور اس طرح تکوین اور مکون (خلق و خالق) کو ایک ہی دھاگے میں پرو دیا)۔

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ (وہی اللہ ہے آسمانوں اور زمین میں)

کا جلوہ ہر طرف اور ہر جگہ ہے یہ کیا شعور ہے اور کیا غارت گری ہے کوئی کس طرح آپلے میں رہ سکتا ہے اور خود کیسے قائم رہ سکتا ہے جب کہ سب کچھ وہی ہے:

وَلِلَّهِ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اسی کی عظمت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا۔

وہ اس قدر طاقت ور ہے کہ کسی کا ہاتھ اس کی بلندی تک نہیں پہنچ سکتا۔ ایسا حکیم ہے کہ لامکان میں مکان کر رکھا ہے اور سبمان ہونے کی خبر دیتا ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی... (قرآن)

بیت سے

زمین زادہ بر آسمان تاختہ

زمین و آسمان را پس انداختہ

زمین زادہ آسمان پر جا پہنچا اور زمین و آسمان کو پیچھے چھوڑ گیا۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی طرف اشارہ ہے۔

مصرعہ سے اَل رَاكِبُ خَيْرٌ شَدَّ خَيْرُ شَازِ نِيَامِ

(جسے خبر ہوئی یعنی حقیقت سے آگاہی ہوئی اس کی خبر بھرنے میں یعنی اس کی ہستی گم ہو گئی)۔

بیت سے کسے رہ سوتے گنج فتارون نبرد

وگر بردہ رہ باز بیرون نبرد

(قارون کے خزانے تک کسی کی رسائی نہ ہوئی اگر ہوئی تو وہ واپس نہ آیا)

اس راستے پر چلنے والے راہ ہوا (یعنی لامکان ہو گیا)۔ آہ یہ کیا واقع ہوا۔ ایسا سمندر ہے کہ جس کا ساحل نہیں اور ایسی فضا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔

بیت سے دیریں و رطہ کشتی فرو شد ہزار

کہ پیدا نشد تختہ بر کنار

(اس بھنور میں ہزاروں کشتیاں غرق ہو گئیں اور ایک تختہ بھی کنارے پر ظاہر نہ ہوا)

یہاں ماتم مصیبت سوز اور درد کے سوا کچھ نہیں۔

قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا کہہ دو اسے دوزخ کی آگ اور گرم ہو جا۔

سن کر جگر پارہ ہوتا ہے۔ جان نکلتی ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے اور عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ جب عاقلوں کا یہ حال ہے تو ہد ہد بے چارہ خدا کو کیسے پہچان سکتا ہے۔

يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ

(اللہ کے سوا وہ سورج کو سجدہ کرتے ہیں)

اسی لئے کہا گیا ہے۔

وَإِنَّ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهَا (اور کوئی چیز نہیں جو اللہ کا حمد نہیں کرتی)
اسی چیز کی خبر دیتی ہے خبر کیا خود وہی ہے دوسرا کوئی نہیں۔

مصرعہ سے
حسن رخ معشوق بہر سو نگر م
(معشوق کے چہرے کا حسن ہر طرف دیکھتا ہوں)

عزیز من! واقعہ یہ ہے کہ:

لیس لوقعتها كاذبة حاليًا

اس کے وقوع میں کوئی تکذیب نہیں۔

پس اسی سے سوز حاصل کرو۔ اسی سے ساز حاصل کرو۔ کلیجہ چھلنی کرتے رہو۔ بوش و خروش میں آؤ، نعرہ
لگاؤ اور نالہ بلند کرو، خونِ جگر پیو، لختِ جگر کھاؤ اور یہ گاؤ سے

آہ کہ آن یار مرا یار نیست آہ کہ آن شوخ وفادار نیست

آن پریشان شدہ این سعید آہ کہ آن زلف بہنجاہ نیست

(آہ میرا محبوب میرا نہیں بنتا۔ افسوس کہ وہ شوخ بے وفا نکلا۔ افسوس یہ سعید پریشان

ہو گیا۔ افسوس کہ وہ زلف، پریشان رہ گئی)

اس بھائی کا مکاتیب شریف موصول ہوا۔ دل کو فرحت ہوئی۔ خدا کرے ذوق و شوق میں ترقی ہو اور
اسی پر عاقبت ہو۔

مکتوب

بجانب شیخ رکن الدین و شیخ عبد الرحمن در بیان معنی آیت

يا ايها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوتًا غير بيوتكم حتى

تستأذوا وتسلموا على أهلها

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ دعائے مزید حیات و ترقی درجات مردان دین و شیران اہل یقین فرزندم

شیخ رکن الدین و برادر دینی و محب یقینی شیخ عبدالرحمن

واضح ہو کہ حقائق قرآن جن کا اہل اللہ کو کشف ہوتا ہے وہ ایسے اسرار الہی ناقصا ہی ہیں جو دائرہ تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔ ہاں اشارت سے بات کی جاتی ہے کیونکہ شرع شریف کی سیاست لگا دی گئی ہے اور شریعت سے باہر کوئی بات نہیں کی جاسکتی :

بِتِلْكَ حُدُودِ اللَّهِ

یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔

کی مناوی ہو چکی ہے۔ اور

فَلَا تَعْتَدُوهَا

اور ان حدود سے باہر نہ جاؤ۔

کا اعلان ہر کان میں پہنچ چکا ہے کیونکہ حکمت الہی نے ندیم نگہ اور عدیم کو ندیم بنا دیا ہے (یعنی یگانہ بیگانہ اور بے گانہ کو یگانہ بنا دیا ہے)۔ اور کچھ اسرار و رموز بھی بتا دیئے ہیں تاکہ حقیقت وجود ظاہر ہو اور باطل حق کا رنگ نہ اختیار کرنے پائے۔ اس آیت کے یہی معنی ہیں یعنی شریعت نے حدود مقرر کر دی ہیں۔ اور بلا اجازت ان سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔ اور اہل خانہ پر سلام کہنا چاہیے یعنی اگر مقام اسرار میں پہنچے تو عجز و انکسار سے اور ڈرتے ہوتے داخل ہو۔ اور اپنے اختیار اور ارا، کو سلب کر کے آئے یعنی جب محارم غیب میں داخل ہو تو حق تعالیٰ کے ارادہ میں اپنا ارادہ گم کر دے تاکہ شائستہ اسرار قدیم ہو جائے اس مقام پر حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لِكُلِّ مَلَكٍ حَمِيٍّ وَ حَمِيٍّ اللَّهُ الْمُحَارِمِ

ہر بادشاہ کے لئے مرغ زار یعنی مقام خلوت یا سیر ہے اور حق تعالیٰ کی مرغ زار

معدوم ہیں۔

لہذا بادشاہ کی جائے خلوت میں بے گانوں کا گزر نہیں ہوتا بلکہ یگانے بلائے جاتے ہیں۔

اس لئے کافر کا داخلہ بند ہے اور مومن کو اجازت ہے۔ خلوت خانہ و عدت میں داخل ہو، اور
یگانہ بنا کر مملکت کا مانع اس کے سر پر رکھا جائے اور صاحبِ تصرف ہو۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ
انبیاء اور اولیاء کے قول و فعل پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے اور سلامتی سے گذر جانا چاہیے؛

فلا تسألنی عن شیء حتی احداثک منہ ذکرا

(پس کسی چیز کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرنا سٹی کہ میں خود تجھے بیان کر دوں گا۔)

پس مومن پر اجازت اور سلام کی پابندی لگا دی گئی ہے لیکن اس کے داخلے پر پابندی نہیں ہے۔
یعنی مومن کو جب اجازت مل جاتی ہے اور متواضع ہوتا ہے تو اسے اپنا رِخلاق اور الوارِ حقائق میں
داخل ہونے کی اجازت مل جاتی ہے؛

لأن الله خيوس من غيدته حرم الفواحش

کیونکہ اللہ تعالیٰ غیور ہیں اور اپنی غیرت سے فواحش کو حرام کر دیتا ہے

اور افشائے راز رلوبیت کو فواحش کہا گیا ہے کیونکہ؛

انشأ سر الربوبية كفر

ربوبیت کا راز فواحش کرنا کفر ہے۔

اسے برا اور عجیب بات ہے کہ غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ حرم میں نامحرم کا داخلہ نہ ہو۔

مصرعہ سے غیرتش غیر در جہاں نگداشت

اس کی غیرت نے دنیا میں کوئی غیر نہ چھوڑا۔

یہ کیا شور ہے یہاں کون ماسومی اللہ کا نشان پاسکتا ہے۔ اس جگہ عقل کام نہیں کرتی۔ عاقلوں کو یہاں
ہدایت کی جاتی ہے کہ

عقل را غارت کن دیوانہ باش

مصرعہ سے

عقل کو غارت کر کے دیوانہ ہو جاؤ۔

اور عشق کے دامن میں ہاتھ ڈال؛

العشق جنون الہی عشق خدائی جنون ہے۔
 جب عشق سراٹھاتا ہے عاشق کو معشوق سے ملا دیتا ہے اور سب نامحرمیت دور ہو جاتی ہے۔
 یعنی وحدت طاری ہو جاتی اور کثرت اٹھ جاتی ہے۔ حلول و اتحاد کی یہاں گنجائش نہیں۔ اس مقام پر
 کوئی گرفت نہیں؛

ان الله لا يواخذ العشا ق بما صدر منهم

جو کچھ عاشقوں سے سرزد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ گرفت نہیں کرتے۔

یہاں مصطفیٰ علیہ السلام نے اس اعرابی بیچارے کی تو خطا معاف کر دی اور ابو عبیدہ جرح سے
 فرمایا؛

حرم الله جسدك من الناس

اللہ تعالیٰ نے تمہارے جسم پر آگ حرام کر دی۔

اور خدیجہ کی گواہی کے متعلق فرمایا؛

خديمة ذوالشهادتين خديمة وشهادتوں والا۔

یہ لوگ اپنے صدق معاملہ کی بدولت جو کہ مقام عشق ہے معذور قرار دیئے گئے۔ بلکہ معمور ہو گئے (یعنی
 نعمت سے مالا مال ہو گئے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب تصرف اور ماذون (اجازت یافتہ)
 تھے جو چاہا حکم دے دیا۔ لیکن خشوع و خضوع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور بارگاہ الہی میں ہاتھ اٹھا کر
 نہایت عاجزی سے یہ دعا مانگتے تھے؛

اللہی ذنبی عظیم فانہ لا یغفر الذنوب العظیم

الا الرب العظیم

یا الہی میرا گناہ عظیم ہے اور سوائے رب عظیم کے گناہ عظیم کوئی معاف نہیں

کر سکتا۔

بیشک دوست محروم نہیں ہوتے لیکن وہ معدوم ہوتے ہیں (یعنی اپنے آپ کو کھو کر دوست کو

پاتے ہیں)۔ اگر ذرہ بھر درمیان میں آئیں (یعنی ذرہ بھر نفسانیت سرزد ہو) یا ایک بال پھر جنبش کریں تو :

وَجُودُكَ ذَنْبٌ لَا قِيَاسَ تیرا وجود بڑا گناہ ہے۔

کی تیغ سے راندے جاتے ہیں۔ اور :

لَسْنَا سَرَاحِيْثٌ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ (قرآن)

کا تیر کھا کر واپس پھینک دیئے جاتے ہیں لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مقام جانتے تھے اس لئے عجز و نیاز کی بدولت حرم

قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی

درمیان میں ایک کمان کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی کم (قرآن)

کے محرم ہوئے۔ اور ابلیس نے خود نمائی کی اور داغ بھر ابدی :

وَ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اور تجھ پر میری لعنت ہے۔

کھا کر محروم ہوا یہی وجہ ہے کہ اس مقبول بارگاہ (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا :

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ سَرَابَهُ

جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا ہے

لیکن اس مردود (شیطان لعین) نے کہا :

اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ میں اس سے یعنی آدم سے افضل ہوں۔

پس مقبول کے حق میں فرمان ہوا کہ :

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔

جس نے رسول صلعم کی اطاعت کی اس نے اللہ عزوجل کی اطاعت کی۔

اور اس مردود کے حق میں حکم ہوا کہ :

لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَلٰٓءٌ مُّبِيْنٌ

شیطان کا کہامت مانو یہ تمہارے لئے ظاہر دشمن ہے۔

راز کی بات ہے اور محرم راز کے سوا کوئی نہیں سن سکتا۔ لیکن جو کچھ تم سن سکتے ہو سنو حضرت مصطفیٰ علیہ السلام شب معراج کو جنت الفردوس میں تشریف لے گئے اور سب مومنین کی جائے رہائش کا ملاحظہ فرمایا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقام پر تشریف نہ لے گئے۔ اور فرمایا کہ عمر کی غیرت سے عمر کے گھر نہ گیا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ سب کچھ آپ کی بدولت ہے اور سارا جہاں آپ سے روشن ہے اور نہاں آپ کی وجہ سے عیاں ہے۔ اور حق تعالیٰ نے آپ کے حق میں فرمایا ہے :

إِنَّكَ عَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ بیشک آپ صاحب خلقِ عظیم ہیں

یہ بے ایک بال نے بھی جنبش نہیں کی (یعنی اپنے آپ کو رمنائے حق میں کما حقہ گم کر دیا اور نفسانیت کی بوتلم نہیں رہی اس سے بڑھ کر کون سا خلق ہو سکتا ہے)۔ پس اسے برادر! جب حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکاشفاتِ غیب کے دروازے کھل جائیں اور جنت میں داخلہ ملے تو مقام استیذان (اذن یا اجازت) کا خیال رکھنا اور وہاں کے رہنے والوں پر سلام کہنا (یعنی لَا تَدْخُلُوا..... حتی تستأذنوا وتسلموا کے مطابق اجازت طلب کرو اور اہل خانہ پر سلام کہو) اور جب اسرارِ خلاق (لوگوں کے راز) اور الواوہقائق سے سابقہ ہو تو جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا رسول اللہ کی طرف سے یا اپنے شیخ کی طرف سے ماذون نہ ہو (اجازت نہ ملے) کوئی جرأت نہ کرنا اور حکم نہ چلانا۔ ایسا نہ ہو کہ ماند سے جاؤ اور ہلاک ہو جاؤ۔ اب تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ کرامت کیا ہے اور خلافت کیا ہے؟ العیاذ باللہ (اللہ کی پناہ)۔ مکاشفات ہزار در ہزار آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ ان کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے۔ اور غیر سے لگاؤ نہیں رکھنا چاہیے۔ اگرچہ غیر کی طرف التفات کرنا پڑتا ہے لیکن خلیل علیہ السلام کی طرح مردانہ وار :

لَا أَحِبُّ الْآفِلِينَ

میں غروب ہو جانے والے سے محبت نہیں کرتا۔

کہو اور سلامتی سے گذر جاؤ تاکہ تمہیں مقام تمکین حاصل ہو اور :
 فِي مَقْصَدِ صَدَقٍ عِنْدَ مَلِيكَ مُقْتَدِرٍ

(وہ تہنشاہ عالی قدر کے ہاں مقام صدق پر فائز ہیں)۔

پر قرار پکڑو۔

اس سے کچھ نیچے اور کچھ آسان مقام یہ ہے کہ جب نفس کا تذکیہ ہو جائے اور صفائے حاصل ہونے کے بعد کشفِ قلوب اور کشفِ قبور ہو تو اسے ظاہر نہ کرنا چاہیے تاکہ تم خود ظاہر ہو کر برباد نہ ہو جاؤ۔ دیکھتے رہے اور چھپاتے رہو۔ جو علم حاصل ہو اس سے ذوق و شوق حاصل کرو لیکن ظاہر نہ کرو۔ دنیا کو اہل دنیا کے لئے چھوڑ دو۔ اور اپنے آپ کو سلامت رکھو۔ اسی سلامتی کے متعلق حضرت حادثؒ نے فرمایا ہے :

استوی عندی ذهب الدنيا و مدرها

(میرے لیے دنیا کا سونا اور مٹی برابر ہے)۔

کیونکہ شریعت

یہاں اصابت اور ملازمت ضروری ہے

کا حکم ہے کہ : اصبت فالزوم

یعنی جب صفائے قلب حاصل ہو گئی اور راہِ حق میں قدم رکھا تو اس آستانہ کی ملازمت ضروری ہے تاکہ مالکِ مطلق کا اذن (اجازت نامہ) حاصل ہو۔

کشفِ قلوب سے کمتر مقام

اس سے کم تر اور آسان تر مقام یہ ہے کہ اخلاق

ذمیرہ جو نفس و شیطان کا مسکن و ماویٰ اور خلافت کا گھر ہے اس سے بچنا چاہیے اور ہوائے نفس غیض

و غضب اور شہوت و دیگر صفاتِ ذمیرہ کو ترک کرنا چاہیے تاکہ اخلاقِ حمیدہ حاصل ہوں اور حدِ اعتدال

پر پہنچ جاؤ کیونکہ یہ بھی اہلِ خانہ کا استینان (اذن) اور سلام ہے۔

صفات بشری کا قلع قمع مقصود نہیں

اے برادر! صفات بشری کا قلع قمع مطلوب نہیں ورنہ یہ بشری جسم تباہ ہو چکا ہے اور مقصد فوت ہو جائے گا مقصود و مطلوب اصلاح و اعتدال ہے اور یہ طالبین کا تقویٰ ہے کہ جس سے دل کی اصلاح ہوتی ہے :

فَاتَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ

(پس اس کا تعلق تقویٰ قلب سے ہے)

اس آیت کے ایک معنی یہی ہیں کہ زمین صفات میں طالبین کی سیر کرو :

فسيروا في الارض فانظر كيف كان عاقبة المكذبين

اور سیر کرو زمین میں اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کی عاقبت کس طرح ہوتی

یعنی جب تو اپنی سیر میں صفات کی اصلاح اور اخلاق کے اعتدال کے مقام پر پہنچو تو دیکھو کہ شہرِ ذمائم (اخلاقِ ذمیرہ والوں کے قلوب) میں لوگ کس طرح ہلاک ہو کر ابدی بدبختی کو جا پہنچے ہیں بعض غرق ہو چکے ہیں بعض پر پتھروں کی بارش ہوتی ہے، بعض جبرائیل علیہ السلام کی دہشت ناک آواز سے مر گئے ہیں اور یہ سب معاملات حقیقت جھٹلانے والے اور اصلاح نایافتگان کی عاقبت کے ہیں۔ یہ چیزیں تمہارے باطن کے اندر بھی موجود ہیں لیکن شاہ مرسلان صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل تم سے دُور ہیں :

وَالْعِبْرَةَ لِمَعْنَى لَا لِلصُّورَةِ (باطن میں غور کرو نہ کہ ظاہر میں)

ہوش کر دو اور ڈرتے رہو۔ ورنہ یہ قصہ بیان کرنے کا کیا فائدہ تھا۔ اس سے غرض مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح اور ہماری تبنیہ مقصود ہے :

وَكَلَّمَ نَقصَ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرِّسْلِ مَا نَشِئْتُمْ بِهِ فَوَادِكُمْ وَجَاكُم

فِي هَذِهِ الْحَقِّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرٌ لِلْمُؤْمِنِينَ (یہ سارے واقعات انبیاء

آپ کے دل کو ثابت رکھنے کے لیے ہم نے بیان کیے اور تیرے پاس اس میں سچی آیا اور مؤمنین کے لیے اس

مکتوب

بجانب شیخ رکن الدین وقاضی عبدالرحمن در بیان معنی آیت
وَأَعْبُدُ اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

حق حق حق ...!

واضح ہو کہ اس آیت میں طالبین و بندگان حق کے لئے بہت معافی اور بے شمار اسرار
ہیں جو تمام کتاب ربانی و کلام سبحانی کے جامع ہیں۔ لیکن جو کچھ سمجھ میں آسکتا ہے تحریر کیا جاتا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ عبادت کرو اور سر زمین پر رکھو اور مقام یقین حاصل کرو۔ اور زمین سے مراد مقام
عدم ہے یعنی وجود سے گذر کر عدم یا نیستی کی طرف جاؤ تا کہ حق تک رسائی ہو سکے۔ غیر کے ساتھ
مشغول نہ ہو جاؤ کہ :

لَا غَيْرَ إِلَّا بِالغَيْرِ وَهُوَ الْإِشْرَاقُ بِالشِّرْكِ وَالشِّرْكَ بِالغَيْرِ

(غیر سے مراد غیر میں مشغول ہونا یہ اشارہ ہے شرک کی طرف کیونکہ شرک غیر کے ساتھ مشغول ہونا ہے)۔

پس وَأَعْبُدُ اللَّهَ میں حق تعالیٰ کا حکم ہے اپنے آپ کو در بیان میں سے ہٹا دو تا کہ
شرک نہ رہے اور وجود حق میں دوئی کی آمیزش نہ ہو جائے :

وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا

(اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو یعنی غیر اللہ کی نفی کرو)۔

میں عام شرک کی نفی ہے تمام اشیاء کے ساتھ۔ یعنی شرک کا تعلق غیر کے وجود سے ہے پس غیر
کو ہٹا دو اور کسی چیز کو تالستہ وجود مت سمجھو۔ تا کہ شرک سے نجات پاؤ اور درگاہ حق میں پہنچ کر
موجد بن جاؤ اور مومن ہو جاؤ۔ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وَأَعْبُدُ اللَّهَ کیا ہے۔

حکم ہے کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اللہ اسم ذات ہے اور جامع جمیع صفات ہے اس اسم میں وجود حق جل و علا کے وجود کے سوا کوئی وجود نہیں کیونکہ وجود کا تعلق صفات سے ہے اور یہاں صفات کی طرف التفات حرام ہے کیونکہ یہ جنبشِ حظ و ہوائے نفس ہے اور ہوا (خواہش) ناجائز ہے :

أَفَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ

اور تم نے اس کو نہیں دیکھا جس نے اپنا معبود ہوائے نفس کو بنا رکھا ہے

انکار اسی ہوا سے ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ عبد الرحمن اور عبد الرزاق دنیا میں بہت ہیں لیکن عبد اللہ ایک بھی نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے آپ سے فانی اور حق کے ساتھ باقی ہے۔ وہ خود نہیں ہے بلکہ حق کے ساتھ قائم ہے پس وہ نہیں حق ہے :

إِذْ تَمَّ الْفَتْرُ أَفْهُوَ اللَّهُ -

جب فطر کی تکمیل ہوتی ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

سے یہی مراد ہے سبحان اللہ کیا اسرار ہیں۔ عَرَفَ مَنْ عَرَفَ (سمجھا جس نے سمجھا) تم نے دَاعِبُدُ اللّٰہِ کے معنی سمجھنا اب حق تعالیٰ کے قول :

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

کے متعلق سنو "مخلصین" حال ہے "دَاعِبُدُ اللّٰہِ" اخلاص کے بغیر کوئی حال نہیں۔ اور اخلاص یہ ہے کہ عبادت میں عقیدہ مضبوط رکھے اور عبادت کو ماسومی اللہ سے پاک اور دور رکھے۔ جب غیر یا غیر کے ساتھ التفات نہ رہا تو اخلاص صحیح ہو گیا۔ اور عبادت کے اس حال کا تعلق لَهُ الدِّينَ سے ہے یعنی جب دین حق تعالیٰ کا نور ہے تو اسے اہل یقین غیر خدا کیا چیز ہے :

وَأَعْبُدْ سَابِقَ حَشَىٰ يَا تَيْبَةَ الْيَقِينِ

اپنے رب کی عبادت کرو حتیٰ کہ مقام یقین حاصل ہو جائے۔

یہی حکم ہے یقین سوائے حق تعالیٰ کے جائز نہیں اور یہ ہے دین۔ اور اس دین کے سوا کوئی دین

نہیں اور دین صرف حق تعالیٰ کا ہے :

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ۔

اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے ۔ کاش کوئی سمجھ لے ۔ کسی نے خوب کہا ہے ۔

تا تو مے باشی عدد بینی ہمہ

چو شوی فانی احد بینی ہمہ

جب تک تو ہے عدد یعنی کثرت میں گرفتار ہے جب تو فنا ہوا تو سب احد ہی احد ہے ۔

اَلْ عَزِيزِ پَر جَو اسرار و الوار وار ہوتے ہیں انھیں شیرِ طریقت (طریقت کا دودھ) کہتے ہیں

تلك خيالات تُرَبِّي بها اطفال الطريقة

یہ وہ خیالات ہیں جن سے اطفالِ طریقت کی پرورش ہوتی ہے ۔

حق تعالیٰ اس میں برکت دے ۔ اور زیادہ کرے ۔ جو ماں بچے کی پرورش کرتی ہے وہی جانتی ہے

کہ دودھ کا وقت کیا ہے اور روٹی اور گوشت جو جواں مردوں کی خوراک ہے ، کا وقت کیا ہے ۔ اور

حسب استعداد اسے خوراک بہم کرتی ہے ۔ اور اصلاح کرتی ہے ۔ جب وقت آتا ہے تو اسے طوارق

اور یوارق (بند یوں) میں ڈالتے ہیں اور مست و مدہوش کرتے ہیں ۔ یہاں سے عالمِ ملکوت

میں پہنچاتے ہیں اور فرشتوں کے ساتھ بٹھاتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام جو روح اللہ تھے کمال کو

پہنچے ۔ وہاں سے عالمِ جبروت میں لے جاتے ہیں اور عالمِ بے نشان میں پہنچا دیتے ہیں جہاں حق کے سوا

کچھ نہیں رہتا ۔ نہ دوست کے سوا کسی کو دیکھتا ہے نہ جانتا ہے :

مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا يَعْرِفُ غَيْرَ اللّٰهِ

جس نے اللہ کو پہچان لیا وہ کسی اور کو نہیں پہچانتا ۔

کا مقام حاصل ہوتا ہے ۔ اللہ نور السموات و الارض ، کا جلوہ ہر طرف لیکن بلا طرف نظر آتا ہے ۔

و لاجلہ جمال التوحید من صفات الموحوات

اور :

(اسے موجودات میں جمال حق نظر آتا ہے) ۔

پیش آتا ہے۔ لیکن یہ کام کسی کے بس کا نہیں۔ بس آدمی کا کام ہے طلب میں مشغول رہے اور خونِ دل بیتا رہے۔

بیت ۷
من مے جویم و دیگران مے جوئید
تا دوست کرا خواہد ملیش بکدام است

میں تلاش میں ہوں اور دوسرے بھی تلاش میں ہیں، معلوم نہیں دوست کے چاہتا ہے اور کس سے محبت کرتا ہے۔

طالبانِ اہل ہمت کا تو یہ کام ہے کہ

رباعی

در بحر عمیق غوطہ خواہم خوردن یا غرق شدن یا گھرے آوردن
کار تو مخاطر است خواہم خوردن یا سرخ کنم روئے ز تو یا گردن
غم کے گھرے سمندر میں غوطے لگاتا رہوں گا یا غرق ہو جاؤں یا گوہر نکال لاؤں میری قسمت دوست
کا کام جان جو کسوں ڈالنا ہے اور میں تیار ہوں خواہ سرخ روئی حاصل ہو خواہ گردن سرخ ہو
یعنی گردن کٹ جائے۔

جب ہمت اس قدر بلند ہوتی ہے تو مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔ اور جو کام مشکل ہوتا ہے وجود کو مشکل نظر آتا ہے لیکن جب راہِ حق میں طالبِ وجود سے نہیں ڈرتا اور جان پر کھیل جاتا ہے اور مرشد کے حکم سے شریعت کی پناہ میں مستحکم ہو جاتا ہے تو سب مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ مردانِ حق نے کہا ہے کہ جو شخص آواز سے ڈرتا ہے یا آواز سے الجھ جاتا ہے اس سے کوئی کام نہیں بنتا۔ پس کام کرتا رہ۔ اور مردانہ وار اس راہ میں چلتا رہ۔ سر کی باز می لگا دے اور جان اور جہاں تہج دے۔ اگر ہزار بار یا صد ہزار بار تہج سے کہیں کہ واپس ہٹ جاؤ تو بسی نہ ہو اور اسی کے کوچہ میں ڈیرہ ڈال دو۔ انھوں نے خود فرمایا ہے کہ وَالْيَدِ الْمَعِينِ (وہی ہے پناہ گاہ) پس کہاں واپس جائیں اور کس کے در پر

جائیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ

ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف واپس جانا ہے
ہمارا سہارا ہے۔ لوحِ دل کو نقشِ غیر سے پاک رکھو اور قوتِ ذکر اور شغلِ دوام سے تخمِ غیر نکال کر
باہر پھینک دو۔ اور یہ کہو۔

بیت سے خواہم کہ بیخِ صحبتِ اغیار برکنم

در باغِ دل رہا نکم جز نہالِ دوست

میں چاہتا ہوں کہ غیر کو جڑ سے نکال کر پھینک دو اور دل کے باغ میں نہالِ دوست (دوست
کا درخت) کی بجائے کچھ نہ لگاؤ۔

اے برادر! جو آواز پیچھے سے بائیں طرف سے آئے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور اس پر لا حول پڑھو
اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھو اور سینہ پر دم کرو اور اس کی طرف کوئی التفات نہ کرو۔
اور جو کچھ دائیں طرف یا سامنے اور اوپر سے پیش کئے وہ مبارک ہے لیکن اس پر توقف نہ کرے اور
لَا اَحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ میں ترجیح دالے سے محبت نہیں کرتا۔

کی تلوار سے اسے ہٹا کر آگے بڑھ جائے اور سورۃ ما ذاق البصر
لگا کر اس کی طرف التفات نہ کرے حتیٰ کہ عالمِ اخلاق تک رسائی ہو جائے۔ اس وقت عَرَفْتُ
رَبِّيْ بِرَبِّيْ (میں نے اپنے رب کے ذریعے اپنے رب کو پہچانا) کا ظہور ہوتا ہے اور اپنی تعریف آپ
کرتا ہے۔

امام جنید رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معرفت کی دو اقسام ہیں۔ معرفتِ تعریف اور معرفتِ
تعریف۔ معرفتِ تعریف خلق سے خالق کی طرف لے جانے کی دلیل سے پہچاننے، اور اثر سے مؤثر
میں فکر کر کے معرفتِ حاصل کرنے کا نام ہے اور یہ عامۃ الناس (عام لوگوں) کی معرفت ہے اس
کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ:

عَرَفْتُ اللّٰهَ بِاللّٰهِ وَعَرَفْتُ الْاَشْيَاءَ بِاللّٰهِ

میں نے اللہ کو اللہ کے ذریعے پہچانا اور اشیا کو اللہ کے ذریعے پہچانا۔

اور یہ جو تم نے دریافت کیا ہے کہ شرابِ محبت کی ظاہری صورت ہوتی ہے یا نہیں۔ اسے برادر! اس کے حقیقی معنی صیغہ راز میں رکھے گئے ہیں۔ بہر حال ظاہری و باطنی دونوں معنی درست ہیں۔ اور ہر شخص کے مرتبے کے مطابق اسے ہزاروں نعمتیں ملتی ہیں۔ کیونکہ بہشت کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ :

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَ بِهَا تَفْجِيرًا.

ابرار لوگوں کو شرابِ وحدت کے پیالے دینے جائیں گے جو کافور کا ہوگا۔ یہ پتھر ہے

کہ جن سے اللہ کے مخلص بندے سیراب ہوں گے اور وہ پتھر ہمیشہ جاری رہے گا۔

مطلب یہ کہ نیک لوگوں کو بہشت میں وہ شراب عطا ہوگی کہ جس کا مزاج کافور ہوگا۔ یہ وہ پتھر ہے کہ جس سے بندگانِ خدا سیراب ہوں گے اور وہ پتھر ہمیشہ جاری رہے گا اور اس میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ اور جب درویش مقامِ قلب میں پہنچ جاتا ہے تو وہ بہشت میں پہنچ جاتا ہے۔ بہشت میں جو چاہے گا پائے گا۔ اور یہ بھی ردا ہے کہ وہ بھی اسے اس دنیا میں دیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ :

فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْبَيْتَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا

جب حضرت زکریا علیہ السلام ان کے حجرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ان کے پاس رزق

یعنی اشیا سے خورد و نوش پڑی ہے۔

یہ دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام حیران ہوئے اور دریافت کرنے لگے کہ یہ کہاں آیا ہے۔ حضرت نبی مریمؑ نے فرمایا :

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ (وہ اللہ کی جانب سے ہے)

یعنی یہ نعمتیں جو تم دیکھ رہے ہو حق تعالیٰ مجھے اپنے فضل سے عنایت فرماتے ہیں۔ یہ نعمتیں عالم

آخری سے تعلق رکھتی ہیں جو اللہ کے حکم سے فرشتہ مجھے لاکر دیتا ہے۔ پس اسے برا اور اجنبانہمت اور دولت کا دروازہ کھول دیتے ہیں تو سب کو عطا کرتے ہیں اور کچھ دریغ نہیں کرتے۔ اس مقام پر جب ولی پنیچتا ہے تو اپنی اور خلق کی عاقبت سے آگاہ ہوتا ہے لیکن اس میں دخل نہیں دے سکتا جو کچھ بغیر علیہ السلام جانتے ہیں اس میں دخل دے سکتے ہیں یہی وجہ ہے ولی کے لئے درد پر درد بڑھتا رہتا ہے اور اس کی کمر ٹوٹ جاتی ہے پس اپنا سر پیٹ کر کہتا ہے :

بیت سے ہمہ پیران رہ رازیں مصیبت

محاسن ہا نجون دل خضاب است

اس مصیبت سے تمام اولیاء کرام کے دل خون ہو چکے ہیں۔

مکتوبات

بجانب شیخ رکن الدین کھانے پینے میں اعتدال اور
افراط و تفریط کے ترک کے بیان میں۔

حق حق حق !

اے فرزند کو علم اور عمل میں مشغول رہنا چاہئے۔ اور اپنے آپ کو کم کھانے سے ہلاک نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس کام کی ترقی کا تعلق حضور (حضور) سے ہے۔ انشاء اللہ عنقریب آپ کا اس طرف آنا ہوگا۔ اے فرزند کو چاہئے کہ تحصیل علم میں پوری جدوجہد کریں کیونکہ علم کے بغیر اسلام اور دین سے اچھی طرح واقفیت حاصل نہیں ہوتی اور ذکر شش دم (سانس کھینچنا) اور ضرب شدید سے کرنا چاہئے (یعنی تصور میں ذکر کے وقت شدت سے قلب پر ضرب مارنی چاہئے) کیونکہ اصل کام یہی ہے ذکر محض بھوک۔ بلکہ حسب ضرورت کھانا چاہئے اس راستے میں اعتدال محمود (بہترین) اور افراط و

و تفریط و ولوں مذموم ہیں نیز یہ کام جلدی کا نہیں ہے بلکہ آہستہ آہستہ راستہ طے ہوتا ہے لہذا کم کھانے کی طرف زیادہ مائل نہیں ہونا چاہیے اور والدہ کی رضا ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے۔ کیونکہ یہ اہم بات ہے اور فرض عین ہے۔ اور تحصیل علم میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ اور جائز امور میں سے جو کام کرو اس میں نیت اللہیت کی ہونی چاہیے۔ ان کے حقائق بھی انشا اللہ حسب استعداد و مقام سمجھ میں آجائیں گے شغل باطن میں بھی کوشش کرنی چاہیے جس قدر کام کرو گے اسی قدر عند اللہ مرتبہ بلند ہوگا بزرگوں نے سالہا خونِ دل نوش کیا تب منزل پر پہنچے ہیں۔ تم کچھ فکر نہ کرو انشا اللہ ایک دن کام بن جائے گا اور غیب سے آگاہی ہو جائے گی:

مَنْ طَالَبَ شَيْئًا وَجَدَ

جو کسی چیز کا طالب ہوا اور جدوجہد کی اس لے پایا۔

اس سے طالبین کی بڑی دستگیری ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

جن لے ہمارے راہ میں جدوجہد کی ہم اسے اپنے راستے دکھائیں

یہ بڑی خوشخبری ہے۔ من اد من قرء الباب یوشک ان یفتح لہ یعنی جو شخص متواتر دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اس کے لئے جلدی کھول دیتے ہیں اور اسے انخوش میں کھینچ لیتے ہیں۔ مجھے اپنے ساتھ سمجھو اور ہمیشہ کام میں لگے رہو۔

بیت سے نصیحت ہیں است اے جانِ برادر

کہ اوقات ضائع مکن تا توانی!

اے جانِ برادر! میری نصیحت یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اوقات ضائع نہ کرو۔



مکتوب

بجانب سیدی احمد در بیان اسرار

حق حق حق!

سید السادات، منبع السعادات، عالم ربانی، عامل سبحانی، عالم باعمل اور عامل با علم جس کی شان میں آیا ہے کہ :

نوم العلماء عبادۃ صبر کی نیند عبادت ہے۔

مطلب یہ کہ نیند نہیں بلکہ سب عبادت ہے ورنہ نیند کیا چیز ہے یہ سب تعطل اور عادت ہے اہل حق کی عادت عبادت پر ہوتی ہے یہی عبادت کہ سید الاولین و آخرین کی متابعت ہے۔

فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

میری اطاعت کرو یعنی پیغمبر علیہ السلام کی اطاعت کرو حق تعالیٰ تجھ سے محبت کریگا
کاتاج طالبین کے سر پر رکھتے ہیں اور ان کو قدوۃ المتقین بنایا جاتا ہے مشہور ہے کہ :
القلوب مع القلوب تتشاهد دل کو دل کے ساتھ میلان ہے۔

نیز :

حنین المحب الی المحب محب کو محب کے ساتھ تعلق ہے۔

یہ اپنے حق میں صحیح سمجھیں کیونکہ لفظ **يُحِبُّونَهُ** ابھی وجود میں نہیں آیا تھا بلکہ پردہ عدم میں تھا کہ **يُحِبُّهُمْ** کی ندا عالم غیب میں ہوئی تھی جس سے محب وجود میں آیا اور واجب سے ممکن میں خراماں ہو کر محب و محبوب کی جلوہ گری شروع ہوئی۔ **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ** (اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں)۔

ورنہ نقش غیر کیا ہے اس کے اور اس کے درمیان۔ ازل سے ابد تک دیکھو تو نقش غیر کا کہیں نشان نہیں۔ افسوس صد افسوس! تم معلوماتِ ازلی کو ممکن کہتے ہو اور نہ ازل میں کوئی ممکن سمجھتے ہو۔ یہاں یہ بیت یاد آیا ہے سے

یک عین متفق کہ جزا و ذرّہ نبود

چوں گشت ظاہر این ہمہ اغیار آمدہ

ایک ذات واحد جس کے سوا ایک ذرہ کا بھی وجود نہ تھا جب ظہور پذیر ہوئی تو یہ سب اغیار ہو گئے۔

بے شک ظاہری صورتوں کو غیب سے کوئی تعلق نہیں اگرچہ غیب کے سوا کوئی نقش نہیں۔ کیونکہ ہر نقش بذات خود کچھ نہیں اور غیب کے سوا سے کوئی چارہ نہیں۔ الفاعل واحد (فاعل حقیقی ایک ہے) سے اپنی خبر آپ دیتا ہے۔ لیکن یہ بات کون سمجھ سکتا ہے۔

بیت سے اہل دل را ذوق فہمے دیگر است

کال ز فہم ہر دو عالم برتر است

اہل دل کا انداز فہم اور ہے کیونکہ وہ ذات دونوں جہانوں کے فہم سے بالاتر ہے۔ ہمارا اعتقاد بھی یہی ہے کہ الفاعل ھو اللہ (اللہ ہی فاعل حقیقی ہے) اور خود حکم دیتا ہے کہ:

لَيْسَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللهُ کے سوا کوئی نہیں۔

لیکن یہاں عقل کا پردہ چاک کرنے اور ماورائے عقل نظر کرنے کی ضرورت ہے۔

بیت سے تشنہ از دریا جدائی سے کنی

بر سر گنج گدائی سے کنی

دریا سے تشنہ لب واپس جا رہا ہے اور خزانے پر بیٹھے ہوئے بھیک مانگ رہا ہے۔ افسوس ہزار افسوس! مطلوب سامنے ہے اور طالب کوئی نہیں۔ رہبر کیا کرے جب راستہ

طلب کرنے والا کوئی نہ ہو۔ دو ایک کرے جب درد کے طلب کرنے والا اور دو طلب کرنے والا کوئی نہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہر طرف اور بے طرف پیدا و پنہاں وہی ہے:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ

وہی اول آخر ظاہر و باطن ہے۔

کا اعلان ہو چکا ہے۔

مصرعہ سے
طلب پنہاں چہ زخم طشت من از بام افتاد
چپکے چپکے بات کیوں کروں جب کہ حقیقت اظہر من الشمس ہو چکی ہے۔
جب کان ہی نہیں تو کوئی سنے گا کیا؟ جب آنکھ ہی نہیں تو کیا ظاہر اور کیا باطن۔

بیت سے
دہل را گتہ چسیت چوں گوشش کر
چو کور است چشمش چہ بنید قمر
جب کان ہی نہ ہوں تو ڈھول کا قصور جب آنکھ ہی نہ ہو تو چاند کیسے دیکھے گا۔
سبحان اللہ یہ کیا چیز ہے کہ:

ان الله جنة ليس فيها حور ولا قصور

اللہ کے ہاں جنت ہے جس میں نہ حور ہے نہ قصور۔

اس مقام کے متعلق ایک بزرگ نے فرمایا ہے:

ما في الجنة أحد سوى الله

جنت میں کچھ نہیں سوائے اللہ کے۔

اسی ذوق میں آکر اس نے نعرہ لگایا کہ:

ليس في الدارين غيري دونوں جہانوں میں میرے سوا کوئی نہیں۔

اور جب یہ جمال یعنی مشاہدہ کمال کو پہنچا تو سب حق ہی حق تھا چنانچہ ایک بزرگ نے تحقیق حق پر پہنچ کر فرمایا ہے:

ما فی الوجود الا اللہ وجود میں سوا اللہ کے کوئی نہیں۔

اور یہ سب شغل سلطان الاذکار کی بدولت ہے (سلطان الاذکار ایک شغل کا نام ہے جس میں تمام لطائف ستہ زندہ ہو کر ذاکر ہو جاتے ہیں) پس جو ذاکر ہے وہ حق کے ساتھ شاعر ہے۔

هنیأ لاسراباب النعیم نعیمها (ارباب جنت کو جنت مبارک)

یہ خط اس لئے مختصر لکھا گیا ہے کہ اختصار کے سوا چارہ نہیں، کیونکہ فانی کے لئے کیا ہے۔ واللہ

المستعان علی ماتصنون و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین۔

مکتوب

بجانب سید احمد درتنبیہ توحید۔

حق حق حق!

... اے نور رسول اور اے قرۃ العین بتول (حضرت خاتون جنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک) خدا

کرے تمہارا قدم مقامات بلند اور معرفت حق تعالیٰ کے ساتھ صراطِ مستقیم پر قائم رہے:

اِنَّ سَرَابِيْ عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ بیشک میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے۔

ہیہات! راہِ مستقیم (حقیقت کا راستہ) زماں و مکاں، اور جسم و جان اور این و آن سے باہر ہے:

والاستقامة تنزلة عن التحول والتعز والذوال والنقصان

ونحن امرنا بدعائه لعله الى اهدانا الصراط المستقيم۔

اور استقامت تبدیل و تغیر اور نقص و زوال سے منزہ اور پاک ہے اور ہم کو یہ دعا

کرنے کا حکم ہوا کہ یا اللہ راہ دکھا ہم کو سیدھی (یعنی راہِ حقیقت)

کیونکہ بندہ مکاں و زماں کی قید میں مقید ہے ورنہ حق تعالیٰ تو جسم و جان سے نہایت ہے بلکہ یہاں

غیر کی جگہ نہیں اور وحدت کے سوا کسی وجود کی گنجائش نہیں۔ اور یہ راہِ مستقیمِ حق تعالیٰ کے ساتھ وجود پانے اور اس کے ساتھ موجود ہونے کا نام ہے ورنہ حق کے سوا کسی کا وجود ہے اور ہمارا جو یہ وجود ہے عدمِ محض ہے یعنی مطلقاً نیست ہے اور وہ ممتنع الوجود ہے (یعنی عدمِ محض وجود کا متقاضی نہیں)۔ اسی لئے خطاب ہوتا ہے کہ کہو :

إِهْدِنَا صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمِ دیکھا ہمیں سیدھی راہ۔

یعنی اے بندہ ہمارے ساتھ یگانہ ہو جا دوئی اور بے گانگی کو بہانِ فانی میں چھوڑ دے۔ اور فانی ہو جاتا کہ تو باقی ہو جائے (یعنی فنا فی اللہ میں پہنچ جاتا کہ باقی بالشر ہو جائے) حق تعالیٰ کی بقا سے آگاہ ہو جائے اور راہِ مستقیم پر پہنچ جائے اور وحدتِ وجود کو پائے۔ اور حق تعالیٰ جل وعلیٰ کے وجود کے سوا کسی وجود کو موجود نہ دیکھے۔

بیت - تا تو می باشی عدد بینی ہمہ

چوں شوی فانی احد بینی ہمہ

جب تک تو موجود ہے تمہارا واسطہ اعداد سے ہوتا ہے اور کثرت میں مبتلا ہے جب تو

فانی ہوتا ہے تو احد دیکھتا ہے یعنی احدیت یا اور لا تعین کا مشاہدہ کرتا ہے۔

لیکن آج یہ فکر کس کو ہے اور راہِ حق کی تلاش کسے ہے۔ نفسِ نفس اور

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي

اور ہم نے پھونکی اس کے اندر یعنی آدم کے اپنی روح میں سے

کی جلوہ گری ہے لیکن ہم کو رانِ روزگار (کو ربح نابینا) پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ ہیہات، ہیہات ! !

ازل کے بدقسمتوں کا کیا علاج ! اگر آج اس قید سے آزاد نہ ہوئے تو مقیدِ ازل (ہمیشہ کا قیدی) بن جائے

گا۔ اور جمالِ وحدت تک ہرگز رسائی نہ ہوگی۔ اگرچہ بہشت میں کیوں نہ ہو :

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُى اَنْفُسُكُمْ

اور تمہارے لئے بہشت میں وہی ہوگا جو تمہارا جی چاہے گا۔

یہ اس کی قیدِ وقت ہوگی :

يا حسرتا على ما فرطت في جنب الله

(ہٹے افسوس پروردگار کے بُعد پر)۔

یہ اس کی ندامت اور خسارتِ حال ہوگی۔ بیشک مرغِ بریان ہوگا لیکن دوستِ مہمان نہ ہوگا! اور جانِ جہاں بہ سبحان نہ ہوگا۔ بجلی عام ہوگی لیکن ہم ناتمام اور ناکام ہوں گے۔ اور اپنی دولت تک ہماری رسائی نہ ہوگی۔

بل قالوا لمن كان امره فرطاً

(بلکہ انھوں نے کہا اس کے لیے جس کا معاملہ فرط تھا)

پس بقدرِ ہمت کوشش کر رہے ہیں اور اس کی حسرت میں دل اور جان جلاتے ہیں ممکن ہے :

كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ان کی کوشش بر لائے گی۔

کے مصداق ہم در ماندگان کو حصہ مل جائے کیونکہ کسی کی محنت ضائع نہیں ہوتی :

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اِيْمَانَكُمْ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرتا۔

اور آج جس چیز کے ساتھ تیرا دل لگا ہوا ہے وہی تیرا مقدر ہے۔ اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ پس

ایمان طلب کرنا چاہیے اور طلبِ صادق ہونی چاہیے اور حق تعالیٰ کے ساتھ صدق معاملہ درست ہونا

چاہیے۔ يحشر الناس يوم القيمة على نياتهم

قیامت کے دن لوگوں کا حشر ان کی نیا ت پر ہوگا۔

کا اعلان ہو چکا ہے۔ عاقبت و خاتمت بخیر تریں خیر باد۔ (آمین)

س :- یعنی روح و جسم کو در مرتبہ وحدت و وجودی عین سبحان یعنی عین حق ہے حاصل نہ ہوگا۔

مکتوب ۸۰

بجانب شیخ خان صوفی درتاسفِ حال (اپنے حال پر افسوس)
رباعیہ ”قومے متخیر اندر راہ یقین“..... الی آخر کے بیان میں۔

حق حق حق!

رباعی

قومے متخیر اندر راہ یقین قومیتِ دگر بماند اندر غم دین
مے ترسم ازاں بانگ برآید روزے کا سبے خبراں راہ نہ آنت نہ ایں
ایک قوم یعنی گروہ راہ یقین میں حیران ہے۔ دوسری قوم دین کے غم میں مبتلا ہے مجھے اس
آواز سے ڈر لگ رہا ہے کہ ایک دن پکارا جائے گا کہ اے بے خبر لوگو! حقیقی راستہ نہ وہ

ہے نہ یہ۔

یعنی راہ یقین جو عمارتِ باطن ہے اور جس کا مطلب ہے اخلاقِ حمیدہ کا حصول اور غم دین جس سے
مراد ہے اوامر و نواہی پر عمل کرنا، عاقبت کا خوف درجات کی طلب اور ثوابِ آخرت۔ لیکن راہِ حق
ان دونوں سے علیحدہ ہے۔ اور ہم کم نصیب کیا جانیں۔ کیونکہ ہم تو ابھی دنیا سے مُردار کی قید، اور نفس
و شیطان کی غلامی میں گرفتار ہیں۔ عمر پچاس سال سے زیادہ ہو چکی ہے لیکن زاہدِ راہِ حق (حقیقت کے
راستے کا سامان) حاصل نہیں ہوا۔ دونوں جہانوں کی سیاہ روئی اور ابدی بدبختی دامنگیر ہے۔ جب
یہ حالت ہے تو آخری لمحہ کس طرح ہوگا۔

۱۔ آل راہ راہ فنا بالکلہ و محویتِ مطلقہ است یعنی وہ راستہ ذاتِ حق میں فنا سے تامل اور محویت
مطلقہ ہے۔

بیت ۷

شستیم بے بہ چارہ سازی

پیراہن مانند نمازی

ہم نے اپنا پیراہن بہت دھویا لیکن پیر بھی پاک نہ ہوا۔

یہاں پیراہن سے مراد مومن کا ظاہری جسم اور اس کے ظاہری احکام ہیں۔ مطلب یہ کہ اب تک ہمیں طہارت ظاہری حاصل نہیں ہوئی طہارت قلبی اور طہارت سترمی جو سلطان وحدت کی جائے نزول ہے ہم بد نصیبوں کو کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔ پس اس شعر کا ورد کر کے اپنا ماتم کرتے ہیں۔

بیت ۷

درد را دار و کعب خواہیم کرد

عمر شد ماتم کعب خواہیم کرد

درد کا دوا کہاں کریں گے۔ عمر گزر چکی ہے ماتم کعب کریں گے۔

اے فرزند کے راہِ حق پر گامزن ہونے سے بے حد خوشی حاصل ہوئی ہے۔ پس جب بیٹا غنی ہو جاتا ہے تو مفلس باپ کی نگاہداشت اس پر لازم آتی ہے اور اس کے حال کی خبر گیری ضروری ہوتی ہے اگرچہ یہاں زکوٰۃ جائز نہیں لیکن افلاس کی چارہ جوئی ضروری ہے۔ (یہاں ظاہری امداد مراد نہیں بلکہ امداد باطنی و قلبی مراد ہے) لہذا اس کم نصیب (یعنی خود حضرت شیخ) پست منزل کو اپنی بلند ہمت سے اوپر اٹھا کر خدا تعالیٰ سے دعا کر و کہ جب تک زندگی ہے دوست کے عشق اور درد و محبت سے کچھ مل جائے تاکہ:

یا حسرتا علی ما فرطت فی جنب اللہ

(ہائے افسوس اس پر جو اللہ تعالیٰ کی دوری ہے)

بدبختی اور دائمی حسرت سے نجات ملے۔ کیونکہ عادت اور سنت اللہ ہی ہے کہ پیر مریدیں کے دستگیر ہوتے ہیں۔ اور فضل ربی یہ ہے بلند مرتبہ مرید کم درجہ پیر کی دستگیری کرے آئیہ پاک:

سنشد عضدک باخیلک

ہم تیرے ہاتھ تیرے بھائی کی بدولت مضبوط کر دیں گے۔

کے یہی معنی ہیں۔ راہِ سقی میں بلند ہمت رہنا چاہیے کیونکہ جس قدر ہمت بلند ہوگی مرتبہ بلند ہوگا :
 قِيَمَةُ الْمَرْءِ هِمَّتُهُ اُدْمِي كِي قِيَمَتِ اس كِي هِمَتِ هِي۔

بالکل صحیح ہے ہمت ایسی ہو کہ اس کے اندر سقی تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا گذر نہ ہو ایک ذات میں مستغرق ہو جائے اور سلطانِ ذکر (یعنی شغلِ سلطانِ الاذکار جس سے مراد یہ ہے کہ تمام لطائفِ رستہ زندہ ہو جائیں) ایک ہی جملے سے دونوں جہانوں سے باہر نکال کر یعنی نہ دنیا کا غم رہے نہ عاقبت کا غم بھی دراصل نفسانیت ہے) صحرائے ازل میں ڈال دے اور عالمِ اطلاق (فنائے ذاتی) کا باسی ہو جائے کسی نے خوب کہا ہے۔

بیت ۔ چنگ در حضرتِ خدا زودہ

ہر چہ آن نیست پشتِ پا زودہ

تم نے حضرتِ سقی میں ہاتھ ڈالا ہے اور جو کچھ غیر اللہ ہے اس پر لات ماری ہے۔

اور اس راہ میں جو حقائق وارد ہوں انھیں مرتبی وقت سمجھو۔ کونو امع الصادقین (ہو جاؤ صادقین کے ساتھ) کے یہی معنی ہیں۔ کیونکہ اس رستے میں ہزاروں انوار پیش آتے ہیں۔ عاقبت و خاتم بخیر باد۔ بالنبی والہ الامجاد۔ والسلام۔

مکتوب

بجانب ملک العلماء مولانا عبد اللہ دانشمند دہلوی۔

حق حق حق!

اس بیان میں کہ شرع شریف میں کلیہ واجب الوجود جائز نہیں اور سقی تعالیٰ کی قدرت میں اونٹ کا سوئی کے سوراخ میں داخل ہونا ممکن ہے۔ المرام آنکہ اللہ ہے اور اس کے سوا کچھ

نہیں۔ میرا بیٹا شیخ حمید طال عمرہ وزید علمہ و عرفانہ آپ کی خدمت میں ہے۔ امید ہے کہ آپ کی نظر شفقت اور اثر صحبت سے کمال کو پہنچ جائے گا:

فان کمال الانسان بالعلم والعرفان وذلك صفة القلب

ولا صفة اللسان

انسان کا کمال علم اور عرفان سے ہے اور یہ قلب کی صفت ہے نہ کہ زبان کی۔

کیونکہ زبان مٹی اور پتھر سے بنی ہے اور زبان اور دل کے درمیان ہزار کو کس کا فاصلہ ہے فرشتہ اگرچہ مقرب ہے دل نہیں رکھتا۔ لہذا سرپردہ خاص میں اس کا گذر نہیں۔

بیت ۷ رازِ درون پرودہ زندان مست پر کس

کایں حال نیست صوفی عالی مقام را

زندانی مست کے دل کا راز دریافت کر کیونکہ اس مقام تک صوفی عالی مقام بھی نہیں پہنچ سکتا

پس مرد وہ ہے جو میدان دل میں پہنچ جاتا ہے اور لامکاں سے خبر دیتا ہے:

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ -

پس جاننا چاہیے وہ ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں موجود

پس حقیقت یہی ہے اور یہ راز دل کے سوا کہیں نہیں

إِنِّي فِي ذَلِكَ لَكِدَّاعِي لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ وَالْقَلْبُ بَحْرٌ لَا سَاحِلَ لَهُ

تجھتی اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو قلب رکھتا ہے اور قلب سمندر ہے جس کا ساحل

نہیں۔

اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

بیت ۷ عالم دل عالمیست ہر دو جہاں اندرو

کیست کہ ہر دم کند عزم تماشائے دل

۷۔ یعنی ملک مقرب کمانی

عالم جہاں کا دل ہے اور دو جہاں اس کے اندر ہی کون ہے جو دل کا تماشا دیکھنے کا خواہشمند ہے۔

اگر سو سال تک زبان پر بات رہے تو دل کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ اور اگر دل ہو اور ہوس میں گرفتار ہے اور کثرت میں پھنسا ہوا ہے تو خدا تک اسے کیسے رسائی ہو سکتی ہے :

قَطْرَةٌ مِّنَ اللَّوْحِ تَكْدُرُ بِحَرَامِنَ الْعِلْمِ

حرص و ہوا کا ایک قطرہ علم کے سمندر کو خراب کر دیتا ہے۔

بیت سے بر بند ہوا از دل و از زباں گرفتار

در محو خودی سعادت خود پندار

دل کو حرص و ہوا سے اور زبان کو گفتگو سے باز رکھ اپنی خودی میں محویت کو اپنی سعادت

جان۔

وَالْعِلْمُ نُورٌ رَبَّانِيٌّ يَسْرُدُ فِي الْقُلُوبِ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ

علم نور ربانی ہے جو دلوں میں اللہ تعالیٰ نے زبردست حکمت والا اپنے فضل سے وارد کرتا ہے۔

حضرت شیخ الشیوخ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اتارا اس نے آسمان سے پانی جس کی بنا پر وادیاں بہنے لگیں اپنے مقدر بھر۔

بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

المَاءُ الْعِلْمُ وَالْأَوْدِيَةُ الْقُلُوبُ

(علم پانی ہے اور دل وادیاں ہیں)

اور وہ علم وراثت ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اولیاء کرام کو میراث پہنچتا ہے :

العلماء وورثة الانبياء وهو المقصود من الورثة وبذلك
فضل الانبياء العلماء قال عليه السلام علماء امتي كانبيا
بنی اسرائیل وذلک العلم باللہ والعرفان به من عرف
الاشیاء باللہ ولا یحجبه الاشیاء عن اللہ فاعرف حق العرفان
کشف مشاہدۃ وحینا لا یخطر ببالہ غیر المعبود وتیقن انہ
لا یتصور فی العقل تکثر واجب الوجود۔

د علماء انبیاء کے وارث ہیں اور اس سے یہی (علم) کا ورثہ مراد ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا میری امت
کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں اور یہ علم و عرفان اللہ سے ہے۔ جس نے جمیع اشیاء کو
یکے لپیٹے پہچان لیا اور جو چیز مخفی رہی تو اس نے پہچاننے کا حق ادا کر دیا۔
چنانچہ غیر اللہ کی پرواہ اس کو نقصان نہیں دیتی اور واجب الوجود کا تکثر عقل میں متصور

نہیں ہوتا)۔

بیت سے از انکہ آشنائی با تو ام شد

شدم بے گانہ از ہر آشنائے

جس وقت سے اے محبوب! آپ کے ساتھ آشنائی ہوئی ہے سب آشناؤں سے میں

بیگانہ ہو گیا یا تجھ سے اس وقت آشنا ہوا جب سب آشناؤں سے بے گانہ ہوا۔

اور چونکہ عاقل وہ ہوتا ہے جو محال (ناممکن) قبول نہ کرے کون ایسا عاقل ہے جو وحدت الہیہ کے سوا

واجب الوجود کے تکثر (کثرت) کی طرف مائل ہو۔

فانہ وبال والتصورۃ خیال الاکل شمی ما خلا اللہ باطل و

الباطل فانی والمحق باقی فتوکل علی الحق الذی لا یموت و

ایضاً ان کلیة واجب الوجود قبیح لعینہ والعقل لا يتصورها بدون القبح فلا يحوزها قط وذكر في الصحائف ولا يثبت النبوة الا بثلثه اشياء الاول اظهار المعجزة والثاني ان لا يدعى ما ينكره العقل ظاهراً كما يقول واجب الوجود اكثر من واحد الى اخره ايضاً لو كان واجب الوجود كلياً لكان الله تعالى جزياً والكل جراً الجزى فيلزم التوكل في ذات الله تعالى وذلك لا يجوز فماذا بعد الحق الا الضلال۔

کیونکہ یہ وبال ہے اور تصور بمعنی خیال ہے خبردار اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے اور باطل فانی ہے اور اللہ باقی ہے پس اس ذات حق پر توکل کرو جس کو موت نہیں۔ نیز بے شک واجب الوجود کی کیفیت قبیح ہے اپنے عین کے لیے۔ اور عقل اسے قبیح کے بغیر تصور نہیں کرتی۔ اور اُسے کبھی متخیر نہیں کرتی اور محال میں مذکور ہے کہ نبوت تین اشیا کے سوا ثابت نہیں ہوتی۔ اول اظہار معجزہ، دوم یہ کہ جسے عقل ظاہراً غلط سمجھتی ہے نبوت اس کا دعویٰ نہیں کرتی۔ جیسے وہ کہتا ہے کہ واجب الوجود واحد سے زیادہ کثیر ہے۔۔۔۔۔ الی الاخرہ، نیز واجب الوجود کلی ہوتا تو بحق تعالیٰ جزی ہوتا اور کلی جزی کا جزو ہوتا۔ پس لازم آتا ہے کہ ترک اللہ کی ذات میں ہونا جائز ہے۔ اور یہ حق کے بعد گمراہی ہے۔

بیت سے چنگ با حضرت خدا زودہ اند

ہر چہ آن نیست پشت پا زودہ اند

انصوں نے یعنی مردانِ خدا نے حضرت حق میں ہاتھ مارا ہے اور ما سوامی اللہ کولات مار رہی ہے۔

بیت سے مردے باید نہ سر او را نہ پائے

جگمگ گشتہ درو اور خدا سے

مردہ ہے کہ جس کا سر ہونہ پاؤں، تمام کائنات اس میں گم ہو اور وہ خدا میں۔

سر اور پاؤں نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ ظاہری وجود اور اعضا کے حسن و جمال سے آدمی نہیں بنتا بلکہ آدمی وہ ہے جس کے اندر تمام کائنات گم ہو اور وہ خدا کی ذات میں گم ہو۔ انسان کے اندر کائنات کے گم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے نزدیک تعینات عالم مٹ جائیں اس کے بعد وہ خود بھی مٹ جائے اور ذاتِ حق میں گم ہو جائے۔ اگرچہ جنتِ جاوداں کی خوشخبری اور دوزخ کی عقوبت کا خوف موجود ہے لیکن مردانِ حق سوائے حق سبحانہ کے کسی چیز کا غم نہیں کرتے اور دردِ عشق کے لئے مرہم کے متلاشی نہیں ہوتے۔

بیت سے نے در غم دوزخ و بہشت اند

ایں طائفہ را چنین سرشت اند

اس طائفہ کے لوگوں کی سرشت یعنی ضمیر اس طرح کی گئی ہے کہ نہ دوزخ سے ڈرتے ہیں نہ بہشت کے طلب کار ہیں۔

اور نادان اس میدان میں مجال نہیں رکھتا اور اپنے کم مایہ عقل کی وجہ سے محروم رہ جاتا ہے :

وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَيَقُولُونَ هَذَا أَفْلَاكٌ قَدِيمٌ

(جب اس کی راہ نہیں پاتے تو کہتے ہیں کہ یہ بہتان (جھوٹ) قدیم ہے)۔

ان کے حق میں صادق آتا ہے۔ کیا کیا جائے کہ تقدیرِ حق جس کے لئے کاف لکھ دے کاف نہیں ہوتا (یعنی ذرہ بھر فرق بھی واقع نہیں ہونے پاتا) :

وَمَنْ يَهْدِي اللَّهُ فَمَا مُضِلٌّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَآ هَادِيَ لَهُ

جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

ایک حقیقت ہے۔ اور اس میں کسی کو کلام نہیں :

لَا يَسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ

(خدا سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ خدا ہر ایک سے پوچھ سکتا ہے)

سارے جہاں کے لبوں پر مہر سکوت لگا دی ہے اور انبیار و اولیاء کو حیرت میں ڈال دیا ہے:

بیت سے کرا زہرہ آل کہ از بیم او

کشاہد زبان جز بہ تسلیم او

کس کی مجال ہے کہ سوائے تسلیم و رضا کے اس کے سامنے دم مار سکے۔

وہ کیا ہی احمق ہے جو حق تعالیٰ کی قدرت میں کلام کرتا ہے اور اس کی قدرت کو کون و لامکان پر

جاری اور ساری نہیں سمجھتا۔ اُسے یہ بھی معلوم نہیں کہ خدا قدرت پر ہے نہ کہ عادت پر۔

بیت سے دوئی رانیست را در حضرت تو

ہمہ عالم توئی و قدرت تو

دوئی کو تیرے حضور میں کوئی گنجائش نہیں۔ سارا عالم تو ہے اور تیری قدرت ہے یعنی تیری

صفات کا مظہر ہے۔

وہ ذاتِ پاک اس بات پر قادر ہے کہ ممتنع لنفسہ (غیر واجب الوجود) کو وجود میں لائے اور میدان امکان

میں چھوڑ دے؛

خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا

اس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو بغیر ستون کے جنہیں تو دیکھ رہا ہے۔

خواجہ نظام فرماتے ہیں؛

حصار فلک بر کشیدی بلند برو کردہ اندیشہ را شہر بند

چناں بست این طاق نیلوفری کہ اندیشہ رانیست ازوبرتری

تو نے فلک کا بلند قلعہ کھڑا کر دیا ہے وہ قلعہ کہ جہاں اندیشہ یعنی خیال بشری کی رسائی نہیں

یہ نیلگوں چھت اس طرح تیار کی ہے کہ اس سے بہتر وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی۔

نادان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ روح اضافی (روح انسانی) ایک لمحہ میں لامکان سے مکان میں یعنی کائنات

میں اور مکان سے لامکان میں پہنچ جاتی ہے؛

كَلِمَةٍ بِالْبَصَرِ اَدْوٰهُوَ اَقْرَبُ
انکھ کے چھپنے میں یا اس سے بھی کم وقت میں۔

وما كان الله ليعجزه من شئ في السموات والارض
(اللہ کو کائنات کی کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی)

نادانوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ فانی کو (یعنی بشر فانی کو) عالم فانی سے نکال کر عالم باقی میں پہنچا دیتے
ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے باقی باللہ کر دیتے ہیں!

من الملك الحي الذي لا يموت الى الملك الحي الذي لا يموت
(اللہ کے ملک لازوال سے اللہ کے ملک لازوال کی طرف)

کے مطابق:

بیت سے ہر چہ در توحید مطلق آمدہ است
اں ہمہ در تو محقق آمدہ است

جو کچھ توحید مطلق یعنی توحید باری تعالیٰ کے لئے آیا ہے وہی تیرے لئے یعنی انسان کامل
کے لئے محقق ہے۔

حضرت مصطفیٰ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوش عشق میں کون و مکان سے گذر کر قاب قوسین
سے بھی پرواز فرما گئے اور لامکان اور اذ ادنیٰ کے مقام پر داخل تھے اور حق تعالیٰ نے کابے جہت
بے زمان بے کیف اور بے مکان مشاہدہ کیا:

بیت سے رفت بجائے کہ دوئی دور بود

دید خدا را نہ از خدا دور بود

ایسے مقام پر پہنچے جہاں دوئی نہ تھی۔ خدا کو دیکھا لیکن خدا سے جدا نہ تھے۔

صاحب عوارف المعارف نے اسی بات کی وضاحت فرمائی ہے فرماتے ہیں:

وهوالمقام الذي خطى به رسول الله ليلة المعراج ومنع عنه

موسىٰ بَلَن تَرَانى

یہی وہ مقام ہے جو شبِ معراج میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا اور جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کن ترانی کہہ کر منع کیا گیا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک لمحہ میں اٹھارہ ہزار عالم سے گذر گئے :

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرَىٰ بِعَبْدِہٖ لَیْلًا

پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو ایک رات...

اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے :

بیت سے زمین زادہ بر آسماں تاختہ

زمین آسماں را پس انداختہ

ایک زمین زادہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسماں پر پہنچ گئے بلکہ زمین و آسماں کو بھی پیچھے چھوڑ گیا۔

اس کی حکمت اس کی قدرت سے اور اس کی قدرت اس کی حکمت سے ظاہر ہے لیکن کون خوش نصیب اسے سمجھے۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر بن عوارف المعارف میں قدرت کے بیان میں فرماتے ہیں کہ مرد یعنی مردِ حق اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اگر مشرق میں ہے اور دائیں پہلو سے بائیں پہلو بدلے اور مغرب میں پہنچ جائے۔ اور فرشتہ ایک ساعت میں بلکہ ایک لمحہ میں عرش سے فرش پر فرش سے عرش پر پہنچ جاتا ہے اور راستے میں کوئی حجاب مانع نہیں ہوتا۔ چونکہ بشر فرشتے سے بہتر ہے اس لئے قدرت میں بھی اس سے برتر ہے اگرچہ حکمت میں کمتر ہے اور جو ایک کی عادت ہے دوسرے وہ خلاف عادت ہے یا دوسرے کہ خلاف عادت ہے نہ کہ خلاف قدرت۔ چنانچہ اونٹ سوئی کے سوراخ سے نہیں گذر سکتا کیونکہ یہ اس کے لئے خلاف عادت ہے اور یہ خلاف عادت ہے نہ کہ خلاف قدرت۔ ایک بشر جو کون و مکان سے نہیں گذر سکتا خلاف عادت ہیں کیا لازم کرے کہ خلاف عادت ہو۔ قدرت کی نفی نقائص میں ہوتی ہے نہ کہ کمالات میں۔ اور یہ کمال الوہیت کی وجہ سے ہے کہ بندہ خدا تک رسائی

حاصل کر لیتا ہے اور خدا کا پتہ بتاتا ہے :

مصرعہ ۷
فِيهِ خَيْرٌ لِّأَهْلِ الْعِزَالِ
(اصل میں معتزلہ کے لیے حجاجی ہے)

لیکن غیب کی یہ ندالہ :

وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ
اور تیرے رب تک سائیکین کی انتہا ہے۔

اگر عالم غیب سے لوگوں کے کانوں تک نہ پہنچے اور یہ مقام حاصل نہ ہو تو کوئی کیوں غم کھائے یا اس سے
کیوں انکار کرے :

مصرعہ ۸
مُحِبُّ رَازٍ بِحِجِّهِ جِرَافٌ نَصِيبٌ نَيْسْتِ
مُحِبُّ كَوْ لِعِنِّي حَسُّ كِ سَاغِ نَيْسْتِ بِحِجِّهِ جِرَافٌ نَصِيبٌ نَيْسْتِ

خدا کی قسم وہ :

اور وہ یعنی خدا تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو

تجھے ایسے مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ سب حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ اور کوئی پردہ حائل نہیں رہتا۔ اور سوائے
مشادہ جمال کم زلی اور کمال لایزال کے اور کچھ نہیں رہتا۔ اور کون قسمت والا اس کی تمنا کرتا ہے اور کون
اس تمنا کی بدولت مقام بقا یعنی حق کا وصال کرتا ہے :

جَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ

اللہ میں یعنی ذات حق میں جہاد کرو اور جہاد کا حق ادا کرو۔

سے یہی مراد ہے۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے عطا کرے اور اللہ بڑا افضل و کرم کرنے والا ہے

خدا ہم سب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت یہ دولت نصیب کرے۔

مکتوبات ۸۲

بجانب فقیر حقیر خضر بدین صدیقی جو پوری المعروف میاں خاں
جامعہ میں مکتوبات ایک خط کے جواب میں جو حالات اور واردات
کے متعلق تھا۔

حق حق حق!

اے برادر کا خط ملا۔ مضمون سے آگاہی ہوئی۔ آپ نے لکھا ہے کہ دل میں بعض ایسی چیزیں نازل
ہوتی ہیں کہ قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ اے بھائی! مردانِ حق کے لئے ہر شب، شبِ برات اور روز، روز
عید ہے۔ لیکن وہ عید نہیں جو اہل جواں اور اہل غوغا (یعنی لڑنے جھگڑنے والے لوگوں) کو نصیب ہے:

بیت ۷ عید ہے کہ درو ہزار جاں قربانست

چہ جلے دل زمان بے سرفسانست

وہ عید جس پر ہزار جان قربان ہے۔ بے سروسامان عورتوں کے ڈول میں کہاں سما سکتی ہے
عزیز من! مشاہدہ جمالِ دوست اور کمالِ دوست جو مردانِ حق کو حاصل ہے عام زاہدوں اور
عابدوں کو کہاں نصیب ہے۔ اہل ظاہر جو ظاہری تہیج اور مصطفیٰ پر قانع ہیں عشقِ دوست کو کیا جانیں۔ ظاہر
پرست لوگوں کی مثال عورتوں کی سی ہے جو ظاہری حسن و جمال پر قناعت کرتی ہیں۔ خدا پرستوں کا مقام اور
ہے کیونکہ خدا تعالیٰ صورت اور کیفیت سے پاک ہے۔ لہذا مردانِ جانبار اور جہاں نماز (جہاں کو آگ
لگا دینے والے یعنی مستغنی عن الناس) طلبِ حق اور مقامِ عشق میں عالمِ صورت سے گذر کر عالمِ قدس
میں جولانی کرتے ہیں (دوڑتے ہیں) اور محو بے خود اور مستغرق ہو جاتے ہیں۔ دوست کے سوا ان کے
دل میں کسی اور کی جگہ نہیں ہوتی۔ اور اس کے سوا کسی کی پروا نہیں کرتے۔ توحیدِ حق اور وصالِ دوست ان
کی غذا ہوتی ہے:

بیت سے
مرغ عشقم کہ مرادانہ توحید دہند
زیر ہر گنگرہ عرش بود پروازم
میں عشق کا پرندہ ہوں اور مجھے توحید کا دانہ ملتا ہے عرش کے ہر گنگرہ کے نیچے میری پرواز
ہوتی ہے۔

وہ ہمیشہ دوست میں اس قدر مستغرق رہتے ہیں کہ اگر ملکِ مقرب (مقرب فرشتہ) ان کو تلاش کرے
تو نہ پاسکے۔ کیونکہ وہ بے چارہ اگرچہ مقرب ہے لیکن عالم کون (کائنات) میں ہے اور درویش کون و مکان
سے باہر ہے:

فِ مَقْعَدِ صَدَقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ

(شاہِ عالی مقام کے ہاں متام صدق میں ہیں)۔

پس عزیز من! ان کے دل کی حرارت (عشق کی گرمی) ان کی راحت ہے کیونکہ اس حرارتِ عشق
کی بدولت انھیں دوست تک رسائی ہوتی ہے اور جس قدر قرب و وسال ان کو حاصل ہوتا ہے اس سے
مطمئن نہیں ہوتے کیونکہ ذاتِ حق کی کوئی انتہا نہیں ان کے سوز و گداز کی بھی کوئی انتہا نہیں۔
”مے سازو مے سوز مے کش و مے کوش مے پڑو مے پار“ (جلتے رہو اور خوش رہو کوشش
کر دو اور کاوش میں رہو حرارتِ عشق میں پک جاؤ اور پکاؤ)۔ کسی نے خوب کہا ہے:

بیت سے
دل خرابی میکند دلدار را آگہ کنید

زینہار اے دوستاں جان من جانِ شما

دل خرابی مچا رہا ہے اور دوستوں اور دلدار کو اس سے آگاہ کر دو وہ دلدار جو ہم سب کی جان ہے۔
یہ بے چارہ (یعنی حضرت شیخِ خود) بھی حیرت میں ہے اور اس کی کوئی دستگیری نہیں کرتا۔ اور وہ عشق
اور سوزِ دل کے سوا اسے کوئی کام نہیں۔ کچھ تسلی نہیں ہوتی اور معلوم نہیں ہوتا کہ کیسے ہوں:

بیت سے
رسیدم من بدریا نئے کہ موجش آدمی خوار است

زکشتی اندراں دریا نہ ملائے عجب کار است

میں ایسے دریا میں پہنچ چکا ہوں کہ جس کی موجیں آدم خوار ہیں اور عجب یہ ہے کہ نہ اس کے اندر کشتی ہے نہ ملاح ہے۔

ہر وقت بے خود بناتے ہیں اور دریائے فنا میں پھینک دیتے ہیں لیکن انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین (مؤمنین کے قلوب میں سکون کا نزول ہوا) کے مصداق بے قراری میں قرار، سوز میں ساز، اور حرارت میں راحت ہے۔ فِصْبَرٌ جَمِيلٌ (پس صبر جمیل ہے یعنی صبر میں قرار ہے)۔

جہاں چلے لے جاتے۔ مصطفیٰ علیہ السلام اسی حرارت میں راحت تلاش کرتے تھے اور فرماتے

تھے: ارحنی یا بلال

اے بلال مجھے راحت پہنچاؤ۔

اللہ اکبر کہہ کر میری جان بے سرو سامان کو راحت پہنچاؤ۔ اور جب گھر تشریف لے جاتے تھے تو فرماتے تھے کہ:

كَلِمَتِي يَا حَمِيْرًا

اے حمیر یعنی عائشہؓ میرے ساتھ بات کرو۔

سبحان اللہ! وہ بلال یعنی بلبل بوستانِ احدیت، اور وہ عائشہ عروسِ جمالِ صمدیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرارتِ قلبی میں راحت پہنچانے والے ہیں تاکہ حق تعالیٰ کی حکمتِ ازلی کے مطابق کچھ عرصہ اپنے اصحاب کے ساتھ رہ سکیں اور خلقت کو ہدایتِ عشق سے نوازیں۔ ورنہ ہم کہاں اور وہ ذاتِ بابرؑ

کہاں؟ بیت ۷ مصطفیٰ را بود دائم این دو حال

کلمتی یا حمیر و ارحنی یا بلال

مصطفیٰ پر دائمی طور پر یہ دو حال طاری رہتے تھے۔ ایک کلمتی یا حمیر اور ایک ارحنی

یا بلال یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بات چیت کی وجہ سے آپ استفراق

ذات سے نکل کر عالمِ ناسوت میں آتے تھے اور حضرت بلالؓ سے اذان سن کر آپ عالمِ بالا

کی طرف پرواز فرماتے تھے۔

چنانچہ آپ کون و مکان سے گذر کر مقامِ قابِ قوسین و اودنیٰ پر خیمہ زن ہو جاتے تھے:

بیت ۷ بنا لہائے عزیز گونے قصہ محبوب
چو یار آمد و اختیار درنے گنجد
اپنے دلسوز نغموں سے محبوب کو یاد کر کیونکہ جب یار آتا ہے تو غیر کی جگہ نہیں رہتی۔

۷۔ منجانب محمد مجیب ابن شیخ محمد چشتی قدوسی انصاری سہارنپوری؛ نقل ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی وقت فرماتے تھے کہ کَلِمَتِي يَا حَمِيدُ یعنی اے مالک شہ میں سے ساتھ بات کرو اور کبھی یہ فرماتے تھے کہ ارحنی یا بلال یعنی اے بلال مجھے راحت پہنچاؤ۔ ان دو احادیث کے معنی حجۃ اولیاً شیخ نظام الدین تھانیرئی نے یہ فرمائے ہیں کہ جس وقت اس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر لطافت طاری ہوتی تھی اور ظاہر پر باطن کا غلبہ ہو جاتا اور یہ خوف لاحق ہوتا تھا کہ عالم لطافت (ذات) میں رہ کر عالم ناسوت سے تعلق منقطع ہو جائے گا تو آپ ناقصین کے لئے تکمیل کے عالم ظاہری کی طرف رجوع کرنا چاہتے تھے اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو آپ کی محبوب ظاہری تھیں کو حکم فرماتے تھے میرے ساتھ بات کرو اور مجھے اپنی طرف کشش کرو تاکہ باطن سے ظاہر کی طرف آؤں۔ اور جس وقت عالم ظاہر میں اشتعال بڑھ جاتا تھا اور منصب نبوت پورا ہو جاتا تھا تو باوجودیکہ عالم صورت آنحضرت کی نظر میں جلوہ باطن سے خالی نہ تھا آپ کا طائر روح یعنی محض طلبگار ہوتا تھا اور اس مقام کی طرف پرواز کرنا چاہتا تھا جہاں نہ صورت ہے نہ شکل نہ تمثیل۔ پس آپ فرماتے تھے کہ اے بلال! مجھے راحت پہنچاؤ اور اذان دو تاکہ نماز میں مشغولی کی وجہ سے عالم صورت سے قطع تعلق واقع ہو اور عالم معنی کی طرف پرواز ہو سکے۔ اس کی دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ دونوں احادیث کا اشارہ ایک ہی حال کی طرف ہے۔ یعنی اے بلال! اگر تیری خواہش یہ ہے کہ نماز میں مشغول ہو کر عالم ظاہر سے فارغ ہو جائیں تو اذان دے اور مجھے راحت پہنچاؤ تاکہ عالم معنی یا عالم باطن میں پہنچ جاؤ اور اے عائشہ! اگر تو یہ چاہتی تو تیرے ساتھ بات چیت کرو اور میں باطن سے ظاہر کی طرف متوجہ ہو جاؤں تو بات کر میری حالت میں فرق نہیں آئے گا کیونکہ عالم ظاہر میں رہتے ہوئے شہود و حقائق الہیہ مجھ پر جلوہ گر رہتے ہیں اور ظاہر و باطن میری چشم بعیرت کے لئے یکساں ہے۔

شیخ کا مختلف مقامات پر دیکھا جانا

نیز آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے آپ (حضرت شیخ کو) فلاں فلاں جگہ دیکھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بیچارہ تو نماز جمعہ اور جماعت کے سوا کہیں نہیں جاتا۔ مفت میں لوگوں نے اس فقیر کو بدنام کر دیا ہے اس بیچارے کے پاس کیا دہرا ہے البتہ مروان خدا مقام قدرت حق اور کشف میں پہنچ کر ایک لمحے میں ہزار مقامات پر حاضر ہو سکتے ہیں۔ عرش پر جاتے ہیں۔ بہشت میں جاتے ہیں۔ اٹھارہ ہزار عالم کی سیر کرتے ہیں کیونکہ عالم توحید میں مکان و زمان کوئی چیز نہیں اور اہل مکان و زمان انہیں اپنے مکان اور زمان میں پاتے ہیں لیکن وہ دوست کے ساتھ بے مکان و بے زمان ہوتے ہیں۔ اور اس مقام میں یہ حضرات اس قدم بلند چلے جاتے ہیں کہ مقرب فرشتہ کو بھی حیرت ہوتی ہے اور یہ چلا اٹھتا ہے کہ یہ خاک کا پتلا کہاں سے کہاں چلا گیا۔ یہ دیکھ کر عالم ملکوت میں (فرشتوں کے جہان) شور برپا ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ کا دوست نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ حق کے ساتھ مشغول ہوتا ہے۔ ابتدائے حال میں اُسے اس بات کی خبر نہیں ہوتی لیکن جب کمال کو پہنچتا ہے تو اسے اس حال سے آگاہی ہو جاتی ہے اور دوست کا وصال محسوس کرتا ہے اس حالت کا نام ہے باہمہ اور بے ہمہ۔ اس حالت میں دنیا و عقبی (عالم ظاہر و عالم باطن) ازل و ابد ان کے لئے ایک ہو جاتا ہے اور غیر کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ محققین کے قول :

النهاية هو الرجوع الى البداية انتہا کیا ہے ابتدا کی طرف رجوع کرنا۔

کے کیا معنی ہیں :

بیت سے کے از شوقِ جاناں گشت مدہوش

ہمہ عالم شدہ اورا فراموش

وہ شخص جو دوست کی محبت ہو جاتا ہے سارے جہاں کو بھول جاتا ہے۔

آئندہ وہی ہوگا جو حق تعالیٰ کی طرف سے منکشف ہوگا۔

ظہورِ خدّ و خالِ دوست

آپ نے یہ بھی لکھا تھا کہ خدّ و خال کے رموز جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اے

برادرِ خدا تعالیٰ ان جلووں میں ترقی عطا فرما دے۔ رموزِ خدّ صحرائے ازل میں منقش ہوتے ہیں اور رموزِ خال یہاں ابد کی بنیاد رکھتے ہیں۔ کمالِ قرب میں حیرت ہی حیرت ہے:

یا دلیل المتحرین زِدْنِي تَحِيْرًا

اے حیرتِ ندوں کے بہارِ امیری حیرت میں اضافہ کر۔

ان حضرات کے لئے نقدِ وقت ہوتا ہے لیکن

قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ کر۔ (قرآن)

میں یہ اشارہ ہے کہ جو شخص بحرِ علم میں غرق ہو جاتا ہے کنارے تک نہیں پہنچتا کیونکہ

إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ وَلَا حُدَّ الْأَشْيَاءُ لِأَنَّهُ لَا حُدَّ لِلْحَقِّ

وَمُلْكِهِ وَذَلِكَ يُوْرثُ الْعَبِيْرَةَ فِي حُرْفَانِ الْحَقِّ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى

فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

(ہر چیز اس کے احسانِ ثانیہ کا نتیجہ ہے چونکہ حق تعالیٰ کی کوئی حد نہیں اشیا عالم

کی بھی حد نہیں۔ یہ ہے نتیجہ عرفانِ حق تعالیٰ کا جو بلند و برتر ہے اور جس کے سوا

کوئی چیز نہیں)۔

بیت سے مرغے کہ ازیں جس گزردار کو

زائلِ قطرہ کہ از قعرِ خبرِ دارو کو

وہ پنڈہ جو اس سمندرِ بحرِ فنا سے گزر گیا ہو کہاں ہے یعنی نہیں ہے اور وہ قطرہ جو دریا

کی تر سے خبر رکھتا ہو کہاں ہے یعنی کوئی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے ذاتِ مطلق بے حد بے چوں

چگوں بے نہایت و بے غایت اور لائقین کی انتہا تک کوئی سائلک نہیں پہنچ سکتا۔

ظہور الوار و قلت گفتار

نیز آپ نے لکھا ہے کہ الوار کا اس کثرت سے ظہور ہوتا ہے کہ علم سے مالا مال ہو جاتا ہوں لیکن نہ تحریر کی مجال ہوتی ہے نہ بیان کی۔ اسے برادر! واضح باد کہ حق تعالیٰ کلام پاک میں فرماتے ہیں :

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ أَضْحَقُ مِنَ السُّجُودِ ۚ

پس جب ہر جگہ نور ہی نور ہے تو حق تعالیٰ کے دوست کے لئے نور کچھ اور کیا ہو سکتا ہے۔ نہ یہاں ظلمت کی گنجائش ہے نہ حجابات کا گذر ہے۔ بحر علم میں اس قدر آشنائی اور وسعت نصیب ہوتی ہے

وَعَلَّمْنَا لَهُم مِّنْ لَّدُنَّا عِلْمًا

اور ہم نے اسے اپنی جانب کا علم عطا کیا۔

کے مصداق اس قدر فتوح غیب میسر آتی ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ اس حالت میں تحریر و تقریر کی مجال ہے کہ اس استغراق اور محویت کو بیان کر سکے۔ یہاں مقصود کلی عرفان ہے نہ کہ بیان۔ پس طالب کے مرتبہ کے مطابق بیان کیا جاسکتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ :

كَلِمَةُ النَّاسِ عَلَى قَدْرِ عَقْلِهِمْ

لوگوں سے بات کرو ان کی عقل کے مطابق۔

پس سالک کا بیان کیا ہے سب عرفان ہے اور عرفان کیا ہے عین سبجان ہے :

بیت ۷ بندہ جائے رسد کہ محو شود

بعد ازاں کار جز خدائی نیست

بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے کہ محو ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد خدائی کے سوا کوئی کام نہیں ہوتا۔

بندہ خدا نہیں بن جاتا لیکن اس جگہ پہنچ جاتا ہے کہ بندہ سے بندہ ہونا اٹھ جاتا ہے :

اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهَلُوَاللَّهُ ۚ

جب فقر انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے۔

کا اشارہ اسی مقام کی طرف ہے۔ اور یہ سب حق سبحانہ تعالیٰ کے کمالات کی تجلیات کا ظہور ہے
حق تعالیٰ اس میں ترقی دے :

بیت سے بنائے رخِ خویش چہ مے پوشی اکنوں
اوصافِ جمال تو چو بشنید جہانے

اے محبوب! اب جب کہ سارے عالم میں تیرے حسن و جمال کا چرچا ہے اب تو چہرے
سے نقاب اٹھا بچھپانے کا کیا فائدہ۔

دل کا بے قرار ہونا اور نظر پر دلدار ہونا یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اکثر اوقات دل ہر وقت

پرواز میں رہتا ہے لیکن کسی چیز سے قرار نہیں پکڑتا البتہ نظر خواب و بیداری میں ہر وقت دلدار پر رہتی
ہے۔ اے برادر! واضح باد کہ یہ عالم تجرید و تفرید ہے جہاں مردانِ حق غلبہ حال کی وجہ سے خلق سے
غیب ہو جاتے ہیں اور کوہ و بیابان میں چلے جاتے ہیں۔ ان کو ابدال و احوال دکتے ہیں۔ ابتدا میں تمام
طابین کو یہی معاملہ درپیش ہوتا ہے۔ لیکن مردانِ حق و انبیاء علیہم السلام کی متابعت پر مستحکم ہوتے ہیں اور
سالکانِ بتدیال کو خلق کے ساتھ رہنے پر مجبور کرتے ہیں تاکہ یہ خلقت کی دستگیری کریں۔ اور ان کی راہ
نمائی کریں۔ ایسے لوگوں کو مشائخ طبعات کہا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ اُن عزیز کو مشائخِ حقیقت
کے طریق پر قائم رکھے اور خلقت کے درمیان رکھ کر ان کی دستگیری کا موجب بنائے۔ امید ہے یہ
دعا مستجاب ہوگی۔ لیکن اُن برادر کو چاہیے کہ اس بے چارہ کے لئے جو کہ غرق ہو چکا ہے۔ دعا کریں تاکہ
حق تعالیٰ اس کا مدد و معاون ہو :

بیت سے یار کار افتادہ را یاری ہم از یاروں رسد

پیل در گل ماندہ راشہ پیل باید تا کشد

دوست کو چاہیے کہ گئے گزبے دوست کے لئے مددگار بنیں۔ کیڑ میں غرق شدہ ہاتھی کے

بے ایک شہ پیل یعنی بہت ہی طاقتور ہاتھی آتے اسے باہر نکالے۔

غلغلہ و شورشِ عشق

آپ نے لکھا ہے کہ غلغلہ و شورش اس قدر ہے کہ تحریر سے باہر ہے
انکھیں کانپ رہی ہیں قلم بھی دوڑنے لگتی ہے اور کبھی ساکت ہو جاتی ہے۔ زلف پریشان ہے اور حیرانی
درپیش ہے :

یقتیں مے داں کہ آں شاہِ نکونام

بدست سر بریدہ مے رہد جام

یقین جانو کہ وہ مہربان بادشاہ جو رستم کے بعد اپنے ہاتھ سے جامِ شربت بھی پلاتا ہے۔
اے برادر! واضح باد کہ مردانِ حق کے عشق و حال کا غلغلہ (شورش) کون و مکان میں شور بپا
کرتا ہے اٹھارہ ہزار عالم کو مسح کرتا ہے۔ اور تاجِ شاہی دو جہان ان کے سر پر رکھتا ہے اور شاہ
کونین بنا دیتا ہے اور ان کے دل کو نورِ حق سے منور کرتا ہے :

محرابِ جہاں جمالِ رخسارہ ماست

سلطانِ جہاں در دلِ سچاۓ ماست

ہمارے چہرے کا جمالِ سجدہ گاہِ خلق ہو گیا ہے اور سارے جہاں کا بادشاہ ہمارے دل
حزین میں سما گیا۔

کسی وقت عالمِ تحریر میں انکھیں کانپنے لگتی ہیں اور فَاِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (پس تو ہماری آنکھوں میں آگیا)
سے خبر دیتی ہیں کسی وقت :

وَالطُّورِ وَكِتَابٍ مُّسْطُورٍ فِي بَرَقٍ مُّنْشُورٍ

(قسم ہے طورِ سینا کی اور کتابِ مسطور کی)۔

کے مقام میں قلم دوڑنے لگتی ہے اور رموز و اسرار بیان ہونے لگتے ہیں۔ کسی وقت زبان گنگی ہو جاتی ہے
اور کمالِ معرفت کی وجہ حیرت طاری ہو جاتی ہے اور کمالِ قرب کی وجہ سے جمالِ لم یزل و لایزال میں
میں محو ہو جاتے ہیں۔ قربِ دوست اور اس کے ساتھ دلربائی اور عشقِ بازی میں وہ مقامِ حیرت

حاصل ہوتا ہے کہ اپنے سرو سامان کی کچھ خبر نہیں رہتی۔ اس مقام پر مردانِ حق سزا و تن کی بازی لگا رہتے ہیں اور دوست کے ہمراہ ہو کر دنیا و مافیہا کی پروا نہیں کرتے :

بیت ۷
 این راہ محققان سربازانست
 واری سرتو آنکہ کلہ مے طلبی

یہ راستہ جان پر کھیل جانے والے محققین کا ہے۔ یہ جو تاج طلب کر رہا ہے کیا تو سر رکھتا ہے،

یعنی جب سر ہی نہیں تو تاج کس کام آئے گا۔

تاج وہ طلب کرے جو سر رکھتا ہے۔ لوگوں سے تعلق اس وقت پیدا کیا جاتا ہے جب کسی کے ساتھ ہو۔ اس لیے چارے کا نہ کسی سے کوئی لگاؤ ہے نہ یہ سر رکھتا ہے لہذا اس نے جان دوست کے کردی ہے موم کی طرح جمالِ دوست کی شمع کے سامنے پگھل رہا ہے اور پروانے کی طرح آتشِ محبت کو سردے چکا ہے۔

بیت ۸
 عشق بازاں دیگر اند و عیش سازاں دیگر اند

آنچه در فرہاد مے بنم در پرویز نیست

عشق بازاں اور عیش پرست اور میں جو کچھ ہم فرہاد میں دیکھ رہے ہیں پرویز میں نہیں ہے

گر عشق مے بازی دلا پرواز نہ شوئے مگس

بالائے آتش چرخ زن پرواز بر حلوہ مکن

اگر تو عشق بازی کرتا ہے تو پرواز نہ بن کر آگ میں جل جائیگی مگس کی طرح حلوے کے گرد چکر

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے حضرت شیخ نے جو کچھ فرمایا تھا لکھ لیتا ہوں یہ کام مبارک

صادق وہ ہے جو جو کچھ اپنے شیخ سے سنے قلب بند کر لے ہر حرف کے بدلے اس کے عند اللہ ہزار

بند ہوتے ہیں اور یہ سارا علم الہی اہل اللہ کے نصیب ہوتا ہے خدا یہ دولت اور یہ سعادت نصیب

اسے برادر احوال و الوار و وارث ربانی میں سے جو کچھ دل پر منکشف ہو سب قلب بند کر لینے

یہ چیز آگے چل کر رشد و ہدایت میں کام آئے۔ ممکن ہے کوئی طالبِ صادق اس سے بہرہ منا

مقصود پر پہنچ جائے۔ اصل فیص رساں حق تعالیٰ ہیں اور میں اور تو درمیان میں بہانہ نہیں۔ اس کا فیص
نقطع نہیں ہوتا۔ ہر روز اور ہر لمحہ ہزاروں کو نوازا جاتا ہے اور محرم اسرار بنایا جاتا ہے:

وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا

اور اے پیغمبر اسلام تو دیکھے گا لوگوں کو اللہ کے دین میں داخل ہوتے ہوئے فوج در فوج۔
یہی مراد ہے تم نے نہیں دیکھا نان بانی بیچارہ دوسروں کے لئے آنا گوندھتا ہے اور روٹی پکاتا ہے
ت اللہ ہے جو ہر وقت جاری ہے:

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا

اور اللہ کی سنت میں تو کوئی تبدیلی نہ دیکھے گا۔ اور سنت اللہ ہی ہے کہ ہر شخص دوسروں کے
فائدے کے لئے محنت کرتا ہے لہذا سالک کو بھی چاہیے کہ مجاہدات کرے اور واردات الہی
قلبند کرتا جائے تاکہ دوسروں کے کام آئیں۔

تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس بے چارے کی اس بھائی کی اور جمیع مسلمانوں کی عاقبت بیکر کرے
صلی نبی علیہ السلام وآلہ۔

مکتوب ۸۳

بجانب قاضی عبدالرحمن صوفی شاہ آبادی۔ ایک خط کے
جواب میں جس میں انھوں نے اپنے حالات اور واردات
بیان کیے ہیں۔

حق حق حق!

آپ نے لکھا ہے کہ اکثر اوقات گریہ یا خندہ (رونا یا ہنسی) کی حالت طاری رہتی ہے اور

اس قدر منفی آتی ہے کہ جس کا ضبط ناممکن ہوتا ہے اور اس میں اس قدر لذت ہوتی ہے کہ لذاتِ دو جہاں اس کے سامنے پہنچ ہے۔ واضح باد کہ جب درویش پر حالتِ انبساط (روحانی کشادگی) طاری ہوتی ہے تو خود بخود ایسے قہقہے نکلتے ہیں۔ اور جب حالتِ قبض (روحانی بندش) طاری ہوتی ہے تو گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ دونوں واردات مقامِ تلوین (مغلوبیتِ حال) سے تعلق رکھتے ہیں ضبط ناممکن ہوتا ہے،

فان الحال يغلب عليه ويحول حولها وهذا معنى السير

الحی اللہ تعالیٰ۔

(اس پر حال کا غلبہ ہوتا ہے اور وحسب طاری ہو جاتا ہے۔ یہ ہیں معنی

سیرالی اللہ کے)۔

اور ذوق و شوق کی وجہ سے ان مقامات پر اس قدر لذت حاصل ہوتا ہے کہ دو جہانوں کی کوئی لذت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ خواہ عرش ہو خواہ جنت اس کی نظروں میں اس کی کوئی وقعت نہیں رہتی اس مقام پر دوست دوست کی طرف لپکتا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ :

ما سزاغ البصر وما طغى
نه اس کی آنکھ چھبکی نہ گمراہ ہوا۔

سبحان اللہ! یہ کیا ذوق ہے اور کیا لذت ہے یہ خاک کا پتلا کون و مکان سے گذر کر حق کے ساتھ بیوست ہو جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بندہ خدا نہیں بن جاتا لیکن ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کا بندہ ہونا ختم ہو جاتا ہے :

قطرہ گو غرقہ دریا بود

بیت سے

ہر دو کونش جز خدا سودا بود

جب قطرہ دریا میں غرق ہوتا ہے اس کے لئے دونوں جہاں کھمبے ہو جاتے ہیں۔ اللہ خدا باقی ہوتا ہے

اے عزیز! مبارک ہو خدا اس میں ترقی دے اور ہل من مزید کی دولت نصیب فرما دے۔

حرارتِ استغراق
آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ مراقبہ میں استغراق پیدا ہوتا ہے اور اس

استغراق میں ایسی حرارت ہوتی ہے کہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ واضح باد کہ روحانی ترقی کے دوران میں استغراق موجب حرارت ہوتا ہے۔ جسم کے اندر جب سخی تعالیٰ کی محبت کی آگ بھڑکتی ہے تو اُسے کون و مکان سے اوپر لے جاتی ہے اور غیر سخی کو جلادیتی ہے چونکہ یہ مقام تلوین ہوتا ہے اس لئے حرارت کا ہونا لازمی ہے لیکن تلوین کے بعد تمکین خود بخود حاصل ہو جاتی ہے (یاد رہے کہ تلوین و تمکین سالک کی راہ میں دو حالتوں کا نام ہے ابتدا میں جب سالک پر کیفیات کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ مغلوب ہو کر بخود ہو جاتا ہے اس حالت کو تلوین کہتے ہیں اور ایسے سالک کو ابن الحمال کے نام سے موسوم کرتے ہیں یعنی حال کا بیٹا یا مغلوب الحمال۔ لیکن جب رفتہ رفتہ اس کے حال میں سخیگی آجاتی ہے اور قوت برداشت پیدا ہوتی ہے تو وہ کیفیات سے مغلوب نہیں ہوتا، نہ مست ہوتا ہے نہ بے خود بلکہ عالم غیب سے جو الوار و تجلیات وارد ہوتے ہیں۔ ان کے جام در جام نوش کرتا جاتا ہے اور ہل من مزید کا نعرہ لگاتا رہتا ہے۔ اس حال کو تمکین کہتے ہیں اور اس مقام کے سالک کو اب الحمال کہتے ہیں یعنی حال کا باپ یا حال پر غالب۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حرارت میں راحت چاہتے تھے اور حضرت بلالؓ سے فرماتے تھے کہ اس حنی یا بلال (اے بلال مجھے راحت پہنچاؤ) یعنی اے بلال اے گلزار احدیت کی بلبل نسیم گلزار دوست میری جان بے سرو سامان تک پہنچاؤ اور اللہ اکبر کہو (یعنی اذان دو) اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے جاتے تھے تو فرماتے تھے کہ کَلِّمْنِي يَا حَمِيْرُ (اے عائشہ! میرے ساتھ بات کرو) یعنی اے حمیرا! عروسِ جمالِ صمدیت میرے ساتھ بات کر اور میرے دل سوختہ آتشِ عشقِ ربانی کو تکیس دے۔ اس حالت کے وقت جب آپ نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینہ مبارک سے آگ پر جوش مارتی ہوئی دیگ کی سی آواز آتی تھی۔ اور یہ آواز مدینہ کے گلی کوچوں میں سنائی دیتی تھی۔ سبحان اللہ! یہ کیا حال ہے اور کیا مقام ہے جو مقرب فرشتوں کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کمالِ مقامِ تمکین حاصل تھا آپ ہرگز بے خود نہیں ہوتے تھے؛

فان الحال يحول فيه ولا يحول فهو الغالب في كل حال ولا
 يغلب عليه حال فطوبى لمن له حال من الاحوال الربانية

تلونیا کان او تمکینا مزید باہل من مزید باد .

(جب حال طاری ہوتا ہے تو وہ مغلوب نہیں ہوتے بلکہ حال پر غالب رہتے ہیں ۔
خوشنمبری ہے ان کے لیے کہ جن پر انوار ربانی وارد ہوتے ہیں ۔ خواہ تلون
میں خواہ متکین میں وہ ہل من مزید کا نعرہ لگاتے ہیں ۔ (یعنی اور

لاؤ اور لاؤ) ۔

آپ کے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ دائیں بائیں بھاگتا ہوں اور نعرے مارتا ہوں اور پیران عظام کی
برکت سے تمام واردات قلبی کو حتی المقدور برداشت کرنے کی کوشش کرتا ہوں ۔ اس کا علاج تجویز کیجئے
واضح باد کہ اولیاء کی طاقت انبیاء علیہم السلام کی طاقت سے زیادہ نہیں جب وہ خود اس آتش عشق میں
بے اختیار ہو جاتے ہیں تو دوسرے بیچارے کیا کریں ۔ خیر جس قدر ہو سکے کوشش کرو ۔ برداشت کرو ۔ جان
پر کھیلو ۔ جوش میں آؤ لیکن ضرورت نہ کرو (یعنی آواز مت نکالو) ساکین کی طاقت کا راز رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی متابعت میں ہے جس قدر آدمی متابعت میں بلند ہوتا ہے طاقت میں بھی بلند ہوتا ہے ! اور
اپنے شیخ سے جس قدر تعلق اور رابطہ قوی ہوگا قوت زیادہ ہوگی ۔ کیونکہ :

الرفیق ثم الطريق فمن هوفى حمایة الشیخ ولايته فهو
فی کمال صحت الحال العقل والذین ولهذا یشرط للمزید
ملازمة صحبت الشیخ علی الدوام فان الشیخ فی قومه کالنبی
فی امتہ فالشیخ صاحب الکمال والمرید صاحب الجمال ۔

(پہلے رفیق پھر طریق یعنی حضرت شیخ کی ولایت کے سایہ میں آجاتا ہے ،
اس کو صحت حال نصیب ہوتی ہے ۔ لہذا زیادہ سے زیادہ صحبت شیخ
میں رہے کیونکہ شیخ اپنی قوم میں نبی کی مانند ہوتا ہے امت میں ۔ پس شیخ
صاحب کمال ہوتا ہے اور مرید صاحب جمال) ۔

نہ کہ جس طرح آج کل پیری اور مریدی دنیا میں ہے کہ جاہل اور نااہل بلکہ فاسق و فاجر اور حرص و ہوا

کے بندے بھی پیر اور مرید بنے ہوتے ہیں یہ حد درجہ کی گمراہی ہے۔ ولی برحق حضرت شیخ نور فرماتے ہیں: دو ہڑے جس کا گرد و نیا چھلا کائن ترانہ اندھا اندھی تھیلیا دونو کوئی پرانہ

خدا تعالیٰ تمام مومنوں کو ایسی پیری مریدی سے محفوظ رکھے۔

پیر پرست نہ از خدا پرست

آپ کے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ جب نئے واقعات (یعنی واردات قلبی) رونما ہوتے ہیں تو حضرت شیخ کے ساتھ زیادہ محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور دل میں زیارت کا شوق جوش مارتا ہے لہذا اب انشاء اللہ ضرور حاضر ہوگا۔ جاننا چاہیے کہ بے شک جب مرید کی حالت میں ترقی ہوتی ہے تو یہ سب شیخ کی بدولت ہوتی ہے لہذا پیر و مرید کے درمیان تعارف ازلی کی وجہ سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ کا جمال مرید کے لئے حق تعالیٰ کے جمال کا آئینہ بن جاتا ہے اس وقت مرید شیخ پرست ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ:

”مرید پیر پرست نہ از خدا پرست“

کیونکہ پیر پرست کو حق تعالیٰ کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے لیکن ظاہری خدا پرست مشاہدہ خود میں ہوتا ہے اس لئے خود پرست ہوتا ہے نہ کہ خدا پرست۔ پس شیخ سے جس قدر محبت زیادہ ہوگی کمال و جمال بھی زیادہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے عمر! کیا تو مجھ سے محبت کرتا ہے۔ انھوں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب رکھتے ہو، چونکہ حضرت عمرؓ صادق الحال تھے انھوں نے اپنے صدق کی بنا پر جواب دیا کہ یا رسول اللہ! اپنی جان سے زیادہ محبت اپنے دل میں نہیں پاتا کیونکہ جان بے بنا چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تم مجھے جان سے زیادہ عزیز نہ رکھو گے ایمان دار نہ ہو گے۔ کیونکہ جب تک

جانباری سے کام نہ لوگے اور اپنے آپ کو درمیان سے نہ اٹھاؤ گے حقیقی ایمان حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ایمان اور خود پرستی جمع نہیں ہوتے۔ پس پیر پرستی درحقیقت خدا پرستی ہے اور از خود پرستی ہے (یعنی خود پرستی سے نجات ہے)۔ جو شخص دو سو سال لا الہ الا اللہ کہتا رہے اور محمد رسول اللہ نہ کہے مقام خلوص تک نہیں پہنچتا اور مومن نہیں بنتا۔ خدا پرستی پیر پرستی میں ہے نہ کہ پیر پرستی خدا پرستی ہے۔ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عاشق صادق تھے فوراً انھوں نے اپنے آپ کو بیچ میں سے نکال دیا اور پیر پرست ہو گئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ اب میں آپ کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ ایک جان کیا چیز ہے سو جان تمہارے کوپے میں فدا کرنا چاہتا ہوں؛

فطوبی لمن لہ حب الشیخ بالکمال

مبارک ہے وہ آدمی جس کے دل میں شیخ کی محبت بدرجہ کمال ہے۔

آپ کے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ حضرت شیخ کی صحبت کا اثر اب مجھ پر ظاہر ہوا ہے کیونکہ مولانا عبدالقادر اس بندہ سے جو سوال کرتے ہیں اس کا جواب فوراً دے دیا جاتا ہے۔ اور وہ قبول کر لیتے ہیں۔ اور حضرت شیخ سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اس لئے اب ارادہ کر لیا ہے کہ چند سال کے لئے حضرت کی خدمت میں مزید بسر کروں۔ واضح باد کہ بیشک مرید صادق کا کمال شیخ کامل کی صحبت پر منحصر ہے۔ جس قدر صحبت زیادہ ملے گی کمال و جمال اسی قدر زیادہ ہوگا۔ اس لئے کہا گیا ہے؛

لا یبلغ ولی مرتبۃ الصحابی ولا یجد فضلہ قط و ان کان یترقی

من الکون و المکان و یدلج حضرت السبحان و انتشر و لایتہ

و کرامتہ و کمالاتہ و جمالاتہ فی اطراف العالم

ولی صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی اس کا سا کمال حاصل کر سکتا ہے خواہ ترقی کرتا ہوا

کون و مکان سے تجاوز کر کے ذات حق میں کیوں نہ پہنچ جائے اور اس کے کمالات اور کرامات

کا شہرہ سارے جہاں میں کیوں نہ بلند ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یا ربنا تھے اور آپ کے کمالات و جمالات کا یہ عالم

تھا کہ اولیاء اولین و آخرین میں سے کوئی شخص آپ کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکا؛
 فطوبی لمن صحبت علی الکمال و ترقی علی الکمال
 پس خوشخبری ہے اس کے لئے جسے صحبت شیخ حاصل ہے اور راہ حق میں ترقی کر رہا ہے۔

مکتوب ۸۳

بجانب شیخ منور دانشمند صوفی لکھنوتی ایک خط
 کے جواب میں جس میں ان کے واردات قلبی کا بیان تھا

حق حق حق!

فتاویٰ شیخ

آپ نے لکھا ہے کہ کبھی کبھی بندہ اپنی صورت کو حضرت شیخ کی طرح دیکھتا ہے۔
 اے برادر! یہ دولت مفاتح کنوز تجلیات احدیت و الوارِ صمدیت ہے (یعنی اس چیز سے یعنی اپنے
 آپ کو شیخ کی صورت میں دیکھنے سے تجلیات حق تعالیٰ کا دروازہ کھلتا ہے)۔ اس سلسلے میں حضرت
 صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر بلند پہنچے کہ ابتدا سے لے کر انتہا تک کوئی ولی اللہ آج تک ان
 کی گردن تک نہیں پہنچ سکا۔ وہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک کو اپنی صورت میں دیکھتے
 تھے شیء و قر فی قلبہ) کا اشارہ اسی حقیقت کی

طرف ہے۔ نیز:

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ سَابِقٍ لَأَتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا

اگر میں خدا کے سوا کسی اور کو دوست رکھتا تو ابو بکر کو دوست رکھتا۔ (المحدث)

کے یہی معنی ہیں۔ کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی صورت سے گذر کر اپنے پیر کی صورت میں اپنے آپ

کو دیکھتے تھے۔ اور اپنے پیر کے ساتھ ایک ہو گئے تھے یعنی محمد رسول اللہ قَاب قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی میں اور صدیق اکبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں معاً و صورتاً ایک ہو چکے تھے۔ یہاں خلیل کے معنی حاجت روائی امداد کرنے والا نہیں (کیونکہ خلیل مشتق ہے غلت سے اگر خاک کی زبر پڑھی جائے تو اس کے معنی ہیں "حاجت"، اگر ضم پڑھا جائے تو غلت کے معنی ہیں دوستی۔ اس لئے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اگر خلیل کا مصدر غلت بفتح خالیا جائے تو یہ صحیح نہیں کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار اور حاجت روا اللہ ہیں، حقیقت یہ ہے کہ صدیق اکبر باطن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہو چکے تھے۔ اور یہ ہے مقام فنا فی الشیخ و البقارہ بہ الشیخ کی ذات میں فانی اور اس کے ساتھ باقی ہونا)۔ اے برادر! یہ دولت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب شیخ کے ساتھ کمال ربط قلب میرا آتا ہے۔ اُس وقت جس قدر اپنے آپ کو تلاش کرتا شیخ کو پاتا ہے اس کے بعد فنا فی اللہ کا مقام حاصل ہوتا ہے:

فان الحقيقه هو الله احد الله الصمد

کیونکہ حقیقت کیا ہے اللہ ہے جو احد ہے اور صمد بھی۔

اس مقام پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے گزر کر عالم احدیت میں پہنچ گئے تھے:

سبحان الذی اسرىٰ بعبدہ لیلًا

پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات۔

سے یہی مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مشاہدہ حق کرایا گیا اور ان کی اپنی ہستی سے نجات دلائی گئی۔ یعنی کون و مکان طے کرتے ہوئے لامکان میں پہنچ گئے۔ لفظ ذات سے اس حقیقت کی جانب اشارہ ہے کہ رات کے وقت شور و غل نہیں ہوتا اور خلوت کے لئے بہترین وقت ہے۔ جب خدا کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ بندہ خدا نہیں ہوتا لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہوتا۔

۱۔ یعنی مقید بجمع وجوہ قید سے باہر نہیں آتا اور بجمع وجوہ مطلق نہیں بنتا۔ جس قدر کون و مکان سے بلند ہوتا

ہے اور اطلاق کی جانب گامزن ہوتا۔ عباد اور رب کے درمیان جو فرق ہے باقی رہتا ہے۔

بیتے تجدنی فی سواد اللیل عبد
قرباً منك فاطلبنی تجدنی

(اے میرے بندے تو مجھے رات کی تاریکی میں پا! اور مجھ سے طلب کے گا تو پالے گا کیونکہ میں تیرے قریب ہوں)
پس سالک کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اپنے آپ سے نجات دلا کر بے خود ہو جائے اور شغل باللہ میں اس قدر کمال حاصل کرے کہ ماسوی اللہ کی نفی ہو جائے اور ذاتِ حق میں محو اور مستغرق ہو جائے اور اس کام میں ہرگز ہرگز تساہل نہ کرے۔ باقی ہر کام کو بالائے طاق رکھ دے خواہ وہ تحصیل علم ہے خواہ ورد و اوراد سب کو ایک طرف پھینک کر گوشہ نشین ہو جائے حتیٰ کہ محویت و بے خودی طاری ہو جائے:

رباعی

از دل بروں کنم غم دنیا و آخرت یا خانہ جائے زخمت بود یا خیال دوست
خواہم کہ پیچ صحبت اغیار بکنم در باغ دل رہا نکم جز نہال دوست
میں یہ چاہتا ہوں کہ دل سے دنیا و آخرت کا غم نکال کر پھینک دوں کیونکہ خانہ دل میں یا دنیا کا
ساز و سامان رکھا جاسکتا ہے یا دوست کا خیال۔ پس اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے اسے نکال کر
دل میں صرف دوست کو جگہ دوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آل عزیز کو یہ دولت نصیب ہو اور ایسا مقام عطا ہو کہ خلق خدا کے لئے ملجا اور
ماویٰ بن جاؤ، سر اجا منیر ابنو اور قطب وقت ہو جاؤ انشا اللہ العزیز۔ اے برادر! بہت بلند کھنی چاہئے
اور خدا تعالیٰ اور سایہ شیع کے سوا کسی طرف رجوع نہیں کرنا چاہئے۔ ہمیشہ خط لکھتے رہو۔ تاکہ راہ ہدایت
کا طرف ہدایت ہوتی رہے۔ عاقبت محمود بادی النبی وآلہ۔



مکتوب

بجانب میاں بایزید افغان اس بیان میں شغل
بحق کعبہ خانے سے افضل ہے۔

حق حق حق

جاننا چاہیے کہ سالکین کے مراتب کا انحصار حق تعالیٰ کی معرفت اور محبت پر ہوتا ہے۔ پس
رات دن حق تعالیٰ میں مشغول رہنا چاہیے اور ہمیشہ اخلاص سے کام لینا چاہیے کیونکہ اخلاص کے بغیر
حق تعالیٰ کے ساتھ خلوص پیدا نہیں ہوتا۔ اخلاص یہ ہے کہ تمام عبادات و مجاہدات حق تعالیٰ کی محبت
کی وجہ سے ہوں نہ کہ دوزخ کے ڈر سے یا بہشت کے طمع پر۔ حق تعالیٰ کے ساتھ خلوص ایک خالص
تعلق اور قرب کا نام ہے (جب تک اخلاص نہ ہو اس جہاں اور اس جہاں کے شر سے نجات نہیں
ملتی۔ اگر سو سال عبادت میں مشغول رہے مناسب حج بجلائے اور رات دن اس کے اندر مستغرق رہے
مردانِ حق کو اخلاص کے بغیر کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ برادرِ قطب خاں سے معلوم ہوا ہے کہ آلِ عزیز حج
کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اسے برادر! اس میں خشک نہیں کہ حج رکن دین ہے لیکن طلبِ حق اور شیخ کی
صحبت کے بغیر اہل یقین یہ کام نہیں کرتے؛

بیت سے کعبہ چہ مے دومی چہ کشی رنج یادیر

کعبہ است کوئے دلہر قبلہ است روئے دوست

کعبہ کی طرف کیوں جانتے ہو اور سفر کی تکلیف کیوں برداشت کرتے ہو۔ ہمارا کعبہ تو دوست

کی گلی ہے اور قبلہ دوست کا رخ انور ہے۔

ہزاروں حاجی ہر طرف سے حج کو جاتے ہیں، حاجی بنتے ہیں، اور زیارتِ روضہ رسول اللہ سے مشرف
ہو کر ثواب حج اور ثواب زیارت حاصل کرتے ہیں لیکن صحابی نہیں بن سکتے۔ اور صحابہ کرامؓ کے مرتبہ

تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ اس کا تعلق ہدایت و ارشاد (یعنی سلوک طے کرنے) سے ہے۔ پس اے برادر! اگر مردانِ حق کا سا کمال درکار ہے تو پیر و مرشد کی صحبت اختیار کرو۔ اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دو اور جانبازی اور جہاں تازمی (اپنی دنیا تاج دینا) سے کام لو۔ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ تم فرشتی تھے اور عرشی ہو گئے۔ بلکہ عرش سے بھی گذر کر رب العرش تک پہنچ گئے۔ افسوس صد افسوس! نفس اور شیطان دونوں راہزن طالبانِ حق کے راستے میں کھڑے ہیں۔ اور رہزنی کر رہے ہیں۔ پس ان سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ یہ جو آں عزیز کے دل میں طلبِ حق کا جذبہ پیدا ہوا ہے مبارک ہو۔ اس وقت یہ سیدہ کار اپنے بیٹوں کی خاطر اس جگہ چند روز قیام پذیر ہے۔ امید ہے کہ عنقریب واپسی ہوگی۔ آں عزیز کو چاہیے کہ صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے اس فقیر کا انتظار کریں اور جلد نہ کریں تاکہ یہ فقیر آکر آں عزیز کو راہِ حق میں مشغول کرے۔ البتہ اگر جذبہ الہی بہت قوی ہو جائے اور حقیقتِ کعبہ کہ جس کے متعلق قرآن مجید یہ فرماتا ہے:

بِسْمَةِ مَبَارَكًا وَهُدَى الْعَالَمِينَ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ
وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا

مکہ مبارک وہ مقام ہے کہ جو خلقت کے لئے باعثِ ہدایت ہے۔ اس کے اندر بینِ علامات ہیں اور مقامِ ابراہیم ہے جو شخص اس میں داخل ہوا امن میں آیا یعنی بہشتی ہوا۔

اگر جذبہِ حق کا ورد اور حقیقتِ کعبہ کا ظہور ہو تو پھر کسی شخص کے درمیان میں آنے کی ضرورت نہیں۔ پس ایسی صورت میں دیوانہ وار مطلوب کے دامن میں ہاتھ ڈال دے اور نہ کسی کو درمیان میں حائل ہونے دے نہ کسی کی نصیحت پر کان دھرے کیونکہ یہ مقام منزلِ ارشاد سے بلند تر ہے:

إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَكَرِيمٌ

بے شک اللہ تعالیٰ سب لوگوں سے نہایت مشفق و مہربان ہے

یہ حقیقت اپنا کام کرتی ہے اور ان واحد میں ایسے مقام پر پہنچا دیتی ہے کہ جبرائیل اور میکائیل اور تمام مقرب فرشتے وہاں پر نہیں مار سکتے۔ پس اسی حالت میں سبحان الذی اسرئٰ بعبدہ

لَيْلًا اس کا مشاہدہ وقت ہو جاتا ہے اور لی مع اللہ وقت اس کا حال بن جاتا ہے۔ اگر یہ
دولت بے سرائے تو صد مبارک :

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النِّعَمِ نَعِيمًا

مصرعہ

اربابِ نعمت کو نعمت مبارک باد۔

عاقبت بخیر باد۔

عاقبت

مکتوب ۱۶

بجانب شیخ عبدالصمد بن پوری نواسرہ حضرت شیخ ابو الفتح
تھانیریؒ منت کے بیان میں اور اس آیت کے بیان میں کہ
ما ننسخ من آية أو ننسها نأت بغیراً أو مثلها۔

حق حق حق !

..... المقصود هو الله ولا سواه مقصود صرف اللہ ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

مردانِ حق دنیا و آخرت سے سر و کار نہیں رکھتے۔ لیکن ہم جیسے تباہ حال عالمِ سفلی میں پھنسے ہوئے
ہیں۔ معلوم نہیں مردانِ حق کے سامنے کل قیامت کے دن یہ سیاہ کار کس طرح منہ دکھائے گا :

اللهم وفقنا لما تحب وترضى

الہی جو بات تجھے محبوب ہے اور جس کام سے تو راضی ہو وہی مجھے عطا کر

عمر آخر کو پہنچ چکی ہے لیکن کام پورا نہیں ہوا۔ اب ندامت درپیش ہے۔ ممکن ہے وَالسَّيِّئَاتُ تَوْبَةً
(ندامت تو بہ ہے) اس ندامت سے میری توبہ قبول ہو جائے :

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔

کے مطابق حق تعالیٰ ہر ساعت پکار رہے ہیں کہ کون ہے مخلص اور کون ہے صادق لیکن ان مخدوم عالم کو حق تعالیٰ نے توفیق عطا کی ہے در ماندگان اور مفلساں کی دستگیری کریں اور یہ کوئی معمولی بات نہیں؛

مَا أَحْسَنَ الدِّينَ وَالْدُنْيَا إِذَا اجْتَمَعَا

کیا ہی اچھی بات ہے جب دین و دنیا دونوں جمع ہوں

سے یہی مراد ہے۔

الدنيا مزرعة الآخرة دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

کا اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ یہ تباہ حال دنیا و آخرت دونوں میں خاسر (خسارہ اٹھانے والا) ہے۔ اس تباہ کار کا جب اس وقت یہ حال ہے معلوم نہیں آگے کیا ہوگا؛

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْحُزْنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ

اے رب ہمارے ہماری پریشانی دور فرما بیشک ہمارا رب بخشنے والا قدر دان ہے۔

المسرام آنکہ فرزند برگزیدہ و اصل حق شیخ المشائخ شیخ خضر بڈھن صدیقی مظلوم ہیں اور ان حضرت کو معلوم ہے۔ اب کس طرح ایک حق دار کے حق پر کوئی ظالم چھاپہ مار سکتا ہے۔ آپ کوشش فرمادیں کہ اگر اس بزرگ کا پورا حق نہیں تو اس کا کچھ حصہ ان کو مل جائے تاکہ یہ بالکل محروم نہ رہ جائیں۔ باز آدم بر سر مطلب۔ اس بیچارے کا آج کل یہ ورد ہے؛

پر کن قدمے بادہ جانم بتاں

مستم کن و از ہر دو بہانم بتاں

شراب محبت کا پیالہ بھروے اور مجھے مست بنا کر دونوں جہانوں سے نجات دلا۔

قِيَمَةُ الْمَرْءِ هِمَّتُهُ

انسان کی قیمت اس کی ہمت ہے یعنی جس قدر ہمت زیادہ قدر و قیمت زیادہ۔

پس یہی ہمت درکار ہے اس وجہ سے یہ بیچارہ اس آیت میں حیران ہے اور ساحل ناپید ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مانسح من آية او نسهانات بخير منها اور مثلها الم تعلم

ان الله على كل شئ قدير۔

جو موقوف کرتے ہیں ہم ان آیتوں سے یا بھلا دیتے ہیں ہم ان کو لاتے ہیں بہتر ان سے یا مانند ان کی کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

فانها بحر من بحور الله تعالى فسخت فيها آيات الانبياء و
تحررت فيها عقول الانبياء والعلماء فقلت فيها ما نسخ بخاطري
بعون الله الكريم وبحرمات الحبيب صلى الله عليه وسلم فان الله خلق
بنور وظهر به بذاته وجميع صفاته وخلق الانبياء عليهم
السلام بطفيله وجعلهم جنودا ومقدمات لدولته فجعل
شريعته جامعه لسراةهم والجامع لكل غالب عليه وناسخ
له لانه بالجمع والغلبة لم يبق للغير حكم وذللا معنى النسخ
كالنجوم تضحل وتشرق بنور عند طلوعها۔

ان پس یہ اللہ کے سمندروں میں سے سمندر ہے جس میں انبیاء کی آیات موقوف ہیں اور جس میں علماء و انبیاء کی عقول کو شش کرتی ہیں۔ پس اس بارے میں میں اللہ کی امداد اور آپ کے طفیل کہتا ہوں کہ بے شک اللہ نے اس کو اپنے نور کے سبب پیدا کیا۔ اور اپنی ذات و صفات کا اظہار ان کے ذریعہ فرمایا اور انبیاء کو ان کے طفیل پیدا فرمایا اور آپ کی شریعت کو جمع شریعتوں کا جامع بنایا اور ناسخ بنایا۔ بنا بریں نسخ کا معنی اس طرح ہے جیسے سورج کے طلوع ہونے کی وجہ سے

ساروں کی روشنی چھپ جاتی ہے۔

اگرچہ انبیاء علیہم السلام انوار ربانی ہیں اور اپنے اپنے وقت میں درخشندہ رہے ہیں، حق تعالیٰ سے احکام لا کر خلق تک پہنچاتے رہے ہیں، امین رہے ہیں متین (مضبوط) رہے ہیں اور تمام مسلمانوں کے لئے اُن پر ایمان فرض ہے اور اگر کوئی شخص انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی پر ایمان نہ رکھے یا ان کی کسی کتاب کو برحق نہ سمجھے تو وہ کافر ہے لیکن اس کے باوجود جو کچھ ان کی شریعت کی تفسیح کے متعلق حق تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔ آیات فسوٰخ سے روشن تر (بہتر) یا مساوی وارد ہوا ہے اور اگرچہ نورانیت اور حقیقت میں مساوی ہیں افادیت وقت کے لحاظ سے موافق تر ہیں اسی طرح جو آیات قرآن مجید میں منسوخ ہوئی ہیں اور جو آیات احکام اور تلاوت کے لحاظ محفوظ ہوئی ہیں اُن پر ایمان و عمل ضروری ہے کیونکہ جو کچھ حق تعالیٰ نے کیا ہے بہتر کیا ہے اور جو کچھ فرمایا ہے بہتر فرمایا ہے؛

بیت ۷ ہرچہ او کرد کردہ حق داں

ہرچہ او گفت راز مطلق داں

جو کچھ اس نے کیا ہے حق کا کیا ہوا سمجھو اور جو کچھ اس نے کہا ہے راز حق سمجھو۔

جو شخص اس پر عمل نہیں کرے گا نقصان اٹھائے گا۔ پس مصطفیٰ علیہ السلام کی شریعت میں کمر بستہ ہو جاؤ۔ تمہارے لئے یہ شریعت کافی ہے اور اس کی متابعت سے خدا تک پہنچ جاؤ گے۔ اگرچہ دوسری امتوں کے لوگ بھی خدا رسیدہ تھے لیکن کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ (تم بہترین امت ہو) کے مطابق مسلمان ساک کا خدا رسیدہ ہونا افضل تر ہے اور یہ فضیلت سرور انبیاء علیہم السلام کی بدولت ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كُنْتُ نَبِيًّا اِذَا اَدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ

میں اس وقت نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

بیت ۸ کنت نبیاً کہ علم در کشید ختم نبوت ب محمد رسید

کنت نبياً كما بسلسله چلا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اگر ختم ہوا۔

نحن السابقون الآخرون ہم سب سے اول اور سب سے آخر ہیں (الشیخ)

اول و آخر نے ایک دائرہ کی صورت اختیار کر لی ہے جس میں کسی دوسرے کو سبقت حاصل نہیں آتھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وَاللَّهُ لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا لِمَا وَسَعَهُ الْإِتِّبَاعِي

خدا کی قسم اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انھیں میری متابعت کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

کیا ہی کمال ہے اور کیا ہی جمال ہے کہ: هُوَ الْأَوَّلُ هُوَ الْآخِرُ وَهُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مَّحِيطٌ حق تعالیٰ کی صفت ہے لیکن حق تعالیٰ حضرت مصطفیٰ علیہ السلام کو اپنی ذات و صفات کا منظر بنایا ہے یہ کمال الوہیت ہے۔ فرمان ہوتا ہے:

لَوْلَا لَمَّا أَظْهَرْتَ الرَّبُّوِيَّةَ

اے نبی اگر آپ نہ ہوتے تو میری ربوبیت ظاہر نہ ہوتی۔

باقی سب نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ دکھانے والے تھے اور مقصود بالذات اور غایت الغایات حق تعالیٰ تھے نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

اے پیغمبر علیہ السلام آپ نہایت ہی بلند اخلاق کے حامل ہیں۔

یہ بھی آپ کے کمال مرتبت پر شاہد ہے تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ آپ کے کمالات کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ رَأَىٰ فَقَدْ رَأَىٰ الْحَقَّ جس نے مجھے دیکھا حق کو دیکھا۔

پس تم خدا تعالیٰ کی پرستش کرو اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کرو اس خیال سے کہ سارا جہان سرائی فقد سرائی الحق پر مبنی اور حق کے ساتھ قائم ہے اور اسی کی قدرت کا نتیجہ ہے:

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

جب یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے حجاب اٹھ جاتا ہے کسی نے خوب کہا ہے:

بیت سے اینست کمال مرد در راہ یقین

در ہر چہ نظر کند خدائے را بیند

مرد راہ یقین کا کمال یہ ہے کہ جس چیز میں نظر کرتا ہے حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت نصیب کرے۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۷

بجانب شیخ عبدالستار سہارنپوری۔ حدیث پاک شیبنی

سورۃ ہود اور آیت پاک لَنْ تَسْأَلُوا السَّيْرَةَ حَتَّى تُنْفِقُوا

مِنْ مَّا تُحِبُّونَ کے بیان میں۔

حق حق حق!

حدیث شیبنی سورۃ ہود کا مطلب

آپ نے دریافت کیا ہے کہ عام مشہور

یہ ہے کہ جب سورۃ ہود کی یہ آیت نازل ہوئی کہ:

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتُ

جو تم پر حکم ہوا ہے اس پر مضبوط رہو۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شَيْبَانِي سُوْرَةُ هُوْدٍ

سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

اس کے کیا معنی ہیں۔

واضح باد کہ عام طور پر لوگ اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ چونکہ یہ حکم سخت تھا اس لئے اس کی پابندی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال سفید ہو گئے اور فرمایا شَيْبَتِي سُوْرَةُ هُوْد۔ لیکن یہ معنی شانِ نبوت کے شایان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال و جمال کے لائق نہیں۔ کیونکہ مقامِ نبوت یہ ہے کہ جو حکم نبی پر نازل ہوتا ہے نبی کے اندر اس پر عمل کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اگر صلاحیت نہ ہو تو عصیاں لازم ہوتا ہے اور پیغمبرِ عاصی نہیں ہوتا۔ پس کوئی امر نبی پر دشوار نہیں ہوتا کہ جس کی ہیبت سے اس کے بال سفید ہو جائیں۔ نیز یہ آیت دوسروں میں آئی ہے تو پھر سورہ ہود کی تخصیص کے کیا معنی؟ حضرت سید اجمل خلیفہ مخدوم جہانیاں قدس سرہم نے جو سلطان محمود شاہ جوہنپور کے وزیر تھے، یہ تشریح کی ہے کہ چونکہ سورہ ہود کی آیت کے الفاظ مَنْ تَابَ مَعَكَ اَمْتٌ کے لئے صریح حکم تھا لہذا مصطفیٰ علیہ السلام امت کے غم میں درماندہ ہوئے اور آپ کے بال سفید ہو گئے۔ چنانچہ علمائے وقت نے یہ معنی قبول کئے اور کہا کہ اچھی تعبیر ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بال دشواری امر کی وجہ سے سفید نہ ہوتے بلکہ یہ استقامت امر کی وجہ سے تھا کیونکہ استقامت کمال مردانہ ہے۔ مردانہ استقامت امر ہمیشہ مشاہدہ ربانی میں رہتے ہیں اور اصحاب تکمیل کہلاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام کی وجہ سے کون و مکان سے گذر کر ہمہ تن نور ہو گئے تھے اور اس نور کی وجہ سے آپ کے موئے مبارک میں اثر ظاہر ہوا تو فرمایا:

شَيْبَتِي سُوْرَةُ هُوْد
سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔

دیاور ہے کہ حضرت مولانا و مرشدنا سید محمد ذوقی قدس سرہ کے ملفوظات موسوم بہ "ترتیب العتاق" میں بھی آیہ پاک فَاسْتَقِمْ كَمَا اَمَرْتُ کے یہی معنی کئے گئے ہیں۔ مترجم (۱) اور یہ کمال نبوت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص اس مقام پر نہیں پہنچا۔

شرح آیہ پاک لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ واضح باد کہ

تفسیر زاہدی میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مَّا تُحِبُّوْنَ کے ساتھ لفظ مَنْ

لگا دیا ہے یعنی تم اس وقت تک نجات نہ پاؤ گے جب تک اپنی محبوب اشیا میں سے راہِ خدا میں
 خرچ نہ کرو۔ اگر لفظ میں نہ ہوتا تو آثارِ بندگی نہ رہتے۔ کیونکہ جو شخص سارا مال خرچ کر دیتا ہے بہشت
 کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور یہ بندگان کے بس کی بات نہیں کیونکہ مال میں ان کی حیات و بقا ہے اور ہر
 شخص کی طبع مال کی طرف مائل ہے۔ مال میں سے بعض مال یعنی زکوٰۃ کی حد مقرر کر دی گئی کہ زکوٰۃ ادا کر
 کے بہشت میں جاسکتے ہو۔ اور یہ فضلِ ربی ہے۔ بات یہ ہے کہ جب دریائے احدیت میں عشق و محبت
 کی وجہ سے جوش آیا تو دو موجیں پیدا ہوئیں۔ ایک موجِ محبت تھی جس کا تعلق بندگان سے تھا تاکہ عشق
 و محبت میں جلتے رہیں۔ دوسری موجِ محبوبیت کی تھی جس کا تعلق مولا سے تھا جس کی وجہ سے محبوب اپنی
 محبوبیت میں ناز کرتا ہے اور خود بے نیاز ہے :

بیت سے عاشق حسن خود است آل بے نظیر

حسن خود را خود تماشا مے کند

وہ بے نظیر اپنے حسن پر خود عاشق ہے اور حسن کا وہ خود تماشا کرتا ہے۔

یہ عالم کثرت ہے اگرچہ عشق ہے لیکن اصنافِ درمیان میں ہے اس وجہ سے جہاں میں شور و غل
 برپا ہے اور عاشقوں کی جان کے ٹکڑے اڑ رہے ہیں۔ پس عالمِ احدیت سے فرمان صادر ہوا کہ لن تنالوا
 البرحتی تفتقوا صہا فتحبون یعنی اے بندہ جب تو چاہے کہ ہم تک پہنچے یعنی فنایت تامہ حاصل
 کرے اور اپنے آپ سے بے نام و نشان ہو جائے اور ہمارا نشان اختیار کرے تو عالمِ اصناف سے
 پوری طرح منقطع ہو جا اور احدیت میں گم ہو کر محبوبیت میں آجا جو کلمہ مِمَّا تَحِبُّونَ میں مضمون ہے یعنی
 جانباز ہو کر بعض و کل سے گذر جا اور دوست سے واصل ہو۔ عاقبت محمودیاد۔

عاقبت محمودیاد۔

مکتوب ۸۸

بجانب شیخ جمجوہانسومی۔ آیہ پاک اللہ نُورُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کی شرح میں۔

حق حق حق!

آپ نے آیہ مبارک اللہ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا) کا مطلب دریافت کیا ہے۔

واضح باد کہ یہ ایک سمندر ہے ناپیدا کنار۔ اٹھارہ ہزار عالم۔ صد ہزار عالم اور اس جیسے کئی ہزار عالم ایک قطرہ ہیں اس بحرِ بے کراں میں۔ اب قطرے کی کیا مجال کہ سمندر کے سامنے دم مارے۔ سو اس کے کہ وہ سمندر کے اندر گم ہو کر نیست و نابود ہو جائے لیکن اس کے باوجود سوال کا جواب دینا لازمی ہے اگرچہ حیرت کے سوا چارہ نہیں۔

جاننا چاہیے کہ اللہ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کمالِ ذات و صفات بیان کئے گئے ہیں۔ اس آیت کے آتے ہی جہان میں شور و غوغا برپا ہو گیا۔ اور ہر عارف اور ہر عالم نے اپنی معرفت اور علم کے مطابق اس بحرِ بے کراں میں غوطے لگائے اور اس کے معانی سے قطرہ قطرہ بیان کیا۔ لیکن اس کی کہنہ تک نہ کوئی پہنچا نہ پہنچ سکتا ہے کیونکہ ذات بیان سے باہر ہے۔ اس مقام پر صاحب سبحانی (حضرت بایزید بسطامی) جنہوں نے فرمایا سبحانی ما اعظم شافی) فرماتے ہیں:

الطَّلَبُ سَرَادٌ وَالسَّبِيلُ مَسَدٌ وَمَا فِي يَدِ الْخَلْقِ الْإِقْبِيلُ وَقَالَ

طلبِ رَدِّ کی جاتی ہے راستے بند کر دینے گئے ہیں اور خلق کے ہاتھ میں سوائے قیل و قال

کے کچھ نہیں۔

یہ کہہ کر وہ اپنے آپ سے الگ ہو کر اوپر پہنچے اور سلطان العارفین بن گئے۔ ذریفا کیا بیاں کروں کہ

کچھ بیان کر سکتا۔ دل حیرت میں ہے، زبان گنگ ہے اور قلم بند ہے۔ عارفِ حق (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلم کو ترک کیا نبی الاقی کا خطاب حاصل کیا۔ نادانوں نے قلم اٹھائی یا زبان کھولی تو پھینس گئے (جیسے منصور ابن صلاح اور عین القضاة ہمدانی)۔ عجب حیرت کا مقام ہے کہ اگر کچھ نہ کہوں تو فرماتے ہیں:

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

تم کہہ دو کہ میرا رب علیم و حکیم ہے۔ اور کچھ کہوں تو فرمان ہوتا ہے:

لَا تُخْرِكُ بِهٖ لِسَانُكَ

اس کے متعلق اپنی زبان سے کچھ نہ کہو۔ ناطق (بولنے والے) کے متعلق فرماتے ہیں:

فِيْ كُلِّ وَاوٍ يُّهَيِّمُوْنَ

ہر وادی میں سرگردان بھرتے تھے۔ اور ساکت و خاموش رہنے والے کو حکم ملتا ہے:

قُمْ فَاَنْذِرْ وَاَنْذِرْ فَكَبِيْرٌ

اٹھو لوگوں کو متنبہ کرو اور اپنے رب کی

غفلت بیان کرو۔

ہیہات ہیہات! یہ کیا حیرانی اور سرگردانی ہے۔ عالم حیرت میں اگر مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ کیا کہہ رہا ہوں اور کہاں پڑا ہوں:

رَسِيْدٌ مِّنْ بَدْرِيَاكُمُ كَرِيْمٌ شِيْخٌ اَوْسِيٌّ خَوَّارٌ اَسْت

نہ کشتی اندراں دریا نہ ملاجے عجب کار است

میں ایسے دریا میں پھنس گیا جس کی موجیں آدم خور ہیں اور جس کے اندر نہ کوئی کشتی ہے نہ ملاج

ہے عجب معاملہ ہے۔

وَاللّٰهُ اَلْبَسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ

جو تم وصف بیان کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس میں تمہارا مددگار ہے۔

یہ کہہ کر خلق کی زبان بند کر دی۔ اور کسی کو اپنے تک رسائی نہ بخشی کیونکہ اس کی ذات پاک نور محض ہے

جس کا نہ کوئی نقش ہے نہ نشان۔ اور نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہے کیونکہ نور کو خود بخود حضور ہے
 (یعنی نور خود بخود ظاہر ہے) اور نور میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی بلکہ جو چیز پردہ غیب میں پوشیدہ
 تھی وہ نور کی وجہ عالم ظہور و اظہار میں آئی اور آسمان و زمین اور عرش و فرش کے یہ تمام نقوش پیدا
 ہوئے۔ یہ سب پردہ اٹھنے کی بدولت ہے کہ جو کچھ غیب تھا ظاہر ہوا اور یہ غیوب و شہود کیا ہے :
 اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كِی تفسیر ہے۔ خدا تعالیٰ آسمان و زمین کا نور ہے جو کچھ تو دیکھتا
 ہے حق دیکھ، جو کچھ تو جانتا ہے حق جان اور جو کچھ تو کہتا ہے حق کہہ (حق خوان) لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ
 وَالْمَغْرِبُ یعنی مشرق اور مغرب خدا کا ہے نہ کہ اس کا غیر ہے۔ پس نہ مشرق ہے نہ مغرب۔
 تو غیر جانتا ہے غیر دیکھتا ہے غیر کہتا ہے اور غیر رہتا ہے لیکن درحقیقت غیرتیت نہیں ہے :

فَالغیر انت والحق هو ولا انت ولا هو الحق واحد فی الغیب

والشاهد والفارق هو وانت فارق ولا فارق فی الحق فارتفع

انت ولا غیر وهو الحق ذو القوۃ المتین۔

(پس غیر تو ہے اور وہ حق ہے نہ تو ہے نہ وہ ہے ذات حق واحد ہے غیب میں شہود میں۔

تیرے اور اس میں جو فرق نظر آتا ہے وہ فرق منقود ہے خود کو بند کر لے اور کوئی غیر نہیں

رہے گا وہی حق ہے قدرت والا)

دریغاً کہ اگر اس آیت کا کشف ہو جائے جو کچھ ہے یعنی واجب، ممکن، زماں و مکاں، اول و آخر سب
 کشف نور حق کے لئے غایت ہو جائے :

وَلَا غَايَةَ لِلْحَقِّ اور حق کے لئے غایت نہیں ہے۔

اس آیت میں غایت عرفان کا بیان ہے لیکن جس قدر بیان ہے اسی قدر نہان (پوشیدہ معنی)

ہے کیونکہ اس کا ہر بیان نہاں ہے اور ہر نہان بیان ہے یعنی وہی ظہور ہے وہی بطون، وہی

اول ہے وہی آخر ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن یہ سب تو ہے اور تیرے متعلق کہا گیا ہے

وہ بے نشان ہے لیکن ہر نشان میں اس کی نشانی موجود ہے کسی نے خوب کہا ہے :

ہر کجا یا بم نشانِ پائے دے زانجا بچشم
خاک بر گیم چندا نے کہ آب آید بروں

جس جگہ اس کے پاؤں کا نشان پاتا وہاں کی مٹی اس قدر اپنی آنکھوں سے اس قدر اٹھاتا
ہوں کہ پانی نکل آتا ہے۔

عزیز من! چونکہ ذاتِ پاک نے اپنے آپ کو نور کہا ہے یعنی وہ کہتا ہے کہ میری ذات جو تیرے
علم میں تجھ سے غیب ہے نور محض ہے اس لئے اس کے لئے نہ کوئی پردہ ہے نہ وہ کوئی نقش قبول
کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے قدیم علم سے جانتا تھا کہ نور کو نور کا جزو (یعنی نور کا ایک حصہ) نہیں جانتا۔
کیونکہ نور کا ایک جزو (حصہ) نور (کل) کے ساتھ نہیں رہ سکتا اور جزا اپنے کل کے ساتھ یکجا نہیں ہو
سکتا۔ اور جزو کو کل کے ساتھ سنوری نہیں۔ مخاطب (انسان) اگرچہ نور ہے لیکن وہ جزو ہے اور اُسے
کوئی ظہور نہیں لہذا وہ اپنی ظلمت میں رہ کر نور محض کی معرفت سے محروم ہے اور اپنی ظلمت کی وجہ سے
مغرور ہے اس لئے وہ اپنے سوا کسی کو نہیں جانتا اس لئے وہ خود پسند ہے اور یہ معرفت اُسے حاصل
نہیں کہ وجودِ تمامی وہی ہے:

ولیس الا هو وهو اللہ فی السموات والارض
حق کے سوا کچھ نہیں اور اللہ ہی ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔

پس اس نے خبر دی اور فرمایا:

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

یعنی میں نور ہوں اور اپنے آپ کے ساتھ حضور ہوں۔ آسمان اور زمین کا میں نور ہوں میرے نور کے سوا کوئی چیز نہ جان اور میرے سوا کچھ نہ کہہ اور اپنے آپ کو سچ سمجھ (یعنی کچھ نہ جان) پس اپنے سے منہ پھیر کر میری طرف منہ کر اور میرے چہرے کے سوا کوئی چہرہ نہ سمجھ؛

فَاَيْنَمَا تُوَكُّوْا فَاَنْتُمْ وَجْهَ اللّٰهِ

پس جس طرف منہ کرو اللہ کا چہرہ (یعنی ذات) ہے۔

یہ آیت اسی حقیقت کی طرح اشارہ کرتی ہے اور چونکہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ہم جس قدر بتائیں کہ سب کچھ ہم ہیں اور سب لباسوں میں ہماری جلوہ گری ہے لیکن مخاطب (انسان) چونکہ اپنی خودی میں مجبور ہے اور اس وہم میں گرفتار ہے وہ ہرگز نہیں مانے گا اور ہمیشہ انکار کرتا رہے گا اس لئے اسے اچھی طرح سمجھانے کی خاطر حق تعالیٰ نے یہ مثال دی؛

كَمْشَكَوٰةٍ فِيْهَا مَعْبٰحُ الْمَصْبٰحِ فِيْ نَهْجَةِ الزَّجَاجَةِ كَانْهَآ

كوكب دہری

یعنی میرے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس کے اندر ایک چراغ ہو اور وہ چراغ ایک

ایسے شیشے میں ہو جو چمکتے ہوئے تارے کی طرح ہو۔

چونکہ مضمون مشکل تھا اس لئے سمجھانے کی خاطر مثال دی گئی ہے یعنی وہ نور جو آسمان و زمین

کا نور ہے اس کی مثال ایک طاق کی سی ہے کہ جس میں ایک چراغ ہو اور چراغ شیشے میں ہو اور وہ شیشہ ایک چمکتے ہوئے تارے کی طرح ہو یعنی شیشہ ایسا صاف و شفاف ہو کہ اس کے نور کے ظہور میں مانع نہ ہو۔ طاق یعنی شیشہ اور طاق اسی نور سے منور ہوتا ہے اور وہی نظر آتا ہے جو نور چراغ کے ساتھ کمال

قرب رکھتا ہے اور طاق بھی نور کے ساتھ میں حضور میں ہوتا ہے۔ اور شیشے اور طاق کا کوئی نقص نور پاک کے لئے لازم نہیں آتا کیونکہ نور طاق اور شیشے کے مقام سے بلند تر ہے۔ یہ عالم قدس کی چیز ہے اور سب تقاضے شیشہ و طاق کے مرتبہ تک ہو سکتے ہیں؛

فَلَا يَتَغَيَّرُ بِتَغْيِيرِهِ وَلَا يَتَعَيَّنُ بِتَعَيَّنِهِ -

نہ اس کے تغیر سے تغیر پذیر ہے نہ اس کے تعین سے تعین پذیر ہے۔

شیشہ اور طاق کا مرتبہ ایک اسم سے زائد نہیں؛

إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا

یہ سوائے اسموں کے یعنی ناموں کے کچھ نہیں جن ناموں سے کہ چیزیں پکاری جاتی ہیں

یعنی تو نے خود بخود نام رکھا اور نشان دیا۔ یہ بھی وہی راز ہے جو شیشے و طاق کی مثال سے بیان کیا گیا ہے ورنہ خالی اسماء میں وجود کی سی قوت نہیں ہوتی اور تھوڑے سے زخم سے منہدم ہو جاتے ہیں۔ اور طاق جو مٹی سے بنا ہوا ایک نقش ہے نقش بر آب کی مانند اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے سوائے اس کے کہ اسے گمان ہو گیا ہے کہ میں ہوں؛ ولیس ہوننفسہ شیء فلیس ہو بشیء ان فی نفسہ اس کا کوئی وجود نہیں، اور جو کچھ باقی ہے وہی نور ہے جسے اپنے آپ کے ساتھ حضور ہے اور جس سے جملہ اشیاء کا ظہور ہے۔

۱۔ ان زخم فہم معرفت است

۲۔ اس مقام کے مناسب یہ رباعی ہے؛

در کون و مکان نیست عیاں جز یک نور ظاہر شدہ آل نور بہ انواع ظہور

حق نور تنوع ظہورش عالم با توحید ہمین است دگر وہم و غرور

یعنی کون و مکان میں ایک نور کے سوا کچھ نہیں اور وہی نور صورتوں میں ظاہر ہوا ہے۔ حق تعالیٰ وہ نور ہے اور اس کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کا نام عالم یعنی جہان ہے۔ توحید یہی ہے باقی سب وہم اور غرور ہے۔

فَهُوَ وَ لَيْسَ إِلَّا هُوَ - وہ وہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

زمین و آسمان، عرش و فرش سب کو طاق سمجھ اور روح علوی کو اس طاق میں شیشہ جان۔ اور نور ربانی کہ جس سے روح علوی منور ہے چراغ ہے۔ اور روح علوی اس نور ربانی سے ستارے کی طرح چمکتا ہے کیونکہ اس نور نے مراتب ظہور (مراتب وجود یا تنزلات) کے سب سے پہلے مرتبہ میں شیشہ کا نام پایا جو چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہے۔ اور اسی سے آگے سب ظہور ہوا ہے۔
بزرگوں نے کہا ہے کہ جو شخص روح علوی تک پہنچ جاتا ہے خدا رسیدہ ہو جاتا ہے اور سوائے خدا کے کچھ نہیں دیکھتا؛

مَنْ حَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا ہے۔

سے یہی مراد ہے اور یہ حدیث اسی حقیقت کا ظاہر کرتی ہے کہ حقیقت وہی وجود حق ہے؛

وَلَيْسَ إِلَّا هُوَ - اور اس کے سوا کوئی نہیں۔

اور کوب (ستارہ) اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ نور جو شیشہ اور روح کی وساطت سے ظاہر ہوتا ہے۔ بحر نور سے ایک ستارے یا قطرے کی مانند ہوتا ہے کیونکہ اجرام فلکی میں ایک ستارے سے کتر کوئی چیز نہیں۔ یہ جو حضرت ابراہیم نے ستارہ دیکھ کر فرمایا کہ؛

هَذَا سَرَابٌ - یہ میرا آب ہے۔

اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ آیہ زیر بحث میں ستارے کے متعلق یہ کہا گیا یُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ یعنی وہ چراغ ایک درخت سے روشن کیا جاتا ہے جو نہایت بابرکت ہے یعنی وہ درخت اپنے مقام پر غیر محدود اور بے نہایت ہے۔ اس درخت سے مراد ذات ہے۔

۱۔ کہ جسے روح علوی اور نور ربانی سے منور قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ یعنی چراغ روح علوی جو نور ربانی سے منور ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے فیض سے روشن کیا

گیا ہے۔ پس شجرہ مبارک سے مراد ذات حق تعالیٰ ہے۔

وہ درخت زیتون ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی جو نہ کونِ علوی سے تعلق رکھتا ہے نہ سفلی سے۔ بلکہ وہ درخت عالم کون و مکاں، طرف اور زمان سے پاک ہے۔ یہ پس تم سوائے عبارت کے اسے زبان پر نہیں لاسکتے کیونکہ یہ زبان پر نہیں آسکتا۔ یہاں صرف مثال کے طور پر زبان پر اور عبارت میں لایا گیا ہے۔ زیتون اس لئے کہا ہے کہ درخت زیتون عرب میں بہت عزیز ہے۔ اس شرف کی وجہ سے اس کی مثال دی گئی ہے آیہ پاک میں آگے فرماتے ہیں:

يَكَادُ زَيْتُهَا يَضِيءُ لَوْلَا أَنَّهُ يَمَسُّهُ نَارًا

قرب ہے کہ اس درخت کا تیل روشن ہو بغیر اس کے کہ اسے کسی آگ نے نہ چھوا ہو۔ یعنی چونکہ فیض نور ربانی تمام اشیائے کو پہنچتا ہے اس لئے وہ سب اس سے منور ہیں۔ قریب ہے کہ اپنی قوتِ جاذبہ سے تمہیں اپنی طرف کھینچ لے۔ اس سے کششِ عشقِ الہی مراد ہے جو ہر لحظہ اور ہر زمان عاشقوں کے دلوں میں بھڑک رہی ہے۔

بغیر تیل کا مطلب یہ ہے کہ آتشِ عشق بلا احساسِ دلوں میں موجود ہوتی ہے اور کوئی بیرونی چیز اس کے لئے محرک نہیں ہوتی۔

مطلب یہ ہے کہ نور ذات بخود نور ہے اور اس سے جملہ کون و مکان روشن ہے اور جو چیز ہے اس کی تسبیح بیان کرتی ہے اگرچہ کسی وجود کو یہ معلوم نہیں کہ میں کیا ہوں اور میرے اندر مسیح (تسبیح کیا گیا) کون ہے۔ عزیز من! تسبیح نور ہے اور صفتِ حق ہے بلکہ عینِ حق ہے لیکن اپنے ظہور میں تجھ سے ظاہر ہے اور تجھے اس لئے اپنی ذات کا احساس ہے ورنہ فی الحقیقت لَيْسَ إِلَّا هُوَ (اس کے سوا کچھ نہیں) اسے آگ کی اس لئے ضرورت نہیں کہ وہ خود نور ہے اور غیر کا محتاج نہیں۔ ہاں اگر اس نور کے ساتھ آتشِ عشقِ الہی قلب میں بھڑک اٹھے تو نور علی نور ہے۔ اس سے اتنے نور پیدا ہوتے ہیں کہ جس کی کوئی انتہا نہیں:

۱۔ عالم لامکان، لاجہت و لازماں یعنی عالم ذاتِ لائیتین سے ہے۔

ہم الانبیاء و اولیاء بل المؤمنین کلہم فی نور علی نور
بعد نور العرفان

اور ایسے لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ بلکہ تمام مسلمان ہیں اپنی معرفت کے مطابق نور
علی نور ہیں۔

اور یہ بیان عالم کبیر تھا۔ لیکن تمہیں چاہیے کہ اس بیان کو اپنے اندر پاتے کیونکہ تمہارا روح عالم علوی
ہے اور حق تعالیٰ کے نور سے منور ہے اور تمہارا دل شیشے اور جسم طاق کی طرح ہے جو اس نور ربانی
سے منور ہے اور تمہارا اور سارے جہاں کا قیام ذاتِ حئی القیوم سے ہے؛

وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ فَاعْرِفْ هَذَا نورا المبين
ان هذا هو الحق مبين

اور وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود اور موجود نہیں۔ وہی زندہ ہے اور قائم رکھنے والا ہے
ہر چیز کا۔ پس تو پہچان لے کہ یہ وہی نور المبين اور حق المبين ہے۔

عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۸۹

بجانب شیخ عبد الشکور۔ مذاہب اربعہ (چاروں مذاہبوں)
توجیہ مطلب اور صاحب مذاہب و مجتہد کے مابین فرق
کے بیان میں۔

حق حق حق!

المقصود هو ولا سواہ مقصود وہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

واضح باد کہ یہ چار مذہب جن کی حقیقت پر تمام اہل حق متفق ہیں اصول دین کے لحاظ سے تمام ایک ہی دین حق پر مبنی ہیں سب اہل حق ہیں اور اہل اللہ ہیں۔ ان کے متعلق اصول دین میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ شرع محمدی کے یہ سب امام اور مقتدا ہیں اور یہ سب اہل سنت و جماعت ہیں اور فروعاً میں جو اختلاف ہے وہ رحمت ہے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

اِخْتِلَافُ اُمَّتِي رَحْمَةٌ

میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ اختلاف اور مخالفت میں فرق ہے اختلاف سے مراد صرف اختلاف رائے ہے جس میں کوئی مضرت نہ ہو اور باعث تعمیر ہو لیکن مخالفت دشمنی ہے جو باعث تخریب ہے۔

لہذا فروعی اختلاف رحمت اس لئے ہے کہ اس میں ایک وسعت اور یسر ہے (یسر بمعنی آسانی آسانی اس لئے کہ لوگوں کی طبائع مختلف ہیں اور فروعی اختلاف کسی نہ کسی کی طبیعت کے مطابق ہوتا ہے)۔ پس اختلافی مسائل کے متعلق اعتقاد یہ ہونا چاہیے کہ جو روش میں نے اپنے مذہب کے مطابق اختیار کی ہے وہ صحیح ہے لیکن اس میں خطا کا احتمال ہے اور روش دوسرے مذہب نے اختیار کی ہے وہ غلط ہے لیکن صحیح کا احتمال ہے۔ چنانچہ مسئلہ قزو، میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قزو سے مراد حیض ہے اور اس مذہب کے لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ مفہوم صحیح ہے لیکن اس میں خطا کا احتمال ہے۔ اگر اسے صحیح نہ سمجھے اور اس پر مستحکم نہ ہو تو دین میں خلل واقع ہوگا اور شیطان کے پنجے میں پھنس کر حق سے دور ہو جائے گا۔ اور اگر اس میں احتمال خطا کا اعتقاد نہ رکھے تو باعث فساد ہے کیونکہ اجتہادی مسائل میں حقیقت حال سے صرف اللہ تعالیٰ واقف ہے اور کسی کو معلوم نہیں۔ پس اعتقاد خطا اعتقاد صواب کے منافی (خلاف) نہیں کیونکہ اعتقاد صواب میں استحکام دین ہے اور اعتقاد خطا میں علم غیب سے نجات ہے (یعنی اگر امکان خطا کا قابل نہ ہو تو اہل یقین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں شرک لازم آتا ہے کیونکہ علم غیب صرف اللہ کو ہے اور ہم یقین سے یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ اختلافی مسائل میں جو ہماری روش ہے اس میں احتمال خطا نہیں)۔ پس احتمال خطا میں

فلاح دین ہے۔

توحیدِ مطلب

توحیدِ مطلب سے یہ مراد ہے کہ اہل سنت و جماعت کے جتنے مذاہب

ہیں ان میں سے ہر ایک کا امام یا شیخ ایک ہونا چاہیے :

فَاتِ السَّيِّخِ فِي قَوْمِهِ كَالنَّبِيِّ فِي أُمَّتِهِ

کیونکہ اپنی قوم یا جماعت کا شیخ اپنی امت کے نبی کی طرح ہے (الحديث)

بیک وقت چند شخصوں کا مقلد ہونا روا نہیں کیونکہ یہ انتقالِ مذہب ہے جو ناجائز ہے کیونکہ انتقالِ مذہب کا مطلب ہے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف جانا۔ پس ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف وہ آدمی جائے گا جو یا تو اپنے مذہب کو صحیح نہیں سمجھتا اور دل میں شک رکھتا ہے یا دونوں مذاہب میں سے کسی مذہب کے متعلق احتمالِ خطا کا قائل نہیں۔ اور دین کے معاملہ میں یہ دونوں اعتقاد ناجائز ہیں کیونکہ اس سے دونوں مذاہب میں شک لازم آتا ہے جو باعثِ فسادِ دین ہے۔ العیاذ باللہ (پناہ بخدا)۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَلَا تَتَّبِعِ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ

مختلف طرائق پر مت چلو کیونکہ یہ روش تم کو اللہ کی صحیح راہ سے محروم کر دے گی۔

اور جو جائز ہے یہ ہے کہ طالبِ صادق جس جگہ جائے فائدہ حاصل کرے اور صاحبِ کمال بنے۔ مردانِ خدا کا ادب ملحوظ رکھے۔ اور ہر ایک سے نعمت حاصل کرے لیکن اپنے امام اور شیخ کے متعلق اعتقادِ راسخ رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگ فرماتے ہیں کہ ارادت یکجا و نعمت صد جائے (یعنی مرید ایک کا ہو اور نعمت سینکڑوں سے حاصل کرے)۔ روایت ہے کہ سلطان العارفين (شاید حضرت خواجہ بایزید بسطامی) نے دو صد مشائخ کی خدمت کی اور ہر ایک سے فیض حاصل کیا اور مرید حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے تھے۔ چونکہ آپ طالبِ صادق تھے ہر جگہ سے کمال حاصل کیا اور اس سے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ اس کے باوجود جن مشائخ نے اپنے مریدوں کو دوسرے مشائخ کے

پاس جانے سے منع کیا ہے انھوں نے اس لئے کیا ہے کہ شیطان زندہ ہے ممکن ہے دین کے کام میں خلل ڈال دے اور دوسرے پیر کو اس کے اپنے پیر سے افضل بتا کر گمراہ کر دے۔ اگرچہ دونوں مشائخ واصل حق اور مقتدائے دین ہیں کیونکہ :

الطرائق الحی اللہ بعدد انفاس الخلائق

امتقائے تک پہنچنے کے راستوں کی تعداد اتنی ہے جتنے کہ مخلوقات کے سانس ہیں۔

اور ان میں سے ہر ایک صحیح راستے پر ہے اور حرص و ہوا سے پاک ہو کر اشد تک اس کی رسائی ہو گئی ہے۔ اس کا قول و فعل سب حق ہے کیونکہ جب تک یہ اعتقاد نہ ہو تو راہ دین پر چل نہیں سکتا۔ اور دوسرے پیر کے پاس جانے کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ اُسے اپنے پیر کی صداقت میں شک ہے اور اس سے شیطان کو وساوس ڈالنے کا موقع ملتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب قطب عالم سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی حضرت ذوالنون مصری کا ایک رسالہ پڑھتے ہیں تو ان کو بلا کر فرمایا کہ ہم نے سنا ہے تم ذوالنون مصری کا رسالہ پڑھتے ہو۔ یہ کام مت کرو۔ وجہ یہ ہے کہ جب تم اگلے زمانے کے لوگوں میں کوئی ایسی چیز دیکھتے ہو جو ہمارے اندر نہیں تو شیطان کو گمراہ کرنے کا موقع ملتا ہے اور تمہارے شیخ کے متعلق تمہارے دل میں بدگمانی پیدا کرتا ہے جس سے کام بگڑ جاتا ہے۔ یہاں قابل غور یہ بات ہے کہ اگرچہ قطب عالم شیخ نصیر الدین کامل اور صادق تھے اور صادقین کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا تاہم آپ نے انہیں منع فرمایا اور یہ منع فرمانا خلقت کی نصیحت کے لئے تھا۔

صاحبِ مذہب اور مجتہد کے مابین فرق

صاحبِ مذہب اور مجتہد کے درمیان

یہ فرق ہے کہ صاحبِ مذہب اپنی رائے کو صحیح سمجھتا ہے اور خلق کو اپنے مذہب کی طرف بلاتا ہے لیکن مجتہد اگرچہ مجتہد ہے اور اپنے اجتہاد پر قائم رہتا ہے لیکن اپنے امام کے مذہب کے اندر رہنا ہے اس کا اجتہاد اپنے امام کے مذہب کے دائرہ سے باہر نہیں جاتا۔ چنانچہ جب امام اعظم

مراہض لیتے ہیں تو ان کے مذہب کے مجتہدین وہی مراد لیتے ہیں۔ اور اسی کے اندر اجتہاد کرتے ہیں اسی طرح چونکہ امام شافعیؒ قزو سے طہر دیا کی مراد لیتے ہیں اس لئے آپ کے مذہب کے مجتہدین بھی طہر مراد لیتے ہیں۔ اور اسی کے اندر اجتہاد کرتے ہیں۔

مذہبِ اہل سنت و جماعت

مذہبِ اہل سنت و جماعت یہ ہے کہ جو مسلک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا تھا وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام تابعین تبع تابعین کے عہد سے لے کر آج تک اہل اسلام اور اہل حق کے اجماع کے ساتھ ان چار مذاہب کا مسلک رہا ہے اور اصل اور فروع کے ساتھ وہی مذہب ان بزرگوں کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے اور قیامت تک رہے گا۔ کتاب تیسرا الاحکام میں لکھا ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے جن میں سے صرف ایک فرقہ نجات پائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پچھارہ رسول اللہؐ وہ فرقہ کونسا ہے۔ فرمایا اہل سنت و جماعت۔ انھوں نے دریافت کیا کہ سنت و جماعت سے کیا مراد ہے فرمایا جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔ لہذا مومن کو چاہیے کہ مذہبِ اہل سنت و جماعت اختیار کرے اور ملتِ اسلامیہ میں سے جو شخص اہل سنت و جماعت سے مخالف (اختلاف) کرے وہ اہل باطل ہے اور جب وہ اختلاف معصیت کی حد تک پہنچ جاتے تو وہ اہل بدعت اور گنہگار ہے لیکن ماضی (گنہگار) کی شفاعت جائز ہے جب یہ اختلاف کفر کی حد تک پہنچ جائے تو ایسا شخص حکمِ آخرت میں کافر کہلاتا ہے اور کافر ہمیشہ دوزخ میں رہے گا؛

لا عذر فی الاخرۃ ان کے لئے آخرت میں کوئی عذر نہیں۔

یہ ان کے متعلق شرع کا حکم ہے۔ فرقہ رافضیہ، قدریہ، جبریہ اور منکرین رویت اور قرآن مجید کو منسوق کہنے والے سب جو اہل سنت و جماعت کی مخالفت کرتے ہیں اسی قبیل سے ہیں۔ چنانچہ بعض اہل بدعت حق تعالیٰ کو جسم اور جوہر کہتے ہیں اس کے لئے مکان و زمان، طول عرض و عمق جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ حکمِ آخرت میں کافر ہیں لیکن احکامِ دنیا میں ان کے ساتھ کفار کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔ اور ان کا

قتل کرنا اور ان کی اولاد کو قتل کرنا اور ان کے مال غارت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مستحق امان ہیں :

وہذا قولہم لا تکفروا اهل القبلة اہل قبلہ کی تکفیر مست کر دو۔

کے یہی معنی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مکتوب ۹

محبت کے پانچ اقسام قرب نفل اور قرب فرض کے بیان میں

حق حق حق!

اقسام محبت محبت کی پانچ قسمیں ہیں۔ محبت ذاتی، محبت صفاتی، محبت ازلی، محبت حسنی، محبت احسانی۔ حقیقت یہ ہے کہ عشق بیان میں نہیں آسکتا :

بیت سے عشق پر معشوق چشم افادون است

بعد ازاں از بے دلی جاں واطن است

معشوق کے ساتھ آنکھ لگنے کا نام عشق ہے اس کے بعد محبوب کی خاطر جان دینا ہے

پس عشق بیان سے باہر اور چون و چرا سے بالاتر ہے۔ عشق کو وہی سمجھ سکتا ہے کہ جسے عشق ہے۔ عشق کی علامت یہ ہے کہ عاشق بے دل ہوتا ہے (یعنی والہ اور بے خود) اور یہ بات عاشقوں سے مخفی

نہیں : وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ

وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو۔

کا مطلب ہے۔ عاشق جو کچھ دیکھتا ہے جمال دوست دیکھتا ہے۔ محمد واسع فرماتے ہیں :

ما نظرت فی شیئی الا ورايت الله فيه

میں نے کسی ایسی چیز کو نہ دیکھا جس میں اللہ کو نہ دیکھا۔

زہے جمال وزہے کمال کہ عشق میں وہ کون و مکان سے گذر کر نور اقدس تک پہنچ گئے اور ہر چیز کو نورِ حق سے دیکھنے لگے۔

محبتِ احسانی

جب عشق و محبت درجہ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو نظر ہمیشہ دوست پر اور

دوست کے احسان پر ہوتی ہے چونکہ یہ سب کچھ اسی کا احسان ہے اس لئے محب کا دل ہمیشہ اس کے احسان میں غرق ہو جاتا ہے :

فِي أَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكذِّبَانِ

بس تم اپنے رب کو کیسے جھٹلا سکتے ہو یعنی اس کی بیش بہا نعمتوں کا کس منہ سے انکار کر سکتے ہو۔

میں دوست کے احسانات کے اقرار کا مطالبہ ہے لیکن یہ محبت عام ہے اس لئے کہ اس کے احسانات سارے عالم پر عام ہیں جب اس مطالبہ میں محب ناکام رہتا ہے تو اس کے لئے باعث نقصان ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے شکایتاً فرمایا ہے :

أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ
یہی وہ لوگ ہیں جو نقصان اٹھاتے ہیں۔

محبتِ حسنی

جب مقام احسان سے ترقی کر کے سالک محبتِ حسنی تک پہنچتا ہے تو دوست

کی نظر دوست کے جمال پر ہوتی ہے اس مقام پر منع اور عطا (دوست کا عطا کرنا یا نہ کرنا) برابر ہوتا ہے۔ یہاں محب شاہدہ جمالِ دوست میں بے خود ہوتا ہے :

وَقَطَعَنَّ أَيْدِيَهُنَّ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ

زبانِ مصر حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر اس قدر محدود بے خود ہوئیں کہ

کہ سیب کاٹتے کاٹتے انھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور پکار اٹھیں کہ یہ انسان نہیں

ہے بلکہ کوئی اعلیٰ قدر فرشتہ ہے۔

کا اشارہ اسی مقام کی طرف ہے۔

محبتِ ازلی جب سالک مقامِ حسن سے گذر کر اوپر جاتا ہے تو ازل وابد اس کی نظروں میں یکساں ہو جاتا ہے اور محبتِ ازلی کا آغاز ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات عالمِ اخفا میں ہوتی ہے کیونکہ مومن اگر شرع کی رو سے خدا کا دوست ہے لیکن اس بات کا اظہار نہیں ہوا (کہ واقعی خدا کا دوست ہے) ممکن ہے کہ کافر مومن ہو جائے یا مومن کافر ہو جائے :

السَّعِيدُ قَدْ يَشْقَى وَالشَّقِيُّ قَدْ يَسْعَدُ

سعید شقی ہو جاتا ہے اور شقی سعید ہو جاتا ہے۔

سے سب کی کمر لٹ رہی ہے۔ جس قدر بلند ہو جاتا ہے اسے اپنے سعید ہونے کا یقین نہیں ہوتا۔

وَالْمُخْلِصُونَ عَلَىٰ خَطَرٍ عَظِيمٍ

مخلص لوگ بڑے خطرے میں ہوتے ہیں۔

کیونکہ انھیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آخری سانس کے وقت سعادت نصیب ہوتی ہے یا شقاوت۔ اس مقام پر اولیاء کا خون آب اور جگر کباب ہو جاتا ہے :

بیت سے

نخون صدیقان ازیں حضرت برنخت

آسمان برفرق ایساں خاک ریخت

اس غم میں صدیقوں کے دل خون ہو گئے اور سر، خاک آلودہ ہیں۔

پس جو شخص رویا اسی غم سے رویا :

بیت سے

دریاب اگر تو نیابی!

ناچیز شوم درین خرابی!

حقیقت کو پالے ورنہ تباہی ہی تباہی ہے۔

۱: یعنی حق تعالیٰ کی دوستی جو عالمِ غیب میں ہوتی ہے، کابندہ پر انکشاف ہوتا ہے۔

محبت صفاتی

جب محبتِ ازلی سے گذر کر سالک دوست کے صفات سے متصف ہوتا

ہے تو تخلق باخلاق اللہ کا ظہور ہوتا ہے اور **رَبِّیْ یُبْصِرُ** اور **رَبِّیْ یُنْطِقُ** (مشہور حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں قریب ہو جاتا ہوں یہاں تک کہ میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے اس کے کان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے..... الی آخر.....) کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ یہاں پہنچ کر وہ انانیت کا دم مارتا ہے اور انا الحق اور سبحانی ما اعظم شافی کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ اس مقام کو قربِ نوافل کہتے ہیں کہ ذاتِ اپنی جگہ پر قائم ہے اور دوست کی صفات ذات پر زائد متجلی ہیں (تجلی دکھا رہے ہیں)۔ اس مقام پر انا الحق جیسے کلمات غلبہ حال کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں۔ اگر اس حالت میں اسے قتل کر دیا جائے تو شہید ہوتا ہے لیکن یہ درمیانی مقام ہوتا ہے اس لئے ایسے لوگوں کا شمار اولیائے مستہلک میں ہوتا ہے (اولیائے مستہلک یعنی وہ اولیاء اللہ جو ہلاک ہو گئے) یعنی فنا فی اللہ ہوئے)۔

بیت سے

اُن کس کہ گشت گشت ازاں خال ہندوش

گرچہ شہید گشت مسلمان نے رُو د

جو شخص دوست کے سیاہ خال کا شکار ہوا اور اس نے جان دے دی اگرچہ وہ شہید ہے

لیکن مسلمان نہیں مرا۔ یعنی حقیقی مسلمان۔

لیکن جب عالمِ سکر (محویت) سے نکل کر عالمِ صحو (ہوشیاری) میں آتا ہے تو استغفار لازم آتا ہے۔ اس لئے سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ سبحانی ما اعظم شافی کا نعرہ مارنے کے بعد استغفار پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ :

المہمی ان قلت یوماً سبحانی ما اعظم شافی فانا الیوم مجوسی فاقطع

نماندی و اقول لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔

یا الہی جس روز میں نے سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں اور میرا شان کیا ہی بلند ہے) کہا تو میں کافر (مجوسی) ہوا پس اب میں توبہ کر کے اپنی زنا تار توڑتا ہوں اور کہتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی از سر نو مسلمان ہوتا ہوں۔

لیکن جب عاشق مقام صفات سے ترقی کر کے جمالِ دوست تک پہنچ جاتا ہے تو اس مقام کو قربِ فرض یا قربِ فرائض یا تجلّی ذات کہتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر محبت بذاتِ خود کوئی چیز نہیں رہتی اور سوائے دوست کے کچھ باقی نہیں رہتا؛

فَهُوَ لَيْسَ إِلَّا هُوَ وَمَا سَرَّ مَيْتًا إِذْ سَرَّ مَيْتًا وَلَكِنَّ اللَّهَ سَرَّهَا -

وہ سوائے اس کے (سوائے دوست) کچھ نہیں اور قرآن مجید میں ہے کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب تم نے دشمنوں پر مٹی پھینکی تو تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی،

کا اشارہ اسی مقام کی طرف ہے۔ اور :

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

اے نبی علیہ السلام! جب مسلمانوں نے تمہاری بیعت کی تو اللہ کی بیعت کی اور اللہ کا ہاتھ

ان کے ہاتھوں پر تھا (اگرچہ بظاہر رسول کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر تھا)۔

کا بھی یہی مطلب ہے۔ یہاں پہنچ کر سالک اہل تکمیل ہو جاتا ہے (تلوین و تکمیل سلوک میں دو مقامات کا نام ہے تلوین سالکین متوسط کا نام ہے جو ہر وقت غلبہ حال میں رہتے ہیں اہل تکوین وہ ہیں جو حال پر غالب آجاتے ہیں اور سکر و محویت سے نکل کر عالم ہوشیاری میں آتے ہیں اور تمام فرائض بشریت اور کرتے ہیں۔ یہ مقام بقا بالشرعیہ بیت بھی کہلاتا ہے اس مقام پر شطیبات کا گزر نہیں ہوتا (شطیبات جمع ہے شطیح کی جس کے معنی ہیں منہ سے ایسے کلمات نکلنا جو بظاہر کلمات کفر معلوم ہوتے ہیں لیکن ہوتے ہیں حقیقت پر مبنی مثل انا الحق و سبحانی ما اعظم شانی) اور سالک کا حال صحیح ہو جاتا ہے اور خلق کے ساتھ صحیح عقل کے مطابق بات کرتا ہے۔ یہاں پر وہ :

كَلِمُوا النَّاسَ عَلَى قَدْرِ حَقُولِهِمْ

لوگوں کے ساتھ ان کے معیارِ عقل کے مطابق بات کرو۔
 کا مصداق بن جاتا ہے اور احکامِ شریعت لوگوں کے مراتب کے مطابق ان تک پہنچاتے ہیں
 اور اصلاح داریں کرتے ہیں:

وَمَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ

(رسول کا مقام اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کرے۔)

کا مطلب یہی ہے:

فَاللَّهُ وَ لَا سِوَاهُ

وہ اللہ ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

سے بھی یہی مراد ہے۔ اس مقام پر اس کا سب قول و فعل حق اور شرع ہوتا ہے، اور انبیاء علیہم السلام
 میں یہ کمال بدرجہ اتم ہوتا ہے:

وَالسَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ

اور یہ برگزیدہ لوگ مقرب بارگاہ ہوتے ہیں۔

ان کی شان میں آیا ہے۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۹۱

بجانب سیدی احمد ملتانی۔ توحید کے دوسرے قسم کے بیان
 میں حسن اشعری دانشمند نے تکوین کو حادث کہا ہے اور تکوین
 اور مکون کو ایک سمجھا ہے۔

حق حق حق!

سلام علیکم چوں در خاطر

گراز چشم دوری بدل حاضری

بیت ۷

اے تجھے سلام ہو کہ اگرچہ آنکھوں سے دور ہو جائے دل سے حاضر ہو۔
واضح باد کہ اس مجبور کو دور نہ سمجھیں۔ آیہ :

ذَهُومَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ

اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔

ہر وقت کار فرما ہے۔ یہاں زمان و مکاں کا کوئی اعتبار نہیں :

لَا شَرْقِيَّةٌ وَلَا غَرْبِيَّةٌ

نہ وہ شرقی ہے نہ غربی۔

کا دور دورہ ہے۔ اور :

كُلٌّ فِي فَلَکٍ يَسْبَحُونَ

اور سب فضا میں تیرتے پھرتے ہیں۔

کی شان ظاہر ہے (یعنی اجرام فلکی کی طرح شیخ بھی فضا میں پرواز کرتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں پہنچ جاتے ہیں) عشق کے لئے کوئی حجاب نہیں بلکہ گریبان ہر وقت چاک ہے (یعنی سب اسرار ظاہر ہیں)۔ غرضیکہ محبت میں بے شمار بوجبیاں ہیں اور ہر بوجبیاں میں ہزار اسرار ہیں۔ کون ہے جسے یہ ذوق و شوق ہے: بیت سے

کیست دریں کار کہ جان باز بود
بر سر این شوق جہاں تراز بود

اس کام میں کون باز آتا ہے اور کون اس شوق میں اپنی دنیا برباد کرنے والا نکلتا ہے۔

جب انسان کی ہمت بلند ہوتی ہے اور نجات یاوری کرتا ہے تو عارف ربانی عالم سفلی سے نکل کر اوپر کی جانب پرواز کرتا ہے اور عالم برّس و عقل سے بھی بلند ہو کر قرب کی بلندیوں پر پہنچ جاتا ہے جہاں وَحْدَةٌ لَا شَرِيكَ لَهُ کی حقیقت اس پر ظاہر ہوتی ہے اور عین الیقین سے دیکھتا ہے اور سمجھ لیتا ہے کہ ذاتِ حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں۔ اور اس ذاتِ جلّ جلالہ کے ساتھ کسی صورت میں کوئی شریک نہیں (کسی صورت میں کوئی شریک نہیں کا مطلب یہ ہے اس تعینات کی دنیا میں ایک صورت میں یعنی ایک لحاظ سے حق تعالیٰ کے وجود کے ساتھ دوسری اشیاء کا وجود بھی موجود ہے لیکن مقام لا تعین اور ذاتِ بحت میں پہنچ کر سب تعینات میں فنا ہو جاتے ہیں اور ذاتِ حق کے سوا کوئی موجود نظر نہیں آتا)۔ اور یہ جو علم حسی اور عقلی میں اپنے آپ کو اور خدا تعالیٰ کو دو وجود سمجھتا تھا اور حادث

قدیم میں فرق کرتا تھا وہ تکثر اور تعدد عالم سفلی میں رہ گیا۔ پہلے وہ کچھ اور تھا اور پھر کچھ اور ہو گیا۔ بتخانہ
تھا مسجد بن گیا، کثرت تھی وحدت ہو گئی۔ امام جنید رضی اللہ عنہ اسی مقام کے متعلق فرماتے ہیں :
الْحَادِثُ إِذَا قُوِّرَ بِالْقَدِيمِ لَمْ يَبْقَ لَهُ أَشْرُودَ ذَلِكَ إِشَارَةٌ كُلُّ شَيْءٍ
هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

جب حادث یعنی انسان کو قدیم کا قرب میسر ہوتا ہے تو اس کا کوئی اثر یعنی نشان باقی نہیں
رہتا۔ اور آئیہ پاک کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ کا اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے یعنی
ہر چیز فنا ہونے والی ہے بجز ذاتِ حق کے۔ یاد رہے کہ حالک اسم فاعل کا صیغہ ہے
جس کے معنی ہیں اب ہالک ہے نہ کہ آئندہ زمانے میں۔ یعنی اس عالم ناسوت میں بھی ہر چیز
ذاتِ حق میں فنا ہے اور ذاتِ مطلقہ کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں۔

مردانِ حق پر جب یہ تجلی ہوتی ہے تو کبھی 'انا الحق' کا نعرہ لگاتے ہیں اور کبھی 'سبحانی'، اعظم شانی کہتے ہیں۔
اور یہ ایک راز ہے اللہ اور بندے کے درمیان۔ اور یہ جو پیشوائے عالم سرور کو نبی حبیب اللہ علیہ السلام نے
فرمایا ہے کہ :

مَنْ سَأَنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ جس نے مجھے دیکھا حق دیکھا۔

اسی حقیقت کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ پس اگر تو دل رکھتا ہے تو اسے اسی طلب میں جلا دے، اگر جان
رکھتا ہے تو اسی راہ میں قربان کر دے اگر سر رکھتا ہے تو اسی کو چہرے میں دے دے، اور اپنی دنیا
بر باد کر کے اسے حاصل کر ورنہ گاؤ و خر سے تیرا کیا کام :

بیت ۷ سر باز، پچھو مردانِ داری اگر سرے

ورنہ بکنج خانہ بنشیں چو بیوہ زن!

اگر سر ہے تو مردانِ حق کی طرح سر پھیل جا۔ ورنہ بیوہ عورت کی طرح گھر کے کونے میں بیٹھی جا۔

بیت ۸ گر مردِ راہِ عشقی جاں را ہدف بساز

از تیر رو مگرداں و از تیغ دم مزین

اگر تو عشق کا مرد میدان ہے تو جان قربان کر دے اور تیرا تیغ سے نہ ڈر۔
 ہاں جب تک علم و عقل قائم رہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور مذہب اہل سنت و جماعت کے
 مطابق شریعت پر قائم رہو۔ کیونکہ وہ دولت (یعنی قربِ حق) اس دولت (پابندی شریعت) کا ثمرہ ہے۔
 آیہ: قُلْ اَنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاسْبِعُوْنِيْ يَحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے
 محبت کرے گا۔

کی حقیقت قائم ہے کیونکہ انسان پر دو چیزیں ہمیشہ فرض عین ہیں ایک شریعت کے مطابق دین و ایمان
 کی فکر، دوسرا طلبِ حق سبحانہ تعالیٰ۔ ایمان کی فکر میں دونوں جہانوں کی فلاح ہے اور طلبِ حق
 مقامِ وحدت میں پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ جس سے وجودِ غیر کا عدم ہو جاتا ہے اور:

اَنَا مَنْ هُوَ وَمَنْ هُوَ اَنَا
 میں وہ ہوں اور وہ میں ہوں۔

کا درو دورہ ہوتا ہے۔ ایک عارف فرماتے ہیں:

رباعی

تو من شدی من تو شد م تو جاں شدی من تن شد م
 تاکس نگوید بعد ازیں! تو دیگر سی من دیگر م
 تو میں ہوا اور میں تو ہوا۔ تو جان ہے اور میں تن ہو گیا۔ اس کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہتا
 کہ تو اور ہے اور میں اور۔

عزیز من! جس نے طلبِ حق نہ کی اور وصالِ حق کو محال سمجھا وہ معتزلہ ہوا۔ اگرچہ اُسے دین و ایمان کی
 فکر تھی لیکن بے چارہ محروم رہا:

مصرعہ محبوب راز، پیچ چراغِ نصیب نیست

محبوب کو یعنی جس کے آگے پردہ حائل ہے کوئی چراغِ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

فیاضِ سرانِ اہل الاعتزال

پس اہل اعتزال یعنی معتزلہ کے لئے حسرت کا مقام ہے۔

اور جو شخص دین و ایمان کا فکر نہیں کرتا؛

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال برباد ہوئے اس دنیا میں اور آخرت میں۔

پس جس طرح تم طلبِ حق میں لا الہ الا اللہ کہتے ہو دینِ محمدی کی طلب کے لئے محمد رسول اللہ کو تاکہ جیسے

اللہ غیر کوٹا کر تجھے حق تعالیٰ تک پہنچاتا ہے اسی طرح محمد رسول اللہ تجھے فرودسِ اعلیٰ میں لے جائے

گا اور دولتِ ابدی نصیب ہوگی۔

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ یہ ہیں اصحابِ جنت جو ہمیشہ اس میں رہیں گے

کا تاج تیرے سر پر رکھے گا؛

بیت سے ہر کہ در راہِ محمد رہ نیافت

تا ابد گروے از درگہ نیافت

جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ نہ پایا ابد تک درگاہِ معلیٰ کی خاک تک بھی نہ پہنچ

سکے گا۔

عزیز من! اول تو انصاف کی نگاہ سے اپنے فعل کو دیکھ تاکہ تیرا فعل تجھ سے منسوب ہو۔ اس راستے میں

ہزاروں حسن و قبح اور ہزاروں خیر و شر درپیش ہیں اور خیر کے بدلے خیر اور شر کے بدلے شر ہے اور

یہ معاملہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ اور کسی وقت تم سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ دونوں جہاں تمہارے

سامنے ہیں پس اعتقاد یہ رکھنا چاہیے کہ بندہ کے فعل میں فاعل حقیقی خود حق تعالیٰ ہے؛

لاكثرثة ثمة لا بالفعال ولا بالقوة فان الله تعالى واحد في الذات

و الصفات اكثرثة کا جو مفقود ہے نہ بافعال نہ بالقوت اس کی ذات پاک ہے اور ایک ہے ذات و صفات میں۔

نہ فعل میں کثرت ہے نہ قوت میں کیونکہ اللہ تعالیٰ واحد ہے دونوں ذات و صفات میں۔

یہاں معتزلہ نے حق تعالیٰ کی صفات کا انکار کیا اور کثرتِ تعینات کی وجہ سے دوئی کا شکار ہو گیا؛

بیت سے دوئی را نیست رہ در حضرت تو

ہمہ عالم توئی و قدرت تو

تیری گاہ میں دوئی کی گنجائش نہیں۔ سارا جہاں تو ہے اور تیری قدرت ہے یعنی تیری صفات کا طور ہے۔

فَهُوَ هُوَ وَلَا هُوَ إِلَّا هُوَ پس وہی ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں۔

معزلہ نے صفات کو عین ذات سمجھا اور وحدتِ محض کا قائل ہو گیا۔ حسن اشعریؒ نے یہاں اگر تکوین (کائنات) کو حادث (فنا ہونے والا) کہا اور کائنات اور خالق کائنات کو اس اعتبار سے ایک کہا کہ فاعل خدا تعالیٰ ہے اور حدوث مرتبہ فعل میں ہے نہ کہ مرتبہ ذات میں اور مرتبہ فعل سے کوئی چیز خارج نہیں کیونکہ خارج امتناعِ محض ہے۔ ایجاد کے اعتبار سے سب فعل ہے اور حدوث کے اعتبار سے سب مفعول ہے۔ پس اگر فعل ایجاد قدیم ہے تو مفعول کا قدم لازم آتا ہے لیکن مفعول چونکہ حادث ہے اس لئے لازماً کائنات حادث ہے۔ پس اس نے جب موجودات کو فعلِ حق کہا تو میدانِ حدوث سے بلند نہ جاسکا۔ اور تکوین کو حادث کہہ دیا:

وَعَلَىٰ هَذَا إِحْدَاثُ رُوحِي فَإِنَّهُ وَقَعَ فِي بَحْرِ شَيْوْنِ السَّرْبُوبِيَّةِ كُلِّ

يَوْمٍ هُوَ فِي شَانٍ اسْتَغْرَقَ فِي بَحْرِ لَحِي نُورِي يَغْشَاهُ نُورٌ مِنْ فَوْقِهِ

نُورٌ مِنْ فَوْقِهِ انوار نور فوق نور بعضه فوق بعض فان الجبروت

بحر تہ موج فی بحریتہ ولا ساحل لہ وصار من اولیاء اللہ

المستہلکین فی الطریق والشہداء فی السبیل۔

(اور اس پر میری روح فنا ہے۔ کیونکہ یہ واقع ہے بحرِ ربوبیت کے بشیون میں جس کی

ہر وقت نئی شان ہے اور انوار میں غرق ہے اس کے اوپر نور ہے اور اس نور کے اوپر انوار

ہیں بعض کے اوپر بعض۔ پس عالمِ جبروت ایک بحر ہے متلاطم۔ اس کا کوئی ساحل نہیں ہے جس

کے اندر کئی اولیاء اللہ ہلاک ہوتے اور کئی شہید ہوتے)۔

بیت ۷ آنگس کہ کشتہ گشت ازاں خال ہندواش

گر چہ شہید گشت مسلمان نیرود!

جو شخص کہ تیرے سید خال کا قتل ہو گیا اگرچہ شہید ہوا لیکن مسلمان نہ مرا یعنی تیری صفات

پر عاشق تھا اور اسی کے لئے جان دے دی لیکن مسلمان وہ ہے طالبِ ذات ہو۔

اور اگر اس نے احسن اشعری رحمتی اور عقلی اعتبار سے اور ظاہری دلیل و اجتہاد سے تکوین کو حادث

کہا: فلیس بشی ولا یلیق بحالہ

(یہ کوئی چیز نہیں اور نہ اس کے حال کے لائق ہے)

لیکن مردِ محقق (عارف باللہ) جو داصلِ حق ہے کائنات کا وجود تسلیم نہیں کرتا اور وجودِ حق کے سوا کسی

اور وجود کا قائل نہیں۔ اور نہ اسے حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا وجود نظر آتا ہے۔ وہ سب

حدود سے نکل گیا اور کثر سے بلند چلا گیا۔ اس کے نزدیک خدا تعالیٰ اور اس کا فعل قدیم ہے۔

وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (اور یہ بڑا انعام ہے)۔

عزیز من! یہ غیب کے اسرار ہیں جو کون و مکاں میں نہیں سما سکتے۔ چھوٹی سی قلم میں کس طرح

آسکتے ہیں۔ یہ چند اشارات ہیں جنہیں اہل غیب اور اہل دل کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا:

بیت ۷ اہل دل را ذوقِ فہمے دیگر است

کان ز فہم ہر دو عالم برتر است

اہل دل کا ذوقِ فہم اور ہے کیونکہ وہ دو جہانوں کے عقل و فہم سے برتر ہے۔

جس کسی کو یہ ذوق حاصل ہے خدا کرے اس ذوق میں برکت ہو اور اہل من مزید کا نعرہ لگاتا ہے:

مصرعہ ہَنِیْئًا لَّا تُرَابُ النَّعِیْمِ نَعِیْبُہَا

مبارک ہیں اربابِ نعمت خدا کرے ان کی نعمت زیادہ ہو۔

قصہ مختصر یہ ہے کہ بشر ایک مختصر سا جامِ جہاں نما ہے لہذا یہاں بھی انحصار سے کام لیا گیا ہے:

فَانظُرْ اِلَى اٰثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُوْحِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا -
 پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے کوشموں کو دیکھو مردہ زمین کو کس طرح زندہ کرتا ہے اس کی
 موت کے بعد (یعنی انسانِ خاکی کو جو بمنزلہ مردہ خاک ہے کس طرح اپنی ذات و صفات میں
 فنا کے بعد زندہ جاوید کرتا ہے)

اس آیت پاک میں کتنے وسیع معانی بھرے ہوئے ہیں۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہہ رہا ہوں اور
 کہاں ہوں :

بیت سے رسیدم من یہ دریائے کہ موجش آدمی خوار است
 نہ کشتی اندر آں دریا نہ ملائے عجب کار است

میں ایسے درپر پہنچ گیا ہوں جس کی موجیں آدم خور (آدمی کو کھا جانے والی) ہیں طرہ یہ کہ اس
 دریا میں نہ کوئی کشتی ہے نہ ملاح۔

یہ نعمت اُن مردانِ خدا کے لئے ہے جنہوں نے بلند ہمتی سے صحرائے لامکاں میں خیمہ لگا لیا ہے اور
 کون و مکاں سے گزر گئے ہیں لیکن ہم سے تباہ حالوں کو نہ دین کا غم ہے نہ ایمان کا۔ اور حرصِ دنیا
 اور شکم پروری کے سوا کوئی کام نہیں۔

مکتوب ۹۲

بجانب شیخ مبارک۔ ترکِ دنیا و اہل دنیا اور
 سب اذہ نشینی کے بیان میں۔

حق حق حق !

اے یزدرا! فرصت کو غنیمت سمجھو :

اِغْتَم فَرَاغَكَ فَرِيْمًا تَمْتَنَا فَلَ تَمَّالَهُ

(اپنی فراغت کو غنیمت جان لیں بعض اوقات تو اس کی آرزو کرے گا لیکن نہیں پائے گا)

پر کان دھرو۔ ہلکے ہو کر چلو اور دل دنیا سے نہ لگاؤ اور :

انفروا خفافاً وثقالاً (اللہ کے راستے میں ہر حال میں نکلو، ہلکے یا بوجھل)

کو پیش نظر رکھو ورنہ وقت گزر جانے اور فرصت ختم ہونے کے بعد سوائے پشیمانی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اٹھو! اٹھو! اٹھو اور اہل اللہ کے ساتھ جاو۔ اور دنیا اور اہل دنیا سے بھاگ نکلو۔

بیت سے زدنیا و اہل آل چو شیر بگریز

چو گریزی درو دیگر میامیز

دنیا اور اہل دنیا سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ اور جب بھاگ جاؤ تو پھر

اس کے پاس نہ جاؤ۔

سبحان اللہ! کون عقلمند ہے جو سجادۂ مشائخ جو دو جہانوں کی بادشاہی بلکہ تختِ سبحانی ہے کو

چھوڑ کر مروار دنیا کا طلبگار بنے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

الدُّنْيَا جِيفَةٌ وَطَالِبُهَا كِلَابٌ

دنیا ایک مروار ہے اور اس کا طالب کتے کی مانند ہے۔

نوٹ : احقر مترجم کہتا ہے کہ دنیاوی کاموں میں شاغل ہونا اور کسبِ معاش کرنا طلبِ دنیا نہیں

ہے۔ مسلمان کا مطلوب اور حقیقی منزل مقصود اللہ ہے باقی سب کام ذریعہ ہیں منزل مقصود

تک پہنچنے کا۔ ہاں جو شخص مطلوبِ حقیقی کو نظر انداز کر کے ہمتن طلبِ دنیا میں مصروف

ہو جاتا ہے اس کی مثال واقعی ایک کتے کی سی ہے۔ اسی لئے عارفِ رومی رحمہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ہے : سے

چیت دنیا از خدا غافل بدن نے قماشِ نقرہ و فرزند و زن

آب در کشتی ہلاک کشتی است آب زیر کشتی پشتی است

یعنی وہ دنیا کے مذموم جیسے حدیث شریف میں مَرُوْر کہا گیا ہے خدا سے غافل ہونے کا نام ہے نہ سونا ہے نہ چاندی نہ اہل و عیال۔ دنیا کی مثال پانی کی سی ہے کہ اگر پانی کشتی کے اندر داخل ہو جائے تو کشتی غرق ہو جائے اور پانی کشتی کے نیچے ہو تو نجات ہے۔ اسی طرح اگر دنیا کو ذریعہ بنا کر محبوب حقیقی تک رسائی حاصل کی جائے تو محمود ہے اور اگر دنیا کے اندر گھر کر جائے تو ہلاکت ہے۔

افسوس ہزار افسوس! کہ شیر اور شیر کا بچہ مَرُوْر کا طالب بن جائے اور اپنی ساری ہمت اور طاقت کو اپنی ذلت اور خواری کے حصول میں خرچ کر دے:

بیت ۷
اے دریا رو بے شد شیر تو
تشنہ میری و دریا زیر تو

افسوس کہ شیر نے لومڑی کا رویہ اختیار کر لیا ہے تو پیا سا مر رہا ہے اور دریا تھارے پاؤں کے نیچے ہے۔

تشنہ از دریا جدائی مے کنی
بر سر گنجی گدائی مے کنی

تو دریا کے کنارے پیا سا جا رہا ہے خزانے پر بیٹھا ہوا ہے اور گدائی کرتا ہے۔

اے برادر! :-
الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا مَلْعُونَةٌ
دنیا و ما فیہا سب ملعون ہے۔

کی ہیبت سے لوگوں کا خون پانی ہو جاتا ہے اور دل بے چین ہے۔ اور اہل غفلت دنیا کے اور کی للب میں بے تاب ہیں۔ حیف صد حیف! جن مجالس میں دنیا کے دول کا ذکر جائز نہیں وہاں اس کا فکر اور اس کے غم کی کیا گنجائش ہے:

بیت ۸
دنیا القدر نذار د کہ برور شک برند
با وجود غم و مشرا غم بے ہودہ خواند

دنیا کی کیا ہستی ہے کہ اس کا رشک کیا جلتے جو چیز عدم محض ہے اس کا غم کیوں
کھایا جلتے۔

افسوس ہزار افسوس! کہ اس مردار دنیا کی خاطر آدمی ساری عمر برباد کر دے اور کتے کی طرح ذلیل
و خوار پھرے :

سگ دوں ہمت استخوان جوید

بیت سے

پنچہ شیر مغز جاں جوید

ذیل کتا ہڈی کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ اس کے برعکس شیر مغز جان پر ہاتھ مارتا ہے۔
آہ ہزار آہ! کہ ساری ہمت دنیا اور طلب دنیا پر لگائی جائے حالانکہ دنیا کی حالت یہ ہے کہ :

حب دنیا ذوق ایمانیت برد

بیت سے

زور از تن نورا ز جانت برد

دنیا کی محبت تیرا ایمان غارت کرتی ہے۔ اور تیرے جسم کی طاقت اور جاں کا نور تباہ
کرتی ہے۔

اے برادر! اگر دوستان خدا کے پاس دنیا کی کوئی چیز بھی نہ ہو اور پٹھے پرانے کپڑوں میں
ملبوس ہوں تب بھی حق تک، صلحہ واصل اور دونوں جہانوں کے بادشاہ ہوتے ہیں :

نفس قانع گر گدائی میکند

بیت سے

در حقیقت بادشاهی میکند!

انسان قانع اگر چہ گدائی کرتا ہے لیکن در حقیقت وہ بادشاہ ہوتا ہے۔

الْفُقَرَاءُ أُمَّتِي مَلُوكُ الْآخِرَةِ

حدیث پاک :

میری امت کے فقراء آخرت کے بادشاہ ہیں۔

ان کے سرکا تاج ہے جس کی بدولت وہ دونوں جہانوں کے بادشاہ ہیں : بیت سے
مسیحائیم مارا گرچہ تخت و تاج نیست ملک درویشی بہ کر و فرشتہ محتاج نیست

ہم بادشاہ ہیں اگر ہمارے پاس تخت و تاج نہیں۔ کیونکہ ملکِ درویشی کے لئے شاہانہ
کرتو فر کی ضرورت نہیں۔

درویش کی سلطنت کون و مکان میں نہیں سما سکتی۔ درویش کی سلطنت کا علاقہ کونسا ہے؟ فضائے سبحان
اور صحرائے لامکاں اور میدانِ وحدت ہے۔ شاید سلطان العارفين (حضرت بایزید بسطامی قدس
سرہ) نے اسی وجہ سے فرمایا ہے:

مُنْكَى اَعْظَمُ مِنْ مَلِكِ اللّٰهِ تَعَالٰى

میرا ملک اللہ تعالیٰ کے ملک سے بڑا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ملک کون و مکان ہے اور درویش کا ملک خود سبحان ہے۔ سبحان اللہ!
درویش کا کمال بشر کی محدود عقل سے بالاتر ہے کیونکہ جب درویش کا دل نقشِ غیر حق سے پاک ہو
جاتا ہے تو ذات و صفاتِ حق تعالیٰ کی وسعت میں بولانی کرتا ہے:

لَا يَسْعَىٰ اَرْضِي وَلَا سَمَآءٍ وَّلٰكِنْ يَسْعَىٰ قَلْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ

میں اپنی زمین اور اپنے آسمان میں نہیں سما سکتا لیکن مومن کے قلب میں سما سکتا ہے۔

(حدیث قدسی)

اے برادر! ہمت بلند رکھو اور سجادہٴ مشائخ پر قائم رہو۔ انشا اللہ تعالیٰ کوئی فکر اور کوئی کمی نہ ہوگی۔
زیادہ کھنسنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ خود شیر زادہ اور عالم میں امید قومی ہے کہ آپ سجادہٴ مشائخ
کو مضبوط پکڑیں گے اور حق سے پیوست رہیں گے۔ عاقبت محمود باد بالنبی وآلہ الامجاد۔

مکتوب ۹۳

بجانب میاں معروف۔ تفاوتِ حالِ طالبان

اور فضل انبسیار اور اولیاء کے بیان میں۔

حق حق حق !

واضح باد کہ طلبِ حق تعالیٰ اور اس کی محبت مومن کے لئے فرض عین اور فرضِ دائم ہے۔ اور طالبین کے درمیان فرق ہے۔ ایک وہ ہے کہ جس نے اقرار باللسان، تصدیق بالقلب اور فرائض و اجبات اور سنن پر ظاہری شریعت کے احکام کے مطابق اکتفا کر لیا ہے اس کا باقی وقت دنیائے دوں کی طلب اور حق تعالیٰ سے غفلت میں گذرتا ہے۔ مقربانِ حق اس گروہ کو طالبِ دنیا کہتے ہیں اور سب دیوانہ سمجھتے ہیں کیونکہ :

الدُّنْيَا جِنْفَةٌ وَطَالِبُهَا كَلَابٌ
دنیا مُردار ہے اور اس کا طالب کتا ہے۔

رباعی

حال دنیا را بد پر سیدم از وزانہ
گفت یا بادیت یا خابیت یا افسانہ

باز گفتم حال آنکس کو کہ دل درمے بست
یا دیولیت یا غولیت یا دیوانہ

میں نے ایک دانا سے دنیا کا حال پوچھا تو اس نے کہا یا ہوا یا خواب ہے یا ایک افسانہ ہے۔ میں نے پھر پوچھا کہ اس شخص کے متعلق جس نے دنیا کے ساتھ دل لگایا آپ کیا

ہیں۔ فرمایا یا وہ شیطان ہے یا بھوت ہے یا دیوانہ ہے۔

یہ کمالِ حسرت و نامرادمی اور بعد از حق تعالیٰ ہے۔ خدا اس سے پناہ دے۔ دوسرا شخص وہ ہے کہ جس نے ایمان و اسلام اور عمل صالح کے بعد دل دنیا اور اہل دنیا سے پھیر لیا ہے آخرت کی جانب متوجہ ہوا ہے اور ہر وقت دین کے فکر میں رہتا ہے اس گروہ کے لوگوں کو ابرار کے نام سے موسوم کرتے

ہیں :
إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ

اور ابرار نعمت میں ہیں۔

ان کے حق میں آیا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ دنیا سے گذر کر آخرت کے طلبگار ہو گئے ہیں مردانِ حق کے نزدیک یہ بھی دون ہمت کہلاتے ہیں کیونکہ اگرچہ بہشت میں داخل ہوں گے بہشت کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوں گے اور سحر و غلماں کے مالک ہوں گے لیکن خود سے ہرگز تجاوز نہ کریں گے اور مردانِ حق جن کا مقام

مشاہدہ جمال دوست ہوتا ہے کہ مقام تک ان کی رسائی نہ ہوگی۔ حق تعالیٰ کی ان کو کوئی خبر نہ ہوگی۔ اور عالم قدس کی خوشبو سے ان کے ناک محروک رہیں گے۔ کسی نے خوب کہا ہے :

رباعی

قوے متخیر اند در راہ یقین قوے است دگر کہ بماند اندر غم دین
 مے ترسم ازاں بانگ برآید روزے کہ اے بے خبراں راہ نہ آنت نہ این
 ایک گروہ ایسا ہے جو راہ یقین میں مشغول ہے دوسرا گروہ ہر وقت غم دین میں متفکر ہے مجھے
 اُس آواز سے ڈر لگ رہا ہے کہ اے بے خبرو! حقیقی راستہ نہ وہ ہے نہ یہ۔

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو سلطان الہمت ہیں اور طلبِ حق میں وہ اپنی جان پر کھیل گئے ہیں اور اپنی دنیا کو آگ لگا دی ہے انھوں نے دل حق تعالیٰ کے ساتھ لگا دیا ہے اور دل کو نہ دنیا سے لگاتے ہیں یا اپنے تن سے یا جان سے یا آخرت سے کسی نے خوب کہا ہے :

بیت ہے چنگ در حضرتِ حقِ زوہ
 ہر چہ آں نیست پشتِ پا زوہ

انھوں نے حضرت حق کا دامن تمام لیا ہے اور غیر حق پر لات مار دی ہے۔ اس قسم کا طالبِ بہشت میں ہوتا ہے لیکن بہشت کے لئے نہیں ہوتا بلکہ محض حق تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے، ان پر خوز و فلاح کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کی آگ ان کو نہیں چھو سکتی۔ بلکہ اگر وہ دوزخ پر سے گزریں تو دوزخ فریاد کرتی ہے کہ :

جریا مومن فان نورک الھفاء لھبی

اے مومن جلدی گذر جا کیونکہ تیرے نور سے میرے شعلے بجھتے ہیں۔

حضرت خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگر فردوسِ اعلیٰ میں مجھے ایک لمحہ کے لئے دوست سے حجاب واقع ہو تو ایسی فریاد کر دوں گا کہ دوزخیوں کو بھی مجھ پر رحم آجائے گا۔ حضرت عین القضاة رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں بھی کھانا پینا اور وہاں بھی (بہشت میں) کھانا پینا، میں بہشت میں جا کر

غیر حق کے ساتھ ہرگز ہرگز مشغول نہ ہوں گا سبحان اللہ! یہ کیسے لوگ ہیں کہ جن کے حق میں فرمان ہوتا ہے:

اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں جنہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔

شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی حضرات کی خواہش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وَحَسْرَتِي فِي نُرْمَةِ الْمَسَاكِينِ اے اللہ! مجھے مساکین کے گروہ میں اٹھانا۔

یعنی مجھے اپنے دوستوں کے ساتھ رکھو جن کا تیرے سوا کوئی نہیں اور جو کون و مکان سے گذر کر فضائے لامکان میں جو لاتی کرتے ہیں اور وحدت کے میدان میں چوگانِ ذوق و شوق سے گئے شہو وے جاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی ان حضرات کے کمالات کی خبر پا کر ان کے طلبگار ہوئے حضرت رسالت مآب علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَا صَبَّ اللَّهُ شَيْئًا فِي صَدْرِي إِلَّا وَقَدْ صَبَّ فِي صَدْرِي أَبِي بَكْرٍ

یعنی نہیں ڈالی اللہ نے میرے قلب میں کوئی چیز جو نہ ڈالی ہو ابو بکرؓ کے قلب میں

یعنی جو واردات قلبی مجھ پر ہوتے وہی حضرت ابو بکر صدیقؓ پر ہوتے۔

سے شاید یہی مراد ہے۔

بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ

جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا، لوگوں تک پہنچا دو اگر نہ پہنچا تو حق رسالت

ادا نہ کیا۔

یعنی اگر آپ نے ان لوگوں سے کوئی چیز دریغ رکھی تو رسالت صحیح نہ ہوئی اور یہ لغزش ہوگی۔ یہاں یہاں! یہ کیا کمال اور کیا جمال ہے۔

الْوَلَايَةُ أَفْضَلُ مِنَ النَّبُوَّةِ وَلَايَةُ أَفْضَلُ هِيَ نَبُوَّةٌ سَ -

یہ ایک ایسا راز ہے جو علم و عقل سے بلند تر ہے۔

اولیائے کرام اپنے کمال و جمال کی وجہ سے انبیاء کے کمال و جمال میں حیران ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو اپنے اعتقاد کے مطابق انبیاء کے طفل و طفیل سمجھتے ہیں لیکن کلی طور پر افضلیت انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے اور کوئی شخص ان کے سوا خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ ولی ہے اور مقرب حق تعالیٰ ہے لیکن جب تک انبیاء کے نور کا عکس کسی پر نہ پڑے ولی اور مقرب نہیں ہو سکتا اسی لئے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے :

الْعُلَمَاءُ وَرِثَةُ الْأَنْبِيَاءِ علماء یعنی اولیاء انبیاء کے وارث ہیں۔
لہذا ولایت میراث ہے نبوت کا۔ لہذا تم غلطی نہ کرنا اور ولی کو نبی سے افضل کہہ کر گمراہ نہ ہونا۔
عزیز من! مردانِ خدا کے رموز کا تعلق ان کے حال سے ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے:

بیت سے رازِ درون پرودہ ز رندانِ مست پرس
کایں حال نیست صوفی عالی مقام را

زندوں یعنی قلندروں کے راز و رموز کا حال نہ پوچھ یہاں صوفی عالی مقام کی جگہ نہیں۔
جو کچھ دیوانہ کہتا ہے ہوشیار نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ اپنے آپ سے نکل کر مست اور گستاخ ہو گیا ہے
لیکن معذور ہے:

لاجرم دیوانہ را گرچہ خطا است ہرچہ مے گوید بگستاخی رواست
ہرچہ از دیوانہ آید در وجود عفو فرمائید از دیوانہ زود!
اگرچہ دیوانہ غلطی پر ہوتا ہے لیکن جو کچھ گستاخی کے ساتھ کہتا ہے روا ہے۔ جو کچھ دیوانہ
سے سرزد ہوتا ہے اس سے درگزر کرنا چاہیے۔

پس تم اعتقاد درست رکھو اور کام میں لگے رہو:

بیت سے کارکن کار بگذر از گفتار
کاندیریں راہ کار وارد کار

کام کرو کام کرو اور گفتار چھوڑ دو کیونکہ اس راستہ میں عمل کام آتا ہے۔

اور طالب کا کام یہ ہے کہ:

بربند ہوا ز دل و زباں از گفتار

در محو خودی سعادت خود پسندار

دل اور زبان کی ہوس کی وجہ سے گفتار میں مشغول نہ رہ بلکہ محویت میں اپنی سعادت سمجھ۔

طالبِ حق کو طلب میں محور ہونا چاہیے۔ اور دونوں جہانوں کو آگ لگا دینی چاہیے:

بیت سے
محبوب بود در ہر دو سرائے
پائے از سر ناپدید و سر زپائے

دونوں جہانوں میں محبوب رہنا چاہیے نہ پاؤں کا سر سے پتہ چلے نہ سر کا پاؤں سے۔
صوفیہ دل کو نقشِ غیرِ حق سے دھو دینا چاہیے تاکہ جمالِ دوستِ آئینہ دل کے اندر ظاہر ہو اور مشاہدہ
حاصل ہو۔

بیت سے
چوں نہ ماند در دل از اغیار نام
پردہ از محبوب بر خیزد تمام
جب دل کے اندر اغیار کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا تو محبوب کے رخِ انور سے
پوری طرح پردہ اٹھ جاتا ہے۔

اور طالبِ سخی کا صحیح راستہ راہِ وحدت ہے فنائے نفسِ خود اور فنائے غیرِ حق کی بدولت۔ اس کے
بعد وہ خدا رسیدہ ہو جاتا ہے اور خدا کے سوا کچھ نہیں دیکھتا؛

بیت سے
تا تو مے باشی عدو بینی ہمہ
چوں شومی فانی احد بینی ہمہ
جب تک تو ہے اعدا میں گھرا ہوا ہے جب تو فنا ہو جاتا ہے تو جمالِ احدیت کا مشاہدہ
کرتا ہے۔

سبحان اللہ! یہ کیا مردانِ حق ہیں جو کسی دوسرے فن میں کمال کی خاطر اپنے مقصود کو ترک نہیں
کرتے اور جمالِ حق کے سوا کونین میں کوئی مطلوب نہیں رکھتے؛

بیت سے
نے در غم دوزخ و بہشتند
ایں طائفہ را چنین سرشتند

نہ دوزخ کا غم ہے نہ بہشت کی۔ خدا جانے ان لوگوں کی سرشت کس پر ہوتی ہے۔
حق تعالیٰ کی محبت اور طلب میں یہ لوگ کفر سے نکل کر دین پر بھی نہیں ٹھہرے بلکہ خود حق تعالیٰ

تک پہنچنے کے لئے کمر بستہ ہو گئے ہیں :

بیت سے کفر کافر را و دین دیندار را

ذرة دردت دل عطار را

خدا کرے کفر کافر کے اور دین دیندار کے نصیب ہو۔ عطار (فرید الدین عطار) کے لئے تو

فقط تیرے درد کا ایک ذرہ درکار ہے۔

اس وجہ سے کھجور کے بغیر کون و مکاں لا حاصل ہیں۔ اور دردِ سچی ہی مقصودِ کلی ہے، خدا یہ دولت

جس کے نصیب کرے :

بیت سے ذرة دردِ خدا در دل ترا

بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

عشقِ مولا کے درد کا ایک ذرہ تیرے لئے دونوں جہانوں سے بہتر ہے۔

خواہ کفر ہو خواہ دین، دونوں حجاب اور بندش ہیں :

يَا لَيْتَ اُمِّحْتُ لَمْ تَلِدْنِي كاش میری ماں مجھے نہ جلتی۔

یہ طالبانِ حق کی فریاد ہے۔ جب تک حجاب ہستی قائم ہے عاشقوں کی یہ فریاد دائم ہے :

رَبِّ لَا تُزِزْنِي فَرْدًا وَاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ وَاِنِّي مَسْنِي الضَّرُّ

وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحِيْمِيْنَ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّي كُنْتُ مِنَ

الطَّالِبِيْنَ طَوَمَا اَبْتَرِيْ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَا مَسْرَاةَ يٰسُوْرُ

(اے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو بہترین وارث ہے۔ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور

تو برا رحم کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور میں گنہگار ہوں۔

میں اپنے نفس کی برأت نہیں کرتا کیونکہ نفس برے کاموں کی طرف رغبت

دلاتا ہے۔)

شاید محمد مصطفیٰ علیہ السلام اسی وجہ سے یہ نعرہ بلند کرتے تھے :

يَا لَيْتَ رَبِّ مُحَمَّدًا الَّذِي خَلَقَ مُحَمَّدًا
کاش کہ محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا۔

محمد حجاب محمد ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے سوا کیا چیز ہے اور اس کے سوا کون ہے :
رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ
وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ
وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی اول ہے وہی آخر ہے
وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔
یہ کیا شور اور کیا غوغا ہے کسی نے خوب کہا ہے :

رباعی

اَلْ لَقْمَةُ كِهْ دِر دِهَانِ نَكْنَجِدِ بَطْلَبِ اَلْ سِرْ كِهْ دِر و نَشَا نَكْنَجِدِ بَطْلَبِ
سریت میان دل درویش و خداوند جبریل امین در ا ن نكنجِدِ بَطْلَبِ
وہ لقمہ طلب کرو جو ذہن میں نہ سمائے۔ اور وہ سر طلب کرو کہ جس میں نام و نشان کی گنجائش
نہ ہو درویش کے دل اور خدا تعالیٰ کے درمیان ایک راز ہے کہ جس کی جبریل امین کو بھی خبر نہیں
اور یہ کام درد کا کام ہے اور بار بار درد ہے :

بیت ۷ درد خواہ و درد خواہ و درد خواہ

گر تو ہستی اہل درد و مردِ راہ

اگر تو اہل درد اور مردِ حق ہے تو درد طلب کر، درد طلب کر، درد طلب کر۔

یہ بے چارہ جب تک زندہ ہے درد مند رہے گا اور اس درد کے ساتھ حشر میں اٹھے انشاء اللہ تعالیٰ۔

بیت ۸ درگور برم از سرگیسوتے تو تالیے

تاسایہ کند بر سر من روز قیامت

تیری زلفوں کا ایک بال قبر میں لے جاؤں گا تاکہ قیامت کے دن مجھ پر سایہ افکن ہو۔

عاقبت بخیر باد۔

مکتوب ۹۴

بجانب شیخ احمد تھانی سری۔ میاں عبدالرحمن
کی تیمارداری کے متعلق۔

حق حق حق!

اس مہجور دور افتادہ کو دور نہ سمجھیں کیونکہ زمان و مکاں کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور:
لَا شَرْقِيَّةَ وَلَا غَرْبِيَّةَ (اور حق) نہ شرقی ہے نہ غربی۔

کا دور دورہ ہے! اور محبت میں بے شمار لوالعجیباں اور ہزار ہزار اسرار و رموز ہیں۔ جسے یہ دولت نصیب
ہو: بیت سے
یک نظر از دوست ہزار سعادت است
منتظر تا کے آن وقت نظر آید

دوست کی ایک نگاہ میں ہزار سعادت ہے میں اس انتظار میں ہوں کہ کب وہ وقت میرا آئے
مختصر یہ کہ یہ مختصر بشر ایک مختصر جامِ جہاں نما ہے لہذا اس کا کام بھی مختصر دکھا گیا ہے یعنی
فرمان ہوتا ہے:

فَاَطِيبِي نَجْدِي جُو مجھے طلب کرے گا پائے گا۔

یہی بشر کا راز ہے ورنہ کہاں تراب (مٹی کا پتلا) اور کہاں رب الاذنب:

فَانظُرْ اِلَى اَشَارِهَا رَحْمَةً اللّٰهِ كَيْفَ يَحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نظر کرو کہ کس طرح مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ یہاں مردہ زمین
کا اشارہ بشرِ خاک کی طرف بھی ہے کہ کس طرح ایک نظرِ رحمت سے اُسے ذات و صفات
حق میں فنا کر کے زندہ جاوید کیا جاتا ہے۔

حق تعالیٰ کی ایک نظر کا یہ کرشمہ ہے کہ ہزاروں نعمتیں اور اسرار و رموز بشر کو حاصل ہوئے۔

برادرِ قاضی عبدالرحمن علیل اور کمزور ہیں اس پر نظرِ شفقت فرمادیں تاکہ طلبِ علم میں کمر بستہ ہو جائیں :

بِقَاءِ الْخَلِيلِ شَفَاءُ الْعَيْلِ دوست کی ملاقات بیمار کے لئے شفا ہے۔
نیز فرمایا کہ :

أَنَا عِنْدَ مَنْكَسِرِ الْقُلُوبِ میں غمگین دلوں میں ہوتا ہوں -
اسی راز کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ دعا ہے کہ سرِ درِ اسرارِ مستور اور ضمیرِ درِ انوارِ مکشوف ہو بطفیلِ نبی
علیہ السلام وآلہ الکرام -

مکتوب ۹۵

بجانب قاضی عبدالرحمن صوفی۔ در بیان آیہ وَمَنْ يَخْرُجْ
مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْمِئْهُ
الْمَوْتُ و در مسئلہ تعبیر خواب -

حق حق حق !

اں برادر کا خط موصول ہوا جس سے بہت فرحت ہوئی۔ آپ نے لکھا ہے کہ رات کو زلزلہ
معهود آیا اور زلزلے کے دوران وہ دُعا برائے ایمان یاد آئی جو قبل ازیں سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اے برادر!
جاننا چاہیے کہ جس قدر حال غلبہ کرتا ہے اور سالک مغلوب ہوتا ہے اسی قدر مراتب میں ترقی واقع
ہو کر تمکین حاصل ہوتی ہے اور اس ترقی کی وجہ سے دین کا غم اور آخرت کا فکر بڑھتا ہے کیونکہ
جس قدر مرتبہ بلند ہوتا غم دین زیادہ ہوتا :

كُلَّمَا أَسْرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا غَمًّا أَعِيدُوا فِيهَا

(جب وہ بوجہ غم خروج کا ارادہ کریں گے دوبارہ لوٹا دیے جائیں گے)

چنانچہ جن لوگوں کو عاقبت کا فکر بہت ہوتا ہے ان کے مراتب بھی بلند ہوتے ہیں محض صادق

و مرشد ازل صلی اللہ علیہ وسلم

اعْرِفْكُمْ بِاللَّهِ وَ اخْشَئْكُمْ بِاللَّهِ

میں تم میں سے سب سے زیادہ عارف اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔

میں اسی حدیث کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ پس اس عاقبت کے فکر سے مردانِ حق کی کمری ٹوٹ

چکی ہیں کیونکہ جس قدر قرب کی جانب ترقی کرتے ہیں عاقبت کے خوف سے اسی قدر زیادہ کانپنے

ہیں: اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِيْ عَلٰى دِيْنِكَ

اے اللہ! اپنے دین میں مجھے ثابت قدم رکھ۔

میں عاشقوں کا سہارا ہے۔

آیہ پاک مَنْ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا... کی تفسیر

مَنْ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يَدْرِكُهُ الْمَوْتُ
فَقَدْ وَاَقَمَ اَجْرًا عَلٰى اللّٰهِ

جو کوئی نکلا اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ کی جانب اور پھر آیا اس کو موت نے پس اس کا

اجر اللہ پر واجب ہو گیا۔

جاننا چاہیے کہ جو شخص اپنے خانہ بشریت سے ہجرت کر کے شہرِ احدیت کی جانب سفر کرتا ہے اور

حضرتِ صمدیت کا مشاق ہوتا ہے اور ابھی وہ راستے میں ہوتا ہے اور بارگاہِ معلیٰ تک پہنچنے میں منزلوں

منازل باقی ہیں کہ مقام فنا و عدم پیش آجاتا ہے اور مخلوقاتِ بشریہ و طبعیہ سے باہر نکل جاتا

ہے اور دوست کی طرف حیران و پریشان اور جمالِ حبیب کی پیاس دل میں لئے جا رہا ہے تو اگر

کعبہ مقصود تک پہنچ گیا اور مشاہدہ حق و رسولِ حق میسر ہو گیا تو،

فَقَدْ وَصَلَ الْعَجِيبُ الْحَاجِبِ بِسِ دُوسْتِ دُوسْتِ سِ جَابِلَا -

اور:

إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

تبیق اولیار اللہ کے لئے نہ کوئی ڈر ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔

کی سلطنتِ ابدی اور تختِ سرمدی پر متمکن ہوتا ہے اور دونوں جہانوں کا بادشاہ بن جاتا ہے لیکن اگر اس ہجرت میں کعبہ مقصود تک پہنچنے سے پہلے اس جہاں سے کوچ کر گیا تو:

فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ يَعْنِي تَحْقِيقَ ظُهُورِ اللَّهِ عَلَيْهِ عَلَى مَا هُوَ مُرَادٌ مِنْهُ اضْعَافًا مُضَاعَفَةً.

(اس کا اجر اللہ پر واجب ہو جاتا ہے یعنی ظہورِ حق اس پر متحقق ہو جاتا ہے اور اس کو

زیادہ سے زیادہ مراد ملتی ہے)

کیونکہ اس نے اپنی جان راہِ حق میں قربان کر دی جس کا اسے وہاں ثمر ملا :

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ وَيُضَاعَفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ.

(ان لوگوں کی مثال جنہوں نے خرچ کئے اپنے مال فی سبیل اللہ اس تخم کی ہے جس سے

اُگتے ہی سات خوشے اور ہر خوشے میں سو دانے ہوتے ہیں۔ اللہ بڑھاتا ہے رزق (ظاہری

و باطنی) جس کا چاہے اس کا علم بے حد وسیع ہے۔)

تعبیر خواب نیز آپ نے لکھا ہے کہ خواب میں ایک کم سن لڑکی نے بچہ جن کر میرے حوالے کیا ہے۔ واضح باد کہ خواب عالمِ غیب کی چیز ہے اور تعبیر کے لئے بھی اہل غیب درکار ہے تاکہ صحیح نکلے۔ اور اہل غیب پیغمبر تھے۔ اس معاملے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے غلطی سرزد ہو گئی کہ حضرت عمرؓ

کا خواب مصطفیٰ علیہ السلام کے سامنے بیان کیا اور مصطفیٰ علیہ السلام نے فرمایا :

أَصَبْتُ بَعْضًا وَأَخْطَأْتُ بَعْضًا

(تم نے کچھ صحیح دیکھا کچھ خطا کی)

اب اس تباہ حال کی کیا ہستی ہے کہ اپنے اوپر یہ بوجھ ڈالے۔ پس اس کی طرف کوئی توجہ نہ کر و اس قسم کے ہزاروں انکشافات ہوتے رہتے ہیں طالب کو چاہیے کہ دوست کا دامن مضبوط پکڑ رکھے :

بیت ۷ چنگ در حضرت خدا زود

ہر چہ آل نیست پشتِ بازو

تو نے حضرت حق کا دامن تھام لیا ہے اور جو اس کا غیر ہے اس پر لات ماری ہے۔

چوں طالب در کار بود خداوند یار بود

جب طالب اپنے کام میں لگا رہتا ہے تو خداوند تعالیٰ اس کا یار و مددگار ہوتا ہے۔

مکتوب ۹۶

بجانب قاضی عبد السمیع دانشمند تھانی سری۔ در باب اطلاق

ممتنع بر محالات و عدم جواز کلیہ واجب الوجود۔ و در بیان تمثیل

توحید در ظهور ملک در صورت بشر۔

حق حق حق!

اقسام وجود

واضح باد کہ وجود کی تین اقسام ہیں۔

ادلہ: واجب الوجود جو ذات حق تعالیٰ ہے۔

دوم ؛ متمنع الوجود یعنی شریکِ باری تعالیٰ کے جس کا وجود کسی طرح ممکن نہیں اور وہ عدم محض ہے۔
سوم ؛ ممکن الوجود یعنی جملہ کائنات لیکن وہ چیزیں جو عقل و حس کے خلاف ہیں وہ بھی متمنع لفظ
کے زمرہ میں داخل ہیں۔ کیونکہ اجتماعِ ضدین جو خلاف حکمت و عقل ہے محال ہے مثلاً انبیاء علیہم السلام
کا دوزخ میں اور کافروں کا بہشت میں جانا۔ اسی طرح ابو جہل اور فرعون کے لئے ایمان ثابت کرنا
بھی امتناع وجود ہے۔

عزیز من ! ایک بات جو مردانِ حق کے لئے عروۃ الوثقی (مضبوط رسی) کا کام دیتی ہے یہ
ہے کہ جب دین کے معاملہ میں کوئی مشکل پیش آئے تو اس کی خاطر دین کی توڑ موڑ درست نہیں بلکہ یہ کرنا
چاہیے کہ اس کی تاویل و توجیہ کے لئے واقف دین و علمائے راسخ القیٰن کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

جواز کلیہ واجب الوجود

کلیہ واجب الوجود کے لئے کوئی جواز نہیں نہ عقلاً نہ شرعاً۔ اس
قسم کا اعتقاد رکھنے والے کی توبہ خدا قبول کرے :

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ

(اللہ مددگار ہے اس سے زاید جو تم بیان کرتے ہو)۔

عزیز من ! مردانِ محققین کا کلام اہل ظاہر کی سمجھ سے بالاتر ہے کیا کیا جائے۔

بیت ہے اہل دل را ذوق و فہم دیگر است

کال ز فہم ہر دو عالم برتر است

اہل دل کا ذوق و فہم اور ہے اور یہ دونوں جہانوں کے فہم سے بلند تر ہے۔

ان کے اعتقاد کے مطابق ایمان رکھنا باعث ہزار ہا سعادت ہے :

حدیث ہم القوم لا یشتقی جلیسہم

یہ وہ قوم ہے جن کے پاس بیٹھنے والا بھی شقی نہیں ہو سکتا۔

امام خلیفہ فرماتے ہیں :

إِيْمَانِنَا هَذَا فِي طَرِيقَتِنَا وَلَا يَه (یہ ہمارا ایمان ہے ہمارے طریق ولایت میں)
 عزیز من! عارفین کا قول ہے کہ مرتبہ ذات میں غیر حق تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں۔ وہاں عدم محض
 اور امتناع محض ہے (یعنی فی الوجود اس کا قطعاً کوئی شریک نہیں)۔

لَيْسَ إِلَّا هُوَ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

اس کے سوا کوئی نہیں اور وہی ہے اکیلا قہار یعنی زبردست قوامی کا مالک جس کے سامنے
 سب موجودات اضافی اس طرح فانی ہیں جس طرح سورج کے سامنے ستارے۔

لیکن مرتبہ افعال الہی میں ایجاد کا درجہ ثابت ہے :

هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُتَوَكِّلُ

وہ ہے اللہ جو خالق ہے موجد ہے اور مختلف صورتیں پیدا کرنے والا ہے۔

اگرچہ حقیقت میں اس کا غیر موجود نہیں لیکن ہست نظر آتا ہے جس سے یہ جہاں، وہ جہاں، امر و نہی
 ثواب و عتاب سے واسطہ پڑتا ہے :

بیت سے دوئی رانیت رہ در حضرت تو

ہمہ عالم توئی و قدرت تو

یرمی بارگاہ میں دوئی کا کوئی وجود نہیں سارا جہاں تو ہے اور یرمی صفات کا طور۔

اہل ظاہر کی عقل سے یہ بات بالاتر ہے۔ صفاتے سر بایدا تا سر بکشاید (یہ راز سمجھنے کے لئے تصنیف
 قلب کی ضرورت ہے) :

بیت سے حرف کو کاغذ سیاہ کند

کے دل تیرہ راجو ماہ کند

ایک حرف جو دیکھنے میں تو کاغذ کو سیاہ کرتا ہے اپنی سیاہی سے لیکن دراصل اس کی

حقیقت پر غور کیا جائے تو تاریک قلب روشن ہو جاتے ہیں۔

تمثیل توجید در ظہور ملک در صورت بشر عزیز من آیہ پاک :

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (اس کے سامنے خوبصورت انسان کی شکل میں ظاہر ہوا)۔
میں انصاف کی نظر ڈال اگر تو دیکھ سکتا ہے اور گوشِ ہوش سے سن اگر سننے کی طاقت ہے :

جہاں پر از آفتاب و چشمہا کور

جہاں پر از حدیث و گوش ہا کر

سارا جہاں آفتاب سے پڑے لیکن آنکھیں نابینا ہیں جہاں آواز سے بھرا ہوا ہے لیکن کان

بہرے ہیں۔



مکتوب ۹۷

بجانب شیخ جلال الدین تھانیسری: آیہ پاک؛
خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضُ
کی تفسیر کے بیان میں۔

حق حق حق!

الْمَقْصُودُ هُوَ الْمَقْصُودُ وَلَا مَقْصُودٌ سِوَاهُ

مقصود یہ ہے کہ وہی مقصود ہے اور اس کے سوا کوئی مقصود نہیں۔

واضح باد کہ لفظ کن کی اصل عالم عشق و محبت ہے چنانچہ حدیث قدسی میں فَأُحْبِبْتُ أَيَا

ہے (پوری حدیث یہ ہے:

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأُحْبِبْتُ أَنْ أَعْرِفَ فَنَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا مجھے چاہت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں یعنی

کوئی مجھے دیکھے اس لئے خلقت کو پیدا کیا۔

كَنْزًا مَخْفِيًّا (چھپا ہوا خزانہ) سے مراد ذات و صفات حق سبحانہ تعالیٰ ہے جس سے ہزاروں

وجود میدانِ ظہور میں آئے اور غیر حق کہلاتے:

بیت ۷ یک عین متفق کہ جزا و ذرہ نہ بود

چو گشت ظاہر ایں بہ ہمہ اغیار آمدہ است

اصل ایک ہے جس پر سب متفق ہیں اور ذرہ بھر غیرت نہیں لیکن جب اس کا ظہور ہوا تو

یہ سب اغیار نظر آنے لگے۔

اس کے بعد سب اپنی اصل کی طرف لوٹ کر ایک بن جاتے ہیں:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ہم اللہ سے ہیں اور اسی کی جانب لوٹنے والے ہیں۔ یاد رہے کہ رَاجِعُونَ فاعل کا صیغہ ہے جو حال اور مستقبل دونوں میں صحیح ہے یعنی تمام اشیاء کا وجود اب بھی اللہ کی طرف لوٹ رہا ہے اور حقیقتِ واحدہ کا اقرار کر رہا ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے :

بیت سے تا تو مے باشی عدد . یعنی

چوں فانی شوی احد . یعنی !

جب تک تو ہے یعنی تیرا وجود باقی ہے تو اعداد میں گھرا ہوا ہے جب تو فنا ہوگا یعنی مقامِ فنا فی اللہ حاصل ہوگا اُحد رہ جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ اہل بصیرت اپنا ماتم کر رہے ہیں اور مالال ہیں اور حیران و پریشان ہو کر کہتے ہیں :

وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

مجھے کیا ہوا ہے کہ میں اس ذات کی عبودیت اختیار نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور پھر اسی کی طرف لوٹ جانا ہے یعنی جس نے وجود ظاہر بنایا اور پھر وجود کو مٹا کر اس کے ساتھ یکجا ہونا ہے تو ہمیں کیا پڑی ہے کہ عبودیت یعنی فنا سے نفس کے ذریعہ خود بخود اس سے پہلے ایک ہو جائیں۔

ظہور و مکون (ظاہر ہونا اور پوشیدہ ہونا) اعتباری امور ہیں جن سے حجاب حائل ہے تو انہیں حاضر اور غیب کہتا ہے اور عبدا اور معبود سمجھتا ہے۔ تو ظاہر و باطن اور یہ اور وہ کا ٹکڑا ہو گیا ہے۔ افسوس نزار افسوس ! یہ کیا شعور ہے کہ جس سے یہ جہاں اسی شور سے بھر گیا ہے۔ ایک جہاں کو فانی کہا جاتا ہے اور دوسرے کو باقی اور اس جہاں باقی کے اندر دوزخ اور بہشت پیش کیا جاتا ہے اور :

فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ

ایک فریقِ جنت میں جائے گا اور ایک دوزخ میں۔

کی آواز بلند کی جاتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ :

خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضُ

لوگ اس میں رہیں گے جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں۔

یہی اس دوزخ اور بہشت کے اندر وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ دوزخ کی تہہ اور اس کی چھت اور بہشت اور اس کی تہہ اور چھت قائم ہے یہاں آسمان سے چھت ہے اور زمین سے مُراد تہہ یا وہ جگہ جہاں دوزخ اور بہشت قائم ہیں۔ لامحالہ دوزخ اور بہشت کے لئے ایک قرار گاہ کی ضرورت ہے جسے زمین کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی ایک پوشش یا چھت ضروری ہے جسے آسمان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور یہ عرب کے لوگوں کی عادت ہے کہ ہر چیز کے اوپر والی چیز کو آسمان اور اس کی قرار گاہ کو ارض کہتے ہیں۔ اور اس قرار گاہ اور چھت کو فنا نہ ہوگی اور ہمیشہ باقی رہیں گے۔

تاویل دیگر

اس کی دوسری تاویل یہ ہے کہ :

خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضُ زَعَمِكُمْ

یعنی دوزخ اور بہشت میں ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں تمہارے زعم (خیال) کے مطابق۔

عربوں کی عادت ہے کہ ما دامت السموات والارض کا جملہ استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد ہمیشہ کی لیتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں :

لا افعل ما دامت السموات والارض یعنی یہ کام میں کبھی نہیں کروں گا۔

پس اس سے مراد ابد ہے نہ یہ کہ آسمان اور زمین ہمیشہ قائم رہیں گے۔ نہیں بلکہ آسمان و زمین فنا ہونے والے ہیں اور کالعدم ہو جائیں گے۔

ایک اور تاویل یہ ہے کہ مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتِ ابْتِدَائًا ایک نیا جملہ ہے جس میں لفظ مَا لفظی کے معنوں میں آیا ہے یعنی آسمان اور زمین باقی نہیں رہیں گے۔ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ (جب تک تیرا رب چاہے گا) یعنی جب تک اللہ کو دنیا قائم رکھنا منظور ہوگا۔ چنانچہ ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ :

يَوْمَ نُبَدِّلُ الْأَرْضَ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتِ

یعنی قیامت کے دن زمین کے بدلے دوسری زمین لائی جائے گی اور آسمان کے بدلے دوسرا آسمان۔

یعنی جس دن زمین کو تبدیل کیا جائے گا تو ایک زلزلہ آئے گا جس سے پہاڑ گر جائیں گے اور بلندی پستی سے مل کر زمین ہاتھ کی تھیلی کی طرح بن جائے گی اور مومن کے ایمان اور کافر کے کفر کے متعلق گواہی دے گی۔ اس کے بعد خلقت کو پل صراط سے گزارا جائے گا اور اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں پہنچ جائیں گے۔ اسی طرح آسمان کا حشر ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا گیا کہ :

وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا وَسَيَّرَتِ الْجِبَالَ فَكَانَتْ سَرَابًا

(آسمان کھل گیا اور دروازے ظاہر ہوئے اور پہاڑ ریت بن کر اڑنے لگے)

کائنات کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے عدم کر دیا جائے گا اور مومنوں کو جنت میں اور کافروں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ لہذا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضُ کا مطلب یہ نہیں کہ آسمان اور زمین ہمیشہ رہیں گے۔ یہ خیالِ فاسد ہے اور اعتقادِ باطل ہے۔

آہ ہزار آہ! کہ اہل دنیا کہاں جا پڑے ہیں اور کس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر فانی کے طالب ہو گئے اور باقی کو ترک کر کے حق تعالیٰ سے محبوب ہو گئے ہیں۔ اور محبوبِ حقیقی سے دور جا پڑے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حق تعالیٰ دروہیں بلکہ :

لَا تَعْمَى الْأَبْصَارَ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبَ الَّتِي فِي الصُّدُورِ

آنکھیں نابینا نہیں ہیں بلکہ دل نابینا ہیں۔

جس کا دل نابینا ہے وہ حق کو نہیں دیکھ سکتا جس شخص کی آنکھ بینا اور دل نابینا ہو اہل بصیرت اس کو نابینا اور محبوب کہتے ہیں اور قیامت کے دن وہ نابینا ہو کر اٹھے گا خواہ اس کی آنکھیں بینا کیوں نہ ہو۔ چنانچہ دنیا میں وہ آنکھوں والا بھی حق نہ دیکھے تو اسے نابینا کہتے ہیں:

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ

جو اس دنیا میں اندھا ہے آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔

سے یہی مراد ہے۔ اس روز کافر کہے گا کہ یا خدا یا میں دنیا میں بینا تھا اب نابینا اٹھایا گیا ہوں میری آنکھ دیدار کے قابل نہیں یہ کیا ہو گیا۔ پس وہ خاک حسرت اپنے سر پر ڈالے گا اور غلبہ مصیبت میں اپنا منہ پیٹتے ہوئے فریاد کرے گا کہ:

يَا لَيْتَنِي كُنْتُ شَرَابًا كَاشٍ! مِثْلَ مِثْلِي هَاتَا -

اب فرمان ہو گا کہ تو دنیا میں کور دل تھا پس اب نابینا ہو گا اور ہمیں نہیں دیکھ سکے گا لہذا ہمیشہ دوزخ میں رہو۔ اور اہل بصیرت آج خدا کو دل سے دیکھتے ہیں (یعنی اس دنیا میں) لہذا قیامت کے دن بینا اٹھیں گے اور ان کی آنکھیں جمال الہی کے دیدار سے ٹھنڈی ہوں گی۔ کسی نے خوب کہا ہے:

بیت سے صبح مشترکہ من از خواب گراں خیزم

بحال تو چوں ز گس نگران خیزم

مشترکہ صبح کو جب گہری نیند سے بیدار ہوگا تو تیرے جمال کو چشم ز گس کی طرح دیکھتے

ہوئے اٹھوں گا۔

چنانچہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو کوئی آج یعنی اس دنیا میں حق تعالیٰ کا دل کی آنکھ سے مشاہدہ باطن کر سکتا ہے کل قیامت کو سر کی آنکھ سے مشاہدہ ظاہری کرے گا۔ اور جسے یہ نصیب نہیں وہ بھی نصیب نہ ہوگا:

بیت سے امروز گرنیدی اندر حجاب ماندی

فردا چہ کار داری باحسن ناز نینش

اگر تونے آج محبوب کا رخ اور نہ دیکھا اور پردے میں رہا تو کل حسن نازین کا کس طرح
تماشا کرے گا۔

قوله تعالى: وَاعْلَمُوا أَن كُمْ مَلَاقُوهُ فِي الدُّنْيَا بِالسَّرِّ وَفِي الْآخِرَةِ

بِالْأَعْيَانِ هَذَا كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَسَرُّونَ الْجَحِيمِ أَيْ فِي الدُّنْيَا

بِالسَّرِّ وَفِي الْعَقَبِ بِالْعَيْنِ .

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق تم اس کا مشاہدہ کرو گے یعنی اس دنیا میں دل کی آنکھوں سے

اور آخرت میں سر کی آنکھوں سے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے تم جہنم کو دیکھو گے

یعنی اس دنیا میں دل کی آنکھوں سے اور آخرت میں سر کی آنکھوں سے)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان مادامت السموات والارض الا ماشاء ربك مشابہات میں

سے ہے جو ظاہر کے خلاف ہے لہذا علماً نے اس کی تاویل کی طرف رجوع کیا ہے پس جو چیز

دین کے موافق اور اعتقاد کے مطابق ہو اس پر ثابت قدم رہنا چاہیے۔

عزیز من! یہ دنیا فانی ہے اور فنا ہو کر معدوم ہو جائے گی فنا کے بعد اس کے متعلق ہمیں

کوئی خبر نہیں ملی کہ اس کا حشر کیا ہوگا۔ لہذا سوائے عدم کے ہمارا اس کے متعلق کوئی اعتبار نہیں

فنا ہونے کے بعد ہرگز وجود میں نہ آئے گی۔ میں نے اپنے شیخ شیخ الاسلام شیخ ابن حکیم اودھی سے

سنا ہے کہ جب مومنین بہشت میں چلے جائیں فرشتے حق تعالیٰ کے فرمان کے مطابق زمین سے ایک

روٹی بنائیں گے اور اس مہسلی کے جگر سے کہ جس کی پشت پر تمام جہان قائم ہے، سالن بنا کر

بہشت میں مومنین کی پہلی مہمانی کی جائے گی۔ الحمد لله على ذلك وما قبلت محمود باد۔

مکتوب ۹۸

بجانب شیخ المشائخ درویش قاسم اودھی، مذمتِ حال
اور اظہارِ انکسار و تاسف پیش بزرگاں کے بیان میں۔
حق حق حق!

بندہ کرم، خریدہ بے دام، اسیر نفس ناروا، جریح ناوک ابتلا، سرگرداں، شکستہ بخود، حیران
فیقر حقیر عبد القدوس اسماعیل الحنفی عرض پرداز ہے کہ یہ تباہ حال اپنی بدبختی سے سخت حیران اور
سرگرداں ہے کیونکہ دنیا نے دُور اور مبغوضہ حق (دنیا جس پر حق تعلقے کا غضب ہو) اور مطلقہ
ثلاثہ مردانِ حق (جس سے مردانِ حق نے تین طلاقیں دے دی ہوں) سے اب تک نجات نہیں
ملی۔ اور اس سے کوئی تزکیہ و تصفیہ نصیب نہیں ہوا۔ عمر تقریباً پچاس سال کو پہنچ گئی ہے اور اعضا
میں سستی، قوائے میں کمی واقع ہو چکی ہے نہ دین کا رہا نہ دنیا کا۔ اس حالتِ مغلسی میں سفرِ آخرت پریش
ہے لیکن زادِ آخرت کچھ جمع نہیں کیا، معلوم نہیں حشر کے میدان میں کیا حال ہوگا اور کیا پیش آئے گا۔
الغیاث الغیاث!۔ تنگدستی نے پہچا نہیں چھوڑا تاکہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ عالیہ
کی خاک روئی کرتا۔ اور آخرت کی فکر کرتا۔ ہیہات ہیہات! آہ! ہزار آہ! کسی نے خوب کہا ہے:

بیت سے در کوئے بتاں رفت ہمہ عمر در یغا

چو بر بہن پیر بہ بت خانہ بماندیم

ساری عمر کوئے بتاں میں گذر گئی افسوس کہ ہم آخر عمر تک بر بہن کی طرح بت خانہ میں رہ گئے۔

مقبلانِ حق کے راستے سے یہ بدکار بہت دُور رہ گیا ہے اور درمیان میں سو پہاڑ حائل ہیں۔ معلوم نہیں
کہ اس تباہ حال کا قیامت کے روز کیا حشر ہوگا۔ اس خوف سے دل بیٹھا جاتا ہے:

وَالْقُلُوبُ تَحْزَنُ وَالْعَيْنُ تَدْمَعُ

دل رنج و ملال سے لبریز ہیں اور آنکھیں خون بہا رہی ہیں۔
جس سے آنکھیں دھندلی ہو گئی ہیں اور نظر کمزور پڑ گئی ہے اس بدکار کا ظاہری حال یہی ہے جو عرض
کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ باطن کیا ہوگا :

الظَّاهِرُ عُنْوَانُ الْبَاطِنِ ظاہر آئینہ ہے باطن کا۔

نے مگر توڑ دی ہے پس اعلیٰ حضرت کے دامن میں ہاتھ ڈال کر فریاد کر رہا ہے کہ :

دریاب اگر تو در نیابانی

ناپیز شوم در من خرابانی

نظر شفقت فرمائے اور نظر شفقت نہ ہوتی اپنے اعمال کی بد حالی سے یہ بندہ ہلاک ہو جائے گا۔

مکتوب ۹۹

بجانب شیخ جلال الدین تصانیفی رشتورس اور غلبہ حال کے بیان میں

بریم میر کوئے تو جاں دہیم

ایں جیلہ و چارہ رہا کینیم !

شاید بریم مخفف ہے برویم کا یعنی ہم جا کر تیرے کوچہ میں جاں دے دیں

گے اور سب جیلے بہانے چھوڑ دیں گے۔

حق حق حق !

ہر حال میں شکر ہے لیکن شکر میں حضور می نہیں (کیونکہ جب شاکر و مشکور ہے تو دونی قائم

ہے حضور یعنی وحدت نہیں آج بلکہ شکر میں غرور ہے۔ شکر مانع حضور ہے۔ کہاں کا شکر اور کہاں

اے :- کیونکہ شاکر اپنی ذات کو بھی ذات حق کے ساتھ قائم کرتا ہے۔

کاشاکر عشق کے لئے میدان بھی ہے اور گیند اور چوگان بھی ہے۔ عشق در شکر آتش است و شکر در
عشق آبِ حیات کے معنی یہی ہیں

وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ ۗ
اللہ تعالیٰ ہر کام میں غالب ہے۔

کا جلوہ جا بجا ہے

فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ
اللہ تعالیٰ کے لئے حجتِ عظیم ہے۔

کا دور دورہ ہے؛

بریم سیر کوئے تو جاں دہیم

صد جیلہ و چارہ رہا کنیم!

آبروئے تو قبلہ جاں بود!

من گم شدہ سجدہ کجا کنم

بیت ۷

یہ آبرو میری جان کے لئے قبلہ بن چکا ہے اب میں گم شدہ کہاں سجدہ کروں

بریم سیر کوئے تو جاں دہیم

صد جیلہ و چارہ رہا کنیم!

ہر چیز دین از و طہارت کن

ہر چیز حقی بسوز و عانت کن

دین کے سوا ہر چیز سے طہارت کو یعنی ترک کر دے اور حقی کے سوا سب کچھ جلا کر غرق کر دے۔

۱۔ جاننا چاہیے کہ جہاں شکر ہوتا ہے وہاں محبت نہیں ہوتی اور اگر محبت کے ساتھ شکر ہے تو وہ آتش

ہے جو شاکر بے چارے کو جلا دیتی ہے اور پھر عشقِ نعمتِ عظمیٰ ہے اور نعمت کے ساتھ شکر پانی کی طرح ہے جو

عشق کی پرورش کرتا ہے اور عشق کو کمال تک پہنچاتا ہے جس سے غیر درمیان سے اٹھ جاتا ہے، وَلَكِنَّ شُكْرَكُمْ

لَا يَرْيَدُ تَكْمُلًا یعنی جب تم شکر کرتے ہو تو ہم نعمت زیادہ کرتے ہیں، کے یہی معنی ہیں اور یہی فتح باب

یعنی دروازے کا کھلنا ہے۔

بریم سر کوئے تو جان دہیم صد حیلہ و چارہ رہا کنیم

دردت دروں گرفت نکو کرد جائے اوست

فشتت خراب کرد نکو کرد رائے اوست

تیرے درد نے دل میں جگہ کرنی ہے اچھا ہوا یہ اسی کی جگہ تھی۔ تیرے عشق نے خراب کر دیا ہے اچھا ہوا یہی مناسب تھا۔

بریم بر سر کوئے تو جان دہیم

ابروئے تو قبلہ من بود!

من گم شدہ سجدہ کجا کتم

تیرا ابرو میرا قبلہ ہے میں گم شدہ اور کہاں سجدہ کروں۔

بریم بر سر کوئے تو جان دہیم

وَاتَّبِعْ هُوَ الْاَفْتَرَدَلِ
جس نے اپنی خواہشات نفس کی پیروی کی ہلاک ہوا۔ پس تیرے کوچے میں جا کر جان دیں گے۔

اَنْعَنْ مَدَدِنَا كَعَبِ الْهَدَى
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم

اِس حیلہ و چارہ رہا کنیم!

کیا ہم نے تجھے نیکی کے راستے سے روکا ہے۔ یعنی اے انسان تو خود اپنے اعمال کی وجہ سے ہم سے دور ہو گیا ہے اس لئے اب ہمارے لئے بس یہی چارہ ہے کہ تیرے کوچے میں

جا کر جان دے دیں یعنی فنائے نفس کے بعد وصال حاصل کریں۔

بیت سے
گردر آید نسیم از سوئے تو

پائے کوبال جاں دہم در کوئے تو

اگر تیری طرف سے نسیم سحر مجھ تک پہنچے تو رقص کرتا ہوا تیرے کوچے میں آکر جاں دے

دول۔

بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم

بیت - اسے باد اگر بگلشن اجباب بگدری

ز نہار عرض دہ بر جانان پیام ما!

اسے باد سحر اگر اجباب کے ہاں تیرا گذر ہو تو ضرور محبوب کفایت میں میرا پیام دینا۔

بریم بر سر کوئے ... بریم بر سر کوئے ... بریم بر سر کوئے ...

فَسَبَّحَانَ النَّبِيِّ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ

بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم

ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

پاک ہے وہ ذات کہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی سلطنت ہے اس لئے تیرے کپے میں

جا کر جان دے دیں گے کیونکہ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ تیرے کم کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم

بیت - إِنَّهُ هُوَ يَبْدَأُ وَيُعِيدُ

بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم

ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

وہی ہے شروع میں پیدا کرنے والا اور وہی ہے پھر زندہ کرنے والا اس لئے تیرے کپے

میں جا کر جان دیں گے کیونکہ تیرے کم کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم

بیت - إِنَّمَا تَنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ

بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم

ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم!

(تم اس کو ڈرا سکتے ہو جو قرآن کو مانتا ہے اور خدا سے ڈرتا ہے)

بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم

بیت -

بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم

ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

قرآن کیا ہے لوگوں کے لئے ہدایت ہے پس ہم تیرے کوچے میں جا کر جان دے دیں گے
یعنی چونکہ منبہ ہدایت فضل ایزدی ہے اس لئے سب کچھ محبوب کے کوچے سے حاصل ہوگا۔

بیت ۷ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِعَادِرٍ عَلٰی اَنْ يَّعِيْبَ الْهَوٰى
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
اس جیلہ و چارہ کنیم

کیا اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کرے۔ پس ہم دوست کے کوچے میں
جا کر جان دے دیں گے یعنی جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے بغیر کوئی کام نہیں چلتا تو
پھر کیوں نہ ہم اس کے کوچے میں جا کر فنائے نفس کے ذریعے وصال اور حیات ابدی
حاصل کریں۔

بیت ۸ وَاِنَّ اِلٰى سَابِغٍ لَّمُنْتَهٰهَا
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
اس جیلہ و چارہ کنیم

جب ہر چیز کا مدعا اور منزل مقصود اللہ ہے تو پھر ہم کیوں نہ تیرے کوچے میں جا کر جان دے
دیں اور سب بہانے چھوڑ دیں۔

بیت ۹ وَاِنَّهٗ هُوَ اَضْحٰكٌ وَاَبْكٰى
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
اس جیلہ و چارہ رہا کنیم

وہی ہے ہنساتا ہے اور رلاتا ہے۔ پس کیوں نہ ہم اس کے کوچے میں جا کر جان دے دیں
اور حیات ابدی حاصل کریں۔

بیت ۱۰ وَاِنَّهٗ اَمَاتٌ وَاَحْيٰ
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
اس جیلہ و چارہ رہا کنیم

وہی جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے پس ہم کیوں نہ اس کے کوچے میں جا کر جان فدا کریں۔

بیت ۱۱ وَاِنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الدَّالٰثِي
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
اس جیلہ و چارہ رہا کنیم

وہی ہے جو نر اور مادہ کے جوڑے پیدا کرتا ہے پس کیونکہ ہم اس کے کوچے میں جا کر
جاں فدا کریں یعنی جب ہر چیز کا خالق وہی ہے تو ہم کیونکر اپنے اعمال کو نجات کا سبب
سمجھیں اور کیوں نہ جا کر دوست کے کوچے میں جاں فدا کریں۔

إِنَّمَا اشْكُو بَشِي وَحْزَنِي إِلَى اللَّهِ
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
این حیلہ و چارہ رہا کنیم

میری سب شکایت اور حزن و ملال اللہ کے لئے ہے۔ جب یہ بات ہے تو پھر کیوں نہ
جان اس کے کوچے میں فنا کریں۔

الْيَوْمَ بَخِمٌ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
این حیلہ و چارہ رہا کنیم

جب ہر شخص کے لبوں پر مہر سکوت ہے اور جو کچھ کہتا ہے حق تعالیٰ کہتا ہے تو پھر ہم کیوں
نہ اس کے کوچے میں جا کر جان دے دیں۔

أَمْ لَعَمْرُؤُا جَلَّ يَمْسُونَ بِهَا أَيْدِي بَيْطُونِ بَهَا
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
این حیلہ و چارہ رہا کنیم

کیا ان کے پاؤں نہیں جن سے وہ چلتے ہیں اور ہاتھ نہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں اس لئے
دوست کے کوچے میں جا کر جان دے دیں گے۔ یعنی اپنے ہاتھ اور پاؤں اور دیگر قوائے
کو ختم کر کے دوست کے کوچے میں جا کر پڑیں گے۔

بہ کھیل نجانے کھیل توں

سر دیہ پتا وہ میل کوں

جب تک جان پر نہ کھیلے گا تو حق تعالیٰ تک رسائی نہ ہوگی۔

بریم بر سر کوئے تو جان دہیم

این حیلہ و چارہ رہا کنیم

دوہڑے

جی نیسہ ہماں سون لورتی

پر بہت سچھاں سون تورتی

جب تک انقطاع کلی نہ ہوگا اتصال کلی حاصل نہ ہوگا۔

بریم بر سر کوئے تو جان دیہم

این حید و چارہ رہا کنیم

بریم بر سر کوئے تو جان دیہم

این حید و چارہ رہا کنیم

جب سارا عالم فعل حق اور صفت حق ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں تو پھر ہم کیوں نہ اس کے کوپے میں جان فدا کریں۔

ایون کیتنا پیسو لاکھ ری

دوہڑے

کر جو سردھر پائے سینھر لاکری

بیتے

تتا سوزی بر نیاید بوئے عود

پنختہ داند این سخن بر خام نیت

بریم بر سر کوئے تو جان دیہم...

جب تک تو اپنے آپ کو نہیں جلائے گا خوشبو پیدا نہ ہوگی۔ یہ بات پنختہ کار جانتے ہیں خام لوگ نہیں جانتے۔ اس لئے ہم دوست کے کوچے میں جا کر جل جائیں گے اور اصل ہنڈ ہوں گے۔

دَبِیضَتْ عَيْنَا مِنْ الْحُزْنِ فَهُوَ كَيْفِئِم

بریم بر سر کوئے تو جان دیہم

این حید و چارہ رہا کنیم!

غم کی وجہ سے آنکھیں سفید ہو گئی ہیں اور دل بھرا آیا ہے پس دوست کے کوچے میں جا کر جان

اِنَّهُ لِيَبْعَانَ عَلٰى قَلْبِيْ فَاَسْتَغْفِرَ اللّٰهَ
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیسلہ و چارہ رہا کنیم!

بے شک یہ میرے دل پر غمزدگی ہے پس میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔

بیت سے امروز گرنیدی اندر حجاب مادی
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیسلہ و چارہ رہا کنیم

اگر تو نے آج دوست کا رخ اور نہ دیکھا تو ہمیشہ کے لئے حجاب میں رہ جاتے گا۔ اس لئے
کیوں نہ ہم دوست کے کوچے میں جان فدا کریں۔

بیت سے فردا چہ کار داری باحسن ناز نیت
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیسلہ و چارہ رہا کنیم

اگر آج دولت و مال نصیب نہ ہوئی تو کل قیامت کے دن دوست کا حسن و جمال کس طرح
دیکھے گا اس لئے چل کر دوست کے کوچے میں جان فدا کریں اور سب جیلے بہانے چھوڑ دیں۔

بیت سے درود دل مور کے بہ سلیمان کہ رساند
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیسلہ و چارہ رہا کنیم!

درود دل کی وجہ سے درگاہ حق تعالیٰ میں اس طرح رسائی ہوتی ہے جس طرح چیونٹی دربار
حضرت سلیمانؑ میں پہنچ گئی اس لئے ہم بھی کوچہ دوست میں جا کر جان فدا کریں گے تاکہ
دوست تک رسائی ہو۔

بیت سے جاں سوختہ گردیم بجاناں کہ رساند
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم...
جاں جلا کر ہی دوست تک رسائی ہو سکتی ہے اس لئے ہم بھی دوست کے کوچے میں جا
کر جاں فدا کریں گے۔

بیت سے دلولہ وہ شہرِ چیت جز شکن زلفیاد
 بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
 این حیلہ و چارہ رہا کنیم
 سارے شہر میں یہ جو شور و غل مچ گیا ہے دوست کی زلف کے پریشان ہونے سے ہے پس
 ہم بھی کوئے یار میں جا کر جان فدا کرتے ہیں۔

بیت سے فتنہ در آفاق چیت جز خم ابرو دوست
 بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
 این حیلہ و چارہ رہا کنیم!
 دنیا میں یہ جو فتنہ برپا ہے دوست کے خم ابرو کی وجہ سے ہے۔ یعنی ابرو کے ٹیڑھا پن
 کی وجہ سے سارا عالم ٹیڑھا اور پُرفتن بن گیا ہے۔ پس ہم بھی دوست کے کوچے میں جا کر
 جان فدا کر دیں گے۔

ابروئے تو قبیلہ من بود
 من گم شدہ سجدہ کجا کنم
 بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
 این حیلہ و چارہ رہا کنیم!
 تیرا ابرو میری قبلہ گاہ ہے پس گم گشتہ اور کہاں جا کر سجدہ کروں۔ پس تیرا کوچہ ہی ہے
 جہاں جا کر ہم جان فدا کریں۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
 بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
 این حیلہ و چارہ رہا کنیم
 زمین اور آسمان میں کبریائی اسی کی ہے۔

چونکہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے پس ہم کیوں نہ اس کے کوچہ میں جا کر قربان کریں۔
 ثُمَّ السَّبِيلُ يَسِيرٌ ثُمَّ أَمَانَةٌ فَأَقْبِرْهُ
 بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
 این حیلہ و چارہ رہا کنیم
 پھر اس نے راستہ آسان فرمایا پھر اسے موت دی پھر اسے قبر میں لے گیا۔

عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ اَنْ جَاءَهُ اَعْمَىٰ
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

جب نابینا آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں طلبِ حق کے لئے حاضر ہوا اور آپ نے اس کی طرف التفات نہ فرمایا تو حق تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔ پس جب کہ حقیقتِ حال طلبِ حق ہے تو پھر ہم کیوں نہ اس کی راہ میں جان قربان کر کے قرب حاصل کریں۔

اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

آج کے دن تیرے رب کی درگاہ ہی قرار گاہ ہے باقی ہر جگہ بے قرار ہی ہے پس ہم بھی جا کر اس کے کوچہ میں جان قربان کر دیں گے

فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ الدُّنْيَا مُخْفَرُوْنَ
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

پس جب وہ سب کے سب ہمارے پیش ہوں گے۔ جب یہ عالم ہے تو پھر ہم کیوں نہ اس کے کوچہ میں جان فدا کر دیں۔

يَا حَسْرَةً اَعْلٰی مَا قَرَّبْتَنِيْ فِى حُبِّ اللّٰهِ
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

وائے حسرت! اللہ کی محبت میں کیا ہی انبساط ہے۔ پس ہم بھی اس کے کوچہ میں جا کر جان قربان کر دیں گے۔

دو ہڑہ سے اکن چھابن رنگ نہوتی

جہ رنگ ہو اوت مرسوتی
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

دوست کی محبت میں جان قربان کر دینی چاہیے اس لئے ہم بھی اس کے کپے میں جا کر جان
فدا کریں گے اور سب جیلے بہانے چھوڑ دیں گے۔

إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ
بریم برسرِ کوئے تو جان دہم
اِس حیلہ و چارہ رہا کنیم!

جب اللہ تعالیٰ سب جہانوں سے بے نیاز ہے تو پھر ہم کیوں نہ اس کی راہ میں جان قربان
کر کے تکمیل فقر کریں۔

وَإِذَا نَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ
بریم برسرِ کوئے تو جان دہم
اِس حیلہ و چارہ رہا کنیم!

جب فقر تکمیل ہو جاتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔ پس ہم کیوں نہ جان قربان کر کے تکمیل فقر کریں۔

لَا شَيْخَ أَبْلَغُ مِنَ الْعَشَقِ
بریم برسرِ کوئے تو جان دہم
اِس حیلہ و چارہ رہا کنیم!

عشق سے زیادہ فصیح و بلیغ کوئی مرشد نہیں۔ جب یہ حال ہے تو ہم بھی عشق دوست میں جان
قربان کر دیں گے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَى
بریم برسرِ کوئے تو جان دہم
اِس حیلہ و چارہ رہا کنیم!

الایا ایہا ساقی ادراکاً ساءً و ناولہا

کہ عشق آسان نمود اول و لے افتاد مشکل ما

بریم برسرِ کوئے تو جان دہم
اِس حیلہ و چارہ رہا کنیم
ایہ دیوانِ حافظ کا پہلا شعر ہے مطلب یہ ہے کہ (اے ساقی! شراب پلا کیونکہ عشق پہلے آسان

نظر آیا اب مشکل ہو گیا ہے۔ بس جب عشق کی دشواریاں ہیں تو ہم کیوں نہ کوئے یار میں جان فدا
کر دیں۔

بیت سے
نا تو بخاطر منی کے نگذشت دردم

بریم بر سر کوئے تو جان دہیم

جب سے تو میرے دل میں جاگزیں ہو ادل میں اور کسی کا گز نہیں ہوا پس کیوں نہ تیرے کوچے
میں جان فدا کریں ...

مثلاً تو گیت جہاں تاز تو مہر گم

بریم بر سر کوئے تو جان دہیم

جہاں میں کوان ہے کہ تجھ سے محبت چھوڑ کر اس سے لگاؤں پس تیرے ہی کوچے میں
جان دینا فرس ہے۔

بیت سے
خوش وقت آل کے کہ شب روز و شب روز

تسلیح و درویشان است ہیں دوست دوست دوست

بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
اس حیلہ و چارہ رہا کنیم

خوش قیمت وہ ہے کہ جس کی زبان پر بات دن اور دن رات یہی تسلیح ہے دوست دوست
دوست۔ پھر کیوں نہ تیرے کوچے میں جان فدا کر دیں۔

وَسَلِّمْ كَثِيرًا كَثِيرًا
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم

اس حیلہ و ... عاقبت بر ہمیں باد

سلام ہوں تم پر بے شمار دوست کے کوچہ میں جان دیں اور اسی پر عاقبت ہو۔

وَصَلِّ اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ

مکتوبات

بجانب شیخ جلال الدین تھانیسری، در بیان معرفت و
توحید و تصور فہم علمائے ظاہر در ادراک حقیقت و برتر وجود۔

حق حق حق !

از فیض، حقیر، سوختہ و دوختہ، از دوست مہجور و مخمور گشتہ، ویچ گونہ بیہیچ سر و پانہ پیوستہ
بے سرو سامان شدہ مے نالد،

بیت سے دستگیر نہ، و پیاہانے در ادت در گل
اشناکتہ و در پانے غمت بے پایاں

پاؤں کچھڑ میں پھنسے ہوئے ہیں اور کوئی دستگیر نہیں تیرے غم کا دریا بے کنار ہے اور مونس
و مددگار کوئی نہیں۔

ہر حال میں شکر ہے اور شکر بغیر دوست کے غور ہے :

مَا خَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ كَسْ حَيْرِنِي تَجِبْ رَبِّكَ كَرِيمٍ سَعَاةً كَرِهْتَ
شاکر نعمت میں منعم کو دیکھتا ہے جب تک خودی ہے (یعنی دوئی قائم ہے) شکر کہاں ہے دوئی کی
حالت میں کفر کی سیاہی اور نفس کی بد خوئی کے سوا کیا ہے :

وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ اَللّٰهُ تَعَالٰی مَدَدْ گاہ ہے اور اس پر جو تم وصف بیان کرتے ہو

ہیہات ہیہات ! ہم کہاں پھنس گئے ہیں (یعنی کثرت میں کیسے گرفتار ہو گئے ہیں) اور کہاں جا پڑے
ہیں : بیت سے دروہیت جدائی کہ ازیں دروہاناں

ہر کوہ بے کہسار گرفتہ است کمر ہا

جدائی ایک ایسا درد ہے کہ اس سے کوہسار کا ہر پہاڑ کمر پر آ پڑا ہے۔

اں برادر کی ضمیر میر پر واضح ہو کہ اہل ظاہر نے عقل اور حس کا اعتبار کیا اور اس میں بھینس کر رہ گئے۔ اس لئے وہ حس و عقل کی رو سے حقائق الاشیاء کو ثابت کہتے ہیں:

وَلَا شَكَّ فِيهِ فَإِنَّ ثُبُوتَ الْأَشْيَاءِ لَيْسَ إِلَّا فِي هَرْتَبَةِ الْحِسِّ وَالْعَقْلِ

اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ اشیا صرف مرتبہ حس و عقل میں ثابت ہیں۔

اور یہ مرتبہ تخلیق و ایجادِ حق سبحانہ تعالیٰ ہے:

هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ وہ اللہ ہے خالق موجد اور مصور۔

پس اس مقام پر جو شخص ثبوت اشیا کا منکر ہے وہ حق تعالیٰ کو نہیں جانتا اور شریعت کا تارک اور

بے دین ہے اور نورِ ایمان سے بے بہرہ ہے:

بیت ۷ ہیبتِ این راہ کارے مشکل است

صد جہاں زیں سہم بر خون دل ست

اس راستے کی ہیبت بہت عظیم ہے اور خلقت کے دل خون ہو گئے ہیں اس وجہ سے کہ

اس طرح یعنی شریعت کا پاس رکھتے ہوئے دو وجود ماننے پڑتے ہیں۔

پس ہر شخص کے لئے اس کے علم کے مطابق دین ہے۔ عارفین مرتبہ حس و عقل سے بلند نکل کر مرتبہ علم الیقین

اور عین الیقین اور مشاہدہ تک پہنچ گئے ہیں جہاں سوائے حق تعالیٰ کے کچھ نہیں دیکھتے اور اس میں

شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں:

فَإِنَّ فِي مَرْتَبَةِ الذَّاتِ لَيْسَ إِلَّا هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

تحقق مرتبہ ذات میں سوائے ذاتِ واحد کے کوئی نہیں۔ قہار اس لئے کہا گیا ہے کہ اس کے

سامنے سب کچھ فنا ہے جیسے سورج کی روشنی میں ستارے۔

کیونکہ مرتبہ ذات میں صرف وجودِ حق ہے:

اول ہو آخر ہو ظاہر ہو باطن ہو است

اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن وہی ہے

بیت سے
درہرچہ نظر کردم غیر از تو نے بلغم
غیر از تو کے باشد حقاچہ مجالست میں

جس چیز پر نظر ڈالی تیرے سوا کچھ نظر نہ آیا تیرے سوا کوئی چیز موجود ہو یہ کس طرح ہو سکتا ہے
اور یہی وہ مسئلہ ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے اور اختلاف علماء رحمت ہے (الحديث) اور یہ جو
اختلاف ہے علم اور عقل کی کمی کی وجہ سے ہے نہ کہ بے دینی کی وجہ سے۔ بے دینی یہ ہے کہ دین کے
خلاف کوئی بات کہی جائے لیکن یہاں یہ بات نہیں ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ ایک نماز کے عمداً ترک کو
کفر کہتے ہیں۔ اور وہ اس مشہور حدیث سے سند لیتے ہیں:

مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ عَامِدًا أَوْ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ

جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اور انکار کی وجہ سے نماز نہ پڑھی وہ کافر ہے۔ لیکن جو شخص نماز
کا منکر نہیں بلکہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا اور ترک نماز کو گناہ سمجھتا ہے
وہ اس حدیث کی زد میں نہیں آتا۔ واللہ اعلم بالصوات۔

لہذا امام عظیمؒ ترکِ صلوٰۃ کو کفر نہیں کہتے کیونکہ نماز فرضِ موقت ہے (مقررہ وقت پر پڑھنا) اس کا خلو
جائز ہے اس کے ترک سے کفر لازم نہیں آتا۔ ہاں گناہ ضرور ہے۔ کفر اس وقت لازم آتا ہے کہ جس کا
خلو (کسی وقت نہ ہونا) جائز نہ ہو جیسے ایمان۔ اور اس بات پر اجماع امت ہے کہ ایمان کا ترک
کفر ہے۔

بحر حال اگرچہ امام شافعیؒ تارکِ صلوٰۃ کو کافر کہتے ہیں امام عظیمؒ کافر نہیں کہتے لیکن اس کے باوجود
وہ ایک دوسرے کے قائل نہیں بلکہ اپنی اپنی رائے کے کاربند ہیں۔ اور یہ بات صحیح ہے کفر یہ
ہے کہ اجماع امت کے ہاں وہ بات کفر ہو لیکن یہاں یہ بات ہے کہ ہر فریق دوسرے کو برحق
سمجھتا ہے۔

۱۔ اختلاف یہ ہے کہ اہل ظاہر کثرتِ وجود کے قائل ہیں اور اہل عرفان وجودِ واحد کے۔

عزیز من! ممنوع الوجود جو محال عقلی ہے، کا شرع و عقل میں اعتقاد جائز نہیں۔ لیکن حسن اشعریؒ
 اسے عقلاً جائز قرار دیتے ہیں اور محال عقلی نہیں سمجھتے۔ پس اجماع امت کے ہاں محال عقلی وہ ہے جو
 الوہیت کے منافی ہو اور وہ محال ذاتی ہے اس کا وقوع قدرت حق تعالیٰ میں جائز نہیں ہے۔
 وَاللّٰهُ تَعَالٰی لَا یُوصَفُ بِہٖ اور اللہ تعالیٰ اس سے موصوف نہیں کیا جاتا۔
 اور اہل حق کا جن امور میں اختلاف ہو ان میں سے کسی کی رائے کا قبول کرنا خلاف دین حق نہیں ہے۔

لیکن اہل حق یعنی اولیاء اللہ کی فہم میں قصور واقع نہیں ہوتا۔ وہ اس مقام پر ہوتے ہیں کہ جہان حقیقت
 ان پر آشکار ہو جاتی ہے اور حقیقت الاشیاء کو کما حقہ جانتے ہیں؛
 فَاِنَّ كِرَامَةَ الْاَوْلِیَاءِ وَالْهَامُہُمْ حَقٌّ
 اولیاء اللہ کی کرامت اور ان کا الہام برحق ہوتا ہے۔

۱۔ یعنی امام حسن اشعریؒ محال عقلی پر ایمان لانا شرعاً جائز نہیں سمجھتے لیکن عقلاً جائز سمجھتے ہیں وہ یہ دلیل پیش
 کرتے ہیں: بِمَا لَمْ یَمْلِكْ اَنْ یَّتَصَّرَ فِی مَلْکِہِ کَیْفَ یَشِیْءُ یعنی مالک مطلق اپنے ملک جس
 طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے۔

۲۔ یعنی ان میں سے ہر ایک کا اعتقاد یہی ہوتا ہے کہ دوسرا گروہ خلاف دین نہیں۔ بلکہ ہر ایک یہی
 کہتا ہے کہ مجھ سے خطا ہو سکتی ہے لیکن اُسے ثواب ملتا ہے۔

اگرچہ ظاہری شریعت کی نگاہداشت میں ادب لازمی سمجھتے ہیں اور سب انبیاء علیہم السلام کو برابر جانتے ہیں لیکن اولیاء اللہ منہائے علم پر پہنچ جاتے ہیں اور اپنے علم کو علمِ حق میں گم کر دیتے ہیں پس ان کا علم حق تعالیٰ کا علم ہوتا ہے ولا خلاف فیہ فلا خلاف فیہ ادب شریعت کے لحاظ سے درست ہے۔ عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ :

عَادِ اَوَّلَهُ اٰخِرًا وَاٰخِرَةَ اَوَّلًا صَارَ سَمَاعَتَهُ وِبِالْتَّوْبَةِ بَرِيكًا
كُشْفًا وَعِيَانًا وِتَوْحِيدًا وَعُرْفَانًا تَبِيًّا وِبِرَهَانًا۔

اس کا اول آخر ہو اور آخر اول ہو اور اس کی سماعت ہوئی اور التَّوْبَةُ بِرَبِّكَم كُشْفًا وِظَاهِرًا
ہوا، اور اس کی توحید اور اس کا عرفان برہان و دلیل ہو۔

بات یہ ہے کہ اہل ظاہر کے عقل میں اہل حق کا کلام کس طرح آسکتا ہے پس اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ ان کا کلام جس قدر خلاف نظر آئے اسے خلاف نہ سمجھے۔ کیونکہ اہل حق کی مخالفت سے نقصان عظیم ہوتا ہے۔ عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ :

مَنْ اِقْتَدَىٰ بِهَيْمِ اِهْتَدَىٰ مَنْ اَنْكَرَهُمْ ضَلَّ وَاَعْتَدَىٰ

جس نے ان کی پیروی کی یعنی اولیاء اللہ کی پیروی کی اس نے ہدایت پائی اور جس نے ان کا انکار کیا گمراہ ہو اور باغی ہو۔

بیشک انبیاء علیہم السلام ان کے یعنی اولیاء کرام کے مقتدی ہیں بلکہ ان کے متلاشی ہیں کیونکہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام حق تعالیٰ سے لائے ہیں ان کے لئے لائے ہیں۔ قرآن مجید میں آیا ہے :

بَلِّغْ مَا اُنزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ

اے پیغمبر! جو کچھ آپ کو اپنے رب سے ملا ہے ان کو پہنچا دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو رسالت کا حق ادا نہ کیا۔

یہی وجہ ہے کہ مصطفیٰ علیہ السلام نے کمال صفا کی وجہ سے فرمایا ہے کہ :

وَاحْتَسِرْتَنِي فِي نَرْصُورَةِ الْمَسَاكِينِ اے اللہ! مجھے مساکین کے ساتھ قیامت روز اٹھایو

تجھے کیا معلوم کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہہ گئے ہیں (مساکین سے مراد اہل اللہ ہیں جن کا قرب خود رسول خدا طلب فرما رہے ہیں)۔ آدمی کہے تو کیا کہے! فرمان ہوتا ہے:

أُولِيَاءُ تَحْتَ قَبَائِلَ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِي

میرے اولیاء میری قبائل کے نیچے ہیں اور میرے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا۔

یہ وہ خطاب ہے کہ جو کون و مکان میں نہیں سماتا۔ اہل ظاہر کی کیا ہمت کہ ان باتوں کو سمجھ سکیں۔ کسی

رباعی

نے خوب کہا ہے:

اَل لَقْمَةُ كَرَمٍ فِي جِهَانٍ مَلْجُودٍ يَطْلُبُ اَل سِرِّ كَرَمٍ فِي دَرُوْنِ نَشَانِ مَلْجُودٍ يَطْلُبُ

برسیت میانِ دلِ درویشِ خداوند جبریل امینِ درویشِ نشانِ مَلْجُودٍ يَطْلُبُ

اس لقمہ کو طلب کرو جو جہاں میں نہیں سما سکتا اور وہ راز طلب کرو کہ جس کا نشان نہیں

درویش کے دل اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وہ راز ہے کہ جسے جبریل امین بھی نہیں سمجھتے

وہی طلب کرو۔

اہل ظاہر یعنی علمائے شریعت مرتبہ حسن و عقل میں بات کرتے ہیں اور مرتبہ فعل و ایجاد میں احکام نکالتے ہیں۔ یہ لوگ دو وجودوں کے قائل ہیں بندہ اور خدا۔ اور مرتبہ وجود میں خدا سے حقیقتاً جدا کہتے ہیں اور عارفین جو اہل حق ہیں ایک وجود کے قائل ہیں اور مرتبہ حقیقت میں پہنچ کر اشیاء کے وجود کی نفی کرتے ہیں:

رباعی

صاحبِ خبر آنکہ عالمِ دلدارند در نکتہ غیبِ معجز اسرارند

در آئینہ صفائیدن رنگے نیست زالِ روی ز نقشِ دوںِ حق بیزارند

صاحبِ علم وہ ہیں جو دوست کا علم رکھنے والے ہیں اور علوم غیب کے رموز کے مالک ہیں

چونکہ آئینہ صفائیدن رنگے نہیں ہوتا اس لئے وہ غیر حق کے نقش سے بیزار ہیں۔

افسوس کہ: بیت ۷ جہاں پر ز آفتاب چشمہا کور

جہاں پر از حدیث و گوشتہا کور

سارا جہاں آفتاب سے پر ہے لیکن آنکھیں آندھی میں جہاں آواز سے پر ہے اور کان بہر ہیں
اس بات کو سمجھ لو کہ چوبِ موسیٰ سانپ ہے اور سانپ چوب ہے اس سے جہاں میں شور پیا ہو گیا
ہے غرضیکہ چوب ہو یا شانپ سب الہی سے کوئی چیز خالی نہیں۔ خدا کے سوا کون ہے اور کیا ہے :

مصرعہ
محبوب راز ہیچ چراغِ نصیب نیست

محبوب کے لئے یعنی جس کے سامنے پردہ حائل ہے کوئی چراغِ فائدہ مند نہیں۔

یہ بات ہیبتِ اعلیٰ نے ظاہری کی عقل مردانِ خدا کے راز تک نہیں پہنچ سکی جب تک صفائے باطن
نہ ہو راز نہیں کھلتا :

بیت سے
حرف کو کاغذ سے سیاہ کند

کے دل تیرہ راجو ماہ کند

یہ باتیں کاغذ پر لکھنے سے کیا اثر ہوتا ہے اور کس طرح سیاہ دل صاف ہو کر چاند کی طرح چمک سکتا ہے

اگر ہزار سال تک باتیں کی جائیں تب بھی صفائے قلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ زبان گل و سنگ ہے
مادی چیز ہے اور گل اور دل کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ ہے۔ صاحبِ دل جو بات کرتا ہے

شاہدہ سے کرتا ہے اور ہمیشہ حق تعالیٰ کے ذوق و فہم میں رہتا ہے :

بیت سے
اہلِ دل را ذوقِ فہمے دیگر است

کالِ ز فہم ہر دو عالم برتر است

اہلِ دل کا ذوق و فہم اور ہے اور یہ ذوق و فہم دونوں جہانوں سے برتر ہے۔

اگرچہ فرشتہ عالمِ قدس سے تعلق رکھتا ہے لیکن دل نہیں رکھتا۔ اس لئے سراپردہ خاص میں
گذر نہیں رکھتا۔ تو اپنا دل ہاتھ میں لے تاکہ تیرا کام بن جائے کیونکہ دل کے سوا کوئی کام نہیں بنتا۔

۱۔ قولہ علیہ السلام لا عرفان بمن لا قلب لہ یعنی ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

جس کا دل نہیں اسے عرفان حاصل نہیں ہوتا۔

تو اپنے آپ کو اپنے دل کے ساتھ محور رکھ کر یہ بڑی سعادت ہے :

بیت سے
بر بند ہوا از دل و زبان از گفتار

در محور خودی سعادت پسندار

دل کو ہوا و ہوس سے اور زبان کو گفتار سے محفوظ رکھ اور محویت کو سعادت سمجھ۔

اگر علم ظاہر ہے کوئی نقصان نہیں لیکن مرتبے میں کمی ضرور ہے :

وَلِكُلِّ دَرَجَاتٍ مِّمَّا عَمِلُوا
ہر شخص کے درجات اس کے عمل کے مطابق ہوتے ہیں

حق سے دور رہنا حسرتِ عظیم اور نقصانِ جہیم ہے۔ جو حق سے دور رہتا ہے وہ قیامت تک اس دولت کو نہیں پاسکتا جس کو اہل حق حاصل کر لیتے ہیں۔ اگرچہ وہ آدمی جنت میں ہوتا ہے لیکن بے دست

ہوتا ہے اور وہ بے مغز لپست ہوتا ہے :

يَا حَسْرَتًا عَلَى مَا فَرَّطْتُ فِي جَنبِ اللَّهِ

ہے افسوس ذاتِ باری تعالیٰ کی دوری پر۔

کانعزہ لگاتا ہے اور اسے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اگر جنت میں ہر شخص کو دوسرے کا حال معلوم ہوتا ہے

لیکن عارفین کا ذوق و وجدان حق سبحانہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اور غافلین ہر وقت حسرت و یاس

میں رہتے ہیں :

وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ

ہر گنہگار کے لئے بڑی مصیبت کا سامنا ہے۔

اے ہزار آہ! اس کے لئے ہے جو بے دوست ہے۔ سارا جہاں دوست کے حسن و جمال

سے لبریز ہے اس دولت کے بغیر اس جہان سے اُس جہان میں جانا ایسی حسرت ہے جس کا ماتم

تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کرتے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مردانِ حق اس کے حصول کی

خاطر خونِ دل پیتے رہے ہیں اور دونوں جہانوں پر کھیل گئے ہیں :

بیت سے
خون صدیقاں از حسرت برینخت

آسماں برفرق ایساں خاک ریخت

اسی حسرت سے صدیقوں کا خون خشک ہو گیا ہے سروں میں خاک ہے۔
 تجھے کیا معلوم کہ میرے ساتھ کیا گذرتی ہے پس دن رات یہی غم ہے اور یہی حسرت ہے جب تک
 زندہ ہوں اسی سوز اور غم میں رہوں گا اسی غم میں مروں گا اور اسی غم میں اٹھوں گا:
 بیت سے
 درگور برم از سرگیسوتے تو تارے
 تا سایہ کند بر سر من روز قیامت
 یرمی زلف سیہ سے ایک بال قبر میں لے جاؤں تاکہ قیامت کے دن مجھ پر سایہ افکن ہو۔
 عاقبت محمود باد۔

مکتوبات

بجانب میاں قطب الدین در بیان حدیث نبوی من اخلص
 لله اربعین صباحاً ظهرت له ينابيع الحكمة من قلبه
 على لسانه و در بیان سلوک در طور حکمت۔

حق حق حق!

آپ کا خط ملا۔ فرحت ہوئی۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من اخلص لله اربعین صباحاً ظهرت له ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه

جو شخص چالیس صبح اللہ کے لئے اخلاص کرتا ہے حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس

کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔

مردان حق نے ذاتی طور پر اس بات کا تجربہ کیا ہے اور یہ دولت حاصل کی ہے۔ جاننا چاہئے کہ جو شخص

اپنے نفس کا فرو یعنی جسمانی خواہشات کو جن کا تقاضا عالم سفلی اور دون مہمتی کی طرف ہے سلوک میں
 کر عبادات و مجاہدات کی سوٹی پر ڈالتا ہے اور اُسے تمام آلائش اور گندگی سے پاک کر کے تابناک
 کرتا ہے تو اس کے اندر سیر یعنی حق تعالیٰ کی طرف سفر کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اس
 کے بعد اُسے آگ میں ڈال کر اس قدر خالص بنایا جاتا ہے کہ سیر طیر میں مبدل ہو جاتی ہے اور عالم
 ارواح سے ہوتے ہیں بلند مقامات پر پہنچ جاتا ہے اور صاحب کشف و مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ یہاں
 پہنچ کر اس پر آفتاب حقیقت طلوع ہوتا ہے اور ہر قسم کے شکوک اور توہمات سے پاک ہو جاتا ہے:

بیت سے مانہ گدایم چو سلطانِ عشق

از مددِ حسن تو سلطانِ ماست

ہم گدا یعنی مفلس نہیں ہیں کیونکہ تمہارے حسن و جمال کی بدولت سلطانِ عشق ہمارا بادشاہ ہے۔

یہ ہے حقیقی دولت۔ خدا نے جسے یہ دولت دی ہے اُسے مبارک ہو۔

مصرعہ

اربابِ نعمت کے لئے خوشخبری ہے خدا انہیں خوش رکھے۔

پیرہ کبریتِ احمد آمد است

سینہ او بکرا حضر آمد است

بیت سے

پیر کامل کبریتِ احمد یعنی سرخ گندھک کی طرح ہے کہ جس سے لوہا سونا بن جاتا ہے۔ اور

اس کا سینہ بزرگے کنار ہے یہ

اس بیت میں جن اربعین کا ذکر ہے انہیں مشائخ اپنے مریدین سے خلوت میں پلے در پلے کراتے

چن جس سے تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تجلیہ روح حاصل ہوتا ہے۔ اور ناکارہ نفس امارہ برگ بار

۱۔ معلوم ہوتا ہے کہ مکتوب، ایہ کو کیمیا گری کا شوق دامن گیر ہے اس لئے خط میں جا بجا کیمیا نے سعادت

اور کیمیا نے دل سے استعارات آئے ہیں۔ کبریتِ احمد بھی کیمیا کا نسخہ ہے۔

لاتا ہے اور شاندار چیز بن جاتا ہے؛

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ فِي مَقْعَدٍ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ
(متقین جنت میں ہوں گے یعنی شاہ عالی قدر کے ہاں مقام صدق پر فائز ہوں گے۔)

عمر عزیز کو غنیمت جانا چاہیے اور اس سے کما حقہ کام لینا چاہیے؛

بیت سے کارکن کار بگنڈاز گفتار

کاندیریں رہ کار دارد کار

کام کرو کام کرو اور باتیں بنانا چھوڑ دو کیونکہ اس کو بچے میں کام ہی کام آتا ہے۔

عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۰۲

بجانب شیخ جلال تھانیسریؒ در بیان توحید و جواب سوال
یعنی دیدن محبوب در آئینہ صورت یا در آئینہ معنی یا ورانے صورت
و معنی شعر شیخ شرف الدین پانی پتیؒ۔

حق حق حق!

امور مشکور میں اور عشق میں محمور؛

إِنَّ فِي الْخَمْرِ مَعْنَى لَيْسَ فِي عنب

شراب میں وہ اسرار ہیں جو انگور میں نہیں یہاں شراب سے مراد سکر معنوی ہے جو فانیات کا دوسرا نام ہے۔
سماں اللہ! کیا نور ہے اور کیا حضور ہے (یعنی دائمی حضور) کسی محقق نے خوب کہا ہے؛

بیت ۷

در کعبہ اگر ندہند بار

در بت کدہ یار ہر صنم باش

اگر کعبہ میں مقصد حاصل نہیں ہوتا تو بتخانہ میں جا کر بتوں کی دوستی اختیار کر لے یعنی اگر زہد و عبادت سے محبوب حقیقی تک رسائی حاصل نہیں ہوتی تو عشق سے کام لے۔

بیان توحید آل برادر کا پر سوز و عشق افروز (عشق بڑھانے والا) خط موصول ہوا۔ فرحت

ہوئی۔ کیا خوش ہے وہ درد اور وہ طلب جو دوست کے لئے ہو کیونکہ درد دوست درد بھی ہے اور

درد ماں بھی : **قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ**

(حقیق جان یا ہر شخص نے اپنا جانے مشرب)

درد دوست دوست کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور منزل مقصود پر پہنچا کر واصل بالشد کر دیتا ہے کسی نے خوب کہا ہے :

بیت ۷ در ہر چہ نظر کردم غیر از تو نمے بینم

غیر از تو کے باشد حق پر مجالست این

جس چیز کو دیکھا میں تجھے دیکھا کسی چیز کی کیا مجال کہ تیرے سوا اس کا وجود ہو سکے۔

جاننا چاہیے کہ ہستی مطلق حق تعالیٰ کی ہے اور ہستی مقید تیری ہستی ہے۔ اور وہ بھی تیرا وہم ہے (کہ میں ہوں) کہ جس میں تو مشغول ہے اور اُسے غیر سمجھتا ہے جب غیر کا خیال ختم ہو جاتا ہے تو غیر نہیں رہتا (عین بن جاتا ہے) :

بیت ۷ تا تو مے باشی عدد بلینی ہمہ

چول شوی فانی احد بلینی ہمہ

جب تک تو ہے تو سب عدد دیکھتا ہے جب تو فنا ہو جاتا ہے تو سب احد دیکھتا ہے۔

کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ کی ہستی کے سوا باقی عدم محض ہے اور ہستی حق

کے لئے نہ اول ہے نہ آخر۔ اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے۔ اس کے سوا نہ نیکی ہے نہ بدی (یعنی اس کے سوا کچھ بھی نہیں) :

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ

اور اس کے سوا جس نے کسی اور معبود کو پکارا تو اس کے لئے کوئی دلیل نہیں۔

یہ وحدت صرف (وحدت محض) کا مقام ہے جہاں وَحْدَةٌ لَا شَرِيكَ لَهَا کا دور دورہ ہے ایک معبود ہے اور ایک ہی وجود ہے ایک وجود میں دو معبود نہیں ہو سکتے نہ ایک معبود کے لئے دو وجود ہو سکتے ہیں :

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا -

اگر ایک اللہ معبود کے سوا دوسرا معبود ہوتا تو فساد برپا ہو جاتا۔

چوں کہ دو ہستی کا تصور محال ہے لہذا دو الہ سے فساد اور عدم محض کے سوا کچھ مقصود نہیں :

وَالْعَدَمُ صَرْفَ الْعَدَمِ فَلَيْسَ إِلَّا هُوَ وَهُوَ اللَّهُ الْوَلَدُ الْقَهَّارُ

اور عدم صرف عدم محض ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ اور وہی اللہ ہے ایک اور قہار (جس کے سامنے وجود غیر ٹک نہیں سکتا۔

کسی نے خوب کہا ہے :

بیت ۷ ہر چہ بینی ذات پاک حق بہ میں

ایں چنین دیدن ترا نیکو بود

جو کچھ تو دیکھے ذات پاک حق دیکھ یہ ہے تمہاری حقیقی دید۔

بیت ۸ اگر کافر زبنت آگاہ گشتے

کجا در دین خود بے راہ گشتی

اگر کافر بت کی حقیقت سے آگاہ ہوتا تو وہ اپنے دین میں گمراہ نہ کہلاتا یعنی کافر حقیقت

وحدت الوجود سے واقف نہیں اس لئے گمراہ ہے۔

خدا بین جز خدا نہ بیند و غیر بین ہمہ غیر بیند (خدا بین کو خدا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور

غیر بین کو غیر نظر آتا ہے، جس نے اب و گل کے وجود کو نہ دیکھا خدا کو دیکھا اور خدا پرست ہو گیا اور
مومن نام دہرایا جس نے اب و گل کو دیکھا خدا کو نہ دیکھا۔ وہ ہوا پرست ہوا اور کافر نام رکھوایا۔

فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي النَّارِ ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک آگ میں۔

سے یہی مراد ہے اور اس کے اندر یہی راز پنہاں ہے۔

بیانِ بیدن محبوبِ آئینہ صورتِ یادِ آئینہ معنی یا ورتے صورتِ معنی

جہاں تک

اس سوال کا تعلق ہے۔ اس حجاب کو اپنی خبر نہیں لکھے تو کیا لکھے :

بیت ۷ ماگم شدہ ایم مرا مجوسید

باگم شدہ گان سخن مگوئید

ہم گم ہو گئے ہیں ہیں ہمت ڈھونڈو! گم شدہ لوگوں کے متعلق کوئی بات نہ کہو۔

میرا حال ابتر ہے کار ابتر اور گفتار ابتر ہے :

اِنَّ سَعِيَكُمْ لَشَتَّى - بے شک تمہاری جدوجہد بے کار ہے۔

ابتر ابتر ابتر جو کچھ لکھے ابتر ابتر ابتر ہے۔ تاہم لکھ رہا ہوں اس لئے کہ سوال کا جواب ضروری ہے

اور مشکل کا حل لازمی ہے۔ دیوانوں کا راز دیوانے جانتے ہیں اور مستوں کا کلام مست سمجھتے ہیں کیونکہ

پرندوں کی زبان پرندے سمجھتے ہیں۔ جب سلیمان دل شکل دکھاتا ہے پرندوں کی زبان معلوم ہو جاتی

ہے اور مردانِ حق کا جمال ظاہر ہوتا ہے :

فَتَبَسَّ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا

ہزاروں اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں :

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ

ہم دکھلائیں گے ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں۔ یعنی کائنات کو دیکھ کر اہل حق حق کو دیں گے۔

اس آیت میں اس آئینہ کا ذکر ہے (کہ جس میں جمال دوست دیکھا جاسکتا) :

وَجُودًا يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةً إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةً

(اس دن چہرے خوش ہوں گے حق تعالیٰ کے دیدار سے)

کے مطابق جمال دوست بے حجاب سامنے ہوتا ہے۔ آفاق کے دو معنی ہیں شہود اور غیب۔ (عالم ملکوت اور عالم شہادت یا محسوس)۔ عالم شہادت اس کی صفتِ صنعت ہے یہاں تک غیریت کا نام نہیں۔ پس اس کے اندر عارف جمال حقیقی کے مزے لیتا ہے۔ عامی بچارے (عام لوگ) کیا جانیں وہ تو گویا شکمِ مادر میں ہے جہاں اُسے اپنی خبر تک نہیں۔ دوست کو کیا جانے گا۔ ہر شخص کو اپنے نورِ استعداد اور مقام کے مطابق علم ہوتا ہے۔ عارفِ صنعت میں صانع کو دیکھتا ہے اور اپنے نورِ استعداد کے مطابق دوست کا ہم نشین ہوتا ہے۔ عامی نابینا اور مہجور ہوتا ہے اُسے ذاتِ باری تعالیٰ کی بجائے اپنے نفس کے ساتھ حضوری کا مقام حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ محروم ہوتا ہے۔ عارف کی معرفت کا وہ کمال ہے کہ وہاں فرشتہ کا بھی گزر نہیں۔ اور نہ اُسے عارف کے حال کی خبر ہے۔

بیچارے عامی اور اہل ظاہر کی کیا مجال!

بیت ۷ عارفانِ مسند معروف بغایتِ عالیست

بہوسِ صبحِ فغولے نہ دریں بار رسید

عارفین کا مقام اس قدر بلند ہے کہ بواہوس ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

یہ فقیر کہتا ہے کہ :

زہرہ کرا دستِ فرازی کند

شاخِ فلک دست کہ بازی کند

روز و شبے شستہ نگہبان بے

کشتہ شود چوں کہ بہ بند کسے

بیت ۷

آئینہ شہود میں یعنی عالم شہادت (کائنات) میں اس کی صفتِ صنعت ہے یعنی صالح کا جمال ظاہر ہے لیکن دیکھنے والے کی استعداد کے مطابق۔ اور آئینہ مغیب یعنی عالم معنی میں عارف عین الیقین سے صاف دیکھتا ہے اور اسے حقیقت کا اچھی طرح عرفان حاصل ہو جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر مسلم اور کافر شک سے باہر آ جاتے ہیں اور حق تعالیٰ کی وحدت کا اعتراف کرتے ہیں:

رَبَّنَا آمَنَّا اِنتَیْنِیْنِ وَ اِحِیْتِنَا اِنتَیْنِیْنِ

اے رب دو دفعہ تو نے ہم کو مارا اور دو دفعہ تو نے ہم کو زندہ کیا۔

کافر کرتے ہیں: يَا حَسْرَتَا عَلٰی مَا فَرَطْتَ فِیْ جَنبِ اللّٰهِ

ہائے افسوس ذاتِ حق کی دوری پر۔

کافرہ بلند کرتے ہیں پس مومن کے لئے عرفان۔ وجدان (وصول الی اللہ) اور راحت ہوتی ہے اور کافر کو حسرت و حرمان اور بے چینی نصیب ہوتی ہے۔ اور عارف کو یہ دولت یعنی کشفِ حق اسی دنیوی زندگی میں حاصل ہو جاتی ہے۔ اور دوسروں کو آخرت میں کسی نے خوب کہا ہے:

بیت - ہر کہ را آل آفتاب این جا بنافت

ہر چہ آل جا وعدہ بود اینجا یافت

جس کسی پر آفتاب توحید اس دنیا میں چمکا جس چیز کا قیامت کے لئے وعدہ تھا اس جہان میں مل گیا۔

موجود منقود گشت و کشف و مشاہدہ بظہور پیوست (جس چیز کے لئے وعدہ فروا تھا آج نقد مل گئی اور ظاہری کشف و مشاہدہ میں آگئی)۔ آئینہ صورت (شہادت) میں حجابِ سدھی (مادی پردہ) نائل ہو جاتا ہے لیکن آئینہ مغیب یا آئینہ معنوی میں حجابِ کشتی میں ذوق وصال ہوتا ہے۔ اسی مردانِ حق نے کہا ہے:

جانبار کہ وصل او بدستار نہ دہند

نیراز قدح شرع بستار نہ دہند

اور درحقیقت محبوب کا دیدار کہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے ورنے صورت و معنی ہے (یعنی نہ آئینہ شہادت
یہاں کام آتا نہ آئینہ غیب کیونکہ ذاتِ بحت ان دونوں سے ورار اور بلند و بالاتر۔ وہاں نہ شہود
ہے نہ غیوب۔ نہ دید ہے نہ عدم دید نہ اسم ہے نہ سمت ہے نہ طرف ہے نہ اشارہ) :

شعرے
يَرَاهُ الْمُؤْمِنُونَ غَيْرَ كَيْفٍ

وَإِذْ رَأَىٰ وَضُرِبَ مِنْ مِّثَالٍ

(مومنین نے اسے بے کیف دیکھا ہے۔ اور لفظ ادراک فقط مثال ہے)

اگرچہ مشاہدہ جمالِ حقیقی کا قیامت کے لئے وعدہ دیا گیا ہے لیکن عارفین کو یہ دولت اسی دنیا میں حاصل
ہے۔ اور اس کا حصول اس کے لئے آسان ہے اگرچہ رویت کی نفی آئی ہے لیکن اس بارے میں یاس
بھی ناجائز ہے۔ صاحبِ عوارف المعارف نے لکھا ہے کہ: ”اگرچہ مشاہدہ جمالِ حق کا عوام کے لئے
قیامت میں وعدہ ہے خواص کو اسی دنیا میں حاصل ہوتا ہے“:

مصرعہ
هِنَاءٌ لِأَرْبَابِ النِّعَمِ نَعِيمُهَا

اربابِ نعمت کو نعمت مبارک باد۔

یہاں ہم نے شوریدہ سری سے خدا جانے کیا لکھ دیا ہے اور آگے اس سے کیا مفہوم لیا جائے گا۔

مکتوب ۱۰۳

یہ شعر شرف الدین پانی پتی سے یہ شعر منقول ہے:

بصورتے کہ تو داری ہزار سجدہ برزد

وے زباغِ وفائے تو میوہِ نخورد!

تیری صورت کے لئے لوگ ہزاروں سجدے کرتے ہیں لیکن تیری وفا کے باغ

سے میوہ نصیب نہیں ہوتا۔

حق حق حق !

جاننا چاہیے کہ ساکین دوست کے کمالِ جمال کی وجہ سے کمالِ حیرت میں ہیں انہیں اپنے
آپ سے بھی غیرت آتی ہے اور اپنے آپ کو دوست کے جمال کے لائق نہیں سمجھتے! اور محبوب کی
کمال بے نیازی اور استغفار دیکھ کر نعرہ مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ :

مصرعہ
وے زباغ و فائے تو میوہ نخوزند

لیکن تیرے باغِ وفا سے میوہ نہیں ملتا۔

ایسا بے نیاز ہے کہ انبیاء علیہم السلام لرزہ بر اندام ہیں۔ باقی لوگ جس قدر فیضِ یاب ہوئے ہیں اپنے
آپ کو اس قابل نہیں سمجھتے۔ اور ہر وقت یہی ان کا قیل و قال ہے کہ :

آہ کہ آل یار مر یار نیست

آہ کہ آل شوخ وفادار نیست

افسوس! کہ دوست میرا دوست نہیں ہے آہ! وہ شوخ وفادار نہیں ہے۔

اس کے بعد اس قسم کا شکوہ شکایت عاشق و معشوق کے درمیان شروع ہو جاتا ہے جس
سے فریقین کو غصہ نہیں آتا بلکہ مزہ آتا ہے۔ ایسی باتوں کو عالمِ محبت میں شتمِ محبت کہتے ہیں (شتم
کے معنی ہیں گالی دینا) لیکن اسے گالی کوئی نہیں سمجھتا اس گالی کو کمالِ ذوق اور کمالِ دوستی تصور
کرتے ہیں۔ ان گالیوں کی قدر کچھ وہ لوگ جانتے ہیں جو دلدادگان ہیں۔ بے درد اور فارغ افادگان
کیا جانیں۔

اسی مضمون کو مولانا داؤد نے ہندی زبان میں یوں ادا کیا ہے :

بن کریا موری دولہی ناوا

دوہڑہ

نیکنیار کنت نہ ادا

اسی طرح اِدینی اور کُن تَرَانی کو سمجھ لو۔ موسیٰ نے کہا اِدینی جوات ملائِن تَرَانی (یعنی

اے رب مجھے اپنا دیدار دکھا جو اب ملا کہ تو نہیں دیکھ سکتا۔ بجز ناز و نیاز ہے مردِ عارف کے نزدیک یہ دونوں کلمات مزیدار ہیں۔ عاشق اپنے نیاز اور ذوق و شوق میں اِیرَاقِی اِیرَاقِی کا نعرہ بلند کرتا ہے اور معشوق اپنے ناز اور بے نیازی میں عاشق کے منہ پر لِن تَرَاقِی کا لہجہ مارتا ہے۔ جس سے عاشق کے سوز و گداز اور ذوق و شوق میں اضافہ ہوتا ہے لیکن یہ سوز و گداز اور جوش و خروش محبت کا ہوتا ہے نہ کہ مخاصمت اور بُعد کا۔ اس سے نامحرم کی آنکھوں میں خاک ڈالی جاتی ہے اور اعلان کیا جاتا ہے کہ:

مَا جَزَاؤُ مِنْ أَسْرَدٍ بِأَهْلِكَ سَوْءًا إِلَّا أَنْ يَصْجَنَ أَوْ عَذَابٍ أَلِيمٌ

(اس کی کیا جزا ہے جس نے تیرے متعلقین کے لیے برائی مانگی سوائے اس کے کہ وہ قید ہو یا عذاب میں مبتلا ہو)

بیہات بیہات! یہ کیا راز ہے اور کیا اشارہ ہے۔

مکتوب ۱۰۴

بجانب شیخ جلال تھانیسری (۱) بیت (دیدار)

الہی (۲) شغل باطن (۳) البین میں گوشت کھانے کے

بیان میں۔

حق حق حق!

حق تعالیٰ سے دُعا ہے کہ آل برادر کو کمالِ مردان اور جمالِ عارفان نصیب ہو۔ بفضلہ

تعالیٰ۔ سالک کو چاہیے کہ ہمت بلند رکھے کیونکہ ہمت سے بڑے بڑے کام سرانجام ہوتے ہیں؛

قِيَمَةُ الْمَرْءِ هِمَّتُهُ۔ آدمی کی قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے

شریعت کا فتویٰ ہے کہ جو کچھ کُن کے نیچے ہے (یعنی جو کچھ پیدا ہوا ہے)۔ اور جو کچھ کون و مکان کے

تحت آتا ہے عارفانِ عالی ہمت کی ہمت کے سامنے پہنچ ہے (یعنی ان کی ہمت اس قدر بلند ہے کہ کون و مکاں کی کوئی چیز ان کو پسند نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ اگر جنت میں وعدہ دیدار نہ ہوتا تو جنت کے طلب گار بھی نہ ہوتے :

بیت - روز قیامت شود پلہ بہ میزان نهند

خلق بہ جنت زود من نگرم سو دوست

قیامت کے دن جب لوگوں کے اعمال ترازو پر تولے جائیں گے تو خلقت جنت میں جائے گی لیکن میں دوست کا چہرہ دیکھتا ہوں گا۔

مصرعہ - فردوس چہ کار آید گر یار نباشد

وہ جنت کس کام کی ہے جس میں کہ دوست نہ ہو۔

کسی نے رابعہ بصری سے پوچھا کہ بہشت طلب کرتی ہو یا نہیں؟ جواب دیا :

الجاءُ ثمة الدار

خانہ بے صاحب خانہ بتخانہ ہے نہ کہ خانہ۔ پس ہمت بلند رکھو اور کام کرتے رہو :

شعر - غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود

زہر چرخ رنگ تعلق پذیر و آزاد است

میں اس کی ہمت کا غلام ہوں کہ جو اس نیلی چیت کے نیچے ہر قسم کے تعلقات سے آزاد ہے۔

وَفُوقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ اور ہر علم والے کے اوپر ایک اور عالم ہے۔

اس سے شوق پر شوق بڑھتا ہے اور ہر شخص کا کلاہ ناموری اور شوق سروری بڑھ جاتا ہے :

هذا هو الهمال والجمال في الله لا هل الله

یہ ہے اللہ کا ذوق و شوق اللہ کے لئے۔

یہی وجہ ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز و انکسار اختیار کیا اور سروری اور ناموری کے خیال کو پاؤں کے نیچے روند دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے :

ذنبی عظیم فانہ لا یغفر الذنب العظیم الا الرب العظیم
 میں بڑا گناہ گار ہوں اور گناہ عظیم کو سوائے رب عظیم کے کوئی نہیں معاف کر سکتا۔
 آپ اس پر اکتفا نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے:

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي عِتْقًا وَمَحْرَمًا مِنَ النَّارِ
 اے اللہ! مجھے نارِ جہنم سے محفوظ فرما۔

اں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب تعالیٰ کے سامنے اس قدر عاجز و نیاز کرتے تھے اور اس قدر
 خوف زدہ ہوتے تھے کہ اکثر فرماتے تھے:

يَا لَيْتَ سَرَّيْتُ مُحَمَّدًا لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا
 کاش کہ محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا۔

مقربانِ بارگاہِ حق تعالیٰ اپنے آپ کو اس لئے ہیچ حقدار عاجز اور بکیس سمجھتے ہیں اور اس لئے
 آہ و نالہ کرتے ہیں کہ جب شیفتعِ روزِ محشر اس قدر گریہ و زاری کرتے ہیں تو دوسروں کی کیا مجال کہ گریہ
 نہ کریں یا اپنے آپ کو کسی چیز کے لائق سمجھیں:

وَهَذَا سُنَّةُ اللَّهِ تَعَالَى فِي الْمُقَرَّبِينَ وَلَكِنَّ سُنَّةَ اللَّهِ تَبْدِيلًا
 مقربین کے حق میں حق تعالیٰ کی عادت ہے اور اس کی عادت میں تبدیلی نہیں ہوتی۔
 عزیز من! تاریخ نہ برمی گنج زبانی (جب تک تکلیف نہ اٹھائے گا منزل مقصود تک نہ پہنچے
 کا کیونکہ: أَجْرًا عَلَى قَدْرٍ تَعَبِكَ

تمہارا اجر تمہاری تکلیف کے مطابق ہوگا (حدیث)

تا خواہ نشوی عزیز نگر دی (جب تک تو تکلیف نہ اٹھائے گا عزت کو نہ پہنچے گا):

وَإِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ الرَّحِيمُ
 اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔
 جب تک تو نیست نہ ہوگا ہستی کو پائے گا
 وَرَأْفَعْنَا لَكَ ذِكْرًا
 اور ہم نے تمہیں عزت بخشی۔

تا در فرش نیامدی بر عرش زرفتی (جب تک تو فرش پر نہ بیٹھے گا عرش پر نہ پہنچے گا؛
 وَرَفَعْنَا مَكَانًا حَلِيتًا اور ہم نے اسے بلند مقام عطا کیا۔

جب تک تو سر زمین پر نہ رکھے گا بہشت میں نہ جائے گا؛

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ

تعمق جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا ان کے لئے جنت الفردوس ہے۔

جب تک تو اپنی آنکھ کو غیر حق کی دید سے نہ توڑے گا جمالِ ذوالجلال تیری آنکھ میں نہ آئے گا
 چشم غیر بین خدا بین نبود (غیر کو دیکھنے والی آنکھ خدا کو نہیں دیکھ سکتی)۔

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّلُوفُ

(وہ آنکھوں کی خیانت کو اور جو دل میں چھپاتے ہیں، خوب جانتا ہے)

لیکن یہاں معتزلہ نے غلطی کی ہے اور رویت (دیدار) حق تعالیٰ کا انکار کر بیٹھا ہے۔ کیونکہ خدا
 کے ساتھ غیر کا وجود محال ہے اور تصور میں نہیں آسکتا کہ اس کا غیر موجود ہے؛

كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ

اللہ تھا اور اس کے ساتھ کسی چیز کا وجود نہ تھا۔

بندے کی آنکھ میں سوائے غیر کے نہیں ہوتا۔ اور غیر کا سوائے غیر کے تعلق نہیں ہوتا۔ دوئی اور
 شرک غیر کے وجود سے لازم آتا ہے۔ لہذا پروردگار کا دیدار غیر کو لائق نہیں۔ (یعنی جب تک مقام
 دوئی میں ہے دیدار کے لائق نہیں ہو سکتا)۔

وَلَمْ تَعْلَمْ الْمَعْتَزِلَةَ أَنَّ سِرَّ الوجودِ هُوَ اللَّهُ تَعَالَى وَبَرَزُوا اللَّهَ

جَمِيعًا فَالغَيْرُ فِي الكونِ وَالْمَجَانِرُ وَالْحَقُّ فِي العَيْنِ وَالْحَقِيقَةُ فَلِذَلِكَ

الستر، فینسون التعمیر اذا سراوة فلذالك السر عراج الجیب صلعم

من الكون والمكان الى مقام اذ انى عند السبحان۔

(اور فرقہ معتزلہ نہیں جانتا کہ وجود کا راز خود اللہ ہے۔ یعنی ظاہری کائنات اور مجاز میں

غیر (کثرت) ہے اور حقیقت میں سب وجودِ حق اور عینِ حق ہے اور اسی راز کی وجہ سے
جلا دیے ہیں نعیم کو۔ یہ وہی راز تھا جس کی بدولت حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم عروجِ فرما
کر کون و مکان سے گذر گئے اور حق سبحانہ تعالیٰ کے قرب میں مقامِ اَوَّاذِنِی پر پہنچ گئے۔

عزیزِ من! بندہ صفاتِ خداوند تعالیٰ میں موصوف ہوتا ہے اور ابد تک باقی بن جاتا ہے
اور خدا کے صفات میں خدا کے سوا کوئی موصوف نہیں ہو سکتا لہذا خداوند تعالیٰ اپنی صفات میں
موصوف ہوتا ہے اور بندہ درمیان میں نہیں ہوتا یعنی بندہ خداوند کے ساتھ یگانہ (ایک) ہو جاتا
ہے لیکن بغیر اتحاد و حلول پس دوئی مٹ جاتی ہے اور دیدار کے وقت خدا نور خدا اور قدرتِ خدا
سے دیکھا جاتا ہے بے کیف، بے مکان، بے جہت (سمت) بے زمان، بے شک، بے شبہ،
اور کل مثال سے پاک اور برتر۔ بندہ درمیان میں نہیں ہوتا اور غیر کا نام و نشان تک نہیں ہوتا۔
غرضیکہ خدا کے سوا کچھ نہیں ہوتا وہی ہوتا ہے اور صرف وہی ہوتا ہے:

كُنْتُ لَهُ بِمَرَأٍ حَتَّىٰ بَلَغَ يَبْعُرُ بِي سَمْعٌ

میں اس کی بیانی بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا اور سنتا

اسی شہود کا شاہد ہے: وَذَٰلِكَ مَعْنَى التَّجَلِّي فَاعْرِفْ

اور تجلی کے یہی معنی ہیں اچھی طرح سمجھ لو۔

اس سے زیادہ صاف الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ دیدار کے دن بندہ کی آنکھ نورِ خدا سے منور
ہو جاتی ہے اور اسے نصارت کہتے ہیں:

وَجُوهٌ يُّومُّونَ نَاظِرَةً إِلَىٰ سَمَاءٍ نَّاطِرَةً

ان کے چہرے منور ہوں گے رب تعالیٰ کے دیدار سے۔

تاکہ خدا تعالیٰ کے دیدار کے لائق ہو سکے عزیزِ من! جب کتنے فیضِ یاب ہیں اور پتھر دیدار کرتے ہیں
تو ہمیں کیوں ناامید ہونا چاہیے۔ (کتنے سے مراد شاید اصحابِ کہف کا کتا ہے جہاں تک پتھر
کا تعلق ہے اس سے مراد کوہ طور ہے جس پر حق تعالیٰ نے تجلی فرمائی اور ریزہ ریزہ ہو گیا)

۱۰۔ یہ عبارت حاشیہ کتاب پر درج ہے۔

معلوم نہیں معتزلہ کیوں منکر دیدار ہے۔ پتھر بوقت دیدار خداوند صفات خداوند سے موصوف ہو کر بصیر
وعلیم وسمیع وقیوم ہوا اور عالم شہادت یا صورت سے نکل کر عالم معنی میں پیوست ہوا:

حَتَّىٰ رَأَىٰ رَبَّهُ وَجَعَلَهُ دَكَاةً

حتیٰ کہ اس نے اپنے رب کو دیکھا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔

کا اشارہ اسی جانب ہے :

وَالْقَلْبُ كَذَلِكَ بِمِيرْمَنِهِ إِلَيْهِ وَيُرَاى سِرْبَهُ

فَالْإِنْسَانُ آخِرًا أَنْ يَرْتَفِقَ مِنْهُ إِلَيْهِ وَيُرَاى رَبَّهُ لِأَشْكَ

فِيهِ إِفْتِمَارُ وَنَهْ عَلَى مَا يَرَاى -

(اسی طرح قلب بصیر ہوتا ہے اور اپنے رب کا مشاہدہ کرتا ہے۔ انسان کوشش

کرتا ہے تاکہ ترقی کرے اور مشاہدہ کرے اپنے رب کا۔ لیکن لوگ اس رویت

الہی میں اختلاف کرتے ہیں۔)

عزیز من بسوز کے ساتھ ساز بھی ضروری ہے چھلتی بنو اور جان پر کھیل جاؤ۔ ہوش و خروش

سے رہو۔ مے نوش و پیچ مفروش (پیو لیکن کچھ نہ بیچو)۔

نزہتہ الارواح میں لکھا ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ کے معنی کیا ہیں۔ یہ ایک لے نشانی

ہے۔ یسخ و بن نکال دے اور بے نشان ہو جاؤ چونکہ حق تعالیٰ بے نشان ہے تجھے نشان لائق

نہیں (تو بھی بے نشان ہو جا) :

بیت سے درستی دریں راہ شکست تو آمد

کہ اول خواہ بیت آن کہ عمارت

اس کو چے میں سلامتی شکست ہے جس طرح عمارت بنانے سے پہلے اسے توڑا جاتا ہے

مثنوی

تو خود را میں گر توانی شنید کہ در ہر دو عالم ترا کس ندید

اگر پیچ واقف شو ہی زبیر نفس ازاں برتری کت نماید بکس
نگہدار خودر تو از چشم خویش کہ اندامت از ناخن تست ریش
اگر تو میری نصیحت سنا ہے تو اپنے آپ کو مت دیکھ اور دونوں جہانوں سے گم ہو جا۔
یہ اس سے بہتر ہے کہ تیری نمود و نمائش ہو۔ تو اپنے آپ کو اپنی آنکھ سے محفوظ رکھ کیونکہ
یہ جسم خود تیرے ناخن سے زخمی ہے۔

عزیز من! حضرت کبریا جلیل کی بارگاہ میں عجز و انکسار کے سوا کچھ لائق نہیں:

وَاللَّهُ الْكَبِيرُ يَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی عظمت ہے۔

اگر اس کا فضل ہو جائے تو عاجز بندہ عرش سے بھی اوپر چلا جاتا ہے اور اسے وہ کمال اور جمال
نصیب ہوتا ہے کہ کوئی مقرب اس کے دامن کو بھی نہیں چھو سکتا۔ اگر وہ عدل سے کام لے تو
مقربانِ بارگاہ کو خاک پر دے مارے قہرِ ذلت میں پھینک دے۔ اور کسی کو چون و چرا کی
مجال نہیں۔ پس انصاف کی بات یہ ہے کہ رات دن کام میں مشغول رہے تاکہ انتہا کو پہنچ جائے:
وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا عَظِيمًا
اللہ نے ان کے لئے اجرِ عظیم مقرر کیا ہے۔

دوستانِ حق کا مددگار ہے۔ اور اس سعادت اور اس دولت کو سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں
جانتا: أَعَدَّتْ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَأَعْيُنٌ رَأَتْ وَلَا أَذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا
خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ۔

ہم نے اپنے صالح بندوں کے لئے وہ دولت جمع کر رکھی ہے کہ جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا
ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے قلب میں اس کی وسعت کا خیال آسکتا ہے۔
پس سالک جو کچھ دیکھے یا سنے اور ضرور اہل حق دنیا کی چیزوں کو بھی دیکھتا ہے اور سنتا بھی ہے
اس کے لئے لازم ہے ہرگز ہرگز کسی چیز کی طرف التفات نہ کرے۔ اور وساوس کی نفی میں اس
قد کو شان رہے کہ کسی چیز کے ساتھ دل نہ لگائے اور صحنِ دل کو اس طرح پاک و صاف رکھے کہ
غیر کی خس و خاشاک کو ہٹا کر اللہ کے سوا کچھ نہ رہے اللہ کے سوا کچھ نہ چاہے اور اللہ کے سوا

کچھ نہ جانے تاکہ اللہ میں محو اور مستغرق ہو جائے اور زماں و مکاں سے گذر کر اسے عالم وحدت اللہ احد کی سیرو طیر کرائیں :

وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ

میں سالکین کی حمایت ہے۔ طالبانِ صادق کو چاہیے کہ ادبِ شیخ میں کہ جس کا جمال آئینہ ذوالجلال ہے اس شد و مد سے مستغرق ہو کہ فنا فی الشیخ کا مقام حاصل ہو جائے تاکہ فنا فی اللہ ہو جائے اور فنا الفنا اور بقا بقا میں اس قدر ترقی ہو کہ جس کی کوئی نہایت نہ ہو اور نہ کوئی غایت (اختتام) ہو :

وَلَا غَايَةَ لِلَّهِ تَعَالَى وَتَخْلِيَاتِهِ وَلَا غَايَةَ أَيْضًا لَصِفَاتِهِ وَ

السَّائِبَةِ فِي التَّجَلِيَّاتِ الْعُلُويَّاتِ وَالتَّوْقِيَّاتِ وَالرَّفِيعَاتِ السَّنِيَّاتِ -

(اور ذاتِ حق کی کوئی انتہا نہیں۔ نہ اس کی تجلیات و صفات کی کوئی

مد ہے) -

سالک کی استعداد اور صفائے وقت اور انجلائے وجود (تجلیہ قلب) کے مطابق نورِ جمال صمدی و الوارِ علوی بندہ پر متجلی ہوتے ہیں اور جسمانی وجود سے ترقی کر کے ہزار ہزار تجلیات سے فنا، بقا، فنا، بقا اور بقا البقا کے مقامات پر پہنچ جاتا ہے۔ لیکن بندہ جس قدر ترقی کرتا ہے اور فنا و بقا میں دوڑ لگاتا ہے بندہ وہی بندہ رہتا ہے اور خداوند خداوند ہوتا ہے۔ نہ بندہ ناچیز وجود محض بن جاتا ہے نہ یہ کہ بندہ خدا بن جاتا ہے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ فِي الْحَقِيقَةِ لَيْسَ إِلَى اللَّهِ (فی الحقیقت اللہ کے سوا کچھ نہیں) -

لیکن فنا و بقا میں بندہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اسے اپنی خبر نہیں ہوتی اور نہ دوئی ہوتی ہے نہ کوئی انتہا۔

فَالْعَبْدُ عَبْدٌ وَالْحَقُّ حَقٌّ لَيْسَ بَسْنَدٌ بَسْنَدٌ هُوَ أَوْ حَقٌّ حَقٌّ -

فَاعْرِفْ فَإِنَّهُ سِرٌّ بَيْنَ اللَّهِ وَبَيْنَ عَبْدِهِ وَحَدُّهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ

عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ -

(جاننا چاہتے کہ وہ راز ہے درمیان اللہ اور بندہ کے وہ واحد لا شریک ہے اور محمد ان کے عبد اور رسول ہیں)۔

یہ اس مقام کا کمال و جمال ہے پس شیخ مرشد کا ادب کہ صاحب شریعت ہے ہمیشہ محفوظ و محفوظ رکھنا چاہیے تاکہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے اور نفس و شیطان مغلوب رہیں۔ کیونکہ

السرفیق ثم الطريق والشيطان مع الواحد ومن الاثنين بعيد

(سفر میں رفیق ضروری ہے کیونکہ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے دور ہوتا ہے)

یہ شریعت کا فتویٰ ہے۔ ہوشیار رہو اور کام میں لگے رہو تا نصر من اللہ وفتح القریب کا دروازہ اس شان سے کھل جائے کہ ملک مقرب بھی حیران ہو جائے۔ یاد رہے کہ مراقبہ صفات میں ۶ وجہ و نزول کی نوبت رہتی ہے لیکن مراقبہ شیخ مرثی کے لئے کوئی نوبت نہیں اور دل کی نظر ہمیشہ جمال شیخ پر رہتی ہے جس سے شغل باللہ میں مستغرق رہتا ہے کیونکہ یہی کلمہ طیبہ کے معنی ہیں یعنی کلمہ لا الہ سے خیال غیر کی نفی مقصود ہے اور لا اللہ کا مقصد اسماء صفات الہی کا قائم ہونا ہے لیکن مراقبہ شیخ جو کہ صاحب شریعت ہے حقیقت محمد رسول اللہ کا قائم ہونا ہے جس سے بقا قائم ہوتی ہے۔ سالک کو چاہیے کہ ہر وقت اپنی نفی اور ماسوی اللہ کی نفی کرتا رہے اور حق تعالیٰ سے پیوست ہو جائے :

كُنْ لِي اَكُوْنُ لَكَ وَمَا كَانَ لِي يَكُوْنُ لَكَ

تو میرا ہو جاؤں گا اور جو میرا ہو گا وہ تیرا ہو گا۔

یہ دوستان حق تعالیٰ کا نقد وقت ہے (ہر وقت کا مطلع نظر ہے) :

وَمَا لِكَ اِلَّا حُدٌّ وَاغَايَةٌ اور اس کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب۔

اسی لئے سلطان العارفین (حضرت خواجہ بایرید بسطامی قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ :

ملکی اعظم من مللہ اللہ تعالیٰ فان ملک اللہ تعالیٰ هو الکون

والمکان واللہ تعالیٰ ملکی۔

یعنی میرا ملک اللہ تعالیٰ کے ملک سے بڑا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ملک کون و مکان ہے اور میرا ملک اللہ تعالیٰ ہے۔

ذوق و شوق کے وقت اشعار سے بھی مدد ملتی ہے اور آدمی ذکر حق اور شغل میں اس قدر مستغرق ہو جاتا ہے کہ محویت طاری ہو جاتی ہے اور:

ظہرَتْ يَنَابِيعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ

اور اس کے دل سے زبان پر حکمت کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں

اور بحرِ ربانی میں موجیں اٹھنے لگتی ہیں :

فَكَانَ كَلَامَهُ كَلَامُ الْأَنْبِيَاءِ آتِينَاهُ حِكْمًا وَجِلْمًا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ

(پس اس کا کلام انبیاء کا کلام ہے، ہم نے اس کو حکمت اور علم دیا اسی طرح ہم نیکو کاروں کو جزا دیتے ہیں) یہ دوستانِ حق کا تاج ہے لیکن کون یہ تاج حاصل کرتا ہے اور کس بادشاہ کو یہ سلطنت ملتی ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں کا بادشاہ بنے۔

اربعین (چلہ) میں گوشت کھانا

یہ جو آپ نے اربعین میں گوشت کھانے کے متعلق دریافت

کیا ہے یہ اچھا سوال ہے۔ بعض متبعی (روحانی کام کرنے والے) کے نزدیک گوشت کا ترک کرنا مطلقاً جائز نہیں۔ ہاں کثرت سے گوشت نہیں کھانا چاہیے کیونکہ اس سے قساوت قلب (دل کی تاریکی) بڑھتی ہے اس لئے کبھی کبھی گوشت کھالینا چاہیے ہمیشہ نہیں کھانا چاہیے۔ انبیاء علیہم السلام نے اس لئے گوشت کو رو رکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام نہ سمجھا جائے کیونکہ اس سے کفر لازم آتا ہے۔ عیاذ باللہ من ذالک۔

بعض صالحین نے صرف گھاس پر اکتفا کیا ہے اور خلق سے دور رہ کر حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہے ہیں۔ پس عقیدہ مضبوط رکھو اور کام میں لگے رہو اور شغلِ حق میں مستغرق رہو۔ کسی چیز کا فکر نہ کرو :

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّادِقِينَ. وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ
 اللہ تعالیٰ صادق الحال لوگوں کے ساتھ ہے اور فاسقین کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا

بچوں کی دیکھ بھال

اور یہ جو آپ نے بچوں کی دیکھ بھال کے متعلق دریافت کیا ہے معلوم ہوا۔ ہاں گمراہ کے راستے میں سو پہاڑ حائل ہوتے ہیں اور مقبول بارگاہ کے راستے میں گھاس کا تنکا بھی حائل نہیں ہوتا۔ کیا کیا جاتے جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے وہی ہوگا۔ نیز آپ نے آنے کے متعلق دریافت کیا ہے۔ عزیز من! جو کچھ لٹک گیا جائے اس سے ہرگز نقصان نہیں ہوتا۔ نہ کسی شخص کا نقصان ہوا ہے: **فَإِنَّ هَذِهِ الْقُوَّةُ شَيْءٌ خَالِصٌ مُخْلِصٌ لِلَّهِ**
 (پس بے شک یہ طاقت خالص پروردگار کے لیے ہے)

قدم آگے بڑھانا مردانِ حق کا کام ہے خدا جسے کامیاب کرے اور خود پرستی سے بچا کر خدا پرست بنائے!

فَإِنَّ هَذِهِ الْقُوَّةُ أُعْطِيَتْ الْأَنْبِيَاءَ فَبَعَثُوا بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
 اے برادرِ پاکانِ روزگار میں سے ہیں۔ امید ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے میسر ہوگا۔
 عاقبت بخیر باد بالنبی وآلہ الامجاد۔



مکتوب

بجانب شیخ جلال تھانیسری - (۱) رات کی بیداری اور مشغولی کے متعلق
سوال کے جواب میں - (۲) إِذَا تَمَّ الْفَقْرَ فَهُوَ اللَّهُ.

(۳) ذِكْرُ لِسَانٍ لِقَلْبِهِ وَذِكْرُ الْقَلْبِ وَسُوسَةٌ

(۴) خلودن از فضول شرط خلوت است (۵) معنی سیر رہ کبریت احمر است اور

(۶) ارشاد طالبانِ حق و رہنمائی کبرون کے معانی کے بیان میں -

۱ حق حق حق!

آپ کا خط ملا۔ حال معلوم ہوا۔

پوری رات جاگنا

آپ نے لکھا ہے کہ بعض شبوں میں پوری رات جاگنے کا شوق
ہوتا ہے۔ عزیزِ من! یہ سن کر دل کو بہت خوشی حاصل ہوئی۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكِ
بَارَكْنَا بِاللَّهِ فِيهِ وَأَدَامَ عَلَيْهِ (اس پر خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔ خدا برکت دے اور استقامت
عطا فرمائے) شب بیداری مردانِ حق کا کام ہے اور عاشقانِ حق کی طلب کا میدان ہے۔ اس
فیر نے یگانہ حق تعالیٰ فلک یونس رحمہ اللہ کی زبان دُربار سے سنا ہے۔ ایک بزرگ جو اپنے جنون
میں اس قدر منہمک تھے کہ اپنے وجود سے خبر نہیں رکھتے تھے اور اپنی عورت پر کبھی اپنا ہاتھ نہ رکھتے
تھے مجھ سے اکثر فرمایا کرتے تھے :

بیت سے سید اگر روز نیابی تو زغوغا سے عرب

شب محرم عاشقان است بشہا است طلب

اگر مصروفیت کی وجہ سے دن کے وقت شغلِ حق نہیں رکھ سکتا تو رات عاشقوں کی محرم

راز ہے پس راتوں کو طلب کر۔

عسزیرِ من! بیدار تھی شب کی بدولت عاشقان و صادقان و مخلصان نے معشوق تک رسائی حاصل کی ہے اور مقصودِ مطلق تک پہنچ کر واصل بالندہ ہوتے ہیں۔ جو کچھ انہیں حاصل ہے شب بیداری سے ہوا ہے انبیار اور اولیاء کو معراج رات کی تنہائی میں ہوا۔ مصطفیٰ علیہ السلام دولتِ شب طلب کرنے کے لئے ماہِ رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف میں گزارتے تھے۔ اور سیرات نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ اسی طرح خلیل اللہ علیہ السلام کو بھی رات ہی کے وقت محرم راز فرما کر عالمِ مثال میں انوار ربانی کی بارش فرمائی اور اس تجلیِ خاص کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى الْكُوكَبَ...

پھر جب رات ہوئی تو اس نے دیکھا ستارا۔

(نیز مصطفیٰ علیہ السلام کو حرمِ خاص کی دولتِ قاب و قوسینِ اودنیٰ

شب ہی میں نصیب ہوئی جس کا اعلان اس طرح ہوا:)

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی۔

يَا أَيُّهَا الْمَنْزِلُ قَسِدِ اللَّيْلَ

اے کملی اور صنیٰ والے رات کو جاگو.....

کا خطاب بھی دولتِ شب لوٹنے کی خاطر تھا۔ یعنی اے گلیم پوش! اے شربتِ قرب نوش! اے مردِ ہوش! اے دریا نوش! اے صاحبِ جوش! اے لولاک پوش! اے دوستِ اشب بیدار بن اور کام کر تا کہ دولتِ حضورِ و مشاہدہ دوست سے نوازا جائے:

يَغْشَى اللَّيْلَ الْمَهَامِرُ (ڈھانپ لیتا ہے رات سے دن کو)

سر پر وہ عاشقانِ خاص ہے؛

وَجَلَعْنَا اللَّيْلَ سَكْنًا وَالنَّوْمَ ثَبَاتًا

اور ہم نے رات کو اور نیند کو باعثِ سکون بنایا۔

سے عاشقانِ درد مند اور مردانِ حق کو دعوت مل رہی ہے کہ شبِ دوستوں کے راز و نیاز کا وقت ہے اور بندگانِ خاص کے لئے معراج کا موقعہ ہے :

بیت سے بیدار شد ز دستِ غمت سالہا ز کے
بر پائے سر نہادہ و آسودہ خواب کرد

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا اور بنایا ہم نے رات کو لباس۔

کا مطلب یہ ہے کہ دوستوں کو لباس اور پردہ دے کر ماسویٰ اللہ سے پوشیدہ کرے عریض خاص سے جگہ دے۔ سبحان اللہ! اسرارِ شب جس قدر بیان کئے جائیں کم ہیں۔ دولتِ شب سے صرف شب بیدار ہی واقف ہیں کیونکہ ان کے دل زندہ ہوتے ہیں :

تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوا رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا
وَالْحُجُبِ عَنِ اللَّهِ وَطَمَعًا بِالْوَصُولِ إِلَى اللَّهِ وَاتِّصَالِ بِاللَّهِ -

(ان کے جسم بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں۔ یاد کرتے ہیں اپنے رب کو خوف سے تاکہ قطع ہو جائیں پردے اللہ کے مابین اور وصالِ حق نصیب ہو)۔

یہ ان بندگانِ خاص کی مدحت میں آیا ہے۔ مردہ دلوں کو جو دولتِ شب سے بے بہرہ ہیں کیا معلوم کہ شب کیا ہے اور اس کے اندر کیا انوار پوشیدہ ہیں۔ غافلوں کو حسرت و یاس سیاہ دئی اور بدبختی کے سوا کچھ حاصل نہیں :

فَالْوَيْلُ لَهُمْ تَمَّ الْوَيْلُ لَهُمْ ان کے لئے خرابی ہی خرابی ہے۔

بیت سے دولتِ جاوید خواہی خیرِ شبہا زندہ دار
نخستہ نابینا بود دولت بہ بیداران رسد

اگر تو دولت جاوید چاہتا ہے تو راتوں کو زندہ رکھ۔ سونے والا اندھا ہوتا ہے دولت
شب بیداروں کو ملتی ہے۔

عزیز من! درگاہ حق سبحانہ تعالیٰ میں جو کچھ کسی نے حاصل کیا شب بیداری سے حاصل کیا۔
شب بیدار کے لئے یہ مژدہ جانفرا ہے :

تَجِدْنِي فِي سَوَادِ اللَّيْلِ عَبْدِي
قَرِيبًا مِنْكَ فَأَهْلِنِي تَجِدْتِي

میرا بندہ مجھے رات کی تاریکی میں پاتا ہے۔ میں قریب ہوں تیرے پس طلب کرو گے تو پاؤ گے۔

خدا کرے یہ دولت ہم سب کو نصیب ہو اس کے لطف و کرم سے۔

اے عزیز! اب تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جو مردان حق شب بیداری کرتے ہیں اپنے حسب
حال و ذوق مشغول رہتے ہیں۔ بعض ساری رات نماز میں گزارتے ہیں :

يُبَيِّتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا

اور اپنی رات سجدہ یا قیام میں بیت دیتے ہیں۔

یہ ان کی شان میں نازل ہوا ہے۔

فَإِنَّ فِي الصَّلَاةِ تَنْزِيلَ الْقَلْبِ وَمِعْرَاجِ الْمُؤْمِنِ وَالتَّوَاضُّعِ لِلَّهِ وَ

الْعِبَادِيَّةِ لَهُ حَا المصلى يَنَاجِي رَبَّهُ

(بے شک نماز میں دل کا نزول ہے اور مومن کی معراج ہے اور اللہ کے لیے تواضع ہے اور

اس کی عبوریت۔ اور نمازی اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے)۔

بعض تلاوت قرآن میں رات بسر کرتے ہیں کہ جن کی شان اہل القرآن اهل الله (اہل قرآن
اہل اللہ ہیں) آیا ہے۔ بعض ذکر میں مشغول رہتے ہیں جن کی شان یہ ہے :

وَالذَّاكِرِينَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَةُ أَعَدَّ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

کثرت سے ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں وہ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت

اور اجرِ عظیم مخصوص کر رکھا ہے۔

اور میری ایک اور بات سن لے جو اس کام میں مدد و معاون ہے اور اسرار کا خزانہ ہے:

وَهُوَ إِنْ اَلْتَمَعْتَ بِالْعُلُومِ الشَّرْعِيَّةِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ اَمْرًا حَسَنًا

وَلِكُنْ شَانُ الطَّالِبِ شَانِ آخِرِ

علوم شرعیہ کا حصول اور تلاوت قرآن نیک کام ہیں لیکن طالب کی شان اور ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے:

مردے باید مژدا را نہ پائے
جملہ گم گشتہ درو او در خدا

ترجمہ ۱۔ مردہ ہے جس کا نہ سر پہ نہ پاؤں بلکہ سب اس میں غرق ہو
اور وہ خدا پیو۔

ظاہری عبادات مثل نماز روزہ تلاوت وغیرہ ضروری ہیں اور ان پر عمل نہ کرنا گناہ ہے۔ لیکن اس

کے باوجود طالب حق تعالیٰ وہ ہے کہ جسے کوئی خوف و خطر نہیں:

بیت سے در کوئے دوست جازا باشد خطر اگرچہ

جائیکہ عشق باشد جاں را خطر نباشد

دوست کے کوچے میں اگرچہ جان کا خطرہ ہے لیکن جہاں عشق ہے وہاں کوئی خطرہ نہیں۔

رباعی

در بحر عمیق تو غوطہ خواہم خوردن یا غرق شدن یا گہرے آردن

کار تو مخاطر است خواہم کردن یا سرخ کنم روے ز تو یا گردن

تیرے عشق کے بحر عمیق یعنی گہرے سمندر میں غوطے لگاؤں گا یا غرق ہو جاؤں گا یا گہر

نکال لاؤں گا عشق بازمی اگرچہ خطرناک ہے لیکن ضرور کروں گا یا سرخ روئی (کامیابی)

حاصل یا گردن سرخ کرنی پڑے یعنی گردن کٹوانی پڑے

عزیز من! مومنین طریقی حق میں سلامت رہتے ہیں اور ہلاکت سے دور رہتے ہیں:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔

لیکن طالبانِ حق خود بخود جان پر کھیلے ہیں اور اپنا نوان و ماں برباد کرتے ہیں:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ

اور اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کا حق ادا کرتے ہیں۔

یہ ان لوگوں کا کام ہے۔ پس تن پرور اور کاسہ لیں لوگ جانبازوں اور سراندازوں کا کب مقابلہ کر سکتے ہیں:

لَا يَسْتَوِ الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرَ أُولِي الضَّرْعِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

(نہیں برابر ہو سکتے بغیر عذر کے گھروں میں بیٹھے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے)

ایک بزرگ فرماتے ہیں:

رباعی

مرانہ مریدِ وردِ خواں مے باید نے زاہد نے حافظِ قرآن مے باید

صاحبِ دردِ سوختہ جال مے باید آتش زدہ بہ خانماں مے باید

ہیں ایسا مریدِ درکار نہیں جو ورد و وظائف پڑھنے والا ہو نہ ہی وہ درکار ہے جو حافظِ قرآن ہو

بلکہ ایسا مریدِ چاہیے جو صاحبِ درد اور دل جلا ہو اور جس نے اپنا خانمان برباد کر دیا ہو۔

عزیز من! طالبِ حق سبحانہ کا کام چونکہ جانبازی ہے اس لئے ہر لحظہ وہ چاہتا ہے کون و

مکان سے گذر کر صحرائے لامکان میں پہنچ جائے۔ اور یہ راستہ جمع کا (یعنی فنا فی اللہ کا ہے)۔

یعنی تفرقہ (مقامِ دوئی) چھوڑ کر مقام میں، وصال میں یا کثرت سے مقامِ وحدت میں آنا ہوتا ہے

اور یہ راستہ القطارِ ماسومی اللہ (غیر خدا سے قطع تعلق) سے طے ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے آیتہ

دل صاف ہوتا ہے اور دل کو دائمی شغلِ باطن یا مشغولیِ حق سبحانہ تعالیٰ حاصل ہوتی ہے۔ اس

شغل میں احساس و شعور سے گذر کر آدمی پر محویت اور استغراقِ طاری ہو جاتا ہے۔ پس جس طرح

پیر و مرشد نے بتایا ہو جو جدوجہد میں مشغول رہنا چاہیے اور تن آسانی کو نزدیک نہیں آنے دینے چاہئے۔ اور اہل حق کے نزدیک یہ فرض عین ہے :

فَإِنْ فَرَضَ كُلُّ رَجُلٍ عَلَى قَدْرِهِ

کیونکہ ہر شخص کی استعداد کے مطابق اس پر فرض عائد کیا جاتا ہے۔

اس درویش نے حضرت شیخ حسین سرہرلوپی مرید سید نجم الدین مرید شیخ الاسلام قطب اولیاء شیخ نظام الدین اولیاء و خلیفہ سید خضر کہر دھاری قلندر خراسانی سے سنا ہے کہ بعض مردان خدا ایسے تھے اور اب بھی ہیں کہ کئی سال سے طہارت میں مشغول ہیں جب طہارت سے فارغ ہوتے ہیں تو نماز ادا کرتے ہیں :

الْوُضُوءُ الْفِصَالُ الْمَلَوَاتُ

وضو صلوٰۃ کے ٹوٹنے کا نام ہے (شاید مطلب یہ ہے کہ وضو سے صلوٰۃ دائمی یعنی مراقبہ

ذات میں خلل آتا ہے اس لئے جب وضو کرتے ہیں تو گویا صلوٰۃ دائمی یا باطنی نماز میں انقطاع

واقع ہوتا ہے اور پھر ظاہری نماز گزارتے ہیں۔)

مراد اس سے مقام اتصال ہے لیکن آپ ظاہری نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اور ترک صلوٰۃ ظاہری میں آپ کسی کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ ایک دن اس درویش نے اپنے استاد حضرت شیخ الاسلام شیخ محمد فخر الدین جو نیپوری سے جو ہمارے قطب عالم شیخ فرید کے پیر تھے عرض کیا کہ شیخ حسین نماز نہیں پڑھتے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا ہم نہیں کہتے کہ شیخ حسین نماز نہیں پڑھتے۔ شیخ حسین طریقی حق میں ایک برگستان (گلستان) ہیں۔ ان کا طریق قلندر یہ ہے اور ہمارا طریق تصوف ہے۔ نیز شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سروردی قدس سرہ عرفان میں فرماتے ہیں :

يَكُونُ عِبَادَةُ الصَّلَاةِ الْخَمْسِ بِنْتِهَا الرِّابِتَةُ فَحَسَبَ وَسَائِرَ

اوقاتہ مشغولہ بالذکر الواحد لا يتخللها فتور ولا يوجد منه

تصور لا یزول یردو ذالک ملتزمابہ حتی فی طریق الوضوء
وساعة الاکل لا یفتقر عنہ .

(پانچ نمازیں سنن رابتہ کے ساتھ عبادت اور بس۔ اور چاہیے کہ اپنے تمام اوقات کو واحد
لا شریک کے ذکر میں مشغول رکھے اور اوقات میں خلل نہ واقع ہونے دے اور اس کی
کو تاہی نہ کرے ہمیشہ ورد میں مشغول رہے اور اس کا التزام کرے حتیٰ کہ وضو میں کھانے کے
وقت میں بھی اس سے بے پرواہی نہ کرے)۔

اِذَا تَمَّ الْفَقْرَ فَهُوَ اللَّهُ تَعَالَى سَعِ مُرَادٍ نیز آپ نے دریافت کیا ہے کہ

اس حدیث میں فقر سے کیا مراد ہے۔ اس پر اور کو معلوم ہونا چاہیے کہ :

المراد بالفقر ههنا الاحتياج بالله و الاعتماد على الله و الانقطاع
عما سوى الله و اليسر الى الله و السكون مع الله بلا علاقة و
الضمير عائد الى مفهوم الكلام و التقدير اذا اتتم الفقر فالذي
يتم به الفقر الله كما قال الله و الى ربك المنتها .

(یہاں فقر سے مراد احتیاج باللہ، اعتماد علی اللہ، ماسوی اللہ سے قطع تعلق، اللہ کے ساتھ
قرار، اور اللہ کے ساتھ سکون ہے۔ بغیر علائق دنیاوی کے۔ یہ فقر جب مکمل ہوتا ہے تو
اللہ پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری منزل مقصود تیرا
رب ہے)۔

یعنی جب درویش حق کے ساتھ مشغول ہوتا ہے تو نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ماسوی اللہ سے
بالکل منقطع ہو جاتا ہے اور اس نور لاقتناہی میں محو و مستغرق ہو جاتا ہے جو ازل اور ابد کو احاطہ
کئے ہوئے ہے۔ یہی نور حق ہے جو قابل پرستش ہے اور یہی وہ نور ہے کہ جس کائنات کا ہر
ذره منور اور آگاہ ہے بقائے کائنات اسی نور سے ہے اور فناے کائنات بھی اسی نور سے

ہے۔ جب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اس نور تک پہنچے تو پکار اٹھے :

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْ حَنِينًا

(میں اپنا منہ خالق کائنات کی طرف سیدھا کرتا ہوں، اسدوس کے ساتھ)۔

اور یہ نور حقیقت عالم و حقیقت بنی آدم ہے اس لئے مصطفیٰ علیہ السلام نے عوام کے حق میں فرمایا

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

(جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے پہچانا ہوا ہے اپنے رب کو، یعنی جو اپنے رب کو پہچان

لیتا ہے وہ اپنے آپ سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے نہ کہ برعکس)۔

اور خواص کے لئے فرمایا :

مَنْ رَأَىٰ فَقَدْ رَأَىٰ الْحَقَّ

جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

نیز منصورؒ کا نعرہ انا الحق اور بایزید بسطامی کا نعرہ سبحانی ما اعظم شافی اسی نور

سے تھا۔ عزیز من! جب فقر تمام ہوتا ہے (مکمل) غیر بالکل اٹھ جاتا ہے اور درویش بھی دیہان

میں نہیں رہتا۔ اگرچہ صورت بشری رہ جاتی ہے لیکن اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اعتبار اسی

کا ہوتا ہے جو حقیقت میں ہو :

و العبرة للمعنى لا للصورت

معنی کا اعتبار ہوتا ہے صورت کا نہیں۔

کسی بزرگ نے خوب فرمایا ہے :

بیت سے چوں فقر ز تو شد تمام

خواجہ خدائی بکن !

جب تیرا فقر مکمل ہو گیا تو اے خواجہ خدائی کہ مطلب یہ کہ انسان کا مل منصب نیابت الہی

۱۔ - مرشدی حضرت مولانا سید محمد ذوقی صاحب قدس سرہ نے اس حدیث کے یہی معنی بیان

فرمائے جو لکھ دیئے گئے ہیں۔

اور خلافت ارضی پر فائز ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مصطفیٰ علیہ السلام نے فرمایا :

إِنِّي لَسْتُ كَأَحَدِكُمْ
میں تم میں سے کسی کی مانند نہیں ہوں۔

ایک اور موقع پر اپنے آپ کو بشر فرمایا ہے :

وَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ
تحقیق میں تم جیسا بشر ہوں۔

آپ ظاہری صورت میں خلقت کے درمیان رہتے تھے جن لوگوں نے آپ کی صورت کو دیکھا اور
حقیقت نہ دیکھ سکے ان کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ

وہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں لیکن چشم بعیرت سے نہیں دیکھتے تاکہ حقیقت ان پر آگاہ ہو۔

جن لوگوں نے آپ کو بشری صورت میں دیکھا کہنے لگے کہ :

فَعَالُوا بَشَرٌ يَهْتَدُونََنَا فَكَفَرُوا

کہتے ہیں کہ یہ بشر ہو کر ہمیں راہ بتلاتا ہے پس وہ منکر ہوئے۔

پس جب درویش درمیان میں نہ رہا اور کون و مکان سے گزر گیا تو خدا رہ گیا۔ اور خدا ہمیشہ ہوتا ہے
لیکن درویش پہلے اپنے وہم میں مبتلا ہوتا ہے جب وہم سے باہر آتا ہے اور یقین کی آنکھ سے
دیکھتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ وجود سب حق تعالیٰ کا ہے اور غیر کا وجود عدم مطلق ہے :

مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يَا مُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ

درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں اللہ ہوں۔

سے یہی مراد ہے۔ پس اذاتہم الفقر فی الفقیر فهو اللہ کے یہ معنی ہیں کہ :

لَيْسَ هُوَ الْفَقِيرُ بَلْ هُوَ الْغَنِيُّ وَالْغَنِيُّ هُوَ اللَّهُ فَالْمَعْنَى الْفَقِيرُ

اِذَاتَهُ فَقْرُهُ بِاللَّهِ فَهُوَ الْمَخْلُوقُ بِاخْتِلاقِ اللَّهِ وَلَيْسَ هُوَ الْإِلَهِ

وَلَيْسَ هُوَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا سِوَاهُ

کہ اب وہ فقیر نہیں رہا بلکہ غنی ہوا اور غنی اللہ ہے۔ پس فقیر کے فقر تمام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی صفات سے منصف ہو جاتا ہے اور اللہ کے سوا کچھ نہیں رہتا ہے۔ خدا کے حکم سے جس طرح تابا سونا بن جاتا ہے تو سونا کہلاتا ہے اور سونے کا حکم رکھتا ہے صرف اُسے سونے کی قیمت پر خریدتا ہے۔ اولیاء اللہ کو اللہ ہی جانتا ہے دوسرا کوئی نہیں جانتا؛

اولیای تحت قبای لا یعرفہم غیری

میرے اولیاء میری قبا کے نیچے پوشیدہ ہیں اور میرے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا
 کے مطابق وہ اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ مقرب فرشتہ بھی حیران رہ جاتا ہے۔ اور اس کی گردنک
 بھی نہیں پہنچ سکتا؛

إِلَّا نَسَانُ بَسْرِي

انسان میرا راز ہے۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ درویش کا مقام کیا ہے۔ یہ فقیر کہتا ہے؛

غزل

- ۱۔ درویش نیست آنکہ بنسپد خورد چو خر
- ۲۔ درویش ہرچہ ہست تجلی وجود اوست
- ۳۔ درویش را مقام ہمہ عز و کبر یاست
- ۴۔ درویش غوطہ خوردہ بدریائے فردستی
- ۵۔ درویش راست بودہ و تابود مستوی
- ۶۔ درویش در عبادت دائم بروز و شب

درویش نیست آنکہ بنسپد خورد چو خر

(۱) درویش وہ نہیں جو گدے کی طرح کھاتے پئے اور سوتا رہے۔ درویش حق تعالیٰ کا راز

ہے جو روح سے بلند تر ہے۔

(۲) درویش حق تعالیٰ کے نور کی تجلی ہے اس لئے عرش و کرسی سے بلند تر ہے۔

(۳) درویش کا مقام حق تعالیٰ کی عزت اور کبریائی کا مقام ہے بشر کی عقل اس کے مقام کو کہاں پہنچ سکتی ہے۔

(۴) درویش وہ ہے جس نے دریائے ذات میں غوطہ لگایا ہوا ہے اور ہر خشک وتر کے وجود سے فارغ ہے۔

(۵) درویش کے لئے ہونا اور نہ ہونا برابر ہے اس کا دل ہر وقت حضور میں ہے اور انگلیں تر ہیں اس لئے کہ محبوب کی تجلیات کی کوئی حد نہیں جب ایک منزل پر پہنچتا ہے تو اس سے اوپر وصل کی ایک اور منزل نظر آتی ہے جب وہاں پہنچتا ہے تو اور منزل پیش آتی اور یہ سفر ہمیشہ ہمیشہ جاری رہتا ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ :

قلندر آن کہ فوق الوصل جوید

یعنی قلندر وہ ہے جو وصال سے اوپر وصال کی اور منزل اور قرب سے بالاتر قرب کی دیگر منازل کا متلاشی رہتا ہے۔

(۶) درویش رات دن عبادت میں مشغول ہے اور درویش وہ نہیں جو گدھے کی طرح کھاپنی کر سوجاتا ہے۔

ذکرِ قلبِ شکر ہے کا مطلب آپ نے پوچھا ہے کہ ذکرِ قلب کیوں شکر ہے۔

شکر کیا ہے اور کیسے واقع ہوتا ہے۔

عزیز من! بزرگان نے کہا ہے کہ :

ذکر اللسان لقلقة و ذکر القلب وسوسة

ذکرِ لسان سے مراد الفاظ اور آواز کے ساتھ ذکر اور یہ نیک کام ہے۔ ذکرِ قلب سے مراد ذکر بلا حرف و بلا صوت (بغیر آواز)۔ اور اس میں بڑا ہی اجر ہے۔ خواجہ ابوسعید خرازی فرماتے ہیں کہ جو ذکر زبان سے کیا جائے اور دل اس سے غافل ہو تو وہ ذکر ایک عادت ہے۔ اور وہ ذکر جو

دل سے ہو اور زبان ساکت ہو تو اس ذکر کی قدر خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا :

بیت سے ذاکر حق چوں بصف دل شد

مرکبہ فترت ب منزل شد

ذکر حق جب دل سے ہوتا ہے تو قرب کی منزل طے ہو جاتی ہے۔

و ذکر الستر شرک ای التفات الحی النفس و سیر فی الوجود و ذالک

الذکر نور قذف فی القلب و ذالک ہیبت وقعت الکلمہ هنا فی الغیب

(اور ذکر سری کو شرک اس لیے کہا گیا ہے کہ اس سے نفس کی طرف التفات ہے اور وجود

میں سیر ہے اور یہ ذکر قلب میں نور قذف ہے اور یہ ہیبت ہے غیب میں ایک کلمہ

واقع ہے۔)

یہ مقام وصال اور سیر در مقام صفات ہے۔ اگرچہ یہ بھی بلند مقام ہے لیکن منزل مقصود اس سے بھی

اوپر ہے کیونکہ یہ راہ ہے نہ کہ درگاہ۔ گذرگاہ ہے نہ کہ منزل گاہ :

بیت سے راز درون پر وہ زندان مست پیرس

کہ ایں حال نیست صوفی عالی مقام را

زندان مست کے دل کا راز مت پوچھ کیونکہ انھیں وہ مقام نصیب ہے جو صوفی عالی مقام

کو بھی حاصل نہیں۔

اور یہ وہ شرک نہیں جو شرع میں شرک ہے اور گناہِ عظیم ہے بلکہ یہ شرک میدانِ اسلام میں ہے۔

اسے شرکِ خفی کہتے ہیں جس میں عام اہل اسلام مبتلا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ

ایمان بالشرک رکھنے والے اکثر وہ ہیں جو شرک (شرکِ خفی) میں مبتلا ہوں۔

جب درویش کو یہ کشف ہوتا ہے تو باطنی شرک و کفر کا مشاہدہ کرتا ہے اور اسے اسلام ظاہر اور

۱۔ یعنی کشفِ شرکِ خفی۔

کفر باطن میں تضاد نظر آتا ہے لہذا وہ ایک راستہ اختیار کرتا ہے اور بظاہر تو وہ خرابی میں مبتلا نظر آتا ہے لیکن درحقیقت اس سے حجاب دورنگی اٹھ جاتا ہے اور وحدت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے یہ جو مشہور ہے کہ بعض بزرگان نے ڈاڑھی منڈوا ڈالی زنا رہیں لیا اور ساکن بیتخانہ ہو گئے اس کی وجہ یہی ہے کہ کفر و اسلام کی دورنگی سے نکل کر ایمان حقیقی کی ایک رنگی میں آگئے اور مخلص ہو گئے :

رباعی

در دین شما دل نکشاید مارا ! ایمان شما کفر نماید مارا !
ایمان حقیقی جو بجاں روئے نماید دین شما کفر نماید مارا
تمہارے دین میں یعنی ظاہر اسلام میں ہمارا دل نہیں کھلتا اور تمہارا ایمان ہمیں کفر معلوم ہوتا ہے جب حقیقی ایمان جلوہ نمائی کرتا ہے تو تمہارا اسلام ہمیں کفر نظر آتا ہے ۔

ذکر ذات ذکر برتر کے بعد ذکر روح کا مقام ہے جو دل کے لئے گلِ ریحان ہے۔ اس مقام پر وصول الی اللہ کا جمال و کمال رونما ہوتا ہے۔ اسے ذکر ذات کہتے ہیں۔ اس ذکر میں ترقی کی کوئی انتہا نہیں۔ اس ذکر کے مقابلے میں اس ذکر مذکور کو ذکرِ مشرک و سوسہ اور لقلقہ کہتے ہیں :

حَسَنَاتِ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتِ الْمُقْرَبِينَ

عام نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے لئے گناہ ہوتی ہے۔

ورنہ اللہ تعالیٰ کا ہر ذکر خواہ وہ ذکر لسانی ہے یا ذکر قلبی گوشہ ایمان ہے اور بڑی برکت کی چیز ہے۔ اور یہ سب اذکار یعنی ذاکر کا ذکر میں مشغول ہونا چار قسم کا ہوتا ہے۔ لیکن ذکر کا ذاکر میں ہونا اور بات ہے اور اس کے تین مراتب ہیں پہلا مرتبہ یہ ہے کہ جب ذاکر قصداً ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو نفس کا فرمانح ہوتا ہے اور سرکش ہو کر قبضے سے نکل جاتا ہے۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس جدوجہد میں ذاکر قلعہ دل فتح کر لیتا ہے اور نفس کا فر مغلوب ہو کر رام ہو جاتا ہے اس وقت دل ذاکر ہو جاتا ہے اور ذکر کا ذاکر پر غلبہ ہو جاتا ہے اس مقام پر ذکر حیات بن جاتا ہے اور ذکر کے بغیر

موت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رابعہ بصری کہا کرتی تھیں کہ میں دنیا میں حق تعالیٰ کے ذکر سے زندہ ہوں اور آخرت میں اس کے دیدار سے زندہ رہوں گی۔ اس مقام پر اگر ذاکر یہ چاہے کہ ذکر کے بغیر ایک لمحہ یا ایک لمحہ بسر کرے تو نہیں کر سکتا۔ اس لئے بندگان نے کہا ہے کہ جب عاشق معشوق کا دامن پکڑتا ہے تو اس سے رہائی ممکن ہے لیکن جب معشوق عاشق کا دامن پکڑتا ہے تو رہائی ناممکن ہو جاتی ہے۔

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم میرا ذکر کرو تو میں تمہارا ذکر کرتا ہوں یعنی مذکور ذاکر اور ذاکر مذکور بن جاتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ خود ذاکر بن جاتا ہے تو غفلت ہرگز واقع نہیں ہوتی:

لَا تَأْخُذُكَ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ ذَكَرَكَ وَأَنْتَ لَا تَذْكُرُ

اور یہ ذکر اس قدر ترقی کر لیتا ہے کہ مذکور کا ذاکر پر قبضہ ہو جاتا ہے۔ پس یہاں نہ ذکر رہتا ہے نہ ذاکر۔ محو در محو اور غرق در غرق کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ ایسے سمندر میں جا پڑتا ہے جس کا کوئی ساحل نہیں لیکن اس سمندر میں ارواح مطہر کے لئے نہ کوئی خوف ہے نہ خطر:

بیت سے سیدم من بدریائے کہ موجیں آدمی خور است

ذکشتی اندراں دریا نہ ملائے عجب کار است

میں ایسے دریا میں پہنچ گیا کہ جس کی موجیں آدم خور ہیں یعنی جس میں سالک غرق ہو کر فانی از خود

باقی باللہ ہو جاتا ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس دریا میں نہ کوئی کشتی ہے نہ ملاح یعنی

اس مقام کو لائقین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

یہ ذکر در ذاکر کا تیسرا مرتبہ:

یعنی وہی مطلوب اور وہی مقصود ہے۔

هُوَ الْمَطْلُوبُ وَالْمَقْصُودُ

خدا کرے یہ دولت ہم سب کو نصیب ہو بفضلہ تعالیٰ۔

ذکرِ سر سے ذکرِ روح کی ترقی کے دو ذرائع

اب جاننا چاہیے کہ ذکرِ سر سے ذکرِ روح تک دو چیزوں سے ترقی ہوتی ہے۔ اول یہ کہ دوام ذکر اور صدق و اخلاص اور ذوق و شوق سے دوست کی طلب میں منہمک رہے اور دوست کے بغیر اسے بالکل چین نہ آئے۔ اور ہمیشہ گریاں و بریاں ہو کر تڑپتا رہے۔ ہر وقت ترقی کا خواہاں رہے اور پورے کمال اور جمال کے باوجود اپنے آپ کو مفلس، گنہگار اور بدکار سمجھتا رہے۔ دوم یہ کہ پیر و مرشد کی برکت سے ترقی رونما ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةً يَهْتَدُونَ بِالْحَقِّ

ہم نے ایسی امت پیدا کی ہے جو حق تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرتی ہے،

اس سے شیخ کا جمال و کمال جو اسے حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ ہے مرید کے آئینہ دل میں جلوہ گر ہوتا ہے پس مرید اپنے شیخ کے جمال کا عاشق ہو جاتا ہے۔ اور ایک لمحہ کے لئے اس سے جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی جان اور اپنی دنیا شیخ کے قدموں پر نثار کرتا ہے اور ہمیشہ کے لئے جمال شیخ کا عاشق ہو جاتا ہے۔ پس مرید اسی عشق کی وجہ سے کمال کو پہنچتا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی وجہ سے کمال حاصل کیا اور غار میں اپنے شیخ کا ساتھ دے کر یارِ غار کا لقب پایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے خدا کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان میں دیکھا۔ سبحان اللہ! پیروں کی قدر مرید کیا جانیں۔ بزرگان نے کہا ہے کہ جس نے پیر کو پہچانا اس نے اللہ تعالیٰ کو پایا اور جس نے اللہ کو پایا اس نے پیر کو پہچانا۔ اور جس قدر پیروں کو پہچانتے ہیں بچارے مرید ہی پہچانتے ہیں یہاں تک کہ اپنی جان اور جہاں تک قربان کر کے سران کے قدموں میں پھینک دیتے ہیں اور حقِ محبت ادا کرتے ہیں:

بیت سے
بگنار تا بدیدہ کشم خاک پائے تو
زیرا کہ گذشتہ بر سر خاک ال دیار

مجھے اجازت دے کہ میں تمہارے پاؤں کی خاک کو آنکھوں میں ڈالوں کیونکہ تم کوئے دست سے گذر کر آئے ہو۔

جی ہاں! مریدانِ صادق اور طالبانِ مخلص۔ مشائخ کی خدمت میں تکلیف اٹھا کر ہی بڑے بڑے مرتبوں پر پہنچے ہیں اور شیخ بنے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس روح نے بیس سال تک سفر میں اپنے شیخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کی خدمت کی۔ حضرت شیخ کو دن ہو یا رات بھر ہو یا بڑبھس وقت کھانے، گرم پانی یا کسی اور چیز کی ضرورت ہوتی تھی اسی وقت پیش کرتے تھے۔ اس وجہ سے آپ ہر قسم کا سامان اور بھاری وزن ہر وقت اٹھائے پھرتے تھے۔ بیس سال کی محنت کے بعد آپ اس کمال کو پہنچے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ آپ کو مدینہ منورہ میں لے گئے اور زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف کر دیا انھوں نے کہا اے فرزند! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرو۔ حضرت خواجہ بزرگ نے کہا سلام علیک یا رسول اللہ۔ روضۃ اقدس سے آواز آئی حَلِیْکُمْ السَّلَامُ یا قُطْبُ المَشَائِخِ وَمَصَاحِبِ وِلَایَتِ ہند۔ الحمد للہ علی ذالک۔ روایت ہے کہ جب حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ نے جہان فانی سے جہان باقی کی طرف رحلت فرمائی تو آپ کی جبین مبارک پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے:

جیب اللہ مات فی حب اللہ

یہ خدا کا دوست ہے جس نے خدا کی محبت میں جان دی۔

سبحان اللہ! یہ کیا کمال ہے اور کیا جمال ہے اور کس زبان سے اسے بیان کیا جاسکتا ہے۔ اس درویش نے بھی سالہا سال کوچہ عشق میں اس قدر مصائب جھیلیں کہ احاطہ بیان سے باہر ہیں کبھی سال بھوک و پیاس نے جان نکالی۔ چالیس سال تک آتش عشق نے جلایا اور اس شعر کو سچ کر دکھایا:

تانسوزمی بر نیاید بوئے عود

شعرے

پنختہ داند این سخن بر خام نیست

جب تک توجہ لے گا نہیں خود کی خوشبو تجھ سے نہیں آئے گی۔ جو راز دان ہیں وہی اس بات کو جانتے ہیں نادانوں کو اس کا علم نہیں۔

اہل و عیال تھے لیکن گھر میں ایک پیسہ نہ تھا۔ سالہا سال چپتھڑوں سے واسطہ رہا اور گھر ایسا تھا کہ چوہوں اور بارش کے پانی کے لئے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اس کے باوجود نہ کسی سے سوال کی طاقت نہ تھی نہ میل ملاقات کی خواہش۔ جہاں تک کام کاج کا تعلق ہے اب کشتی، ہیزم تراشی (اینڈھن کاٹنا) اور جاروب کشتی (جھاڑو دینا) وغیرہ سے جان و تن برباد تھا۔ اب بھی وہی حالت ہے افلاس، تنگدستی اور بے کسی کے سوا کوئی یار و مددگار نہیں۔ رات دن محنت اور مشقت کے سوا چارہ نہیں۔ نہ کوئی حامی ہے نہ مددگار نہ کوئی دوست ہے نہ پر سال حال :

غزل

- ۱- آہ کہ آں یار مر یار نیست آں کہ آں شوخ وفادار نیست
- ۲- آہ کرا گویم ایں درد و آہ! آہ کسے محرم اسرار نیست
- ۳- آہ دلم خون شدہ در کار او آہ درد پہنچ رہے کار نیست
- ۴- آہ پریشاں شدہ ابن سعید
- آہ کہ آں زلف بہ ہنجا ز نیست

(۱) افسوس کہ وہ دوست دوست نہیں ہے اور وہ شوخ بے پرواہ ہے۔

(۲) افسوس یہ درد و ستم کس سے کہوں۔ کوئی محرم راز ہی نہیں۔

(۳) افسوس دوست کے کام میں دل خون ہو چکا ہے لیکن کوئی بن نہیں پڑتی۔

(۴) افسوس کہ ابن سعید سخت پریشانی میں مبتلا ہے افسوس کہ یہ زلف اب تک

پریشان ہی ہے۔

لیکن اس کے باوجود یہ بندہ مردان خدا کی راہ کی خاک ہے اور طلبِ حق میں سوزان، حیران اور سرگرداں ہے اور جب تک زندہ ہے اسی کام کے لئے زندہ رہے گا اور تا ابد اسی طلب میں

مشغول رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

رباعی

حاشا کہ دلم از تو جدا خواهد شد یا با کس دیگر آشنا خواهد شد
از مہر تو بگسلد کرا وارد دوست و ز کوائے تو بگردد کجا خواهد شد
حیف کہ دل تجھ سے جدا ہوا اور کسی دوسرے کو آشنا رکھے۔ تیری محبت کو چھوڑ کر کس سے
دوستی لگائے اور تیرے کوچہ کو چھوڑ کر کہاں جائے۔

دل کا فضول باتوں سے خالی ہونا شرطِ خلوت ہے

آپ نے لکھا ہے کہ شرح ادراد

کے شروع میں آیا ہے کہ خلوت گزیر کے لئے دس چیزیں ضروری ہیں۔ ان میں سے نویں چیز یہ ہے کہ خانہٴ دل کو فضول باتوں سے صاف رکھے اور مرید کے لئے فضول چیز یہ ہے کہ ایک دن سے زیادہ خوراک کا اہتمام کرے۔ اگر کرے گا تو خلوت صحیح نہ ہوگی لیکن اس میں تو اکثر لوگ مبتلا ہیں اگر اپنے پاس کچھ نہ رکھیں تو ڈریہ ہے کہ سوال میں مبتلا ہو جائیں گے۔ لہذا کسی شخص کی خلوت بھی صحیح نہ ہوئی۔ اس کا کیا مطلب ہے۔

جواب : اُن برادر کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کوچے کے احکام جو بیان کئے ہیں ازراہ تحقیق بیان

کے گئے ہیں (یعنی جو کچھ لکھا گیا ہے بالکل صحیح ہے)۔ حق تعالیٰ کلام پاک میں فرماتے ہیں :

مَا جَعَلَ اللَّهُ لِلرَّجُلِ مِنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر دو دل پیدا نہیں کئے یعنی ایک دل پیدا کیا ہے اور ایک

ہی دوست کے ساتھ لگایا جاسکتا ہے نہ کہ دنیا کے ساتھ۔

دل وہی ایک ہے اور اس کے دو حصے نہیں ہو سکتے۔ اور دوست بھی ایک ہے جس میں کوئی

رباعی

تبدیلی نہیں آسکتی :

نہ جانے دو دارم نہ یارے دگر ! خیال تو دارم نہ کارے دگر

ہر آں کس کہ باغیر صحبت گرفت بہر وقت سوزد بہ نارے دگر
 نہ میری دو جانیں ہیں نہ کوئی دوسرا دوست ہے۔ بس دل میں تیرا ہی خیال ہے اور کوئی
 کام نہیں جس نے غیر سے دوستی لگائی بہر وقت ایک اور آگ میں جلتا رہا۔
 پس جب دل فضول باتوں سے خالی نہیں تو بالکل بے کار ہے خدا تعالیٰ فضول چیزوں کے ساتھ نہیں رہ
 سکتا۔ لہذا جب خانہ دل فضول سے خالی ہے تو خدا تعالیٰ کو اچھا لگتا ہے؛

رباعی

خواہم کہ بیخ صحبت اغیار برکنم در باغ دل رہا نکم نہال دوست
 از دل بروں کنم غم دنیا و آخرت یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست
 میں چاہتا ہوں کہ دل سے غیر کی بنیاد نکال دوں اور باغ دل میں سوائے دوست کے درخت
 کے اور کچھ نہ لگاؤ۔ دل سے دنیا و آخرت کی فکر نکال دوں کیونکہ گھریا اسباب کا گھر بن سکتا
 ہے یا دوست کا۔

مرید صادق طالب حق ہوتا ہے اور طلب حق میں سر و پھر کی بازی لگا دیتا ہے اس لئے اس
 کے لئے ایک دن سے زائد خوراک رکھنا فضول ہے کیونکہ یہ غیر کے ساتھ تعلق رکھنے کے مترادف ہے
 اور غیر سے تعلق حجاب راہ ہے۔ اس لئے اس سے پرہیز راہ حق میں فرض ہے۔ اہل معرفت خدا تعالیٰ
 کی حقیقت کے عارف ہیں اور اداب الہی کے واقف کار ہوتے ہیں اس لئے غیر سے باہر نکل جاتے
 ہیں اور غیر حق کے ساتھ ایک وقت کی خوراک سے زیادہ تعلق نہیں رکھتے اور نہ رکھ سکتے ہیں۔ یاد رہے
 کہ بارگاہ حق تعالیٰ سے اکثر خلایق کی محرومی کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ غیر سے محبت رکھتے ہیں پس ہم
 بدکار اسی لئے بد نصیب ہیں کہ غم روزی اور پیٹ کے سوا کسی اور چیز کی فکر نہیں رکھتے۔ عَبْدُ الْبَطْنِ
 مَلْعُونٌ (پیٹ کا غلام ملعون ہے) کے یہی معنی ہیں۔ دنیا میں بادشاہ ایک ہونتا اور ماہ ایک
 ہوتا ہے لیکن ستارے آوارے بے شمار ہیں ہم بد نصیبوں کو جس قدر دولت ملی ہے اس قدر سلطان
 اہمیت لوگوں کی بدولت ملی ہے؛

بیت سے
چنگ در حضرت خدا زودہ
ہرچہ آن نیست پشت پارودہ
اُن کی ہمت کے اگے غم بہشت دوزخ اور غم شکم و روزی پہنچ ہے۔

بیت سے
نے در غم دوزخ و بہشت اند!
ایں طائفہ را چہیں سرشتند
اس طائفہ کے لوگوں کی پیدائش اس طرح ہوئی ہے کہ نہ ان کو دوزخ کا غم ہے نہ بہشت
کی فکر۔

پس جس قدر ہو سکے کوشش کرنی چاہیے غیر حق سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔ حق کے کام میں
حتیٰ الامکان مشغول رہنا چاہیے اور حق کے ساتھ دل لگانا چاہیے۔ اس سے ایک دن ضرور سرفراز
ہوں گے اور اجتباباً سرتبہ (اللہ نے اس کو قبول کر لیا) کا تاج تمہارے سر پر رکھ کر
تجسس دو جہاں کا بادشاہ بنایا جائے۔ بزرگوں نے کہا ہے :

بیت سے
تو ایں راہ ز رفتہ و ترانہ نمودند
کہ زد ایں در کہ برو نکشوند
کیا تو اس راستے پر نہیں چلا اور کیا تجھے راستہ نہیں دکھایا گیا۔ کون ہے جس نے در کھٹکھٹایا
ہو اور اس کے لئے در نہ کھلا ہو۔

پس حتیٰ الامکان اس کوچے میں گامزن ہونا چاہیے اگر کمال کو نہ پہنچے تو نقصان بھی نہ ہوگا :

بیت سے
دست و پائے زن کہ زبیاں نکنی

کس زبیاں نکرو تو ہم نکنی !

خوب ہاتھ پاؤں مار اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ جب اوروں کو کوئی نقصان نہیں ہوا
تو تجھے بھی نہ ہوگا۔

مصرعہ سے
گر نہ نویسی قلم تراش

اگر تو لکھنا نہیں چاہتا تو قسم مت بنا۔

اگر اور بھی کچھ نہ ہو تو کم از کم یہ تو حاصل ہو جائے گا :

هم القوم لا يشقى جليهم

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔

خانہ دل پاک ہونے کے خانہ گل

دوسری بات یہ ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ خانہ دل

کو غیر سے خالی رکھنا چاہیے نہ کہ خانہ گل کو۔ اور دل اور گل کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے اگر خانہ دل پاک ہے لیکن خانہ گل (مٹی کا گھر) آلودہ ہے تو کیا مضائقہ ہے۔

المقصود هو طهارة القلب مقصود صرف طهارت قلب ہے۔

لہذا ہمت تو یہ کرنی چاہیے کہ دل کا کسی قدر بھی غیر سے تعلق نہ ہو تاکہ کام میں خلل واقع نہ ہو۔ اور یہ بھی بہت غنیمت ہے اور ہر شخص کو یہ کب میسر آسکتا ہے :

بیت سے بفرار دل زمانے نظر سے بہ ماہ روئے

بہ از آنکہ چہر شاہی ہمہ روز وہا وہوتے

ایک لمحہ کے لئے فارغ البال ہو کر دوست کے رخِ انور پر نظر ڈالنا اس سے کہیں بہتر ہے

کہ سارا دن تخت شاہی پر بیٹھ کر شان و شوکت سے رہے۔

عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ رویم فرماتے ہیں کہ تیس سال ہوئے ہیں کہ میرے دل کو کھانے کی فکر نہیں ہوتی پس جو کچھ سامنے لایا گیا کھا لیا۔

سبحان اللہ! کیسے بلند ہمت لوگ تھے۔ اور کہاں کہاں پہنچ گئے۔

عزیز من! مریدین صرف مشائخ ہی کی خدمت میں رہ کر اس بلا سے نجات پاتے ہیں اور

سلامتی سے پار نکل جاتے ہیں۔ اگرچہ حق تعالیٰ کو ملنے کے راستے بے شمار ہیں :

الطریق الی اللہ بعدد النفاس الخلائق

اللہ کے راستے مخلوقات کے سانسوں کی تعداد کے برابر ہے۔

لیکن پیری مریدی سے نزدیک تر، آسان تر، شریف تر اور عزیز تر کوئی راستہ نہیں۔ کیونکہ مرید اپنے آپ کو پیر کے سپرد کر کے اور اپنے اختیار سے دست بردار ہو کر سچی تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

بیت سے مور میکن ہو سے داشت کہ در کعبہ رسد

دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

بیچاری جیونٹی کو خواہش ہوئی کہ کعبہ جائے۔ کتور کے پاؤں پکڑے اور فوراً پہنچ گئی۔

یہی وجہ ہے کہ مریدین باصفانے سالہا سال پیروں کی خدمت کی ہے اور اپنے آپ کو دنیا کی ہر نعمت سے محروم رکھا اور ہر قسم کے تعلقات سے آزاد رہ کر مشائخ سے فیض حاصل کیا ہے چونکہ اپنے نور باطن سے شیخ مرید کی روحانی حالت سے واقف ہوتے ہیں اس لئے مناسب احکام کے ذریعہ ان کی تربیت میں مصروف رہتے ہیں اور جب وقت آتا ہے تو خدا تک پہنچا دیتے ہیں:

الشیخ جند من جنود اللہ شیخ اللہ کی افواج میں سے ایک فوج ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

بیشک اے پیغمبر! آپ لوگوں کو راہ راست بتاتے ہیں۔

ہر کہ او کجلے گرفت از خاک پیر
خواہ پاک و خواہ گونا پاک میر

بیت سے

کہ محکومے سگ بودن دامن راہ

بیت سے

بہ از حکمے کہ راند نفس بد خواہ!

اس راستے میں محکوم کتابن کر رہنا اس سے بہتر ہے کہ نفس بد خواہ کی حکومت کے نیچے ہو۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مرید درتصرف گر بہ بود بہ ازاں کہ درتصرف نفس خود بود۔ (یعنی اگر مرید بتی کے تصرف میں ہو تو یہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ اپنے نفس کے تصرف میں ہو)؛

إِنَّ النَّفْسَ لَا مَأْرَأَةَ بِالسُّوءِ نفس برائی کا حکم کرتا ہے۔

اس سے انبیاء اور اولیاء کی کم ٹوٹ رہی ہے۔ اور سب پریشان ہیں؛

وَمَا أَبْرَىٰ نَفْسِي

کہتے ہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کمال عظمت کے باوجود ہمیشہ تنگ دست رہتے تھے بعض ازواج مطہرات کو ایک سال کا اور بعض کو چھ ماہ کا خرچ ان کی ہمت و استعداد کے مطابق دے دیا کرتے تھے۔ اہل صفہ کے فقر کا حال تو سب کو معلوم ہے کہ کس تنگدستی سے بسر کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو حالت فقر و افلاس میں اور حضرت عثمان اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہما کو دولت و فراوانی میں رکھا۔ چونکہ یہ سب کچھ پیر کی منشا کے مطابق تھا اس سے کوئی نقصان نہ ہوا بلکہ اس سے کمال پر کمال حاصل ہوا۔ اور جمال پر جمال میسر آیا۔ عزیز من! سوال سے ہمیشہ دور رہنا چاہیے پس جو شخص سوال سے پرہیز کرے اُسے اپنے ضروری رزق سے اجتناب نہیں کرنا چاہیے۔ نہ اس سے نفرت کرنی چاہیے۔ لیکن قناعت سے ضرور کام لینا چاہیے۔ اس کے بعد جو ہونا ہے ہوتا رہے جب سالک قناعت پر ثابت قدم رہے گا تو اس کی خلوت صحیح ہو جائے گی۔ کیونکہ خلوت میں جو خلل واقع ہوتا ہے وہ دل کے خلل سے ہوتا ہے اور دل کا خلل تعلق غیر سے واقع ہوتا ہے اور قناعت میں سب خیر ہی خیر ہے مصطفیٰ علیہ السلام نبوت سے پہلے غار حرا میں خلوت گزیر ہو کرتے تھے۔ اور ایک دو ہفتے کی خوراک ساتھ لے جایا کرتے تھے چونکہ آپ کی نیت نیک تھی اور دین حق کے لئے تھی جو کچھ آپ نے کیا سب دین تھا اور اس کوئی نقصان نہ ہوا پس مرید کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر کے شاکر و قانع رہے؛

غزل

دونان خشک گر از گندم است با ز جو سرتائے جامہ گر از کھنہ است یا ز نو

چهار گوشہ دیوار خود ز خاطر جمع کہ کس نگوید زینجا بہ نیز و آنجا رو
 ہزار بار نکوتر بہ نزد دانایاں ! زکر دفتر ملک کیتباد و کینخرو !
 (۱) دو سوکھی روٹیاں خواہ گیہوں کی ہوں خواہ جو کی اور تین کپڑے خواہ نئے ہوں یا پرانے
 (۲) اس کے ساتھ تیرے گرد چار دیواری ہوتا کہ یہ کوئی نہ کہے کہ یہاں سے اٹھ اور وہاں جا۔
 (۳) داناؤں کے نزدیک کیتباد اور کینخرو کی شان و شوکت سے یہ ہزار مرتبہ بہتر ہے۔

توکل کتنے دن صحیح ہے

روایت ہے کہ ایک مرید توکل میں بیٹھے تھے تین دن گذر

گئے اور کوئی چیز نہ ملی چوتھے دن قطب الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کی خدمت
 میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اگر کوئی شخص توکل کر کے بیٹھ جائے اور ایک دن گذر جائے اور کچھ نہ ملے
 تو کیا کرے۔ آپ نے فرمایا دوسرا دن آنے دے۔ اس نے کہا اگر دوسرا دن گذر جائے اور کچھ نہ
 آئے تو کیا کرے فرمایا تیسرا دن آنے دے۔ عرض کیا اگر تین گذر جائیں تو کیا کرے۔ آپ نے
 فرمایا اب اس کے توکل میں خلل واقع ہو جائے گا۔

کہتے ہیں ایک شخص نے حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم قدس روحہ سے توکل کے متعلق
 استفسار کیا اور کہا کہ تیسرے دن موت ہے تو آپ نے فرمایا کہ :

دیت برکشندہ لازم آید و صادق را شہادت رونماید (اس کو مار ڈالنے والے پر
 خون بہا لازم آتا ہے اور مرید صادق کے لئے شہادت ہے)۔

عزیز من ! مردانہ وار رہو اور حق تعالیٰ کے ساتھ یگانہ رہو۔ اصل چیز ہمت ہے :

قِيَمَةُ مَرْوَمِيَّتِهِ

اُدھی کی قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے۔

ہمت جس قدر بلند ہوگی مرتبہ اسی قدر بلند ہوگا۔

پیر کبریت احمد ہے

آپ نے دریافت کیا ہے کہ پیر کبریت احمد ہے اس کے کیا معنی ہیں۔ بزرگوں نے فرمایا ہے :

بیت - پیر رہ کبریت احمد آمد است

سینہ او بحر انضر آمد است

شیخ طریقت کبریت احمد یعنی سرخ گندھک یا کیمیا ہے۔ پیر کا سینہ چشمہ آب حیات ہے۔

کبریت احمد اکیس کو کہتے ہیں کہ جس کا ایک ذرہ بھرتا نبی میں ڈالا جائے تو زرِ خالص بن جائے۔ اور بحر انضر سے مراد چشمہ آب حیات کہ جس سے ایک گھونٹ پی کر آدمی زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ عارفِ واصل باللہ کا بھی یہی حال ہے جو شخص اس کی صحبت اختیار کرتا ہے حق تعالیٰ کے فضل کرم سے اُس جیسا بن جاتا ہے اور زندہ جاوید بن جاتا ہے۔ یہ اولیاء کرام کی شان ہے کہ جن کی نظر شفا اور کلام دوا ہے :

بیت - آنانکہ کہ خاک را بنظر کیمیا کنند

آیا بود کہ گوشہ چشمی بما کنند

وہ حضرات جو ایک نظر سے خاک کو کیمیا بناتے ہیں کیا ہمیں بھی وہ اپنی نظر عنایت سے

نوازیں گے۔

اولیاء کرام کی صحبت کیا ہے فضل خداوند ہے خدا کرے سب کو یہ دولت نصیب ہو۔ اعتقاد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی غیر صحابی جس قدر بلند مراتب پر پہنچے اور صاحب ولایت و تصرف و عطا ہو جائے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ فضل صحبت صحبت کی فضیلت) فضل کلی ہے اور دوسرا فضل فضل جزوی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جملہ اولیاء پر اس لئے فضیلت ہے کہ آپ کی صحبت ابتدا سے انتہا تک صحیح تھی :

مَا حَتَّ اللَّهُ فِي صَدْرِي إِلَّا وَقَدْ حَبَّتْهُ فِي صَدْرِي أَيْ بَكَرِ

میرے قلب میں کوئی چیز وارد نہیں ہوتی، جو ابو بکرؓ کے قلب میں وارد نہ ہوئی ہو یعنی جو چیز پیغمبر اسلام کے قلب میں وارد ہوئی وہی حضرت ابو بکر کے قلب میں وارد ہوا۔

ایک شعر کی تشریح

آپ نے اس شعر کے معنی دریافت کئے ہیں :

محبب شدی ز صحبت خود

شعر

از دوست برو قلندر شوی

تو اپنی خودی کی وجہ سے حجاب میں ہے اپنے نفس کی دوستی چھوڑ دے قلندر بن جائے گا۔ جاننا چاہیے کہ راہ حق میں حجاب اسی خودی کی وجہ سے ہوتا ہے ورنہ خدا دور نہیں ہے لیکن بندہ خودی کی وجہ سے خدا سے دور اور غائب ہے جب خودی اٹھ جاتی ہے تو خدا ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ تو خود بخود ظاہر ہے اور خدا کے سوا ہر چیز ناپید ہے۔ جب تک بندہ اپنی صحبت یعنی اپنے نفس کی صحبت میں رہتا ہے اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور خدا کو نہیں دیکھتا۔ جب قلندر صفت ہو جاتا ہے پردہ اٹھ جاتا ہے اور محبوبی ختم ہو جاتی ہے :

رباعی

بامن بیمان بود نمیدانستم

معشوق عیاں بود نے دانستم

خود تفرقہ این بود نے دانستم

گفتم بطلب مگر بجائے ز رسم

معشوق ظاہر تھا لیکن مجھے معلوم نہ تھا۔ وہ تو میرے ساتھ اور مجھے اس کا علم نہ تھا۔ میں

اپنے دل میں کہتا تھا کہ طلب تو کر رہا تھا لیکن کچھ حاصل نہیں ہوتا مجھے کیا معلوم کہ تفرقہ کا

باعث میں خود تھا۔

خدا کرے ہم سب کو یہ دولت نصیب ہو بظیفل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

مکتوب ۱۰۶

بجانب شیخ سلطان جو نیوری در بیان سلطان الذکر

حق حق حق!

آپ کا خط ملا۔ فرحت ہوئی۔ واضح باد کہ عموماً سلطان الذکر مسلسل ذکر کے بعد دوسرے باتیرے سال جاری ہوتا ہے اور اس کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ ہر آواز، ہر طرف، ہر چیز یہاں تک کہ در و دیوار رختوں کے پتوں سے اور ہوا کی جنبش میں سے وہی آواز سنائی دیتی ہے جس سے سینے میں جوش در سر میں خروش اٹھتا ہے اور عجیب شور و غوغا پیدا ہوتا ہے۔ آل عزیز پر حق تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ ایک ہی اربعین (چلہ) میں یہ دولت مل گئی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور رات دن صبح شام ہر لحظہ و ہر لمحہ گاہ و بے گاہ اسی کام میں لگے رہو اور بالکل آرام سے نہ بیٹھو تاکہ سلطان لہر جاری رہے اور بے خودی و مستی اور محویت و استغراق کی حالت طاری ہو جائے۔ ذکر دل میں کر کے، قلب جاری ہو جائے اور وسوسہ ختم ہو جائیں۔ مردان خدا نے بہت عرصے کے بعد چیز حاصل کی ہے۔ امام جنیدؒ ۸۵ سال کے مجاہدہ کے بعد اس مقام پر پہنچے۔ ہر بواہوس کو دولت کب نصیب ہوتی ہے؟

جاں باز کہ وصل او بدستان ندہند

بیت سے

شیر از قدح شرع بہستان ندہند

سے عزیز! جد و جہد میں مشغول رہو، تن من کی بازی لگا دو، خون کی ہولی کھیلو اور جان قربان کرو۔ اللہ نے چاہا تو منزل مقصود پر پہنچ جاؤ گے۔ لب گوز تک کو نشان رہو اگر یافت (وصل) کی

جسب نہ ہوئی تو دولتِ نایافت (ہجر و فراق) تو کہیں نہیں گئی: دنیا یافت ایک بند مقام کا نام بھی ہے،

بیت سے چوں نداری شادی از وصل یار

خیز بر خود ماتم، جسراں بدار

اگر دست کے وصل کی خوشی نہیں ہوئی تو اٹھ اور ماتم جسراں کی چادر اوڑھ لے۔

یاد رہے کہ ہجر و فراق بھی طالبانِ خدا کے لئے دولت ہے۔ لیکن یہ کام پانچ دس دن یا دو تین راتیں کا نہیں۔ یہاں تو جان بازی اور جہاں تازی (دنیا جلا ڈالنا) سے کام بنتا ہے۔ اسے بدار! منکر مت کر دیے۔ یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ مردانِ حق منزلِ مقصود پر پہنچے ہیں تبھی یہ دولت ضرور مل جائے گی اور محنت ہرگز رائگاں نہیں جائے گی بفضلہ تعالیٰ۔ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ۔

مکتوبہ

بجانب سید احمد ملتانیؒ در بیان توحید و رطوبہ
چند طوائف ملت اسلام بر حکم واقعہ و معاملہ باطن۔

حق حق حق!

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ

رُوحِي فِدَاكَ مُدَقِّبِي لَدَيْكُمْ

... ضمیر حق پذیر پر واضح ہو کہ اس بیچارہ ناکارہ حیرت میں ہے اور اپنے اوپر افسوس بھی آتا

ہے کہ جس قدر بجز وحدت میں سفر کیا ہے اور عرفانِ احدیت میں جان کنی کی ہے کشتی ساحل تک

رسیدم من بدریلے کہ موجزن آدمی خور است

نہیں پہنچی سے

نہ کشتی اندراں دریا نہ ملائے عجب کار است

میں اس بحر بیکراں میں پہنچا ہوں کہ جس کی موجیں آدم خور ہیں اور جس میں نہ کوئی کشتی ہے نہ ملاح ہے

معلوم نہیں یہ حال اس بے چارے کا ہے یا سب لوگوں کو یہی واقعہ پیش آتا ہے :

بیت ۷۰ دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار

کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

اس چکر میں ہزاروں کشتیاں غرق ہو گئی ہیں یہاں تک کہ ایک تختہ بھی کنارے نہ لگا۔

ایک دفعہ خواب میں یہ رموز قدرے بیان کئے گئے اور بیداری کی حالت میں لکھ لئے گئے لیکن افسوس کہ عالم غیب کی چیزیں تحریر میں نہیں آسکتیں۔ اور نہ زبان سے بیان ہو سکتی ہیں نہ اشارات عبارات میں آسکتے ہیں نہ عبارات اشارات کو بیان کر سکتی ہیں :

الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ

رحمن نے قرآن سکھایا اور انسان کو طاقت بیان دی۔

قرآن عربی ہے دل عربی ہے اور محمد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہیں۔ نیز دل غیبی ہے، قرآن غیبی ہے اور محمد علیہ السلام غیبی ہیں :

مَا كَانَ مُحَمَّدًا ابًا اَحَدٍ مِنْ سِوَا جَالِكُمْ وَلَكِنْ تَرَا سُوْلَهُ اللّٰهُ وَخَلَّمَ النَّبِیِّیْنَ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی آدمی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور نبی ہی ہیں

اہل دل جانتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے :

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرًا لِّمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ

اس میں یعنی قرآن پاک میں نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو اہل دل ہیں

لیکن اس کے باوجود زبانیں ناطق ہیں اور قلمیں متحرک ہیں۔ ہر طرف ہزاروں گویاں اور ہزاروں طلبکار، ہزاروں موحد و مشرک گامزن ہیں کوئی ہدایت کو پہنچا اور کوئی وادی ضلالت میں گم ہوا۔ لیکن (انتہا) کتبہ تک کوئی نہ پہنچ سکا :

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ وَهُمْ مُشْرِكُونَ

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے اکثر ایسے ہیں جو شرک میں مبتلا ہیں۔

اس نے سب کی کم توڑ دی ہے۔

عزیز من! مجھے عالم واقعب میں دکھایا گیا کہ ”ہر کہ لبثعل باللہ بفضل اللہ رسیدہ مشاہدہ یافت
ودائم الصلوٰۃ گشت“ (جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشاغل ہو یعنی مقام فنا کو پہنچا دائمی صاحب
مشاہدہ ہوا اور دائمی نماز کے مقام کو پہنچا۔“

وَهُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ ذَابِتُونَ

وہ لوگ ہیں دائمی نماز میں۔

یہ ان کے حق میں صادق آتا ہے۔

فان الصلوة اتصال وهو وصل والوضوء انفصال وهو فصل

(بے شک نماز سے اتصال ہوتا ہے یہ مقام وصل ہے اور وضو سے انفصال ہوتا ہے اور یہ مقام جدائی ہے)

ای ظہر جوارحہ وقلبہ ظاہرہ وباطنہ عن الاخبار علی حکم

الشريعة والطريقة۔

(یعنی اعضاء کو ظاہری اور قلب کو باطنی طہارت حاصل ہوتی۔ گناہوں سے حکم شریعت و

طریقت)۔

حَسَنَاتُ الْيُورِ سَيِّئَاتُ الْقُرْبَيْنِ نيك لوگوں کی نیکیاں مقربین کے لئے گناہ ہیں

تاہم اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن نہیں چھوڑتا اور ترک صلوٰۃ کسی حالت میں روا نہیں
رکھا جاتا۔ اگر کوئی ایک نماز عمدًا ترک کرے تو کافر اور مردود ہو جاتا ہے۔ خدا اس سے پناہ دے۔

یہی وجہ ہے کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جب تک علم و عقل باقی ہے شرع اور تکالیف

شرعی (یعنی نماز روزہ وغیرہ) باقی ہیں۔ آدمی جس قدر بلند مقامات طے کرتا ہے اور وصول الی اللہ

میں ترقی کرتا ہے شریعت کا احترام ترک نہیں کیا جاسکتا۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ بعض اوقات تکالیف

شریعت اٹھ جاتی ہیں اس سے مراد احکام شریعت (یعنی نماز روزہ وغیرہ) نہیں بلکہ راہ حق میں زیادہ مشقت اختیار کرنا مراد ہے :

وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ

ہم ان میں سے نہیں جو تکلیف اٹھاتے ہیں

ان پر صادق آیا ہے۔

يَسْجُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ

رات دن ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

یہ ان کا حال بن جاتا ہے۔

طه مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ

اے پیغمبر علیہ السلام! ہم نے قرآن تم پر اس لئے نہیں اتارا کہ تم مشقت اٹھاؤ۔

اس میں وہ راز ہے کہ جسے کوئی زبان یا قلم بیان نہیں کر سکتی پس تم انتظار کرو تا کہ وہ خود تھیں بتائیں کہ کیا راز ہے۔

طائفہ جبرئیل

عزیز من! عالم واقعہ میں دکھایا گیا کہ کچھ طالبانِ حق میدانِ وحدت میں گھوڑے دوڑا رہے ہیں جتنے کہ انھیں بتایا گیا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ تمام خلقت کے افعال و تمام اشیاء کے تشخص کے خالق ہیں خواہ وہ عالم حاضر سے تعلق رکھے یا عالم غیب سے، محسوسات سے ہیں یا غیر محسوسات سے۔ اور مکان و زمان، مادہ، آلہ وغیرہ میں سوائے حق تعالیٰ کی قدرت کے کسی اور چیز کو کوئی دخل نہیں اور سب چیز اللہ کے دست قدرت میں ہے اور یہ کہ جس قدر افعال و اعمال یا حرکات و سکنات میں غیر کی قدرت کو کوئی نسبت ہے وہ محض عارضی اور برائے نام ہے بلکہ ایک تہمت ہے۔ اس طائفہ کے لوگ ہر چیز اور ہر فعل کی اصل خدا سے جانتے ہیں اور اپنے آپ کو درمیان میں سے بالکل اٹھا لیتے ہیں اس طائفہ کے لوگ اہل اللہ کے نزدیک جبرئیل کہلاتے ہیں یعنی مقامِ وحدت میں پہنچ کر جبر کے قائل ہوتے ہیں اور اس شعر کا مصداق بن جاتے ہیں :

دوئی را نیست رہ در حضرت تو

ہمہ عالم توئی و قدرت تو

بارگاہِ حق تعالیٰ میں دوئی کا کوئی تعلق نہیں سارا جہاں تو ہے اور تیری قدرت کا اظہار۔
اگر ان لوگوں کو دولتِ عرفان میسر ہے تو سبحان اللہ اس سے بڑھ کر کونسی دولت ہو سکتی ہے:

هَنِيئًا لَّارِبَابِ النِّعَمِ نِعْمَهَا اربابِ نعمت کو نعمت مبارک ہو۔

لیکن اگر یہ بھتیدہ صرف دلائلِ عقلی پر مبنی ہے تو:

فلا يليق بالمذهب والتحقيق فان فيه فساداً بينا والعياذ باللّٰه

من ذلك۔

(یہ دولت مذہب اور اس کی چھان بین سے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ اس کام میں جگڑا ہے

جس سے خدا پناہ دے)۔

طائفہ تدریہ

پھر دیکھا بزرگوں کا ایک اور طائفہ میدانِ وحدت میں گامزن ہے اور اس

نتیجے پر پہنچا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ وحدانی الذات والصفات ہے ایسے اور بندہ نے مقامِ وحدت

میں وجود پایا ہے بے اور مقامِ الوہیت و ارادت میں مختار بنایا گیا ہے پس بندہ کو اختیار قوی

حاصل ہے اور اپنے اختیاری افعال میں کسی غیر کی شرکت روا نہیں رکھتا لہذا مقامِ وحدت

۱۔ ہو تعالیٰ واحد فی الذات و صفاتہ لیس له شریک فی ذاته و صفاتہ یعنی

حق تعالیٰ ذات و صفات میں واحد ہیں اور ان کا کوئی شریک نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں۔

۲۔ فان الوجود واحد و صفة العدم المحض و لیس الا اللہ تعالیٰ یعنی وجود ایک ہے

اور اس کی ضد عدم محض ہے اور ماسویٰ اللہ کا وجود نہیں۔

۳۔ کیونکہ غیر کا وجود نہیں ہے اور ہر چیز کا وجود و ظہور اسی ایک ذات میں شامل ہے اور یہ (بقیہ آئندہ صفحہ)

میں جو حق تعالیٰ کا فعل ہے وہی بندہ کا فعل ہے۔ لیکن چونکہ ایک منفعول میں دو فعل ہر دو نہیں اس لئے عالم ظاہر میں نفس حق سے فعل بندہ کو اگر سمجھ جاتا ہے تو اس کا ذمہ اس کے لئے افعال اور موجودات اعمال وہی بندہ ہے۔ خداوند تعالیٰ کا فعل تو بندہ نہیں کیا جاتا۔ اس میں آنے والا ان کے قدریہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور معزول کہتے ہیں۔ اگرچہ بات وحدت کی کرنے پر لیکن بات سے باہر نکل جاتے ہیں۔ کیونکہ اس سے دونوں کا اثبات کرتے ہیں اور یہ بات بتا رہے ہیں۔ یہ قدر عرفانی ہے اور بکشف غیب وجدانی ہے لیکن پھر بھی یہ نفس پر نشانی ہے :

فان فیہ اعراض عن اللہ والاستنکاف عن ارادہ

اس میں اللہ اور اس کی الوہیت کا انکار ہے

کیونکہ یہ استدلالی اور حسابی (حساب سے اندازہ لگانا) ہے اس لئے شیطان ہے اور لالیعی (بے فائدہ) ہے :

والعیاذ باللہ من ذالک فان هذا من ترہات الصوفیہ الجہال

(بقیہ گذشتہ صفحہ) مقام وحدت ہے چونکہ انسان تمام صفات و کمالات الوہیت کا مظہر ہے لہذا صفت اختیار و ارادہ حق تعالیٰ کا بھی اس میں ظہور ہے اس لئے بندہ بھی مختار اور صاحب ارادہ ہوا اور کمال وحدت میں اس نے اپنا اختیار اور ارادہ حق تعالیٰ کے اختیار و ارادہ سے حاصل کیا ہے اور اپنے فعل میں غیر کی شرکت روا نہیں رکھتا۔

۱ :- یعنی بندہ کا اختیار و فعل حق تعالیٰ کے اختیار و فعل کے تابع ہے پس جہاں مقبوع ہے وہاں تابع کا وجود بھی ہے لیکن صرف غالب اور مغلوب ہونے کا ہوتا ہے بعض جگہ بعض صفت غالب ہوتی اور بعض مغلوب لیکن یہ سب صفات حق تعالیٰ ہیں اور غیر کا اس میں کوئی دخل نہیں

۲ :- عالم شہادت میں یعنی ظاہری صورت میں چونکہ بندہ فاعل ہے اور ظاہر کا انکار روا نہیں اس لئے اگرچہ بندہ کا فعل درحقیقت اللہ کا فعل ہے لیکن ظاہر کے اعتبار سے اسے فعل بندہ کہا گیا اور افعال اختیار کا خالق بندہ ہی کو تصور کیا گیا۔

ومع هذا الوان القدر في مقام العرفان في انتظام وحدت سبحان
 ووقع في بحر النور الازلي واستغرق فيه وبلغ مبلغ انيه قمياذني
 وانا الحق وسبحاني ما اعظم شاني فقد فار فوزاً عظيماً فان العجيب، صلى
 الله عليه وسلم قال هذا المقام من راني، فقد راي الحق فالحق
 والحق ولم يبق الا الحق وارتفع الغير من البين بالحق فالحق
 ولا سواه فاعلم انه لا اله الا الله ما ضل صاحبكم وما غوي وما
 ينطق عن الهوى وهو بالا فاق الاعلى فاين القدر وما القدر الاعلى ما
 هذه القدر.

خدا اس سے پناہ دے یہ جاہل صوفیوں کی اختراعات ہیں۔ اور اسی پناہ پر اگر قدر
 کو مقام عرفان میں دیکھا جائے اور جو نور ازلی کے بحر میں غوطہ زن ہوا اور اس
 میں مستغرق ہوا۔ اور مقام انتہا تک پہنچا یعنی تم باذنی، انا الحق، سبحانی ما
 اعظم شانی، پس وہ عظیم کامیابی پر فائز ہوا۔ پناہ چھ جیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اس مقام کو یوں واضح فرمایا: جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا، پس حق
 وہی ہے اور نہیں کوئی باقی سوائے حق کے اور غیر درمیان سے اٹھ گیا۔ اور حق
 رہ گیا۔ پس جان لو کہ نہیں مسبود سوائے اللہ کے۔ نہیں گمراہ ہوا تمہارا ساتھی اور
 نہ ہی کچھ راہ ہوا۔ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتا۔

یہاں بھی وہی شعر صادق آتا ہے :

بیت سے دوئی رانیست رہ در حضرت تو

ہمہ عالم توئی یافت درت تو

اس کے بعد ایک اور جاں باز طائفہ میدان وحدت میں نکلا۔ اور فتح و کامرانی کے گھوڑے

دوڑانا ہوا بارگاہِ حق تعالیٰ میں پہنچ گیا۔ انھوں نے حق تعالیٰ کو تین مراتب میں پایا۔ پہلا مرتبہ ذات (ذاتِ الہی) دوسرا مرتبہ صفاتِ کمالات (صفاتِ الہی اور تیسرا مرتبہ فعل (افعالِ الہی)۔ یہ حضرات مرتبہ ذات میں کسی اور چیز کو دخل نہیں دینے دیتے۔ اسماء و صفات کو عین ذات میں عین ذات سمجھتے ہیں ذات کے سوا کسی اور چیز کو نہیں جانتے۔ خدا تعالیٰ کو وحدانی الذات والصفات مانتے ہیں اور ذاتِ حق کو فرد مطلق جانتے ہیں :

كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ الْأَشْيَاءُ مَعَهُ وَالْآنَ كَمَا كَانَ وَكَمَا كَانَ الْآنَ قَالَ اللَّهُ
وَلَا سِوَاهُ وَلَا مَوْجُودٌ فِي الْمَوْجُودِ إِلَّا اللَّهُ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ

اللہ تھا اور اس کے سوا کسی چیز کا وجود نہ تھا اور اب بھی اسی طرح جیسے پہلے تھا یعنی اب بھی اس کے سوا کوئی نہیں اور جیسے تھا اب بھی ویسے ہے اللہ ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں اور موجودات میں اللہ ہی موجود ہے تو کہہ دے اللہ احد ہے (اکیلا ہے یعنی صرف اسی کا وجود ہے اور کوئی چیز نہیں۔

یہ حضرات مرتبہ صفات میں اسماء و صفات کو غیر ذات نہیں سمجھتے۔ اور ذات پر زائد نہیں مانتے کیونکہ وجود محض میں غیر کی گنجائش نہیں زائد ہو سکتا ہے۔ لیکن صفات کو عین ذات نہیں مانتے کیونکہ میدان صفات ایک الگ چیز ہے اور کمالات صفات کو عین ذات نہیں کہا جاسکتا۔ اور عین ذات میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس اثبات عینیہ میں تعدد ذات یا تعطل صفات و تعطل افعال لازم آتا ہے اور اثبات واجب کے انکار سے فساد عظیم پیدا ہوتا ہے معتزلہ غلطی سے اسماء و صفات کو عین ذات کہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو عالم بالذات اور قادر بالذات سمجھتے ہیں اور عالم بالعلم اور قادر بالقدرت نہیں مانتے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ مرتبہ صفات ہے۔

امام منصور ماتریدی رضی اللہ عنہ بھی صفات کو عین ذات سمجھتے ہیں۔ اس سے ان کی مراد نفی غیر ہے نہ کہ تعطل صفات یا تعدد ذات۔

وَهُوَ بَرِيٌّ فِي اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْجِهَاتِ

اب تجھے جاننا چاہیے کہ محققین مرتبہ فعل میں تخلیق عالم کے قائل ہیں اور عین وحدت الوجود میں یعنی
 حق تعالیٰ وحدانی الذات والصفات میں کثرت موجودات ثابت کرتے ہیں کیونکہ کمالات ذات کا مقام
 قدرت میں ہی تقاضا ہوا کہ ہم اس طرح وجود میں آئے اور وجود باری تعالیٰ کے لئے ہم دلیل بنے یا
 یوں کہو کہ خارج امتناع محض ہے اور داخل ممنوع مطلق ہے (یعنی موجودات کو غیر حق جاننا دوسرے
 وجود کا قائل ہونا ہے جو کفر ہے اور موجودات کو عین حق جاننا بھی ممنوع مطلق ہے کیونکہ اس سے تعدد
 ذات یا تعطیل صفات لازم آتا ہے)؛

وَهُوَ الْآنَ كَمَا كَانَ وَكَمَا كَانَ الْآنَ سُبْحَانَ الَّذِي لَمْ يَتَّغَيَّرْ ذَاتُهُ وَلَا
 صِفَاتُهُ وَلَا فَعْلُهُ بَعْدَ وَاثِ الْاَكْوَانِ فَحَقَّ الْقَوْلُ مِنَّا اِنَّ اللّٰهَ اِنَّمَا وَنَحْنُ
 عَبِيدٌ -

وہ اب بھی اسی طرح ہے جیسے پہلے تھا۔ پاک ہے ذات حق جس کی نہ ذات نہ صفات
 تغیر پذیر ہے۔ اگرچہ اس کے مظاہر صفات کو حدوث لازم ہے، بس یہی کہنا کافی ہے کہ وہ
 مبدود ہے اور ہم عابد۔

اور طائفہ مقربان بارگاہ حق سبحانہ کا ہے جو اللہ تعالیٰ کو تمام مراتب وجود میں حقیقتاً اور تمام موجودات
 عالم میں مجازاً موجود سمجھتے ہیں۔ کیونکہ حقیقت میں وجود صرف خدا تعالیٰ کا ہے اور غیر خدا کا وجود باعتبار
 حس و عقل صرف مجازاً ہے اور شرع کے تمام احکام ظاہری حس و عقل کے مطابق ہوتے ہیں۔ لیکن
 حقیقت وہی ہے جو حقیقت ہے۔ قرآن بھی یہی کہتا ہے۔

الْاُمْرُ بَيْنَهُمْ

حقیقت الامر ان کے دونوں امور کے درمیان ہے۔

یعنی: بَيْنَ الْمَجَازِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ فَمَنْ اَنْكَرَ الْحَقَائِقَ فِي الْحَسِّ وَ

العقل فهو في ضلالٍ مبينٍ -

یعنی کائنات کی ظاہری صورت میں - جس نے متعلق حس و عقل کا انکار کیا وہ ظاہری
گمراہی میں مبتلا ہوا۔

مردانِ حق خدا تعالیٰ کے وجود کے سوا کسی کے وجود کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک وجودِ حقیقی
وہی ایک وجود ہے یعنی واحد الوجود اور واجب الوجود کہتے ہیں

وجود کے دو اقسام ہیں :

اول ، واجب الوجود

دوم ، عدم وجود ، جسے ممتنع الوجود اور ناممکن کہتے

ہیں۔ یاد رہے کہ ناممکن یا ممتنع الوجود کوئی چیز نہیں پس وجود صرف ایک ہوا اور وہ وجودِ حق تعالیٰ کا

ہے : ذالک وحدت الوجود فلا سبقتہ ولا قدم ولا ازل الا الوجود

الحق والواجب المطلق و ذالک معنی قولہم القدم نیافی العدم فان
العدم انما هو صفت الوجود الواجب فالعدم ینافیہ فلا عدم ولا حدوث

واذ الحدوث انما هو بعدم سابق وجود لاحق فلم یبق الا الوجود

حق الواجب المطلق وانما العدم الازلی فلا ینافی القدم الازلیة وانما

ینافیہ فی الوجودیة اذ العدم فی ازلیة تقدیس والقدم فی انلیة

ایجاب بل لا مغایرة بینہا فاعرف والمقام عامض۔

اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے وجود وہی ایک وجود ہے اور یہ ایک راز ہے اللہ اور بندہ کے درمیان کسی نے خوب کہا ہے :

بیت ۷۰ سرسیت دروں سینہ کہ کس محرم ان نیست

گر سر برود بر تو با کس نکشایم

میرے سینے میں ایک راز ہے کہ اُسے کوئی نہیں جانتا اگر سر بھی چلا جائے تو اُس سر (راز) کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کروں۔

وَأَفْشَاءُ سِرِّ السُّبُوتِ كَفْرٍ اور بولوبیت کے راز کا ظاہر کرنا کفر ہے۔

اور یہ راز خلاصہ کائنات یعنی حضرت انسان کا راز ہے جو اس کے سینے میں ہے اور وہ راز سوائے حق تعالیٰ کے کچھ نہیں۔ عارف جنت میں خدا کے لئے ہوتا ہے نہ کہ جنت کے لئے بلکہ جنت، عرش، فرش اور اٹھارہ ہزار عالم، سور و قصور و خورد و نوش، ایں جہان و اں جہاں سب خدا کے لئے ہے اگرچہ ظاہر اید دنیاوی معاملات میں لیکن ان کا بطون وہی ترحق تعالیٰ ہے :

بیت ۷۱ نے در دوزخ و بہشتند

ایں طائفہ را چنین سرشتند

مردان حق کچھ اس نہج پر بنائے گئے ہیں کہ انھیں نہ دوزخ کا غم ہے نہ بہشت کا فکر۔ کسی نے خوب کہا ہے :

بیت ۷۲ مرغ عشقم کہ مرادانہ توحید وہند

زیر ہر گنگرہ عرش بود پروازم

میں عشق کا پرندہ ہوں اور مجھے توحید کا دانہ ملتا ہے اور عرش کے ہر گنگرے کے نیچے میری پرواز ہے۔

لیکن حس و عقل کے اعتبار سے وجود کے دو اقسام ہیں وجود واجب اور وجود ممکن۔ واجب کو قدیم اور ممکن کو حادث کہتے ہیں جو دونوں طرفوں یعنی طرف عدم اور طرف وجود سے برابر فاصلے پر ہے۔ طرف

وجود حق سبحانہ کی طرف سے ہے اور طرفِ عدم امتناع کی طرف سے ہے اور امتناع سے سوائے عدم کے کچھ متصور نہیں۔ لہذا ممکن عدم کے سوا کچھ نہیں اور ممکن کا وجود عارضی ہے اور عاریتہ ہے اور وجود صرف اللہ ہی کا ہے۔ اور ممکن کو ممکن اس لئے کہتے ہیں کہ واجب اور امتناع دونوں کا اس کے اندر امکان ہے۔ اور وجوب و حدوث کے ذریعے میدان میں آیا اور جائز ہوا۔ ورنہ تحقیق کی رو سے وجود وہی حق تعالیٰ کا وجود ہے باقی سب متمنع اور ناموجود ہے شاید اسی مفہوم کے اندر یہود و نصاریٰ حضرت عزیزؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ الہما السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ اور وجوب و امتناع کا مطلب سمجھتے تھے۔ وجوب کی وجہ سے جمال حق کا ان کے اندر مشاہدہ کرتے تھے۔ اور امتناع کی وجہ سے کثرت کے قائل ہوتے۔ شاید آیہ پاک **هَذَا صِرَاطٌ** اور **لَا حِبَّ الْاَفْلٰہِیْنَ** (حضرت ابراہیمؑ کا چاند کو دیکھ کر کہنا کہ یہ میرا رب ہے اور پھر فرمایا کہ میں غروب ہونے والے سے محبت نہیں کرتا) میں یہی راز مضمر ہے۔ سبحان اللہ! اپنے غلبہ حال میں مجھے یہ معلوم نہیں کہ کیا کہہ رہا ہوں اور کہاں پڑا ہوا ہوں!

استغفرو اللہ من جمیع ما کرہ اللہ و ذالک جمیع ما سواہی اللہ
 (اللہ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے جسے وہ ناپسند کرتا ہے اور یہ تمام ما سواہی اللہ کے ہے)
 پس ممکن کہاں ہے اور حدوث کس کو ہے سوائے اس کے کہ خداوند حکیم کی قدرت کاملہ سے یہ سب کچھ وجود میں آیا اور موجود ہوا۔ امام حسن اشعریؒ نے فعل کو حادث کہا ہے اور تکوین و مکون کو ایک ہی مسلک میں منسلک کیا ہے اور کثرت میں لایا۔ اس وجہ سے کہ دائرہ ایک دائرہ ہے وہی وحدتِ حق اور فردیت مطلق جو غیر سے پاک ہے پھر وہی شعر صادق آتا ہے:

بیت ۷
 دوئی رانیست رہ در حضرت تو

یا توئی یا قدرت تو!

تیرے حضور میں دوئی کا نام و نشان نہیں یہ سب کچھ یا تو ہے یا تیری قدرت کا ظہور ہے

اس جگہ ہمارے استاد کا ہندی دوہڑہ خوب یاد آیا:

دو پڑھ سے سائن سمندر اپارہ تہ ہم تہ مچھلیاں
جلہرا پہن جل رہیں مرہین تو جلہن مار

عزیز من اجوت (مچھلی) کو غور سے دیکھو کہ کیا ہے کہاں سے آئی ہے اور کہاں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے قرآن اُسے لَحْمًا طَرِيًّا (تازہ گوشت) کہتا ہے۔ شرع سے ماہی کے نام سے موسوم کرتی ہے اور اُسے ذبح سے مستثنیٰ کرتی ہے اس کی موت و حیات پانی کو ناپاک نہیں کرتی۔ اور اس کے وجود کو خارج از آب و داخل آب نہیں کہتی نہ اُسے عین آب کہتی ہے نہ غیر آب۔

فَلَحْوَتْ مَوْجُوْدٌ وَالْبَاءُ مَوْجُوْدٌ وَهَمَّا بِعَالِمِهِمَا وَلَا دَاخِلٌ وَلَا خَارِجٌ وَ

اِنَّمَا الْوَجُوْدُ بِالْقَدْرَةِ اَزَلِيَّةٍ وَالْحِكْمَةُ فَرْدِيَّةٌ وَلَا تَعْلُقُ الْقَدْرَةُ وَ

الْحِكْمَةُ بِالْخَارِجِ وَالِدَاخِلِ فَلَا خَيْرَ وَلَا عِيْنَ فَبِحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ

عَمَّا يَصِفُوْنَ - شَائِد [مَرْجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ]

مچھلی بھی وجود رکھتی ہے اور پانی بھی وجود رکھتا ہے دونوں اپنے اپنے حال میں ہیں نہ مچھلی کو

داخل آب کہا جاسکتا ہے نہ خارج آب۔ موجودات کا وجود قدرت ازلیہ اور حکمت الہیہ

سے ہے اور قدرت الہیہ کو نہ خارجی کہا جاسکتا ہے نہ داخلی۔ نہ حق تعالیٰ کا عین نہ غیر۔

پس ان باتوں سے وہ پاک و مبرا ہے۔ شائید :

(دو سمندر باہم کبھی ہونے میں جن کے مابین برزخ ہے)۔

کا اشارہ اسی طرف ہے۔

لیکن افسوس کہ عشق جان سوز اور جہاں تاز نہیں ہے کہ جس سے ان رموز رحمانی اور اشارات

سبحانی کا علم ہو سکے :

بیت سے
سزے کہ ازاں مقدساں محرومند
عشق تو فرو گرفت بگوشش دل من

وہ راز کہ جس سے فرشتے بھی محسوس ہیں عشق نے میرے کان میں ڈال دیا ہے۔
ان حضرات کا ظاہر اور باطن آیہ پاک تسلین جلودھم و قلوبہم الی ذکر اللہ کے
مطابق حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ تعلق وابستہ ہے اور غیر حق سے بالکل منقطع ہو گئے ہیں اور ان مردانِ
خدا کو سعادت عرفانی و سعادت برہانی دونوں حاصل ہیں خدا ہم سب کو نصیب کرے۔

مکتوب ۱۰۸

بجانب شیخ جلال تھانی سری انسانوں کے اقسام اور توحید
کے بیان میں

حق حق حق!

از فقیر، حقیر، سوختہ، دوختہ، ہیچ نہ پختہ عمر رسیدہ و بدولت زسیدہ، مجبور،
دور، مغرور، مخمور، واماندہ، در ماندہ، ہرچہ قدم و دم زد ہیچ قدم و دم نہ زد، آہ چہ افتاد! چہ کند! کجا
رود و کجا افتاد :

بیت سے
اتفاقم بسر کوئے کسے افتاد است

کاندریں کوئے چو من کشتہ بسے افتاد است

میں اتفاق سے کسی کے کوچہ میں جا پڑا کہ جس میں مجھ جیسے بے شمار مقتول پڑے ہیں۔

اقسام و دماں
عزیز من! جاننا چاہیے کہ لوگ نین قسم کے ہوتے ہیں طالبان دنیا پہلی قسم ان

لوگوں کی ہے جو طالب دنیا ہیں اور اپنی پلیدی قوت دنیا چل کرنے میں صرف کرتے ہیں۔ اگرچہ ظاہری ایمان میں سے انھیں کچھ نہ کچھ حاصل ہوتا ہے لیکن وہ ہر وقت غم روزی کھاتے رہتے ہیں۔ اور روزی کے سوا کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کی مجالس میں ہر وقت دنیا کا ذکر رہتا ہے اور اسی دنیا کے گیت گاتے رہتے ہیں اگرچہ یہ لوگ مسلمان ہوتے ہیں لیکن ، العیاذ باللہ من ذالک۔

چوں زد دل دنیا ت دور آنگذہ نیست

جانے توجز دوزخ سو زندہ نیست

جب تک تو دل سے دنیا کو باہر نکال کر نہیں پھینکے گا تیرا ٹھکانہ سوائے دوزخ کے اور کوئی نہ ہوگا۔

طالبانِ آخرت

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو دنیا سے روگردانی کر کے آخرت کے طلب گار ہیں

اور رات دن آخرت کی فکر میں ہیں :

الدنیاء مزرعة الآخرة دنیا آخرت کی کھیتی ہے ۔

کے مطابق دنیا کے ہر کام میں آخرت کی بھلائی سوچتے ہیں۔ اور حساب و کتاب اور نجات و ثواب کے درپے رہتے ہیں۔ ان کی ہمت آخرت کی بھلائی سے تجاوز نہیں کرتی۔ ان لوگوں کو ابرار، زہاد اور عباد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے :

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ بے شک ابرار لوگ نعمت میں ہیں۔

یہ ان کا انعام ہے۔ اور ان کے لئے جنت کا وعدہ ہے اگرچہ وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے لیکن بے دوست ہوں گے اور بے مغز درپوست کی طرح ہوں گے۔

مقربانِ حق تعالیٰ

تیسری قسم کے لوگ مقربانِ حق سبحانہ و تعالیٰ ہیں اور طلب دوست میر

انھوں نے دونوں جہانوں سے ہاتھ دھولے ہیں اور دوست کے سوا ان کو کہیں قرار نہیں ملتا :

بفراغ دل زمانے نظرے بماہ روئے

بہ ازاں کہ چہتر شاہی ہمہ عمر و ہا و ہوتے

فراغت دل کے ساتھ دوست کے رُخ انور پر ایک لحظہ کی نظر ساری عمر کی شاہی اور شان و شوکت سے کہیں بہتر ہے۔

إِنَّ اللَّهَ جَنَّۃٌ لَّيْسَ فِيهَا حُورٌ وَلَا قَمُورٌ

ان کے لئے اللہ کا وصال وہ جنت ہے کہ جس میں نہ کوئی عورت ہے نہ قصور (قصور جمع ہے قصر کی جس کے معنی میں مہلات)۔

وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ

(اس روز کچھ چہرے ترد تازہ ہوں گے اپنے رب کے مشاہدے سے)

یہ ان کی جنت ہے۔ یہ حضرات دوست کے سوا کسی چیز کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور دوست کے بغیر جنت میں بھی جانا پسند نہیں کرتے :

بیت ۷ جنت نہ روم تا رُخ ریباً تو نہ بینم

فرد و کس چہ کار آید گریار نباشد

جب تک تیرا چہرہ نہ دیکھوں جنت میں نہیں جاؤں گا۔ وہ ہشت میرے لئے کس کام کی ہے کہ جس میں یار نہ ہو۔

وہ اس جہان میں ہوں تو اس جہاں میں ہمیشہ دوست کی دید کے مشتاق ہوتے ہیں :

بیت ۸ روزِ قیامت شود پلہ بمیزان نہند

خلق بجنّت رُود و من نگر م سوتے دست

قیامت کے دن جب حساب کتاب ہو جائے گا اور لوگ جنت کو جائیں گے تو میں دوست کو دیکھتا رہوں گا۔

یہ لوگ کفر کافر کے لئے اور دین دیندار کے لئے پھوڑ کر دوست کی یاد میں کمر بستہ ہو جاتے ہیں :

بیت سے
کفر کافر را و دین دیندار را
ذره دردت دل عطار را

∴ دوست اور دردِ دوست کی خاطر دیندار ہیں اور اپنی ساری زندگی کا سرمایہ دوست ہی کو سمجھتے ہیں:

بیت سے
درگور برم از گیسوئے تو تارے
تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

میں تیری زلف کا ایک بال قبر میں لے جاؤں گا تاکہ قیامت کے دن مجھ پر سایہ افکن ہو۔

ان حضرات کو دردِ دوست کے سوا کوئی درد نہیں ہوتا اور اس درد کے لئے وہ کوئی دوا بھی نہیں چاہتے:

بیت سے
نے در غم دوزخ و بہشتند

ایں طائفہ را چنین سرشتند

ان کو نہ دوزخ کا غم ہے نہ بہشت کی فکر۔ خدا نے ان کی فطرت اس طرح بنائی ہے۔

وہ ہمیشہ دوست کے چہرے پر نظر رکھتے ہیں اس کے ابرو کو قبلہ گاہ بنا لیتے ہیں اور ہمیشہ

کوئے دوست میں رہ کر بوئے دوست کے سہارے جیتے ہیں۔ کسی خراب حال نے کیا خوب کہا:

رباعی

ابروئے تو قبلہ من بود ! من گم شدہ سجدہ کجا کنم

بردم سر کوئے تو جان دہم حیلہ و چارہ ہا رہا کنم

تیرے ابرو میرے لئے قبلہ گاہ ہیں اس کے سوا میں بے ہوش کہاں سجدہ کروں۔ بس اب

تو یہی ہوس دل میں رہ گئی ہے کہ حیلہ و بہانہ چھوڑ کر تیرے کوچہ میں جاؤں اور جاں فے دوں۔

ایک اور شوریدہ سر نے کہا ہے:

بیت سے
گر در آید یک نسیم از سوئے تو

پائے کو باں جاں دہم در کوئے تو

اے دوست، اگر تیری طرف سے نسیم جانفزاکا ایک جھونکا آنے تو ناچنے ہوئے تیرے

کہتے ہیں جان دے دوں۔

خواجہ حافظ فرماتے ہیں:

بیت سے

ایں جان عاریت کہ بجا فطرت سپردہ دست

روزے رنخش بہ بنیم و تسلیم وے کنم

یہ عارضی جان جو دوست نے حافظ کے سپرد کی ہے ایک دن اس کے رُخِ انور کو دیکھ کر قربان کروں۔

سبحان اللہ! یہ کیا مردانِ خدا ہیں کہ فرشتے بھی اپنی کمالِ طہارت و علوم مرتبت کے باوجود ان کے

علو ہمت کے سامنے پر نہیں مار سکتے اور ان کی غلامی اور رکاب داری پر فخر کرتا ہے:

فَقَوْلُهُ سَاجِدِينَ

اور ان کے سامنے سجدے میں گر جاتے ہیں۔

یہ ہے مردانِ حق کا کمال و جمال۔ اگر یہ نہ ہو پھر اندھیری قبر کے سوا کچھ نہیں:

ع۔ محبوب را ہیچ چراغ نصیب نیست

محروم دیدار کے لئے اور کسی چراغ سے روشنی نصیب نہیں۔

ایک عارف فرماتے ہیں:-

محراب جہاں جمالِ زخارہ ماست سلطان جہاں دردِ دل بیچارہ ماست

از عقل فرو گذر کہ در عالم عشق! او نیز غلامِ دل دیوانہ ماست

ہمارے پھرے کا جمال سارے جہاں کا قبلہ گاہ ہے اس وجہ سے کہ دنیا کا بادشاہ میرے

دل میں مکین ہے۔ عقل سے گذر کر عالمِ عشق میں خیمہ ڈال دے کیونکہ عقل بھی ہمارے دلِ دیوانہ

کا غلام ہے۔

عزیز من! معرفت کے میدان میں محققین نے یہ تحقیق کی ہے اور خود بھی اس تحقیق پر بالاجماع

کار بند ہوئے ہیں کہ محقق و متصور صرف نو حرف ہیں اول حرفِ وجود، دوم حرفِ عدم (یعنی وجود

محض اور عدمِ محض)۔ حرفِ عدم وہی غیر حق اور بالکل نیست و نابود ہے اور حرفِ وجود وہی دائم و

قائم اول و آخر ظاہر و باطن ہے۔

۱۔ سنہ ۱۳۵۹ھ پر ماریشہ

آہ ہزار آہ! کہ جو شخص دو وجود کا قائل ہو اور جس نے ہستی کو تیر حق کو تسلیم کیا وہ ابد تک محروم دید (محبوب) رہا۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ متحقق الوجود صرف واجب الوجود ہی ہو سکتا ہے نہ کہ ممکن۔ اس لئے خدا کے سوا جس چیز کا وجود ہے وہ وہی اور اعتباری ہے نہ کہ حقیقی۔ اور حقیقت میں وجود صرف حق تعالیٰ کا ہے: **وَالْاَكْلُ شَيْءٍ مَّا خَلَقَ اللهُ بَاطِلًا**۔ (وہی کل ہے اور اس کے سوا ہر وجود باطل ہے)۔ (حدیث)

اور قرآن سے سنو اور گوش ہوش سے سنو:

فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الْمُلَالُ حق تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے باطل اور گمراہی ہے

بیت سے ہر چہ یعنی ذات پاک حق بہ بین

بمخفیوں دیدن ترانیس کو برد

جو کچھ تو دیکھتا ہے اس میں ذات حق کو دیکھ اور تمہاری یہی نظر حقیقی نظر ہے اور نیک نظر

ہے۔

اگر معاذ اللہ! دو وجود ایک دوسرے سے علیحدہ تسلیم کئے جائیں تو ان کے درمیان تعلق قائم نہیں ہوتا اور دو خدا لازم آتے ہیں اور یہ محال اور باطل ہے۔ ثنویہ (شاید ایران کے قدیم مذہب کا بانی زرتشت) اس غلطی کا شکار ہوا اور دو خدا کا قائل ہوا ایک خالق خیر (ایزد) اور ایک خالق شر (اہرمن)۔ اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وجود صرف ایک ہے اور یہ ساری کائنات اس کی صفت تخلیق کا مظہر

موجود ہے

(حاشیہ گذشتہ) جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ تمام مراتب وجود میں یعنی ظاہر و باطن اور مجاز و حقیقت میں کیونکہ قرآن میں آیا ہے کہ وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے کیونکہ اگر بطون و حقیقت کی طرح حق تعالیٰ ظاہر اور مجاز میں موجود نہ ہو تو یہ لازم آتا ہے کہ ظاہری دنیا وجود حق سے خالی ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کا وجود محدود ہے اور یہ عقیدہ باطل ہے۔

ہے اور خیر و شر کا وجود اعتباری و اضافی ہے (یعنی ایک لحاظ سے ایک چیز خیر ہے اور دوسرے لحاظ سے وہی چیز شر ہے۔ اگر آگ ہانڈی کے نیچے ہو تو خیر ہے اور چھت کے اوپر ہو تو شر ہے۔ یہ چیز کا استعمال ہے جو اسے باعث خیر و باعث شر بناتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں شر محض (Pure evil) (unmixed evil) کا دنیا میں وجود نہیں ہے۔)

ولا اعتبار له فلا خیر ولا شر فی التحقیق والواقع وانما فی التحقیق والواقع هو الموجود الخیر المخص الواحد القائم الدائم الحق ولیس الا هو (در اصل نہ خیر ہے نہ شر ہے۔ حقیقت میں اور فی الواقع وہی موجود ہے جو خیر محض ہے وہی واحد ہے، قائم ہے دائم ہے سچی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔)

اگر تو فعل حق میں اور تخلیق حق تعالیٰ میں غور سے نظر کرے تو خیر محض کے سوا کچھ نہ دیکھے گا :-
مَاضِعُ اللّٰهُ فَهُوَ اللّٰهُ کون صفت یعنی مخلوق نہیں بلکہ وہ خود ہے۔

کثرت کہاں ہے اور خیر و شر کیا ہے یہ سب کچھ تجھے اپنے نقطہ نگاہ سے نظر آتا ہے؛

بیت سے کہ جہاں صورتت و معنی دوست

در معنی نظر کنی ہمہ اوست

یہ جہاں ظاہری صورت ہے اور معنی یعنی حقیقت خود دوست ہے اور حقیقت بینی سے کام لے

تو ہمہ اوست ہے۔

خدا ایک ہے وجود ایک ہے اور وہی وجود حق تعالیٰ کا ہے جس میں کوئی شک نہیں پس غیر کہاں۔
چونکہ وجود ایک ہے اس لئے تمام کمالات اسی ایک وجود کے ہیں۔ لا الہ الا اللہ ایک ہے اور
محمد رسول اللہ حقیقت ہے۔ پس اپنے صفات کمال کے اقتضار کے مطابق اس نے تجھے اپنا مظهر
بنا کر میدان ظہور میں ڈال دیا؛

بیت سے کرمی میان سنگے باکس نہ صلح نہ جنگے

بر لب گرفت برگے سبحان من یرانی

پتھر میں کھینچا رہتا ہے نہ اس کی کسی سے صلح ہے نہ لڑائی وہ اور درختوں کا ہر پتہ حق تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس کپڑے کے منہ میں درخت کا پتہ ہے اور تسبیح بیان کرتا ہے۔ پس ایک سے ہزار کیا اور ہزار کو ایک میں گم کیا۔ پس ظہور کی یہی صورت اختیار کی اور اس صورت کے علاوہ اسے کوئی اور صورت پسند نہ آئی۔ لہذا عارف اس صورت کو دیکھ کر اس قدر مسح ہوا کہ اپنی خبر نہ رہی :

تحیرت فیث خذ بیدی یا دلیل المتحرین

تجھ سے میں حیرت میں غرق ہوں اے حیرت زدوں کے سنبھالنے والے میرا ہاتھ پکڑو۔ کسی نے اس حقیقت کو خوب بیان کیا ہے :

یک عین متفق کہ جز او ذرہ نبود

چوں گشت ظاہر این ہمہ اغیار آمدہ

وہی عین متفق ہے جس کے متعلق کسی کو اختلاف نہیں کہ اس کے سوا کسی ذرہ کا وجود ہو۔

لیکن جب ظہور پذیر ہوا تو یہ سب اغیار وجود میں آگئے۔

پس اگر تو نے ایک نہ دیکھا تو رنج اٹھائے گا :

بیت ۷

گر عدد گرد و واحد کارے بود

ورنہ بیشک رنج بسارے بود

اگر کثرت میں تو وحدت کو پالے تو یہ عظیم کام ہوگا۔ ورنہ بلاشبہ تکلیف میں مبتلا ہوگا۔

تا تو سے باشی عدد بینی ہمہ

چو شوی فانی احد بینی ہمہ

جب تک تو ہے یعنی تیرا وجود قائم ہے اور فانی الذات نہیں ہوا کثرت موجودات کا احساس

نہجے باقی ہے جب ذات میں فنا ہو جائے گا تو ذات احدیت کے سوا کچھ نہیں دیکھے گا۔

عزیز من! ہستی خدا تعالیٰ ہستی مطلق ہے یعنی خدا ہے اور غیر خدا نیست ہے :

جہاں را بلندی و پستی توئی

ہمہ نیستند بر چہ ہستی توئی

جہاں میں بلندی و پستی یعنی جو کچھ ہے تو ہے موجودات کا وجود نیست ہے اور جو کچھ ہے

وہ تیرا وجود ہے ۔

لیکن اس کے ساتھ عالم بھی حقیقت ہے کیونکہ جس اور عقل کے لحاظ سے اس کا وجود موجود ہے! یہ مقربان بارگاہ کی توحید ہے کیونکہ وجود عالم کو مجازاً جائز رکھتے ہیں۔ اگرچہ حقیقت میں اس کا وجود جس طرح کہ دو معبود شریعت میں روا نہیں اور اہل شریعت دو وجود جائز رکھتے ہیں ایسا بسبب ۱۰۵ دوسرے خدا کا یعنی ایک حادث دوسرا قدیم روا رکھتے ہیں۔ اور یہ حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت باری ہے کہ اس کی کہنت تک رسائی ناممکن ہے اور اس سے ہر شخص حیرت میں ہے کہ اگرچہ غیر کا وجود اس میں غیر نظر آتا ہے اور بندہ اور معبود کا تعلق پیش آتا ہے اور امر و نہی، ثواب و عذاب سے واسطہ پڑتا ہے :

دوئی را نیست رہ در حضرت تو (دوئی کا وجود ہی نہیں)

ہمہ عالم توئی یا قدرت تو (سارا جہاں تو ہے یا یہی قدرت)

بس بندہ بن کر رہو لیکن اپنی خودی کی بند میں نہ رہو تاکہ خدا کو پاسکے اور ہستی حق میں داخل ہو جا

رہ عقل جز بیچ در بیچ نیست

بر عارفان جز خدا غیر نیست

عقل کا راستہ نہایت پیچیدہ ہے لیکن عارفوں کے نزدیک خدا کے سوا کوئی کچھ نہیں ۔

عزیز من! انبیاء علیہم السلام نے خدا کو ایک کہا ہے کیونکہ وجود ایک ہے اور انہوں نے خلق

کو دعوت دی کہ خدا کو ایک کہیں۔ اور دین اسلام قبول کریں کیونکہ کفر و شرک کیا ہے وہی تعلق بغیر ہے

اسلام تعلق بحق ہے پس جس قدر تعلق بحق ہو اُسے اسلام سمجھو اور جس قدر تعلق غیر کے ساتھ ہو اُسے کفر و

شکر سمجھو: ۷

ہرآن کو غافل ازوے یک زمان است

دراں دم کافر است آمانہاں است

جو شخص حق تعالیٰ سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل ہے وہ اس وقت کے لئے کافر ہے اگرچہ اس کا کفر ظاہر نہیں ہوتا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مَا شَفَعَكَ عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ طَاغُوتَكَ

جو تیری غیر حق سے مشغولی ہے وہی تیرا شیطان ہے۔

پس جو شخص رویا اسی غم سے رویا:

سودہ گشت از سجدہ بناں پشانیم

چند خود را تہمت دینِ مسلمانی نہم

سجدہ بناں سے میری پشانی گس گئی میں کیسے مسلمانی کا دعویٰ کروں۔

يَا لَيْتَ رَبِّ مُحَمَّدًا لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا

کاش محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا۔

یہ نالہ و فریاد اسی وجہ سے ہے کیونکہ غیر سے تعلق کے بغیر چارہ نہیں:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ

ان میں اکثر جو ایمان لائے اللہ سے مشرک ہیں۔

کی تیغ نے مردانِ خدا کی کمر توڑ دی ہے۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ معدوم ہو جائیں اور ان کا نام و نشان تک نہ رہے کسی نے خوب کہا ہے:

کاش کہ ہرگز نبودے نام من

تا نبودے جنبش و آرام من

کاش کہ میرا نام و نشان نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کوئی حرکات و سکنات سرزد نہ ہوتیں۔

عزیز من! مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی غم و اندوہ کی وجہ سے پہاڑ پر چڑھ گئے تاکہ اپنے آپ کو نیچے پھینک کر ہلاک کر ڈالیں۔ اور بے نام و نشان ہو جائیں۔ تجھے کیا معلوم کہ یہ کیا شور ہے اور عارفوں کی گردنوں پر کیا تلواریں چل رہی ہیں:

ذنبی عظیم فاندہ لا یغفر الذنب العظیم الا رب العظیم

میرا گناہ عظیم ہے اور اسے کوئی معاف نہیں کر سکتا سوائے رب عظیم کے۔

یہ نعرہ اسی درد کی وجہ سے ہے۔ ہر شخص کا گناہ اس کے اپنے مرتبے کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ گناہ شرک خفی کہلاتا ہے جس کی تمیز بہت مشکل ہے لیکن مردانِ خدا بین خود بینی کو روا نہیں رکھتے اور خود بینی کو شرک سمجھتے ہیں:

گر مرا کار بہ سجادہ برآمد فبہا

ورنہ اینک من اینک بت اینک زنا

اگر سجادہ یعنی مصلے پر بیٹھے میرا کام بن گیا تو بہتر یعنی اگر صوم و صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ میں شرک خفی سے بچ گیا اور خود بین نہ رہا تو بہتر ورنہ مشرک جلی اور کافر ظاہری اور میرے درمیان کوئی فرق نہیں۔ عزیز من! خود بینی حرام ہے کیونکہ جب خود نہیں ہے تو خود کو دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کسی نے خوب کہا ہے:

در ہر چہ نظر آید غیر از تو نمے بینم

غیر از تو کسے باشد حقاً چہ مجاہد

میں نے جس چیز کو دیکھا تیرے سوا کچھ نہ دیکھا۔ تیرے سوا ہو کون سکتا ہے کہ ہستی کا

دم بھرے۔

عزیز من! اگر یہ پہاڑ (انسان کا جسم) ظاہر پوستوں کے قول کے مطابق متحقق الوجود ہوتا خود بینی کیوں حرام ہوتی اور مردانِ خدا کی جان کیوں جاتی:

خون صدیقال ازیں حسرت برینت

آسمان برفرق ایشان خاک ریخت

اسی حسرت کی وجہ سے اولیاء اللہ کا خون خشک ہوا اور انہوں نے اپنے سر میں مٹی ڈالی۔
عزیز من! مردانِ خدا جب خود بینی کے مرتکب ہوتے ہیں تو خدا بین نہیں ہوتے اس لئے وہ یہ
نوحہ کرتے ہیں :

انگورہ خرابات نشد بے دین است

زیرا کہ خرابات اصول دین است

جو کوئی شراب خانے میں نہ گیا بے دین رہا کیونکہ شراب نوشی اصول دین ہے۔ مطلب یہ ہے
کہ جس شخص نے وصول الی اللہ کے بعد دوئی جو کہ تقاضائے عبودیت ہے قائم نہ کی اصل دین محروم
رہا شعر کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جو شخص نشہ توجید (وحدت الوجود) سے محروم رہا حقیقت
اسلام سے بے بہرہ رہا کیونکہ دراصل ایک ہونا اور دوئی مٹانا دین ہے۔ پہلا شرح صاحب
عبودیت اور بقا باللہ کی ہے اور دوسری فانی فی اللہ کے نقطہ نگاہ سے ہے اور دونوں

اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں۔

پس مردانِ خدا زنا باندھ کر بت خانے آتے ہیں اور پروا نہیں کرتے کیونکہ وہ اپنے ظاہر و باطن دونوں
کو کفر و شرک سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آپ سے بیزاری اختیار کرتے ہیں۔ اور خاکساری اور خواری سے پرہیز
نہیں کرتے تاکہ دراصل اللہ ہوں اور حقیقی معنوں میں مسلمان بنیں :

بر درخت بقا دو جہانی !

از رہ کفر در مسلمانانی !

تیرے چہرے نے دونوں جہانوں کو برباد کر دیا۔ یہ راستہ تو کفر کا تھا لیکن مسلمانانی کی طرف
لے گیا یعنی صنم پرستی تھی تو کفر لیکن چونکہ اس سے متاع دو جہاں تباہ ہو گیا اس لئے
مسلمانانی کی طرف لے گیا۔

اس کے معنی یہ نہیں کہ انھیں کفر سے کوئی تعلق ہے یا اُسے کوئی اہمیت دیتے ہیں بلکہ کفر سے بیزاری
ہیں اور طلبِ حق میں جانبازی اور سراندازی سے کام لے کر حق تعالیٰ کے ہم راز بن جاتے ہیں۔

افسوس کہ اہل ظاہر خواہ مخواہ شور مچاتے ہیں اور مردانِ خدا کو دیوانہ کہتے ہیں پتھر مارتے ہیں۔ دار پر پڑھاتے ہیں۔ لیکن یہ حضرات اللہ کے ساتھ اپنا تعلق صحیح کر لیتے ہیں اور منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔
وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُوْنَ .

مکتوب ۱۰۹

بجانب شیخ خاں دریا بادی در بیان راہِ حق و راہِ جنت۔

حق حق حق!

آپ کا خط موصول ہوا دل کو بہت فرحت ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔
خط و کتابت جاری رکھنی چاہئے۔ شب و روز کام میں مشغول رہنا چاہئے اور شغل باطن میں ہر وقت جدوجہد کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ راہِ حق ہے اور مردانِ خدا کو حق تک پہنچا دیتا ہے۔ دیگر اعمال صالحہ مثل نماز روزہ وغیرہ سے آدمی جنت تک رسائی حاصل کرتا ہے اس سے بھی چارہ نہیں کیونکہ یہ بھی فرض عین ہے یہ طلبِ حق ہے اور طلبِ دین۔ لا الہ الا اللہ طلبِ حق ہے اور محمد رسول اللہ طلبِ دین ہے۔ چنانچہ لا الہ الا اللہ سے اللہ تک اور محمد رسول اللہ سے جنت تک رسائی ہوتی ہے اور راحتِ ابدی نصیب ہوتی ہے (یعنی پابندیِ شرع سے) اور راہِ حق یہ ہے کہ زبان کا ذکر دل تک پہنچے اور دل سے سر تک، سر سے رُوح تک پہنچے یہ ذکرِ ذات اور مشاہدہ حق ہے کیونکہ ذکرِ زبان طاعت ہے اور یہ لازمی ہے ذکرِ دل حضور (حضور) ہے ذکرِ سر نور ہے، یعنی از خود نفور ہے (یعنی ترکِ خودی) اور ذکرِ رُوح، رُوح دریا جان ہے اور یہ اس دنیا میں مشاہدہ حق اور آخرت میں رویتِ حق ہے کسی نے خوب

کہا ہے: ہر کرا ال آفتاب اینجا بیافت

آنچہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

جس کسی پر وہ آفتاب توحید اس دنیا میں چمکا جس چیز کا اُسے آخرت کے لئے وعدہ تھا
اس جہان میں مل گیا۔

بس اس بات کی ضرورت ہے کہ نقوشِ غیر کو قوتِ ملاحظہ (شعلِ دوام) کے ذریعے دل سے مٹائے
تاکہ جمالِ حق کی تجلی حاصل ہو اور پردہ اٹھ جائے۔

پھول نماںد در دل از اختیار نام

پردہ از محبوب بر خیزد تمام

جب دل سے غیر کا نام و نشان مٹ جاتا ہے تو محبوب کے رُخِ نور سے پوری طرح پردہ
اٹھ جاتا ہے۔

مردانِ خدا کی جنت میں سوائے خدا کے کچھ نہ ہوگا۔ مافی الجنة احد سوى الله۔

اور مومنین کی جنت میں حور و قصور من الله و شان بینھا

یہ فرق مراتب ہے:

نکل فی جنة ولكن المؤمن فی الجنة للعارف

فی الجنة لله لا للجنة فالله للعارف والجنة المؤمن۔

سب جنت میں ہوں گے لیکن مومن جنت میں جنت کے لئے ہوگا اور عارف جنت میں اللہ

کے لئے ہوگا نہ کہ جنت کے لئے۔ پس اللہ عارف کے لئے ہوگا اور جنت مومن کے لئے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر فردوس میں مجھ سے ایک لمحہ

کے لئے بھی حجاب ہو جائے تو اس قدر فریاد کروں گا اور نعرہ ماروں گا کہ دوزخیوں کو بھی مجھ پر رحم

آجائے گا۔ حضرت رابعہ بصریؒ فرماتی ہیں کہ اس جہان میں ذکرِ دوست سے زندہ ہوں اور اگلے

جہان میں رویتِ دوست اور جمالِ دوست سے زندہ ہوں گی۔ عین القضاة فرماتے ہیں:

ایں جا خوردن و آشامیدن و آنجا خوردن و آشامیدن حاشا و کلاً۔ کہ اس

دنیا میں بھی کھانا پینا اور آخرت میں بھی کھانا پینا یہ ہرگز نہ ہوگا۔ یعنی اس دنیا میں

خواہشات سے پرہیز کرے گا تب آخرت میں نعمت ملے گی۔
 کمال ہے مردان خدا کی ہمت کا کہ غیر سے قطع تعلق کر کے اللہ کے ہو جاتے ہیں۔ پس جنت، عرش
 اور فرشتے سب کے مالک بن جاتے ہیں؛

مَنْ لَهُ الْمَوْلَىٰ فَلَهُ الْكُلُّ
 جس کا مولا ہے سب کچھ اس کا ہے۔
 عزیزِ من! جنت، کو جنت کی خاطر حاصل کرنا بے کار ہے خبردار یہ غلطی نہ کرنا۔ کسی نے خوب کہا ہے؛

جنتِ نرؤم تارخِ زیبا تو نہ بینم
 فردوسِ چہ کار آید کہ یار نباشد
 جب تک تیرا رخ انور نہ دیکھوں گا جنت میں نہ جاؤں گا۔ وہ بہشت میرے کس کام کی جس
 میں یار نہ ہو۔

کسی نے رابعہ بصریؒ سے پوچھا کیا آپ جنت چاہتی ہیں۔ فرمایا؛

الْحَبَّاءُ ثُمَّ الْتَدَامَا۔ یعنی پہلے صاحب خانہ اس کے بعد خانہ۔

شاید رابعہ بصریؒ نے شادی اس لئے نہ کی کہ خدا کی محبت کے سوا کسی کی محبت کو دل میں جگہ دینا گوارا
 نہ کیا۔ طلبِ حق میں انھوں نے سب کچھ تہ تیغ دیا کیا جان کیا جہان

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَىٰ۔ اور مرد برابری نہیں کر سکتا عورت کی۔

سے یہی مراد ہے۔ معلوم نہیں کیا کہہ رہا ہوں اور کہاں چلا گیا ہوں۔ عاقبت محمود بادشاہؒ نے فرمایا۔

مکتوبہ

بجانب شیخ عبدالرحمن ایڈانے خلیق کو برداشت کرنے
 اور ان کے ساتھ حسنِ خلق کے بیان میں۔

حق حق حق!

سب امور مشکور ہیں اور شکر بے حضور بے نور و بے سرور بلکہ نفور ہے یعنی اگر حضور ہی

حاصل نہیں تو شکر میں کیا لذت؟

لا یفرتکم باللہ الفرور تجھے غرور اللہ سے مغرور نہ کرے۔

غزوة قتال تو خون با بہازی مے کند کافرے خنجر کشیدہ ترک تازی مے کند

غزوة شوخ و دیر و کافرے جادوئے از سر خود خاستہ با تیغ بازی مے کند

حال در بینی چہ بینی زنگی عیار مست بے ادب گشتہ برہیں در کعبہ بازی مے کند

اسے تیرا غمزہ کھیل کو دا اور ہنسی مذاق میں کئی جانیں دلے رہا ہے۔ کافر سے مراد لا ابالی

شان والا محبوب ہے یعنی شان لا ابالی میں محبوب نے تلوار ہاتھ میں لے رکھی ہے اور عاشقوں

کو قتل کر رہا ہے۔

جاننا چاہیے کہ الوقت سیف قاطع (وقت ایک تلوار ہے کانٹے والی) وقت کے ساتھ

نباہ کرنا چاہیے یہ جو شخص قضا پر صبر نہیں کرتا تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کے

شر سے بچائے قرآن مجید میں آیا ہے:

وَكذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَجِيْبٍ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِيْنِ

اور جس طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شیطان دشمن پیدا کئے اومیوں میں سے اور جنوں میں سے۔

لہذا شکایت کی کہاں گنجائش ہے تسلیم و رضا اختیار کرنا چاہیے۔ ورنہ زندہ رہنے اور زندہ نہ

رہنے میں کیا فرق ہے۔ یہ سب بلا و مصیبت تیرے وجود سے ہے اگر تو نہ ہوتا تو کچھ نہ تھا۔ تو اپنے

آپ کو درمیان سے اٹھا دے اور سب مصائب تم سے اٹھ جائیں گے۔ اور ہمیشہ استغفار سے

۱۔ یعنی جو کچھ قضا میں ہوا اسے تیرے دل سے قبول کرنا چاہیے حدیث میں آیا ہے کہ جس نے میری قضا کے

ساتھ رضا نہ دکھائی میری بلا پر صبر نہ کیا۔

کام لیتے رہو : فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا (اللہ غفور الرحیم ہے)۔ اگر استغفار نورِ ذات سے نہ ہو تو نورِ صفات سے ہوگا۔ اگر نورِ صفات سے نہ ہو تو مغفرتِ فعل حاصل ہوگی۔

إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دے گا۔

استغفار میں بڑی فلاح ہے اور اکثر یہ مناجات پڑھنے چاہئیں :

یا رب تو بہ فعلِ من بدکار مکن

یا من تو ہماں کن کہ بدان معروفی

اے اللہ! تو میرے بُرے فعل کے مطابق میرے ساتھ معاملہ نہ کر۔ میرے ساتھ وہ سلوک

کر کہ جس سے تو مشہور ہے۔

اگر اللہ کی چشمِ عنایت ہوگی تو :

سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

تیرے لئے آسمان و زمین کی سب چیزیں مسخر ہو جائیں گی۔

کے مطابق زمین و آسمان، عرش و فرش تیرے زیرِ فرمان ہو جائیں گے اور تیرے تابع ہو جائیں گے

نیز یہ دُعا تَوَلَّيْتُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ بھی بہت مؤثر ہے اس سے شبِ غم شادی میں تبدیل ہو

جاتی ہے اور یَوَلَّيْتُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ سے وہ قرار حاصل ہوتا ہے کہ رنج و غم راحت میں تبدیل

ہو جاتا ہے اور آیہ و انزل السکینة فی قلوب المؤمنین بہت جلوہ گرمی کرتی ہے

وَلَا تَحْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا سے جرأت حاصل ہوتی ہے مجھے معلوم نہیں کہ مصطفیٰ علیہ السلام

لوگوں کے ساتھ کمالِ صفائے باطن کی وجہ سے کیا معاملہ کرتے تھے اور کس حُسنِ خلق کا ثبوت دیتے

۱۔ یعنی قربِ فرضِ غفرانِ ذات میں ہے جس سے بندہ ^{کما ذات} حق تعالیٰ کی ذات میں گم ہو جاتی ہے اور

قربِ نفل میں غفرانِ صفات ہے جس سے بندہ کی صفات حق تعالیٰ کی صفات میں گم ہو جاتی ہیں اگر یہ

بھی نہ ہو تو غفرانِ فعل ہوگا جو تمام مومنین کے لئے لازم ہے۔

تھے اور لوگ کس قدر ایند اپنی تھے۔

وَمَا أَوْذَىٰ نَبِيٍّ مِّثْلَ مَا أُؤذَىٰ

کسی نبیؐ کو اتنا ایند نہیں پہنچا جتنا مجھے پہنچا۔ (حدیث)

یہ اعلان کر دیا گیا ہے تاکہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں گامزن ہو، فلاح پائے۔
اگر اس کا کوئی دشمن ہے تو دوست حامی معین اور مددگار بن جائے یہ ہم جیسے سونھکان کے حق میں

ہے: بیت = خاک کے از مردم بماند در بہاں

وز وجود عاشقان خاک ترے

عام لوگوں کے جسم خاک بن جاتے ہیں لیکن عاشقوں کے اجسام خاک ترے

وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتِ الرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ هُمْسًا

دوہڑہ ہندی = دہند ہاری جبک دہند ہا

مرک پنو جہستی اندھا!

یہ لازماً میرے حق میں ہے کوئی کہتا ہے:

يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا كاشش میں مٹی ہوتا۔

کوئی کہتا ہے:

يَا لَيْتَ رَبِّ مُحَمَّدًا لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا کاشش کہ محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا۔

کوئی کہتا ہے: = یا مُرَادِ مَنْ بَدَّهَ يَا فَارِغُ مَنْ أَرَادَ

وعدہ فرادہا کن یا چنیں کن یا چناں

یا میری مُراد پوری کر یا مجھے مُراد سے فارغ البال کر یا وعدہ فرادہ ترک کر یا یہ کر یا وہ کر۔

عراقی بچارے کے منہ سے یہ نال نکلا:

اے کاشش نبودے عراقی
کز تست ہمہ فساد باقی!

کاشش کہ عراقی نہ ہونا کیونکہ اسی کے وجود سے سارا فساد مچ گیا ہے۔

إِنَّ صَلَوَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

تحقیق میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو پالنے والا
ہے سب جہانوں کا۔

تو یہ کہے یا نہ کہے :

إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ اللہ یہ کہتا ہے کہ میں تمام جہانوں کے نیار ہوں

بیت۔ تا توے باشی عدد بینی ہمہ

چوں شومی فانی احد بینی ہمہ

جب تو ہے اعداد یعنی کثرت سے تجھے واسطہ رہے گا جب تو فنا ہو جائے گا تو ذات احد
کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ تیرے بس کی بات نہیں ہے۔

یہ ایک تلوار ہے جو سب کو کاٹ رہی ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ میدان میں آئے اور میدان میں آئے
تو کیونکر آئے؟ آئے اور انھوں نے ہزاروں کو خون کے گھاٹ اتار دیا اور کئی ہزار اولیاء کو
تہ تیغ کر ڈالا۔ یہاں کس کی دال گلتی ہے تو خود نمائی چھوڑ دے اور اپنے آپ کو خودی سے فارغ
کرے۔ فراغت کو غنیمت جان۔

از ازل آزال چہ دریا است این

تا ابد آباد چہ صحرا است این

ازل سے یہ کیا دریا چل رہا ہے اور ابد تک یہ کیا صحرا ہے یعنی موجودات عالم کا یہ کیا

لانہایت سلسلہ جارمی ہے۔

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ
الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا

جس دن جبرائیل اور دیگر ملائکہ صف باندھے کھڑے ہوں گے یعنی عالم القباس ختم ہو
جائے گا۔ اور ظہورِ حق جلوہ گر ہوگا۔ اس روز کسی کو کلامِ صواب کے سوا کچھ کہنے کی اجازت
نہ ہوگی۔

حالِ ابرہے گفتارِ ابرہے اور کامِ ابرہے پس جزا کیا ہوگی ابرہے سے ابرہے۔
ادْفَعِ بِالنِّسْبِ إِلَىٰ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ
وَلِيٌّ حَمِيمٌ؟

(آپ نیکی سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے تو پھر یہ ہوگا کہ جس شخص میں اور آپ میں عداوت
ہے، وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے)۔

یہ کیا ہی اچھی تلوار ہے۔ افسوس سخنِ طویل ہو گیا۔ کیا کروں جگر کباب اور خون آب ہو گیا ہے حرف
'لا' حرف 'الہ' پر وارد ہوا اور تجھے مجھے اور اُسے درمیان سے نکال دیا اور کہا:

۵۔ اوہم نبودہ من بدم من محمد یرینام

وہ بھی نہیں تھا اور میں تمہا میں پرانا طمد ہوں۔

حسد اور بندہ یہ تیرا پیوند ہے۔ ورنہ اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن وہی ہے
وہ ہستی مطلق ہے۔ اطلاق اور قید کی وجہ سے تو اُسے محدود کہتا ہے واصل نہ واجب ہے نہ
ممکن، نہ قدیم نہ حادث، نہ متمنع نہ جائز۔ یہ سب تیرا برپا کیا ہوا شور ہے:

مردانِ خدا اپنے آپ کو دیکھ کر یہ نعرہ مارتے ہیں :

«يَا لَيْتَ أُمَّتِي لَمْ تَلِدْنِي» کاش کہ میری ماں مجھے نہ جنتی ۔

لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا اور میں کچھ نہ ہوتا ۔

خدا تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہی ہے اور اسی کو جان۔ درمیان میں اور کوئی چیز نہ دیکھ۔
اگر لا الہ کے بعد الا اللہ نہ کہا تو کیا ہوتا۔ عدم کے سوا کچھ نہ رہتا۔ پس الا کہنے سے اول و آخر
نمودار ہوئے اور خدا اور خلق ظاہر ہوئے اور اس کے ساتھ ہدایت و ضلالت و جود میں آئی۔ کسی
نے خوب کہا ہے :

در عدم لا الہ نیست بدست جان ما

گفت چوں الا اللہ ما ہمہست آدمیم

لا الہ کے عدم میں ہماری جان نیست و نابود تھی جب الا اللہ کہا تو ہم سب وجود میں آئے۔

یہ کیا شور و غوغا ہے کوئی مومن ہے کوئی کافر، کوئی مطیع ہے کوئی گنہگار، کوئی راہ راست پر ہے کوئی بے راہ
ہے، کوئی مسلم ہے کوئی پارسا، کوئی ملحد ہے کوئی ترسا سب ایک ہی سلک میں منسلک ہیں۔
در حقیقت :

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ

تم کوئی چیز نہیں چاہ سکتے بجز اس کے کہ اللہ چاہے یعنی اللہ کے ارادے کے بغیر تم

کوئی ارادہ نہیں کر سکتے۔

مومن اور کافر، جبریہ اور قدریہ، ابا حنیہ اور حنبلویہ اور اتحادیہ سب کے سب صحرائے وجود میں
آئے اور وجود وہی ایک وجود ہے اور وہ وجود خدا ہے جلّ علاء۔ دو خدا اس لئے جائز نہیں کہ دو
وجود نہیں۔ اور ایک وجود میں بندہ اور خدا کا ظہور ہوا اور یہ ابتلا تا قیامت قائم رہے گا :

آدمی بہر بے غمی را نیست

بیت ۷

پائے در گل جز آدمی را نیست

آدمی بے غمی کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ اور آدمی ہمیشہ کے لئے مصیبت میں گرفتار ہے۔
افسوس میں کیا لکھ گیا۔ خاک اپنے سر پر پھینکتا ہوں:

يَا دِيلْتِي لَيْتَنِي لِمَ اتَّخَذْتُ
فَلَانًا خَلِيلًا

وایے افسوس! کاش، میں فلان کو دوست نہ
بناتا۔

اس سے سب کی جان نکل رہی ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا
جو باحق ہے اس کا مخرج نجات ہے۔

کا دور دورہ ہے بہیہات! بہیہات! کوئی کیا کرے:

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْلَمُونَ

اور اللہ تمہارا خالق ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کا۔

لیکن تجھے گمان ہو گیا ہے کہ اپنے کام کا فاعل میں ہوں۔ پس تجھے چاہیے کہ اپنے آپ کو صحرانے

لامکان میں دوڑگانے کے قابل بنائے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا

پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو راتوں رات۔

کی جلوہ گری ہے اور رات کو دن کا شرف بخشا ہے بلکہ وہ ایسی رات ہے جس پر عرش بھی فخر کرتا

ہے۔ لیکن الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى۔

لہذا تعالیٰ اپنے اسمِ رحمن سے عرش پر قائم ہے یعنی مخلوقات کے لئے سراپا رحمت ہے۔
کا جمال بھی موجود ہے۔ یہاں عرش پر قیام استقرار و جدانی ہے نہ کہ مکانی۔ الحمد للہ رب العالمین۔
عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۱

بجانب شیخ عبدالرحمن رویت کے بیان میں یعنی اس
جہان اور اس جہان میں رویتِ حق کے بیان میں۔

حق حق حق

.... آپ کے خط میں لکھا تھا کہ مشائخ کے خرقہ کی برکت سے یہ بندہ گھر کی طرف چلا گیا
اور شکر کی جانب نہ گیا۔ غرضیکہ ابراہیم آباد پہنچا تو رات کو جو واردات ہوئے وہ سابقہ واردات
کی طرح نہ تھے بلکہ اس طرح تھے کہ پہلے کبھی وارد نہ ہوتے تھے۔ جب دہلی کے شہر میں پہنچا تو
عشاء کی نماز کے بعد نوافل میں مشغول تھا کہ مجھے الہام کے ذریعہ خبر کی گئی :

بَان لَا تَقْدَمُ لَهُ مَنْدٌ

یہ سب درست اور صحیح ہے بے شک مریدین صادق کے لئے بمطابق آیہ کریمہ :

سَبَقَتْ لَهُمُ الْحُسْنَى

ہمیشہ تقدیم ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ظاہری تقدیم و تاخیر کا زیادہ اعتبار
نہیں ہے :

نَحْنُ السَّابِقُونَ الْآخِرُونَ

یہ شارع علیہ السلام کا فرمان ہے۔ بلکہ اس میں ایک سر عظیم (بڑا راز) پوشیدہ ہے۔ هُوَ
 الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ (وہی اول ہے اور وہی آخر ہے) اور دنیائے دوں سے روگردانی کرنا آخرت
 کا طلب کرنا اور وارداتِ ربانی حاصل کرنا بڑی دولت ہے۔ جب تک جمالِ شیخِ کامل پر وہ غیب
 سے مریدِ صادق کے دل پر جلوہ گر نہیں ہوتا یہ دولت میسر نہیں ہوتی۔ پس اس راستے میں استقلال
 اور ثابت قدمی کے ساتھ چلتے رہو۔

یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ نماز تہجد کے بعد ذکر چار ضربی میں مشغول ہونے کے بعد استغراق
 لذت، اور محویت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ دائرہ تحریر سے باہر ہے اور یہ کہ استغراق کے بعد
 عالمِ صحو (ہوشیاری) میں اس قدر فرحت محسوس ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ سبحان اللہ!
 مردانِ خدا کے ذوق و شوق کا یہی عالم ہوتا ہے کہ کون و مکان کی حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔
 یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ذکر جہری کے وقت کبھی کبھی گریہ غالب آجاتا ہے اور نعرہ لگانے کو جی
 چاہتا ہے لیکن ادبِ شیخ مانع ہوتا ہے۔ خدا کرے اس میں ترقی ہو اور مزید ترقی ہو۔ مردانِ خدا
 کے وارداتِ اسی طرح ہوتے ہیں چونکہ ذاتِ باری تعالیٰ کی کوئی حد نہیں اس لئے واردات
 کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ اور ہر عارف کے لئے خواب و بیداری کے درمیان (یعنی عالم واقعہ
 میں) نئے واردات ہوتے ہیں :

لہ الکبریاء فی الارض وهو العزیز الحکیم تلك خیالات

تربی بہا الاطفال العریقة۔

(اسی کے لیے کبریائی ہے کائنات میں اور زبردست حکمت والا ہے یہ وہ حقائق

ہیں جن سے اہل طریقت پرورش پاتے ہیں۔)

مے نوش، مے جوش و مخروش (پس پیتے رہو اور جوش کے ساتھ کام کرتے رہو لیکن ضبط
 سے کام لو آواز بلند نہ کرو) اور اگر مجبوراً منہ سے کچھ نکل جائے تو ہاتھ سے کچھ نہ جانے دو کیونکہ
 مرغِ سحر اگر چہ بے بس ہو کر صبح کے وقت بول اٹھتا ہے لیکن کچھ ضائع نہیں ہونے دیتا۔ پس

نم بھی کسی کی طرف التفات نہ کرو اور دوست کی طرف سے جو کچھ وارو ہو اس پر اکتفا کرو:

فَلَيْسَ مَعَهُ إِلَّا اللَّهُ وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اس کے ساتھ سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں اور وہی ہے آسمانوں اور زمین میں۔

یہ ہے عارف کی دولت۔ اور کیا ہی اعلیٰ دولت ہے! اور یہ جو گریہ طاری ہو جاتا ہے بہ نعلبہ شوق کی وجہ سے ہوتا ہے اسی طرح نعرہ لگانے کی خواہش بھی دوست کی محبت کی وجہ سے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اگر چہ ظاہراً یہ حالت فراق ہے لیکن حقیقتاً وہی خود طالب ہے اور وہی غلو ہے۔

وَأَنْفِ لَفَقَّاسٍ لِمَنْ تَابَ

اور ہم بخش دیتے ہیں اس کو جو توبہ کرتا ہے۔

یہ بڑا کرم ہے۔

وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا

اور تمہاری کوشش بار آور ہو گی۔

یہ مرثدہ جانفزا ہے۔

محبوب حقیقی نہایت حسن و رعنائی کے ساتھ جلوہ گر ہے اور عاشقوں کی طرف سے ہر جگہ شور و واہیلا ہے لیکن محبوب کا ناز اور عاشقوں کا نیاز اور گریہ و زاری کیا ہے دراصل پڑہ سغیب میں لَيْسَ إِلَّا هُوَ (اس کے سوا کچھ نہیں) وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (اور وہ زبردست حکمت والا ہے)۔ کہاں کا ہجر و فراق اور کہاں کا وصل و وصال۔

مِنْهُ بَلَاءٌ يَكُونُ إِلَيْهِ يَعُودُ (اسی سے بلا کا نزول ہے اور اسی کی طرف رجوع ہے)۔

یہ ایک راز ہے۔ ذکر چہار ضربی اور ہر ضرب کے ساتھ چار اسم صفات اور ایک اسم ذات جاری رکھو۔ یہ ذکر اکبر اعظم ہے تین اسمائے صفات اہمات اور ایک اسم ذات حاضر چوتھی ضرب میں جاری رکھو اور ذکر ذوق و شوق کے ساتھ اور حضور قلب کے ساتھ کرنا چاہئے اگر خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہو جیسا کہ تم نے لکھا ہے تو اسے جمال شیخ سمجھنا چاہئے امید ہے کہ اس نعمت کے بعد فتح باب حاصل ہو جائے گا۔ سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ اہل دینا کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے۔

وما التصوف الا بالزهد والتقوى وما هذا الا صفاً الظاهر
والباطن وذاکاً ومن الالتفات والتوجه بالخلق کل وجملہ۔

(اور نہیں تصوف سوائے زہد و تقویٰ کے اور صفاً ظاہر و باطن کے سوائے انہیں اور ذکار التفات

اور توجہ بالخلق کے سوائے)۔

ورنہ بت پرستی اور خود پرستی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا :

رباعی

سالک اسلام گر آسان بودے ہر کسے چون شبلیؒ و ادھمؒ شدے

تاگردی تو مسلمان از دروں کے توانی شد مسلمان از ہر دوں

اے سالک راہِ حق اگر اسلام آسان ہوتا تو ہر شخص شبلی اور ابراہیم بن ادھم بن جاتا۔

جب تک تو اندر سے مسلمان نہ ہوگا باہر سے ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔

ہیہات ہیہات! کیا دن دیکھنے میں آئے ہیں کہ دنیا پیروں اور مریدوں سے بھری پڑی ہے

لیکن کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔ پیری اور مریدی کیا ہے سب بت پرستی اور خود پرستی بن گئی ہے۔

العیاذ باللہ من ذالک (خدا تعالیٰ اس سے بچا دے) یہ سب میرا اپنا ماتم ہے

جو دوسروں کی نصیحت میں کیا گیا ہے :

لان من عرف لا یصلح الا عانۃ لاحد

روایت ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ کے ایک مرید نے ایک بادشاہ کے پاس خط لکھا

اور اس خط میں سلوک تحریر کیا اس سے اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور سارا کام بگڑ گیا۔ وہ مرید شیخ

جنید کے پاس حاضر ہو کر فریاد کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا تیرا چہرہ کیوں نہ سیاہ اور کام کیوں

نہ تباہ ہوا تو بادشاہوں کے خط میں سلوک کا ذکر کرتا ہے وہ مرید صادق تھا اس نے نہایت

صدق و نیاز اور آہ و زاری کے ساتھ توجہ کی اور چھ ماہ تک کسی کو منہ نہ دکھایا۔ حضرت شیخ نے اس کے حال پر رحم فرمایا اور چھ ماہ کے بعد اس کا چہرہ سفید ہو گیا اور کام درست ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

اے برادر! عقل مندی اور بات ہے اور جاں بازی اور جاں بازی کرنا اور بات ہے آج درویشی لقمہ فروشی بن گئی اللہ تعالیٰ ہم تباہ حالوں کو اس درویشی اور دیں فروشی سے محفوظ رکھے۔ پہلے ہمیں مسلمان بنا چاہیے اس کے بعد درویشی۔ ہمیں اپنے مشائخ کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے اور اللہ کے ساتھ خلوص برتنا چاہئے :

هَسْرَةُ التَّوَمَاتِ يَشْقَى جِلْسَهُمْ

یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں جاتا۔ (الحديث)

یہ ہمارا سہارا ہے۔

اور شجرہ شریف کو اس طرح لکھنا چاہئے کہ پہلے اپنے نام سے شروع کرنا چاہئے اور تمام مشائخ اور رُؤل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس و مناجات پر ختم کرنا چاہئے۔ بعض مشائخ ادب کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام گامی سے شروع کرتے ہیں لیکن ہمارے مشائخ کا طریقہ یہی ہے کہ اپنے نام سے ابتدا کر کے توجہ اور التجار مشائخ عظام سے کہتے ہیں اگر مرید صادق، مشائخ کے ساتھ حلقہ بگوش ہو جائے تو مشائخ عظام فیضان کے چشمے کھول دیتے ہیں لپیر رید کو چاہئے کہ اپنے آپ کے ساتھ کوئی چیز منسوب نہ کرے بلکہ جو کچھ چاہے ہو مشائخ کا رسم سمجھے اور اپنے آپ کو صرف آلہ کار اور بہانہ تصور کرے۔ نیز اس کام کا حصول دنیا اور عزت و مقبولیت کا خیال دل میں نہ لائے۔ تاکہ مشائخ کے سامنے رسوائی نہ ہو

وَاللَّهُ الْمَوْفِقُ لِلْعِبَادَةِ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی امداد فرماتا۔

امکان دیدارِ الہی

اے برادر! دیدارِ الہی آخرت میں ہوگا۔ اس دنیا میں نہیں ہوگا۔

کہ زکے اس ذات پاک اور ذات باقی کا دیدار دنیا کے فساد اور دنیا کے فانی میں ہونا خلاف حکمت اور خلاف وعدہ ہے۔

ہر چند جائز است کہ ہر جا است در وجہ جواز مختص بمکانے دون مکانی
و بزمان دون زمانی نبود مختص در نزد خداوند پاک منزہ مقدس از جہت
وجا و مکان و زمان است خصوص بمکان و زمان نبود۔

(اگرچہ رویت جائز ہے۔ یہاں جواز کے لیے مکان و زمان کی نفی لازمی ہے کیونکہ ذات
حق بہت زمان و مکان سے پاک و منزہ ہے)

اہل سنت اور اہل حق! اجماع اسی بات پر ہے کہ خدا تعالیٰ کا دیدار دار دنیا میں واقع نہیں
ہوتا نہ سر کی آنکھ سے نہ دل کی آنکھ سے لیکن رفع حجاب اور رویت کے مستطاب جو کچھ بزرگوں
نے فرمایا ہے مشاہدہ:

بیت۔ ہر کرا ان آفتاب اینجا بتافت

ہر چہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

جس کہ پر وہ آفتاب اس دنیا میں چمکا جو کچھ آخرت کے لئے وعدہ تھا اسی دنیا میں
ملے گا۔

بیت۔ دیگر اں را وعدہ گر فردا بود

لیک مارا نقد ہم اینجا بود

جو دوسروں کے لئے کل کا وعدہ ہے ہمارے لئے وہ آج نقد ہے۔

غرض یہ کہ جس بزرگ کا قول اس مضمون پر وارد ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس رویت
کا آخرت کے لئے وعدہ تھا اس کا اس دنیا میں چشم یقین سے مشاہدہ حاصل ہو گیا اور مرتبہ
کے لئے رویت مشاہدہ بلند ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

لو کشف العطاء ما اذت یقیناً

اگر میرے سامنے پردہ بھی اٹھ جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا۔

یعنی مشاہدہ حق میں میرا یقین اس جگہ پہنچ گیا ہے معاینہ یا رویت وہی ہے جو مشاہدہ و یقین ہے اور اسے دیدارِ برتر کہتے ہیں۔ اس مقام کے بزرگ کون و مکان سے گذر کر کشفِ حق اور مشاہدہ رب میں بلند پرواز کر جاتے ہیں اور زمان و مکان کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں نہ یہ کہ خارج میں زمان و مکان اور دنیا کو اٹھایا ہے اور آخرت تک پہنچ گئے ہیں کیونکہ یہ اعتقاد باطل ہے یہ مقام مردانِ حق کو حاصل ہوتا ہے کافروں کو حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن عام مسلمان جو ایمان کے سب سے نچلے درجے میں ہوتے ہیں خداوند تعالیٰ کے متعلق اس قدر دیکھتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ خالق کائنات ہے اور ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ جو دیکھنا ہے وہی جاننا ہے کہ صفائے قلب کی وجہ سے حجاب اٹھ جاتا ہے اور رب العلیین کا مشاہدہ عین یقین (یقین کی آنکھ) سے حاصل ہوتا ہے نہ یہ کہ ظاہری پردہ اٹھنے سے رویت (عین دیدار) حاصل ہو گیا۔ پس آدمی خیال کرتا ہے کہ میں نے خدا تعالیٰ کو دیکھ لیا ہے کیونکہ اس مقام پر وہ خود اور سارا عالم گم ہوتا ہے اور جمالِ ازل کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ پس یہ ان کا خدا تک پہنچنا اور خدائے عزوجل کا حاصل کرنا۔ چنانچہ آخرت میں بھی حجابِ عظمت و کبریائی حائل ہوگا۔ لہذا رویت مجرد (خالص دیدار) اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا جمالِ محال ہے کیونکہ اس سے عدم صرف (محض نیستی) لازم آتی ہے نہ بندہ ہوتا ہے نہ رویتِ خداوندی معتزلہ کو یہی غلطی ہوتی

۱۔۔۔ رویت مجرد اور ذاتِ بغیر تجلیات صفاتی ممکن نہیں کیونکہ مرتبہ ذات میں صفات سے قطع نظر کرتے ہوئے عدم محض ہے لہذا بزرگوں نے کہا ہے کہ کنہ ذات سے کوئی شخص آگاہ نہیں اور تجسّی کے سوا چارہ نہیں، نہ نیست کس را از حقیقت آگاہی جملہ میزند با دست تہی

یعنی حقیقت سے کوئی آگاہ نہیں سب خالی ہاتھ چلے جاتے ہیں۔

انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ جو چیز رویت کی مانع ہے وہ حجابِ فانی اور کون فانی (فانی جہاں) ہے۔ اور رویتِ حق کے لئے اس حجاب کا اٹھنا ضروری ہے۔ لیکن حجابِ جہاں باقی (یعنی آخرت) رویت کے لئے مانع نہیں ہے بلکہ جنت میں حجابِ عظمت و کبریائی ہوگا جس کے فنا ہونے سے ربوبیت و عبودیت کی فنا اور تعطل لازم آتی ہے:

وَذَلِكَ لَا يَجُوزُ قَطُّ فَاِنَّ الْبَقَاءَ صِفَتُ الْحَقِّ تَعَالَى وَالْبَاقِيَ بِصِفَةِ

الْحَقِّ لَا يَفْنَى وَلَا يَمْنَعُ رُؤْيَةَ الْحَقِّ وَهُوَ السَّرُّ الْمَطْلُوبُ فِي الرُّؤْيَةِ

وَمِنْهُ هُوَ الْحَقُّ بِالْعِيَانِ.

(اور یہ بالکل جائز نہیں ہے۔ پس بقا صفتِ حقِ تعالیٰ ہے اور جو صفاتِ حق کے ذریعے

باقی ہو گیا اس کو فنا نہیں۔ اور رویتِ حق کا مانع نہیں۔ یہ مطلوب کا راز ہے رویت میں۔

اور حق کا ظاہر ہونا آنکھوں میں)۔

اب جاننا چاہیے کہ مضمون زیر بحث یہ ہے کہ در دنیا چشمِ سراز چشمِ سر جداست۔ (دنیا میں سر کی آنکھیں دل کی آنکھ سے جدا ہے) اور مقامِ فنا جو ہے وہ فنا ہے چشمِ سراز چشمِ سر کا دیدار ایک ایسا دیدار ہے جو عین الیقین کہلاتا ہے اور یہ دیدار (دیکھنا) نہیں۔ دانستن (جاننا) ہے۔ دیکھنا

۱۔ کیونکہ جہاں فانی ایسا حجاب ہے جو موادِ تشنگ و شہہ ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا میں بعض لوگ الوہیت کے منکر ہو گئے اور یہ کہنے لگے کہ یہ جہاں خود بخود پیدا ہو گیا ہے اور خالق کوئی نہیں ہے بعض لوگ مشرک ہوئے اور دو یا تین خداؤں کے قائل ہو گئے۔ بعض حق تعالیٰ کی عنایت سے موحّد ہوئے۔ بخلاف حجابِ باقی کے جو حقیقت میں حجاب نہیں ہے وہاں پردے کا اٹھنا ہے۔ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُ الْيَوْمِ حَدِيدٌ۔ آخرت میں الوہیت، اور حقیقتِ اسلام کا ظہور لازمی ہے۔ لہذا ہر کافر موت کے وقت جب حجاب اٹھ جاتا ہے تو ایمان لے آتا ہے۔ پس رویت کے لئے جہاں فانی کے حجاب کا اٹھنا ضروری ہے نہ کہ جہاں باقی کا۔ وَاللَّهُ اعْلَمُ۔

یہ ہوتا ہے کہ پردہ اٹھ جائے اور ظاہری دیدار ہو جائے اور یہ دیکھنا چشم بستر کا کام ہے جہاں نہ کوئی حجاب ہوتا ہے نہ رکاوٹ۔ پس دنیا میں رویت واقع نہیں ہوتی اور جو شخص یہ اعتقاد رکھے مگر اہ اور بدعتی ہے اور آخرت میں چشم سر یعنی بہشت میں وہی چشم سر اور چشم بستر دونوں ایک مرتبے میں ہوں گے اور جہان فانی اور عالم محسوسات سے گذر کر عالم باقی اور نور باقی تک پہنچ جائیں گے پس اس کو دیدار کہتے ہیں اور اس کو اعتقاد دیدار جانتے ہیں :

لَا تَنَالُهُ الْمُنْتَهَىٰ إِنَّ إِلَىٰ سَرِّبِكَ الْمُنْتَهَىٰ فَاعْرِفْ فَاتِّدَّ الْعَوْتُ
ذُو الْعَوَّةِ الْمَتِينِ

کیونکہ ہر چیز کا آخری مقام وہی ہے جیسا کہ کلام پاک میں ہے کہ حق آخری منزل ہے پس تم سمجھ لو کہ وہی ہے حق تعالیٰ سب قوتوں اور طاقتوں کا مالک ۔

عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۱۲

بجانب احمد مٹھن سدھوری۔ جو ان کے خط
کے جواب میں لکھا گیا۔

حق حق حق!

... واضح باد کہ سب خرابی کی وجہ مشائخ کی صحبت کا ترک ہے نیز یہ بھی امر واقع ہے کہ

آج کل حقیقی مشائخ بہت کم ہو گئے ہیں :

پیر ہم ہست ایں زماں پنہان شدہ

بیت ۷

تنگ خلقان دیدہ در خلفاں شدہ

صحبت نیکان ز جہاں دور گشت

خوابِ عمل خانہ زنبور شد

دنیا میں نیکوں کی صحبت مفقود ہو گئی ہے اور شہد کا چہتے بھڑوں کا گھر بن گیا۔

ہم تباہ حال بحرِ جہالت اور غور میں غرق ہو گئے ہیں لیکن اپنے اوپر بزرگی کا گمان رکھتے ہیں یہی بات

صیہات! بیت ۷ آفتابے بیاید انجم سوز

پچراغ تو شب نگر دو روز

ستاروں کو نابود کرنے کے لئے آفتاب عالم تاب کی ضرورت ہے۔ چراغ جلانے سے

رات کو ہم دن میں تبدیل نہیں کر سکتے۔

درد مندی بگردِ جیسے گرد! داروئے رہ نشین چہ خواہی کرد

مہر نادیدہ ماہ کے باشد بندہ نابود شاہ کے باشد

تو بیمار ہے تو حضرت جیسے کے پاس جانہ راہ گیر سے دوائے کر کیا کرے گا جس نے

سورج کا منہ نہیں دیکھا وہ چاند کس طرح بن سکتا ہے۔ جو آج تک غلام بھی نہیں بنا بادشاہ

کس طرح ہو سکتا ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ:

الفريق يتعلق بكل حشيش فذالك عند الفرق والحشيش ولا

غرق ولا حشيش فاین التعلق فانه لاهل الكمال لا لاهل

الفرور والوبال ولو كان في العامر فكان في الاسلام لاهل الايمان

لا لاهل الطغیان وفي العلم لا في الجهل والجهل بصورة العلم جهل

ولیس یعلم۔

دو بنے والا تنگے کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب غرق بھی

ہے اور تنکا بھی۔ جب نہ فرق ہو نہ تنکا تو پھر تعلق کیا۔ یہ تعلق
اصل کمال کے لیے ہے نہ کہ اہل غرور کے لیے۔ اگرچہ وہ عام ہے
پھر بھی اہل اسلام و ایمان کے لیے ہے نہ کہ اہل طغیان کے لیے۔

اور علم میں ہے نہ جہل میں۔

مصرعہ علم کے رہ بحق نہایت جہالت است

جو علم اللہ کا راستہ نہ دکھائے جہالت ہے۔

یہ بھی ہم تباہ حالوں کی کیفیت ہے کہ چند ورق پڑھ کر اپنے آپ کو عالم و فاضل سمجھنے لگ جاتے ہیں۔
اور بڑی بڑی تقریریں کرنے لگتے ہیں اور صاحب کمال کہلاتے ہیں یہ سب جہالت ہے نہ کہ علم؛

فان العلم نور من اللہ تعالیٰ فی القلب موہوب لہ منہ

علم ایک نور ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عالم کے قلب میں وارد ہوتا ہے۔

نہ ہماری زبان اور دل کے درمیان کوئی تعلق ہے (گفتار و کردار کی موافقت نہیں) کیونکہ دل سے
گل تک سو کوس کا فاصلہ ہے (نفسانیت اور روحانیت کے درمیان ہزاروں کوس کا بعد ہے) :

بیت یوسف تو ہنوز در چاہ است

تشنہ ہنگام افسر و کلاہ است

تمہارا یوسف ابھی تک کوئیں میں پڑا ہے اور تاج و کلاہ کے باوجود تو تشنہ کام ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ :

فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ بھاگو اللہ تعالیٰ کی طرف۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ماسوائے اللہ سے دُور بھاگو۔ جاننا چاہیے کہ یہ بذاتِ خود ایک بحرِ عمیق (گہرا
سمندر) ہے۔ ہر بلو اہوس کی کیا ہمت کہ اس سمندر میں قدم رکھے لیکن جو کچھ کہنے سننے کی بات ہے
شرع میں یوں کہی جاسکتی ہے کہ :

ففرّوا من الکفر والعصیان الی الطاعة والایمان ومن الدنیا

و الآخرة تركاً ورغبةً ورجوعاً إلى الله بالحقيقة فلا جهته
ولا زمان ولا أين ولا مكان فارتفع انت من البين ولا غير فمأ
الفرار من الله فما هو الا منه اليه فلا فرار ولا حرف وانما هو
اشارة لا عبارة والمشار إليه بلا اشارة.

دھیگا گو کفر اور گناہوں سے طرف اطاعت اور ایمان کے، دنیا اور آخرت

ترک کر کے اور رغبت و رجوع کے ساتھ طرف اللہ کی۔ حقیقتاً نہ اس کی جہت

ہے نہ زمان نہ مکان (اُنْت) تو درمیان سے اٹھ گیا اور نیز، وجود ختم ہو

گیا۔ لہذا اللہ سے فرار کس طرح ممکن ہے۔ جو کچھ ہے اس سے ہے اور اس کی طرف

سے نہ اس سے فرار ہے نہ انحراف۔ وہ اشارہ ہے بغير نہیں اور اشاریہ بلا اشارہ ہے،

ہیہات ہیہات اکس مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہوں :

بیت سے سرسیت درون زلف تو سرسیت

اما چہ تو ان کو کہ با ما نکشائی

تیری زلف کے اندر ایک سرسیت راز ہے لیکن کیا کیا جائے کہ تو ہمارے سامنے زلف

نہیں کھولتا۔

ہم ہمت بلند کر کے کہتے ہیں :

آن لقمہ کہ در وہاں نگنجد بطلب و آل سر کہ درو نشان نگنجد بطلب

سرسیت میان دل درویش و خداوند جبریل امین دران نگنجد بطلب

وہ لقمہ کہ جو منہ میں نہ سمائے طلب کرو اور وہ سر کہ جس کا نام و نشان نہ ہو طلب کرو۔

درویش کے دل اور خداوند تعالیٰ کے درمیان ایک راز ہے وہ راز جو جبریل امین کو معلوم

نہی وہ طلب کرو۔

یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ جب تک غیر حق سے روگردانی نہ ہوگی اور ماسومی اللہ کو آگ نہ

لگائی جائے دنیا کے مصائب سے نجات نہیں ملتی۔ اور زندگی میں راحت نصیب نہیں ہونی کیونکہ دنیا غم کا گھر ہے۔ واضح ہو کہ اولین کام ترک دنیا ہے جب تک یہ کام نہ کیا جائے گا تڑپِ غیرِ میسر ہوگا اور ماسویٰ اللہ کو آگ نہیں لگائی جاسکتی۔ نہ نجات و فلاح حاصل ہو سکتی ہے :

بیت ۷۰ گردلت آگاہ زمعنی آمدہ است

کار و نیت ترک دنیا آمدہ است

اگر تیرا دل حقیقت آشنا ہو گیا ہے تو پہلا کام ترک دینا ہے۔

اور یہ جو آپ نے کھا ہے کہ :

ثم ففروا الی اللہ ای من العبودیۃ الی الربوبیۃ اوحی
اللہ تعالیٰ الی داؤد یا داؤد بشر المذنبین بانی غفور و انذر
الصدیقین بانی غیور۔

اللہ کی طرف بھاگو یعنی عبودیت سے ربوبیت کی طرف۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد کی طرف وحی کی کہ اے داؤد گنہگاروں کو بشارت دے دو کہ میں غفور ہوں صدیقین کو متنبہ کر دو کہ میں غیور ہوں۔

ہمارا راستہ پُر امن ہے اور منزل دُور ہے۔ واضح ہو کہ اگر عبودیت سے ربوبیت کی طرف بھاگنے کا مطلب اپنا عجز و زاری کا ہے۔ اقرار اور اللہ تعالیٰ کی شانِ غفاری اور تساری کی طرف رجوع ہے تو یہ عالم مجاز میں سے ہے اور اس کا بطون سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اگر اس سے عالم کون و مکان سے گذر کر حق تعالیٰ کے ساتھ پیوست ہونا اور کشفِ حق سے مراد ہے تو اس کا عالم حقیقت سے تعلق ہے یعنی دوست کے ساتھ ہم دم، ہم ساز، ہم سر اور ہم راز ہونے کا نام ہے۔ یہاں ملکِ مقرب (مقرب فرشتہ) کی بھی رسائی ممکن نہیں :

راز درون پردہ ز زندانِ مست پیرس

بیت ۷۱

زندگي مست کار و نیاز اور اندرونی حال کے کیا کرنے۔ یہاں تو بلند مقام صوفی بھی نہیں
پہنچ سکتا۔

مکتوب ۱۱۳

بجانب میان اسماعیل سالوریہ خلیفہ حاجی عبدالوہاب
در بیان ارتفاع از خود (پسے آپ سے گذر جانے)
اور رجوع بحق۔

حق حق حق!

واضح باد کہ دوستانِ حقِ بوستانِ حق ہیں (یعنی اللہ کے دوست اللہ کے باغ ہیں جہاں سے وفا کی خوشبو آتی ہے) حق تعالیٰ ان کا مشاقق ہے اور ان کے حق میں فرماتا ہے: إِنَّ أَرْضِي دَاسِعَهُۥ یعنی میری زمین جو کہ فضا سے لامکان صحرائے بے نشان ہے فراخ ہے جس کے اندر جملہ موجودات اور جہات کا رخ اسی کی طرف ہے پس حکم ہوتا ہے کہ:

فَايْتَايَ فَاَعْبُدُونِ پس میری ہی عبادت کرو۔

اور میری طرف واپس آؤ یعنی میرے بحر وجود میں اپنے وجود کے قطراتِ محدود ستقرق کر دو اور ہمارے ساتھ پرواز کرو نہ یہ کہ اپنی خودی میں اگر اپنی حرص و ہوا کے پرستار بن جاؤ اور مجھ سے دور ہو جاؤ:

اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ

کیا تم نے اس کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔

اپنی ہوائے نفس کو اپنا معبود مت بناؤ اور اپنی خواہشات کے بندے نہ بن جاؤ۔ ہم اپنے آپ کو تمہارے اندر دیکھتے ہیں اسی طرح تم اپنے آپ کو ہمارے اندر دیکھو اور اپنے آپ کو درمیان سے نکال دو۔ کیونکہ یہ تمہارے لئے حجاب ہے ورنہ وجود میں ہمارے سوا کچھ نہیں۔ حق تعالیٰ دوستان کے لئے بوستان ہے اور دوستانِ حق ہر زمان میں اور ہر جہت میں بے زمان بے مکان بے جہت آزاد اور بے کیف رہتے ہیں اور بوائے دوست میں ہمیشہ مست ہیں:

وَلِلّٰهِ لَا اَعْبُدُ سِوَا مَا لَمْ اَرَهُ

خدا کی قسم میں اس رب کی عبادت نہیں کرتا جسے میں دیکھ نہ لوں۔

یہ دوستانِ حق کافرہ ہے سبحان اللہ کیا شان ہے:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

اس کی ہر سبجی کی شانِ نرالی ہے یوم کے معنی ہیں نور کی پھینک یا تجبلی۔

یہ دوستانِ حق کی شان میں آیا ہے۔ ان کی ہر شان دوست کی شان سے وابستہ ہے اور

دوست کی بوائے خوش سے وہ ہمیشہ سرشار رہتے ہیں۔ ان کی شان وہی شان خدا ہے ورنہ خود تو وہ بے نشان ہے :

فَهُوَ هُوَ وَلَيْسَ إِلَّا هُوَ وَهَذَا هُوَ الْمَقْصُودُ

وہی ہے وہی اور اس کے سوا کوئی نہیں اور وہی ہے مقصودِ کُل۔

پس کوئی کیوں بے دوست رہے اور اپنے گیت گاتا رہے۔ اور کیوں نہ دوست کے ساتھ ایک ہو جائے تاکہ دوست کے سوا کچھ باقی نہ رہے۔ اس کام کے لئے سعی بلیغ درکار ہے تاکہ یار کنار میں آئے

اور سعادت ابدی اور دولت سرمدی حاصل ہو :

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

یہ اللہ کا فضل اللہ جس کے نصیب کرے اور اللہ بڑا افضل و کرم کرنے والا ہے۔

عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۱۳

بجانب شیخ الاسلام شیخ جلال یقین کی آنکھ اور سر کی لنگھ سے اور دل کی آنکھ سے آخرت دیکھنے کے اعتبار کے بیان میں۔

حق حق حق!

بِاللَّهِ الْحَمْدُ دَائِمًا الْمَقْصُودُ هُوَ اللَّهُ وَلَا مَقْصُودَ سِوَاةٍ

دائم حمد و ثنا کا سزاوار حق تعالیٰ، ہمارا مقصود اللہ ہے اس کے سوا کوئی مقصود نہیں۔

آپ کا مرسلہ خط مع مصلے موصول ہوا۔ بے حد فرحت ہوئی۔ جانا چاہیے کہ

المصلى ينجى ربه نازی اپنے رب سے ہمکلام ہوتا ہے۔

کے مصداق نمازی نماز میں حق تقاضے کے ساتھ ہمارا اور غیر حق سے بیزار ہوتا ہے۔ نماز میں عارف کا دل حق تقاضے کے ساتھ اس قدر مشغول ہوتا ہے کہ حجاب کوئی اکون و مکان کے پردہ سے گزر کر مقام قدس میں پہنچ جاتا ہے اور خدا کے ساتھ مستغرق، محو اور بے خود ہو جاتا ہے۔ بلکہ خدا کے سوا کچھ نہیں ہوتا :

الصَّلَاةُ صَلَاةٌ بَيْنَ اللَّهِ وَعَبْدِهِ نماز اللہ اور بندہ کے درمیان العارف ہے

الصَّلَاةُ مَعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ نماز مومنین کا معراج ہے۔

فَالصَّلَاةُ فِي الْمَصَلِيِّ لَا الْمَصَلِيُّ فِي الصَّلَاةِ الفناء في الله ولبقاء
بالله والفناء الفناء والبقاء البقاء ولا غاية وهي الصلوة وهو
المصلي فالخلق وكونه في الظاهر والحق وعينه في الباطن و
الظاهر حكم الباطن فالظاهر والباطن لله فالله ولا سواه فهو
الظاهر والباطن فظاهر في الباطن والباطن في الظاهر والنسب اعتباراً
والاعتبار عدمي ولا اعتبار عدمي ولا۔

پس نماز ہے نماز پڑھنے والے میں نہ کہ نمازی ہے نماز میں اور فنا اللہ میں ہے اور بقاء اللہ کے ساتھ ہے فنا فنا ہے اور بقاء بقاء ہے اور اس کی کوئی غایت نہیں۔ اور یہ نماز ہے اور وہ نمازی۔ اور خلق اور عالم کون و مکان ظاہر ہے اور حق اور اس کا عین باطن ہے اور ظاہر کے لئے باطن کا حکم ہے اور ظاہر اور باطن اللہ کے لئے ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں پس وہی ظاہر اور وہی باطن ہے جس ظاہر باطن میں ہے اور باطن ظاہر میں اور نسب اعتباری چیز ہے اور اعتبار عدم ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ پس سمجھو اے آنکھوں والے۔

اگر آنکھیں ہوں تو آنکھوں میں سوائے خدا کے کچھ نہ سمائے :

بیت۔ اینست کمال مرد در راہ یقین

در ہر چہ نظر کند خدا را بیند

مرد حق کا کمال یہ ہے کہ جس چیز میں نظر کرے خدا کو دیکھتا ہے۔

وَرَجَبَ اسے یہ دید حاصل نہیں تو کیا دید ہے کچھ بھی نہیں :

مصرعہ سے محبوب راز، پیچ چراغ نصیب نیست

جس کی آنکھوں کے سامنے پردہ ہے اُسے کسی چراغ سے روشنی نصیب نہیں ہوتی

جو شخص کہ یقین کی آنکھ سے محروم ہے اگرچہ آنکھیں رکھتا ہے اُسے کچھ نظر نہیں آتا۔ خواہ اس کی آنکھ

میں نور ہو لیکن اسے نظر کچھ نہیں آتا :

فَانْهَآ لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبَ الَّتِي فِي السُّدُورِ

کیونکہ دیکھنے والی چیز جسمانی آنکھیں نہیں بلکہ وہ آنکھیں ہیں جو دل میں ہیں۔

پس جو شخص دیدہ حق بین سے محروم ہے حق کے ساتھ مشغول نہیں ہو سکتا اور مشغول دنیا اُسے شغل حق

سے باز رکھتا ہے :

”فَاِنَّ لَكَ مَنَّكَ“ اور یہی دل کی تنگی ہے۔

یعنی وہ ہرگز خوش دل نہیں رہتا اور ہمیشہ دنیا کے شکوک اور غموں کی سختی بھیلتا رہتا ہے۔ اگرچہ وہ مال دولت

رکھتا ہے دل کی تنگی، حیرانی اور سرگردانی میں مبتلا رہتا ہے اور اس کا دل ہرگز حق تعالیٰ کے ساتھ قرار

نہیں پکڑتا :

كَلِمًا ارْدُوْا اِنْ يَخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ خْتِمٍ اَعْيَدُوْا فِيْهَا۔

جس قدر اس غم سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے لوٹ کر اسی میں پھنس جاتا ہے۔

یہ ہے اس کی حالت۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا (خدا اس سے پناہ دے) کل قیامت کے دن جب

بیدار ہوگا تو اپنے آپ کو اندھا پاتے گا :

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰی عَنْ رَعِيَّتِ الْحَقِّ لَعَالٰی۔

اور قیامت کے دن اسے حق تعالیٰ کے دیدار سے محروم اور اندھا اٹھایا جائیگا۔

اگر دنیا میں کوئی جسمانی آنکھوں سے دیکھتا ہے تو اُسے بینا کہتے ہیں لیکن قیامت کے دن اگر دنیا میں

آنکھ ہے تو بینا ہوگا ورنہ نابینا۔ کور دل وہاں نابینا کہلائے گا۔ پس جو شخص اس دنیا میں جسمانی آنکھ رکھتا ہے لیکن خدا کو نہیں پہچانتا اور اس کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا اور رات دن دنیا کے کاموں اور تفکرات میں مشغول رہتا ہے قیامت کے روز نابینا اٹھے گا اور اُسے یقین ہوگا کہ میں اندھا ہوں اور خداوند تعالیٰ کے دیدار کے قابل نہیں ہوں عزیز من! یقین جان اور اس ورق کے سوا دوسرا ورق نہ پڑھ جس شخص کو آج باطنی مشاہدہ حاصل نہ ہوگا اس کو جسمانی آنکھ سے کل مشاہدہ حاصل ہوگا۔ کیونکہ اس روز نورِ سر اور چشمِ باطن کا ظہور ہوگا۔ اور ظاہر و باطن پر حاوی ہوگا۔ کیونکہ عالمِ بقایاں چشمِ سر (جسمانی آنکھ) اور چشمِ سر (باطنی آنکھ) ایک ہے اسے رویت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس لئے آج بھی اسی چشمِ باطن کا اعتبار ہے کیونکہ چشمِ ظاہر عالمِ فانی کی چیز ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ عالمِ بقا کی جو چیز نظر آئے اُسے (اس دنیا میں) رویت نہیں بلکہ یقین اور مشاہدہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور رویت کا قائم مقام سمجھتے ہیں۔ (حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ بھی کشف المحجوب میں یہی فرماتے ہیں) لہذا آج شغلِ حق میں مشغول ہو جاؤ اور حق کے سوا کسی اور چیز سے سروکار نہ رکھو۔ صحنِ دل کو ماسویٰ اللہ کی نفی کے جھاڑو سے صاف کرو تاکہ آج اور کل (اس دنیا میں اور آخرت میں) دوست کے دیدار کے قابل ہو جاؤ۔ اور لطف اٹھاؤ۔ اور محروم نہ رہو کسی نے خوب کہا ہے :

بیت ۷
ہر کرا آل آفتاب اینجا بتافت
ہر چہ اینجا وعدہ بود اینجا بتافت

جس کسی کے سامنے وہ آفتاب چمکا جس چیز کا اس دنیا میں وعدہ کیا گیا تھا اس دنیا میں پائے گا۔

پس اس دولت کے بغیر جو کوئی قیامت کے دن اٹھے گا اندھا اٹھے گا :

بیت ۸
امروز گر ندیدی اندر حجاب ماندی
فردا چہ کار داری با حسن ناز نینش

اگر آج دیدار سے محروم رہا تو کل اس نازنین کے حسن و جمال سے اسے کیا کام۔

بس اگرچہ آج اس کی جسمانی آنکھ ہے اور دینِ حق، اور توحیدِ حق میں بھی اسے کوئی شک نہیں اُسے دیدارِ خداوند تعالیٰ نصیب نہ ہوگا یہ ایک عذاب ہے جو اُسے حاصل ہوگا اور اپنی آنکھ سے اپنی محرومی کا شہدہ کرے گا اور محروم لوگوں کا ہمیشہ ہوگا۔ یہ اس لئے ہوگا کہ اس روز پر وہ غفلت اٹھ جائے گا حقیقت منکدہ۔ جائے گی اور باطل مٹ جائے گا۔

عزیز من! جو شخص آج خدا بین نہیں قیامت کے دن حسرت و یاس کے عالم میں پکاراٹھے گا:

رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا

اللہ اے تو نے مجھے کیوں اندھا کر کے اٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا۔

فرمان ہوگا:

كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا الْجَلِيْلَةَ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْكِتٰبِ فَنَسِيْتَهَا و

وَلَمْ تَلْتَفِتْ اِلَيْهَا بِالْعَمٰی وَالضَّلٰلِ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰی

جس طرح ہماری نشانیاں انبیاء اور کتب کی صورت میں تمہارے پاس آئیں اور تو نے ان

سے روگردانی کی اور گمراہی و جہالت کی وجہ سے اُن کی طرف التفات نہ کیا اسی طرح ہم

نے آج روگردانی کر لی ہے۔

آج میرے دوستوں کا دن ہے ہم نے تجھے فراموش کر دیا ہے اور اپنے دوستوں سے تجھے علیحدہ

کر دیا ہے ہم چشمِ باطل بین کو حق بین نہیں بناتے اور اپنے دیدار کے قابل نہیں سمجھتے۔ جہاتِ اہمیات!

درد را دارو کجا خواہیم کرد

رہیت سے

عمرشد ماتم کجا خواہیم کرد

ہم اپنے درد کی دوا کب کریں گے اب ساری عمر گزرتی ماتم کا وقت کہاں ہے۔

فسوس کہ ہزاروں واضح اور بین آیات و براہین قرآن اور حدیث اور آثار میں وارد ہو چکی ہیں

اس کیلئے علیحدہ ہزاروں الوار و اسرار ربانی فوج در فوج نازل ہو رہے ہیں لیکن ہم کم نصیب مجبولوں کو کچھ نظر نہیں آتا اور کچھ خبر ہے نہ اثر :-

بیت سے
تشنہ از دریا جدائی مے کنی
بر سر گنجے گدائی مے کنی

اے پیاسا! تو دریا کو چھوڑ کر کیوں چلا آیا تو خزانے پر بیٹھا ہے اور گد اگری کر رہا ہے۔

افسوس! ہزار افسوس! کہ دنیا کی محبت کا طوفان جوش مار رہا ہے اور سب کو غرق کر رہا ہے :

وَلَا نَجِيْ مِنْ ذٰلِكَ اِلَّا الْقَلِيْلُ مِنَ الْقَلِيْلِ

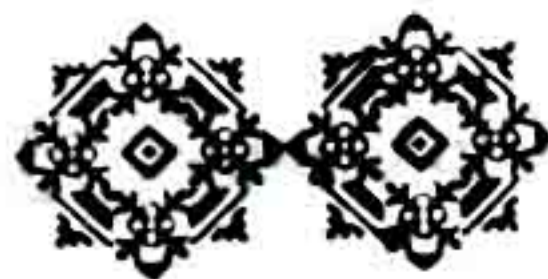
اس سے کوئی نجات نہیں پاسکتا سوائے قلیل در قلیل لوگوں کے۔

یعنی صرف وہ نجات پاسکتے ہیں جنہوں نے دنیا اور اہل دنیا سے مکمل طور پر روگردانی کر لی ہے اور آخرت کے طلب گار ہو گئے ہیں۔ پس جب طالبین آخرت جن کو ابرار کہتے ہیں۔ آج کل قلیل تعداد میں ہیں تو طالبان حق جو دنیا و آخرت سے روگردانی کر کے مشغول بحق ہوتے ہیں ان کا وجود کہاں ہے ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ :

از دل بروں کنم غم دنیا و آخرت

یا خانہ جائے رخت باشد یا خیال دوست

دل سے غم دنیا اور غم آخرت دونوں کو نکال پھینکا ہے کیونکہ گھر میں یعنی دل میں یا سامان ہو گا یا دوست کا خیال۔



مکتوب ۱۱۵

بجانب شیخ رکن الدین۔ ان کے ایک خط کے جواب میں جس میں انھوں نے ان مضامین کے متعلق دریافت کیا :
 (۱) شیخ شرف الدین قال پانی پتی کے بیت کی شرح (۲) قف
 يَا مُحَمَّدُ كَمَعْنَى (۳) الْفَقْرُ سُرٌّ مِنْ اسرارِ اللّٰه
 تعالیٰ لو کشفتم فضیلتہ و لو سترتمہ ہلکم

حق حق حق !

تم نے جو اس شعر کے معنی دریافت کئے ہیں :

چندانکہ آرزوئے تو در سینہ جا کرد

واللہ آرزوئے خدایم محقر است

شرح بیت :

تیری محبت نے دل میں اس قدر جگہ پکڑ لی ہے کہ خدا کی قسم میرے حسد کی محبت بھی حقیر بن کر

رہ گئی ہے۔

واضح باد کہ یہ بیت اور اس قسم کے دیگر ابیات جو مستانِ حق کے منہ سے نکلتے ہیں عقل و علم

سے بالاتر ہیں۔ اور علم و عقل ان سے بھاگ جاتے ہیں عشق سے عاشق کی جان اس طرح خراب ہوتی

ہے کہ دوسروں کو اس کا علم نہیں ہو سکتا۔ سخن عشق کو عاشق کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ عقل کی چڑیا

وہاں تک پرواز نہیں کر سکتی۔ عشق کی حالت میں روتے دوست سے بہتر کوئی چہرہ نظر نہیں آتا۔ خواہ

کچھ ہو جائے :

مجنون عشق را دگر امروز حالت است

بیت ۷

کہ اسلام دین لیلی دیکر ضلالت است

مجنونِ عشق کی آج یہ حالت ہے کہ اُسے دینِ سیلیٰ اسلام نظر آتا ہے باقی سب گمراہی ہے۔
 عشق کے ایسے رموز ہیں جو عقل کی رسائی سے باہر ہیں۔ اگرچہ عقل ایک صحیح ترازو ہے لیکن جس ترازو سے
 سونا تو لاجاتا ہے اس سے پہاڑ نہیں تو لاجاسکتا۔ عقل نے وجودِ حق اور وحدتِ حق کی اطلاع دی لیکن حضرت
 حق تک اس کی رسائی نہ ہو سکی۔ یہاں معتزلہ اعتزال میں گرفتار ہو گیا اور حق سے دُور رہا۔ کیونکہ اس کا
 امام عقل تھا اور عقل اسے راہِ حق نہ دکھا سکا۔ یعنی وصالِ حق کو مجالِ عقلی سمجھا۔ مردانِ حق عشق کے زور
 سے کون و مکان سے گذر جاتے ہیں اور حضرتِ حق میں پہنچ جاتے ہیں۔ ہر ساعت نعرہ رَبِّ اَدْرِیْ
 (اے رب مجھے اپنا دیدار کرا) لَنْ تَرَاخِیْ (خدا سے مولے علیہ السلام کو جو جواب ملا کہ تو نہ
 دیکھ سکے گا) سے نہیں گھبراتے اور اس کے زخم کی پروا نہیں کرتے۔ عاشق کے منہ پر معشوق کا تھپڑ ناز
 معشوق ہوتا ہے نہ کہ بے نیارمی معشوق ناز کر کے اپنے حُسن کی داد عاشق سے نیاز کی صورت میں وصول
 کرتا ہے لیکن عاشق صادق کو اپنے وصال سے محروم نہیں کرتا۔
 اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (بیشک وہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔
 اس سے یہی مراد ہے لیکن یہ راز کون جانتا ہے۔

۱۔ مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی فرماتے ہیں :

عقل گنہگار نہ رسد وصل سلاطین بگدا
 پیش ازیں در طلبش عمر چہ مے فرسانی
 فریاد برآوردہ کہ اے عقل خموش
 بس بود دولتِ طلب و جو یائی

یعنی عقل نے کہا کہ ایک گدا بادشاہوں کے دربار میں نہیں پہنچ سکتا بس اس کام
 میں عمر برباد نہیں کرنی چاہیے۔ عشق نے نعرہ لگایا کہ اے عقل خاموش ہو جا۔ ہمارے لئے
 طلب و جستجو کی دولت کیا کم ہے۔

قَفِيًّا مُحَمَّدٌ كَمَا مَعْنَى

اس کا جواب شرح لمعات میں صاف صاف دیا

گیا ہے تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مَعْنَى الْفَقْرِ سِرٌّ مِنْ أَسْرَارِ اللَّهِ لَعَلَّ لَوْ كَشَفْتُمْ

فَضَحْتُمْ وَلَوْ سَرْتُمْ هَلَكْتُمْ

واضح باد کہ فقر ایک راز

ہے کہ : إِذَا تَعَرَّفْتُمْهُوَ اللَّهُ

جب فقر پائیہ تکمیل کو پہنچتا ہے تو اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے

اس سے یہی مراد ہے کمال کے بعد فقر فقر نہیں رہتا بلکہ بادشاہی ہے کسی نے خوب کہا ہے :

بیتہ چوں فقر نہ تو شد تمام

خواجہ حسدائی لیکن !

جب تیرا فقر مکمل ہو گیا تو اسے خواجہ حسدائی کر۔

پس لازماً اس راز کے افشا کرنے سے عاقلوں کے سر کاٹے جاتے ہیں اور دیوانے اور بیدل پتھر کھاتے

ہیں اور رسوائے جہاں بن جاتے ہیں۔ لیکن جب اس راز کو چھپاتے ہیں تو جسم کو آگ لگ جاتی ہے اور

جل کر خاک ہو جاتے ہیں کیونکہ فقر وہ آتش ربانی ہے کہ جس دل میں داخل ہوتی ہے اسے جلا دیتی ہے اور

فقر وہ نور سبحانی ہے کہ جہاں چمکتا ہے اِنَّا الْحَقُّ اور سُبْحَانِي مَا أَكْبَرُ شَانِي

کے نعرے لگواتا ہے اور نا اہلوں کی طرف سے پتھروں کی بارش کرے کہ بدنام اور رسوائے عالم کرتا ہے :

مصرعہ سنگ نا اہلاں خورد شانی کہ باشد میوہ دار

جس شان پر میوہ ہوتا ہے اس پر ہمیشہ نا اہلوں کی طرف سے پتھراؤ ہوتا ہے۔

۱۔ فقر اسرار الہی میں سے ایک ستر یعنی راز ہے اگر تو اسے تو ظاہر کرے تو بدنام ہو اور چھپائے تو ہلاک ہو۔

بیچارہ درویش دلریش بے خویش اگر دم مارے تو پھر کھائے اور اگر دم نہ مارے تو بے بس اور
بے دم ہو کر ہلاک ہو جائے :

فَلَّةُ الْعَيْرَةِ وَالتَّحِيْرَةِ اس کے لئے ہر وقت حیرت اور تحیر ہے۔

فقر خلق خدا سے بے پرواہ ہوتا ہے کیونکہ اُسے خود خدا کی خبر نہیں ہوتی (یعنی ذاتِ بحت اور مقامِ لائقین
میں اس قدر محو ہوتا ہے کہ وہاں نہ اسم کی گنجائش نہ صفت کی نہ طرف کی نہ اشارہ کی۔ صوفیہ کی اصطلاح میں
اس مقام کو تفرید کے نام سے موسوم کرتے ہیں)۔

بیت ۷
ہراں کو در خدا گم شد خدا نیست

چرا کہ جز خداوند خدا نیست

جو کوئی خدا میں گم ہو خدا نہیں ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی خدا نہیں۔

پس بندہ خدا نہیں ہوتا لیکن اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ خدا کے سوا کچھ نہیں :

بیت ۸
بندہ جائے رسد کہ محو شود

بعدزاں کار جز خدائے نیست

بندہ اس جگہ پہنچ جاتا ہے کہ محو ہو جاتا ہے اور پھر خدا کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

لیکن میری بات کس طرح کسی کی سمجھ میں آسکتی ہے کیونکہ اپنے شور و وقت (غلبہ حال) کی وجہ سے مجھے
یہ معلوم نہیں کہ کیا کہہ رہا ہوں اور کہاں پڑا ہوا ہوں :

بیت ۹
رسیدم من بہ دریائے کہ موجش آدمی نوار است

نہ کشتی اندر آں دریا نہ طلحے عجب کار است

میں اس دریائے بے کنار میں پہنچ گیا ہوں کہ جس کی امواج آدم خور ہیں لیکن طرفہ تماشا یہ
کہ کشتی ہے نہ ملاح۔

فَانِ الْفَقْرَ بَعْرَ عَمِيْقٍ لِّاَسَاحِلِ فقرا یک گہرا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔

۱: ظاہری نعمت میں فقر کے منی ہیں مال و دولت کا نہ ہونا اور باطن میں فقر سے اپنے وجود اور ذاتِ صفا کی پستی مراد ہے

یہی وجہ تھی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر اختیار کیا اور آپ کے دندان مبارک ٹھیکہ کئے گئے لیکن پھر
تھی تسکین نہ ہوتی تو فرمایا : **يَا لَيْتَ دَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا**

کاش کہ محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّلُ حَنِيمٍ

بے شک ابراہیم بیت برہ بار تھے۔

اس سے یہی مراد ہے :

يَا نَادُ كُوْنِي بَرْدًا وَسَلَامًا

اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم کیلئے

یہاں آگ سے مراد ان کے فقر کی آگ ہے۔ فقر دوستوں کے لئے بوستان ہے بلکہ راحتِ جان اور
سلامتی دو جہاں ہے جب یہ آگ ٹھنڈی ہوتی ہے تو وصلِ حبیب کا لطف حاصل ہوتا ہے لیکن جب اس میں
جوش آتا ہے تو اس کی شدت کی حد نہیں رہتی اور وجود کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ اور عدم محض لازم آتا ہے:

و لا يجوز فان فيه عدم الربوبية لان فيه حقيقة

الاحدية فالعبد عبد والحق حق والفقر مستر والوجود واحد

ليس التعدد ولا تكثر فيه قط.

اور نہیں جائز ہے کہ اس میں عدمِ ربوبیت ہے کیونکہ اس میں وحدانیت کی حقیقت

ہے ایسے بندہ بندہ ہے اور حق حق ہے اور فقر راز ہے۔ اور وجود واحد ہے جس میں کثرت

بالکل نہیں۔

بدن جوں فقر میں ترقی ہوتی ہے تو حیدر اسخ ہوتی جاتی ہے :

ولا غاية له فلا غاية للعبد ولا للحق ولا للفقر ولا للوجود

البعث لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار فاعرف والظاهر

ظاہر۔ اس کی کوئی انتہا نہیں اور بندہ حق، فقر و وجود کی کوئی انتہا نہیں اس کو کوئی آنکھ نہیں

پاسکتی اور وہ ہر آنکھ کو پاسکتا ہے۔

پس اس کی کوئی انتہا نہیں۔ نہ عباد کی کوئی غایت ہے نہ حق کی، نہ فقر کی، نہ وجود بخت (ذاتِ بخت) کی۔ قرآن ناطق ہے کہ اللہ کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی بلکہ وہ آنکھ کو دیکھتا ہے پس جاننا چاہیے کہ ظاہر ظاہر ہے۔

اگر درویش بے چارہ فقر کا راز ظاہر کرے تو رسوا ہو جائے کیونکہ فقر کا راز خدا کا راز ہے اگر ظاہر ہو جائے تو خواری ہے اگر پوشیدہ رکھا جائے تو موجب ہلاکت ہے کیونکہ پوشیدہ رکھنا ناممکن ہے۔ پس بے چارہ کہاں جائے اور کس چیز سے تسکین حاصل کرے۔ سوائے اس کے کہ :

إِنِّي مُتَّيِّنِي الضُّرَّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

(مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے)

عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۱۶

بجانب شیخ جلال تھانیسری۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب میں،
 (۱) شغل باطن اور اس کی شرائط (۲) غیر حق کے ساتھ دل کی محویت
 (۳) شغل حق کا شغل تدریس پر مقدم ہونا۔

حق حق حق!

..... آپ کا خط ملا جس سے آپ کی ہمت بلند اور کمالِ قرب ظاہر ہے۔ یہ دیکھ کر دل کو راحت

ہوتی۔

شغل باطن

یہ جواب نے لکھا ہے کہ ذکر باطن شرائط کے ساتھ ایک سانس میں دو بے

اچالیس یا دو سو بیس) بلکہ اس سے زیادہ ہو جاتا ہے لیکن اس سے محبت حاصل نہیں ہوتی نہ ظاہری احساس ہوتا ہے بلکہ حضور مشاہدہ میں استغراق طاری ہو جاتا ہے اور استقامت حاصل ہوتی ہے۔ اے بھائی! جاننا چاہیے کہ یہ بات مواہب الہی (نعمت خداداد) اور جدوجہد کا نتیجہ ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نعمت خداداد انسان کی کوشش کا نتیجہ نہیں ہوتی (یعنی فضل ربی علیحدہ چیز ہے اور کوشش سے جو چیز حاصل ہو وہ علیحدہ چیز ہے۔ مطلب یہ کہ نعمت دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہی (خداداد) ایک کسی (جو کوشش سے حاصل ہو)؛

بیت ۷ من مے جویم و دگر ال مے جویند

مادوست کرانواہد و میلش بکدام است

میں جستجو کرتا ہوں اور دوسرے لوگ بھی جستجو کرتے ہیں۔ معلوم نہیں دوست کسے چاہتا ہے اور کس کی طرف راغب ہے مطلب یہ کہ دوست کے قرب کے لئے ہر شخص کوشش کرتا ہے لیکن بہرہ مند وہی ہوتا ہے جسے دوست پسند کرے۔

لیکن اس کے باوجود مجاہدہ موجب مشاہدہ ہے اور مشاہدہ ثمرہ مجاہدہ ہے بفضل و عونہ اللہ کے فضل و کرم سے) **وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ**

اور اسی طرح ہم مجاہدہ کرنے والوں کو ان کی محنت کا معاوضہ دیتے ہیں۔

پس خون دل پیئے جاؤ اور جان پر کھیلتے رہو وقت آنے پر فرح باب ہو جائے گا اور دل حق کے ساتھ قرار پکڑنے لگے گا اور غیر کا وجود ختم ہو جائے گا پس کامیابی کا راز ذکر دوام با حضور انس تمام میں ہے۔ (یعنی مکمل انس و محبت کے ساتھ ذکر الہی میں مشغول رہنا)؛

الْأَبْذِكْرِ اللَّهُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ اللہ کے ذکر میں الیمان قلب ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے جو کبھی خطا نہیں کرتی۔ بفضلہ تعالیٰ۔

مصرعہ کہ زدایں در کہ برو نکشود

کون ہے جو یہ دروازہ کھٹکٹائے اور اس پر در نہ کھلے یعنی ضرور کھلتا ہے۔

اے بھائی! اگر کوئی شخص سو سال اس کام میں جان سوزی اور جہاں باز ہی کرے اور دولت و صل حاصل ہو جائے تو عظمت جانا چاہئے۔ یہ فقیر تو یہ کہتا ہے کہ:

رباعی

تانشود مغز سر زیر پائے! کے برسد کس بر دور کبریا!

ہم برسی نیز اگر احمدی سہل مشدہ رنج تو مر جا!

جب تک مغز سر پاؤں کے نیچے نہ آجائے یعنی سر کو قدم بنا کر راہ دوست میں نہ چلے دوست کے در دولت تک کیسے رسائی ہو۔ اسے احمد تو بھی پہنچ جائے گا۔ خدا کے فضل سے تمہاری محنت بارور ہوتی ہے اور تیرا رنج راحت میں تبدیل ہو گیا ہے۔

پس شرائط ذکر میں پورا اہتمام کرنا چاہیے (یعنی تمام شرائط کو ملحوظ رکھ کر ذکر میں مشغول رہنا چاہیے) تاکہ کشائش حاصل ہو اور مطلوب تک رسائی ہو۔ ذکر کی ایک شرط مذکور ہے۔ قاری لوگ قرآن کی تلاوت میں مد پنج الفی ملحوظ رکھتے ہیں اور عارفین ذکر میں اس سے بھی زیادہ کرتے ہیں (مد پنج الفی کا مطلب یہ ہے کہ ذکر کو اس قدر لمبا کیا جائے کہ پانچ الف کہنے کے برابر وقت لگ جائے)۔ اور ذوق اور حضور میں جس قدر بے شعوری، محویت اور بے خودی حاصل ہو اُسے اُنے دے اور جس قدر ذوق و شوق حاصل ہو مد میں مستغرق رہنا چاہئے (یعنی ذکر کو لمبا کرنے میں مستغرق ہو جانا) لفظ اللہ کی مد کو اس طرح کھینچنا چاہئے جیسے کوئی درد مند پکار رہا ہے۔ اس سے جذبہ ربانی آتا ہے اور محو اور مستغرق کر دیتا ہے بفضلہ تعالیٰ جیسا کہ صاحب عوارف المعارف (حضرت شیخ النبیخ شہاب الدین عمر سروروی قدس سرہ) فرماتے ہیں:

قد یغیب فی الذکر من کمال انہ وحلاوة ذکرہ حتی فی غیبہ

فی الذکر بالنار وایضاً فیہ اذا غاب الصادق فی ذکر اللہ تعالیٰ

حتى یغیب عن المحسوس بحیب لو دخل علیہ احد من الناس

لا لعلہ۔

کمال انانیت اور علوت ذکر میں ہے جب ذاکر اللہ کے ذکر
میں مشغول ہوتا ہے تو محسوسات سے بھی بے پردہ ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ
کوئی ایک اس پر داخل ہو تو اس کو معلوم
نہیں ہوتا۔

چنانچہ بعض یارانِ صادق سے بھی یہی کوائف سننے میں آئے ہیں۔
یاد رہے کہ نعمت نصیب دالے کو ضرور ملتی ہے اور بد بخت سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔
صاحب نصیب کے راستے میں ایک تنکا بھی حائل نہیں ہوتا لیکن بد نصیب کی راہ میں سو پہاڑ حائل ہوتے
ہیں۔ اسی فکر میں انبیاء اور اولیاء کرام کے جگر پانی اور دل جل کر کباب ہوتے ہیں اور خاکِ حسرتِ ندامت
ہمیشہ ان کے سروں میں رہتی ہے :

بیت سے بہتے یک سرِ رویت دو عالم دہد سلیمان

ہنوز اگر بدست آید متاعِ رائیگاں باشد

محبوب کی زلف کے ایک بال کے عوض حضرت سلیمان جیسے مقدر سلاطین دو جہاں پیش

کرتے ہیں اور پھر بھی اگر یہ دولت مل جائے تو ارزاں سمجھتے ہیں۔

اور یہ فقیر کہتا ہے :

دو ہڑے یہ جگ وہ جگ دیون تہن تن من اتھ بھندرا

سائیں کے ہی سیں کا جو کھر آوی بار !

۱۔ یارانِ صادق سے مراد شیخ عبدالستار سہارنپوری، شیخ سلطان بہاری، شیخ منور لکھنوی، شیخ
مرشد اور شیخ خاں جونپوری اور سید احمد طاقی ہے۔

محویت دل از غیر حق اور یہ جو آپ نے دریافت کیا ہے کہ محویت اور فنائے دل سے کیا مراد ہے آیا غیر حق سے فنائے دل مراد ہے یا جس ظاہری سے۔

جواب: اے بھائی! دونوں باتیں صحیح ہیں۔ بعض اوقات جس ظاہری سے محو اور بے خبر ہو جانا غلبہ حال کی وجہ سے ہوتا ہے جس سے الوار و اسرار کا دروازہ کھل جاتا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ شیخ لقمان سرخسی عالم محویت میں چالیس سال تک ایک تحریر میں کھڑے رہے تھے لیکن قیام کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یہ طاعت میں استقامت کی وجہ سے تھا پس محویت دل بعض حضرات کو دائمی تھی اور بعض لوگ کبھی کبھی مستغرق ہو جاتے تھے۔ ہمارے شیخ قطب عالم شیخ احمد عبدالحق پر دائمی طور پر رات دن قرب کمال کی وجہ سے یہ حالت طاری رہتی تھی۔ لیکن آپ کو اس محویت میں ہوشیاری بھی رہتی تھی۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت مخدومؒ نے چالیس یا پچاس سال تک جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کی اور ہر بار یہی لیتے تھے کہ جامع مسجد کہاں ہے جب آپ مسجد کی طرف جاتے تھے تو ایک آدمی آگے چلتا تھا اور آواز بن سے اسم حق حق کہتا جاتا تھا۔ آپ اس آواز کے پیچھے پیچھے چلتے رہتے تھے۔ آپ اپنی مجلس میں اپنے دوستوں سے دریافت کرتے تھے کہ تم کون ہو جب وہ لوگ اپنا نام بتاتے تھے تو آپ فرماتے تھے کہ اچھا تم تو ہمارے ہو۔ لیکن اس کے بعد بھی دریافت فرماتے رہتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ شیخ فتح اللہ اودھی قدس سرہ تین دن سماع میں مستغرق رہے لیکن پنجگانہ نماز باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔ فراغت کے بعد جب احباب نے عرض کیا کہ تین دن گذر چکے ہیں تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا نماز ادا ہوتی رہی ہے انہوں نے کہا جی ہاں، ادا ہوتی رہی ہے۔ لیکن آپ کو تسکین نہ ہوئی اور اپنے خلیفہ شیخ محمد عیسیٰ سے دریافت کرایا کہ کیا یہ نماز جائز ہے یا نہیں۔ انہوں نے لکھا کہ درحقیقت نماز یہی نماز ہے جو حضرت مخدوم نے ادا کی ہے لیکن شرع شریف کی خاطر احتیاطاً دوبارہ پڑھ لینی چاہئے۔

میں نے اپنے شیخ شیخ الاسلام عالم ربانی واصل سبحانی شیخ بن حکیم اودھی سے سنا ہے کہ ایک بزرگ اسپید باقی اسمہ سدھی نماز میں تھے لیکن انہیں نماز کی کچھ خبر نہ تھی چنانچہ سب لوگ نماز سے فارغ ہو کر چلے گئے اور وہ اسی طرح کھڑے رہے۔ جب کسی نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس فکر میں تھا کہ میں خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔

اسی طرح آپ پر اکثر یہ حالت طاری ہو جاتی تھی اور آپ لوگوں کی نظروں سے غیب ہو جاتے تھے۔ عارف المعارف میں لکھا ہے کہ آپ سے بعض نمازی پوچھتے تھے کہ آپ کو نماز میں غیر اللہ کا خواہ (خیال) دل میں آتا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا نہ نماز میں غیر اللہ کا خیال آتا ہے نہ نماز سے باہر کیونکہ اگر نماز سے باہر غیر اللہ کا خیال آئے تو نماز میں ضرور آتا ہے۔ روایت ہے کہ امام جلیلیؒ اپنی خلوت میں تیس سال تک غیر اللہ کے خیال سے محفوظ رہے اور عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے رہے۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نماز میں اپنی خبر نہیں رہتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ حضرت عثمانؓ نے آکر سلام کیا۔ حضرت عبداللہ نے خود تھے انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ جب بعد میں اس بات کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے فرمایا:

كُنَّا مَرَى اللَّهِ فِي ذَلِكَ الْمَكَانِ - ہم اس مکان میں اللہ کو دیکھ رہے تھے۔

اسی طرح جب امام جلیلیؒ نے امام شبلیؒ سے کہا کہ جو نماز و رموز ہم خلوت میں بیان کرتے ہیں تم بزرگ مہر کہہ دیتے ہو تو انہوں نے کہا اے امام! میں خود کہتا ہوں اور خود سنتا ہوں:

وَهَلْ فِي السَّادَاتِ غَيْرِي - میرے سوا دارین میں کون ہے۔

اگرچہ خود کہتے تھے اور خود سنتے تھے لیکن آپ کا دل حق تعالیٰ کے ساتھ اس قدر پیوست تھا کہ خدا کے سوا کچھ نہیں دیکھتے تھے۔ سبحان اللہ! کئے لوگ ہیں کہ اپنے خدا کے ساتھ اس قدر مستغرق ہیں کہ ان کے نزدیک غیر کا وجود ہی باقی نہیں رہتا پس اگر یہ لوگ اَنَا الْحَقُّ يَا سُبْحَانِي مَا اعْظَمَ شَأْنِي کا نعرہ لگائیں تو روا ہے۔ اگر تجھے دلیل چاہئے تو دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کلام میں پاک میں فرماتے ہیں:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

رسول خدا جو بات کرتے ہیں اپنے نفس کی خواہش سے نہیں کہتے بلکہ ان کو وحی حق تعالیٰ ہوتی ہے

حدیث شریف میں آیا ہے کہ :

الحق ينطق على لسان العبد فإينما داعى فالحق معه

عمر کی زبان سے حق تعالیٰ کلام فرماتے ہیں اور جہاں کہیں وہ ہوں حق تعالیٰ اس کے

ساتھ ہوتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں :

وَاللَّهِ لَا أَعْبُدُ رَبًّا مَا لَمْ أَرَهُ

اللہ کی قسم ایسے رب کی عبادت نہیں کرتا جس کو دیکھ نہیں لیتا۔

یہاں یہاں! یہ کیا نور ہے اور کیا حضور ہے کیا کمال اور کیا جمال ہے نیز حق تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

جب لوگوں نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی تو اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں

پر تھا۔

بزرگ قرآن مجید میں آیا ہے :

مَا دَمَيْتَ إِذْ دَمَيْتَ وَلَعِنَ اللَّهُ رَمَىٰ

اے پیغمبر خدا! جب تم نے دشمنوں کی طرف مٹی پھینکی تو تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

پس اے بادشاہ! تیرے سوا تیری راہ میں اور کوئی پردہ حائل نہیں۔ جب تیری خودی درمیان سے

ٹھک جائے گی اور تو درمیان میں نہیں رہے گا تو حق تعالیٰ کے سوا تو کچھ نہیں دیکھے گا اور کچھ نہ جانے گا:

بیت سے تا تو مے باشی عدد بلینی ہم۔

چوں شوی فانی احد بلینی ہم۔

جب تک تو ہے کثرت سے واسطہ رہے گا۔ جب تو فنا ہو جائے گا تو ہر جگہ حق تعالیٰ

کا مشاہدہ کرے گا۔

اور یہ بات ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ کثرتِ ذکر سے صحنِ دل پاک و صاف ہو جاتا ہے اور حق کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ سب حجاب اٹھ جاتے ہیں اور جمالِ ازلی سامنے آ جاتا ہے:

بیت ۷۰ چوں نماز در دل از اغیار نام

پردہ از محبوب برخیزد تمام

جب دل سے غیر کا نام و نشان مٹ جاتا ہے تو دوست کے رُخ انور سے پوری طرح پردہ

اٹھ جاتا ہے۔

پس اس کام میں جان پر کھیل جانا چاہئے اور اپنے آپ سے باہر اگر صحرا لامکان میں قدم رکھنا چاہئے

بیت ۷۱ محو باید بود در ہر دوسرائے

پائے از سر ناپدید و سر ز پا

دونوں جہانوں میں ایسا محو ہو جانا چاہئے کہ نہ سر کا پاؤں سے پتہ چلے نہ پاؤں کا سر سے۔

جاننا چاہئے کہ جب تک خودی کا ذرہ بھر بھی باقی ہے جس قدر ظاہری و باطنی ذکر کرے گا دوست سے دُور اور اپنی خودی میں مغرور رہے گا:

بیت ۷۲ نیست کن ہر چہ راہ و رائے بود

تا دولت خانہ حسدائے بود

اپنا سب کچھ ختم کر دے تاکہ تیرا دل خانہ حسد ابن جائے۔

اور یہ کام کمالِ ایمان سے بنتا ہے ایمان کے بغیر اس کپے میں قدم نہیں رکھا جاسکتا اور ایمان کے بغیر اس خونخوار بیابان کو طے نہیں کیا جاسکتا۔ اور ایمان کے بغیر خدا تک رسائی ناممکن ہے۔ اور توحید

۱۔ وہ ایمان کیا ہے۔ وہ ایمان یہ ہے کہ جس میں شرکِ جلی و خلی نہ ہو۔ امام جنید فرماتے ہیں کہ: ایماننا

هذا اصل کثیراً

کو چشم ایمان کے بغیر نہیں دیکھا جاسکتا۔ پس ذکرِ حق کے وقت ایمان اس مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ دوئی اور توئی (تیرا ہونا) باقی نہیں رہتی۔ اور آدمی عقل کی قید سے آزاد ہو کر اوپر پرواز کرتا ہے۔ عقل کا تو یہ حال ہے کہ عالم کون (ظاہری دنیا) کے سوا کچھ نہیں دیکھتی۔ لیکن ایمان کون و مکان سے گذر کر رویتِ حق حاصل کر لیتا ہے :

بیت ۷۰ در دوئی عقل راست بیجا پہنچ

چشم ایمان دوئی نہ بلیند پہنچ

دوئی میں یعنی مقامِ کثرت میں عقل قسم و قسم کے پیچیدہ مسائل میں گرفتار رہتی ہے لیکن ایمان کی آنکھ سے دیکھا جائے تو خود دوئی ہی مٹ جاتی ہے۔

شغلِ حق اور شغلِ تدریس میں کونسا شغلِ مقدم ہے یہ جو آپ نے دریافت کیا

ہے کہ کبھی یہ خیال آتا ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے درس و تدریس میں مشغول ہو کر اساتذہ کی امانت مستحقین اور طالبینِ علم تک پہنچا دوں کیونکہ بعض طالب علم ہوشیار ہوتے ہیں جلدی علم میں کمال حاصل کر لیتے ہیں اور اس کے بعد یک سوئی سے شغلِ حق میں مشغول ہو جاؤں اور کبھی یہ خیال آتا ہے کہ پہلے چند سال شغلِ حق میں مشغول ہو جاؤں اور ضروری حاجات کے سوا حجرہ کا دروازہ نہ کھولوں۔

عزیز من! قطبِ وقت شیخ الاسلام شیخ خواجگی سدھوری قدس سرہ سے سنا ہے کہ ایک دفعہ امام غزالیؒ کے دل میں دو خطرات وارد ہوئے ایک یہ کہ علم کو خلقِ خدا تک پہنچایا جائے اور اس خطرہ کو انھوں نے خطرہٴ شیطانی کہا ہے اور دوسرا خطرہ (خیال) یہ تھا کہ سب سے قطع تعلق کر کے خدا کے ساتھ مشغول ہو جانا چاہیے اور اس خطرہ کو انھوں نے خطرہٴ رحمانی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس کشمکش میں چھ ماہ گذر گئے اور خطرہٴ رحمانی نے خطرہٴ شیطانی پر فتح حاصل کر لی۔ اور خطرہٴ شیطانی نیست و نابود ہو گیا۔ اور امام غزالی نے اٹھ کر بیاباں میں گوشہٴ عزلت اختیار کر لیا۔ اور طلبِ حق میں مشغول ہو گئے۔ آپ دس سال تک بیت المقدس کے نواح میں بے آب و طعام مجاہدہ میں مشغول رہے

اور بے حد کمزور ہو گئے وہاں کے لوگ دیکھ کر کہتے تھے کہ اس بے چارے کے اندر کوئی زخم ہے جس کی وجہ سے کچھ کھاپی نہیں سکتا۔ آخر وہ ایک یہودی طبیب کو آپ کے پاس لائے۔ طبیب نے نبض دیکھ کر کہا کہ اگر یہ مسافر صبح بات بتا دے تو اس کی بیماری کا علاج فوراً ہو سکتا ہے لوگوں نے پوچھا اے مسافر کیا تو سچ سچ بتا دے گا۔ امام تو زمانے کے صدیق تھے انھوں نے کہا میں سچ ہی بولتا ہوں جھوٹ کبھی نہیں بولا۔ طبیب نے کہا یہ غم آخرت میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے آب و طعام کے نزدیک نہیں جاتا۔ لوگوں نے پوچھا اے مسافر! کیا یہ بات درست ہے کہ امام نے مجبوراً فرمایا کہ بالکل درست ہے۔ جو نہی امام نے یہ بات کہی دنیا میں شور و غل برپا ہو گیا اور وہ یہودی طبیب بھی مسلمان ہو گیا۔ یہ ہے شغل حق کا جمال اور کمال۔ اے عزیز! طلب حق میں غیر حق کو ترک کر دینا چاہئے؛

وَمَا شَغَلَكَ عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ طَاغُوتٌ

جو چیز تجھے حق کھانے سے باز کرے وہی تیرا شیطان ہے۔

اد علم نے شنید لب پر بستیم

اد عقل نے خرید دیوانہ شمیم

اُسے علم کی ضرورت نہ تھی اس لئے ہم نے اپنے ہونٹ بند کر دیئے یعنی خاموش ہو گئے۔

اُسے عقل کی ضرورت نہ تھی اس لئے ہم دیوانہ ہو گئے۔

پس جان پر کھیل جاؤ اور خون دل پیو اور سوز و گداز میں جلتے رہو کسی نے خوب کہا ہے؛

بیت سے ہر چہ جزو حق بسوز غارت کن

ہر چہ جزو دین ازو طہارت کن

جو کچھ اللہ کے سوا ہے سب جلادے اور تباہ کر دے۔ اور جو کچھ دین متین کے علاوہ ہے

اس سے طہارت کر لینی چھوڑ دے۔

اللہ تعالیٰ تجھے اور ہم سب کو عاقبت خیر کی دولت عطا فرمائے۔ آمین۔

مکتوبات

بجانب ہیبت خاں سروانی - در اختلاف مراتب خواب .

حق حق حق !

سلام علیکم چو در خاطر

گزار چشم دوری بدل حاضر

سلام ہو تجھ پر ایکہ اگر چہ آنکھوں سے دور ہو دل میں موجود ہو۔

... المقصود هو الله ولا مقصود سواہ والمطلوب والموجود هو لاهو

الاهو۔

مقصود صرف وہی اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی مقصود نہیں اور وہی ہے مطلوب اور موجود اور اس کے سوا کوئی نہیں۔

آپ کا خط خواجہ شہاب الدین کے ذریعے موصول ہوا۔ اور مضمون سے آگاہی ہوئی۔ واضح باد کہ یہ ضعیف آن عزیز کو دل سے چاہتا ہے لیکن کرامت کا کوئی گمان اس کے (حضرت شیخ کے) دل میں نہیں ہے نہ حال غیب سے واقف ہے نہ غیب کی بات سمجھتا ہے۔ اب تقریباً پچاس سال گزر چکے ہیں، بال سفید ہو گئے ہیں۔ سر میں خاک ڈال کر سجدے کرتا ہے اور منہ زمین پر گرکتا ہے لیکن کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ اور کچھ معلوم نہیں کہ آگے کیا حشر ہوگا۔ پس اس تباہ حال کا حال یہ ہے :

سودہ گشت از سجدہ راہ بتاں پیشانیم

بیت ۷

پنہ خود را تہمت دین مسلمانانم

غیر اللہ کو سجدے کر کے میری پیشانی گھس گئی ہے اب مسلمان ہونے کا کیسے دعوہ کروں۔

دل کی آلودگی اور ناشائستگی کی وجہ سے دوست کا نام لینے کے لائق بھی نہیں ہوں۔ اور کیا بات کر سکتا

ہوں۔ یہ حال تو اب ہے معلوم نہیں کابقیامت کو کیا پیش آئے گا :
بیت سے ہزار بار بشویم زبان بہ مشک و گلاب

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

(میں نے ہزار بار منہ کو مشک و گلاب سے دھویا پھر بھی تیرا نام لیا کمال بے ادبی ہے)

عزیز من! انبیاء اور اولیاء جو اس جہاں سے رحلت کر گئے ہیں ان کے جسم زمین کے نیچے قعر مذلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور ان کے ارواح مقدس آخرت میں مقامِ علیین میں ہیں۔ یہ بد حال دنیا میں ہزار معصیت اور بے ہودگی میں آلودہ ان بزرگان کے متعلق کیا جانتا ہے یا آخرت کے متعلق کچھ کہے۔ کیونکہ آخرت کی کیفیت اس طرح نہیں ہے جیسا کہ لوگوں کا اس کے متعلق گمان ہے اہل آخرت جانتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے جلال و عظمت کی وجہ سے ان کے ساتھ کیا گزری ہے۔

حقیقتِ خواب

خواب کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں خواہ وہ خواب اچھا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اگر کوئی شخص کسی اور شخص کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرضِ حسنہ دے تو بیماری کے وقت اس قرض کا ادا کرنا واجب نہیں ہوتا۔ اور آخرت میں بھی اس کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ فائدہ صرف یہی ہے کہ اسے القائے شیطانی نہیں بلکہ القائے ملکی ہے۔ اور اس سے کوئی حکم قائم نہیں ہوتا۔ نیز ہر شخص کا مشاہدہ اس کے اپنے مرتبے کے مطابق ہوتا ہے۔ پہلے آدمی اپنے آپ کو لوٹ دنیا سے بالکل پاک کرے اور اپنا مرتبہ پہچانے کہ اس کا مقام "سیر" ہے یا "طیر"۔ (سیر یہ ہے کہ سالک کشف و کرامات دیکھتا ہوا آگے ترقی کرے طیر یہ ہے کہ آنکھیں بند ہوں اور آگے بڑھتا رہے۔ اہل اللہ کے نزدیک سیر سے طیر افضل ہے)۔ سالک کو یہ جاننا چاہئے کہ مطیع ہے یا عاصی (شرع کا پابند ہے یا آزاد ہے)۔ محبوب ہے مکشوف (یعنی اس کے لئے دروازہ کشف و کرامات بند ہے یا کھلا)۔ اس کے بعد خواب اہل اللہ کے سامنے بیان کرے کیونکہ یہ لوگ اشاراتِ غیب سے واقف ہوتے ہیں اور صحیح تعبیر بتا سکتے ہیں اور یہ مقام حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ جنہوں

نے فرمایا : وَعَلَّمَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ

مجھے اللہ تعالیٰ نے خواب کی تفسیر بتائی۔

اس کے علاوہ سبب گمراہی ہے۔ پس یہ قاعدہ مضبوط پکڑ لینا چاہئے تاکہ فلاح حاصل ہو۔ ورنہ گمراہی کے صحرا میں سوائے ہلاکت کے کچھ حاصل نہیں۔ خدا اس سے پناہ دے۔

بیت سے از نکتہ مقصود نشد فہم حدیث

لا دین ولا دنیا بے کار بماندیم

مقصود میں سے کچھ حاصل نہ ہو سکا نہ دین ہاتھ آیا نہ دنیا بس ہم بے کار رہ گئے۔ عزیز من! ایک دفعہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہ جن سے شیطان دور بھاگتا تھا۔ اپنا خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ صدیق اکبر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر اجازت ہو تو اس خواب کی تعبیر میں بیان کروں۔ آنحضرت نے اجازت دے دی۔ جب صدیق اکبر نے خواب کی تعبیر بیان کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

يَا أَبَا بَكْرٍ أَصَبْتَ بَعْضًا وَخَطَأْتَ بَعْضًا

اے ابوبکر کچھ صحیح کہا ہے اور کچھ غلط۔

عزیز من! یہ تشبیہ کا مقام ہے کہ حضرت عمر جیسا شخص جن کے حق میں فرمایا گیا کہ :

إِنَّمَا دَارَ عَمْرٍو فَالْحَقُّ مَعَهُ

خواب کی تعبیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں اور اپنے اوپر بھروسہ نہیں کرتے۔ اور صدیق اکبر جیسے جو ان مرد نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے تعبیر دی لیکن غلطی کھائی اور مکمل خواب کی تعبیر صحیح نہ بتا سکے کسی دوسرے کی کیا مجال ہے کہ سوکوری (نابینا ہونا) اور ہزار آلودگی کے باوجود اپنے اوپر بھروسہ کرے اور خواب کی تعبیر بیان کرنے کی جسارت کرے۔ اس سے گریز کرنا چاہئے کیونکہ یہ جہالت ہے اور دین میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اور جہال (جمع جاہل) کے لئے خواری اس وجہ سے ہے کہ ہوتے تو بے خبر ہیں اور دعوے کرتے ہیں کشف و کرامت کا۔

اپنے آپ کو واصل اور کامل سمجھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ شیطان کو خوش کر رہے ہیں۔ اُبترقائے
اس سے پناہ دے۔ عزیزِ من! ہم جیسے تباہ حال اور اسیرانِ نفس کے خواب اگر چہ بظاہر شیطانی
نہیں ہوتے لیکن حقیقت میں حیرانی، سرگردانی، ظلمانی اور نادانی سے بھرپور ہوتے ہیں:

بیت ۷۰ خوابہ پندارد کہ مردِ کامل

حاصل خوابہ بجز پندار نیست

خواب سمجھتا ہے کہ میں کامل بزرگ ہوں حقیقت یہ ہے کہ اُسے سوائے تکبر کے کچھ حاصل

نہیں۔

اگر کوئی فی الواقع خواب کی تعبیر دے تو اُسے محمد بن سیرین جیسی تعبیر دینی چاہئے۔ میں نے قطب عالم
حضرت شیخ خواجگی سدھورٹی کی زبان مبارک سے سنا ہے اور انھوں نے شیخ المشائخ علامہ الوری
قدوة النقی شیخ بدین سے سنا ہے اور انھوں نے اپنے شیخ قطب الاقطاب شیخ محمد عیسیٰ سے
سنا ہے کہ خواب کی تعبیر حضرت مخدوم شیخ شرف الدین منیری پر ختم ہوگئی۔ عزیزِ من! طالبِ حق کو اس
سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کیونکہ دل کی جو حالت بیداری میں ہوتی ہے وہی خواب میں ظاہر ہوتی ہے۔ دل
کا تفرقہ خواب میں ضرور ظاہر ہوتا ہے خدا کی قسم اگر خواب یا بیداری میں دنیا کی محبت کا ذرہ بھر بھی دل
میں موجود ہے تو راہِ حق ذرہ بھر میر نہیں آتا۔ ہم جیسے تباہ حال لوگوں کو یہ دولت کہاں نصیب ہوتی ہے
کیونکہ یہ صحرائے غیب ہے اور اہل غیب ہی کا حصہ ہے۔ ہمارے لئے یہی دولت کافی ہے کہ ایمان
کی فکر کریں کیونکہ شیطان لعین نے دولتِ ایمان برباد کرنے کی قسم کھاتی ہے۔

فَبِعِزَّتِكَ لَا غُيُوبَةَ لَهُمْ أَجْمَعِينَ

شیطان نے کہا تیری عزت کی قسم میں سب لوگوں کو گمراہ کر دوں گا۔

بیت ۷۱ درگور بریم از گیسوئے تو تارے

تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

اے محبوب! تیری زلف میں سے ایک بال اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں گا تو قیامت کے

مکتوب ۱۱۸

بجانب میاں نصر اللہ۔ عالم کثرت کی حیرانی و پریشانی کے بیان میں

حق حق حق!

المقصود هو ولا مقصود سواہ -

ہمارا مقصود وہی ہے اس کے سوا کوئی مقصود نہیں۔

حکمت ربانی کے تحت سب کو عالم علوی (عالم قدس) کے مقام تکمیل سے نکال کر عالم امکان (دنیا) کی پریشانیوں اور سرگردانیوں میں مبتلا کر دیا گیا ہے اور عالم وحدت و جمع (ذات بحت یا خالص ذات باری تعالیٰ) سے ہٹا کر عالم کثرت (دنیا جو بے شمار تعینات کا مقام ہے) کے تفرقہ میں ڈال دیا ہے۔ یہ سب ربوبیت کے شان ہیں جو **كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي الشَّانِ** (اس کی ہر سبجلی کی نئی شان ہے) کے مصداق خالص عجب پر ظاہر ہوتے ہیں:

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا مجھے شوق ظہور ہوا تو خلقت پیدا

کردی۔

سے بھی یہی مراد ہے۔ سبحان اللہ! صاحب ہمت ہیں وہ لوگ جو تفرقہ سے نکل کر دامن احدیت پر ہاتھ مارتے ہیں اور عین کثرت میں وہ عالم قدس کی وحدت میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کو ہر چیز کے ساتھ ہر چیز میں اور ہر چیز کے ذریعے پہچانتے ہیں اور درمیان میں کسی چیز کا دخل قبول نہیں کرتے ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ:

مَا سَأَيْتَ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتَ اللَّهَ فِيهِ

ہم کسی کو چیز کو نہیں دیکھتے بجز اس کے کہ اس میں اللہ کو دیکھیں۔

ایت کمال مرد در راہ یقین

بیت ۷

در ہر چہ نظر کند خدا را بیند

راہ یقین میں مرد کمال کا کمال یہ ہے کہ جس چیز میں نظر کرے خدا کو دیکھے۔

مکتوب ۱۱۹

بجانب امیر ترومی مغل دوستوں کی فضیلت و اہمیت کے بیان میں

حق حق حق!

اں مکرم کی توجہ با درحمت ہے جو :

اِنِّیْ لَا جَدُّ لِنَفْسِ الرَّحْمٰنِ مِنْ جَانِبِ الْیَمٰنِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یمن کے ملک سے یاد آئیں جانب سے یعنی ہندوستان

کی طرف سے رحمت حق کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا محسوس ہوتی ہے۔

کے مطابق جانب رحمن سے چل کر دل فقیر ہر دم وارد ہوتی ہے جس سے زندہ کی بے مہری سے

دل زخم خوردہ ایک دفعہ پھر زندہ ہو جاتا ہے اور دل کی کلیاں کھل جاتی ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔

خدا کرے یہ دولت ہمیشہ نصیب ہوتی رہے۔ مردان خدا بھی دوستی حق تعالیٰ میں ایسے ہوتے ہیں۔

اور میدان دین میں اسی طرح تابندہ رہتے ہیں۔ بقائے عالم ان کی وجہ سے ہے۔ جب تک کہ

حضرات زندہ ہیں دوست کی معیت میں سانس لیتے ہیں :

اِنَّا جَلِیْسٌ مِّنْ ذٰکِرٰتِیْ

میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔

ان کی شان میں ہے۔ ان ہی کی بدولت دنیا میں رحمت کا نزول اور بلا کا ذہول (دور ہونا) ہوتا ہے۔
حق تعالیٰ کلام پاک میں فرماتے ہیں :

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اس لئے عذاب میں مبتلا نہیں کرتا کہ اسے رسول تم ان کے درمیان رہتے ہو۔
خلفائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے ان حضرات کی وجہ سے یہ برکات نازل ہوتے ہیں:

وَهُمُ الْإِنْقِراضِ عَالِمٌ وَهُمْ صَاحِبُ الْوِلَايَةِ وَهُمْ صَاحِبُ

الْحِمَايَةِ وَهُمْ صَاحِبُ الْمَغْفَاءِ وَالزَّكَاةِ

یہ حضرات قیام قیامت تک رہیں گے۔ یہ صاحب ولایت ہیں، صاحب حمایت ہیں اور

صاحب صفا و زکا (صفائے باطن) ہیں۔

تزکیہ نفس کی بدولت وہ عالم کون و مکان سے گذر کر فضا کے لامکان میں پرواز کر کے نور حق میں مستغرق
ہو جاتے ہیں اور دوست کے سوا کسی چیز کو دیکھتے ہیں نہ جانتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے:

بیت سے در ہر چہ بدیدیم ندیدیم مگر دوست

معلوم چنین شد کہ کنے نیست مگر دوست

جس چیز میں نظر کی دوست کے سوا کچھ نہ دیکھا پس معلوم ہوا کہ اس کے سوا کچھ نہیں۔

المسرام الدنيا وان كانت بنفسها شبيهة مردودة ملعونة لولاها

ما دخل واحد في النار ولكن الله تعالى جعلها مزرعة الآخرة

و نعم اجر العاملين۔

دنیا کا قصہ کرنا مردود فعل ہے اگر یہ دنیا نہ ہوتی تو کوئی ایک بھی جہنم میں

نہ جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو آخرت کے لیے کھلتی بنایا ہے،

اور عمل کرنے والوں کے لیے اچھا اجر ہے۔

چنانچہ کسی نے کہا ہے : ہے

نیست دنیا بد اگر کارے کنی

بد بود گر عزم دینارے کنی

دنیا بڑی نہیں اگر تو کام کرے، بڑی جب ہے کہ دینار کمانے کا ارادہ کرے۔

دَسَادِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن سَيِّئِكُمْ اور حق تعالیٰ کی مغفرت حاصل کرنے میں جلدی کرو۔

دنیا میں سب سے بڑی نیکی غریبوں اور محتاجوں کی تیمارداری اور سخاوری۔ اور فقر اور محبت ہے:

مَنْ أَحَبَّ الْعِلْمَ وَالْعُلَمَاءَ لَمْ تَكُنْ بِحَطِيئَةٍ أَيَّامَ حَيَاتِهِ

جو شخص علم اور علماء سے محبت کرنا ہے ساری زندگی میں اس کے گناہ نہیں لکے جاتے۔

مردان خدا دنیا میں یہ دولت کماتے ہیں اور آخرت کے لئے توشہ جمع کرتے ہیں۔ ان عزیز کا بھی یہی

حال ہے خدا کرے اس میں ترقی ہو بحرمت النبی والہ الامبار۔

مکتوب ۱۲

بجانب شیخ جلال تھانیسریؒ در بیان دیدن حق در عالم جبروت
کہ موجود بالقوة است (عالم جبروت میں حق تعالیٰ کو دیکھنے کے
بیان میں جو کہ موجود بالقوة ہے (۲) بشریت میں شغل باطن کے در
سے ظاہر ہونے کے بیان میں۔

حق حق حق!

.... ہر حال میں شکر واجب ہے صبر و شکر کے سوا چارہ نہیں۔ کیونکہ اس سے دوست

نہک رسائی ہوتی ہے؛

رباعی

حاشاک دلم از تو جدا خواہد شد یا باکس دیگر آشنا خواہد شد

از مہر تو بگسلا کرا دارد دوست و زکوئے تو بگذرد کجا خواهد شد
 یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میرا دل تجھے بھول جائے یا کسی دوسرے سے آشنائی کرے کیونکہ
 جو شخص تیری محبت چھوڑ دے گا اس کا کہاں ٹھکانہ ہے اور جو تیرا کوچہ ترک کر دے گا وہ کہاں
 جائے گا۔

آپ کا خط ملا۔ فرحت ہوئی۔ واضح باد کہ عالمِ جبروت عالمِ مشاہدہ اور رویت ہے (یاد رہے
 کہ عالمِ ناسوت یعنی ظاہری دنیا سے آگے اور اس سے لطیف تر عالمِ مثال ہے اس سے آگے عالمِ
 ملکوت ہے جو ارواح و ملائکہ کا جہاں ہے اس کے اوپر عالمِ جبروت ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسماء و
 صفات کا جہاں ہے اس کے اوپر عالمِ لاہوت جو اللہ کی ذات کا عالم ہے) اللہ تعالیٰ کا دیدار عالمِ
 جبروت ہی میں ہوتا ہے ورنہ مقامِ ذات (عالمِ لاہوت) میں تو نہ زمان ہے نہ مکاں، بس ذات ہی
 ذات ہے جہاں نہ مشاہدہ ہے نہ رویت۔

فانہ ہو ہو ولیس الا ہو

وہاں ہویت مطلقہ ہے جس کے سوا اور کچھ نہیں۔

اگر یہاں معزز بے چارہ رویت کا انکار کرے تو اپنے آپ کو جنت و دوزخ کے غم سے گرفتار کرے۔
 البتہ کہ ذات تک رسائی ناممکن ہے اور کوئی شخص اس سے آگاہ نہیں:

بیت سے نیست کس راز حقیقتِ آگہی

جسہ میرند بادست تھی

حقیقت سے کما حقہ کوئی شخص آگاہ نہیں پس سب لوگ خالی ہاتھ چلے جاتے ہیں۔

لیکن جو شخص تجلی کا منکر ہو وہ ہلاک ہوا۔ خدا اس سے پناہ دے۔ جس شخص پر تجلی ہوتی ہے وہ اس
 کے حسبِ حال ہوتی خواہ صورت میں خواہ معنی میں۔ یا صورت و معنی سے ماوریٰ پس ہر شخص اپنے
 قلب کی صفائی کے مطابق تجلی سے بہرہ ور ہوتا ہے اور مشاہدہ یا رویت یا کشف سے سرفراز ہوتا
 ہے۔ یاد رہے کہ عالمِ جبروت موجود بالقوۃ ہے یعنی مرتبہ فعل و ایجاد میں ظہور پذیر ہوتا ہے

۱۔ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔

اور غیب شہود میں آجاتا ہے۔ یہاں تکوین و مکون ایک ہے (یعنی خالقیت و مخلوق ایک ہے) جو غیب تھا وہ ظاہر ہو گیا۔

الوجود واحد و النظر مختلف و التکثر اعتبار محض

وجود ایک ہے نظر مختلف ہے اور کثرت محض اعتباری ہے حقیقی نہیں۔

جس نے حدوث کی نظر کی اس نے حادث کہا۔ جو حدوث سے بلند چلا گیا خدا سے بیہست ہو گیا :

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کہ دو اللہ احد ہے یعنی ایک ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے :

تا تو می باشی عدد بینی ہمہ

چوں شوی فانی احد بینی ہمہ

جب تک تو ہے کثرت دیکھتا ہے تب تو فنا ہوا تو احد دیکھے گا۔

نیز موجود بالفعل ان معنوں میں ہے کہ وہ مدت یا نسل حق ہے۔ اس لحاظ سے لوگوں نے روح کو قدیم کہا ہے اور روح کو اسمائے الہی میں سے ایک اسم سمجھا ہے :

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) یعنی عالم جبروت بنظر وجود و خلق موجود بالقوتہ ہے اور بنظر وجود جو اس عالم کا خاصہ ہے موجود

بالفعل ہے عالم جبروت سے مراد روح اضافی ہے جس کی شرح میں شرح نہیں کی گئی۔ بس اتنا کہا گیا ہے

کہ روح امر ربی سے ہے۔

۱۔ یعنی تکوین و مکون ایسے ہے جیسے فعل المفعول۔

بیت سے ہرچہ در توحید مطلق آمدہ است
اں ہمہ در تو محقق آمدہ است

توحید میں جسے مطلق کہا گیا ہے وہ تیرے اندر محقق ہے۔

بات طویل ہو جانے اور راز فاش ہونے اور غیرتِ حق عمل میں آنے کا ڈر ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ
خدا کے سوا کوئی نہیں اور خدا کے سوا خدا نہیں۔

بیت سے معلومت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

ورنہ در مجلس اندان خیرے نیست کہ نیست

یہ معلومت نہیں کہ راز فاش ہو ورنہ رندوں کی مجلس میں کوئی ایسی خبر نہیں جو ان کو معلوم نہ ہو۔

اگر سننے اور برداشت کرنے کی طاقت ہے تو یہ راز اچھی طرح سمجھ لو۔ ایمان اور کفر بندے کی صفت اور
بندے کا فعل ہے جب تک عالمِ علمی (لامکان) سے تنزل نہیں ہوتا مومن اور کافر کا سوال پیدا نہیں
ہوتا۔ عالمِ علمی میں جو کہ عالمِ قدس اور عالمِ اجمال (برعکس عالمِ تفصیل یا عالمِ خلق) ہے حق تعالیٰ کے
سوا کچھ نہیں۔ وہاں خواہ روح ہے تو بھی اسی حالت میں ہے سب نورِ حق اور حضورِ حق ہے وہاں نہ
کافر ہے نہ مومن؛ بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ

بلکہ اللہ ہی تمہارا مولا ہے جو بہترین مددگار ہے۔

اِنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ کافروں کا کوئی مولا نہیں ہے۔

یہ ایسی رمز ہے کہ جس سے جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ جب وہ خود ہی خود ہے تو کیوں کوئی کافر
ہوتا ہے اور کوئی مومن؛

دَلَّةَ الْكِبْرِ بِآبِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ

اور اسی کے لئے عظمت ہے آسمانوں اور زمین میں یعنی پوری کائنات میں۔

اگرچہ ایک جنت میں ہے اور ایک دوزخ میں لیکن یہ عالمِ اکوان میں ہوتا ہے نہ کہ عالمِ سبحان میں؛

سَيَاتٍ عِنْدَ كِبْرِيَاءِ الْعَبْدِ فَوْقَ الْعَرْشِ وَتَحْتَ التَّرْوِي

اور جو کچھ آل عزیز پر وارد ہوا ہے پسندیدہ ہے۔ ہر عارف پر ہر وقت مختلف واردات ہوتے ہیں کیونکہ حقیقت بحر بے کراں ہے :

بحر لا ساحل له والقلب بحر لا سیم قلب العارف۔

وہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں اور قلب عارف ایسا سمندر ہے جس کا کوئی نشان نہیں آپ کو چاہئے کہ شرح المعارف کا مطالعہ جاری رکھیں۔ تاکہ ہزاروں راز ظاہر ہوں اور ذوق و شوق میں اضافہ ہو۔ اگرچہ کتاب مختصر ہے لیکن ایک بحر حقیق (گہرا سمندر) ہے۔ اس کی شرح بھی بہت بلند ہے۔ دوسری کتابیں جن کا اس فیضان نے دورانِ تحریر میں ذکر کیا ہے دیوانگان اور زندان کا سرمایہ ہیں۔ دیوانوں اور زندوں کا راز دیوانے اور زند ہی جانتے ہیں جس طرح کہ پرندوں کی زباں پرندے ہی سمجھتے ہیں :

فَقَبَّتْهُمُ ضَاحِكًا مِنْ قَوْلِهَا
اس نے اس کی بات سے تبسم فرمایا۔

اس سے جہان میں شور مچ گیا ہے آپ کو ان چیزوں کا خوگر ہونا چاہئے تاکہ دوست تک رسائی ہو سکے۔ نیز آپ نے لکھا ہے کہ اس حقیر کے دماغ میں تھوڑی دیر کے لئے کبھی آہستہ اور کبھی تیزی کے ساتھ آواز پیدا ہوتی ہے اور اس آواز سے سارے جسم میں لرزہ ہوتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے بیہوشی بھی طاری ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید کوئی بیماری ہے۔ بعض اوقات پلے درپلے دو تین مرتبہ یہی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اب اس میں کچھ اضافہ ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں کیا چیز ہے۔ عزیز من! ہم کئی سالوں سے اس خوشخبری کے انتظار میں تھے کہ کب دوست کی طرف سے پیغام آتا ہے اور دل کے لئے باعث مسرت ہوتا ہے : رباعی

خورم آن روز کہ از یار پیامے برسد تا دل غم رزہ یک لحظہ بکامے برسد

بجئے نیست کہ گر زندہ شود جانِ عزیز چون ازال یار جدا ماندہ سلاکے برسد

کیا ہی پُر لطف ہو گا وہ دن جب کہ دوست سے پیغام آئے گا۔ اور اس سے نگیں دل میں

مسرت کی لہر ڈور جائے گی۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ جب دوست کی طرف سے سلام

ملے گا تو جان میں جان آجائے گی۔

اس ٹوشجری سے دل اس قدر خوش ہوا کہ کون و مکان میں نہیں سماتا۔ اور کون و مکاں میں کیونکر سماتے کہ یہ مژدہ لامکان ہے تم اسے مرض سمجھتے تھے۔ ہاں کہ یہ وہ مرض ہے کہ عارفین کی صحت یہی ہے یہ وہ مژدہ ہے کہ اولیائے کرام کے لئے باعث مسرت ہے :

لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

ان کے لئے دنیا و آخرت کے لئے خوش خبری ہے۔

ہمارے احباب کو یہ چیز دو سال کے بعد نصیب ہوتی ہے۔ لیکن عزیز کو زیادہ دیر لگ گئی ہے خبر ہر چند بدیر است آہنو بچنگ شیر است (اگرچہ دیر ہو گئی ہے لیکن اب ہرن شیر کے پنچے میں ہے)۔ دیر پنچہ میں زیادہ مزہ ہوتا ہے۔ اس آواز سے بڑی ترقی ہوگی :

ونفع في الصور فصعق من في الارض

پس صور پھونکی گئی اور دنیا کے سب لوگ بے ہوش ہو گئے۔

یہ اسی حقیقت کی نشان دہی ہے جس سے آدمی کون و مکان سے باہر نکل جاتا ہے۔ پس مرد ہو کر رہو اور مردانہ وار اسے برداشت کرتے جاؤ اور مردانہ وار اس سے لذت حاصل کرو۔ جو شخص اس سے ڈر جاتا ہے اور بزدل ہوتا ہے اسے کچھ نہیں ملتا :

بیت ۷ کار تو مخاطر است خواہم کردن

یا سرخ کنم روئے ز تو یا گردن

یہ کام بہت پرخطر ہے لیکن ضرور کروں گا خواہ سرخ روئی حاصل ہو خواہ گردن سرخ ہو یعنی خون سے۔

۱۔ شیخ عبد السار، شیخ خاں، شیخ سلطان، شیخ ہداد، شیخ عبد الغفور، شیخ عبد الرحمن، شیخ عبد اللہ

سید احمد، شیخ عبد القادر، شیخ نور الدین، شیخ کبیر، شیخ قطب الدین، شیخ منور، شیخ عبد الرشید وغیرہ

نے جو حضرت شیخ کے احباب تھے دو سال میں اس دولت کو پایا۔

اس سے آدمی پر اس قدر استغراق طاری ہوتا ہے کہ اپنی خبر نہیں رہتی اور سراپا حیرت بن جاتا ہے۔
اس مقام کے متعلق کہا گیا ہے کہ :

”جوش در سینہ، شور در سر، درویش مست و بے خود و بے خبر“

یعنی سینے میں جوش اور سر میں شور (دیوانگی) ہے اور درویش مست، بے خود اور بے خبر ہے۔

بیت ۷

مامست السیم قضارا نشاسیم

از غایت مستی سرویا را نشاسیم

ہم مست است ہیں، ہمیں قضا و قدر کی کوئی خبر نہیں اور مستی کے عالم میں خود اپنی خبر نہیں
کہ سر کہاں ہے اور پاؤں کہاں۔

یہ فیر بھی اسی خرابی، اسی خراب، اسی سوز، اور اسی گداز میں پڑا رہا اور کوئی ساحل نظر نہ آتا تھا اور اب
بھی اسی طرح خراب، و زار، بے خود اور گم رہتا ہے دیکھیں کیا پیش آتا ہے اور کام کہاں ختم ہوتا ہے۔
تحقیق انبیاء علیہم السلام کا کام ہے اور خون دل پینا اولیاء کی قسمت میں ہے بلکہ خود سرور کائنات دن
میں ستر مرتبہ استغفار پڑھتے تھے۔ اور یہ نعرہ لگاتے تھے :

سب لا تذنبی فرداً وانت خیر الوارثین

اے رب مجھے اکیلانہ چھوڑو اور تو بہترین وارث ہے۔

جب آج یہ حالت ہے تو کل کیا ہوگا :

بیت ۸

امروز روزگار است فردا است اور غوغا

عاقل چرانسازد امروز کار فردا

آج موقع ہے اور کل شورِ محشر پھا ہوگا پس عاقل کو کیا ہوا کہ کل کی تیاری آج نہیں کرتا۔

تلك خیالات ترفی بہا اطفال الطریقت

یہ وہ توجہات ہیں جن سے اطفال طریقت پرودہ ش پاتے ہیں۔

جو کچھ وارد ہوتا ہے اللہ کی طرف سے ہے :

مریدین کو یہ دودھ پستانِ پیرانِ ولایت سے حاصل ہوتا ہے جس کے لئے صحبتِ مشائخ ضروری ہے تاکہ بلوغ حاصل ہو اور سالک مرد میدان بن جائے۔ اسی وجہ سے محققین نے کہا ہے :

کعبہ چہ مے روی و چہ کشی رنجِ بادیہ
کعبہ است کوئے دلبر قبلہ است روئے دوست

تو کعبہ کی طرف کیوں جاتا ہے اور کس لئے لق و دق صحرا کا سفر اختیار کرتا ہے۔ ہمارا کعبہ تو دوست کا کوچہ ہے اور ہمارا قبلہ دوست کا رخ نور ہے۔

آئندہ جو کچھ وارد ہو تھوڑا یا بہت تحریر کر دیا کرو تاکہ اس کا جواب لکھا جاسکے۔ اور رہنمائی ہو۔ استقامت حاصل ہو تو مقامِ تمکین میسر آئے۔ ابھی ابھی آپ کا دوسرا خط میاں نعمت اللہ کے ذریعے ملا فرحت پر فرحت حاصل ہوئی۔ یہ درد مبارک ہو اور خدا کرے اس میں اضافہ ہو :

بیت سے درگور برم از سرگیسوتے تو ناکے

تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

اے محبوب! تیری زلف کا ایک بال قبر میں ساتھ لے جاؤں تاکہ قیامت کے روز میرے سر پر سایہ افگن ہو۔

عاقبت بریں درد باد۔ والسلام۔

مکتوب ۱۲۱

بجانب شیخ جلال الدین تھانی سی۔

(۱) صحبت کی فضیلت (۲) گوشہ نشینی کے فوائد اور

(۳) فتح البواب (دروازوں کا کھل جانا) اور عنایت ربانی

کے شکرانہ کے بیان میں۔

حق حق حق!

آن برادر کا مکاتبہ شریفہ (خط) موصول ہوا۔ دل کو بہت فرحت ہوئی۔ اور روح نے راحت

پائی۔

فضیلتِ صحبتِ شیخ

یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ چند روز سے یہ حالت ہے کہ نیند بہت کم ہو گئی ہے یعنی ایک یا دو گھنٹے کے قریب نیند کا غلبہ ہوتا ہے لیکن پھر حق تعالیٰ ہوشیار کر دیتا ہے۔ اور سینے کے اندر ذکر اس طرح جاری ہو جاتا ہے کہ نیند میں بھی اس کا احساس رہتا ہے۔ نیز آسمان سے ایک بجلی کی سی آواز دماغ میں اس سختی سے جا پڑتی ہے کہ جس سے تھوڑی دیر کے لئے بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ شب قدر کے دوسرے یا تیسرے روز جب کہ یہ خط لکھا گیا نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ ایک ساعت (گھنٹہ) کے قریب سو گیا۔ نیند کے وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ پہاڑ کی مانند کوئی بوجھ پڑ رہا ہے جسم کے سارے جوڑ ٹوٹ رہے ہیں اور خاکستر ہوئے جاتے ہیں لیکن اس حالت میں حضرت شیخ کی ولایت نے مدد کی جس نے ساری کوفت جاتی رہی اور دل خوش ہو گیا۔ اس چیز کا اثر کچھ عرصے تک رہا۔ لیکن اب کئی روز سے نیند معمول کے مطابق آتی ہے اور اس حالت میں کمی واقع ہو گئی ہے۔ واضح باد کہ

بیت سے پیر رہ کبریتِ احمد آمد است

سینہ او بحرِ انضر آمد است

پیر طریقتِ کیمیا سے دل ہے اور اس کا سینہ بحر بے پایاں ہے۔

عزیز من! یہ شیرِ غیب ہے جو شیخ کی ولایت کے پستان سے نکل کر سعادت مند بچکان یعنی مریدانِ صادق و عاشق کے منہ میں پہنچایا جاتا ہے جس سے ان کی رفتہ رفتہ پرورش ہوتی ہے۔ اگر یہ چیز یکبارگی دی جائے تو پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے؛

وَجَعَلْنَا دَكَّاءَ تَجَلَّى رَبَّانِي سَعَى طَلَرِ رِيْزِهِ رِيْزِهِ هُوَ كِيَا۔

اس تجلی سے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش ہوئی۔ بے نصیب بچے کی طرح ان پر

یکبارگی تجلی کر کے برباد کرنا مقصود نہ تھا بلکہ جب کوہِ طور پر بالواسطہ تجلی کی گئی تو :

خَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا حضرت موسیٰ علیہ السلام بے خود گئے۔

اس تجلی سے وہ اس قدر مست ہوئے اور غلبہٴ حال میں اس قدر مستغرق ہوئے کہ قیامت کے دن پایہٴ عرش پکڑے ہوئے :

سَأَبِّأُؤْرِثُ رَبِّي اے میرے رب! مجھے اپنا ویدار دکھا۔

کہہ رہے ہوں گے اور دوست سے دوست کا نشان طلب کر رہے ہوں گے۔ یہ دیکھ کر مصطفیٰ علیہ السلام کو حیرت ہوگی اور فرمائیں گے کہ شاید موسیٰ علیہ السلام ہم سے سبقت لے گئے اور ذوق و شوق کے عالم میں عرش پر پہنچ گئے۔ شاید وہی تجلی اپنا کام کر گئی اور ان کی قسمت بنا گئی :

وَلَمِيتٌ لَّمْ يَمُتْ

نہ وہ مرتے ہیں نہ دوبارہ اٹھانے کی نوبت آتی ہے۔

بے شک مردانِ حق اپنے ذوق و شوق میں جان دے دیتے ہیں لیکن مرتے نہیں۔ موت ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی :

لَا يَمُوتُونَ أَبَدًا وہ کبھی نہیں مرتے۔

ان کے حق میں صادق آتا ہے۔ اگرچہ ان کو گرگڑا جاتا ہے اور دیر کے بعد کشائش ہوتی ہے لیکن یہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ پختہ کار نہیں، مردِ راہ ہوں، تمکین حاصل کریں، اور ان کا ذوق و شوق بڑھے۔ تم بھی جہد جاری رکھو اور شرابِ محبت کے پیالے پر پیالہ پئے جاؤ کشائش کا وقت آجائے گا۔

خلوت و عزلت کے فوائد

اس راستے میں تم تین چیزوں کو مد نظر رکھو :

(۱) اول دائمی خلوت و عزلت اختیار کرو۔

(۲) دوم، معدہ خالی رکھو۔ اگر طعام خشک ہو تو بہتر کیونکہ ابتدائے حال میں یہی افضل ہے۔

(۳) سوم، شغلِ باطن میں مشغول رہو۔ اور یہ کام رات دن اور ہر لحظہ اور ہر لمحہ تنگی نفس

سے (شاید حضورِ دم سے یعنی کم سانس لینا) جاری رکھو۔ اور جو کچھ پیش آئے کوئی فکر نہ کرو ولایت شیخ تمہارا ساتھ دے گی۔

مریدین کو پیر کی قدر اس بات سے معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے پہلے ساہا سال بتوں کے سامنے سجدے کرتے رہے کہ ناگاہ خوش بختی سے صحبت پیغمبر علیہ السلام نصیب ہوئی اور ہر طرف شور برپا ہو گیا۔ کوئی یہ کہتا تھا کہ :

واللہ لا اعبد رباً مالم اراہ

اللہ کی قسم میں جس رب کو دیکھ نہیں لیتا اس کی عبادت نہیں کرتا۔ (قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ) اور کوئی یہ کہتا تھا کہ :

عَرَفْتُ رَبِّي بِرَبِّي

میں نے اپنے رب کو اپنے رب کے ذریعے پہچانا۔

کوئی یہ کہتا تھا کہ :

رَأَى قَلْبِي رَبِّي

میرے قلب نے میرے رب کو دیکھا۔ (قول حضرت عمرؓ)

کوئی یہ کہتا تھا کہ :

مَا الْإِيْمَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ

ایمان کیا ہے اے رسولِ خدا۔ (قول حضرت انس بن مالکؓ)

اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے :

لِي مَعَ اللَّهِ وَقْتُ لَا يَعْصِي فِيهِ مَلَكٌ مَقْرَبٌ وَنَبِيٌّ مُرْسَلٌ

اللہ کے ہاں مجھے کسی وقت ایسا مقام حاصل ہوتا ہے کہ نہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ نبی وہاں

تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے :

مَنْ رَأَى فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ

جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

یہ میدان عشق کی عروۃ الوثقیٰ ہے :

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

اس سے یہی مراد ہے معلوم نہیں یہ دولت کسے ملتی ہے۔ اور کس صاحبِ نعمت پر یہ آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ اسی طرح اولیاءِ کرام میں سے ہر طرف کوئی انا الحق (میں حق ہوں) کہہ رہا ہے کوئی سُبْحَانِیَ مَا اعْظَمَ سُبْحَانِیَ (میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے۔ (بایزید)) پکار رہا کہ ہے کوئی قُمْ بِاَذْنِیَ (زندہ ہو جاؤ میرے حکم سے۔ عین القصاة ہمدانی) کانعزہ مار رہا ہے۔ غرضیکہ اس کی کوئی حد نہیں اور قیامِ قیامت تک یہ دولت اور یہ دودھِ پستانِ ولایت شیخ سے نکل کر مریدوں کے منہ میں پہنچتا رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ کیونکہ :

النبوة تنقطع والولایت لا تنقطع

نبوت ختم ہوتی ہے لیکن ولایت ختم نہ ہوگی۔

پس مے نوش و مے جوش و مے خروش و ہچ مفروش (پس شرابِ محبت کے پیالے پئے جاؤ۔ جوش و خروش اور ذوق و شوق سے رہو اور کچھ ضائع نہ کرو)۔ یعنی حق تعالیٰ کا راز فاش نہ کرو کیونکہ دوست کا راز فاش کرنے سے ترقی رک جاتی ہے :

بیت سے گرچہ شوی مست تو ہیچ انا الحق مگو

متر خداوند را کافر دستار باش

اگرچہ تو مست و بے خود بھی ہو جائے لیکن انا الحق کانعزہ نہ مار۔ اور اللہ تعالیٰ کے راز کو

چھپانے والا اور ڈھانکنے والا بن جا۔

یہی وہ راز ہے جسے آنحضرتؐ نے چھپانے کی تاکید فرمائی ہے تاکہ راز و رموز کی باتیں گلی کو چوں تک نہ پہنچ جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدا میں آپؐ غارِ حرا میں جا کر مشغول ہو جاتے تھے جتنے کہ آپؐ پختہ کار اور صاحبِ وحی ہو گئے۔ روایت ہے کہ نزولِ وحی کے وقت آپؐ بعض اوقات بے خود ہو جاتے تھے

کسی نے خوب کہا ہے :

بافراقِ دوستاں بس کہ نشست بر دلم

مے و مہنے روذناقہ بزیرِ محسوم

دوست سے جدائی کا غم مرے دل پر اس قدر بوجھل ہو جاتا ہے کہ میری اونٹنی بھی چلنے سے باز رہ جاتی ہے۔

یہ بے خودی مبارک اور صد مبارک ہو خدا اس میں ترقی دے۔ تم کوشش کرتے رہو۔ ارحم الراحمین اپنا کام کرتا ہے۔ وہ رفیع الدرجات (درجے بلند کرنے والا) ہے خود بخود بلند مقامات پر لے جاتا ہے۔ مواہب ربانی (ربانی عطیات) وقتاً فوقتاً ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ وہاں کسی کا اختیار نہیں چلتا۔ عالم غیب سے خود بخود تجلیات کا اظہار ہوتا ہے۔ جب سالک پختہ روزگار ہو جاتا ہے تو تجلیات کی بارش ہوتی ہے وہ حکیم ہے اور رحیم ہے اپنا کام آپ کرتا ہے :

کُنْ لِي اَكْتُ لَكَ
تو میرا ہو جائیں تیرا ہو جاؤں گا۔

کی دعوت دیتا ہے۔

مَا كَانَ لِي يَكُوْنُ لَكَ
جو کچھ میرا ہے تیرا ہو جائے گا۔

کا ظہور ہوتا ہے اور عالم تکمیل و مشاہدہ میں پہنچا دیتا ہے یہاں تک کہ ایک لحظہ کے لئے بھی مشاہدہ ربانی فوت نہیں ہوتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

هِنِيَا الْاَدْبَابِ النِّعَمِ نَعِيْمَهَا
اربابِ نعمت کو نعمت مبارک ہو۔

مردانِ حق تجلی حق کو پالیتے ہیں اور مشاہدہ و رویت تک پہنچ جاتے ہیں۔ رویت اگرچہ بیان میں آئی ہے لیکن نہاں (پوشیدہ) ہے۔ رویت مشابہات میں سے ہے۔ (قرآن مجید میں مشابہات اُن آیات کو کہا گیا ہے جن کے معانی قطعی طور پر واضح نہ ہوں)۔ اگرچہ کون و مکان سے بالاتر ہے لیکن کون و مکان سے بے تعلق بھی نہیں۔ کیونکہ عدم محض میں کچھ بس نہیں چلتا۔ عالم امکان کے سوا کام نہیں بنتا (یعنی عالم امکان کی اصطلاحات و تشریحات سے واسطہ پڑتا ہے) مثال کے طور جب

کیماگرتا بنے کوسونا بناتا ہے تو وہ سونا بن کر کوچہ وبازار میں سونے کی عزت پاتا ہے اور سونا بن کر فروخت ہوتا ہے۔ اگرچہ حقیقت میں وہ سونا نہیں ہے لیکن تجلی اس کی سونے کی ہے اور سونے کی صفات رکھتا ہے:

تخلقوا باخلاق اللہ

اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہجاؤ

کے یہی معنی ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ آدمی خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہے یہ انہی معنوں میں ہے ورنہ عدم صرف کی کیا بات ہو سکتی ہے لیکن اس راز کو مردانِ حق اور رندانِ بادہ پرست کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا:

اَلْکَسِ اسْتِ اہْلِ بَشَارَتٍ کَہِ اِشَارَتِ دَانِدٍ

نکلتا ہست بے محرم اسرار کجاست

اہل بشارت یا اہل کشف وہ ہے جو ان اشارات سے واقف ہے۔ ان نکتوں کو وہی سمجھ سکتا

ہے جو محرم راز ہے۔

اس دولت کے شکرانے میں جلوہ تیار کر کے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مبارک اور مشائخِ عظام کی ارواح کو ایصالِ ثواب کر دینا:

وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

اگر تم شکر کرو تو ہم زیادہ دیتے ہیں (قرآن)

اس سے یہ دولت زیادہ ملتی ہے۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۲۲

بجانب شیخ جلال الدین۔

(۱) مراتب ذکر ذاکر (۲) مسئلہ رویت

(۳) عالم صورت و معنی اور ورانے صورت و معنی کے بیان میں۔

حق حق حق!

..... مکاتبہ شریفہ آل برادر ملا. فرحت و ذوق ربانی رونما ہوا۔ مشائخ کے فرمان کے مطابق چلہ کشی کرنے اور حق کے ساتھ مشغول ہونے میں سعادتِ ابدی اور علوِ درجہ سرمدی ہے۔ لیکن مشائخ کا کام حکم دینا اور مریدوں کا کام حکم بجالانا، جان کی بازی لگانا اور سب کچھ قربان کر کے قرب حق حاصل کرنا اور عالمِ تلوین سے عالمِ تکوین تک پہنچنا ہے (تلوین لون سے مشق ہے جس کے معنی رنگ کے ہیں۔ جب سالک ابتدا میں قسم قسم کی کیفیات حاصل کر کے مست و بے خود ہو جاتا ہے تو اُسے صاحبِ تلوین کہتے ہیں کیونکہ اس مقام پر اُس پر کئی رنگ پڑھتے ہیں اور کئی اترتے ہیں لیکن جب اس کے اندر پختگی آجاتی ہے اور کیفیت اور غلبہ استغراق پر قابو پالیتا ہے تو اُسے صاحبِ تمکین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اہلِ تلوین کو ابنِ الحمال اور اہلِ تمکین کو ابو الحمال کی کہتے ہیں۔ یعنی مغلوب الحمال ہونے والا اور حال پر قابو پانے والا) کسی نے خوب کہا ہے :

بگدازم این کون و مکان بگدازم این جان و جہاں
جائیکہ بہت آل بے نشاں من بندہ ام آنجا روم

یہ عالم کون و مکان اور یہ جسم و جان و جہاں چھوڑ کر میں وہاں جاتا ہوں جہاں وہ بے نام و نشان رہتا ہے۔

جس قدر کام کیا جائے گا اور مجاہدات جس قدر سخت عمل میں لائے جائیں گے اسی قدر بھیل حاصل ہو گا اسی قدر اسرار منکشف ہوں گے اور اسی قدر انوار بریں گے :

کار کن کار بگذر از گفتار

کاندیریں راہ کار دارد کار!

کام کرو کام کرو اور زبانی دعوے چھوڑ دو کیونکہ اس کو پچے میں کام ہی کام آتا ہے۔

علوم مرتبہ علو بہت سے حاصل ہوتا ہے (یعنی جس قدر بہت بلند ہوتی ہے مرتبہ بلند ملتا ہے :

شعر
من طلب العلى سهر الليالى
بقدر الكد تنقسم المعالى

(جو بندی کا خواہاں ہو وہ شب بیداری کرے اور محنت کے مطابق مراتب تقسیم ہوتے ہیں) جو لوگ انبیاء اور اولیاء کے پسندیدہ، حق تعالیٰ کے مقرب، پیران دین اور معتدلے اہل یقین ہیں یہ وہی خوش قسمت لوگ ہیں جو جان پر کھیل گئے ہیں اور اپنا سب کچھ قربان کر چکے ہیں؛

رباعی

مے ندانم کیں چہ مرداں بودہ اند کز عمل یکدم نئے آسودہ اند
لا جرم در بندگی سلطان شدند مہتر خلق جہاں ایشان بشدند
معلوم نہیں یہ کس قسم کے لوگ ہیں جو عمل سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہوتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ
کی اس قدر بندگی کی کفایت کے مقتدا بن گئے ہیں۔

مراتب ذکر

آپ نے لکھا ہے کہ شغل باطن کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ دل کی آواز کانوں سے سنائی دیتی ہے بلکہ مغز کی ہڈی سے بھی یہ آواز سنی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ یہ غلبہ ذکر مبارک ہے۔ اب کام کو یہاں تک پہنچاؤ کہ ذکر کی آواز مغز استخوان (دماغ کی ہڈی) سے بڑھ کر مغز جان تک پہنچ جائے (یعنی روح میں طاری و ساری ہو جائے) اور سبحان کی خبر دے؛

رباعی

دل مغز حقیقت است تن پوست بریں دل شیوہ روح صورت دوست بریں
ہر چیز کہ آن نشان ہستی دارد یا پر تو لور اوست یا اوست بریں
یہ جسم پوست یعنی چمکا ہے اور دل اس کا مغز ہے۔ دل دوست کی صورت کا آئینہ ہے۔
اسے دیکھو۔ جو چیز یہ نشان رکھتی ہے یا اس کے نور کا عکس ہے یا وہ خود ہے
تو اسے دیکھو۔

ذکر کے مراتب، ذکر کے اندر

ذکر ذکر کے اندر چار مرتبے رکھتا ہے:

(۱) ذکر زبان (۲) ذکر دل

(۳) ذکر ستر (۴) ذکر روح

یاد رہے کہ انسان کے اندر چھ روحانی مرکز ہیں جنہیں لطائفِ ستہ کہتے ہیں:

(۱) نفس (۲) قلب (۳) روح

(۴) سر (۵) نخعی (۶) اخفی

نفس کا مقام ناف کے عین نیچے ہے۔ قلب کا مقام بائیں پہلو میں، روح کا دائیں پہلو میں، ستر کا لطیفہ قلب و روح کے درمیان، نخعی کا وسط پیشانی میں اور اخفی کا ام الدماغ یعنی سر کی چوٹی میں۔ جب ذکر اللہ کی ضربیں ان لطائف پر لگائی جاتی ہیں تو یہ زندہ ہو جاتے ہیں اور ذکر میں مشغول ہو جاتے ہیں اور ان کے اندر جو حرکت پیدا ہوتی ہے وہ ذکر محسوس کرتا ہے پس زبان سے جو ذکر کیا جائے اُسے ذکر زبان یا ذکر لسان کہا جاتا ہے۔ جب ذکر سے قلب جاری ہو جائے تو اُسے ذکر دل یا ذکر قلبی کہتے ہیں۔ جب لطیفہ روح زندہ ہو کر ذکر ہو جائے تو اُسے ذکر روح کہتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔

ذکر کی کیفیات، ذکر کے اندر

ذکر، ذکر کے اندر تین قسم کا ہوتا ہے:

اول ذکر پر ذکر کا غلبہ جسے کشائش کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جب سرکش نفس کو شروع میں قابو میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ بے چین ہوتا ہے اور بھاگ بھگانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس پر مکمل قبضہ ہو جاتا ہے اور ذکر کا ذکر پر غلبہ ہو جاتا ہے بلکہ ذکر اس کی حیات اور عدم ذکر اس کی موت بن جاتا ہے اس وقت اگر وہ ایک لمحہ بھر بغیر ذکر کے رہنا چاہے تو نہیں رہ سکتا۔ گڈری پوٹن ٹرٹیا (راولپنڈی) کی ہمت ملاحظہ ہو جنہوں نے فرمایا کہ میں دنیا میں دوست کے ذکر سے زندہ ہوں اور آخرت میں دیدار دوست سے زندہ ہوں گی۔ لیکن امام جنیدؒ کو کشائش حاصل

کرتے کرتے دس سال لگ گئے تھے کہ استقامت حاصل ہوئی اور دل کو ذکر کے ساتھ قرار آیا۔ اس کے بعد آپ کی یہ حالت ہو گئی کہ تیس سال تک آپ کے سینہ مبارک میں غیر کا خطرہ نہ آیا۔ اس سے ترقی کر کے سالک مطلوب کے دامن میں ہاتھ ڈالتا ہے اور ذکر اور ذکر پر غلبہ چھا جاتا ہے اور مقام وحدت میں پہنچ جاتا ہے جہاں اُسے مکاشفہ حقیقی نصیب ہوتا ہے :

چوں نماں در دل از اغیار نام

پردہ از محبوب برنہیستد تمام

جب دل غیر سے خالی ہو جاتا ہے تو محبوب کے رخ اور سے پردہ بالکل اٹھ جاتا ہے۔

آوازِ برق

آپ نے لکھا ہے کہ دماغ میں آواز بجلی کی مانند گرتی ہے جس سے بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اور اس قدر غلبہ ہوا کہ قیلولہ (دن کی نیند) کے وقت میں نے شمار کیا کہ ستر بار یہ آواز آئی۔

عالم واقعہ

واضح باد کہ جو کچھ غلبہ خواب اور گرانی چشم میں واقع ہوتا ہے اُسے واقعہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہ مژدہ ربانی شمار کیا جاتا ہے۔

سطوتِ نور یا غلبہ حال

اور جو کچھ بیداری اور ہوشیاری میں واقع ہوتا ہے اُسے سطوتِ نور و غلبہ حال یا سستی کہتے ہیں۔ اس حالت میں کبھی شیطیات رونما ہوتے ہیں (شطح اس کلمے کو کہتے ہیں جو بظاہر خلاف شرع نظر آئے لیکن حقیقت میں شرع کے مطابق ہو مثلاً انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانہ) جس سے حقیقت کا راز فاش ہو جاتا ہے اور آدمی مغرور ہو جاتا ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ اب حالت میں کمی واقع ہو گئی ہے اور جب یہ کمی رونما ہوتی ہے تو بہت قبض ہو جاتی ہے (قبض و بسط دو حالتیں ہیں قبض روحانی کے وقت کشف و نزول انوار بند ہو جاتا ہے

اور بسط کے وقت کھل جاتا ہے) جس سے بے چارگی، افتادگی اور حزن و ملال پیدا ہوتا ہے اور دل میں یہ خیال آتا ہے کہ میری قیمت میں یہی بے نصیبی لکھی ہے اور اسی طرح نابینا اس جہاں سے چلا جاؤں گا۔ واضح ہو کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سے کچھ نقصان نہ ہوگا بلکہ صحتِ حال، صحتِ عقل و صحتِ دین مقصود ہے۔ کیونکہ اگر متواتر شہود کی حالت قائم رہے تو جنوں کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن ولایتِ شیخ جو ہر وقت حاضر ہے نگاہداشت رکھتی ہے اور سالک کو مقتدرائے دین بتاتی ہے۔ اگرچہ یہ عمل تدریج سے ہوتا ہے لیکن تدبیر و حکمت سے خالی نہیں۔ نیز یہ قبض، اضطراب، درد اور سوز و گداز بھی ضروری ہے کیونکہ اس سے مطلوب حقیقی کی تڑپ پیدا ہوتی ہے اس درد کے بغیر کوئی منزل مقصود تک نہیں پہنچا :

دردِ خواہ و دردِ خواہ و دردِ خواہ

گر تو ہستی اہل درد و مردِ راہ

اگر تو اہل درد اور مردِ راہ ہے تو دردِ طلب کر، دردِ طلب کر، دردِ طلب کر۔

اس غلبہِ درد کی وجہ سے مردانِ خدا غاروں اور پہاڑوں میں بھاگ گئے ہیں۔ انھوں نے خونِ پسینہ ایک کر دیا اور جان جو کھوں میں ڈالی ہے :

طہ ما انزلنا علیک القرآن لتشتفی

اے پیغمبرِ علیہ السلام! قرآن تجھ پر اس لئے نازل نہیں کیا گیا کہ تجھے مشقت بھینتی پڑے۔

اس سے شاید یہی سوز و گداز مراد ہے :

ہر کرا در پیشِ این مشکل بود

خون تو اند کرد گر صد دل بود

جس کسی کو یہ مشکل در پیش ہو اگر اس کے سوا دل بھی ہو تو خون ہو جائیں۔

کیفیتِ رویت و ذکرِ روح آپنہ رویت (دیدار) کی کیفیت اور روح کے متعلق بھی

دریافت کیا ہے۔ اس کے فہم کا تعلق حضور سے ہے۔ بات یہ ہے کہ مسئلہ رویت اور مسئلہ روح متشابہت میں سے ہیں (کلام پاک کی وہ آیات جو واضح ہیں ان کو محکمات اور جو غیر واضح ہیں ان کو متشابہت کہتے ہیں)۔ ان کی کیفیات اور کیت (مقدار) اور شرح اور بیان شریعت میں واضح نہیں کی گئی۔ یہ مسائل سماعتی ہیں قیاسی نہیں

اور ان کے متعلق جو ہمارا اعتقاد ہے اس میں بھی کلام نہیں۔ یہ اعتقاد بھی راسخ ہے۔ جن لوگوں نے ان مسائل کے متعلق کچھ کہا انھوں نے اپنے اپنے کشف کے مطابق کہا ہے۔ جس کسی نے روح کو قدیم کہا ہے اس کی مراد یہ نہیں کہ روح ذات حق سبحانہ و تعالیٰ ہے اور بندہ خدا ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ روح نور ربانی اور سرسبحانی ہے۔ زماں و مکاں سے بالاتر ہے اور اہل زماں و اہل مکان اس سے بے خبر ہیں :

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ

اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور کتاب مبین آئی ہے۔

اس میں یہی راز پنہاں ہے اور شرع کی خاموشی کی بھی یہی وجہ ہے کیونکہ اس کی شرح حق کی شرح ہے :

سے آنچہ در توحید مطلق آمدہ است

اں ہمہ در تو محقق آمدہ است

جو کچھ توحید مطلق کے بارے میں کہا گیا ہے۔ یہ سب کچھ تمہارے اندر محقق ہے مطلق بمعنی

غیر معین (Undefined) اور محقق بمعنی یقینی (Certain)۔

تجھے کیا معلوم خلیفہ سستی کون تھا مسجود ملائک کون ہو سکتا ہے۔ جن لوگوں نے انا الحق اور سبحانی کا نعرہ مارا وہ اس وجہ سے نہ تھا کہ الوہیت کے دعویٰ دار تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سرسبحانی (خدائی راز) اور نور ربانی (خدائی نور) ان کے اندر جلوہ گر ہوا اور بول اٹھا۔ اگر تجھے دلیل مطلوب ہے تو قرآن میں دیکھ ! :

مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يَا مُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبِّ الْعَالَمِينَ

درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں بلاشبہ اللہ ہوں جو پالنے والا ہے سب جہانوں کا۔

یزید مسطفیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے :

مَنْ رَأَى فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

یہ روح کے سوا کیا ہے اور روح کے سوا حق تعالیٰ سے اتنا تعلق کیسے ہو سکتا ہے اور رویت و مشاہدہ کے بغیر یہ بات کب سمجھ میں آسکتی ہے :

مقامِ روح بر من حیرت آمد

نشاں از دے بگفتن غیرت آمد

مقامِ روح کے متعلق میں حیرت زدہ ہوں اور اس کے متعلق کچھ کہتا میرے لئے نازیبا ہے۔

یہ عالمِ حقیقت سے متعلق ہے نہ کہ عالمِ مجاز سے۔ مجاز کیفیت و کمیت میں بھنسا ہوا ہے لیکن حقیقت بے کیفیت و کمیت ہے۔ اور عین ذات جو بخت وجود اور فردِ مطلق ہے۔ وہی ایک نقطہ وجود ہے جس کے سوا عدم محض ہے :

كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ الْأَشْيَاءُ مَعَهُ

اللہ تھا اور اس کے ساتھ کسی چیز کا وجود نہ تھا

یہ کنزِ ذات ہے اور کنز تک کسی کی رسائی نہیں :

نیست کس راز حقیقت آگہی

جملہ میرند بادستِ تھی !

حقیقت تک کسی کو رسائی نہیں۔ سب اس جہاں سے خالی ہاتھ جا رہے ہیں۔

عقیدہ کی رو سے یہ آیتِ پاک : لَا تَدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ

آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں بلکہ وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے

میں رویت کی نفی نہیں بلکہ رویت کا اثبات ہے اور ادراک کی نفی ہے کیونکہ ادراک سے مراد

ماہیت کیفیت و کمیت کا ادراک ہے اور کنزِ ذات کے متعلق خبر ہے (جو محال ہے) :

وَلَا سَبِيلَ إِلَيْهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ
کنہ ذات تک کسی کو رسائی نہیں خواہ ولی ہو خواہ نبی۔

تجلی (کشف) کے سوا یہاں کوئی راستہ نہیں۔

اس فقیر کے ملفوظات میں جن کا جمع کرنے والا رضوی شیخ الاسلام خضر پڑھن جو نیپوری عرف شیخ خان ہے، اس فقیر کے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ جس نے خلق کی طرف نگاہ کی اُسے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی خالق ہے۔ یہ علم صانع کو صفت یا خالق کو مخلوق میں دیکھنا ہے۔ حضرت شیخ العالم فرماتے ہیں کہ یہ دیکھنا کیا ہے۔ یہ چشم یقین سے دیکھنا ہے جو مکاشفہ اور مشاہدہ ہے۔ نہ کہ کسی سے سن کر ایمان لے آنا۔ چنانچہ آئینہ میں دیکھنا جاننا ہوتا ہے نہ کہ دیکھنا۔ کیونکہ جب تک دوئی موجود ہے تب تک دیدن نصیب نہیں ہوا بلکہ دانستن یعنی جاننا ہے علم الیقین کے ساتھ اور دیکھنا عین الیقین سے ہوتا ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ حقیقت اب تک تمھاری سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر تم کچھ سن سکتے ہو تو سنو! آئینہ کی حقیقت لوہا نہیں ہے بلکہ آئینہ وہ ہے جو تم دیکھتے ہو (پہلے زمانے میں شیشہ نہ ہونے کی وجہ سے لوہے کو صیقل کر کے آئینہ بنا لیتے تھے)۔ آئینہ کے اندر جو پرتو یا عکس تم علم الیقین کے ساتھ دیکھتے ہو اور عین یقین کے ساتھ دیکھتے ہو، یہ جاننا جو ہے دراصل دیکھنا ہے نہ کہ صرف جاننا۔ یہ جو عکس ہے یہ مصنوع (مخلوق) ہے جس کی حقیقت صانع (خالق) ہے :

سَأَنْتَ دَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ
میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا۔

اور تجلی میں اس کے بہت مراتب ہیں بلکہ جتنے کہ یہ نوبت آتی ہے کہ نہ مکان ہوتا ہے نہ ظرف۔ نہ وہاں صورت کا گذر ہوتا ہے نہ مجاز کا۔ بے مثلی اور بے کیفی ہوتی ہے۔ اور آئینہ کے سامنے جب تک دیکھنے والا

۱۔ یعنی ہر مرتبے کے ستر کے مطابق آئینہ میں تجلی ہوتی ہے۔ آئینہ صورت میں سر صورت اور آئینہ
معنی میں سر معنی اور آئینہ دراتے صورت و معنی متجلی ہوتا ہے یعنی تشبیہ اور تنزیہ اور تشبیہ و تنزیہ
سے منزہ۔

ہوتا ہے معائنہ کہلاتا ہے وہی جاننا اور وہی دیکھنا ہے۔ پس دیکھنا یہی ہے خواہ یقین خواہ عیاں۔
لیکن اس دنیا میں اُسے یقین کتے ہیں کیونکہ حجاب درمیان میں حائل ہے اور آخرت میں یہ عیاں کے
نام سے موسوم ہے کیونکہ اٹھ جاتا ہے۔ ان دونوں کے مابین فرق صرف یہی ہے۔ ورنہ حقیقت ایک
نقطہ سے زیادہ نہیں۔ وہاں کا یعنی آخرت کا دیکھنا اور سنتا حقیقی نہیں اس لئے کہا جاتا ہے کہ کل
قیامت کے دن دہار کے وقت حجابِ عزت و کبریائی حائل ہوں گے۔ ورنہ دیکھنا ہرگز ممکن نہیں ہوتا۔
لیکن ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ خدائے بے چون و چگون کا دیدار رفع حجاب کے بعد بلاشبہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا
سَرَّوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھو گے تم اپنے رب کو قیامت کے دن جیسے تم
دیکھتے ہو چاند چودہویں شب کو۔

اب میں جانتا ہوں کہ تم سمجھے نہیں لیکن یہاں قلم ٹوٹ گئی ہے زبان گنگی ہو گئی ہے کیا کیا جاتے وہی
دینا چاہیے جو قضا و قدر نے دیا ہے۔ النَّعِيْبُ يُعِيبُ (نعیب مل ہی جاتا ہے)۔ کسی نے
خوب کہا ہے:

بیداری شہائے من اندر طلب وصل

چوسو اگر نجم بیدار نباشد

تیرے وصال کی طلب میں میرا ساری ساری رات بیدار رہنا کچھ مفید نہیں اگر میرا بخت
بیدار نہیں۔

۱۔ شیخ احمد بن شیخ حسن کے مکتوبات میں لکھا ہے کہ عالم صورت عالم دنیا ہے۔ عالم معنی عالم ملکوت
و ارواح ہے اور ورانے صورت و معنی یہ ہے کہ ساتی غیب کے ہاتھ سے خم خانہ مزاجہ من تسیم عیناً
یشرب بہا سے پلے درپلے جام ہائے محبت پیتا جائے لیکن نہ صورت کی کچھ خبر ہو نہ معنی کی۔ پس بحر توحید میں غرق
ہو جائے۔

یعنی حجاب اٹھ جاتا ہے اور تیری ظاہری آنکھوں کو دیدار نصیب ہوتا ہے اس وقت خدائے تعالیٰ کو بے بہت، بے زمان، بے کون و بے مکان ظاہری آنکھ سے دیکھے گا۔ تمام ظاہری چیزیں ختم ہو جائیں گی۔ بہشت کا نام و نشان نہ ہوگا۔ کون و مکان نیست و نابود ہو جائے گا۔ حجاب عزت عیاں ہوگا۔ اور خدائے جہاں کا بے شبہ اور بے گماں دیدار ہوگا :

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَوَعَدَنَا

شکر ہے خدائے کا جس نے اپنا وعدہ پورا کیا ہمارے ساتھ۔

اس کے باوجود ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق دیدار ہوگا لیکن اس کی کئی ذات کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ یہ راستہ ہمیشہ کے لئے بند ہے۔ (یعنی کئی ذات تک رسائی)۔ انبیاء اور اولیاء کو ان کی استعداد کے مطابق دیدار ہوگا۔ اسی طرح مومنین کو بھی ان کی قدر و وسعت کے مطابق ہوگا۔ اور یہ ایک عظیم راز ہے "ہر چند بنیند یہ تجلی بنیند نہ پیمزے خارج تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً" (جو کچھ دیکھا جاتا ہے تجلی کی صورت میں دیکھا جاتا ہے نہ کہ خارج میں جو کچھ نظر آتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ اس سے بلند و بالاتر ہے)۔

رُوح سے کیا مراد ہے

اور یہ جو آپ نے شیخ احمد بن شیخ حسن کے قول کے متعلق دریافت کیا ہے کہ روح سے کیا مراد ہے۔ ان کے کلام میں جہاں روح اور معنی روح اور ملکوت کا ذکر آیا ہے اور جو عقل سے سمجھا جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ روح اضافی ہے اور موجود بالعقل ہے برعکس عالم جبروت کے جو موجود بالقوة ہے اور یہ وہ مسئلہ ہے کہ اہل ظاہر اس میں دم نہیں مار سکتے۔ کیونکہ یہ ان کے دم مارنے کی جگہ نہیں ہے۔ عارفین میں سے جس نے اس کے متعلق لب کشائی کی ہے ہر شخص نے جداگانہ بات کی ہے اور علیحدہ علیحدہ معانی بیان کئے ہیں۔ یہ لوگ صاحب اسرار ہیں اور محرم عالم غیب ہیں : صاحب خبراں کہ عالم دل دارند
در نکتہ غیب محرم اسرار اند

اہل معرفت جو دوست کے متعلق جانتے ہیں عالم غیب کے راز دار ہیں۔
 اور جو کچھ یہ فقیر کہتا ہے انصاف کرنا چاہیے کہ کیا کہتا ہے باوجود اس کے اُسے اپنی خبر نہیں کہ کیا
 کہتا ہے۔ لوگوں کو کیا معلوم کہ کیا کہتا ہے جو کچھ اُوپر سے برستا ہے وہی کہتا ہے خدا جانتا کیا کہتا
 ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ

وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔

کار فرما ہے:

ہر خوش پسے را حرکتے دگر است

در ہر وہنے تنگ نبتے دگر است

ہر بچے کی حرکات و سکنات جدا ہیں اور ہر منہ میں علیحدہ مٹھائی کا ٹکڑا ہے۔
 عزیز من! انبیاء علیہم السلام اصحاب تحقیق ہیں اور اولیاء اصحاب خونخواری میں بلکہ علماء اصحاب
 تاویل اور باقی لوگ اہل غفلت ہیں:

سریت دران زلف تو سر بستہ

لیکن چہ تو اوں کرد کہ با ما نکشائی

تیری زلف میں راز سر بستہ ہے لیکن کیا کیا جانتے کہ تو ہمارے سامنے زلف نہیں کھولتا۔
 پرندوں کی زبان پرندے اور رندوں کی بات رند ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اگرچہ عالم ظاہر حق کے نزدیک بڑا
 درجہ رکھتا ہے راز کے متعلق اسے کچھ معلوم نہیں:

راز درون پر وہ زندان مست بوس

کہ ایں حال نیست صوفی عالی مقام را

۱۔ یعنی اولیاء کی خواہش ہوتی ہے کہ تحقیق میں انبسیار کا مقام حاصل کریں اس لئے ہر وقت خون
 دل پیٹتے رہتے ہیں۔

پردہ غیب کے پیچھے کاراز رندوں سے پوچھ کیونکہ صوفی عالم مقام کو اس کی خبر نہیں۔
(صوفی سے یہاں مراد صاحب تمکین اور پابند شریعت اہل اللہ مراد ہیں جو اسرار غیب بیان
نہیں کرتے اس لئے اُن سے دریافت کرنا بے سود)۔

اس بے چارے کو گذشتہ باتیں کم یاد رہتی ہیں۔ پس جو کچھ مقتناتے وقت ہوتا ہے کہہ دیتا ہے لیکن
کلام میں تناقص نہیں ہوتا۔ اگر تناقص نظر آئے حقیقت کے خلاف نہیں ہوتا۔ اگر خلاف نظر آئے راز کی
بات ہوتی ہے جسے سوائے اہل غیب اور اہل اسرار کو کی نہیں سمجھ سکتا۔ رضوی صاحب بہت مصروف
رہتے ہیں اس لئے صحبت میں زیادہ نہیں بیٹھ سکتے ہیں اور اس کام (روحانیت) کے لئے صحبت ازلیں
ضروری ہے۔ یارانِ طریقت اور فرزندانِ صحبت ہی کی وجہ سے مراتب کو پہنچتے ہیں۔ اور اب وہ ہزار
کا بیان سنتے اور تربیت حاصل کرتے ہیں؛

پیر رہ کبریتِ احمد آمدہ است

سینہ او بجرِ انصرا آمدہ است

پیر طریقت کی کیا اثر ہوتے ہیں اور ان کے سینے بجر بے کراں واقع ہوئے ہیں۔
عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۲۳

بجانب شیخ عبدالرحمن

مرقہ پینے کی اجازت اور فضل و کرم کے انوار دیکھنے کی ممانعت

کے بیان میں۔

حق حق حق!

..... یہ جو آپ کے دل میں فقرا کا مرقعہ، خرقة اور لباس پہننے کی رغبت پیدا ہوئی ہے مبارک ہو:

مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

جو شخص کسی قوم کی تشبیہ اختیار کرتا ہے اسی قوم میں سے ہو جاتا ہے (الحديث)

یہ آفتاب تاباں ہے کہ جس کی ایک کرن تمہارے دل میں چمکی ہے۔ سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر کونسی

دولت (نعمت) ہو سکتی ہے کہ آدمی کا حشر اولیاء کرام کے رمزہ میں ہو:

هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقَىٰ جَلِيْسُهُمْ

یہ وہ قوم ہے جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں ہوتا (الحديث)

یہ ایک تاج ہے جو ان کے سروں پر ہے۔ بے شک جو شخص حق تعالیٰ کی طرف رغبت کرتا ہے اور غیر سے

روگردانی کر کے اولیاء کرام کی صحبت اختیار کرتا ہے:

وَإِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ.

اور جب فقر پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے تو اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے۔ (الحديث)

کی دولت سے سرفراز ہوتا ہے۔ کیونکہ جب وہ مرقع پہنچتا ہے، غیر حق سے منقطع ہوتا ہے، اور اللہ

کے ساتھ مستغنی ہو جاتا ہے تو:

الْفَقِيرُ مَنْ لَا يَحْتَاجُ إِلَى اللَّهِ وَالْمُسْتَفْنَىٰ بِاللَّهِ

فقیر وہ ہے کہ جو اللہ کے ساتھ مستغنی ہوتا ہے اور کسی کا محتاج نہیں رہتا۔

کی خلعت پہنتا ہے اور فقرا کے گروہ میں شامل ہوتا ہے:

الْفُقَرَاءُ الصَّابِرُونَ جُلَسَاءُ اللَّهِ تَعَالَىٰ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

فقراء صابر اللہ تعالیٰ کے ہم جلس ہیں یوم قیامت تک

کیا ہی دولت ہے! کیا ہی دولت ہے! بین مردانہ وار رہنا چاہیے۔ اور مردانہ حق کے ساتھ جو فقیر

صورت و فقیر سیرت ہوتے ہیں رہ کر جدوجہد کرنی چاہیے۔ اور اس جدوجہد میں کون و مکان کو نظر

میں نہیں لانا چاہیے۔ اور ہمیشہ الفخر فخری (فقر میرا فخر ہے۔ الحديث) کو مد نظر رکھنا چاہئے حتیٰ کہ

ساری دنیا، اہل دنیا، اہل جنت، اہل عرش و کرسی اس کی نظر میں حقیر ہو جائیں۔ یہ ہے ہمت مردانہ
 ۷ ہر کہ صاحب ہمت آمد مروشد

پہچو خورشید از بلندی فروشد

جس نے ہمت کی وہ مرد میدان بن گیا اور سورج کی طرح بلندی پر جا کر بے نظیر ہوا۔

انوار میں نظر کرنا

اور یہ جو آپ نے انوار میں نظر کرنے کے متعلق دریافت کیا ہے۔ اے برادر! طالبانِ حق کی صفائے باطن کی وجہ سے یہ حالت ہوتی ہے کہ کشفِ کون سے گذر کشفِ حق تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور دائرہ ازل وابد سے نکل جاتے ہیں۔ اسی صفائے باطن سے آسمان، زمین، عرش، فرش، یہ جہاں وہ جہاں سب مرتبہ کشف میں اس قدر عکس نما ہوتے ہیں کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ انوارِ کرم آگ کی طرح ہوتے ہیں جس طرح آفتاب اور بجلی کی طرف نگاہ نہیں کی جاتی ان انوار کی طرف نگاہ کرنے سے بھی نقصان ہوتا ہے اور آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اس بارے میں ایک ضروری بات یاد رکھنا۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت آنکھوں میں اس قدر قوت آجائے کہ سورج کو کمال حرارت کے وقت دیکھ سکے اور لذت حاصل کرے تو اس لذت سے پرہیز کرے۔ ہمارے شیخ قطب عالم شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ شیخ بختیار کو نصیحت فرماتے تھے کہ آفتابِ باطن کو زیادہ نہیں دیکھنا چاہیے کیونکہ اس سے آنکھوں کو نقصان ہوتا ہے۔ جب انوارِ جمال نظر آئیں اور کشائش حاصل ہو تو ان انوار پر نظر جمائے رکھنا چاہیے جتنی کہ انوار میں گم ہو جائے اور نورِ ظاہری کی بجائے نورِ غیبی رونما ہو۔ اور مشاہدہ حق حاصل ہو۔ لیکن سالک کو چاہیے کہ انوار کے تماشے میں مشغول نہ ہو خواہ کتنے حسن و زیبائی کے حامل ہوں۔ اور کتنی دلربائی کریں۔ اس معاملے میں شیخ سے مدد حاصل کرے لیکن اس پناہِ شیخ کی حالت میں جمالِ شیخ میں مشغول ہونے سے بھی پرہیز کرے اور ذات میں محو و مستغرق ہو جائے۔ اس نکتے کو سابقہ نکتے سے بھی زیادہ اہم سمجھو کیونکہ پہلی بات میں یعنی انوار کے تماشا کرنے میں اگر آنکھوں کا نقصان ہے تو ملاحظہ جمالِ شیخ سے غیر یعنی میں مبتلا ہوتا ہے اور توقف لازم آتا ہے اور توقف رجعت پیدا کرتا ہے رجعت کہتے ہیں

پیچھے ہٹنے کو یعنی ترقی کی بجائے تنزل کرنا۔ اور توقف کتے ہیں ایک مقام پر ٹھہر جانے کو۔ سلوک میں یہ امر سہم ہے کہ جب سالک ایک مقام پر توقف اختیار کر لیتا ہے یعنی ٹھہر جاتا ہے اور آگے کی جانب ترقی نہیں کرتا تو وہاں بھی نہیں ٹھہر سکتا بلکہ پیچھے کی طرف گزنا شروع ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ من ذالک (اللہ تعالیٰ اس سے پناہ دے)۔ لہذا طروق

بروق (جمع ہے برق کی یعنی بجلی کے سے الوار)۔ لواصیح (جمع ہے لامعہ کی یعنی چمک)

لواصیح (جمع ہے لامعہ کی یعنی شمع) ، اور طوالع (جمع ہے طالع کی یعنی طلوع کرنے والا

یعنی روشنی)۔

کی طرف ہرگز متوجہ نہ ہو اور اپنے آپ کو کام میں مشغول رکھنا چاہیے۔ نظر حق پر اور جمالِ شیخ پر رکھو۔ (جمالِ شیخ پر نظر مندرجہ بالا شرط سے رکھنا) اور مرد حق بن کر تے نوش و مے جوش و مے خروش و مے پوش و بیچ مفروش ہرچہ ہست ازیں دولت مزید باد (جام پر جام پتے جاؤ۔ جوش و خروش سے کام کرو۔ خلعت پر خلعت پہنتے جاؤ لیکن کوئی چیز فروخت مت کرو۔) یعنی حاصل کردہ نعمت دولت (روحانی دولت) کسی کم مایہ چیز کے عوض یعنی دنیاوی اغراض کے لئے ہاتھ سے نہ جانے دو (جو کچھ تمہارے پاس ہے خدا اسی میں برکت دے) :

مصرعہ سے
هَنِيئًا لِذُرِّيَّاتِ النَّعِيمِ نَعِيمًا

اربابِ نعمت کو نعمت مبارک ہو۔

عاقبت محمود باد بالنبی والہ الامجاد۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی پاک آل کے صدقے عاقبت خیر ہو۔



مکتوب ۱۲۴

بجانب شیخ جلال الدینؒ

(۱) تحقیق و احوال انبیاء (۲) وصول و رجوع -

(۳) فرشتہ دل نہیں رکھتا کے بیان میں -

حق حق حق !

..... آپ کا خط ملا۔ چونکہ درد و محبت سے بھرا ہوا تھا اس جانب بھی درد کا اضافہ ہوا۔

آپ کے خط کا کافی انتظار تھا کہ دیکھیں کیا خوشخبری لاتا ہے :

خورم آن روز کہ از یار پیامے برسد

تا دل عمزدہ یک لحظہ بکامی برسد

کیا ہی خوشی ہے وہ دن کہ جب یار سے پیغام آئے اور غمگین دل کو ایک لحظہ کے لئے

قرار آجائے۔

آپ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وصول الی اللہ میں مزید احوال رونما ہو گئے ہیں

لیکن مفلسی اور بے نوائی بھی کمال پر ہے۔ واضح ہو کہ وصول الی اللہ میں ترقی کی مبارک ہو، مزید مبارک

ہو اور نھل من مزید ہو پس محبت کے پیالے پتے جاؤ اور جوش و خروش سے آگے بڑھتے رہو

اور کسی حال سے مطمئن ہو کر قانع نہ ہو :

ہست دریائے محبت بے کنار

لاجرم یک تشنگی شد صد ہزار

محبت کا سمندر بے پایاں ہے اور ایک پیاس جو تھی وہ ہزار گتہ بڑھ گئی ہے۔

اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کا صنفی اللہ ہونا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خلیل اللہ ہونا، حضرت

موسیٰ علیہ السلام کا کلیم اللہ ہونا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روح اللہ ہونا بھی نصیب ہو جائے تو مرد کو چاہیے کہ اس کی طرف التفات نہ کرے۔ اور ہمت بلند رکھے۔ مفلسی اور بے نوائی روحانی نعمت کے وقت خوشگوار ہے۔ تحقیق انبیاء علیہم السلام کا کام ہے خود بخود ہی اولیاء کرام کا تاویل علمائے (ظاہر) کا اور غفلت باقی خلق کا۔ کیونکہ حق کے سوا کسی اور کا وجود نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے اہل تحقیق ہونے کی وجہ سے ذات حق کے سوا کسی غیر کا وجود نہیں اور اولیاء کرام، انبیاء کا ساحل حاصل کرنے کے لئے ہر وقت خون دل پیتے رہتے ہیں۔ علمائے ظاہر جو حقیقت سے بے خبر ہیں تاویلات سے کام لیتے ہیں اور باقی خلقت غافل ہے۔ خود مصطفیٰ علیہ السلام جو سرور کائنات ہیں فریاد کرتے ہیں :

إِنَّهُ لَيَنفَعُنِي عَلَى قَلْبِي فَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ سَبْعِينَ مَرَّةً

بے شک یہ میرے دل پر ایسا نفع دے گا کہ میں اللہ سے دن رات میں ستر دفعہ بخشش طلب کرتا ہوں۔

بے چارے دوسروں کی کیا مجال۔ اگر کوئی شخص اس مقام پر پہنچ جائے :

لِي قَلْبًا إِنْ عَصَيْتَهُ عَصَيْتُ اللَّهَ

(میرے لیے ایسا دل ہے کہ اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو اللہ کی نافرمانی ہوگی)

انبیاء کے مقام سے نہیں بڑھ سکتا۔ کیونکہ سرور کائنات کی تحقیق سب سے زیادہ بلند ہے اور آپ

کا ہاتھ دھو بلا لافق الای علی

کا کندہ ہے۔ اسی مقام تک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین حالت تھے اور اسی وجہ سے آپ تین کمالات کے مالک تھے۔ اور وہ تین حال یہ تھے :-

حال اول وحی جلی (ظاہر وحی) ہے اور وہ قرآن ہے جسے وحی متلو (تلاوت کی گئی)۔ اور یہ

حق تعالیٰ کا کلام ہے۔

حال دوم، وحی خفی (پوشیدہ وحی) غیر متلو ہے (جو تلاوت نہیں کی جاتی)۔ اُسے کلام

قدسی اور حکایت عن اللہ (اللہ کی طرف کا بیان) کہتے ہیں۔

۱۱ امام ظہیریؒ فرماتے ہیں کہ لفظ غفور کے لغوی معنی ہیں پردہ کے۔ یعنی جب غایت قرب میں تجلیات ذاتی ہرگز سوزناں کی طرح جلاتی ہیں تو دعا کرتا ہوں کہ میرے درمیان پردے

حال سوم، حدیث ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے :
 وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِلَّا الْوَحْيُ يُوحَىٰ

پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے بلکہ جو کچھ بیان کرتے ہیں وحی ہوتی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے۔

بسمان اللہ! یہ کیا کمال ہے اور کیا جمال ہے۔ عطا فرماتے ہیں :

مصطفیٰ راحق بدار وحق بہ میں

مصطفیٰ ابد نور رب العالمین

مصطفیٰ علیہ السلام کو حق جانو اور حق دیکھو۔ مصطفیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ کے نور تھے

مردان خدا جن کو حق تعالیٰ نے تمک رسائی ہو چکی ہے اور حق جانتے ہیں مفلس اور بے نوا ہوتے ہیں! ان کے درد و الم کی انتہا نہیں۔ اس درد میں نہ کسی کو آرام ہے نہ قرار؛ کیلئے سکون

التكْوْفُ حَرَامٌ عَلَىٰ قَلْبِ أَوْلِيَاءِهِمْ اویا اللہ کے دل چھام ہے۔

یہ اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔ اور معارف یعنی شرح عوارف میں لکھا ہے :

قال القریشی الوامل الذی یصلہ اللہ ش ای یصل مشاہدۃ فی

قلبہ من غیر مشاہدتہ وکسبہ باحتبایہ اللہ تعالیٰ کہا قال

اللہ تعالیٰ! اللہ یجتبی من یشاء او المعنی ظہر نور اللہ بصفاہ قلبہ

ہما سوی اللہ تعالیٰ م فلا یغشی علیہ القطع ابدًا ش لان القطع

فی عالم القطع وهو فی عالم الوصل وهذا حکم الوصل لا حکم

الاعتقاد۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا :

م وقال ذوالنون مارجم من مرجع الا من الطريق ما وصل الیہ

احد فرجم منه ش ای الرجوع عن الحق فی الطريق لانی الوصول

لان الوصول هو الاتصال لان الانفصال وانما الرجوع في الانفصال
لان في الاتصال ومع ذلك في خطر العظیم في الحكم الاعتقاد۔

اس سے ہا شقوں کی کمر لٹتی ہے اور افلاس لاحق ہوتی ہے۔
 يَا أَيُّهَا رَبِّ مُحَمَّدٍ اَلَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا
 اے کاش! محمد کو پیدا نہ کرتا۔
 یہ شاید اسی وجہ سے ہے۔ انبیاء علیہم السلام ہر چند صاحب تحقیق ہیں لیکن کئی ذات تک رسائی نہیں۔
 پس افلاس سے کوئی آزاد نہیں خواہ کمال حاصل ہو خواہ جمال۔

الحمد لله على كل كمالٍ من له هذا الكمال وهذا الجمال
 خدا کا شکر ہے جسے یہ کمال اور جمال حاصل ہو۔
 مَصْرُوعٌ هِنِيًّا اِلَّا رَبَّابِ التَّعِيْمِ نَعِيْمًا هَا (ارباب نعمت کو نعمت مبارک)۔

فرشتے کا دل نہیں ہوتا

نیز آپ نے لکھا ہے حضرت شیخ شرف الدین منیریؒ کے
پندرہویں خط میں لکھا ہے (یہ سب خط آپ کی کتاب "مکتوبات یک صدی" میں ہیں) کہ علیہ الاولیاء
میں ایک حدیث منقول ہے کہ ہر عصر یعنی ہر زمانے میں چالیس مرد ایسے ہوتے ہیں
کہ جن کے دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل کی طرح ہوتے ہیں۔ اور سات مرد ایسے ہوتے ہیں
کہ جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کی طرح ہوتے ہیں۔ تا آخر حدیث
آخر میں لکھا ہے کہ ایک شخص ایسا ہوتا ہے کہ جس کا دل حضرت اسرافیلؑ کے دل کی طرح ہوتا ہے۔
پس اس حدیث سے ظاہراً دو چیزیں سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک اسرافیل کے دل کا ثبوت۔ دوسرے یہ کہ
اس کی پیغمبران پر فوقیت۔ لیکن حضرت قطب عالم پیر دستگیر کے خطوط میں بارہا یہ چیز واضح ہو چکی ہے
کہ فرشتہ دل ندارد (فرشتہ دل نہیں رکھتا) لہذا سراپردہ خاص میں اس کا گذر نہیں۔ پس فوقیت کی
وجہ اپنے لطف و کرم سے بیان فرمادیں۔ واضح ہو کہ فضل جزئی (جزوی فضیلت) جو عالم تقدیس
و طہارت کا خاصہ ہے سے فضل کلی (کلی فضیلت) لازم نہیں آتی۔ اس وجہ سے کہ اعتقاداً پیغمبران
ملائکہ پر فضیلت رکھتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتے دل نہیں رکھتے۔ اور سراپردہ خاص میں
گذر نہیں رکھتے۔ وہ جو دل رکھتا ہے خلیفہ رحمانا ہے اور ہم نشین سبحان ہے :

وَهُمْ جُلَسَاءُ اللَّهِ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اور وہ حق تعالیٰ کے ہم نشین ہیں قیامت کے دن۔

یہ روایت محدث الغرائب شرح شاشی مصنف میرے جد امجد شیخ صفی الدین ردولوی رحمہ اللہ علیہ
میں باب تحقیق جنس انسان میں واضح طور پر درج ہے۔ روایت کا حاصل یہ ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ
کیا انسان جو حیوان ناطق (بولنے والا جانور) ہے کی حد تک فرشتے اور جن پہنچ سکتے ہیں؟ آپ نے
جواب دیا کہ نطق سے مراد نطق جناتی ہے۔ (نطق قلبی)

فيخرج الملك والجن لعدم الجنان لهما

جن اور فرشتے خارج ہوتے ہیں اس لئے کہ ان کے دل نہیں جوتے

اور اس میں کوئی شک نہیں جو وقت ہے دل کی ہے :

عالم دل عالیست ہر وہ جہاں اندر

کست کہ ہر دم کند عوہم تماشاے دل

دل کا جہان وہ چیز ہے کہ جس کے اندر دونوں جہاں ہیں۔ کون ہے جو دل کا تماشا کرنے

کا ارادہ رکھتا ہے۔

جس کا دل نہیں اس کا کچھ نہیں خواہ ملک (فرشتہ) ہے یا ساکن فلک (آسمان پر) ہے :

دل مغز حقیقت است تن پوست یہ میں

دل شیوہ روح صورت دوست بہ میں

دل حقیقت کا مغزہ ہے اور جسم چمکا ہے دل روح کا شیوہ اور دوست کی صورت ہے۔

جو شخص رُوح قدسی رکھتا ہے وہ دل رکھتا ہے بلکہ کیونکہ دل نور ہے اور اس کے سوا انسان کا مختلف

کاموں میں کوئی ترجمان نہیں ہے۔ لیکن فرشتہ یہ شان نہیں رکھتا۔ افضل وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ افضل

بنائے۔ اگرچہ فرشتہ نور ہے لیکن اسے یہ حضور نہیں ہے۔ چونکہ اسرافیل علیہ السلام ملائکہ میں سے تھے

کے مقرب ہیں اور فضیلت رکھتے ہیں۔ سمجھانے کے لئے ان کی فضیلت کی مثال دی گئی ہے۔ نیز چونکہ اس

حدیث میں اولیاء کے دل کو انبیاء کے دل کے مقابل کہا گیا ہے اور چونکہ اسرافیل کے دل کا بھی ذکر

آیا ہے۔ نیز دل کا ذکر یہاں ان معنوں میں کیا گیا ہے جس طرح کہ سورہ لیسین کو قرآن کا دل اور سَلَامٌ

قَوْلٌ مِّنْ سَابِغِ التَّرْحِيمِ کو سورہ لیسین کا دل کہا ہے۔ یہ صرف فضیلت بیان کرنے

کے لئے کہا گیا ہے نہ کہ حقیقت بیان کرنے کی خاطر۔ اور اس قسم کی مثالیں دنیا میں بے شمار ہیں جو

صرف اعتباری ہیں حقیقی نہیں۔ فرشتہ عقل کے سوا کچھ نہیں اور اس بلندی تک اُس کی رسائی نہیں۔

۱۰ :- روح قدسی سے مراد روح اصفیٰ ہے جس کی طرف وَنْفَخَتْ فِيهِمْ مِنْ رُوحِي سے اشارہ ہے۔

(یعنی وہ بلندی جس پر انسان پہنچ سکتا ہے)۔

سریت میانِ دلِ درویش و خداوند

جبریل امین درونِ گنجِ بطلب

درویش کے دل اور خداوند تعالیٰ کے درمیان وہ راز ہے کہ جہاں جبرائیل کی رسائی

بھی نہیں وہ چیز طلب کر۔

اور دل سے مراد جسمانی دل لیا جائے جو روح ربانی اور نورِ سبحانی سے خالی ہے تو ایسا دل تو جانور

بھی رکھتے ہیں جس کا نہ کوئی فائدہ ہے اور نہ حق تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی وقعت ہے۔ یہ دل نہیں

ہے دل وہ ہے جو عرشِ رحمان ہے اور وہ دل، دلِ انسان ہے :

قلب المؤمن عرش اللہ - مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

اس سے یہی مراد ہے :

محرابِ جہاںِ جمالِ رخسارہ ماست

سلطانِ جہاںِ درویشِ بچارہ ماست

محرابِ جہاں یعنی خلق کی سجدہ گاہ ہمارے یعنی انسان کے چہرے کا جمال ہے اور جہاں کا

بادشاہ یعنی حق تعالیٰ ہمارے چھوٹے سے دل کے اندر ہے۔

ہیہات! ہیہات! یہ کیا اسرار ہیں اور کیا انوار ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام جس قدر فضیلت رکھتے ہیں یہ

ظاہری اعتقاد ہے۔ لیکن اسرارِ دل تک ان کا گذر نہیں۔ اور اسے اس کی خبر ہے۔ اگرچہ جبرائیلؑ کی

طیران اور اس کا آشیان عالمِ ملکوت ہے انسان کی پرواز لامکاں میں ہے اور وہ یگانہ سبحان ہے :

أُولِيَائِي تَحْتَ قَبَائِي لَا يَعْزِفُهُمْ غَيْرِي

میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں یعنی میرے دل کے اندر ہیں اور میرے سوا

انہیں کوئی نہیں جانتا۔

جو شخص یہ طلب اور یہ عرفان نہیں رکھتا بڑے خسارے میں ہے :

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ مِّمَّا يَكْسِبُونَ

ان کے لیے ویل یعنی دوزخ ہے ان کے اعمال کی وجہ سے اور افعال کی وجہ سے۔

یہ عرفان، یہ اسرار اور یہ شور اس بیچارے (انسان) کا مشرب ہے اور اسی کے نصیب ہے؛

دَامِعَابِي كَالْتَجْوَمِ میرے اصحاب تیاروں کی مانند ہیں (حدیث)

یہ اسی فضیلت کی طرف اشارہ ہے کسی نے خوب کہا ہے؛

من کہ در زمرہ عشاق برندی علم

طلبل پہاں چہ ز زم طشت من از بام افتاد

چونکہ عاشقوں کے گروہ میں میں رندی مشرب مشہور ہو چکا ہوں اب راز چھپانے کا کیا فائدہ

کہ میرا معاطہ طشت از بام ہو گیا ہے یعنی راز فاش ہو گیا ہے۔

فرشتوں پر انبیاء کی فضیلت داخل اعتقاد ہے اور یہ بھی صریحی روایت ہے کہ فرشتے دل نہیں رکھتے۔

پس چونکہ آپ بھی عالم ہیں اور عارف ہیں آپ اور اس فیر کے صحبت یافتہ ہیں اس بارے میں کچھ

لکھیں تاکہ زیادتی علم کا باعث ہو۔ کیونکہ ہر عارف سے ہر طرف حق کا ظہور ہوتا ہے۔

عاقبت محمود باد بالنبی وآلہ الامجاد۔

مکتوب ۱۲۵

بجانب شیخ جلال الدینؒ

(۱) شبہ و شکوک کے حل (۲) اسرار توحید کے بیان میں۔

حق حق حق !

..... ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اگرچہ شکر کے ساتھ صبر بھی ہے۔ کیونکہ راحت

ورنج دونوں زندگی کا حصہ ہیں۔ پس صبر و شکر میں بندہ کے صلاح (نیکی) و فلاح (بہتری) ہے۔
نعمت کے وقت شکر اور رنج کے وقت صبر ضروری ہے؛

س ناکساں را بطف خود کس کرد

شکر و صبرے ز بندگاں بس کرد

حق اللہ تعالیٰ نے بے کسوں کو اپنے لطف و کرم سے غنی کر دیا اور بندوں کی طرف سے شکر

و صبر لازم آیا۔

لیکن چونکہ صبر و شکر کی پناہ میں حاصل ہے اس وجہ سے کہ نور صبر صرف شکر کرنے سے جلو گر ہوتا ہے
مردانِ خدا ہر وقت صبر و شکر میں مشغول رہتے ہیں اور حق کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ و امن پر
صبراً جمیلاً (صبر کرد و صبر جمیل) پڑتے رہے۔ اور جمالِ صبر و شکر میں طلب کرو زندگی بے شکر کفر
ہے اور کفر میں نہ صبر ہے نہ شکر۔ پس دائماً شکر لازم ہے اور ناشکری سے دور بھاگنا چاہئے۔
شاکر خدا کو دیکھتا ہے اور صبر و شکر میں ہمیشہ اپنے خدا کا ہم نشین ہوتا ہے لیکن کافر خود کو دیکھتا ہے نہ
شکر کی نعمت سے بہرہ ور ہوتا ہے نہ صبر سے؛

إِنَّمَا يُؤْتِي الصَّابِرِينَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ

اللہ تعالیٰ صابریں کو ان کا اجر عطا کرتا ہے بلا حساب۔

پس دیکھنا چاہیے کہ صبر کہاں لے جاتا ہے اور کیا جمال دکھاتا ہے۔ اور؛

وَسَعَيْكُمْ مَشْكُورًا اور تمہاری کوشش بارہور ہوگی۔

یہ محبوب تک پہنچنے کی خوشخبری ہے۔

حل شکوک

اں برادر کا خط ملا۔ پڑھ کر افسوس ہوا کہ بے ہودہ شکوک نے آپ کو پریشان
کر رکھا ہے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ طالبین کو اپنے فضل و کرم سے اس بلا سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ جو
شخص اس بلا میں گرفتار ہوتا ہے اگرچہ مجتہد وقت بھی ہو صحیح راستہ نہیں پاسکتا۔ مردانِ خدا خدا کی

طلب میں دل کو پاک و صاف رکھتے ہیں اور کوئی نقوشِ غیرِ دل پر وارد نہیں ہونے دیتے :

رباعی

تا کہ باشد یادِ غیرے در حساب ذکر مولا از تو باشد در حجاب
چوں نماں در دل از اغیار نام پردہ از محبوب بر خیزد تمام
جب تک غیر کی یاد دل میں جاگزیں ہے یادِ مولیٰ سے تو باز رہے گا۔ جب دل سے غیر کا
نام مٹ جائے گا محبوب کے رُخِ انور سے پوری طرح پردہ اٹھ جائے گا۔

اے عزیز! حق کے ساتھ اس قدر مشغول ہونا چاہیے اور شغلِ باطن میں اس قدر مستغرق ہونا چاہیے
کہ محو در محو اور سو در سو ہو جائے۔ اور شغلِ باطن کے وقت علمِ حسی اور علمِ درسی پر نظر نہیں رکھنی چاہیے اور
ایسی حالت ہونی چاہیے کہ گم ہونے کے سوا کچھ نہ ہو :

محو باید بود در ہر دو سرانے

پائے از نمرنا پدید و سر ز پائے

دو جہانوں میں اس قدر محو ہو کر رہنا چاہیے کہ سر سے پاؤں اور پاؤں سے سر تک کی خبر نہ

رہے۔

اے برادر! ایمانِ صفتِ دل ہے اور تصدیقِ ایمان کی اصل ہے۔ جو شخص دل رکھتا ہے (یعنی حقیقی
معنوں میں) وہ ایمان رکھتا ہے اور جو ایمان رکھتا ہے وہ بہشت میں جاتا ہے اور خدا کو دیکھتا ہے کیونکہ
دیدارِ الہی اور جنتِ ایمان کا نتیجہ ہیں۔ مومن کے سوا جنت کی نعمت اور دیدارِ الہی کی نعمت کسی کو حاصل نہیں
ہوتی خواہ ملک ہو خواہ ساکنِ فلک ہو خواہ مقرب ہو خواہ مجرد (اہل و عیال سے پاک جیسے ملائکہ) ملائکہ
کا ایمان وہی مطوع ہے (یعنی مامور یا طبیعت میں رکھا ہوا)۔ وہ جو کچھ رکھتا ہے مرتبہ طبع میں رکھتا
ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور حضرت حق میں کسی کام کا نہیں۔ مجرد خواہ نور ہے خواہ نار (یعنی
فرشتے اور جنات) وہ خود اپنے حضور میں ہے۔ لیکن سب کی تخلیق مومن کے لئے ہے۔ اگرچہ
رشتے جنت میں ہوں گے لیکن مومن کی خدمت کے لئے ہوں گے۔

يَسْتَغْفِرُونَ الَّذِينَ آمَنُوا

فرشتے مومنین کے لئے خدا تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں

لیکن مومن خدا کے لئے اور خدا مومن کے لئے ہوگا؛

فَشَتَّانِ مَا بَيْنَهُمَا

اور ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے یعنی؛

(۱) ملائک کا انسان کے لئے ہونا اور

(۲) انسان کا خدا کے لئے اور خدا کا مومن کے لئے ہونا۔

چونکہ ملائکہ کے تمام امور اور ایمان طبع کے تحت ہوتے ہیں۔ وہ نہ دل رکھتے نہ ایمان کیونکہ؛

من لا قلب له لا ایمان لاله ومن لا ایمان له لا رب له

جس کا دل نہیں اس کا ایمان نہیں اور جس کا ایمان نہیں اس کا رب نہیں یعنی رب کا اس سے کوئی تعلق نہیں

قرآن سے سنو؛

اِنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ تَحْقِيقُ كَافِرُوْنَ كَيْفَ لَنْ كُوْنِيْ مَوْلٰى نَهِيْس۔

وہ پروردگار سے نہ کوئی تعلق رکھتے ہیں نہ راز و نیاز۔ مولانا عبداللہ سے سنا ہے۔ اس معاملہ میں میں نے ایک روایت بھی دیکھی ہے کہ کافر ایک دفعہ خدا تعالیٰ کا دیدار کرے گا اور پھر ابد تک محروم رہے گا۔ چونکہ کافر کا ایمان نہیں ہوتا اس کا دل نہیں ہوتا؛

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اللہ کے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

کافر برباد رہے گا۔ دیدار الہی سے محروم اور جنت سے بے بہرہ رہے گا۔ مومن کے سوا کوئی جنت میں نہ جائے گا اور نہ کوئی دولت دیدار سے بہرہ ور ہوگا۔ غیر مومن کے لئے جو کچھ ہوگا بر طریق وضوح (ظہور) ہو گا نہ کہ بر طریق نعمت۔ پس کافر کے لئے خسارہ اور مومن کے لئے وہ شادی و خوشی، وجدان و فرحت ہو گی کہ دل خوش ہو جائے گا۔ اور ملائک مومن کی خدمت کے لئے جنت میں کمر بستہ ہوں گے۔ فرشتے کے لئے جس قدر وضوح ہوگا اُسے کٹائش اور وجدان حاصل نہ ہوگا۔ اور اس کے لئے خسارہ

بھی نہ ہوگا :

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

اللہ مومنوں کا دوست ہے ان کو ظلمت سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے

یعنی وجودِ خاکی و کونی کی ظلمت سے اتنا بلند کرتا ہے کہ نورِ سبحانی تک پہنچ لیتا ہے اور حق کے ساتھ یگانہ کر دیتا ہے۔ دوگانگی (دو ہونا یعنی ایک دوست اور ایک خود) دوست کے ساتھ روا نہیں۔ جو شخص اُسے دیکھتا ہے حق کو دیکھتا ہے :

مَنْ رَأَىٰ فَقَدْ سَأَىٰ الْحَقَّ جس نے مجھے (رسول اللہ کو) دیکھا حق دیکھا۔

اس پر عمل کرو۔ اور دوگانگی کو درمیان سے نکال دو۔ عطارؒ نے خوب کہا ہے :

مصطفیٰ راستی بدان و حق بر بین

مصطفیٰ بد نور رب المسلمین

مصطفیٰ کو حق جانو اور حق دیکھو مصطفیٰؐ سے رب المسلمین کا نور۔

اور جو کچھ نبی کے حق میں اصالتاً درست ہے وہ ولی کے حق میں نیابتاً درست ہے کیونکہ ولی نور ہے نبی کا۔

أَنَا مِن نُّورِ اللَّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ مِن نُّورِي

میں اللہ کے نور سے ہوں اور مومنین میرے نور سے ہیں۔

فرشتے کا یہاں گزر نہیں۔ کیونکہ وہ دل نہیں رکھتا۔ اور ایمان نہیں رکھتا۔ وہ جس قدر مقرب اور مرسل ہے اپنے لئے ہے۔ اور اپنے میں باز رہ گیا ہے :

وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ

اور نہیں ہم سے مگر اس کا مقام معلوم ہے۔

یعنی فرشتہ کونی ہے سبحانی نہیں۔ مومن سبحانی ہے کونی نہیں۔ اگرچہ مومن کون (دنیا) میں رہتا ہے سبحان کے ساتھ پیوست ہے :

وَكَانَ بِالنُّورِ مَبْنِيًّا رَجِيمًا اور اللہ تعالیٰ مومنین کے ساتھ رحیم ہے۔

ملائک کی ظاہری فضیلت ظاہری مذہب میں ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن تم باطن کو دیکھو، باطن کو جانو، باطن کو پکارو، باطن کو طلب کرو اور باطن کے لئے کوشش کرو کسی نے خوب کہا ہے :

رباعی

اَل لَّمَّةُ كَرْدٍ دَهَا نَكْنَجِدَ بَطْلِبُ اَل سَّرُّ كَرْدٍ دَرُو نَشَانِ نَكْنَجِدَ بَطْلِبُ

سُریتِ میاں دِلِ دَرُویشِ مَخْدَاوَنَدِ جِبْرِیْلِ اَمِیْنِ كَرْدِ دَرُو نَشَانِ نَكْنَجِدَ بَطْلِبُ

وہ نعمت طلب کر کہ جو تیرے منہ میں نہ سما سکے یعنی نعمتِ لامکانی۔ وہ راز طلب کر جس کا کوئی

نشان نہ ہو۔ درویش کے دل اور خدا تعالیٰ کے درمیان ایسا ہے کہ جہاں جبریل امین تک کا

گذر نہیں۔ وہی مقام طلب کر۔

اے عزیز! انبیاء علیہم السلام اگرچہ افضل ہیں لیکن اولیاء ایسے صاحبِ راز ہیں کہ ایک عاجز ہے دوسرے سے۔ اگر تجھے دلیل درکار ہے تو قرآن سے سُن :

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا

خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم میرے کاموں کو دیکھ کر صبر نہیں کر سکو گے۔

چنانچہ بعد میں تین واقعات ایسے پیش آئے کہ موسیٰ علیہ السلام صبر نہ کر سکے اور بول پڑے

جس سے خضر علیہ السلام زحمت ہو کر چلے گئے۔

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا

اور تو کیسے صبر کر سکتا ہے ایسے امر پر جو آپ کے احاطہ واقفیت میں نہیں ہے۔

اس وقت موسیٰ علیہ السلام در ماندہ تھے (پشیمان تھے) اور نجات کا کوئی حیلہ نہ تھا ناگاہ ایک صاحبِ

راز ولی ظاہر ہوا (یعنی خضر علیہ السلام) اور کہا :

ان الملاء ياتمرون بك ليقتلوك فاخرج انى لك من الناصحين

(بے شک سردار تیرے قتل کا حکم کر چکے ہیں تو نکل جا میں تیرا خیر خواہ ہوں)۔

سبحان اللہ یہ کیا شور ہے اور کیا راز ہے۔

هُوَ الَّذِي يُضِلِّيَ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتِهِ يَنْخِرُ جُكُمٍ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

اللہ وہ ذات ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تجھے تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جائے۔

اس میں وہ جمال اور وہ کمال ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی شخص نہیں جانتا اور ولی اور نبی کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ پس یہی کہا جاسکتا ہے :

راز درون پردہ زندان مست میرس

کہ ایں حال نیست صوفی عالی مقام را

سر بستہ راز و رموز کے متعلق زندان مست سے دریافت نہ کرو کیونکہ صوفی عالی مقام کا یہ کام

نہیں۔ (اس شعر کی تشریح قبل ازیں بیان ہو چکی ہے)۔

صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے اور دم نہیں مارنا چاہیے کیونکہ بعض لوگ ایک لمحے میں عرش و فرش درہم برہم کر دیتے ہیں :

دل اطلس چناں سوز و دہن از بیم نکشاید

مبادا دم بروں آید جہانے سوختن گرد

دل میں وہ آگ پیدا ہوتی ہے کہ جس کی وجہ سے منہ نہیں کھلتا اس خوف سے کہ مبادا آہ

نکلے اور جہاں جل جائے۔

ناچار بیچارے خاموش رہتے ہیں لیکن جوش و خروش اور ذوق و شوق سے بہتے ہیں اور خون جگر پیٹتے

ہیں اور کوچہ و بازار میں شور نہیں مچاتے پھرتے ہیں نہ ڈکار دیتے ہیں۔ کیونکہ ڈکار بدعت ہے صحیح

الحال اور صحیح مقال (صاحب حال اور راست گو)۔ حد عقل و حس میں رہ کر اہل طریقت سے بات کرتے

ہیں اور خلقت کی بھلائی کے لئے کوشاں رہتے ہیں :

وَأَنَا شَكُوبُثَى وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ
میری تکلیف اور رنج اللہ کی وجہ سے ہے۔

ہمیشہ اسی پر عمل کرنا چاہیے۔ اور اپنے آپ کو خواری میں مبتلا رکھنا چاہیے :

وَكَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْحُزْنِ وَدَائِمَ الْفَكْرِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رنج و غم میں رہتے تھے۔

کیونکہ گہرے سمندر سے واسطہ ہے اور ساحل ناپید ہے لہذا سوائے خون دل پینے کے اور لخت جگر کھانے کے کوئی چارہ نہیں اور یہی مردانِ ہمت کا شیوہ ہے۔ اگر ظاہراً دل عالمِ ناسوت میں ہے دراصل وہ عالمِ ملکوت سے تعلق رکھتا ہے دل عرشِ رحمان ہے بلکہ اس سے بھی فراخ تر و عظیم تر ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ فرماتے ہیں :

لا سعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمنین والقلب
مراة الرب۔

میں اپنی زمین اور اپنے آسمانوں میں نہیں سما سکتا لیکن اپنے بندے مومن کے قلب میں سما سکتا ہوں۔ مومن کا قلب اللہ کا آئینہ ہے یعنی اسی آئینے میں اپنا عکس دیکھتا ہے۔

کون و مکان میں کہاں سما سکتا ہے اور بیچارہ فرشتہ اس کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔ پس آگے بڑھو تاکہ ہم پیچھے نہ رہ جائیں۔ زندوں کی بات زندوں کے سوا اور پرندوں کی بولی پرندوں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔۔۔ مرغوں کی بات مرغ ہی جانتے ہیں۔ سلیمانِ وقت کو چاہیے کہ مرغانِ غیب کے اسرار و رموز کو سمجھے۔ یہ مردانِ خدا کا معاملہ ہے نہ کہ مخنثوں کا۔ اہل ظاہر اور علم ظاہر کا یہاں گزر نہیں۔ اور نہ وہ ان باتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ بیچارہ ظاہرین تاویل میں پھنس گیا ہے اور بزعم خود اپنا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ تم اپنا دل ہاتھ میں لاؤ کیونکہ جو کچھ ہوتا ہے دل سے ہوتا ہے باقی سب کھیل تماشا ہے۔ یہ جو اٹھارہ ہزار جہاں ہیں سب تیری ہی سلطنت کا دبیر اور کبیر ہے۔ جہاں تو ہے یہ سب کچھ تیرے ساتھ ہے تو حق کے ساتھ اور حق تیرے ساتھ ہے خواہ اس جہاں میں خواہ اس جہاں میں :

کن لی اکن لک و ما کان لی ما اکون لک

تو میرے لئے ہو جا تو میں تیرے لئے ہو جاؤں گا تو میرے لئے نہیں تو میں تیرے لئے نہیں۔

یہ ہے بندہ خدا کا مقام۔ بندہ خدا کے ساتھ پابندہ ہے۔ خدا ہے بندہ نہیں ہے لیکن یہ کون جانتا ہے :

۷ گر عدد گردو احد کار سے بود

ورنہ بیشک رنج بسیار سے بود

اگر احد ادمٹ کر احد بن جائیں تو یہ بڑا کام ہے ورنہ سخت تکلیف کا سامنا ہے۔

۷ تا تو سے باشی عدد بینی ہمہ

چوں شوی فانی احد بینی ہمہ

جب تک تو ہے اعداد میں گرفتار رہے گا۔ جب تو فانی اللہ ہو جائے گا احد رہ جائے گا۔

اگرچہ علم اچھی چیز ہے لیکن :

۷ الْعِلْمُ حِجَابُ اللَّهِ الْأَعْظَمُ

علم اللہ کے راتے میں حجاب اکبر مانا گیا ہے۔

پس علم ظاہری سے گذر کر علم الہی تک پہنچ جاتا کہ تو نور اللہ بن جائے :

۷ از علم گذر باید بر یاد نظر باید

ز ال نور اثر باید در دیدہ انسانی

علم سے گذر کر یاد پر نظر رکھنی چاہیے۔ کیونکہ اس نور سے انسان کی آنکھ منور ہو جاتی ہے۔

ورنہ تو جس قدر علم کتابوں سے حاصل کرتا رہے گا۔ خراگد سے کے مقام سے تجاوز نہ کرے گا :

۷ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الْحَمَامِ

ان کی مثال گدے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں لیکن کتابوں کی حکمت سے بے بہرہ ہو۔

اس سے مروان حسد کی کمریں ٹوٹ گئی ہیں۔ انھوں نے جب سے یہ آواز سنی ہے علم ظاہر سے ایک

حرف بھی اپنے اوپر روا نہیں رکھا کسی نے خوب کہا ہے :

۷ او علم نئے شنید لب بر بستم

او عقل نئے خرید دیوانہ شدم

دوست کو علم کی ضرورت نہیں لہذا میں نے زبان بند کر دی۔ اُسے عقل درکار نہیں اس لئے

میں دیوانہ ہو گیا۔

یہ گم شدہ اور خراب حال کیا کہے کہ کچھ نہیں پڑھا نہ کچھ لکھا ہے بلکہ بند میں گرفتار رہا ہے ؛
 یَا لَيْتَ اُمَّیْ لَسْمَ تَلِدُنِیْ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی ۔

اے کہ آں یار مرا یار نیست
 اے کہ آں شوخ وفادار نیست

افسوس کہ وہ یار میرا یار نہیں اور وہ شوخ و فادار نہیں ۔

علم کی باتیں علماء سے پوچھنی چاہئیں ۔ اس خراب حال سے پوچھنے کا کیا فائدہ ۔ یہ خراب حال (خود) جو
 کچھ کہتا ہے ابتر کہتا ہے ۔ ان کی گفتار ابتر ، رفتار ابتر اور کردار ابتر ہے ؛

سریت در اں زلف تو سر بستہ
 اما چہ تو اں کرد کہ با ما نکشتائی

اس زلف بستہ میں راز سر بستہ ہیں لیکن کیا کیا جائے کہ ہم پر نہیں کھلتے ۔

یہ کسی اور کا نوحہ ہے ؛

بدبختی را گرہ کشودں نتواں !
 احوال بہر کے نمودن نتواں !

بدبختی سے نجات حاصل مشکل ہے اور دوسروں کے سامنے حال بیان کرنا بھی مشکل ۔

یہ بیچارہ (خود) فراق کا مارا، گم گشتہ اور بے خود شدہ بس یہی نوحہ کرتا ہے ؛

رباعی

حاشا کہ دلم از تو جدا خواہد شد یا با کس دیگر آشنا خواہد شد

از مہر تو بگسلد کرا دارد دوست دز کوئے تو بگذرد کجا خواہد شد

یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ دل تجھ سے جدا ہو جائے یا کسی اور سے دوستی لگائے ۔ تیری محبت چھوڑ

کر کسی سے دوستی لگائے اور تیرے کوچے کو ترک کر کے کہاں جائے ۔

اے برادر! روایات و احادیثِ متشتمتہ (کی کوئی حد نہیں) کیا لکھیں اور کیا بحث کریں ۔ یہ

اپنے وقت کو بہاد کرنا ہے۔ پس جو عقائد مشہور اور مقبر کتابوں میں پائے جاتے ہیں ان پر کاربند رہنا چاہیے۔ اور حق کے ساتھ پیوستہ ہو کر محرم راز بننے کی کوشش کرنی چاہیے :

محرم دولت نبود ہر سرے
بارسیجا نکند ہر حسدے

رموز سلطنت کے قابل ہر سر نہیں اور مسیح کے بار کے قابل ہر فرنگد صا نہیں۔

جب تم مقام راز تک پہنچ جاؤ گے تو وہ خود تمہیں بتائے گا کیونکہ :

إِنَّهُ يُعَلِّمُ السِّرَّ وَأَخْفَى

وہ راز اور مخفی امور کو جانتا ہے۔

دوسرا راز یہ ہے :

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ

اس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں میں۔

یہ سراپردہ خاص کی بات ہے جو انسان کے لئے خاص ہے کیونکہ :

الانسان سترى وصفتى

کیونکہ انسان میرا یعنی خدا کا راز اور صفت ہے

اس کے علاوہ جو کچھ یہ آسمان اور زمین ہیں یہ سب نقش بر دیوار ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ سب

قدرت کی نقش بندی اور وحدت کی نیرنگی ہے جب :

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

ہر چیز فنا ہو رہی سوائے اس کی ذات کے۔

کاراز کھلتا ہے تو :

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

جلوہ گر ہوتا ہے اور سوائے دوست کے کوئی اعتبار نہیں رہتا۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ

وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔

کا ظہور ہوتا ہے۔ اس وقت تم پر محقق ہو جائے گا کہ راز کسے کہتے ہیں اور حقیقت کسے کہتے ہیں۔ جو

کوئی اس راز کو پالیتا ہے یہ کہتا ہے :

وجود سوائے اللہ کے کسی کا نہیں ہے۔

ما فی الوجود احد سوى الله -

اور کونین میں اللہ کے سوا کیا ہے۔

وهل فی الدارین غیر اللہ۔

کسی واصل باللہ نے خوب کہا ہے :

در ہر چیز نظر کر دم غیر از تو نے بینم

غیر از تو کے باشد تھا چہ مجالستیں

جس چیز میں نظر کرتا ہوں تیرے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ تیرے سوا بھی کسی کا وجود ہو یہ کس کی مجال ہے

پس اس طلب کے سوا کوئی طلب نہ رکھو اور صرف عشق کے علاوہ کوئی حرف نہ پڑھو۔ اے محرم راز

سبحانی یہ اشعار پڑھو۔ اس بیچارے سے موافقت کرو، جلتے رہو، گھٹتے رہو اور خون دل پیتے رہو۔ جان

سکیں بکد سارے جہاں کو آگ لگا دو :

رباعی

غرق خون در خشک کشتی رانده ام

کہ نذارم بے سرو پا مانده ام

دست بر سر چند دارم چون گس

وز سر لطفم سیاہم کن سفید

تو سپید شس کن چو مویکم کے کریم

یا الہ العلیین در مانده ام !

در میانِ راہ تنہا مانده ام

دست من گیر و مرا فریاد رس

از در خویشم مگر داں نا امید

گر سیاہ آمد مرا رنگ گلیم

۱۔ یا الہ العلیین میں پریشان حال ہوں اپنے خون میں غرق ہوں لیکن میں نے اپنی کشتی خشکی

پر چلا رکھی ہے۔

۲۔ تن تنہا سفر کر رہا ہوں نہ کوئی یا رہے نہ مددگار۔

۳۔ میرا ہاتھ تمام لے اور میری فریاد سن۔ کب تک مکھی کی طرح پشیمانی کے عالم میں سر

پر ہاتھ رکھے بیٹھوں گا۔

۴ - اپنے دروازے سے مجھے ناامید مت پھیر۔ بلکہ اپنے لطف و کرم سے میرا نامہ سیاہ سفید کر دے۔

۵ - اگر میری چادر (نامہ اعمال) کا رنگ سیاہ ہے تو تو اسے اپنے کرم سے سفید بنا دے۔

رہ نمایم باشس دیوانہ بشوی
وز دو عالم تختہ جانم بسوز

میری راہنمائی کیجئے اور میرا دفتر سیاہ دھو ڈالئے۔ اور دونوں جہانوں سے میری جان کو جدا کر دے۔

غُفْرَانِكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ وَصَلَّى اللهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَ
وَالِهِ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

مکتوب ۱۲

بجانب شیخ عبدالرحمن شاہ آبادی۔

(۱) ان کے خط کے جواب میں (۲) اور صحبت مشائخ کے برکات کے

بیان میں۔

حق حق حق!

.... سب امور مشکور ہیں (یعنی ہر حال شکر ہے) کیونکہ شکر کے ذریعے حق کے ساتھ حضور

ہے۔ شاکر خدا بین ہوتا ہے اور یہ اسلام ہے کافر خود بین ہوتا ہے اور یہ کفر ہے۔ شاکر صابر ہوتا ہے

کیونکہ وہ باحق ہوتا ہے؛

وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ اللہ صابریں کے ساتھ ہے۔

لیکن کافر کو حق سے کوئی تعلق نہیں۔ لہذا اداً شاکر رہنا چاہیے کیونکہ شکر کے ذریعے راہِ حق ملتا ہے اور جمالِ صبرِ شکر ہی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے :

سے ناکساں را بلفظِ خود کس کرد

شکر و صبر سے زبندگان بس کرد

اپنے لطف و کرم سے بے کسوں کو باکس کرتا ہے اور شکر و صبر بندوں کی طرف سے لازمی

قرار دیا ہے۔

قرآن مجید کا صدر لفظ (پہلا لفظ) الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ہے یعنی ہمیشہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے نیز کلامِ پاک میں آیا ہے :

دَانَ شَكَرْتُمْ لَا نَزِيدُكُمْ
اگر تم شکر کرو تو میں تم کو زیادہ دیتا ہوں۔

سے شکر کا جمال ظاہر ہوتا ہے کمال کھلتا ہے اور حق تعالیٰ تک رسائی ہوتی ہے کہ جس سے ملکِ حیران ہوتے ہیں۔ ملائک اگرچہ فلک پر ہیں باخود ہیں ان کا حق سے تعلق نہیں (یعنی ان کو ذات اور مقام وحدت حاصل نہیں)۔ لیکن بشر اگرچہ زمین پر ہے باحق ہے اور حق سے پیوستہ ہے :-
وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ

وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔ (قرآن)

ان اللہ! کیا آیت ہے (یعنی کیا ہی واضح دلیل ہے) اور کیا غایت ہے (یعنی کیا ہی بلند منتہا اور بل مقصود ہے) اور منتہا کہاں ہے جس کی ہم سب کو تلاش ہے (یعنی ذات کی کوئی حد نہیں)۔

آپ کا خط ملا جو قسم قسم کی دارلواتِ سبحانی اور اسرارِ ربانی سے لبریز تھا۔ اور نہایت فصیح و بلیغ بات سے مملو تھا۔ اس سے جمال و کمالِ سبحانی ظاہر ہوا اور فقیر کی طبیعت کو بھی اس قدر فرحت حاصل کہ بیان میں نہیں سکتی۔ بلکہ کون و مکان میں نہیں سکتی کیونکہ اسرارِ سبحانی کون و مکان میں نہیں آتے۔ اور ملائک کو اگرچہ مقرب ہیں وہاں تک رسائی نہیں۔ ملائک کیا ہیں وہ تو تیرے کام میں

لگے ہوتے ہیں :

هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ

اللہ وہ ذات ہے جو تم پر رحم فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تم کو گمراہی سے ہدایت کی طرف نکالے۔

یعنی ظلمات کوئی سے بشر کو نور سبحانی تک پہنچاتا ہے اور اٹھارہ ہزار عالم کو بشر کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔ سبحان اللہ! یہ کیا جمال ہے اور کیا کمال ہے۔ پس جو کچھ ہے بشر ہے باقی نقش پر دیوار ہے اور اس کام کے لئے خالی دبدر و کبکبہ (شان و شوکت) کی خاطر ہے۔ انسان کامل جانتا ہے کہ حق کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں :

فَالْحَقُّ وَلَا سِوَاهُ الْإِنْسَانُ سِيرِي وَصِفَتِي

حق ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ انسان میرا راز اور میری صفت ہے۔

جب انسان اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ سب حق ہے :

وَإِنَّ إِلَهَ رَبِّكَ الْمُنْتَهَى

اور انتہائی مقام تیرے رب پر ختم ہوتا ہے۔

یعنی حق کے سوا کچھ نہیں لیکن ظاہری لباس مجبورین کی آنکھوں میں دھول ڈالتا ہے اور دور اور مجبور محرم راز جانتا ہے کہ کیا راز ہے اور کیا انوار :

محرم دولت نہ بود ہر سرے

بارِ مسیحا نکشد ہر خسرے

دور سلطنت کے قابل ہر سر نہیں اور بار مسیحا کے قابل ہر خسر نہیں۔

پس مزید اور ہل من مزید (زیادہ اور زیادہ) کا لغزہ لگائے رکھو اور پرواز جاری رکھو حتیٰ کہ تحقیق حاصل ہو اور ولی کو صاحب ستر (راز) اور صاحب سلطنت بنا کر تخت ولایت پر متمکن کریں کیونکہ عالم تحقیق میں نبی نبی بنتا ہے اور ولی ولی ہو جاتا ہے اور راہ ہدایت ان ہی دو فریق پر منحصر ہے۔ مصطفیٰ علیہ السلام نے ابتدائے حال میں بڑی تکلیف اٹھائی جسم مبارک کے جوڑا کھڑکے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا حتیٰ کہ آپ پکار کر فرماتے تھے :

آپ کو یہ فکر لاحق ہوتی تھی کہ کہیں رہ نہ جاؤں اور دوست سے جدا ہو جاؤں لیکن چونکہ آپ حق تھے
حق تک پہنچ گئے اور تحقیق رونما ہوئی :

الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ وَكَذَٰلِكَ هَذَا الْوَلِيُّ كَالنَّبِيِّ وَلَكِنَّ النَّبِيَّ أَمْلٌ وَ
وَالْوَلِيُّ تَبِعٌ وَخَرَمُدَىٰ صَعِيْقًا.

اس پر جمیع حمد اللہ کے لیے ہے اور اسی طرح یہ ولی نبی کی مانند ہے اور لیکن نبی اصل ہے اور
ولی تبع ہے اور سیدنا موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

سی میں مقربین حق کا مشرب ہے :

قَدْ عَلِمَ أَكْثَرُ النَّاسِ مَشْرَبِيَهُمْ تَحْتِيقُ هَرَّأَيْكُ نِي اِيْنَا جَلِيْءُ مَشْرَبِ جَانِ لِيَا۔

ہر شخص اپنے اپنے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کوئی زاہد، کوئی عابد، کوئی ذاکر، کوئی متقی، کوئی ابرار، کوئی انبیاء
کوئی عالم، کوئی عامل، کوئی صالح، کوئی فاسق، کوئی مسلم، کوئی کافر، کوئی فرشتہ، کوئی شیطان ہر شخص
اپنے مشرب پر حیران و طیران رہتا ہے۔ اور اس کے سوائے چارہ نہیں کہ وہ حق کے سوا کسی چیز میں
نہیں سماتا اور حق کے سوا اس میں کوئی سماتا۔ یہ ہے مشرب ربانی اور مشرب سبحانی۔ تمام مقربانِ کامل
و۔ محبوبانِ مکمل کا یہی مشرب تھا :

مَنْ سَأَانِي فَقَدْ سَأَانِي الْحَقَّ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔

اس حدیث سے یہی مراد ہے۔ لہذا تم بھی جد و جہد کرو اور حریم راز میں مقام حاصل کر لو۔ اور یہ نعرہ لگاؤ :

رہ نمایم باشش دیوانم بشوے

وز دو عالم تختہ جانم بشوے

اے دوست! میری راہنمائی گراور میرا دفتر (سیاہ) دھو ڈال۔ بلکہ دونوں جہانوں سے میرا حساب ختم کرنے۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی مشرب کی وجہ سے تالاں تھے اور یہ نعرہ لگاتے تھے :

يَا لَيْتَ رَبِّ مُحَمَّدًا لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا

کاش کہ محمدؐ کا رب محمدؐ کو پیدا نہ کرتا۔

تحتیق یہی ہے اور اس کے سوا باقی وہم و گمان ہے۔ کمال یہی ہے اور اس کے سوا زوال ہی زوال

ہے: سے
قعر این بجز از ست و ساحلش ابد

ساحلش قعرش و قعرش بے کراں

اس سمندر کی گہرائی ازل ہے اور اس کا ساحل ابد ہے اس کا ساحل اس کی گہرائی ہے اور

گہرائی بے پایاں -

بیت سے
این چہ دریاے ست قعرش ناپید

این چہ درگاہست قفلش بے کلید

یہ کیا دریا ہے کہ جس کی گہرائی کی کوئی انتہا نہیں یہ کیا درگاہ ہے کہ جس کے قفل کی چابی ہی نہیں۔

وعمی آدم سر بہ فغوی ثم اجتبہ سر بہ فتاب علیہ و ہدی

آدم علیہ السلام نے نافرمانی کی اپنے رب کی اور بھٹک گیا۔ پھر اس کے رب نے اُسے قبول کیا،

اس کی توبہ منظور کی اور اپنی طرف لے گیا۔

تمام گنہگاروں اور قصور واروں کو گود میں اٹھا کر مقبول کرتا ہے محبوب بناتا ہے نوازش کرتا ہے اور

دبجے بلند کرتا ہے:

إِنَّ رِبِّيُّ عَلَىٰ سِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ بے شک میرا رب صحیح روش پر ہے۔

یہی سراطِ مستقیم ہے کہ جس پر حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں:

ذنبی عظیم فان لا یغفر الذنب العظیم الا التوبۃ العظیم

میرا گناہ عظیم ہے اور عظیم گناہ کوئی نہیں بخشتا سوائے رب عظیم کے۔

اس میں یہی راز ہے۔ آدم کے گناہ کا معاملہ دراصل طلبِ حق تھی جس سے دنیا میں شور برپا ہو گیا ہے

۱۔ اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ آدم علیہ السلام سے بہشت میں خطا مزہ ہوئی بہشت سے نجات کا مقام ہے بھاگ کر طلبِ حق میں مشغول ہونے اور کون و مکان سے گذر کر عالمِ بیلا مکان میں پہنچ گئے۔ و غصو

آدم سر بہ فغوی ثم اجتبہ میں یہی راز ہے۔

عاصی چہ کند بر کہ رُو د جز بہ در تو
 کان کرم مکرم بخشندہ خطایا
 گنہگار کیا کرے اور تیرے سوا کس کے در پر جائے تو کان کرم ہے اور خطاؤں کے بخشنے والا
 اور مکرم بنانے والا ہے ۔

پس خوش ہو جاؤ کہ تیرا گناہ تجھے یہ بشارت دیتا ہے اور یہ کہتا ہے :

دين المذنبين احب الى الله من مناجات الصديقين

گنہگاروں کی زاری اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے بہ نسبت صدیقین کے مناجات کے۔

یہاں ہر صدیق گنہگار ہے اور ہر گنہگار یہاں صدیق ہے۔ فرشتہ اگرچہ آسمان پر رہتا ہے لیکن
 اس گریہ و زاری سے بے بہرہ ہے اس لئے اس سے حق تعالیٰ کو کیا کام۔ اور اُسے حق تعالیٰ کی
 کیا خبر۔ یہ درد کا معاملہ ہے اور درد کا بار ہے :

درد خواہ و درد خواہ و درد خواہ

گر تو ہستی اہل درد و مرد راہ

اگر تو اہل درد اور مرد راہ ہے تو درد طلب کر، درد طلب کر، درد طلب کر۔

جو شخص مقام تحقیق تک پہنچا اور محرم راز ہوا اس کا فعل، فعل حق، اس کا قول، قول حق، اس کا نور، نور
 حق اور اس کا حضور، حضور حق ہوا اور حق کے سوا کچھ نہ رہا :

ہرچہ او کرد کردہ حق دان

ہرچہ او گفت راز مطلق دان

جو کچھ اس نے کیا وہ حق کا فعل سمجھ، جو کچھ اس نے کہا وہ حق کا راز جان۔

لیکن جو شخص محرم راز نہیں خواہ پیغمبر کیوں نہ ہو (یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب اشارہ ہے)۔
 ہل راز (خضر علیہ السلام) اس سے تاویل کے ساتھ بات کرتا ہے اور تاویل سے اُسے معاملہ
 بھجاتا ہے اور کہتا ہے :

ذَالِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ يَسْتَبْطِمْ عَلَيْهِ صَبْرًا

یہ ہے مطلب اس بات کا کہ جس پر آپ صبر نہ کر سکے۔ (قرآن)

اور وہ (یعنی اہل صبر) اگرچہ یہ کہتا ہے :

وَمَا فَعَلْتُ عَنْ أَمْرِي

میں نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کیا۔

لیکن اہل ظاہر کو مخالفت کی وجہ سے سوائے ظاہر کے اور کچھ نظر نہیں آتا اور خواہ مخواہ اعتراض کئے

جاتا ہے۔ اب کیا کیا جائے۔ اپنا خون پانی کرنے کے سوا چارہ نہیں۔ علمائے (ظاہر) یہاں تاویل

میں بھیس گتے ہیں لیکن مراد حق اور ستر حق تاویل سے بالاتر ہے کیونکہ تاویل اہل ظاہر کو سمجھانے کی خاطر کی

جاتی ہے اس وجہ سے کہ اہل ظاہر اختلاف کی نظر سے دیکھتا ہے اور اختلاف پس نہ کرتا ہے لیکن

انبیاء اور اولیاء کے کاموں میں اختلاف درست نہیں۔ بلکہ اختلاف سے اختلاف ہی کا دروازہ کھلتا

ہے ناچار اہل حق تاویل کی طرف رجوع کرتے ہیں اہل تاویل کے ساتھ تاویل کرتے ہیں اور اپنے آپ

کو اس اختلاف سے بچا لیتے ہیں۔ اور :

كَلِمَاتٍ عَلَى الْقَوْمِ لِيَعْلَمُوا أَنَّ كَلِمَاتٍ كَذَبُوا

لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرو (حدیث)

کی راہ نکال لیتے ہیں اور ہر شخص کے ساتھ اس کے مقام کے مطابق برتاؤ کرتے ہیں۔ یہاں کام صحبت

سے بنتا ہے اگر صحبت مل گئی تو بیڑہ پار ہے محرم اسرار ہے اور صاحب روزگار ہے (یعنی دنیا میں کامیاب

ہے) : وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ فَعَالَ لِيَتَمَّ سِرِّي

اور وہ یعنی اللہ تعالیٰ بخشنے والا محبت کرنے والا عرش کا مالک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

پس تم مردانِ حق کا دامن مت چھوڑو اور ان کے معاملے میں احتیاط سے کام لو ان کی صحبت اپنا کام

کرنے کی اور ضرور اسرار کا دروازہ کھولے گی۔ کہتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کی خضر علیہ السلام کے

ساتھ صحبت بے اعتراض ہوتی تو ہزاروں راز کھل جاتے اور وہ حریم راز میں پہنچ جاتے کیونکہ خداوند عالم

اپنے بندوں کو بارور اور صاحب اسرار بنانا چاہتا ہے۔ حضرت مصطفیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کاش

موت علیہ السلام صبر کرتے تاکہ اس وجہ سے ان پر بہت راز کھلتے اور ان کے لئے باعثِ رحمت جان

ہوتے۔

اگرچہ نبی مرسل ہے اور جملہ فضائل کا مالک ہے لیکن ولی صاحب راز ہے ہر شخص اپنے

اپنے عجز و اضطراب میں ہے :

قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ صَبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا

اس نے یعنی خضرؑ نے کہا تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے اور تم کیسے صبر کر سکتے ہو جب تمہیں

اس کی خبر نہیں۔

بس یہ پڑھتے رہو اور اولیاء کو محرم اسرارِ حق سمجھو :

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا اللّٰهُ دُوسْتِ هِيَ اِن لُّوگوں کا جو ایمان لے آئے۔

اس پر غور کرو اور حق کے ہم نشین رہو یہ کام دل سے تعلق رکھتا ہے۔

دل مغزِ حقیقت است تن پوست بہیں

دل شیوہ روح صورت دوست بہیں

دل حقیقت کا مغز ہے اور جسم اس کا پھلکا ہے دل روح کا آئینہ ہے اس کے اندر دوست کا جمال دیکھو۔

جو شخص دل نہیں رکھتا اگرچہ ملک ہے اور باسی فلک ہے سترِ حق سے اسے کچھ خبر نہیں اور نہ حق

تعلے تک اس کا گذر ہے۔ وہ اہل دل نہیں بلکہ نوکر ہے (جس کے ذمہ کچھ خدمت ہے) کہاں یہ اور

کہاں وہ پس تو دل کے کاموں میں مشغول رہ اور دل کے رموز حاصل کر دل عرشِ رحمن ہے بلکہ اس

سے بھی بلند تر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

لَا يَسْعَىٰ اَرْضِي وَلَا سَمَآئِي و لٰكِن يَسْعَىٰ قَلْبِ عِبْدِي الْمُؤْمِنِ

میں زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمان میں سما سکتا ہوں لیکن مومن بندے کے دل میں سما سکتا ہوں۔

یہ دل ہے جو خلیفہ رحمن ہے اور بنیادہ جمالِ سبحان ہے :

قَلْبُ الْمُؤْمِنِ سِرَاةُ الرَّبِّ

مومن کا دل رب تعالیٰ کا آئینہ ہے۔

محراب جہاں جمال خسارۂ ماست

سلطان جہاں در دل بیچارہ ماست

خلقت کی سجدہ گاہ ہمارے چہرے کا جمال ہے کیونکہ دنیا کا بادشاہ ہمارے مسکین دل کے

اندھے۔

پس ہر وقت سوز و ساز میں رہو جان کی بازی لگا دو کیونکہ حق تعالیٰ نیرے ساتھ ہے اور تیرا ہے حق تعالیٰ

کے ساتھ بنائے رکھو اور ہزاروں راز پاتے رہو :

قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

پس اسی ستر پر سر رکھ دو :

الْـرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی اللہ تعالیٰ اپنے اسمِ رحمن سے عرش پر ٹمکن ہے۔

یہ ہے عرشِ رحمن اور یہ ہے دلِ انسان۔ اور انسان کیا ہے سرجمان ہے (یعنی حق تعالیٰ کا راز)۔

عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۲۷

بجانب شیخ جلال الدین

(۱) ان کی تربیت اور تسلی میں (۲) ان کے بعض حالات اور ارادت کے جواب میں

(۳) بعض اور شخصوں کے ذکر میں (۴) شیخ عبد الرحمن کی ارادت کے بیان میں

حق حق حق!

بعد حمد و صلوات و دعائے مزید حیات و ترقی درجات عرفان شیخ الاسلام انومی اہل

کمال شیخ جلال دامعزہ و عرفانہ از فقیر حقیر سوختہ و سوختہ عبد القدوس اسماعیل الحنفی۔

سب حمد اللہ کے لئے ہے وہ حمد تو حامد کو خدا تک پہنچاتی ہے اور صلاح و فلاح کا راستہ

دکھاتی ہے :

كَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا تمہاری جدوجہد مقبول ہے۔

اس میں یہی اشارہ ہے :

ناکساں را بلطف خود کس کرد

شکر و صد شکر ز بندگان بس کرد

آپ کا خط ملا۔ دل کو فرحت ہوئی۔ خاطر جمع رکھو :

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ

رُوحِي فِدَاكُمْ وَقَلْبِي لَدَيْكُمْ

خدا تجھے سلامت رکھے۔ میرا روح تجھ پر فدا ہے اور دل تیرے ساتھ ہے۔

میری جان فدا ہو اس روئے پاک پر، اس موئے پاک پر، اس خوئے پاک پر اور اس طالبِ حق۔ جو کچھ واقع ہوتا ہے نصیحت ہے نہ کہ انعطاع، راحت ہے نہ کہ جبراحت، گنج ہے نہ کہ رنج :

خاکِ تو آئینختہ رنجہاست

بر سرِ این خاک بے گنجہاست

تیری میں یعنی سرشت میں رنج و غم آئینختہ ہے لیکن اس خاک کے اندر بہت خزانے ہیں

۱۔ شیخ کا رنج صحیح ہے : شعر ہے

پیش تو دعا گفتم و دشنام شنیدم

اثر سے بہتر ازین نیست دُعا را

(تجھ سے دعا مانگی اور گالی سنی اس سے بہتر دُعا کا کیا اثر ہو سکتا ہے)

یعنی اگرچہ انسان کی تقدیر میں مصائب لکھے ہیں لیکن ان مصائب کی وجہ سے اس کے لئے منافع کثیر ہے۔
اہل حق کے لئے بلا عطا ہے اور ستم دعا ہے اور دعا رحمتِ خدا ہے؛

وَإِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنتَهَىٰ

اور تیرے رب کی طرف انتہا ہے۔

بیت سے ہر بلا کہ اس قوم را حق دادہ است

زیراں گنج کرم نہ سادہ است

جو بلا کہ حق تعالیٰ نے اس قوم کو دی ہے اس بلا کے نیچے کرم کا خزانہ رکھا ہے۔

پس فکر مت کرو نعمتِ خدا کی کوئی حد نہیں۔ اور قبولیت کی کوئی انتہا نہیں۔ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

پر ایک دفعہ کسی وجہ سے چند روز کے لئے وحی بند ہو گئی جس سے آپ کو بے حد صدمہ ہوا اور غم کی

کوئی انتہا نہ رہی تھی کہ نا اہلوں اور دشمنوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ محمدؐ کے خدا نے محمدؐ سے منہ

پھیر لیا ہے۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ حق تعالیٰ میں نعرہ مار کر عرض کیا مجھ

جیسا کوئی نبی نہیں ستایا گیا۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور یہ آیات نازل ہوئیں؛

وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ

اور قسم ہے دن پڑھے کی اور رات کی جب ڈھانک لے۔

دوست نے دوست کے چہرے اور زلف کی قسم کھا کر یاد کیا اور درجہ بلند کیا اور فرمایا؛

مَا دَعَا رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ... وَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

تیرے رب نے نہ بیزار ہوا۔ اور عنقریب تجھ پر اس قدر عنایت کرے گا کہ تو راضی ہو جائیگا۔

یہ سن کر آپ اس قدر خوش ہوئے کہ فرمایا؛

وَاللَّهُ لَا أَرْضَىٰ وَوَاحِدٌ مِّنْ أُمَّتِي فِي النَّاسِ

واحد میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک کہ میری امت کا فرد واحد دوزخ میں ہوگا۔

زہے دولت زہے دولت زہے کمال زہے جمال

نہ اس قدر بلند مرتبہ پر آپ کے

سوا کوئی نہ پہنچا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک (اس پر خدا کا شکر ہے)۔ یہ بد حال دیوانہ ہے اور دیوانے پر کوئی گرفت نہیں :

س
ہر چہ از دیوانہ آید در وجود
عفو فرماید از دیوانہ زود

جو کچھ دیوانے سے ظہور پذیر ہوتا ہے اُسے جلدی معاف کر دیا جاتا ہے۔

آپ نے خط لکھا تھا :

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا
وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا.....

جب زمین کو زلزلہ آئے گا اور وہ اپنا بوجھ نکال پیٹھے گی اور انسان کہے گا کہ کیا ہو گیا

اُسے.....

کا کبھی وقت آتا ہے لیکن یہ یقین نہیں ہوتا کہ :

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا يَا نَسِيبُ أَهْلِي لَهَا

اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی بسبب اس کے کہ تیرے پروردگار نے اس کو حکم دیا۔

کا وقت بھی ہے یا نہیں۔ یاد رکھو کہ جب وقت اس پہنچے کہ تحدث اخبارها بان
سبک ادھیٰ لہا تو امید ہے کہ اگرچہ پوشیدہ اور جوشیدہ ہے عشق پوشیدہ نہیں رہتا اور دیگ
جوشیدہ نہیں رہتی منہ سے جھاگ نکلتی ہے اور عاشق بیچارہ دم نہیں مارتا۔ پس کام میں لگے رہو محرم

اسرار بنو اور با خدا رہو :

س
محرم دولت نبودے ہر سرے
بار مسیما نکشد ہر خسے

شاہی رموز کے قابل ہر سر نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھانے کے قابل ہر خرگدھا

نہیں۔

جب وقت آئے گا تو خود کہے گا کہ کیا ہے؟ پس تم عشق الہی کے پیالے پئے جاؤ۔ ذوق شوق اور جوش و غروش میں رہو حتیٰ کہ تحقیق رونما ہو۔ نبی نبی ہوتا ہے اور ولی ولی ہوتا ہے نبی صاحبِ وحی اور ولی صاحبِ راز ہوتا ہے نبی صاحبِ دعوت ہوتا ہے (یعنی لوگوں کو حق کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہے) اور ولی کو وہی بات نیا بتہ حاصل ہوتی ہے۔ نبی صاحبِ معجزہ اور ولی صاحبِ کرامت ہوتا ہے نبی صاحبِ نبوت اور ولی صاحبِ ولایت ہوتا ہے لیکن نہ ہر وقت ولی ولی ہوتا ہے اور نہ نبی نبی (یعنی واردات ولایت و نبوت چوبیس گھنٹے جاری نہیں رہتی بلکہ بسا اوقات بشریت بھی رہتی ہے)۔ جو کچھ نبی کو اصالتاً یعنی حقیقتاً ملتا ہے ولی تو نیا بتہ حاصل ہوتا ہے (یعنی نبی کے اتباع کے طور پر) اس کے سوا زیادہ فرق نہیں اور کوئی نور و حضور کم و بیش نہیں۔ نبی عاقبت سے آگاہ ہوتا ہے اور ولی بھی یہی حرف پڑھتا ہے۔ نبوت میں قطع ہے (شاید قطع سے مراد ختم نبوت ہے) اور ولایت میں قطع نہیں۔ لیکن ادبِ شرع لازمی ہے۔ ولی کو نبی کے برابر نہیں سمجھا جا سکتا یہ بات خوب سنو اور اس کے سوا دوسری بات کوئی نہ سنو۔ یہاں پھر ایک راز ہے کہ جس کا محرم کوئی نہیں تم جان پر کھیل جاؤ اور جہاں کو قربان کر دو۔ پھر صاحبِ راز بن جاؤ۔ کسی نے خوب کہا ہے:

بیت سے ہر کراں آفتاب اینجا بتافت

ہر چہ آنجا وعدہ آمد اینجا بیافت

جس کسی پر آفتابِ حق اس دنیا میں چمکا جو کچھ آخرت کا وعدہ تھا اسے اس جہاں میں مل گیا

یعنی دیدار الہی۔

رویت باری تعالیٰ

روایت ہے کہ مخدوم عالم شیخ شرف الدین منیری قدس سرہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا رویت باری تعالیٰ اس دنیا میں جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا "کسی نے نہیں کہا" حضرت شیخ نے یہ نہ فرمایا کہ "جائز نیست" (جائز نہیں ہے) بلکہ یہ فرمایا کہ "کسی نے نہیں کہا" اور اس بات میں ایک راز ہے اور شورش ہے دل جتوی کے لئے بمقربان بارگاہ کے لئے۔ اس کے بعد لوگوں نے پوچھا کیا رویت خواب میں جائز ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا جائز ہے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ اگر کسی کو خواب میں خداوند تعالیٰ کا دیدار ہو جائے تو کیا مامون العافیت (یعنی نجات پانے والا) ہے یا نہیں، فرمایا، جو شخص خواب میں خدا تعالیٰ کا دیدار کرتا ہے لیکن مکر اور استدراج کے خوف سے خالی نہیں (یعنی شیطان کے مکر اور نفس کی شرارت ہے)۔ اور اصل بات یہی ہے کہ بیداری میں دیدار کا ہونا عافیت ہے نہ کہ خواب میں۔ اور بیداری میں دیدار جنت میں ہوتا ہے جو خواب نہیں ہے بلکہ عین بیداری ہے۔ خواب اور بیداری اس دنیا کی چیزیں ہیں اور یہ حجاب ہے نہ کہ بیداری۔ پس اس دنیا میں اگر دیدار ہو (یعنی خواب ہی میں) لیکن خوف و خطر سے محفوظ نہیں۔ لکھا ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آیا خواب میں کسی نے زیارت کی ہے؟ فرمایا۔ امام احمد بن حنبلہؒ کو ہزار بار خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی۔ تم پوچھتے ہو کہ کیا زیارت ہو سکتی ہے۔ یہ بہت ہی بہت! یہ کیا شور ہے اور کیا غارت گری ہے اگرچہ یہ تحقیق ہے لیکن خواہ نبی ہو خواہ ولی بجز عتیق درپیش ہے:

ابن چہ بجز لیت فعرش ناپدید

ویں چہ درگاہیت قفلش بے کلید

یہ کیا سمندر ہے کہ جس کی گہرائی لا انتہا ہے اور یہ کیا درگاہ ہے کہ جس کے قفل کی چابی ہی

نہیں۔

مردان حق جان پر کھیلے میں اور جہان قربان کرتے ہیں جب دوست تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور

صحرائے لامکاں میں جولانی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ درویش کا ملک کون و مکان میں نہیں سماتا۔ شاید حضرت بایزید بسطامی نے اسی وجہ سے فرمایا کہ:

مَلِكِيْ اَعْظَمُ مِنْ مَلِكِ اللّٰهِ میرا ملک اللہ کے ملک سے بڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ملک یہ عالم کون و مکان ہے اور درویش کا ملک خود اللہ ہے۔ سبحان اللہ! مردانِ خدا کا کلام ان کے مقام کے مطابق ہوتا ہے نہ کہ بیان کے مطابق کیونکہ بیان اسی دنیا کی چیز ہے اور حقیقت اس دنیا سے بالاتر ہے۔ پس سوز و ساز میں مشغول رہو اور صاحبِ راز بن جاؤ۔ برادرِ شیخ عبدالرحمن نے اپنے متعلق کچھ لکھا تھا اور وہی چیز آپ کے متعلق لکھی جاتی ہے تاکہ تسلی ہو:

كَلَّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَقَّبْتَ بِهِ فِوَادِكَ و

جَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَمَرْعِطَةٌ وَذِكْرِيْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ .

یہ سارے واقعات ہیں جو کہ ہم نے انبیاء کے واقعات میں سے تیرے دل کو ثابت رکھنے کے لیے

بیان کیے ہیں۔ اور تیرے پاس یہ حق آیا ہے اور یہ نصیحت اور یاد دہانی ہے مومنین کے لیے۔

انہوں نے لکھا کہ ایک رات تہجد کے بعد نیم بیداری کی حالت میں تھا کہ ہاتھ سے یہ آواز سُنی کہ تو اسی حالتِ مراقبہ میں بیٹھے حال تیرے استقبال کے لئے آتا ہے اور تجھ سے جدائی کرتا ہے، پھر میں اسی حالت میں تھا اور یہی خیال تھا کہ ایسا معلوم ہوا کہ میرا حال مجھ سے سلب کر لیا گیا ہے اس کے بعد کچھ واقعات وارد ہونے لگے اور الہام ہوا کہ تجھ سے کوئی حال جدا نہیں ہوا اور تجھ پر فتح کا دروازہ کھلنا ہے۔ دوسری رات کے تیسرے پہر سلطان الاذکار کا ورود شروع ہوا حکم:

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا

جب بادشاہ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تہ و بالا کر دیتے ہیں۔ یعنی سلطان الاذکار

کا غلبہ شروع کیا اور تمام احساسات اور قومی کاغلبہ آگیا۔ یاد رہے کہ سلطان الذکر یا سلطان

الاذکار اس حالت کو کہتے ہیں کہ جب ذکر تمام کے تمام چھ لطائف (لطائف ستہ) پر

جاری ہوتا ہے

دَجَعَلُوا عَزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةَ

اور اہل قریہ کے لوگوں کی عزت کو ذلت میں تبدیل کر دیتے ہیں

اس حال کے آنے سے نفس ذلیل ہو گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان پھٹ گیا ہے اور بجلی کی کڑک گوش جان میں سنائی دیتی ہے۔ نہایت شور و غل کے ساتھ آسمان سے ایک عمود وارد ہوا اور میری طرف آ کر سب کچھ تہ و بالا کر دیا اور میرے سر پر معلق ہو گیا۔ آواز کی ہیبت سے میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور میں اپنے آپ سے بے خود اور مدہوش ہو کر رہ گیا۔ میں نے اس حال کے غلبہ کو صبر و استقلال سے برداشت کیا اور مقام فنا در فنا میں پہنچ گیا۔ میرا وجود گم ہو گیا اور دوسری روح حاصل ہوئی :

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را

ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تسلیم و رضا کی تھوڑے کے قتل شدگان کو ہر لمحہ غیب سے نئی جان ملتی ہے۔

دوسری رات بھی یہی حالت طاری ہو گئی تمام وجود میں آواز پیدا ہوئی گوشت و پوست اور دل پگھلنے لگے۔ جب اس حال کی وجہ سے بہت زیادہ تکلیف محسوس ہوئی تو اس سے نکلنے کی کوشش کی۔ جب حالت صحیح (ہوشیاری) حاصل ہوئی تو بہت افسوس ہوا کہ حال کو کیوں اپنے آپ سے جدا کیا اور اسی حالت پر کیوں قائم نہ رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات درویش کو ان واردات پر اختیار ہوتا ہے کیونکہ صاحب اسرار ہے۔ ایک اور شب یہ فقیر حجرہ میں تھا وہی زلزلہ وارد ہوا اس قدر تیز ہوا چلنی شروع ہوئی اور بجلی اس زور سے کڑکی کہ تمام حجرہ اور اس کے در و دیوار سے آواز نکلنے لگی اور بعض کتابیں جو حجرہ میں پڑھی تھیں ان کے اوراق ادھر ادھر اڑنے لگے جنہیں میں جمع کرنے لگا اور خوفزدہ تھا۔ ہوا قبلہ کی طرف سے چل رہی تھی اور اس فقیر کے سر پر گھوم رہی تھی جس سے یہ فقیر دبا جاتا اور زمین پر لوٹ رہا تھا۔ اور سخت مغلوب تھا۔ درحقیقت یہ ہوا نہ تھی بلکہ فضا میں بالکل سکون تھا نہ ابر تھا بجلی۔ لیکن صرف فقیر کے وجود کے ساتھ یہ معاملہ تھا جس سے فقیر بے خود ہو گیا :

تا بردوخِ زیبائے تو انا در زہرِ رازِ نظر تسبیحِ دزدہش یک طرفہ وردِ مصلیٰ کی طرف

جب سے زاہد کی نظریے دلربا چہرے پر پڑی ہے اس کی تسبیح ایک طرف جا پڑی ہے
و ظیفہ اور مصطلی دوسری طرف ۔

بیت سے
از خود خبر ندارم تا دیدہ ام ترا !
یارب چه شد مرا کہ چنین بے خبر شدم
جب سے تجھے دیکھا ہے اپنی خبر نہیں رہی یا الہی مجھے کیا ہو گیا ہے کہ اس قدر بے خود
ہو گیا ہوں ۔

میرا خیال ہے کہ یہ واردات ایک سال تک کئی کئی دن کے بعد آتے رہے۔ بلکہ بعض اوقات ایک
یا دو ماہ کے بعد وارد ہوتے تھے۔ پھر ان ہی ایام میں یہ واقعات پہلے کی طرح ہونے لگے اس کے
بعد پھر اور شکل میں ظاہر ہونے لگے اور نئی ادائیں اور نئے عجزے پیدا ہوتے ؛

بیت سے
مژدہ گل میدہد دیگر نسیم نو بہار
بلبلانراں ہر سحر کہ قیل و قال دیگر است

نسیم صبح ہر روز نئی فصل گل کی خوشخبری دیتی ہے اور بلبلوں کے لئے ہر صبح نئے عجزے اور
نئے کوشے ہیں ۔

اب اس فقیر کو یہ ڈر ہے کہ اس قسم کا ظہور واقعات کہیں استدراج یا شیطان کا مکر نہ ہو (استدراج
سے مراد غیر مسلم لوگوں سے سفلی عملیات کی مدد سے خرق عادات کا ظہور ہے) کیونکہ میرا ظاہر میرے
باطن کے مطابق نہیں ہے (یعنی اگرچہ ظاہر مسلمان اور عبادت گزار ہوں باطن میں حقیقی مسلمان نہیں
ہوں)۔ نیز نہ مجھ میں ریاضت ہے نہ مجاہدہ۔ یہ واقعات کہاں سے ظہور پذیر ہو سکتے ہیں۔ واضح
ہو کہ تحقیق انبیاء علیہم السلام کا کام ہے اور خوشخواری اولیاء کرام کا (خوشخواری سے مراد حقیقت کی
ملاش میں سرگردان رہنا اور محنت جگر کھانا اور خون دل پینا ہے)۔ انشاء اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ مومن اور مرید
صادق سے خطا نہیں ہوتی۔ اور حق تک رسائی ہو جاتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن غم اور خوف و خطر
کا کہنا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ حقیقت کی دلیل ہے۔ ورنہ فخر پیدا ہو جاتا ہے اور خواہشات نفسانی

کا دروازہ کھل جاتا ہے اور یہی استدراج، مکر اور جادو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاءِ علیہم السلام سے حج حالات سے ثابت ہے کہ وہ ہمیشہ گریہ و زاری میں رہتے تھے۔ اور کہتے تھے:

رب لا تذر فی فرداً وانت خیر الوارثین وانی مسنی الضر
وانت ارحم الراحمین وذنبی عظیم فان یغفر الذنب
الا الرب العظیم۔

اے میرے رب! مجھے تنہا نہ چھوڑ اور تو بہترین وارث ہے اور بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے اور میرا گناہ بڑا ہے پس رب عظیم کے سوا کوئی نہیں گناہ بخشے والا۔

عاقبت محمود یاد بالنبی وآلہ الامجاد۔

مکتوب ۱۲۸

بجانب شیخ عزیز اللہ دانشمند برادر حضرت شیخ
۱۔ مشائخ کے مثال یعنی حکم نامہ یا خلافت۔
۲۔ مرتبہ رویت میں ارتفاع غیر کے بیان میں۔

حق حق حق!

بخدمت انجمن عالم ربانی، عارف سبحانی، اہل اللہ شیخ عزیز اللہ حنفی دام تقواہ از برادر خود
فیہر حقیر عبدالقدوس اسماعیل الحنفی۔ واضح باد کہ مثال مشائخ ارسال کیا گیا ہے نظر سے گذرا ہوگا۔

هِنِيَّا لِآرْبَابِ النِّعَمِ نَعِيْمًا

مبارک باد : مصرعہ سے

آربابِ نعمت کو نعمت مبارک۔

بے شک مردانِ حق دایم حس و عقل سے نکل کر نورِ دل اور عشقِ حق تک پہنچ گئے ہیں۔ اور کون مکان سے گذر کر دوست سے جا ملے ہیں اور ان کے سینہ بے کینہ میں غیر دوست کی گنجائش نہیں رہی؛
 اُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ (یہ مقرب لوگ ہیں) ان سے غیر کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ غیر کو یہ جانتے ہی نہیں؛
 وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ

اور اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔ (قرآن)

کسی نے ان کے حق میں خوب کہا ہے؛

دیگر اہل را وعدہ گر فردا بود

لیک مارا نقد ہم این جا بود

دوسروں کے لئے اگر چہ کل یعنی قیامت کا وعدہ ہے مگر اسے لئے اسی جگہ نقد ہے (ادھار نہیں) اگر چہ دیدار کا وعدہ اگلے جہان کے لئے ہے کیونکہ یہ جہاں فانی اور وہ جہاں باقی ہے اور دیدار جہاں باقی کے لائق ہے تاہم یہ لوگ دائرہ کون و مکان سے گذر جاتے ہیں اور اپنے آپ سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ زمان و مکان ان کے درمیان حائل نہیں ہوتے۔ صاحبِ محارف المعارف (حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہ) فرماتے ہیں؛

حَادِ اَوَّلَهُ اٰخِرًا وَاٰخِرَةَ اَوَّلًا اَلْحُرْفَتِ الدُّنْيَا اِلَى اٰخِرَتِ وَاَلْاٰخِرَةَ

اِلَى الدُّنْيَا

اور یہ معاطہ راز کیا ہے جو دوست کے درمیان ہوتا ہے؛

سریت میانِ دلِ درویش و خداوند

جبریل امین در اہل نشان نگینہ طلب

درویش کے دل اور خداوند تعالیٰ کے درمیان ایسا راز ہے کہ جبریل امین کی بھی وہاں تک

رسائی نہیں۔

لیکن جو کچھ شریعت میں آیا ہے اعتقاد اسی کے مطابق ہونا چاہیے،
وَالْإِعْتِقَادُ حِجَابٌ اور اعتقاد حجاب ہے۔

اور یہاں اعتقاد سے گزر کر غیب (یعنی حقیقت میں پہنچا ہے) :

(۱) فَمَا فِي الْغَيْبِ غَيْبٌ وَمَا فِي الشَّاهِدِ شَاهِدٌ

پس غیب میں غیب نہیں اور شاہد میں شاہد نہیں ہے۔

سے یہی مراد ہے۔ جب تک علم و عقل درپیش ہے (یعنی جب تک عالم حس کا تعلق ہے) تکلیفات شریعت ضروری ہیں کسی نے خوب کہا ہے :

عَاقِلًا رَأَى شَرْعًا يَكْلِفُ أَمَدًا

بے دلائل عشق شریف آمدہ

عاقلوں کے لئے شرع کی پابندی ہے لیکن بے دلوں کے لئے یعنی دردمندوں کے لئے

عشق نعمت ہے۔

زچہ حقیقت حال یہی ہے لیکن یہاں ایک نکتہ ہے عزیز الوجود (نادر الوجود) جس اصلاح کا بار و مدار ہے اور مردانِ حق کا کمال و جمال اسی میں ہے۔ جانا چاہیے کہ یہ جہان فانی فساد، کفر و شرک اور جھوٹ و مکر کا مقام ہے اس کی زندگی لہو و لعب (کھیل کود) ہے۔ پس دیدار کے لئے شرط یہ ہے کہ اس جہان فتنہ و فساد سے پاک ہو جائے کیونکہ اس کے سوا کوئی حجاب نہیں :

(۲) وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ (اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں پٹے ہوئے ہوں گے۔

میں یہی نکتہ ہے۔ پس صفائے نفس میں جس قدر بلند جائے گا قربِ حق میں جائے گا۔ اب صفا بھی ایک حجاب ہے لیکن لوگ حجاب نہیں سمجھتے صفا حجاب ہے نہ کہ ارتضاع (پاکی) حجاب

۱۔ اعتقاد مرتبہ حجاب ہے کیونکہ یہ ایمان بالغیب ہے یومنون بالغیب اور سر مرتبہ کشف حجاب ہے
وَالْحَقِيقَةُ اِيْمَانٌ اِسْتِ اُوْدُوهُ حَقِيقَةُ اِيْمَانٌ هِيَ۔

اس لئے کہ اگرچہ محدود و محدود ہے لیکن منقذے وقت میں ہے (یعنی حال اس کا صفا ہے) اور وقت
 جی ہے نہ کہ میت (یعنی مثبت ہے نہ کہ منفی) یہ جہاں ہے نہ کہ وہ جہاں۔ خواہ وہ باخود نہ بھی ہو اس
 چیز کو محققین مشاہدہ کہتے ہیں محض رویت نہیں سمجھتے یعنی جو چیز موعود ہے ان کے مشاہدہ میں منقود
 ہے (یعنی جس چیز کا قیامت کے لئے وعدہ کیا گیا یعنی دیدار الہی وہ ان کے مشاہدہ بصورت نقد موجود
 ہے نہ کہ بصورت وعدہ فردا)۔ لیکن دوسروں کے لئے موعود ہے نہ کہ منقود (یعنی وعدہ فردا نہ کہ
 نقد)۔ وہ جہاں جہاں باقی ہے کمال تزیہ اور کمال طراوت کے ساتھ یعنی آیہ کمال و جمال حق تعالیٰ
 ہے۔ مومن بہشت میں خدا نہیں ہو جاتا بلکہ صفت خدا سے موصوف ہوتا ہے بے چشم پاک سے دیدار
 پاک بے حجاب کرتا ہے اس جگہ سب حجاب اٹھ جاتے ہیں کیونکہ وہاں نہ حیات فانی ہے نہ حجابات
 فانی۔ اور تزکیہ کی حالت میں حجاب اُخروی جو حجاب عزت و کبریائی حق ہے تجلی اور رویت حق جل
 سبحانہ کے مقام پر اٹھا لیتے ہیں۔ اور محو اور لاشی بنا دیتے ہیں۔ اس وقت بہشت اور بہشت کی
 نعمتوں کو فراموش کر دیتے ہیں :

يَنْسُونَ النِّعِيمَ إِذَا سَأَدُوا فَالْشَّرْطُ فَنَاءَ الدُّنْيَا وَبَعَا الْآخِرَةِ
 لَأَفْنَاءَ هَافِيَانٍ فِي فَنَاءِ الْآخِرَةِ لَا عَبْدٌ وَلَا سَوِيَّةٌ كَمَا
 نَرَعَمَتِ الْمُعْتَزِلَةَ -

(جب وہ اسے دیکھتے ہیں تو نعمتیں بھول جاتے ہیں چنانچہ شرط فنا دنیا ہے اور بعت
 آخرت ہے۔ کیونکہ فنا آخرت میں نہ عبد ہے اور نہ رویت ہے جیسا کہ معتزلہ نے
 گمان کیا ہے)۔

دریغ! عارفین معرفت میں ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ دوست کے ساتھ یگانہ ہو جاتے ہیں
 اور دوئی بالکل مٹ جاتی ہے چنانچہ انا الحق اور سبحانی کا دم مارتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ
 بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے یا بندہ خدا ہو جاتا ہے ؛

بندہ جائے رسد کہ محو شود بعد ازاں کار بجز خدائی نیست

بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے کہ محو ہو جاتا ہے اس کے بعد خدائی کے سوا کوئی کام نہیں رہتا۔

اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اس کے ساتھ حجاب کیفیت یا مشیت واقع ہوتی ہے :

وَجُوهٌ يُّوْمِئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلَىٰ سِرَابٍ مَّا نَاطِرَةٌ۔

(بعض چہرے اس روز تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے)

کا ظہور ہوتا ہے۔

پس ویش (آگے اور پیچھے کی سمت) ختم ہو جاتے ہیں اور سوائے وجہ اللہ کے کچھ درپیش نہیں

ہوتا۔ ایک روئی ویک سوئی طاری ہو جاتی ہے۔ نہ کوئی جہت رہتی ہے نہ کیفیت نہ طرف۔ مجنوں کی

طرح ہم صفت لیلے ہو جاتا ہے :

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِ لَيْلًا۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت سیر کرائی۔ (قرآن)

سوائے حق کے سب کچھ در پردہ ہو جاتا ہے۔

ہمہ تن چشم شود چوں زگس

تا بہر دیدہ دوست دیدہ شود

زگس کی طرح ہمہ تن آنکھ بن جاتا ہے تاکہ دوست کے دیدار کے لئے آنکھ بن جائے۔

پس وعدے پر وعدے ہوتے رہتے ہیں اور نقد پر نقد دیدار ہوتا رہتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی

طرح دیدار حاصل کرتا ہے اور پھر نعرہ اُرِنِي لُكَاتَا هِيَ اور جس قدر تیر لُن تَرَانِي (تو نہیں دیکھ سکے گا)

کا زخم کھاتا ہے اُرِنِي کہہ کر دروازہ کھٹکھٹاتا رہتا ہے حتیٰ کہ موعود منقود اور منقود موعود ہو جاتا ہے

یعنی وعدہ دیدار وفا ہوتا ہے اور مزید دیدار کا وعدہ ملتا ہے، اور اس کی کوئی انتہا نہیں۔ نہ ہے کمال

نہ ہے جمال۔ طوبی العارفین (عاشقوں کے لئے خوشخبری ہو)۔ عاقبت محمود باد۔

اے :- غیر حق در پردہ اور مستور ہو جاتا ہے اور سوائے حق کے اس کے سامنے کچھ نہیں ہوتا۔

مکتوب ۱۲۹

بجانب میراں سید مسعود۔

حق کی طرف توجہ کرنے اور ہر حال میں دل و جان
سے منہ دوست کی طرف رکھنے کے بیان میں۔

حق حق حق!

.... آپ کا خط قاضی یعقوب کے ذریعے ملا۔ فرحت ہوئی۔ کلام پاک میں آیا ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا۔

وہ رب ہے مشرق اور مغرب کا یعنی سارے جہاں کا! اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اسی پر پورا توکل کرے
مردانِ خدا دوست کی طلب میں سرگردان ہیں جہاں جاتے ہیں دوست کی طرف دیکھتے رہتے ہیں،
سب کام دوست کے سپرد کر دیتے ہیں اور دوست کے ساتھ یگانہ (یک جان) ہو جاتے ہیں۔ نیز
جس چیز کے اندر دوست کا مشاہدہ کرتے ہیں اسے دوست دیکھتے ہیں (یعنی جانتے ہیں کہ اس
چیز میں دوست کی محبت ہے)؛

بیت سے کعبہ چپے روی و چپکشی رنج بادید

کعبہ است کوئے دلہ قبلہ است روئے دوست

کعبہ کی طرف کیوں جاتا ہے اور صحرا کا سفر کیوں اختیار کرتا ہے۔ کعبہ تو دوست کی گلی اور قبلہ

اس کا رخ انور ہے۔

طالبانِ حق پہلے اپنا دل اپنے ہاتھ میں لاتے ہیں کیونکہ سب کچھ دل پر منحصر ہے۔ جس کا دل نہیں اُسے
حق لقائے کی خبر نہیں۔ فرشتہ اگرچہ آسمان پر رہتا ہے لیکن بہائم کی طرح ہے؛

الروحمن علی العرش استوی اللہ اپنے اسم رحمن سے عرش پر قائم ہے۔

یہ عارفین کے حق میں آیا نہ کہ فرشتوں کے حق میں (یعنی عارفین صفتِ رحمن سے متصف ہو کر عرش پر پہنچ جاتے ہیں)۔ جو کوئی دوست کے ساتھ بیوست ہے عرش پر ہے اور جن کے ساتھ ہے جو بے دوست ہے حرمان (حسرت) میں ہے؛

سد کبریائہ بعد فوق العرش وتحت الثریٰ

اس کی کبریائی میں عبد عرش کے اوپر اور تحت الثریٰ کے نیچے ہے

خدا باہمہ اور بے ہمہ (سب کے ساتھ اور سب سے علیحدہ ہے بلکہ خود ہمہ است) (یعنی سب کچھ خود ہے) (د پاک از ہمہ) (اور ہر چیز سے پاک ہے)۔

فتعانی اللہ الملك الحق لا اله الا هو

اللہ بلند و برتر ہے مالک ہے حق ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں۔

پس کوئی محروم کیوں رہے۔ دوست سے دل نہ لگائے اور غیر کا طالب بنے۔ افسوس ہزار افسوس! ہے اُس پر جو دوست کے ہوتے ہوئے بے دوست ہے۔ دراصل وہ بے مغز پلوست ہے (یعنی وہ بادام کا پھلکا جس کے اندر مغز نہ ہو)؛

تشنہ از دریا جدائی مے کنی

بر سر گنہی گدائی مے کنی

افسوس کہ تو دریا سے پیاسا جا رہا ہے اور خزانے پر بیٹھا بھیک مانگ رہا ہے۔

افسوس ہزار افسوس! اُس پر جو دریا میں رہ کر پیاسا مر جائے۔ اگر اب بھی بے نصیب رہا تو بس

دَمَالَهُ فِي الْآخِرَةِ نَصِيبٌ.

بِصِيبٍ هِے؛

اس کے لئے آخرت میں کوئی نصیب کوئی۔

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن

ہر چہ جز دین از دطہارت کن

جو کچھ غیر حق ہے اُسے جلا دے برباد کر دے۔ اور جو کچھ دین نہیں اُسے ترک کر دے۔

دیر شیطان قریب ہے فساق قرینا (اور بڑا قرابتی ہے)۔ یہ بڑا زخم ہے۔ پس زبان ذکر میں
دل یاد میں، جان شوق میں، اور سر ذوق میں رہے۔ کیا ہی اچھا ذوق اور کیا ہی اچھا شوق ہے؛

دل و جانم بوسہ مشغول نظر در چپ رست

تا نگونہ رقیباں کہ تو محبوب من

دل اور جان تیرے ساتھ پیوستہ ہے لیکن نظر دائیں بائیں ہے اس لئے کہ رقیب لوگ یہ
نہ کہیں کہ یہ کون آگیا۔

الامن اتی اللہ بقلب سلیم

یہ ہے راہِ تسلیم؛

خبردار! کون ہے وہ جس کو اللہ نے قلب سلیم عطا فرمایا ہے۔

یہی دولت ہے کہ جس پر سعید فائز ہے۔

لعل اللہ یرزقنا حلالاً

شاید کہ اللہ تعالیٰ ہم کو رزق حلال سے نوازدیں۔

ہر کہ است خرم باد مزید باد عاقبت ہم برین باد (جو کوئی ہے خوش رہے مزید خوش رہے۔ اور
عاقبت خوشی پر ہو)۔

مکتوب ۱۳

بجانب شاہ محمد

اپنے حال پر افسوس اور بلند ہی ہمت مقربان کے بیان میں

حق حق حق!

..... بخدمت برگزیدہ حضرت احد انومی شاہ محمد۔ از فقیر بے نوا حقیر مبتلا، اسیر نفس پر بلا،

کبیر ہوا، ناروا جہد القدوس اسماعیل المحنفی -

امور مشکور است شکر چونکہ با حضور ہے نور پر نور ہے اور بے حضور اگرچہ نور ہے حق تعالیٰ سے

دور ہے پس حضور ہی محبت میں ہے اور بے محبت محنت ہے :

إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا بہر حال بعض شکر گزار ہیں اور بعض ناشکر گزار ہیں -

کا یہی مطلب ہے۔ اب معلوم نہیں اعمال کہاں لے جاتے ہیں جنت میں یا جہنم میں -

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور اسی کی بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین میں -

یہ دیکھ کر کے عقل ہے اور کہاں ہوش ہے :

دَسْرَحَى كُلِّ أُمَّةٍ جَانِيَةٌ اور تو ہر گروہ کو گھنٹنے ٹیکے ہوئے دیکھے گا -

کمر شکن ہے :

بیت سے بر خیز کار کن کہ ترا ہست دسترس

فردا خجل نمائی چوں پیش گزری

اٹھ کام کر کہ ابھی وقت ہے تاکہ کل یعنی مرنے کے بعد یا کل قیامت کو شرمندہ نہ ہونا پڑے -

بیت سے خرم آن روز کہ از یار پیامے برسد

تا دل غمزدہ یک لحظہ یہ کامے برسد

کیا ہی خوش ہے وہ دن کہ یار سے پیغام آئے اور دل غمزدہ کو ایک لحظہ قرار آئے -

جو کوئی دوست سے دور تر ہے اس کی حالت اتر ہے :

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو -

یہ عام اعلان ہے لیکن کوئی خبر نہیں دی۔ دائیں بائیں تلاش کرتے ہیں لیکن کچھ نہیں بنتا۔ ایک گروہ جنت

میں پہنچ جاتا ہے اور ایک جہنم میں۔ ایک اصحاب یمن ہیں اور ایک اصحاب شمال -

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ هُمُ الْمُقَرَّبُونَ

اور سبقت لے جانے والے سبقت لے جانے والے ہیں اور یہ لوگ مقرب ہیں -

سب سے پہلے ایمان لانے والے سبقت لے گئے اور وہی لوگ ہیں مقرب بارگاہ۔

گوئے سبقت جمال دوست یہی لوگ لے گئے۔ اور دوست کے ساتھ یگانہ ہوئے۔

مَا فِي الْجَنَّةِ أَحَدٌ سِوَى اللَّهِ جنت میں کچھ نہیں سوائے اللہ کے۔

ان کی بنت یہ ہے : وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ۔

بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف ^{دیکھنے} والے ہوں گے۔

کسی نے خوب کہا ہے :

دوہڑہ
کو بجز یاں کیں بد کیاں تہن کہندی ہو یا نہ
کوئی بانوہی کوئی دہنی کوئی بے سا بہت یا نہ

سَيُرْوَدُونَ

دوستوں کو اس طرح سیر و طیر میں رکھتا ہے کہ ملک مقرب (مقرب فرشتے پیچھے رہ جاتے ہیں بیشک

داستان کے لئے حق تعالیٰ ہی بوستان ہے۔ رُوح و ریحان جنت نعیم ہی بوستان ہے :

إِنَّ اللَّهَ جَنَّاتٍ لَّيْسَ فِيهَا حُورٌ وَلَا قُصُورٌ۔

اللہ وہ جنت ہے جس میں نہ حور ہے نہ قصور۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے اور کیا آن ہے۔

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اور وہ اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔

کیا جمال ہے اور کیا کمال ہے۔ دیکھیں کون اس دولت سے مستفیض ہوتا ہے :

يَعْرِفُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ ثُمَّ يَنْكُرُونَهَا

اللہ کی رحمت کو پہچانتے ہیں پھر منکر انکار کرتے ہیں۔

یہ اندھوں کے متعلق آیا ہے جو بے دوست جیتے ہیں اور بے دوست دم مارتے ہیں۔ آج ہم ذکر

دوست کا دم اس لئے مارتے ہیں اور دوست کی طلب میں اس لئے جدوجہد کرتے ہیں تاکہ اس

کی بدولت ہم قیامت کے دن اور ابد تک دوست کے ہم نشین رہیں :
 هُمْ جُلَّاءُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وہ اللہ کے ہم نشین ہیں قیامت کے دن ۔

درگور برم از گیسوئے تو تارے

تاسایہ کند بر سر من روز قیامت

تیری زلف کا ایک بال اپنی قبر میں لے جاؤں گا تاکہ میرے سر پر قیامت کے دن سایہ افکن ہو۔
 زمان و مکاں کو زمان و مکان میں چھوڑ کر سب سے بیگانہ اور دوست کے ساتھ بیگانہ ہو جاتے
 ہیں۔ پھر کیا ہوتا ہے :۔

من تو شدم تو من شدمی من تن شدم تو جان شدمی

ناکس نگوید بعد ازیں تو دیگر ہی من دیگرم !

میں تو ہوا تو میں ہوا میں جسم ہوا تو جان ہوا۔ اس کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ تو اور

ہے میں اور ہوں۔

منصورؒ کا نعرہ 'أنا الحق'، اور طیفور (سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ) کا نعرہ 'سُبْحَانِي'،
 یہی دم ہے۔ اگر دلیل چاہتے ہو تو سرور کائنات کی حدیث دیکھو :

مَنْ سَرَّأَنِي فَقَدْ سَرَّأَنِي الْحَقُّ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔

نیز فرماتے ہیں :-

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

جس نے پہچانا اپنے نفس کو اس نے پہچانا ہوا ہے اپنے رب کو۔ یعنی رب کی پہچان کے بعد

نفس کی پہچان ہے۔

پس تو جان پر کھیل جا۔ خونِ جگر نوش کر، سوز و گداز میں جلتا رہ، اور جہاں تیج دے کسی نے خوب

جاں باز کہ وصلِ ابدستاں ندہند

کہا ہے :۔

شیراز قدحِ شرع بہستاں ندہند

تو جان پکھیل جا کیونکہ دولت وصل خود پرستوں کو نہیں دیتے اور شریعت کے جام سے
دودھ مستوں کو نہیں ملتا۔

ہمت بلند رکھ کیونکہ ہمت ہی سے کام بنتا ہے :

قِيَمَةُ الْمَرْءِ هِمَّتُهُ آدمی کی قیمت اس کی ہمت ہے۔

اس کے بعد رفیع الدرجات (یعنی اللہ تعالیٰ) اس قدر درجے بلند کرتا ہے اور اوپر لے جاتا ہے کہ
طالب ملک لامکان اور حضرت سبحان میں خمیر لگاتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے :

دو ہڑ سے چند آنن آلو بیر جو آٹوی پار کس
سرکہ بیٹہ جو جرہت سینہار کس

بیت سے ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد

ہمچو خورشید از بلندی فرو شد

جو صاحب ہمت آیا مرد ہوا اور سورج کی طرح بلندی سے فرسراز ہوا۔

اں برادر کو آج یہ سعادت حاصل ہے کہ دوستوں کی صحبت میں خوش ہے اور ان کے ساتھ روحانی
مزے لے رہے ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔ خوش باد تا باد چنیں باد۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۳۱

بجانب میر تروی۔

کلام الہی کے رموز کے بیان میں۔

حق حق حق!

... المرام۔ کلامِ ربّانی عالمِ امر سے عالمِ میں کون و مکان میں اس لئے نازل ہوا کہ گم شدگانِ
بادیہِ ضلالت کو راہِ ہدایت دکھا کر عالمِ علوی میں لے جائے اور عالمِ اور عارفِ ربّانی بن جائے :
فَكُونُوا رَبَّانِيِّينَ پس ہو جاؤ ربّانی۔

سے یہی مراد ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

لَعَدَّتْ جَلِيَّ اللَّهِ لِعِبَادِهِ فِي الْقُرْآنِ لَكِنَّ لَا يَبْصُرُونَ

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے قرآن میں تجلی فرمائی ہے لیکن وہ نہیں دیکھتے۔

سبحان اللہ! زہے فضلِ ربّانی اور زہے کمالِ مردانِ یزدانی کہ ایک حرف سے اس قدر ترقی کی کہ
حق تعالیٰ کو قرآن میں دیکھا۔ انوارِ علوی کے کمالات میں دوڑ لگائی، دوست میں (فانی) مستغرق ہوئے
اور باقی باللہ ہو گئے۔ الشکرُ للہ (خدا کا شکر ہے) کہ آلِ عزیزِ آج اس دولت سے بہرہ ور ہے
بادشاہِ اسلام اس کی فوج اور اراکینِ دولت مہربان ہیں۔ ہمیں پوری امید ہے کہ رونقِ اسلام اور عزتِ
علماء و مشائخ زیادہ ہوگی ظالم اور فتنہ پر بازو ذلیل و خوار ہوں گے۔ ملک عدل و انصاف سے آراستہ
ہوگا اور امن و امان قائم رہے گا۔ انشاء اللہ۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۳۲

بجانب زور بیگ۔

مقربانِ حق کے حال و کمال کے بیان میں

حق حق حق!

... واضح ہو کہ مردانِ حق ہر دور اور ہر طور میں ماسومی (غیر اللہ) سے گندہ کر حق کے ساتھ

پیوست ہو جاتے ہیں :۔

جز حق ہمہ را وداع کردند

ہر چہ آن نیست پشت پا زدند

حق تعالیٰ کے سوا سب کو خیر باد کہتے ہیں اور جو کچھ غیر حق ہے اس پر لات مارتے ہیں۔

دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھتے ہیں اور آخرت کو حق تعالیٰ لیتے ہیں :

لَيْسَ فِي الدَّارَيْنِ سِوَى اللَّهِ دَارِينَ مِثْلَ اللَّهِ كَيْفَ نَسُوا

کادم مارتے ہیں۔ اُن کی ہمت بلند کے سامنے عرش مجید ذرہ حقیر ہے۔ رَبِّ اَرِنِي اَنْ كَانَعَرَفَ

ہے رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا (اے رب! ہمیں اکیلا نہ چھوڑو) ان کی پکار ہے۔ ایک لحظ

کے لئے دوست سے جدا نہیں ہوتے۔ جو کچھ دیکھتے ہیں دوست دیکھتے ہیں جو کچھ جانتے ہیں دوست

جانتے ہیں جس کسی کو طلب کرتے ہیں دوست کو طلب کرتے ہیں۔ وَهُوَ مَعَكُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے)

ان کا جمال ہے۔ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (جہاں تم ہو) کا پردہ اس طرح اٹھاتے ہیں کہ حق کے سوا کچھ نہیں

جانتے۔ سبحان اللہ! یہ کیا کمال ہے اور کیا جمال۔ جو کچھ دیکھتے ہیں اور جو کچھ جانتے ہیں ذوالجلال

کو دیکھتے ہیں۔ قوس ازل قوس ابد سے مل گئی ہے اور ازل ابد سے مل کر ایک ہو گئے۔ توئی، دوئی

منی و مائی (تو۔ میں۔ ہم اور کثرت) درمیان سے اٹھ گئی۔ اور جمال فقر کا ظہور ہوا۔ کسی نے خوب کہا

مقام فقر عالی بس مقام است ہے : ہے

من و ما درال منزل حرام است

مقام فقر بہت بلند مقام ہے۔ میں اور ہم اس منزل میں حرام ہے یعنی مقام وحدت ہے۔

دوئی حرام ہے۔

الفقر فخری (فقر میرا فخر ہے) کادم مارتے ہیں۔ مالک دنیا و آخرت تارک دنیا و آخرت بن

جاتے ہیں۔ ان کے سامنے سے سب حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ ان کی شان و شوکت بھی اُن کے لئے

حجاب نہیں بنتی :

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

ان کا حال ہے :

درہرچہ نظر کردم غیر از تو نے بنیم
غیر از تو کے باشد حقاچہ مجالست این

جس چیز پر نظر ڈالی تیرا غیر نہ دیکھا۔ تیرا غیہ ہو سکتا ہے یہ کس کی مجال ہے۔

عام مسلمان جو دنیا اور آخرت سے غرض رکھتے ہیں مال کی فکر میں ہیں اور خلق میں مشغول ہو کر حق سے محبوب (پروردے میں) ہیں۔ یہ درست ہے کہ جنت میں جائیں گے مرغ بریاں کھائیں گے اور بہشت کے مزے اڑائیں گے لیکن حضور حق سے بے بہرہ ہوں گے اور حق تعالیٰ کا انھیں کوئی علم نہ ہوگا:
هَلْ اِلٰى مَرْءٍ مِّنْ سَبِيْلٍ۔ کیا لوٹنے کی جگہ کی طرف کوئی راستہ ہے۔

اسی وجہ سے آیا ہے۔ اہ! ہزار آہ! یہ کیا مصیبت ہے کہ ابد تک اس سے چھٹکارا نہیں:
لَا يَبْفُونَ عَنْهَا حَوْلًا۔ وہ اس پر کبھی بدلتا نہیں چاہیں گے۔

لیکن طالبان حق وہ گروہ ہے جن کا حجاب حق تعالیٰ سے ہے اور وہ حق کے ساتھ مل کر خلق سے محبوب (درپردہ) ہیں۔ اور حق میں مستغرق ہیں۔ اس حال میں جب وہ اپنے حال سے بے حال ہوتے ہیں تو محبوبوں کہلاتے ہیں اور نا اہلوں سے پتھر کھاتے ہیں:

فَطُوبَىٰ مَنْ يَبْلُغُهُم بِالْحَقِّ

اور مبارک ہے ان کے لئے جو حق سے پیوست ہو گئے ہیں۔

اس حال میں اہل ظاہر ان کو سولی پر چڑھاتے ہیں اور کافر قرار دیتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں:-

كُفْرَتِ بَدِيْنِ اللّٰهِ وَالْكَفْرِ عَلٰى وَاٰجِبِ

ہم دین حق سے کافر ہوتے اور یہ کفر ہم پر واجب ہوا۔

اَنَا الْحَقُّ مَنْصُورٌ كَيْ لَمْ مَنْصُورٍ وَتَمَّتْ هُوَ كَمَا بَدِيْنِ اللّٰهِ وَالْكَفْرِ عَلٰى وَاٰجِبِ۔

بعض مقربین ایسے اہل کمال ہوتے ہیں کہ ان کے راستے میں کوئی چیلنج حائل نہیں ہوتا نہ

حق کی وجہ سے خلق سے محبوب اور نہ خلق کی وجہ سے حق سے محبوب ہیں۔ ان کے لئے حق اپنی

جگہ پر ہے اور خلق اپنی جگہ پر۔ اپنی اس صحتِ حال اور اپنے اس کمال سے وہ ہر دو جہاں کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔

وہم الانبیاء الاصفیاء والاولیاء الصغیاء کلہم والناس علی قدر عقلولہم
اور یہ ہے انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام جو لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرتے ہیں۔

شانِ حق ان کی شان ہے اور جمالِ حق ان کا جمال ہے اور کمال و جمال کی کوئی انتہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آں بروار اس کے طلب گار ہیں۔ خدا اس میں ترقی دے رسول خدا اور ان کی آل بزرگوار کی برکت سے۔

مکتوب ۱۳۳

بجانب قاضی حسین اہل علم ساکن منگلور۔
ان کی مشکل کے حل اور کائن اور بائن کے معنی کے بیان میں

حق حق حق

.... قاضی آمن نے آکر بتلایا کہ آپ کو یہ مشکل درپیش ہے کہ درویش حق تعالیٰ کے ساتھ دل میں اس قدر مشغول ہوتا ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں ہوتا لیکن بظاہر وہ خلقت کے ساتھ مشغول ہوتا ہے ان کو نصیحت کرتا ہے ان کی اصلاح کرتا ہے اور دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہے! اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان ظاہری کاموں کے باوجود اس کے شغلِ باطن میں کیسے خلل واقع نہیں ہوتا۔ یہ میری مشکل ہے حل کیجئے۔ واضح ہو کہ کمال دین اور جمالِ اہل یقین یہی ہے کہ مردانِ حق شغلِ باطن میں اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ بیک وقت خلق کے کاموں میں بھی مشغول

ہوتے ہیں اور حق کے ساتھ کائن و بائن ہوتے ہیں۔ وہ حق تعالیٰ کے فرمان کے مطابق خلق کو حق تعالیٰ کی طرف آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ منصب انبیاء کا ہے جو اسی کام کی خاطر مبعوث کئے جاتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی اتباع میں اولیاء کرام خلق کو دعوت حق دیتے ہیں۔
 عوارف المعارف اور اس کی شرح میں لکھا ہے :

ہم فالصوفی مع غیر الجنس کائن و بائن ش ای کائن مع الحق
 و بائن عن الخلق ای ظاہرہ — العقل والذین مع الخلق
 و باطنہ مع الحق بالاستفراق باللہ والحضور مع اللہ ومع الجنس
 کائن ومعائن ش ای باطنہ کماکان مع الحق مع الاخوان ایضاً
 معائننا وشاهد الجمال الحق سبعاۃ لان الاخوان کلہم مع الحق
 کذا لک فاللتفات الی الاخوان هو الالتفات الی الحق لا الی الخلق
 بل ہوتیکن الحال فلا یحجبہ عن الحق و ہذہ ہی الکثرة المحابیہ
 و ہذا ہو مرتبہ اہل الظاہر من علماء الظاہر فان عندهم
 الحق غیب والخلق شاہد فکانو محجوبین عن الخلق عاجلاً و
 اجلاً ابداً سرمداً وان کانوا فی الجنة والدرجات العالیات الکیویۃ
 و اما الکثرة فالکشف و کثرة کشفہ و ہذا عالم القدرۃ م ولا
 یحجبہ الحق عن الخلق کارباب الارادۃ والمبتدین ش ای من
 اہل التلوین فانہم مستفرقون فی الحق محجوبون عن الخلق
 فالحق عندهم غیب والخلق شاہد فانظر کیف تميز اہل المعرفۃ
 من عامۃ المسلمین فی عرفان الحق و کیف تميز اہل التمکین من اہل
 التلوین فی کمال العرفان فالعوام فی الکثرة محجوبون عن الوحده
 و اہل التلوین فی الوحده محجوبون عن الکثرة و اہل التمکین -

([متن] صوفی جنس غیر کے ساتھ کائن بھی ہے اور باتن بھی ۔ [شرح] کائن

یعنی وجود حق کے ساتھ اور باتن (جدا) خلق سے ہوتا ہے اور جو

لوگ ظاہراً مخلوق کے ساتھ ہوتے اور باطنی طور پر حق کے ساتھ ہوتے ہیں

یعنی مستغرق فی اللہ اور حاضر مع اللہ ہوتے ہیں ۔ [متن] اور صوفی جنس

کے ساتھ کائن و باتن ہوتا ہے ۔ [شرح] یعنی اس باطن جیسا کہ حق کے ساتھ تھا

ویسا خلق کے ساتھ ہوتا ہے اور جمال حق سبحانہ کا مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے کیونکہ

کل خلق حق میں ہے ۔ اس لیے خلق کی طرف التفات گویا حق کی طرف التفات ہے ۔

نہ کہ مخلوق کی طرف بلکہ یہی حال کی پختگی (تکمیل) ہے پس خلق اسے حق سے محبوب نہیں

کرتی ۔ اسی کا نام کثرت المجاہیہ ہے اور یہی علماء ظاہر کا مقام ہے ۔ کیونکہ ان کے

نزدیک حق غیب ہے اور مخلوق موجود اور مشہود ۔ پس وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محبوب ہو گئے ۔

اگرچہ وہ جنت میں ہوں ۔ اور درجات عالیہ کونیہ میں ہوں ۔ اور کثرت کشف ہے اور

کثرت کشف کرنے والی ہے ۔ اسی کا نام عالم قدرت ہے ۔ [متن] اور نہیں

محبوب کرتا اسے حق خلق سے ۔ ارباب ارادہ اور بتدین کی مانند ۔ [شرح] یعنی

اہل تلویں کیونکہ وہ حق میں مستغرق ہوتے ہیں ۔ اور خلق سے محبوب ۔

خبر کریں کہ اہل معرفت نے کس طرح

عام مسلمانوں کی نسبت معرفت حق میں تمیز کی ہے ۔ اور اہل تکمیل نے اہل

تلویں کی نسبت کمال عرفان سے کیسے فرق نکالا ہے ۔ پس عوام کثرت میں

وحدت سے محبوب ہیں اور اہل تلویں وحدت میں کثرت سے محبوب ہیں ۔ اور

اہل تکمیل نہ وحدت میں محبوب ہوتے ہیں نہ کثرت میں ۔

اقسامِ خلق

عزیز من! خلق کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم

خلق کی پہلی قسم دنیا میں مشغول ہیں اور روزی کے غم میں جان مارتے رہتے ہیں ان کو اس فکر کے سوا کوئی فکر نہیں۔ اُن کے علم اور ان کی عقل کا مقصد یہی ہے۔ ان کی مجلس میں، ان کی زبان پر، اور ان کے دل میں یہی ذکر دنیا ہے۔ یہ ایمان کے لئے خطرہ ہے۔ دنیا اور اس کی محبت دوزخ میں لے جاتی ہے۔ العیاذ باللہ من ذالک (خدا اس سے پناہ دے)۔

بچوں زول دنیا ت دور افگندہ نیست

جانے تو جز دوزخ سوزندہ نیست

چونکہ دل سے تیری دنیا نہیں نکلی لہذا تیری جگہ جلا نے والی دوزخ کے سوا نہیں۔

دوسری قسم

خلق کی دوسری قسم آخرت میں مشغول ہے اور دنیا پر لات مار کر آخرت کے کاموں میں مشغول ہو گئی ہے یہ لوگ رات دن دین کی فکر میں ہیں۔ ان کو ابراہیم کہتے ہیں :

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ
بے شک ابراہیم صاحبِ نعمت ہیں۔

یہ ان کے حق میں وارد ہوا ہے۔ ان کو زہاد (جمع زہد) اور عباد (جمع عابد) بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ رات دن تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ہمیشہ خوف ورجا میں رہتے ہیں :

از ہیبت آل دوراہ خون شدل من

تا خود بکدام رہ بود منزل من

ان دور استوں کی ہیبت سے میرا دل خون ہو گیا ہے شاید ایک راہ دنیا دوسرا راہ آخرت۔

معلوم نہیں اصلی منزل کس رانتے پر ہے۔

ان لوگوں کے علم و فہم کی غرض و غایت یہی غم دین اور غم آخرت ہے کیونکہ انھوں نے سنا ہے کہ

وی دیدار بہشت میں ہے۔ اور انھیں یہ معلوم نہیں کہ دیدار کیا چیز ہے اور جنت کیا ہے۔ اگرچہ

وَادَّ سَابَّكَ لَمَنْتَهَا

اور تیرا رب تیری منزل مقصود ہے۔

ایک خبر ہے لیکن ان کو اس کی کوئی خبر نہیں۔

تیسری قسم خلق کی تیسری قسم وہ ہے جو مردانِ حق کہلاتے ہیں یہ مقربینِ حق ہیں جن کا دنیا میں

خدا اور طلبِ خدا کے سوا کوئی مقصود نہ مطلوب۔ وہ رات دن مشاہدہٴ حق میں رہتے ہیں خواہ یہ

جہاں ہو خواہ وہ جہاں۔ کسی نے خوب کہا ہے :

روزِ قیامت شود پلہ یہ میزان نهند

خلق بہ جنت رُود من بروم سوتے دست

جب قیامت آئے گی اور اعمال کو ترازو میں تولی جائے گا تو خلقتِ بہشت میں جائے گی اور

میں دوست کی طرف چلا جاؤں گا۔

ما فی الجنة احد سوى الله

بہشت میں اللہ کے سوا کوئی نہیں۔

یہ ان کی بہشت ہے :

دُجُوًّا يَوْمِيذٍ نَاضِرَةً اِلَى رَبِّهَا نَاطِرَةً

یہ ان کی مراد ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر فردوس میں میرے

لئے ایک لمحہ بھر حجاب ہو جائے تو اس قدر فریاد کروں گا کہ دوزخیوں کو بھی مجھ پر رحم آجائے گا۔

رابعہ بصری فرماتی ہیں آج میں ذکرِ دوست سے زندہ ہوں اور کل (آخرت میں) دیدارِ دوست سے

زندہ ہوں گی :

کفر کافر را و دین دیندار را

ذرة دردت دل عطار را

کافر کو کفر اور دیندار کو دین مبارک۔ عطار کو تو تیرے در کا ایک ذرہ درکار ہے اور بس۔

بیت سے ذرہ در خدا در دل ترا !
بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

اللہ تعالیٰ کے عشق کا ایک ذرہ تیرے لئے دو جہاں کی دولت سے بہتر ہے۔

اس کام میں مردانِ خدا جان کی بازی لگا دیتے ہیں جہاں تہج دیتے ہیں۔ خونِ دل پیتے ہیں۔ اور
لحنتِ جگر کھاتے ہیں۔ ہر لحظہ دوست کے عشق میں جلتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں :

جاں باز کہ وصلِ اوبدستان ندہند

شیراز قدح شرع بہستان ندہند

جان قربان کر کیونکہ دولت وصل کم ہمتوں کو نہیں دیتے۔ جیسے شریعت کے پیالے سے دودھ

زندوں اور مستوں کو نہیں ملتا۔

پس ہمت بلند رکھ اور یہ کہہ :

رباعی

آں لقمہ کہ در دہاں نگنجد بطلب آں سرکہ در و نشاں نگنجد بطلب

شریعت میانِ دل درویش و خداوند جبریلِ امین درانِ گنجد بطلب

وہ لقمہ طلب کر جو منہ میں نہ سمائے یعنی لقمہ درویشی۔ وہ سر طلب کر کہ جس میں طلب جاہ

نہ ہو۔ درویش کے دل اور خداوند تعالیٰ کے مابین وہ راز ہے کہ جس سے حضرت جبریل

علیہ السلام بھی آگاہ نہیں۔

یہ بیان مختصر اس لئے رہا کہ بشرِ مختصر کے لئے مختصر ہی مناسب ہے۔ عاقبت محمود باد

بالنہی وآلہ الامجاد۔



مکتوب ۱۳۳

بجانب شیخ محمد مودود، اہل علم و فراوانی۔
 ترکِ قرض و بدعت و ضلالت (مگر ابھی) کے ترک پر تنبیہ کے
 بیان میں۔

حق حق حق!

.... آپ کا خط ملا۔ فرحت ہوئی۔ یہ فقیر سرگردانِ زمانہ ہے جسے کوئی علم نہیں اور عمر بیاں
 اور خرابہ میں گزار دی ہے اور جہالت کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوا۔ اس تباہ حال کی حالت یہ ہے:

سودہ گشت از سجدہ راہ بتاں پیشانیم

چند خود را تہمت دینِ مسلمانی نم

میری پیشانی توں کو سجدہ کرتے کرتے گھس گئی ہے یعنی زندگی غیر اللہ کے ساتھ تعلقات میں

بسر ہو گئی ہے۔ اب میں کس طرح اپنے آپ کو دینِ مسلمانی کا دعویٰ کر کہہ سکتا ہوں۔

ہم بدکاروں کو سوائے فکرِ روزی کے اور کوئی فکر نہیں اور اس پر طرہ یہ کہ روزی بھی نہیں ہے دنیا
 کو ہم نے دین بلکہ قبلہ بنا لیا ہے۔ دین کہاں اور اسلام کہاں، حال کیا ہوتا ہے اور مقام کیا علم کے
 کہتے ہیں اور عمل کس چیز کا نام ہے:

چوں زولِ دنیا ت دور انگندہ نیست

جائے تو جز دوزخِ سوزندہ نیست

جب تیرے دل سے دنیا نہیں نکلی تیری جگہ دوزخ کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔

عزیزِ من! آج کل کام بہت آسان ہو گیا ہے جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے علم کو دنیا حاصل کرنے

کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔ تصانیف اور قصائد کی اہل دنیا پر بھرمار کی جاتی ہے جس کے عوض ان سے

دنیا اور طبع دنیا طلب کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اہل حق کے نزدیک دشمنانِ حق تعلقے ہیں۔ وَاللّٰهُ الْمَنَّانُ
(اللہ مددگار ہے)۔

کہتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے مریدوں سے کسی نے بادشاہ کے پاس خط لکھا جس سے اس کا منہ سیاہ اور کام تباہ ہو گیا۔ فریاد کرتے ہوئے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ تم نے بادشاہ کے خط میں سلوک کا ذکر کیا ہے تیرا چہرہ سیاہ اور کام تباہ کیوں نہ ہوتا۔ وہ مرید چونکہ مریدِ صادق تھا تائب ہوا اور کھڑے ہو کر زار زار رونے لگا۔ ایک مدت تک حضرت شیخ کی خدمت میں رہا حتیٰ کہ پھر حالت درست ہو گئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔ کسی نے خوب کہا ہے :

ساکا اسلام گر آساں بدے

ہر کے چوں شیخ ادرم بدے

اے ساک! اگر اسلام آسان ہوتا تو ہر شخص حضرت شیخ ابراہیم بن ادحم رحمہ اللہ ہوتا۔

جاننا چاہیے کہ گمراہی سے بچنا اور عقائد کی درستی مردانِ خدا اور اہل حق کے طریق کی شرط

اول ہے جس کی علامات میں سے چند یہ ہیں :

یہ راستہ کون چلتا ہے اہل ایمان اور اہل حق چلتا ہے اور یہ خونخوار جنگل کون طے کرتا ہے اہل ایمان
و اہل حق طے کرتا ہے۔ ہم تباہ حالوں کو اپنی مصیبت اور اپنی خونخواری کے سوا اور کوئی کام نہیں۔ کسی
نے خوب کہا ہے :

وصل خاصاں راست من زایشان نیم بخت بد

بہر من اندازہ اوبار من کارے بہ میں

دولت وصل خاصاں خدا کا حصہ ہے میں بدبخت ان میں سے نہیں ہوں۔ میرے لئے تو بدبختی کا

اندازہ کر لو کہ کتنی ہے۔

بیت سے
بچوں ندامی شادی از وصل یار!

خیسز بر خود ماتم بمسراں بدار

inmarfat.com

جب تجھے وصلِ یار کی خوشی نہیں تو اٹھ اور اپنا ماتم کر۔

درگور برم از گیسوتے تو تارے

بیت ۷

تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

تیری زلف کا ایک بال قبر میں لے جاؤں گا تا کہ قیامت کے دن مجھ پر سایہ کرے۔

کسی دانانے اس طرح اپنی عذر خواہی کی:

ہیچ معنی ندیدہ ام زبناں

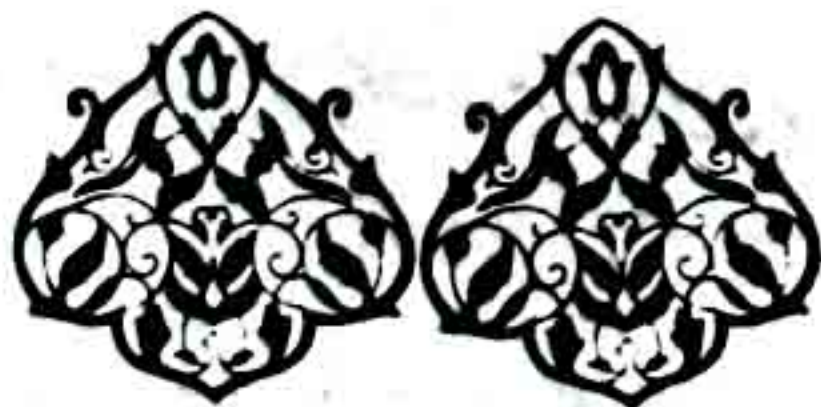
بیت ۷

گر تو دیدی سلام من برساں

میں نے بہشت کی اپنے اندر کوئی علامت نہیں دیکھی۔ اگر تو نے دیکھی ہے تو اسے میرا سلام

کہہ دینا۔

عاقبت محمود باو۔



مکتوب ۱۳۵

بجانب میر مختار

ذبح کے مسائل اور امام اعظمؒ کے نزدیک گھوڑے
کے گوشت کے مکروہ ہونے کے بیان میں۔

.... واضح ہو کہ ذبح کا مسئلہ آپ کے ذریعے زیر بحث آیا ہے۔ لہذا اس کی وضاحت کی جاتی ہے کیونکہ اس میں فائدہ خلق اور رونق اسلام ہے؛

الناس علیٰ دین ملوکھم لوگ اپنے حکمرانوں کے دین پر ہوتے ہیں۔

پس بادشاہوں اور اسلام کے دانشمندیوں کو چاہیے کہ شریعت کے احکام میں پوری احتیاط سے کام لیں تاکہ ساری خلقت شرع کے مطابق کام کرے اور انوار شریعت سے آراستہ و پیراستہ ہو۔ اسلام کی رونق ہو اور علماء و صلحاء کی عزت افزائی ہو۔ یہ امور اسلام میں سے ایک مسئلہ ذبح ہے اور یہ اسلام کے بڑے امور میں سے ہے کیونکہ ذبیحہ (ذبح شدہ جانور) کے حلال اور حرام ہونے کا دار و مدار اسی پر ہے اور ہر خاص و عام کے لئے باعث ابتلا ہے۔ جاننا چاہیے ذبح کرنے والا مسلمان ہو اور ذبح کرنے کے احکام و ارکان سے واقف ہو تاکہ جانور بلاشبہ حلال ہو جائے۔ مستحب یہ ہے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہ ہے) کہ ذبح کرنے والا اور ذبیحہ کا منہ قبلہ کی طرف ہو۔ اور ذبح کرتے اور چھری چلاتے وقت تکبیر بسم اللہ و اللہ اکبر باواز بلند کہے۔ اور آہستہ نہ کہے۔ کیونکہ آہستہ کہنے سے اس کے ترک کا گمان ہو جاتا ہے۔ جس سے جانور کا حلال ہونا مشتبہ ہو جاتا ہے۔ ذبح پوری طرح کرنے سے پہلے کوئی بات نہ کرے کیونکہ بات کرنے سے بھی یہ شبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ :

وَمَا أَهْلٌ بِهِ لغيرِ اللَّهِ

کلام پاک میں ہے کہ غیر اللہ کے لئے ذبح نہ کیا جائے یعنی منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے

جس سے غیر اللہ کے لئے ذبح کا شبہ پڑ جائے اور ذبیحہ کا حلال ہونا شبہ میں پڑ جائے۔

نیز ذبح کرنے کی جگہ جیسا کہ کتب معتبر میں ہے کا جاننا ضروری ہے تاکہ ذبح خلاف شرع نہ ہو۔ اس کے متعلق یہ جاننا ضروری ہے کہ جو رگیں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں یعنی:

(۱) مری (۲) حلقوم (۳) دو رگ اور (۴) رگ جان

جنھیں شہ رگ کہتے ہیں۔ رگوں کے کاٹنے میں خوب احتیاط سے کام لینا چاہیے تاکہ ذبیحہ بلا شبہ حلال ہو جائے۔ اگر ان چار رگوں میں سے کوئی رگ رہ جائے حلال ہے بشرطیکہ حلقوم کاٹی گئی ہے۔ اگر حلقوم نہیں کاٹی گئی اور گرہ سینہ کی طرف گر گئی ہے تو وہ نہیں کاٹی گئی اور اس ذبح سے عقدہ درپیش ہو جاتا ہے اور ذبیحہ حلال نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق خاصی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ اگرچہ اس کے حلال ہونے میں اکثر روایات موجود ہیں لیکن بعض حضرات ان روایات کو معتبر نہیں سمجھتے کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے اور حلال و حرام کا سوال ہے۔ لہذا ان معاملات کے متعلق اچھی طرح احتیاط کرنی چاہیے اور سہل انگاری سے کام نہیں لینا چاہیے تاکہ اسلام کی رونق قائم رہے اور مسلمانوں کی پاکی کمال کو پہنچے۔

گھوڑے کا گوشت گھوڑے کے گوشت میں اختلاف ہے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ

مکر وہ تحریمی سمجھتے ہیں جیسا کہ ذبیحہ اور ہدایہ میں درج ہے اور ان کی اس روایت کی صحت میں کوئی شک نہیں لیکن صاحب کنز و وقایہ نے حرام کہا ہے اور کھانے سے پرہیز کی تاکید کی ہے کیونکہ جب حلت و حرمت جمع ہو جائیں (یعنی اختلاف واقع ہو جائے) تو حرمت کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کے نزدیک نہیں جلتے کیونکہ اس میں مواخذہ ہے (یعنی گرفت ہے) اور ذبح کے معاملہ میں مختار کی روایات یہ ہیں۔

مکتوب ۱۳۶

بجانب شیخ جلال الدینؒ

در بیان کمال انبیاء اور یہ انبیاء غیب میں۔

حق حق حق!

.... ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ واضح ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام حمد باری تعالیٰ کرتے ہوئے اٹھے اور محبت حق کے میدان میں گامزن ہو کر کون و مکان سے بلند نکل گئے؛

رباعی

جاں آدم چوں بہر سفر سوخت ہشت جنت را بیک گندم فروخت

تا نیاید جاں آدم آشکارا! رہ نہ استد سوتے کردگار

جب آدم علیہ السلام کی جان فقر کے ناز سے جلنے لگی تو انھوں نے اٹھوں ہشت ایک گندم کے

دانہ کے عوض دے دی۔ جب تک آدمی جان پر نہیں کھیلتا اسے پتے خالق کی طرف راستہ نہیں ملتا۔

حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کا نیم میدان اَوَّادَیْ (اللہ اور رسول اللہ کے درمیان

دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا تھا۔ (قرآن)۔ میں نصب کیا اور حق تعالیٰ کے سوا سب کو فنا

کر کے بقا میں پہنچ گئے (بقا باللہ حاصل کی)؛

رفت بجائے کہ دوئی دور بود

دید خدا را نہ خدا دور بود

اسل مقام پر پہنچے جہاں دوئی کا نام نہ تھا۔ دیدار الہی سے مشرف اور حاصل بحق ہوئے۔

یہ حمد ہے جو خدا تعالیٰ پہچانتا ہے۔ اور یہ حمد ہے کہ سوائے خدا کچھ نہیں رہتا۔ یہ خلعت خاص اعتبار

حق (خدا کے دوستوں) کے لئے ہوتی ہے اور اٹھارہ ہزار عالم خدا کے دوستوں کی سلطنت میں دیتے

جانے میں : سے

احمد مرسل کہ خود خاک دوست

ہر دو جہاں بستہ فتراک دوست

احمد مجتبیٰ کہ عقل جس کے کوپے کی خاک ہے۔ دونوں جہاں اس کے شکار کے تھیلے میں پڑے ہیں۔ چونکہ درحقیقت اُجیباً (دوست) انبیاء علیہم السلام ہیں حق تعالیٰ کی محبت انبیاء علیہم السلام کے لئے خاص ہے کسی کی مجال نہیں کہ اُن کے دامن کمال تک کو چھو سکے۔ اگر کوئی ولی ہے اور محبت میں غرق ہے۔ انبیاء کے کمال اور جمال کے سامنے کالعدم ہے اور ذرے کی مانند ہے۔ اولیاء کی شان اگرچہ بلند ہے لیکن یہ نبی کی بدولت ہے۔ اگر ولی کی شان نبی سے مستغنی ہوتی اور بذاتِ خود قائم ہوتی تو نبوت کا عقل (ختم ہونا) لازم آتا۔ اور یہ درست نہیں اور تصور میں نہیں آسکتا۔ اگرچہ ولی تحقیق پر ہے اور رازدار ہے لیکن تحقیق پوشیدہ ہے اور متلبس ہے (یعنی گمان سے خالی نہیں)۔ اگرچہ ولی مخلص ہے لیکن عظیم خطرے میں ہے :

وَالْمُخْلِصُونَ عَلَىٰ خَطَرٍ عَظِيمٍ

مخلص لوگ بڑے خطرے میں ہیں یعنی ہر وقت ان کے اخلاص کی آزمائش رہتی ہے۔ یہ ان کے لئے کمر شکن ہے۔ ولی کی تحقیق انبیاء کی تحقیق تک نہیں پہنچ سکتی۔ کیونکہ انبیاء اللہ کی طرف سے خلق کے پاس آئے ہیں اور رسالت کی تبلیغ کی ہے۔ ولی اگرچہ صاحب راز ہے اس کا راز نبی کی پناہ میں حق تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور خود بخود حق تک نہیں پہنچتا۔

پس انبیاء علیہم السلام کو غیب سمجھو اور :

يَوْمِنُونَ بِالْغَيْبِ - اور غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

پر یقین کرو۔ اس فیتر پر یہ معاملہ بطون سے منکشف ہوا کہ انبیاء غیب ہیں اور حق سے خلق کے پاس آئے ہیں۔ اگرچہ نبی بشر ہوتے ہیں لیکن دوسرے بشر ہوتے ہیں اور کچھ اور نظر آتے ہیں۔ خیر جو کچھ وہ ہوتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں حق میں ہوتے ہیں اور حق دکھاتے ہیں۔ برسر حق ہوتے ہیں اور برسر حق دکھاتے

ہیں۔ تجھے برحق سمجھنا چاہیے اور حرفِ عشق پڑنا چاہیے :

بجز برحق ہر چہ بدانی جہالت است

بجز حرفِ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

برحق کے سوا جو کچھ تو جانتا ہے جہالت ہے اور حرفِ عشق کے سوا جو کچھ تو پڑھتا ہے جھوٹ ہے۔

نبی اور کتاب (قرآن) کو حق تعالیٰ نے یکجا کر کے فرمایا ہے :

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ

اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور (نبی) اور کتابِ مبین (وہ کتاب جو صاف صاف بیان کرتی ہے
یعنی قرآن) آئے ہیں۔
یہ اسی راز کی طرف اشارہ ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

يَنْظُرُونَ إِلَيْكُمْ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ

اے نبی! یہ لوگ تجھ پر نظر تو ڈالتے ہیں لیکن دیکھتے نہیں یعنی تیری حقیقت کو نہیں سمجھتے۔

نیز فرمایا ہے :

كَلِمَةً أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ

یعنی وہ عیسیٰ علیہ السلام ایک کلمہ ہے جو مریم کی طرف القا ہوا اور وہ ایک روح ہے اس
سے یعنی اللہ کی طرف سے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں :

أَيْكُمْ مِثْلِي يَطْعَمَنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي

تم میں سے کون میری مانند ہے۔ مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

نیز یہ حدیث بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے :

أَبِيتُ عِنْدَ رَبِّي هُوَ يَطْعَمَنِي وَيَسْقِينِي

میں اپنے رب کے ساتھ شب گزارتا ہوں۔ وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

مَنْ رَأَى فَقَدْ سَأَى الْعَوْنَ جسنے مجھے دیکھا حق کو دیکھا۔

اور یہ کیا شور ہے کہ جو کون و مکان میں نہیں سماتا۔ لیکن جب وہ اس ذکر اور اس طلب میں ہے تو باز لامکان اور شہبازِ فضائے سبحان کون ہے۔ تو اسی درد اور اسی طلب میں کہتا ہے :

الہی کن لی فان لم تکن لی فمن لی اسیدک فاھدنی ورضیت بک
من الدارین فلا تقطع امی یا سیدی و مولائی۔

الہی! تو میرا ہو جا اگر تو میرا نہ ہو تو میرا کون ہے؟ میں تجھے چاہتا ہوں اور مجھے اپنا راستہ دکھا۔

میں دونوں جہانوں میں تجھے لے کر راضی ہوں۔ پس اے میرے آقا! اے میرے مولا! میری

اَس نہ توڑ۔

گزرت برانیم بے تو شوم سیاہ رو

وز در تو کجا برم دوتے سیاہ خوش را

اگر تو مجھے اپنے دروازے سے ہٹا دے تو تیرے بغیر میرا منہ سیاہ ہے اب تیرے دروازے
سے اپنے سیاہ منہ کو کہاں لے جاؤں۔

اے یہ کیا درد ہے کہ جس کی کوئی دوا نہیں! اور اس درد کی دوا خود وہی ہے :

مسلمان دوائے دردِ دل از کس طلب مکن

بادردِ خود بساز کہ کار از دوا گذشت

اے مسلمان! دردِ دل کی دوا کسی سے طلب نہ کر۔ اپنے درد کے ساتھ گزارہ کر کہ کامِ دوا سے

باہر ہو گیا ہے۔

سبحان اللہ! یہ کیا درد ہے کہ جس کا علاج اُو سبحانہ تعالیٰ ہے۔ کون ہے جو اس درد سے بے چین

ہے اور حق کے ساتھ آرام میں ہے :

درد تو دوا شدہ است مارا

خاک تو بہا شدہ است مارا

تیرا درد ہمارے لئے دوا ہو گیا ہے اور تیرے درد کی خاک ہمارے لئے بے بہا ہے۔
 اس درد کی طلب میں مردانِ خدا جان پر کھلتے ہیں جہاں قربان کرتے ہیں اور دوست سے بناتے ہیں
 اس درد کے سوا عاشقاں اس کے درد کے سوا جو کچھ ہے اُسے کچھ نہیں سمجھتے اور ہزار جان سے اس
 درد پر قربان ہوتے ہیں :

من بہزار آرزو درد ترا یا مستم
 طالب دارو نیم درد تو درمانِ ماست

میں نے ہزار خواہش سے تیرا درد حاصل کیا ہے۔ مجھے دوا کی خواہش نہیں تیرا درد میری دوا ہے۔
 میری خواہش تیرا درد ہے، میرا وظیفہ تیرا درد ہے، میری بندگی تیرا درد ہے، اور میری عبادت تیرا درد
 ہے : انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ این المذنبین احب الی اللہ
 (یقیناً میں اپنی بے قراری اور غم کی شکایت اللہ کو کرتا ہوں، اللہ کو سب سے زیادہ محبوب گنہگار کہاں ہیں)۔

یہ صدیقین کے مناجات اور دردمندوں کا دستگیر اور دوا ہے :

درد خواہ و درد خواہ و درد خواہ

گر تو ہستی اہل درد و مردِ راہ

اگر تو اہل طلب اور مردِ راہ ہے تو درد طلب کر، درد طلب کر، درد طلب کر۔

یہ درد انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے اور ان کی بدولت اولیاء کرام کو ایک گھونٹ ملا ہے جو پی
 رہے ہیں۔ حقیق علی ان اقول علی اللہ الا الحق۔

(یہ حقیقت ہے کہ میں اللہ پر سوائے حق کے کوئی بات نہیں کہتا ہوں)

انبیاء علیہم السلام کو مقامِ حقیق حاصل ہے اور اولیاء کرام یہ حقیقت حاصل کرنے کے لئے خونِ دل پی
 رہے ہیں اور جان کی بازی لگا رہے ہیں۔ دنیا میں انبیاء کے مقام کو کوئی نہیں پاسکتا خواہ وہ بلند
 سے بلند درجے کا ولی کیوں نہ ہو۔ اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاتے ہیں اور خداوند تعالیٰ
 تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ اس مضمون پر قرآن و حدیث لبریز ہیں لیکن چونکہ اس مسئلہ کی حقیقت

بیان سے باہر ہے۔ لامحالہ علماء (ظاہر) تاویل میں مشغول ہو گئے۔ اور ان کے نزدیک ایمان صرف نبوت پر لانا رہ گیا ہے۔ زاہدی میں لکھا ہے :

والغیب کل ما لا یصل العبد الیہ الا بدلیل و ما یصل الیہ من
غیر ذلیل فهو عیان -

اور غیب ہر وہ چیز ہے کہ جس کو انسان دلیل کے سوا نہ پہنچ سکے اور جس چیز کو بغیر دلیل کے
پہنچا جائے وہ ظاہر ہے۔

اگرچہ انبیاء پر ایمان لانا فرض ہے اور انبیاء غیب نہیں بلکہ ظاہر ہیں۔ لیکن پیغمبری ان کے اندر غیب
کی چیز ہے اس لیے معجزہ کی ضرورت پڑی۔ اور یہ نبوت کا شرف ہے۔ پس ظاہری اعتقاد یہی
ہے۔ انبیاء اگر ظاہر نہ ہوتے اور غیب ہوتے جس طرح فرشتہ اور کتاب، تو سرِ محبت منکشف نہ ہوتا۔
اور محبت کے زور سے فتور کا دروازہ کھل جاتا۔ اور محبت کے لائق بشر کے سوا کوئی نہ تھا کیونکہ محبت
کی محنت صرف بشر ہی اٹھا سکتا ہے اور محبت بے محنت نہیں :

دَعَصَى آدَمَ سَابِثَةُ فَعَوَى - اور آدم سے لغزش ہوئی اور بے راہ ہوا۔

یہی شورِ محبت اور محنت ہے اور محبت میں جانباری اور جہاں تازی (جہاں قربان کرنا) اور سوز و گداز
ہے۔ پس عاشقان اسی سوز و گداز اور درد و داغ سے گذر کر کون و مکان سے باہر نکل جاتے ہیں
اور لامکان میں پہنچ کر حق سے پیوست ہو جاتے ہیں :

خاکِ تو آمیختہ رنجہا است
برسرایں خاکِ بے گنہا است

اے انسان! تیری خاک میں درد کی آمیزش ہے اور اس خاک کے اندر بے شمار خزانے پنہاں ہیں۔

عزیز من! انبیاء اہل غیب ہیں اور غیب کی خبر دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ بشر ہیں، حق سے باخبر ہیں
اور تجھے حق کی خبر سناتے ہیں، حق کا راستہ دکھاتے ہیں اور حق کے ساتھ ملاتے ہیں۔ یہی صراطِ مستقیم
ہے۔ جس شخص نے صراطِ مستقیم اختیار کیا حق تک پہنچ گیا۔ اور جس نے خطا کی وہ گمراہ ہوا اور محروم

گیا۔ پس جو چیز شریعت کی پناہ میں نہیں ہے غیر شرع اور باطل ہے ؛

ہر چہ داعیہ شرع نیست

وسوسہ دیو بود بے نزاع !

جو شریعت سے باہر ہے وہ بلاشبہ شیطان کا وسوسہ ہے۔

یہی وجہ تھی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ظاہر میں خلاف دیکھا تو بول اُٹھے۔

لَقَدْ جِئْتُ شَيْئًا مُنْكَرًا

اس کے بعد انھوں نے معافی مانگی اور خطا معاف کرائی۔

مَا فَعَلْتُ عَنْ أَمْرِي

یہ ہے کمال اور یہ ہے جمال۔ ان میں سے دونوں کا قول و فعل حق پر تھا اور سب کے لئے حیرت کا

مقام ہے۔ اب خواہ کسی کو کتنا تحقیق حاصل ہو بجز حقیقت بے حد عمیق (گہرا) ہے ؛

ایں چہ دریا نیست قعرش ناپید

وین چہ درگاہست قفلش بے کلید

یہ کیا دریا۔ بے کہ جس کی گہرائی کی کوئی انتہا نہیں اور یہ کیا درگاہ ہے کہ جس کے قفل کی چابی

ہی نہیں۔

اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ جس قدر راز و رموز تم پر منکشف ہوں انھیں پوشیدہ رکھو اس سے جس قدر

بے خودی وستی لاحق ہو تم اپنے آپ کو ہوشیار رکھو۔ کسی نے خوب کہا ہے ؛

مست نشوی گر چہ تو بیچ انا الحق مگو

بتر خداوند را کافر و ستار باش

تو جس قدر بھی مست ہو جائے نعرہ انا الحق مت مار اور خدائی راز کو چھپائے رکھ۔

اے بھائی! جلتے رہو اور خون دل پیتے رہو، جان مارتے رہو اور جان قربان کئے جاؤ۔ جہان

تج دو۔ اور صاحب راز بن جاؤ ؛

رباعی

اں لقمہ کہ در وہاں نگنجد بطلب و آن بترکہ درونشان نگنجد بطلب
 سرسیت میاں دل درویش و خداوند جب سیریل امیں دران نگنجد بطلب
 وہ لقمہ طلب کر جو منہ من نہ سماتے اور وہ راز طلب کر جس کی نشان دہی کوئی نہیں کر سکتا۔ درویش
 کے دل اور خداوند تعالیٰ کے درمیان وہ راز ہے جہاں جبریل علیہ السلام بھی نہیں پہنچ
 سکتا۔ وہی طلب کر۔

خدا کرے یہی طلب اور یہی درد ہم قبر میں لے جائیں اور اسی درد میں پناہ میں آجائیں ؛
 در گور بریم از سر گیسوئے تو تائے
 تا سایہ کند بر سر من روز قیامت
 تیری زلف کی ایک تار قبر میں لے جاؤں گا۔ تاکہ قیامت کے دن مجھ پر سایہ افکن ہو۔
 عاقبت محمود باد بالنبی وآلہ الامجاد بمنہ و کرہم۔

مکتوب ۱۳

بجانب شاہ محسنؒ

دوستانِ حق کی محبت کے بیان میں۔

حق حق حق !

حق تعالیٰ کے دوستوں کی محبت دراصل حق تعالیٰ کی محبت اور شکر گزاری ہے
 اس وجہ سے کہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا فرضِ راہ اور حق تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ ہے اگر
 انبیاء نہ ہوتے اور خلق خدا کو راہِ حق نہ دکھاتے تو خدا تعالیٰ تک رسائی نہ ہوتی اور بہشت نصیب

نہ ہوتی۔ انبیاء علیہم السلام حق تعالیٰ کی طرف سے خلق کے پاس اس لئے بھیجے گئے ہیں کہ حق تعالیٰ کی خبر لوگوں کو دیں اور ان کو حق تعالیٰ کی طرف بلائیں :

وَدَاعِيَآ اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ سَرَآجًا مُّبِينًا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو حق کی طرف بلاتے ہیں اس کے حکم سے اور منور چراغ کی مانند ہیں یعنی روشنی دکھا کر لوگوں کو حق کا راستہ بناتے ہیں۔

یہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَلَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا ابْعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں سے ایک رسول بھیجا ان کی طرف۔

کیونکہ خلق خدا حق سے بیگانہ تھی اور حق تعالیٰ سے بُعد (دُور) کی وجہ سے خواہشاتِ نفسانی میں پھنس کر برباد ہو جاتی۔ اس لئے کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی کہ جو واقعہ راز ہو اور اپنے نور سے لوگوں کو ظلمتِ نفس اور خود بینی سے نکال کر حق تعالیٰ کے ساتھ بیگانہ بنائے۔ چنانچہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

ان اللہ خلق الخلق فی ظلمة ثم اشر علیہم من نور ہ و هو نور

الانبیاء علیہم السلام۔

اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا فرمایا اندھیرے میں پھر اس پر تجلی فرمائی اپنے نور کی۔ اور وہ نور کیلئے

انبیاء علیہم السلام ہیں۔

اور انبیاء علیہم السلام کے بعد اولیاء کرام ہیں جو حق کے ساتھ اور حق کے کاموں میں مشغول ہیں۔ ان کی صحبت اور ان کی محبت لوگوں کو حق تعالیٰ تک پہنچاتی ہے اور حق کے کاموں میں مشغول کرتی ہے۔ لہذا اولیاء کرام خلق کے محسن ہیں کیونکہ خلق کو حق تک پہنچاتے ہیں پس کون سعیدِ ابدی ہے! اور اس دولت کا مطلب ہے جو اولیاء کرام سے دل لگائے اور ان کی خدمت میں رہ کر ان کے قدموں پر جان نثار کرے اور بلند مہمتی سے میدانِ وحدت میں گامزن ہو کر یگانگی حاصل کرے

لَمَّا آتَاكُمْ اللَّهُ خُفَّ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

اویا اللہ کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یہ ان کی شان میں آیا ہے۔ آج یہ دولت اور یہ سعادت ان برادر کا حصہ ہے کہ دوستانِ حق کی دوستی میں مشغول ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۳۸

بجانب شیخ جلال الدین

ان کے خط کے جواب میں، جس میں انھوں نے اپنے حالات اور واردات اور میاں عبدالغفور کے واردات کے متعلق دریافت کیا۔

حق حق حق!

.... بعد حمد و صلوات دعائے مزید حیات، ترقی درجات عرفانی و ذوق و شوق سبحانی، بضمیر منیر خدمتِ انہوی شیخ الاسلام اہل کمال شیخ جلال دام عزتہ و زیدہ عرفانہ، از فقیر حقیر عبد القدوس اسماعیل الحنفی۔

(یہاں قابل غور یہ امر ہے کہ حضرت شیخ اپنے مرید کو کتنے بلند القاب سے یاد فرما رہے ہیں اور اپنے لئے کس قدر ذلت آمیز الفاظ استعمال کر رہے ہیں)۔

واضح ہو کہ آپ برادر کا خط ملا جو ذوق و شوق ربانی اور واردات سبحانی میں ڈوبا ہوا تھا، پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ خدا تعالیٰ اس میں ترقی دے اور مزید ترقی دے۔ بیشک انسان کی قدر اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے؛

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ہچون خورشید از بلندی فرو شد

جو صاحب ہمت ہے وہی مردِ حق ہے اور سورج کی طرح بلند ہو کر یکیت بن گیا ہے۔
 اے بھائی! ہمیشہ سوز و ساز میں رہو۔ جلتے رہو۔ اُبلتے رہو۔ خونِ دل پیتے رہو۔ جان مالتے
 رہو تاکہ صاحبِ راز بن جاؤ۔ اگرچہ یہ کام بڑا ہے اور مجاہدہ عظیم ہے لیکن اس کا پھل بھی بہت میٹھا
 ہے اسرارِ بہت اور الوار بے شمار ہیں :

سے
 جمال یارگر خواہی دل از کارِ دیگر برکن
 بسوز از آتشِ ہجران دو دیدہ از خونِ دل ترکن

اگر جمالِ دوست در کار ہے تو دل سے سب چیزیں نکال دے عشق کی آگ میں جل جاؤ اور
 خونِ دل کے آنسو بہاؤ۔

ہر چند ولی خدا رسیدہ ہوتا ہے اور عاقبتِ کار سے آگاہ ہوتا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی تحقیق کو
 نہیں پہنچ سکتا :

التحقیق للانبیاء والخطر للاولیاء والتاویل للعلماء والغفلة لسائر
 الناس۔

تحقیق انبیاء کا حصہ ہے۔ خطرہ اولیاء کا، تاویل علماء کا اور غفلت باقی خلقت کا۔
 آپ نے لکھا ہے کہ چند روز ہوتے محبوبِ دلربا کی طرف سے بڑی دلداری اور عظیم فیض ہو رہا
 ہے اور حال اور مستی کا پلے در پلے درود ہو رہا ہے :

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى
 اللہ اپنے اسمِ رحمن سے عرش پر ممکن ہے۔

کافیضان ہو رہا ہے۔ حدیثِ پاک ہے :-

لَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا.....

اللہ ان کی آنکھیں بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں، وہ ان کے کان بن جاتا ہے جس
 سے وہ سنتے ہیں، وہ اس کے ہاتھ بن جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں، وہ ان کے پاؤں
 بن جاتا ہے جس سے وہ چلتے ہیں۔

کا ظور ہو رہا ہے۔ واضح ہو کہ یہ مشرودہ سبحانی اور نعمت ربانی جو مقربین کا حصہ ہے۔ آپ کو مبارک ہو۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں عرش و فرش یکجا ہو جاتے ہیں اور جمال بے مثال حق کی جلوہ نمائی ہوتی ہے۔ پردہ اٹھ جاتا ہے اور جمال سبحانی سامنے ہوتا ہے حق تعالیٰ یہ دولت جن کے نصیب کرے۔ اس کے برعکس اہل ظاہر جن کے علم کا ثمرہ آخرت کا عذاب و ثواب ہے اور آخرت کی فکر ہے اگرچہ یہ لوگ اہل نعمت ہیں اور (ایک لحاظ سے) دین کی ولایت میں مستقیم ہیں۔ اس جہاں کے شرق و غرب میں سیر و طیر میں مشغول ہوتے ہیں اور فرش و عرش پر پہنچ جاتے ہیں یہ لیکن دوست کی انھیں کوئی خبر نہیں اور نورِ قدس سے سرفراز نہیں ہوتے۔ وحدت وجود جس سے مراد ایک وجود اور ایک نمود ہے؛

اَيْنَمَا تَوَلَّوْا فَاثْمَدَجَّهَا اللهُ
 حصد دیکھو ذات حق ہے۔

سے عیاں ہے اس سے بالکل بے خبر ہیں۔ وہ فی الحقیقت اپنے آپ کو حق کا غیر اور حق کو اپنا غیر سمجھتے ہیں اور عقل و حساب کے دھندوں میں پھنسے رہتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے:

چوں تو آئی عقل اندر سوتے من

زخم بسیارے خوری در کوئے من

اگر تو عقل کے ساتھ میری طرف آئے گا تو میرے کوپے میں بہت زخم کھائے گا۔

یہ لوگ ہمیشہ غیر سے کاروبار رکھتے ہیں۔ اور غیر سے سروکار رکھتے ہیں بجز انکے اپنے آپ کو بندہ اور خدا کو خالق سمجھتے ہیں۔ بلکہ کرامات و الہام اور سارے نظام کو مرتبہ غیر میں دیکھتے ہیں لیکن خوشخبری ہے ان کے لئے جو مقربین حق کے مشرب پر ہے۔ ان کو طائفہ اہل وحدت کہتے ہیں جو کہ مقصود کونین ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء مقربین کا مشرب ہے۔

سُبْحَانِي مَا اعْظَمَ شَانِي

میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے۔ (قول سلطان العارفين بايزيد بسطامي قدس سره)

۱۔ یعنی ابھی کی پرواز عالم کون و مکان تک حدود ہے اور اسی کے کشف میں مشغول ہیں۔

اور : مَنْ سَرَّأَنِي فَقَدْ سَرَّأَكِ الْحَقُّ

جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا (حدیث نبوی)

یہ اس مشرب کا دعویٰ ہے۔ اور لامکان کی سیر و طیر اس مشرب کا خاصہ ہے ملک (فرشتہ) خواہ فلک پر ہے ان حضرات کا ہمدم اور ہم قدم نہیں ہو سکتا :

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ

اور وہ سب سے پہلے اور سبقت لے جانے والے مقربانِ حق۔

ان کا لقب ہے - وَهُمْ عَلَى صَلَواتِهِمْ دَائِمُونَ

اور وہ صلواتِ دائم میں مشغول ہیں -

ان کے حق میں وارد ہوا ہے۔ اگرچہ یہ حضرات ہر وقت فنایت، محویت اور صحو و سکری میں رہتے ہیں ان کے سامنے سے بغیر اٹھ جاتا ہے -

البقاء واللقاء على قدر الفناء والصحو -

بقا اور مشاہدہ فنا اور صحو یعنی ہوشیاری کے مطابق ہوتا ہے۔

رباعی

صاحبِ خیراں کہ عالمِ دل دارند در نکتہٴ غیبِ محرم اسرارند

در آئینہٴ صفائے نثار زنگے نیت زالِ روئے نقشِ دوںِ حق بے زارند

اہل نظر جو دل کے جہان میں رہتے ہیں عالمِ غیب میں محرمِ راز ہیں۔ ان کے نشیہٴ دل کی

صفائی میں کوئی زنگ نہیں ہے۔ اس وجہ سے وہ غیرِ حق کے نقش سے بے زار ہیں۔

نیز آپ نے لکھا ہے کہ اگلے دن قوال آئے میں نے چاہا کہ انھیں منع کر دوں لیکن ناگاہ انھوں

نے ایسی بات کہی کہ میں مضطرب ہو گیا اور جمالِ حق رونما ہوا جس سے بہت ذوق ہوا اور غیر کا خیال اٹھ

گیا۔ واضح ہو کہ اس کے لئے خدا تعالیٰ کا شکر واجب ہے۔ پس خوش اور خرم ہو جاؤ۔ یہ ذوق

اور یہ شوق مبارک ہو۔ خدا کے اس میں ترقی ہو اور مزید ترقی ہو۔

یہ جونیان کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ یہ غیر حق سے نسیان مقصود ہے۔ بے شک رویتِ حق میں نسیانِ جنت ہے۔

یہ جو آپ نے برادرِ عبد الشکور کے حالات کے متعلق لکھا ہے کہ گذشتہ رات ان کے جسم سے اس قدر آواز آئی کہ جس کا بیان ناممکن ہے جس طرح بے شمار مینڈک ہر طرف سے قسم و قسم کی آواز نکالتے ہیں اور ڈھول اور طبلے ساتھ بجاتے ہیں اس قسم کی آوازیں سارے جسم سے نکلنے لگیں۔ بعض آوازیں اسمِ اعظم کی سی آوازیں تھیں۔ بعض اور قسم کی آوازیں تھیں۔ چنانچہ یہ جہان چلا گیا اور عالمِ حضور کا ذوق و شوق پیدا ہو گیا۔ اس حالت میں بعض اس قسم کے الفاظ منہ سے بے ساختہ نکلے :

رباعی

ہر طرف شور ہمیں یار یار یار در کوچہ و بازار ہمیں یار یار یار

در تیغ بلانیز ہمیں یار یار یار بر دار بلانیز ہمیں یار یار یار

ہر طرف سے یار یار کا شور تھا۔ ہر کوچہ و بازار میں یار یار یار کی آواز تھی آفتِ تلوار میں بھی یہی

یار یار یار تھا اور تختہ دار پر بھی یار یار یار تھا۔

نیز خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ اس رات کی سی حالت میں اٹھا وضو کیا اور ابھی دو گانہ نفل نہیں پڑھا تھا کہ دل میں اسمِ اعظم کی آواز سے جنبش پیدا ہوئی اور دوسری آوازیں بھی جو تھیں، اس قسم کی تھیں۔ کافی دیر تک یہ غلبہ رہا۔ اس کے بعد کچھ افاقہ ہوا پھر عالمِ بیداری میں آکر تیس یا چالیس یار یا کم و بیش اللہ اعلم کا ورد کیا۔ جس وقت نیند کا غلبہ ہوتا تھا ایک دھکے سے کر مجھے بیدار کر دیا جاتا اور دل میں وہی خواہش ہو جاتی۔ صبح پھوٹنے تک یہی کیفیت رہی۔ اب کچھ افاقہ ہے۔ جاننا چاہیے کہ کہ یہ سب ذکر کے ابتدائے حال کی ہیئت ہے۔ اگرچہ یہ ہیئت ہے حق تعالیٰ کے ساتھ ایک ستری غیبت ہے۔ پس ہمت مردانہ سے کام لے کر اس کام کو مرتبہ ستر (لطیفہ ستر کا ذکر سے جاری ہونا۔ اس لطیفے کا مقام لطیفہ قلب اور لطیفہ روح کے درمیان وسط سینہ میں ہے) سے بڑھا کر مرتبہ روح تک پہنچانا چاہیے تا فائے مطلق ظاہر ہو۔ اور حق تعالیٰ تک رسائی حاصل ہو۔ اور جو چیز نیند سے

بیدار کر رہی تھی ولایتِ شیخ تھی۔ جو مرید صادق کو بیدار کرتی ہے اور وقت ضائع نہیں ہونے دیتی تاکہ شریعت میں مستقیم رہے اور کوئی خلل اور خرابی واقع نہ ہونے پائے۔ ابتدائے حال میں جب یہ فقیر خلوت کی تارکی میں ہوتا تھا تو ہمارے شیخ حضرت قطبِ عالم پیر دستگیر شیخ احمد قدس سرہ بیدار کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ تہجد کا وقت ہے یہ نماز کا وقت ہے۔ اٹھو! یہ سن کر میں اٹھ جاتا تھا اور نماز پڑھتا تھا۔ یہ ہدایت کبھی فوت نہ ہوئی۔ سبحان اللہ! مشائخ کی قدر کون جانتا ہے کہ کس قدر پرورش کرتے ہیں اور نفس و شیطان سے محفوظ رکھتے ہیں کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ شیخ کی مدد کے بغیر نفس و شیطان کے سر سے نجات اور سلامتی مشکل ہے :

مَنْ لَا شَيْخَ لَهُ فَشَيْخَهُ شَيْطَانٌ

جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے۔

والشيطان مع الواحد ومن الاثمين بعيد

اور شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے۔ دو آدمیوں سے دور ہوتا ہے۔

اس کا یہی مطلب ہے۔ یہ غیبی امداد حق تعالیٰ کے لطف و کرم سے پہنچتی رہتی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ مزید ہو اور هل من مزيد مزید ہو۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۳۹

بجانب شیخ جلال الدین

(۱) اس سوال کے جواب میں کہ العجز عن درک الادراك ادراك

(ادراک کے حصول میں عاجز ہونا ادراک ہے)۔ (۲) رشتہ داروں اور ظالموں

کی وجہ سے پریشانی کے بیان میں۔

حق حق حق!

.... آپ کا خط ملا۔ ذوق و شوقِ ربانی سے لبریز تھا جس سے الشراحِ قلب ہوا۔ واضح ہو کہ جس قدر احوال و اسرار و الوار ظاہر ہوں لکھا کرو تا کہ تسلی ہو اور اس کے مطابق ہدایات جاری ہوتی ہیں۔ مشائخِ دل کے جاسوس ہوتے ہیں؟

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ

کلام پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آیا ہے کہ مسلمانوں کی بہتری کے بارے میں حریص ہیں اور اُن کے ساتھ کمالِ محبت اور کرم سے کام لیتے ہیں اور نبی کی نیابت میں مشائخِ عظام کا بھی یہی منصب ہے۔

تا کہ کام کی کشائش ہو اور الوار و اسرار میں اضافہ ہو۔ انشا اللہ تعالیٰ۔ اے بھائی اتحقق انبیاء کا حصہ ہے اور خوئِ خواری اولیاء کا (یعنی حصول مقصد اور حصول الی اللہ کی خاطر جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ ولی اللہ جس قدر خدا کی راہ میں ترقی کرتا ہے اور عاقبت سے آگاہ ہوتا ہے طلب کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ بلکہ اس کا جوش و خروش اور موجیں مارتا ہے۔ چونکہ بحرِ حق کا کوئی ساحل ہی نہیں۔ خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

شعرے

میں نے محبت کے پیالے در پیالے پئے لیکن شراب کم نہ ہوا۔

اولیاء ہمیشہ باخلا ہوتے ہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی مشاہدہ دوست سے غفلت روا نہیں رکھتے۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِنَّهُ لَمَغَانٌ عَلَى قَلْبِي فَاسْتَغْفِرُ اللَّهَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ سَبْعِينَ مَرَّةً -

(بہ شک جب میرے دل پر غلہ چالی ہے پس میں دن رات میں ستر دفعہ اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں)۔

اس سے طالبین کی کمر لوثتی ہے اور عارفین پر عجز و انکسار طاری ہوتا ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استوی یوما لا فہو مغبون

جس نے اپنے دو دن برابر کئے یعنی متواتر دو دن ایک حالت میں رہا اور مزید ترقی نہ کی اس نے نقصان اٹھایا۔

پس قرار کہاں اور آرام کے۔ سیرمی کس چیز کا نام ہے (یعنی کون سیر ہو کر بیٹھ جائے)۔ یہاں افلاس کے سوا کچھ نہیں (یعنی جس قدر ترقی کرے اپنے آپ کو مفلس سمجھے اور مزید نعمت و مزید دولت (روحانی) کے حصول میں سرگرم رہے :

العجز عن درج الادراك ادراك

ادراک کے حصول میں اقرار عجز کرنا ہی ادراک ہے (یہ قول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ کس قدر بلند اور معرفت سے لبریز ہے۔)

اس کا مطلب یہی ہے۔ ساکب راہ حق میں جس قدر ذات باری تعالیٰ کا ادراک حاصل کرتا ہے یعنی قریب میں اُسے جس قدر ترقی ہوتی ہے عمر سے کام لیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ کچھ حاصل نہیں ہوا! اور مزید ذوق و شوق اور جوش و خروش سے گامزن ہوتا ہے۔ یہاں ادراک کے معنی مشاہدہ کے ہیں۔ ہر چند یہ مشاہدہ دوام ہے اور اُسے مقام تکمیل حاصل ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رَبِّي مَعَ اللَّهِ وَقْتًا

مجھے اللہ کے ساتھ وقت یعنی وہ مقام حاصل ہے کہ جلیل القدر فرشتہ اور مقرب رسول اور نبی کی بھی وہاں رسائی نہیں۔

کا بھی دور دورا ہوتا ہے لہذا جان مار دو، خون دل پیو، لخت جگر کھاؤ اور دوست کے ساتھ محو ہو جاؤ:

بیت سے محو باید بود در ہر دو سرتے

پائے از سرنا پدید و سرز پا

۱۔۔۔ مقام تکمیل میں پہنچ کر تلویں سمجھنا چاہیے اور پھر ترقی میں جوش و خروش سے کام لینا چاہیے۔

دونوں جہانوں میں بس معجزاؤں یعنی ذاتِ حق کے اندر حتیٰ کہ سر، پاؤں کا پستہ نہ چلے۔
 جس قدر محویت زیادہ ہوگی مشاہدہ میں کمال زیادہ ہوگا۔ دوستانِ حق مشاہدہٴ حق میں غیر حق سے بے خبر اور
 عالم کون و مکان کے اثرات سے بالاتر ہوتے ہیں۔ امام زاہد (تفسیر زاہدی میں) فرماتے ہیں کہ جو
 کوشش کرنی چاہیے نظارہ (مشاہدہ) حق میں کرنی چاہیے۔

اعْبُدُ اللّٰهَ كَمَا اَنْتَ تَرَاهُ

اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو۔ (حدیث)

دوست کے رُخ انور پر نظر انخیار سے بے خبر کرتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ طواف کعبہ میں کھڑے تھے
 حضرت عثمانؓ نے سلام کیا تو انھوں نے جواب نہ دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس بات کی شکایت حضرت عمرؓ
 سے کر دی۔ انھوں نے اپنے بیٹے کو بلا کر فرمایا کہ تمہیں حضرت عثمانؓ کی فضیلت معلوم نہیں۔ اُن کے سلام
 کا جواب کیوں نہ دیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ مجھے ان کے سلام کا کچھ پتہ نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ
 انھوں نے تم پر طواف کے وقت سلام کیا تھا۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہاں، اس وقت میں مشاہدہٴ حق
 میں مشغول تھا اس لئے مجھے کسی اور چیز کی خبر نہ تھی۔ حضرت بائزید بسطامیؒ کے کلام کے معنی بھی یہی
 ہیں۔ روایت ہے کہ کسی آدمی نے آپ کے دروازے پر آواز دی آپ نے جواب دیا کہ ابویزید چالیس
 سال سے ابویزید کو ڈھونڈ رہا ہے لیکن نہیں ملتا اب ابویزید تو اپنی جگہ پر تھے لیکن مشاہدہٴ حق میں اس قدر
 منہمک تھے کہ اپنے آپ کی خبر نہ تھی۔ اس طرح ہر ولی کے دل میں جب حق تعالیٰ کی محبت جاگزیں ہو
 جاتی ہے تو سب چیزوں کی محبت ان کے دل سے نکل جاتی ہے۔ ان کی ساری محبت ایک پر مرکوز ہو
 جاتی ہے، سارا فکر ایک ذات کے لئے رہ جاتا ہے، سب نظر ایک کے لئے مخصوص ہو جاتی ہے
 اور سب ذکر صرف ایک کے لئے رہ جاتا ہے :

رُبَاعِي

ہمہ جمال تو بینم نظر چو باز کمم تنم ہمہ دل گردو چو با تو راز کمم
 حرام دارم با دیگران سخن گفتن اگر حدیث توافد سخن دراز کمم

جب آنکھ کھولتا ہوں تو سب تیرا ہی جمال دیکھتا ہوں۔ میرا سارا جسم دل بن جاتا ہے جب تجھ سے ہم راز ہوتا ہوں۔ دوسروں سے بات کرنا حرام سمجھتا ہوں لیکن جب تیری بات ہوتی ہے تو بات لمبی کرتا ہوں۔

اے بھائی! یہ ہے مردانِ حق کا کام۔ باقی سب بچوں کا کھیل ہے۔ اب دیکھیں کون کوشِ ہوش سے سنتا ہے اور اپنی جان پر کون کھیلتا ہے؟

ہرچہ جزِ حق بسوز و غارت کن

ہرچہ جزِ دین از و طہارت کن

جو کچھ حق کے سوا ہے اُسے جلا کر خاک کر دے اور جو کچھ دین کے علاوہ ہے اس سے طہارت کر لے۔

نظرہ گو غرقِ دریا بود

ہر دو کونش جز خدا سودا بود

قطرہ جو دنیا میں غرق ہوتا ہے اس کے لئے دونوں جان اندھیرا ہوتے ہیں۔

درماندگی دنیا اور دنیاوی پریشانی کے متعلق جو آپ نے تحریر کیا ہے، خود دنیا جاتے بلا ہے۔ دنیا دارِ البلا۔ یہ جہاں دارِ ابتلا (مصیبت) ہے اور وہ جہاں دارِ جزا ہے۔ بس مروانِ خدا کے لئے ابتلا اور جزا دونوں موجود ہیں۔

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ

اللہ تعالیٰ مددگار ہے اس پر جو تم بیان کرتے ہو۔ (القرآن۔ قصہ حضرت یوسف)

اے برادرِ مردِ وقت ہیں۔ ہمت کئے جاؤ۔ نعمت مبارک ہو۔ مزید بادل اور ہلّ من مزید باد۔ وہ دو اسم جو ہم نے تلقین کئے تھے وہ بند کردو اس کی ضرورت نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تفرقہ ہو جائے۔ جو کچھ کر رہے ہو وہی کرتے رہو۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدًا

کیا اپنے بندے کے لئے اللہ کافی نہیں ہے؟

اے گوشِ ہوش سے سنو۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوب

بجانب میراں سید ابراہیم دانشمند، محقق، عارف استادِ ولایت
ساگر شہر دہلی۔ اُن کے خط کے جواب میں۔

حق حق حق

جناب والا کا مکتوب شریف موصول ہوا، سعادتِ جاودان میسر ہوئی۔ اس فقیر نے دنیا میں اگر
عمر ضائع کر دی اور راہِ حق میں کوئی ترقی نہیں کی، جہل کے سوا کچھ حاصل نہیں اور بد عملی کے سوا کوئی عمل
نہیں کے سوا کوئی عمل نہیں۔ ہائے افسوس! اب کیا ہو سکتا ہے:

بد بختی را گرہ کشودن نتوان

احوال بہر کے نمودن نتوان

بد بختی دور نہیں ہو سکتی اور اعمال بہر کسی کو دکھائے نہیں جا سکتے۔

اں مکرم نے اس بد بخت پر کہ جس کے پاس بجز تباہی اور بے راہی کچھ نہیں شفقت فرمائی ہے کیونکہ

شفقت مقربانِ حق کی خصلت ہے۔ اِرْحَمِنِي يَا بَلَّالُ (مجھے سکون پہنچاؤ اے بلال (حدیث))۔

اسی طرح آپ کا لوازش نامہ بھی بندہ کے لئے باعث سکون ثابت ہوا ہے۔ اِرْحَمِنِي يَا بَلَّالُ

کا مطلب یہی ہے۔ مردانِ خدا جو حق تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار ہیں طاعت کی بدولت اس مقام پر

پہنچ جاتے ہیں کہ ہمیشہ ملائکہ ہو جاتے ہیں اور ان واحد میں عرش و فرش سے گذر کر جنت میں پہنچ جاتے ہیں:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ابرار یعنی نیک لوگ نعمت میں ہیں۔

یہ ان کے حق میں کہا گیا ہے۔ اس کمال کے باوجود اگرچہ وہ بہشت میں ہوتے ہیں ہمیشہ دوست کے

مشاہدہ میں رہتے ہیں:

لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حَوْلًا

ان کی شان میں آیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جاں باز، بہاں تاز، اور سرانداز (جان مارنے والے جہان قربان کرنے والے اور سروینے والے) ہوتے ہیں۔ یہ حضرات کون و مکان سے گزر کر دوست سے بیوست اور باقی باللہ ہو گئے ہیں۔ کیونکہ عارف ربانی کے لئے سوائے خدا دانی کے کچھ نہیں۔ ایک لمحے میں لامکان ہو جاتے ہیں اور سبحان کی خبر دیتے ہیں؛

اِنَّ سَرِيَّةَ عَلِيٍّ كَلِيَّةٌ شَهِيْدَةٌ
بے شک میرا رب ہر چیز پر حاضر ہے۔

یہ ان کا جمال ہے۔
وَهُوَ لَطِيْفٌ الْغَيْبِ
اور وہ یعنی اللہ تعالیٰ لطیف و خیر ہے۔
یہ ان کا کمال ہے۔ (یعنی صفات حق میں فانی اور ذات حق کے ساتھ باقی ہوتے ہیں) وہ جو کچھ دیکھتے ہیں حق دیکھتے ہیں؛

در ہر چیز نظر کردم غیر از تو نے بینم
غیر از تو کے باشد حقا پر مجالست این

جس چیز کو میں نے دیکھا اس کے اندر تجھے دیکھا تیرے سوا کوئی اور بھی ہو سکتا ہے یہ کس کی مجال ہے۔

اسی مقام پر پہنچ کر وہ انا الحق کا نعرہ مارتے ہیں؛

بندہ جائے رسد کہ محو شود

بعد از اس کا رجز خدائی نیست

بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے کہ محو ہو جاتا ہے اس کے بعد خدائی کے سوا کوئی کام نہیں یعنی

خلافت ارضی کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے اور نیابت حق میں دنیا پر حکمرانی کرتا ہے۔

انہی جاعل فی الارض خلیفہ کے اس کے سوا اور کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ ظاہر

بین "کار جہ خدائی نیست" سے کیوں پریشان ہوتے ہیں۔

بیتابے وعدت در آئے لنگرہ کبریا کشد

کو عارف نے کہ منظر او عرش اکبر است

وعدت یعنی ذاتِ حق اُسے لگڑہ کبریائی تک پہنچنے لے جاتی ہے اور عارف کی نظر عرشِ حق پر ہوتی ہے۔

اُن کا دل عرشِ رحمان ہے؛

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى اللہ اپنے اسمِ رحمان سے عرش پر متمکن ہے۔

اس سے یہی مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ انسان کے دل پر جو عرشِ رحمان ہے متمکن ہو جاتا ہے۔

سَيُرَوُّوا مَبْقَ الْمُنْفِرَاتِ دُونَ

یہی ہے۔

رَأَتْ إِلَى رَبِّكَ الْمُنْتَهَى منزل مقصود میرا رب ہے۔

یہ ان کی منزل ہے۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ

سب سے پہلے ایمان لانے والے ہی سب سے زیادہ مقرب ہیں۔

یہ ان کا نشان ہے۔

عِنْدَ مَلِيحٍ مُّقْتَدِرٍ

یہ ان کی شان ہے۔ آج وہ لباسِ بشری اور جامہٴ عبودیت میں مختصر سے نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت وہ بھرپور کنار ہیں۔ سوائے خدا تعالیٰ کے ان کو کوئی نہیں جانتا؛

أُولَئِكَ تَعْتَقِبَانِي لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِي

میرے اولیاء میری قبا کے نیچے چھپے ہیں یعنی میرے دل میں چھپے ہیں اور میرے سوا

ان کو کوئی نہیں جانتا۔

جو شخص ان تک پہنچ گیا خدا تعالیٰ تک پہنچ گیا جس نے ان کو پایا اس نے خدا کو پایا۔ جس نے

ان کو پہچانا اس نے خدا کو پہچانا؛

مَنْ رَأَانِي فَقَدْ رَأَى الْخَوَاتَمَ مَنْ رَأَى الْخَوَاتَمَ

جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔

یہ اس چیز کی شہادت ہے۔ اب معلوم نہیں لوگ اس میں کیوں کلام کرتے ہیں، اس سے کیا سمجھتے ہیں؛
وَأَنْتَ وَبِئْسَ مَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اور تو ہی میرا دوست ہے دنیا میں اور آخرت میں۔

ناطق ہے (یعنی قوی شہادت ہے) اور؛
اللَّهُ فُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اور اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

چمکدار دلیل ہے۔

بیت سے
از ازل ازال چہ دیا است این

تا ابد آباد چہ صحرا است این

ازل ازال سے یہ کیا سمجھتا ہے اور ابد آباد تک یہ کیا صحرا ہے یعنی ذات حق جو لامتناہی ہے۔
مردانِ حق اپنے آپ سے بے خود ہوتے ہیں اور خدا بین ہو جاتے ہیں۔ اور خدا کے سوا کچھ نہیں
دیکھتے لیکن خود بین خدا بین نہیں بن سکتا۔ غیر جو کچھ دیکھتا ہے غیر دیکھتا ہے۔ اور دونوں جہانوں میں کور
اور کر (اندھا اور بچی) رہتا ہے اور غیر کا غم نہیں ہوتا ہے؛

مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَى فَهِيَ الْآخِرَةُ أَعْمَى

جو اس دنیا میں اندھا ہے آخرت میں اندھا ہوگا یعنی جو اس جہاں میں صاحبِ مشاہدہ نہیں
اس جہاں میں بھی صاحبِ مشاہدہ نہ ہوگا۔

لیکن آج کس کو اس بات کا غم ہے۔ اور کون اس طلب میں ہے جب تک ذرہ پھر درمیان میں حائل
ہے بے نصیب ہے۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں اگر نعرہ مارتے تھے، استغفار کرتے
تھے اور فرماتے تھے؛

إِنَّهُ لَيَغَانُ عَلَى قَلْبِي فَاسْتَغْفِرُ اللَّهَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَبِئْسَ مَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

میرے قلب میں۔ غانا ہے تو میں دن اور رات میں پروردگار سے تشریفِ مغفرت طلب کرتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ خدا کے حکم سے خلق کے ساتھ تھے لیکن خلق کے ساتھ رہنا ناپسند تھا
اس لئے نعرہ مارتے تھے اور فرماتے تھے؛

مَا لَيْتَ رَبِّ مُعْتَدِلًا لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا

کاش جسے محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا۔

جب سرور کائنات کا یہ حال ہے تو باقی کس شمار میں :

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن

ہر چہ جز دین از و طہارت کن

جو کچھ غیر حق ہے اس کو جلا کر خاک کر دے اور جو کچھ دین کے علاوہ ہے اس سے بیزار ہو گیا۔

إِلَّا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ

خبردار! اللہ ہی کا دین دینِ خالص ہے یعنی وہی دینِ خالص ہے جس کا مقصود اللہ ہے

یہاں کون و مکاں اور فرد و کس آل جہان کی کیا مجال ہے :

در گرفتار چو غوطہ خوردند

جز حق ہمہ را وداع کردند

جو نہی انھوں نے ذات میں مقید ہو کر غوطہ لگایا۔ خدا کے سوا سب کو الوداع کہہ دیا۔

عزیز من! ہر چیز کا وجود حق کے وجود سے ہے اور ہر چیز کا قیام حق کے قیام سے ہے کیونکہ

ہستی کے لائق خدا تعلق ہے اور نیستی کے لائق غیر خدا ہے۔

فَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

وہی اللہ ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی ہے زندہ رکھنے والا اور قائم رکھنے والا۔

دوستی بدیدیم ندیدیم مگر دوست

معلوم نہیں شد کہ کسے نیست مگر دوست

جس چیز کو ہم نے دیکھا سوائے دوست کے نہ دیکھا معلوم ہی ہوا کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔

چونکہ مرتبہ حس و عقل میں بندہ اپنے آپ کو غیر سمجھتا ہے غیر دیکھتا ہے اور غیر رہتا ہے جو اس کے

تمام حزن و ملال کا باعث ہے حقیقت میں غیر کا وجود ہی نہیں ہے۔ خبردار! یہ غلطی نہ کرنا اور

ہمیشہ کے لئے نقصان نہ اٹھانا :

راہِ زومشغولی گویم ترا

نیست پرواتے خدا یکدم ترا

میں تمہیں اس کے ساتھ مشغول رہنے کا راستہ بتاتا ہوں لیکن تجھے حق تعالیٰ کی مطلق پروا نہیں۔

اگر خدا توفیق دے تو غیر سے روگردانی اختیار کرنی چاہیے تاکہ نقسِ غیرِ دل سے مٹ جائے اُس وقت جو کچھ نظر آئے گا اور جو کچھ سمجھے گا حق سمجھے گا۔

نیست کن ہر چیز لے دوائے بود

تادلت حنا نہ حنا بود

جو کچھ غیر حق ہے اُسے مٹا دے تاکہ تیرا دل حنا نہ حنا بن جائے۔

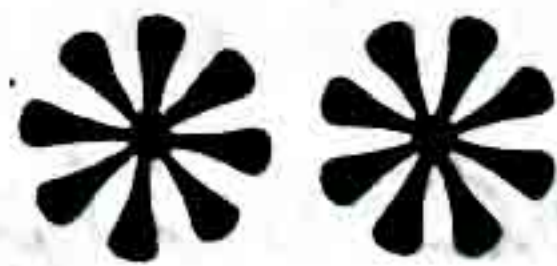
محو باید بود در ہر دوامرے

پائے از سر ناپدید و سر ز پائے

دونوں جہانوں میں اس قدر محویت طاری ہو جائے کہ سر کا پاؤں سے پتہ نہ چلے۔

معارف یعنی شرح عوارف (یہ شرح حضرت شیخ نے عوارف المعارف کی لکھی ہے) کسی بیان کے قابل نہیں (یہاں کس نفسی سے حضرت اقدس کام لے رہے ہیں)۔ بحرِ حالِ معارف (آپ کے) پیش کی جاتی ہے۔

گر قبول افتد زبے عز و شرف



مکتوب ۱۳۱

بجانب شیخ عبدالرحمنؒ

۱) ان کے خط کے جواب میں جو عالم واقعہ دیکھے جانے والے
الہامات ربانی کے متعلق تھا (۲) شتمِ محبت (محبت کی کالیاں) کے بیان میں

حق حق حق !

بعد حمد و صلوات مزید حیات و ترقی درجاتِ عرفانی، مردِ ربانی، برادرِ شیخ عبدالرحمن از فقیرِ حقیر

سونتہ ویسچ پنوتہ، عمر باختر رسیدہ و پہنچ ز رسیدہ -

آہ ہزار آہ ! یہ کیا ہو گیا اور کچھ حاصل نہ ہوا :

اے درینا جان و تن در بناغم

قیمتِ جان ذرہ نشا حتم

افسوس! جان و تن برباد کر دیتے لیکن جان کی قیمت ذرہ بھر نہ پہچانی -

کسی نے خوب مال کیا ہے :

درد رادارو کجا خواہیم کرد !

عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

درد کی دوا کہاں سے لائیں گے اور عمر برباد ہو گئی اس کا کب ماتم کریں گے

عمر اسی سال کے قریب ہو گئی ہے لیکن راہِ حق میں کچھ نہیں کیا -

السَّحِيلُ السَّحِيلُ (سامانِ سفر باندھو، سامانِ سفر باندھو) کی آوازیں آرہی ہیں لیکن یہاں

غفلت کے سوا کوئی کام نہیں : -

چہ کنتم کجا روم کرا شیفع ارم دے کہ رفت ز دستم چگونہ باز ارم

کیا کروں کہاں جاؤں کس کی سفارش کروں جو دل ہاتھ سے نکل گیا ہے اُسے کیسے واپس
لاؤں۔

لیت الشباب يعود (کاش! شباب واپس آتا) کانال اب لا حاصل ہے۔ اور تمنائے خالی ہے لیکن
اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا امیدوار ہوں۔

مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا

اپنی مخلوق کے لئے اللہ جو دروازہ کھولے اُسے کوئی بند نہیں کر سکتا۔

دمِ آخرین اگر اللہ کی دست گیری ہو جائے تو عجب نہیں؛

عجیبیست کہ اگر زندہ شود جانِ عزیز

چون ازال یار جدا ماندہ سلامے برسد

تعب کی بات نہ ہوگی کہ اگر اُس یار دور افتادہ سے سلام و پیام آجائے تو دل و جان
زندہ ہو جائے۔

خود سرورِ عارفان اور پیشوائے ہر دو جہاں نالہ بلند کرتے تھے اور فرماتے تھے؛

يَا أَيُّهَا رَبِّ مُحَمَّدًا لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا

کاش! محمد کو محمد کا رب پیدا نہ کرنا۔

اب اس کے بعد کس کو ہو سکتا ہے اور کون آرام سے بیٹھ سکتا ہے۔ ماتم اور غم کے سوا کیا چارہ ہے؛

خونِ صدیقان ازیں حسرتِ ریخت

آسمان برفرق ایشاں خاک ریخت

اس حسرت میں صدیقوں کا خون ہو گیا ہے اور آسمان نے ان کے سر پر مٹی برسائی۔

اں عزیز کا خط ملا۔ وارداتِ ربانی اور انوارِ سبحانی کا حال سن کر دل کو فرحت ہوتی۔ الحمد للہ

کہ ہمارے احباب صدیقانِ وقت اور صادقانِ بلند بخت ہیں جنہوں نے راہِ خدا پالی ہے اور خدا
تک رسائی کر لی ہے۔ ذاتِ حق میں مستغرق ہوتے ہیں اور غیب سے باخبر ہوتے ہیں اسرار و رموز کی

ان پر بارش ہوتی ہے اور بطون کا دروازہ ان پر کھلتا ہے۔ یہ انبیاء اور اولیاء کا مشرب ہے۔ عابد اور زاہد لوگ اگر سو سال عبادت کریں تو اس نعمت کو نہیں پاسکتے۔ **إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ** (مگر جو اللہ چاہے) ہمارے احباب ایسے ہیں کہ اس کپے میں ان کا پہلا قدم استغراق ذات اور محویت اور فنا ہے اور ماسوی اللہ سے بیزاری۔

محوباید بود در ہر دوسرائے

پائے از گناہ پدید و سر ز پائے

دنوں جہانوں میں محو ہونا چاہیے حتیٰ کہ سر کا پاؤں سے اور پاؤں کا سر سے پتہ نہ چلے۔ اس خراب حال اور منظر بے مایہ کو مردانِ راہِ حق کے احوال کی کوئی خبر نہیں اور ان کے اسرار و رموز سے آگاہ نہیں لیکن احباب اپنے حُسنِ ظن اور خوش اعتقادی سے اپنے واردات و احوال لکھتے ہیں اور مطلب دریافت کرتے ہیں میرا حال یہ ہے کہ:

مَا أَنْتَ بِعَالِمٍ فَعَلِمْنِكَ

تو عالم نہیں ہے لیکن ہم تجھ سے پڑھتے ہیں۔

بہر حال اگرچہ یہ فقیر کو رحیم ہے جواب تحریر کرتا ہے کیونکہ سوال کو جواب چاہیے اور مشکل کا حل ضروری ہے۔ اپنے ناقص علم کے مطابق جو کچھ سمجھ میں آتا ہے، لکھتا ہے کیونکہ ان احباب کا تعلق اس فقیر سے ہے اور لکھنے کے بغیر چارہ نہیں۔ **دَالِلَةُ الْهَادِي عَلَى الرَّشَادِ** (اللہ راہِ حق پر ہدایت دینے والا ہے)۔

ذکرِ ستر

آپ نے لکھا ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت یہ احقر حجرہ میں مراقب تھا کہ استغراق طاری ہو گیا اور دل میں غوغا برآمد ہوا۔ یہاں تک کہ ذکر کی آواز سنائی دی۔ واضح ہو کہ یہ ذکر ستر ہے اور ذکرِ ہیبت صادقان اور مجتبان کے لئے اس وقت جاری ہوتا ہے جب ذکرِ دل استقامت پذیر ہوتا ہے اور اسرارِ غیب اور ذکرِ ستر کا ظہور ہوتا ہے اور یہ بمنزلہ شیرِ طفلانِ طریقت ہے جو مشائخ کے پستانِ ولایت سے پیتے ہیں۔ سترے کہ ذکرِ ستر سے جو اس وجود سے تعلق رکھتا ہے گزر کر ذکرِ ذات تک پہنچ

جاتے ہیں اور ولی مقرب ہو جاتے ہیں۔ پس طالب کو چاہیے کہ ہر وقت یہ کام جاری رکھے تاکہ یہ نور اور یہ حضور (حضور ہی) دائمی ہو جائے۔

دشنامِ محبت

نیز آپ نے لکھا ہے کہ اس فقیر نے شب جمعہ کچھ نہ کھایا تاکہ بیداری شبِ طہیر آئے۔ ناگاہ ایک عمل بد سرزد ہوا۔ اس کے بعد اس فقیر نے توبہ کی اور دعا مانگی کہ نفسِ کافر کے شر سے رہائی ہو اور دین بچ جائے۔ اور کفر تک نوبت نہ پہنچے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ساری کیفیت یاد نہیں رہی وہی عالمِ غیب ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں۔ واضح ہو کہ خاطر جمع رکھو۔ دوست دوست کے ساتھ بات چیت میں محبت کی چھڑ چھاڑ کرتا ہے۔ پہلے منہ پر منہ رکھتا ہے پھر گالی دیتا ہے کافر اور گنہگار کہتا ہے، کنارہ کشی کرتا ہے اس کے بعد اپنے حجرے میں گھسیٹ کر لے جاتا ہے اور محبت کرتا ہے۔

دَعَوَىٰ اٰدَمَ رَاۡبُۡدَ فَعَوٰى

آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بے راہ ہونے...

یہی شور ہے۔

ثُمَّ اٰجْتَبَاۡ رَاۡبُۡدَ فَهَدٰى

پھر اس کے رب نے اُسے قبول فرمایا اور راہِ راست دکھایا۔

یہی نور ہے۔ اور یہی حضور ہے۔ یہ بات ہر عارف کو پیش آتی ہے۔ اسے شتمِ محبت (محبت کی گالیاں) کہتے ہیں۔

خواجہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں سے

بدم گفتی و نورسند عفاک اللہ نیکو گفتی

جواب تلخ مے زیب لب لعل شکر خارا

مجھے تو نے برا کہا اور گالی دی خدا بجز اوسے کیا خوب کہا ان لعل اور نازک لبوں پر سخت جواب

یاریب دیتا ہے ۔

یعنی تیرے سامنے ہیں نے ممانائی اور گالی سنی دعا کا اس سے بہتر جواب کون نہیں

اسے دشنام محبت اور رم مروت (محبت کی ادا) کہتے ہیں ۔ نون سزاؤں اور حضرت موسیٰ

علیہ السلام کو جواب ملا کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا ۔ اس جگہ ہی ناز و راز و نیاز بہت زیادہ ہی نہیں ۔

واللہ یعصمک من الناس ۔

اللہ تجھے لوگوں سے بچانے والا ہے ۔

اس سے طالبین کی دستگیری ہوتی ہے جس سے درجات بلند ہوتے ہیں اور عاصی (گنہگار) کا نام حاصل

کر کے دم خاص میں قدم رکھتے ہیں نہ کوئی عاصی ہوتا ہے نہ گناہ گار ۔

مَنْ عَرَفَ اللَّهَ لَا بَعْضَ مَا ذِيَّتْ ۔

جو عارف باللہ ہوا سے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی ۔

زہے دولت ، زہے دولت ، زہے دولت ، معلوم نہیں کس کو نصیب ہوتی ہے کیا ہی خوش نصیبی ہے

واللہ الغنی ذو القوۃ المتین

اللہ غنی اور بہت زیادہ طاقت ور ہے

آن ولد میں دوست کو اس مقام پر لے جاتا ہے کہ فرشتے حیران رہ جاتے ہیں ۔ انہ ہوا الغفور

الرحیم ۔

کسی نے خوب کہا ہے ۔

رباعی

ہمہ جمال تو بینم چو چشم باز کنم
 تنم ہمہ دل گردو چو با تو راز کنم
 حرام دارم با دیگران سخن گفتن
 اگر حدیث تو افتد سخن دراز کنم

(جب ہی آنکھ کھولتا ہوں تیرا جمال دیکھتا ہوں۔ میرا سہا۔ بسم دل بن جاتا ہے جب تجھ سے
 راز و نیاز کی بات ہوتی ہے۔ میرے لیے حرام ہے دوسروں سے بات کرنا۔ لیکن اگر
 تیری بات چھڑ جائے تو بات لیں کرتا ہوں۔)

اسے برادرِ ابرار مردانِ خدا کا ماطنِ معاملہ ہے جنہوں نے راہِ حق میں جان مار دی ہے۔ تن تباہ
 اور جہان برباد کر دیا ہے۔ بہ حضراتِ کثر تہی و عقلی سے گذر گئے ہیں اور دین پر بھی توقف نہیں کیا بلکہ بہشت
 اور اس کی نعمتوں کو پس پشت ڈال کر عالمِ قدس میں پرواز کرتے ہیں اور شہبازِ لامکاں ہو گئے ان پر کفر بھی
 مکروہ چیز کیا اثر کر سکتی ہے اور عظمت ان کا کیا بگاڑ سکتی ہے۔

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ

تحقیق میرے بندے ایسے ہیں کہ ان پر شیطان کا زور نہیں چلتا۔

شیطان کو اس طرح بھگاتے ہیں کہ تحتِ اثری میں جا پڑتا ہے۔ شیطان ملعون کہتا ہے کہ ان سب
 کو گمراہ کر دوں گا لیکن مردانِ حق سے دور بھاگتا ہے اور یہ کہتا ہے :

إِلَّا عِبَادُكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ

سوائے ان لوگوں کے جو تیرے مخلص بندے ہیں

شیطان بعین کی یہاں کوئی پہنچ نہیں۔ دوست دوست کے ساتھ ہمارا ہے اور راز و نیاز میں ہے۔ پس
 خوش ہو جاؤ اور ختم رہو کہ دوست اپنے دوست کو گالی دیتا ہے۔ اپنی درگاہ میں عزت بخشتا ہے اور ہنکار
 ہوتا ہے۔

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ

من گالی کے شکرانہ میں سو جان قربان کر دو اور دونوں جہانوں کو فدا کر دو اور جوش و خروش میں
اگر یہ کہو:

رَبِّ لَا تَزِرْ بِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ

اے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ لو کہ تو بے بہترین وارث ہے۔

وہ نمایم باشس و دیوانم بشوے

و از دو عالم تختہ جانم بشوے

میری خود تک راہنمائی کر اور میرا دفتر سیاہ و صوفی الی دونوں جہانوں سے میرے تختہ دل

کو پاک کر دے یعنی نہ اس جہان کی خواہش رہے اور نہ اس جہان یعنی بہشت کی

ہوس رہے۔

یہ الہام اگرچہ مردان خدا کا الہام ہے اور ان کی تحقیق ہے کیونکہ الہام سبب علم نہیں بلکہ سبب عرفان

ہے اگرچہ ولی خدا تک رسائی حاصل کرتا ہے اور عاقبت جانتا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی تحقیق نہیں پہنچ

سکتا۔ کیونکہ انبیاء کی تحقیق بجز عینیت ہے جس کا کوئی ساحل نہیں۔ پس تم کام میں لگے رہو اور شریعت کا دامن

تھامے رہو اور کوئی فکر نہ کرو۔

خاک او باشس بادشاہی کن

آن او باشس ہرچہ خواہی کن

اس کے قدموں کی خاک ہو جا اور بادشاہی کر۔ اس کا ہو جا اور جو چاہے کر۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایمان مضبوط کرنے کا طریقہ ہے، (یعنی گالی دینا اور مذمت کرنا) دو سنتوں

کو اس لیے ڈرایا دھمکایا جاتا ہے کہ ثابت قدم رہیں۔

یا داود کن کا الطیر العذر الیٰ احمر۔

ڈرتے رہنا چاہیے اور دوست کے ساتھ نباہ کرنا چاہیے۔

اَنْذِرِ الصَّادِقِیْنَ فَاِیُّ غُیُوْرٍ وَّ بَشِّرِ الْمُنٰذِرِیْنَ
فَاِیُّ غَفُوْرٍ

صدقین کو ڈراؤ کیونکہ میں غیور ہوں اور گنہگاروں کو خوشخبری دو کیونکہ میں غفور
رہنخشے والا ہوں۔

یہ اصول کام کر رہا ہے لہذا تمہیں اپنے کام میں لگا رہنا چاہیے۔ یا ارحم الراحمین کا حکم بھی چل رہا ہے۔
اے بھائی ہر چیز کی ہستی خدا سے ہے کیونکہ ہستی خدا تعالیٰ کو شایان ہے اور طبیعتی غیر خدا کو۔ لہذا اپنے
آپ کو ہست جاتا غیر جاننا اور غیر رہنا نقصان دہ ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے محبت حاصل ہوتی ہے
اور غیر کی ہستی ختم ہو جاتی ہے تو مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے۔

تأمر و ن خود فانی نشود

نقی و اثبات محقق نشود

جب تک آدمی اپنے آپ سے فانی نہیں ہوتا اس کا نقی اثبات محقق نہیں ہوتا یعنی نہ اپنی

نقی ہوتی ہے نہ حق میں وہ باقی ہوتا ہے۔

پس جان مارتے رہو، خون دل پیتے رہو، صفحہ دل کو غیر اللہ سے پاک کرو اور نقش غیر مٹا دو تاکہ حق ظہور پذیر

ہو اور نور علی نور ہو جائے۔

نیت کن ہر چہ راہ و مانے بود

تا دولت خانہ خدا سے بود

جو کچھ راہ در رسم تو رکھتا ہے اسے نیت و نابود کر تاکہ تیرا دل خانہ خدا بن جائے۔

عاقبت محمود باد۔

بجانب شیخ جلال الدین
ان کے خط کے جواب میں۔

حق حق حق

آپ کا مراسلہ ملا۔ دل کو فرحت ملی۔ عابد اور زاہد لوگ نور عبادت میں رہتے ہیں اور خدا کو غیر سمجھتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب تحقیق حاصل ہوگی کوئی چیز پوشیدہ نہ رہے گی؛
مَنْ عَرَفَ اللَّهَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ
جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

یہ بات نصیب ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تفرقہ سے محفوظ رکھے کیونکہ جو نقصان ہے تفرقہ کی وجہ سے ہے۔
وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ (اللہ مددگار ہے)

تمکین اور کمال کے بعد محویت اور بے خودی خود بخود حاصل ہو جاتی ہے۔ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بعض اوقات بے خودی طاری ہو جاتی تھی، لیکن اگر یہ چیز دائمی ہو جائے تو صحت عقل و دین نہیں رہتی۔ اور دعوتِ حق کی طرف لوگوں کو بلانا، راست نہیں آتا مگر پورا ابتدائے حال میں دائمی محویت مطلوب ہے کیونکہ عرفانِ حق میں ترقی کا باعث توحید (محویت فی الذات) ہے۔

البقاء علی قدر العناء

جس قدر فنا زیادہ ہو اسی قدر بقا زیادہ ہوتی ہے۔

لیکن جب محویت تامہ حاصل ہو جاتی ہے اور آدمی کی ہستی بالکل مٹ جاتی ہے تو پھر ہوشیاری حاصل ہو جاتی ہے اور یہ حالت جب قرار پکڑ لیتی ہے تو محویتِ حقیقیہ باطنی رہ جاتی ہے اور ظاہر ہوشیار ہو جاتا ہے اور یہی انبیاء و اولیاء کی صفت ہے۔ پس جو کچھ وقوع پذیر ہو تحریر کر دیا کرو۔ خدا مزید ترقی دے۔ والسلام

مکتوب ۱۲۳

بجانب شیخ جلال الدین

(۱) امرار والوار کے درمیان فرق (۲) طور عقل و طور عشق

میں فرق (۳) من استوی یوما لا فہو مغبون۔

(جس نے اپنے دون مساوی حال میں یعنی ایک حال میں گزارے

وہ نقصان میں رہا) کا مطلب۔

حق حق حق !

فتح امرار (امرار الہی کا دروازہ کھلنا) مبارک ہو۔ یہ علم لدنی کے مقربین کی دولت ہے۔ علم لدنی

انبیاء و اولیاء کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

محرم دولت نبود ہر سرے

بار مسیحا نکشد ہر خرے

نعمت الہی کے قابل ہر سر نہیں ہوتا اور بار مسیحا اٹھانے کے قابل ہر خر (گدھا) نہیں

ہو سکتا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے !

زباغی

صاحب نظر آنکہ عالم دلار اند

در نکتہ غیب محرم امرار اند

در آئینہ صفائے شان رنگے نیست

ز ان دوے ز نقش دون حق بیزا اند

(صاحب نظر یعنی عارف وہ ہیں جو دوست کا علم رکھتے ہیں غیب کے مرتبہ میں محرم اسرار
ہیں۔ ان کی صفائی قلب کے آئینہ میں کوئی رنگ نہیں۔ اس وجہ سے غیر حق کے نقش سے
بیزار ہیں)۔

فرق اسرار و انوار اسرار انوار ہیں اور انوار اسرار۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ اسرار کی صفت پوشیدہ
رہنا ہے اور انوار کی صفت ظاہر ہونا ہے۔

(اسرار کا تعلق دل سے اور انوار کا آنکھوں سے ہے) اور سب کا تعلق عالم تحقیق سے ہے۔
ماں تحقیق نہ ہو (یعنی حقیقت تک رسائی نہ ہوتی) تو اسرار اسرار ہیں اور انوار ظلمات۔ ذاک عرس ابلیس
فتویٰ شریع ہے۔

پس ہوش سے کام لو، اپنے کام میں مستقیم رہو اور شریع میں مستقل رہو۔ اگر شریع میں استقلال
ہے اور کام کرتے رہو گے تو انوار انوار ہوں گے اور اسرار اسرار۔

روایت ہے کہ ایک مرید کو ایک نور نظر آتا تھا۔ اس نے اپنے پیر سے کہا کہ میں اس طرح کا
نور دیکھتا ہوں۔ پیر نے راز تھا۔ اس نے کہا جاؤ کسی غیر کی ملکیت سے ایک مٹھی گھاس توڑ کر لاؤ۔
مرید نے ایسا کیا جس سے نور گم ہو گیا۔ مرید نے پیر کی خدمت میں عرض کیا: پیر ہی رسیدہ نے فرمایا کہ خاطر
جمع رکھو وہ نور ہی ہے اگر نور ہی نہ ہوتا تو اس تکاب جرم سے گم نہ ہوتا۔ اگر اس تکاب جرم سے وہ نور بحال
رہتا یا زیادہ ہوتا تو ظلمت اور باطل ہوتا۔

ہر چہ درو داعیہ شریع نیست

دوسرے دیو بود بے نزاع

وہ چیز کہ جس میں شریع کی دولت ہے یعنی خلاف شریع ہے وہ بلاشبہ دوسرے شیطان

ہے۔

اور وہ جو غیر کی ملکیت سے ایک مٹھی گھاس کا پیر نے حکم دیا تھا۔ یہ گناہ صغیرہ تھا جو قلب اور صحتِ حال

کے امتحان کے لیے جائز ہو سکتا ہے ورنہ پیر و مرشد کوئی حکم خلاف شرع نہیں دیتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ خلاف شرع عمل میں کس قدر نقصان ہوگا۔ پس طاعت و عبادت میں مستقیم رہو اور شرع میں مستقل کیونکہ صفائے باطن اور نجاتِ اخروی کے لیے ہمارے لیے شرعِ حجت ہے۔

دلی جس قدر عالمِ تحقیق میں ہوتا ہے اچھی طرح جانتا ہے یہ نور حق ہے اور اس کا قول قولِ حق ہے، لیکن وہ نبی کے تابع ہوتا ہے اور اخترا شرع کی خاطر وہ کوئی حکم از خود تبدیل نہیں کر سکتا۔ یہ دنیا جاتے ابلا ہے (امتحان) جو کچھ اس دنیا میں ظاہر کرتے ہیں یا منکشف کرتے ہیں امتحان کی خاطر کرتے ہیں۔ پس ڈرتے رہنا چاہیے!

وَالْمُخْلِصُونَ عَلَىٰ خَطَرٍ عَظِيمٍ

اور مخلص لوگ بڑے خطرے یعنی امتحان میں ہیں۔

مردانِ خدا نے جانیں مار دی ہیں اور جہاں فنا کر دیئے ہیں اور انوار و اسرارِ حق تک پہنچے ہیں! اے علی ذالک۔

آن برادرِ خوش و خرم ہو جائیں کہ انوار و اسرارِ حق کے مورد ہیں اور یہ چیز شرع، صحتِ عقل اور استقامتِ دین کے ساتھ ہے امید قوی ہے کہ شیطان لعین مخذول و مقہور (ذلیل و خوار ہے) اور طالبان اور صادقان سے دور ہے۔ اللہ کے مخلص بندوں پر شیطان کا روز نہیں چلتا؛
الاعبادك منهم المخلصون۔

سوائے تیرے ان بندوں کے جو مخلص ہیں باقی سب کو گمراہ کر دوں گا۔ (قول

شیطان فی القرآن)۔

شیطان کو اللہ نے اس قدر زندہ درگاہ کیا ہے کہ ان مقدس ہستیوں تک اس کی رسائی نہیں۔

طوعاً و طوعاً و طوعاً عزیز من! یہ سب کچھ جو نظر آ رہا ہے طوعاً و طوعاً ہے۔ اور عقل اللہ تعالیٰ کے

فرمان بردار یعنی اہل ظاہر اور عام مسلمان اپنی اپنی کوشش کر کے ایسی جگہ پر پہنچتے ہیں جو فرشتوں کے

انہم اناس يتطهرون اولئك سيرحهم الله ان الله

عزيز حكيم

یہ وہ لوگ ہیں جو پاک ہوتے ان پر اللہ جلدی رحم کرے گا بے شک وہ بڑا

مکنت والا ہے ۔

لیکن طور عشق طور دیگر ہے اور کار و بار دیگر ۔ یہ علم و عقل سے بالاتر ہے ۔ اس جگہ سوائے حق کے کچھ نہیں ۔

یہاں نہ ملک ہے نہ ملک ۔

گر کعبہ از دہوتے ندار و کشت است

بابوتے وصالش کشت کعبہ ما است

اگر کعبہ میں محبوب کی خوشبو نہیں تو وہ بت خانہ ہے اگر بت خانہ میں وصال کی

خوشبو ہے تو وہ ہمارے لیے کعبہ ہے ۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

ما شغلک عن الحق فهو طاغوتک ۔

جو چیز تجھے حق تقاضے سے باز رکھے وہ تیرا شیطان ہے ۔

پس طالبان حق طور عشق میں جان و جہاں فدا کرتے ہیں ۔ دائیں بائیں آگ لگاتے ہیں اور سب

چیزوں سے بلکہ اپنے آپ سے بھی بیزار ہو جاتے ہیں ۔ دوست کے بغیر عبادت کو عبادت نہیں سمجھتے ۔

دوست کے ساتھ جو کچھ کرتے عبادت جانتے ہیں ۔ طلب دوست میں مارے مارے پھرتے ہیں سب

سے بیگانہ ہو کر دوست کے ساتھ یگانہ ہو جاتے ہیں ۔ اہل ظاہر شور مچاتے ہیں اور ان پاکباروں کو برا بھلا

کہتے ہیں ۔ دیوانہ اور مجنون قرار دیتے ہیں نیچر مارتے ہیں ۔ جان سے مار ڈالتے ہیں یا تختہ دار پر لٹکاتے

ہیں لیکن یہ بندہ ہمت لوگ باز نہیں آتے ؛

وَلَا يَخَافُونَ يَوْمًا لَا يُرْمَى

کسی الزام لگانے والے کے الزام سے نہیں ڈرتے۔

انہیں نا اہلوں کے پتھروں سے کیا نقصان پہنچتا ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام کو بیگانوں نے دیوار کہا اور اس قدر مارتے تھے کہ ہر روز ستر بار بے ہوش ہو جاتے تھے اور پتھروں کے نیچے دب جاتے تھے۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ

پہلے لوگ وہی ہیں جو مستر بان بارگاہ ہوتے۔

طالب کو چاہئے کہ خود بین نہ بنے اور غیر بین نہ ہو۔ حق بین رہے اور خدا بین رہے۔ باقی جو کچھ چاہئے

بنے

شرف تسبیح و زنا رت یکے شد

تو خواہی خواہ شو خواہی غلامے

اے شرف! اب تیرے لیے تسبیح و زنا برابر ہیں چاہے تو خواہ بن چاہے غلام، کوئی

فرق نہیں پڑتا۔

راہِ حق راہِ توحید اور راہِ محویت ہے نہ کہ محض عبادت۔

در خلوت دل تا نبود الفتِ توحید

حق را نتواں یافت بقیامے و قعودے

جب تک خلوت خانہ دل میں توحید کی محویت نہ ہو۔ حق تعالیٰ تک خالی رتوح و سجود

سے رسائی نہیں ہو سکتی۔

معنی حدیث مَنْ اسْتَوَى يَوْمًا فَهُوَ مَغْبُونٌ یہ جو آپ نے اس حدیث پاک:

”مَنْ اسْتَوَى يَوْمًا فَهُوَ مَغْبُونٌ“ جس نے اپنے دو دن ایک ہی حالت میں

گزارے یعنی دوسرے دن حال میں ترقی نہ

ہوئی اس نے نقصان اٹھایا۔“

کے معنی دریافت کیے ہیں۔

عزیز من ! عنین یعنی نقصان راہ میں ہے زکہ درگاہ میں !

من استوی یوماہ فی السبیل والطریق والسیرا الی اللہ۔

ہم اس کو انعام دیتے ہیں جو دو دن استقامت سے رہے اللہ کے راستے میں

یعنی سیرا الی اللہ میں۔

اور جو پہنچ گیا وہ فائز المرام ہوا۔

فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا

وہ بڑے مرتبے پر فائز ہوا

لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ

فتح کے بعد ہجرت نہیں یعنی جب خدا رسیدہ ہو گیا تو پھر ترک وطن لازم نہیں

یعنی وہی اس کا وطن اور مقام ہے۔

اور یہ حدیث :

وَسَيُرَوُّ سَبَقَ الْمُفْرَدُونَ

اور حق تعالیٰ کا قول :

فَقَرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكَ نَذِيرٌ مُّبِينٌ

پس دوڑو اللہ کی طرف اور میں تمہارے لیے ڈرسانے والا ہوں۔

طالبان حق کے لیے تحریک کی خاطر ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

حَرِّصْ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ

مؤمنین کو جہاد کی تحریک یعنی ترویج دیجئے۔

لَمْ نَفْعَنْهَاً اصل کتاب میں لفظ نَفَعْنَاً ہے لیکن نَفَعْنَا معلوم ہوتا ہے۔

تاکہ کتبہ مقصود تک رسائی ہو سکے۔

وَإِنِّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ

تیری منزل مقصود تیرا رب ہے۔

کا مطلب یہی ہے۔ اگرچہ کمال و جمال میں فرق ہے لیکن تمام انبیاء اور اولیاء اپنی اپنی استعداد کے مطابق حق تعالیٰ کے ساتھ مستغرق اور یگانہ ہیں۔ نہ کہ غیب اور خسران (نقصان) میں ہیں تنبیہ اس لیے کی جاتی ہے کہ غلطی سے بچیں:

يَا حَسْرَتًا عَلَىٰ مَا فَرَّطتَ فِي جَنبِ اللَّهِ

یہ وہ اپنے حال پر شکایت کرتے ہیں۔

اور یہ جو آپ نے اپنے دوست کے متعلق لکھا ہے کہ جس چیز کو دیکھتے ہیں اسم مالک اللہ اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور شہود حاصل ہوتا ہے۔ یہ حال مبارک ہو۔ جس قدر کام کو بڑھایا جائے گا انوار و اسرار زیادہ ہوں گے۔ خدا زیادہ دے۔ خطوط لکھتے رہو تا حسب حال ہدایت جاری رہے۔

عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۲۳

بجانب میاں خواجہ پانی پتی

ان کے خط کے جواب میں اور استقامت شرع

عملاً و اعتقاداً

اے برادر! شرع میں مستقیم رہو اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری و باطنی اتباع پر جمے رہو۔
اور کوئی خلاف شرع کام اپنے لیے یا کسی دوسرے کے لیے روا نہ رکھو۔

ہر چہ در داعیہ شرع نیست

وسوسہ دیو بود بے نزاع

جو چیز شرع سے باہر ہے بلاشبہ شیطان کا وسوسہ ہے۔

اور ستر دل کہ جسے مقربانِ حق توحید مطلق کہتے ہیں کے طلب گار رہو اور نہایت جوش و خروش اور ذوق و شوق سے
اس کے لیے کوشاں رہو۔ خونِ دل نوش کرو اور جان فدا کر دو۔

کسی نے خوب کہا ہے ۔

آن لقمہ کہ در دہاں نگنجد بطلب

و آن سرکہ در و نشان نگنجد بطلب

سرایت میانِ دلِ درویش و خداوند

جبریل امین درو نگنجد بطلب

وہ لقمہ طلب کرو کہ جو منہ میں نہ سمائے اور وہ سر تلاش کرو کہ جس میں نام و نشان کی گنجائش

نہ ہو۔ درویش کے دل اور خدا تعالیٰ کے درمیان ایک راز ہے کہ جہاں تک جبریل

علیہ السلام کی رسائی نہیں وہی راز طلب کرو۔

اور سراندازی (سردے دینا)، جانبازی (جان پھیل جانا)، اور جہاں تازی (اپنی دنیا قربان کر دینا)
کے ساتھ اس راہ میں بڑھتے رہو۔

رباعی

در رہ ما بونے عدم سے زند کیست درین راہ قدم سے زند

ہر کہ درین راہ مجہد دست بر سر کونین علم سے زند

اس راستے میں عدم کی بوائی ہے کون ہے کہ اس راہ میں قدم رکھتا ہے جو شخص اس

راہ میں مجر د ہو گیا یعنی کمال کو پہنچا کو نہیں کو زیر نگین کر لیتا ہے۔

اگر یہ دولت نصیب ہو تو مبارک باد۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۴۵

بجانب شیخ عبدالرحمن

اس بیان میں کہ مرید اپنے شیخ کے دل کے ساتھ اپنے
دل کو مراقب رکھتا ہے تاکہ شیخ کے دل سے اس کے
دل میں فیض حاصل ہو کیونکہ من القلوب الی القلوب
روزیۃ (دل سے دل تک راستہ ہے)۔

حق حق حق

یہ سے بیٹے شیخ رکن الدین کے ذریعے آپ کا خط موصول ہوا۔ جو دین کے غم سے لبریز تھا۔
خط پڑھ کر خوشی ہوئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اسے برادر! دین کا غم اہل دین کے سوا کسی کو نہیں
ہوتا۔ یہ غم اور یہ ذوق و شوق مبارک ہو۔

ربانی

زرد دین ہمہ پیرانِ راہ را جگر ہاتھ نہ دلا کباب است

ہمہ پیرانِ رہ را ازین مصیبت مجاسن ہا بخونِ دل خضاب است

(دین کے غم سے تمام مشائخ کرام کے جگر جل گئے ہیں اور دل کباب ہو گئے ہیں۔

ابس مصیبت سے تمام پیرانِ راہ کی ڈاڑھیاں خونِ دل سے رنگین ہو

گئی ہیں)۔

المخلصون علیٰ خطر عظیم (مقربین بازگاہ کو بے حد خطرات لاحق ہوتے ہیں) اس کو چہ کار از بے درویش جس قدر عالم تحقیق میں پہنچتا ہے اور ولی بنتا خواہ نبی بھی ہوا غم دین اور شوق رب العلیین سے فارغ نہیں ہوتا بلکہ اضطراب و پریشان کاریاں زیادہ غلبہ ہوتا ہے۔ اس سوؤگداز میں مردان حق چاہتے ہیں کہ کاندھم اور بے نام و نشان ہوجائیں اپنے لہو تلدنی (کاش میں پیدا نہ ہوتا) کا غم لگاتے ہیں۔ اور یالیت احمی لہو تلد (کاش مجھے ماں نہ جنتی کی فریاد برپا کرتے ہیں۔

کاش کہ برگز نبودے نام من تا نبودے جنبش و آرام من
(کاش کہ نہ میرا نام ہوتا نہ نشان اور نہ مجھ سے حرکات و سکنات صادر ہوتے)
اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائمی حزن و ملال میں رہتے تھے۔ کیونکہ جس قدر ذوق و وجدان میں اضافہ ہوتا ہے بجز ذات حق کی امواج میں زیادہ طلاطم آتا ہے اور طالب کو از خود بے خود کر دیتا ہے۔ ولی اللہ کو الہام عاقبت ہر وقت درپیش ہوتا ہے قرب حق میں جس قدر بلند پرواز کرتا ہے ہیبتِ عظمت و جلال حق تعالیٰ ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ اور یہی اسکے مقام کاکال و جمال ہے۔ شرح اوراد میں لکھا ہے کہ سالک کو چاہیے کہ اپنے قلب کو قلب شیخ کے ساتھ مراقب رکھے۔ اس سے شیخ کے قلب سے مرید کے قلب پر فیضان ہوتا ہے کیونکہ ایک قلب کو دوسرے قلب کے ساتھ واسطہ ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شیخ کے دل کے ساتھ مرید کے مراقب ہونے کا مطلب کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسرارِ اہل دل کے متعلق ہم کو چشموں کو جو مقام حس اور عقل میں گرفتار ہیں کیا خبر۔ بحر حال جس قدر ہمیں معلوم ہے یہ ہے کہ دل محض ایک گوشت کا ٹکڑا نہیں ہے جانور اہل دل نہیں ہوتے۔ انکے اندر صرف گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ دل صرف انسان رکھتا ہے مومن رکھتا ہے اور عارف رکھتا ہے، ولی رکھتا ہے اور نبی رکھتا ہے۔ دل کا تقاضا ہے حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا نہ کہ عالم خاک کی طرف۔
دل متکلم ہے دل عارف ہے اور دل نور ربانی سے قالب انسانی کے اندر جب

مریدِ صادق کشف و مشاہدہ کے ذریعے مقامِ قلب تک پہنچ جاتا ہے جو عالمِ قدس یعنی عالمِ ملکوت ہے تو اس وقت اپنے دل کو دلِ شیخ کے ساتھ مراقب کرتا ہے۔ اور دلِ شیخ کے ذریعے اسے معرفتِ ربانی اور اسرارِ سبحانی حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ ایک شاگردِ استاد سے علم حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح مریدِ صادق شیخ کے دل سے علم حاصل کرتا ہے۔ یہاں دل کا سوال دل سے ہوتا ہے اور دل اخذِ فیضان کرتا ہے دل سے۔ اور دل کے ذریعے انوارِ ربانی اور اسرارِ سبحانی حاصل کرتا ہے۔ جب مرید اپنے شیخ کا تابعِ فرماں ہو جاتا ہے اور جو شیخ چاہتا ہے وہی کرتا ہے تو اس سے اسے فنا فی الشیخ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور فنا فی الشیخ کے ذریعے مقامِ فنا فی اللہ حاصل ہوتا ہے اور آیتِ مَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ (اور جو کچھ اللہ چاہتا ہے وہی تمہاری چاہت بن جاتی) کی شان جلوہ گر ہوتی ہے۔

اور یہ وہ سعادت ہے جو مرید کو اپنے شیخ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اور اسے ولی اللہ بنا دیتی ہے۔ العلماء و رثة الانبیاء (علماء و وارث ہیں انبیاء کے) اسی سعادت و نعمت کا نام ہے۔ اے برادرِ یہ امر واقع ہے کہ جو شخص اپنے دل کو جس چیز پر لگاتا ہے اسکو حاصل کرتا ہے اگر دنیا کی طرف، دل کو لگاتا ہے تو دنیا حاصل ہوتی ہے۔ اگر عقبیٰ کی طرف دل لگاتا ہے تو عقبیٰ (آخرت) حاصل ہوتی ہے اگر مولیٰ کے ساتھ دل لگاتا ہے تو مولیٰ حاصل ہوتا ہے۔ **فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ** (میری یعنی نبی کی اطاعت کرو اللہ کے محبوب بن جاؤ گے) کے اندر یہی راز ہے مرید اپنے شیخ کے ساتھ کمالِ ارادت مندی سے اسقدر حاضر اور مراقب

۱ (عام طور پر اس آیت کے معنی یہ لیے جلتے ہیں کہ تم نہیں چاہ سکتے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے لیکن ذرا غور سے دیکھا جائے تو اس کے معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ جو کچھ تم چاہتے ہو اللہ وہی کرتا ہے) جیسا کہ حدیثِ قدسی **بِي يَبْصُرُ وَ بِي يَسْمَعُ** میں ہے کہ میرا بندہ مجھ سے جو چاہتا ہے دیتا ہوں۔

۲ یعنی دل کو اتباعِ رسول میں لگانے سے اللہ ملتا ہے۔

ہر جا آہے کہ حضرت را اور غیوب بیگ، وقت موجود ہوتے ہیں اور پردہ درمیان سے اٹھ
 جائے۔ چنانچہ اگر رید ہزار کوسس بھی شیخ سے دور ہو گوشیخ کے سامنے ہوتا ہے۔
 اور وہ آراب بجالانا۔ جیسے سامنے بیٹھا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک
 یہ دولت حاصل کر کے بادشاہ بنا ہے۔ اور کون یہ بلندی حاصل کر کے ماہ
 بنتا ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ خط کا جواب نہیں دیا۔ بھائی اس فقیر کو
 جواب دینے سے معذرت رکھیں کیونکہ گم ہو چکا ہے اور خراب ہو چکا ہے۔ لکھے تو دیا
 لکھے۔ بینا، بھگن اور ہو گئی ہے۔ اس کے باوجود جب کوئی شخص کاغذ اور
 دولت لاتا ہے تو یہ فقیر لکھواتا ہے اور وہ لکھتا ہے۔ اور یہ چیز مواہب ربانی اور
 واردات سبحانی ہے جو عالم غیب سے مردان حق کو ملتی ہے جو کچھ ملے مبارک ہو،
 خوش ہو کر لو۔ جوش و خروش سے رہو خون دل پٹے جاؤ۔ جان مارتے رہو
 اور عالم حقیقت کی طرف جو یا، و پویاں رہو۔ جب عالم حقیقت مل جاتا ہے تو
 ولی ولی بن جاتا ہے اور نبی نبی ہوتا ہے۔ وما بہ الامتیاز بیننا و بین اللہ
 و عبدہ (اور دونوں کے باہم جو ترقی ہے وہ ایک راز ہے اللہ اور بندہ کے درمیان)
 اور ولی جس قدر عالم حقیقت میں ترقی کرتا ہے ولی رہتا ہے نبی نہیں بن سکتا۔
 اور نبی کی متابعت سے ذرہ بھر تجاوز نہیں کرتا۔ چنانچہ مقصود کلی یہاں توحید
 مطلق ہے خواہ نبی ہو یا ولی، یہ ہے سب حق اور سب مقربان حق اور مطلوب، و مقصود
 ہے۔ وهو الحق ذو القوۃ المتین۔ اور اسی توحید کی طرف ہر شخص کا منہ ہے نہ کہ
 پشت۔ اور سب حق ہی حق ہے غیر کا وجود نہیں۔ اور آیت و جوءہ یومئذ
 فاضیۃ الی ربہا انا ظنہ (اس دن چہرے خوش و خرم ہونگے اپنے رب کو دیکھ کر)
 اسے راز کی خبر دینی ہے۔ بیت :-

ہر چہ بینی ذات پاک حق بہ بین ایس چہیں دیدن ترانی کو بود
 (جو کچھ تو دیکھے اس میں ذات حق دیکھ خدا کرے یہ دید تجھے نصیب ہو) اور وہ

توحید جو عام مومنین جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان بالحبیب لے آتے ہیں اور عذاب و ثواب آخرت میں مقید رہتے ہیں یہ توحید مقید کہلاتی ہے۔ اس توحید کو توحید مطاقہ کا زینہ کہتے ہیں۔ اس توحید کے بغیر وہ توحید حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ لا توحید بدون الایمان (ایمان بلا اللہ کے بغیر توحید مطلقہ حاصل نہیں ہوتی) اس راستے پر جو چلتا ہے ایمان کے ذریعے چلتا ہے اور اس خونخوار صحرا کو جو شمشیر صاف کرتا ہے ایمان کی روشنی میں صاف کرتا ہے اور اس دولت کو جو اصل کرتا ہے ایمان کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ بیت :-

ہرگز از راہ محمد رہ نیافت، تا ابد گردے ازیں درگاہ نیافت
 (جس شخص نے راہ شریعت محمدی اختیار نہ کیا وہ ابد تک درگاہ رب العالمین کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتا) ایسے باوجود طوطی عشق ان تمام طریقوں سے علیحدہ ہے۔
 وَلِلَّهِ الْكَوْبُرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اور آسمانوں اور زمین میں وہی سر بلند ہے) وہو العزیز الحکیم (اور وہی زبردست حکیم ہے) بیت :-
 مجنون عشق را دیگر امروز حال است کہ اسلام دین لیلے دیگر ضلالت است
 (مجنون عشق کا آج حال دیگر گوں ہے کیونکہ دین لیلے میں اسلام اور گمراہی ہے)
 یہ خراب حال لکھے تو کیا لکھے جسے معلوم نہیں کہ کہاں ہے اور کیا کہہ رہا ہے۔ بیت :-
 رسیدم من بہ دریا ئے کہ موجش آدمی خوار است
 نہ کشتی اندر آن دریا نہ ملائے عجب کار است
 (میں ایسے دریا پر پہنچے کہ جس کی موجیں آدم خور ہیں جس میں نہ کشتی ہے نہ ملاح
 عجیب بات ہے) بگزر تا بگزریم (اگے سے ہٹو تاکہ ہم جا سکیں)
 وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ
 عاقبت محمد مبارک



مکتوب ۱۳۶

بجانب شیخ عبد الرحمن -
ایک خط کے جواب میں ایک عرض کے ضمن میں
اور مردانِ خدا کے بارے میں

حق حق حق

بعد حمد و صلوة و دعائے مزید حیات و ترقی درجات برادرِ شیخ الاسلام
عبد الرحمن ادام حیاتہ و عرفانہ باللہ، از فقیر حقیر عبد القدوس اسمعیل الحنفی
مطالعہ فرماویں۔ آپ کا خط ملا جس میں مرض کے ذکر کے علاوہ "منورٹی شیخ" اپنے
متعلق حال اور توبہ و انابت، درج تھا۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو عمر دراز اور صحت عطا
فرماویں۔ اور مشائخ عظام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل شفاء کلی بخشیں تاکہ
آپ کے مریدین صادق و اہل سعادت تادیر آپ کی خدمت میں رہ کر سلامتی سے زندگی
بسر کریں۔ الشیطان مع الواحد و من الاثنین بعید (شیطان کیلے آدمی
کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے دور ہوتا ہے) کا مطلب یہی ہے۔ خوفِ انبوت
اور دین کا درد سوائے اہل سعادت کے کسی کو نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایمان کی شرط یہی ہے۔
الا یسان بین الخوف والوجا۔ مردانِ حق کو خوفِ خدا اس قدر لاحق ہوتا ہے کہ وہ
سمجھتے ہیں کہ تمام وعیدان کے حوزیوں، آئی پیو، ایٹے وہ ہر وقت خوفِ زودہ ہو کر گناہوں
سے اجتناب کرتے ہیں اور ہمیشہ توبہ و استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مقام
رجا یعنی امید میں اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ گویا جنت میں پہنچ چکے ہیں اور ہمیشہ
اس میں رہیں گے۔ اور جہاننگ ان کے اپنے معاملات کا تعلق ہے وہ انوار و اسرار
عاشیہ کتاب متن فارسی، دو سے مراد شیخ اور مرید ہے۔

ابنی کے میدان میں ہر لحظہ ہل من مزید (اور لاؤ اور لاؤ) کے نعرے لگاتے رہتے ہیں۔ ہر وقت ذاتِ حق میں مستغرق رہتے ہیں۔ یہ ہیں اہل سعادت اور اہل ایمان اور اہل اسلام اور اہل ایمان (یقین والوں) کی علامات۔ اور ان ہی مراتب میں وہ پاکی اور طاعت کی زندگی بسر کر کے آسمان پہنچ جاتے ہیں اور ملائکہ کے ہمسرین جاتے ہیں۔ آئیٹھ انھما اناس یتطہرون اور ان الا براس لفی نعیم انکے حق میں صادق آتی ہے۔ ان کلمات کی وجہ سے جو اہل دین اور اہل یقین کو حاصل ہوتے ہیں مردانِ خدا حق تعالیٰ کی ذات میں اس قدر مستغرق ہوتے ہیں کہ فرشتے انکی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اور غیر حق کا خیال تک انکو نہیں آتا۔ روایت ہے کہ ایک روز حضرت شیخ مشاد علیہ رحمہ بیمار ہوئے تو ایک بزرگ نے آکر پوچھا کہ کیف وجدت المرضی (آپ نے مرض کو کیسے پایا یعنی محسوس کیا) انہوں نے فرمایا بلکہ یہ سوال کرو کہ لمرض کیف وجدنی (کہ مرض نے مجھے کیسے پایا) یعنی اس بزرگ نے پوچھا کہ آیا آپ مرض میں مشغول ہیں یا مرض آپکو مشغول کیے ہوئے ہے۔ لیکن حضرت شیخ مشاد نے فرمایا کہ مرض ہے پوچھو کہ اسنے مجھے کیسے پایا۔ مطلب یہ کہ مرض عالم کون و مکاں کی چیز ہے اور میں کون و مکاں سے بالاتر حق تعالیٰ میں اس قدر مشغول ہوں کہ غیر کی خبر نہیں۔ سبحان اللہ! مردانِ حق ذاتِ حق میں اس قدر غرق ہیں کہ غیر کی خبر نہیں۔ مرد کو چاہیے کہ حق تعالیٰ میں اس قدر مستغرق ہو جائے کہ خواہ رنج پہنچے یا راحت اسکی خبر نہ رہے۔ المؤمن مع اللہ ثابت (مومن اللہ کے ساتھ ثابت قدم رہتا ہے) الحمد للہ علی ذالک۔ اس فقیر کو ہمیشہ اپنے ساتھ سمجھو حضرت قطب عالم (شیخ احمد عبدالحق) کا توشہ پا کر فقراء میں تقسیم کرنا چاہیے۔ مزید حیات و ترقی درجات باد۔ والسلام۔



مکتوب ۱۳

بجانب شیخ جلال تھانیسری

در تاسف حال

حق حق حق

بعد حمد و تہلیل و دعا و عزیمت و نیت و اصرار و کوشش

یو، اب سے کہے

ہمہ شب بزم شکر و حمد و ثناء و تہلیل و نیت و اصرار و کوشش
(ساری رات روتے اور گرتے لیکن بار بار اٹھ کر دوبارہ کوشش کرتے اور
کا اذآب ہی طلوع نہ ہوا تو جب اسے کیا گیا عمر کے ۶۰ سال گزر چکے لیکن ویرانی
کی کوئی خبر نہ ملی۔ بیسبب تہلیل و نیت و اصرار و کوشش۔)

ہر چیز جو بود ویریم در طلب کوشش چہ سوداگر نکند بخت یاوری
(جنہ رطلانت تھی ہم طلب دوست میں دوڑنے کوشش سے کیا فائدہ
جب قسمت ہی یاوری نہ دے ہم یہ سیاہ روئے اس انتظار میں ہے کہ دوست
کی جانب سے کیا خبر آتی ہے۔ اِنِّی اَبْجَلُ نَفْسِی الرَّحْمٰنِ مِمَّا جَانِبَ الْیَمِیْنِ
(مجھے دائیں جانب سے اللہ اسرار رحمت کی خوش بوائی سے بہرہ ور کیا ہے۔)
اپنے حالات سے مطلع کریں تاکہ انتظار نہ رہے اور آپ کی ہونے والی خبریں
میں سے مطلع کریں تاکہ انتظار نہ رہے اور آپ کی ہونے والی خبریں

والسلام



مکتوب ۱۲۸

بجانب شیخ عبد الرحمن
حدیث - من قال لاله الا الله دخل الجنة کے
متعلق دیگر امور -

حق حق حق

بجہ حمد و صلوات و دعائے عرفان شیخ الاسلام برادر شیخ عبدالرحمن
طال عمرہ و زاد عرفانہ باللہ از فقیر حقیر عبد القدوس اسماعیل الحنفی - آپ کا خط ملا
دار کو بہت فرحت ہوئی۔ سچ ہے کہ غم دین سردان دین، کولا جتہ - چہ چید -
کسی نے کہا ہے -

رباعی

زیر دین ہمہ پیران رہ را
ہمہ پیران رہ را ازین مصیبت
مخاسنہ بخون دل خضر باست
جگر با تشنہ و دربارہ باک باست
(دین کے غم میں تمام مشائخ کے ہاں بخون دار سے رنگا میں ہیں اور تہام کے جگر
خشک اور دل جل کر کباب ہو گئے ہیں -)

کیا وہ کلمہ جو زبان سے کہا جائے اور دل حاضر نہ ہو فائدہ مند

ہوتا ہے

آپ نے پوچھا ہے کہ آیا وہ کلمہ طیبہ جو زبان سے کہا جائے اور دل حاضر نہ ہو فائدہ
مند ہوتا ہے یا نہیں - اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث من قال لا
اله الا الله دخل الجنة (جس نے کہا لا اله الا الله داخل ہوا جنت میں
سے یہی مفہوم نکلتا ہے کہ فائدہ مند ہے اور تمام کلمہ پڑھنے والے ابراہیم ہشت

ہونگے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ علامات موت کے ظہور کے وقت جبکہ تمام قرآنے
 جسمانی ساقط ہو جائیں گے اور بولنے کی طاقت نہ ہوگی اور اس وقت جبکہ
 کلمہ کے معنی سمجھ میں نہ آتے ہونگے تو ہم اہل جنت ہونگے یا نہیں۔ جب ستر
 گنگ ہوگا یعنی کلمہ لسانی کی تصدیق دل سے نہ ہوگی تو خطرے کا مقام ہے بلکہ
 آیۃ صَوَّبَكُمْ عَمَّا فَكَمُمَا لَا يَرْجُونَ کی زد میں آتے ہیں۔ یاد رہے کہ انبیاء
 علیہم السلام حق تعالیٰ کی طرف سے احکام لاتے تھے اور خلق تک پہنچاتے تھے تاکہ
 جو ان پر ثابت قدم اور اطاعت کرے یعنی اعتقاد کے لحاظ سے بھی اور عمل کے
 لحاظ سے بھی وہ فلاح پائے۔ اور جو کوئی جنت میں جاتا ہے اور سعادت حاصل
 کرتا ہے وہ بھی افعال ظاہری کے لحاظ سے جنت میں جاتا ہے۔ یعنی جن افعال پر
 اسکو دنیا میں قدرت تھی۔ اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ یہاں
 کلمہ کے معنی سمجھ میں آنے یا نہ آنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ فقط ظاہر کا اعتبار کیا
 جاتا ہے۔ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (جو عمل کرتے ہیں اسکی جزا پاتے ہیں)
 قطعی حکم ہے۔ پس اپنے کام میں لگے رہو اور ظاہر شرع پر عمل کرتے رہو وہ ارحم
 الراحمین ہے اپنا کام خود کر لیا۔ اور اپنے بندہ مطیع کو جنت سے سرفراز کرے گا۔
 اور راحت، ابدی عطا کرے گا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص سو سال تک کفر میں رہے
 اگر اسکے حق میں ازل سے سعادت ابدی لکھی جا چکی ہے تو موت سے پہلے وہی
 نور اس کے سینے میں روشن ہوگا اور اسکی زبان اور اسکے دل سے جیسا کظاہری
 شریعت کا تقاضا ہے وہی نور ضرور ظاہر ہو جائیگا حتیٰ کہ نور اسلام منور اور
 مشرف ہو کر جنت میں جائیگا اور سعید ابدی ہوگا۔ تمام مسلمان اسی امید اور
 اسی خوشخبری سے زندہ ہیں اور اپنے کاموں میں حق تعالیٰ کے مخلص اور صادق ہیں
 وَهَذَا هُوَ الْحُكْمُ بظاہر للکل فاستقم كما امرت (اور یہی ہر شخص
 کے لئے حکم ظاہر ہے پس جیسے حکم ملا ہے اس پر ستمتی سے پابند ہو جاؤ) اسی پر
 ہمارا سہارا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعصمکم وَاللّٰهُ المستعان (اللہ تعالیٰ تیری

حفاظت کرے گا اور تیری مدد کرے گا۔) اور اگر معاذ اللہ اس وقت (موت کے وقت) انکار سرزد ہو گیا اور خاتمہ بُرا ہوا تو اگرچہ زاہد صد سالہ تھا جہنم میں جاٹھیکا اور اور شقی ابدی ہوگا۔ روایت ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم سے لوگوں نے یہ مسئلہ دین دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ جب ہمیں معلوم نہیں کہ خاتمہ کس طرح ہوگا اور قسمت میں شے اوت لکھی ہے یا سعادت اور حکم ازلی میں جنت لکھا ہے یا جہنم اس غم میں اس قدر مستغرق ہوں کہ باقی کوئی مسئلہ ہی نہیں رہا۔ یہ ان حضرات کا حال ہے جو اکابرین دین ہیں ہم بدکاروں کا کیا حال ہوگا۔ پس چاہیے کہ ہم اپنے دین کا غم کھائیں اور ہر وقت توبہ و استغفار سے کام رہنا چاہیے۔ عزیز من، مردانِ خدا تعالیٰ مرتبہ اقرار بلسان اور تصدیق بالقلب سے جو حکم ظاہر ہے ترقی کو کے ستر حقیقت تک پہنچ گئے ہیں اور عاقبت بخیر کے ذریعے مقامِ ولایت پر پہنچ گئے ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اپنی کتاب عوارف المعارف میں فرماتے ہیں کہ :-

عاد اولہ اُخروا آخرہ اولہ انحرقت الدنيا الى الاخرة ^{والاخرة} الى الدنيا

یعنی جب ستر حقیقت کو پہنچا حجاب دنیا و آخرت نہ رہا۔ دنیا آخرت بن گئی اور آخرت دنیا۔ مقام ستر حقیقت وہ مقام ہے کہ اس مقام کے سالک کے لیے دنیا و آخرت برابر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء محصوم اور اولیاء محفوظ ہیں۔ اور ستر حقیقت کی طرف جس قدر ترقی ہوتی ہے عاقبت حال کا پتہ لگ جاتا ہے۔ تاہم انبیاء علیہم السلام خوفِ جلال اور اولیاء کرام خوفِ جزا میں مبتلا رہتے ہیں اور اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتے۔ ہذا یہ قول یعنی المخلصون، علی خطر عظیم (مقربین کو عظیم خطرات لاحق ہوتے ہیں) بے حد کرشکن ہے۔ فلا یا من من مکر اللہ الا القوہ الخاسرون (اور اللہ تعالیٰ کے مکر (حکم) سے کوئی اپنے آپ کو مطمئن نہیں پاتا سوائے جاہلوں کے) یہ وعید جو انہروں کے لیے بھی

حاشیہ کتاب: حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اگر حجاب دور ہو اور حق تعالیٰ میرے سامنے ہو میرے یقین میں اضافہ ہوگا۔

خونِ نریبے - بیت :-

خونِ صدیقان ازین حسرت برنیت آسماں برفرق ایساں خاک برنیت
 (اس حسرتِ رعم) میں صدیقین کا دل خون ہو گیا اور آسمان نے اُن کے سر پر
 خاک ڈالی، اور یہ بھی حکم ظاہر ہے جو عابدوں اور زاہدوں کے لئے ہے جنکا تعلق
 کون و مکان (ظاہری ناسوتی دنیا) سے ہے۔ اسکے بعد شغلِ حق میں مردانِ خدا
 گامزن ہوتے ہیں جو سرِ حق سے حق تک پہنچ جاتے ہیں اور کون و مکان کو پیچھے چھوڑ
 جاتے ہیں۔ اور اضافاتِ عالم میں سے کسی اضافت میں سوائے حق تعالیٰ کو نہیں پاتے
 اور وجودِ حقیقی یعنی وجودِ حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی
 حساب و کتاب نہیں ہوتا۔ قیامت اُٹے یا چلی جائے اس سے انکو نہ کوئی خبر ہوتی
 ہے نہ سروکار۔ اور اگر جنت کے سوا کہیں چین نہیں آتا۔ آیہ لا یجزئہم انفع
 الا کبر (قیامت کی شدت سے انکو کوئی تکلیف نہ ہوگی)۔ اسی راز کے متعلق ہے
 نیز ففروع من فی السموات والارض الا من شاء اللہ اسی حقیقت کو ظاہر
 کرتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے غزل :-

خوش راد کوٹے مستان بردہ ام در میان بے خوداں جائے کردہ ام
 دامن از کون و مکان و پیچیدہ ام دست از جان و جہاں افشردہ ام
 پائے بر تر از مکان پنہاں ام سر ز کوٹے ملا مکان بر کردہ ام
 در قیامت ہم نگر دم ہوشیار زانکہ مے از دست جانان خوردہ ام
 بیٹھات بیٹھات! ہم کہاں جا پڑے ہیں مردانِ خدا کے رموز بیان میں نہیں آتے
 مردوں کے رموز مرد ہی جانتے ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے :-

چون دیدہ سلیمان را جبہ دانی زبانِ مرغسان را
 (جب تو نے سلیمان کو نہیں دیکھا تو پرندوں کی زبان کیسے سمجھ سکتا ہے)
 روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ایک عورت تھی
 جسکو حق تعالیٰ کا قرب و معرفت حاصل تھا۔ اسکو طوفان کے آنے کا علم پہلے سے

ہو گیا تھا۔ طوفان آیا اور چلا گیا لیکن اسکو کچھ خبر نہ ہوئی۔ دراصل وہ شہنشاہِ حق میں
استقدر غرق تھی کہ اسے غیر حق کی کچھ خبر نہ ہوئی۔ نہ سے کمال و نہ سے جلال۔ اسے یہ یاد
اس کو چھے ہیں اور اس درگاہ میں قدر و ہمت، فخری چیز سے جو شہنشاہِ حق جتنی ہمت
رکھتا ہے وہ، کچھ حاصل کرے گا۔ **قِيَمَةُ الْمَرْءِ بِمَنْزِلَتِهِ** (ہر شخص کو اس کی
اصل کی ہمت کے مطابق ہے)۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: **مَنْ جَاهَدْنَا**

ہر کہ صاحبِ ہمت اندر دشمن، ہر جو خورِ شہید از بلندای ارشد

(جو بلند ہمت واقع ہو جو انرا ہوا اور آفتاب کی طرح بلند می پرچم) اس کی توجیہ
کہ جب تو ہی نہیں رہے گا تو سب پریشانی مٹ جائیگی۔ تو حق کے ساتھ چل
ہو اور غیر حق کو فراء دشمن کر دے فائز حق ہو جائیگا ہے

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن، ہر چہ جز دین از دہار کن

(ما سوا می اللہ کو ترک کر اور مٹا دے جو کچھ دین کے سوا ہے اس سے ہاتھ دھو
روایت ہے کہ رابعہ بصریؒ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر

زیارت ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے رابعہ کیا توجیہ سے

محبت کرتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ وہ کون ہے جو آپ سے محبت

نہیں کرتا۔ لیکن حق تعالیٰ کی محبت نے میرے دل میں اس قدر گھر کر لیا ہے کہ کہہ ہر

کی محبت یاد نہیں آتی۔ ایسے بزرگانِ فراتے ہیں کہ اگر جبرائیلؑ بھی، درویشی

کے خیال میں یا سامنے آجائے تو وہ درویشی اسکی جانب کوئی توہر نہیں کر لیا

مجنون مرفوع القلم تھا (یعنی بے ہوش، ہونے کی وجہ سے اس سے باز پرس نہ

سارا جگر عقل کا ہے تو عقل سے گزر جاگام کا آدمی ہوں جاہلیہ بھلا بشرطیکہ حق تعالیٰ

سے تعلق قائم رکھے۔ **بیت:۔**

روح عقل جزیبہ در پیچ نیست، ہر چہ غیبیہ است سوا انست

(عقل کا راستہ بہت ٹیڑھا ہے پس جسقدر دین کا علم کم لیا ہے تر ہو گا) ہر

کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں مطلب حق اور عشق متولایں جان اللہ

دل فوش کر۔ تاکہ غیر کا وجود نہ رہے اور حق تعالیٰ کے سوا تو کسی غیر کے ساتھ منہمک نہ ہو اور نہ غیر اللہ تیرے لیے باقی رہ جائے۔ بیت :-

عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ بے دلاں را عشق تشریف آمدہ
(اصحاب عقل کے لیے شریعت کی پابندی ہے اور اصحاب دل کے لیے عشق تشریف لایا ہے) تو دل کو حق تعالیٰ کے ساتھ وابستہ کر لے اور بجز فتا میں غوطہ لگا۔ بیت :-

در بجز فنا چوں غوطہ خوردند جز حق ہمہ را وداع کردند
(جب درویش بجز فنا میں غوطہ لگاتے ہیں تو حق کے سوا ہر چیز کو الوداع کہتے ہیں) شیخ عطارؒ نے خوب کہا ہے

کفر کافر را و دین دینار را ذرۂ دردت دل عطار را
(کفر کافر کے لیے اور دین دیندار کیلئے بہتر ہے میرے لیے تیرے درد کا فقط ایک قطرہ کافی ہے) عاقبت محمود باد

مکتوب ۱۳۹

بجانب شیخ عبدالرحمن دام عرفانہ
ذوق و شوق کے بیان میں

حق حق حق

بعد حمد و صلوات شیخ الاسلام برادر شیخ عبدالرحمن دام عرفانہ فی الذوق
والشوق از فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل المنفی۔ جانتا چاہیے کہ جو شوق سبحانی
و ذوق ربانی جو بوقت سماع عارفین اور عاشقین کو حاصل ہوتا ہے اسکی بہت
قدر کرنی چاہیے اور سعادت ابدی سمجھنا چاہیے۔ عارفین کی مجالس سماع کی
غرض و غایت یہی دولت اور یہی سعادت ہے جسے یہ دولت نصیب ہے
اسے مبارک ہو۔ آپ کا خط ملا۔ بے حد فرحت نصیب ہوئی۔ آپ نے لکھا

ہے کہ ایک دن سرد سننے سے اسقدر اضطراب پیدا ہوا کہ جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور گریہ تک نوبت پہنچ گئی۔ دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر روکنے کی کوشش کی لیکن تھوڑی دیر کے بعد حال کا اسقدر غلبہ ہوا کہ نعرہ لگا کر کھڑا ہو گیا اور دائیں بائیں دوڑتا رہا۔ اور دونوں ہاتھوں سے سر کو اسقدر پٹیا کہ بے خودی اور محویت طاری ہو گئی اور اس قدر لذت محسوس ہوئی کہ قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ سبحان اللہ! کابلین کو سماع میں کیا سرار و انوار ملتے ہونگے۔ جاننا چاہیے کہ سماع میں ذوق و شوق حاصل ہونا مردانِ خدا کا مطلوب و مقصود ہے۔ جب یہ ذوق و شوق حاصل ہو تو طالب کو چاہیے کہ اس سے فائدہ اٹھائے اور وجد و حرکت میں آجائے تاکہ ذوق و شوق میں اضافہ ہو۔ اگر کوشش کر کے اپنے آپ کو اس ذوق و شوق سے باز رکھے گا تو حق تعالیٰ کے ذوق و شوق سے اپنے آپ کو محروم کر لگا۔ اس وقت اس حالت کو بند کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ حرمانِ عظیم (بڑی بد نصیبی) ہے۔ طالبانِ حق ساہا خونِ دل پیتے ہیں تب یہ دولت نصیب ہوتی ہے اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے۔ تاکہ یہ حال اسکو مکان سے لامکان کی طرف لے جائے۔ اور یہ جو مقولہ ہے کہ الصوفی ابن الوقت (صوفی ابن الوقت ہوتا ہے) اس کا مطلب یہی ہے کہ وقت یعنی حال سے فائدہ اٹھائے اور مطلوب حقیقی تک رسائی حاصل کرے۔ حدیث **لِي مَعَ اللَّهِ وَقْتُ** (مجھے حق تعالیٰ کے ساتھ وہ وقت یعنی مقام حاصل ہے) سے یہی مراد ہے۔ سبحان اللہ! اس ذوق و شوق ربانی سے کونسی دولت زیادہ افضل ہے کہ اس سے اپنے آپکو محروم کیا جائے۔ اور اپنے ہاتھ سے اسے روکا جائے۔ مجالسِ سماع اور عاشقوں کے اجتماع کا مقصد یہی دولت اور یہی نعمت ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں ذوق و شوق پیدا ہو۔ لیکن طالب کو چاہیے کہ مخلص اور صادق ہو اور تکلف یا تصنع (بناوٹ) سے کام نہ لے۔ جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شعر سنا تو ذوق ربانی اور شوق سبحانی سے تو آپ پر

حال طاری ہو گیا اور چار سو اصحاب کے ساتھ اس قدر وجد کیا کہ چادر آپ کے دوش مبارک سے زمین پر گر پڑی اور عشق کی بنیاد قائم ہو گئی۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا:۔
لیس بکریو من لو بہتربذا، کو الحیب (وہ کریم ہی نہیں جو حیب کا ذکر آئے وجد کرے) یہ قصہ دنیا میں مشہور ہوا اور عاشقانِ الہی کے لئے شردہ جانفزا ہوا۔ وہ شعر یہ تھا:۔

لقد شففت حبة الهوالبی فدا طبیب لها ولاراقی
الاحیب الذی قد شففت به فان عندہ رقتی وتوراقی

کیا ہی دولت ہے اور کیا ہی سعادت ہے کہ شوقِ ربانی اور ذوقِ سبحانی سماع کے وقت طاری ہوتا ہے۔ اور خدا کے دوست کو وجد میں لاتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے

زبانی

در کوئے تو گر پائے ہم عیب مفرمانی عشاق تو مستند سر از پائے نہ دانند
سرمایہ شادی جہاں مستی عشقت آہنا کہ ازیں مے نہ چشیدند نداشتند
اگر تیرے کوچہ میں قدم رکھوا، تو اے دوست برانہ منانا کیونکہ تیرے عاشق اس قدر
مست ہیں کہ سر اور پاؤں کی خبر نہیں سارے جہاں کی خوشی اور شادمانی کا سرمایہ تیرے
عشق کی مستی ہے جس نے اس شراب کو چکھا ہی نہیں وہ کیا جانیں) اس طرح جو
مستی و بے خودی سماع میں ہے وہ بھی مردانِ خدا کا حصہ ہے۔ مبارک باد
اور یہ جو کہا گیا ہے کہ وَاللّٰهُ عَالِمٌ عَلٰی اَمْرِہِ (اللہ تعالیٰ ہر کام میں غالب ہے)
کا جلوہ جا بجا ہے فَلِلّٰہِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ (اللہ تعالیٰ کیلئے حجتِ عظیم ہے) کا دور دورہ

ع۔ رسالہ شمائل الاتقیاء (مجموعہ ملفوظات حضرت شیخ برہان الدین غریب خلیفہ حضرت
خواجہ نظام الدین اولیاء مدینہ، آیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں درج ہے۔ واللہ
اعلم بالصواب

اے برادر! مشغول کار ہو جا، مشتاق یار ہو جا، اسکے شوق میں زار دزار ہو جا، اس کے ذوق میں نزار ہو جا، اور صاحبِ اسرار ہو جا۔ اس کو چھ کے جانب زاور متلاشیانِ اسرار جب جوش میں آتے ہیں تو محو و بے خود ہو کر رقص کرنے لگتے ہیں اور ذوقِ سبحانی اور شوقِ ربانی میں مست ہو کر مقصود و وجہاں اور مطلوبِ جاں سے ہلکنار ہوتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں کہ ہمیشہ اسی حالت میں رہ جائیں اور محبوب پر جان قربان کر دیں۔ ہمارے خواجہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہ نے اسی طرح جان قربان کر دی اور اس جہاں سے چلے گئے۔

سبحان اللہ! کیسے مردانِ خدا ہیں کہ اپنی جان ذوقِ ربانی اور شوقِ سبحانی میں قربان کر دیتے ہیں۔ اس بیچارہ کا مشرب اور اس بیچارہ کے احباب کا مشرب یہی ہے اس کے باوجود وہ سب کے سب ابو الوقت بھی ہیں۔ اور احترامِ شریعت میں ثابت قدم ہیں، نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور حجبہ کی غاڑ ترک نہیں کرتے کیونکہ انکو جو کچھ ملا ہے اتباعِ شرع سے ملا ہے اور جو دولت رکھتے ہیں اقامتِ شرع کی وجہ سے رکھتے ہیں۔ اور غفلت و کاہلی کو نزدیک نہیں آنے دیتے تاکہ شیطان دخل نہ دے سکے۔ بعض مبتدیوں کو یہ مشکل پیش آئی۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اور ان سے صوم و صلوٰۃ کی پابندی چھوٹ گئی۔ اور ذوقِ ربانی اور شوقِ سبحانی میں مست رہے لیکن یہ ترکِ صوم و صلوٰۃ ناجائز ہے کیونکہ یہ ہوائے نفس کا نتیجہ ہے نہ کہ ذوقِ سبحانی و شوقِ ربانی کا جو مطلوبِ جان و ایمان ہے۔ ہوا و ہوس سے دور رہنا چاہیے کہ یہ باعثِ حرمان و خسران ہے۔

اے برادر! مشائخِ عظام اپنے مریدانِ صادق کا ماتمہ پکڑ کر محفلِ سماع میں لے جاتے ہیں۔ اور سماع سننے اور وجد کرنے کی اجازت دیتے ہیں کیونکہ مرید کیلئے مناسب نہیں کہ بلا اجازت وجد کرے۔ جن حضرات نے سماع سنا ہے اور وجد

حضرت خواجہ قطب الدین نے اس شعر پر جان دے دی ہے

کشتگانِ خنجرِ سلیم را
ہر زمان از غیب جان ویکر است
اس شعر پر آپ چار دن رات رقص کرتے رہے آخر جان دے دی۔

کیا ہے اپنے مشائخ کی اجازت سے کیا ہے بلکہ مریدان و عاشقانِ واثق سماع کے دوران
جمالِ شیخ و حضورِ مٹی شیخ میں غرق ہوتے ہیں اور وجد کرتے ہیں۔ اور اشعار کو جمالِ شیخ
پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ مجنوں اور عشقِ لیلیٰ۔ کسی نے خوب کہا ہے
مجنوں عشق را دگر امر و در حالت است کہ اسلام دینِ لیلیٰ دگر قبولت است
(مجنوں عشق کی آج یہ حالت ہے کہ اس کا دینِ لیلیٰ ہے باقی سب گمراہی ہے)
جب حضرت شیخ عیسیٰؑ اس شعر کو سنتے تھے تو وجد میں آجاتے تھے
یارب آن شیخ کجا شد کہ بشہما دراز نفسے از دلہا منور مے شد
(یارب وہ شیخ کہاں ہیں کہ طویل راتوں میں سانس لیتے اور دل منور ہو جاتے)
حضرت خواجہ نظام الدین قدس سرہ اپنے شیخ قطب عالم حضرت شیخ فرید الدین کے
جمال کا شاہدہ کرتے ہی ذوق و وجد میں آجاتے تھے اور عرش و فرش سے گزر جاتے
تھے

بگزارم این کون و مکان بگزارم این جان بھماں جاشیکہ ہست آن بے نشان پرندہ ام آن جاؤم
(یہ کون و مکان اور یہ جان و جہاں چھوڑ دوں گا اور جس جگہ اس بے نشان کا ٹھکانہ ہے پرندہ
بن کر پہنچ جاؤں گا)

اے دوست! اگر ہوش ہے تو بات گوش ہوش سے سنے بغیر کو کیا کریگا
غیر کے ساتھ تمہارا کیا کام خلا بین بنو غیر کو مت دیکھو اس کے جو کچھ چاہو بنو
شرف زنار و تسبیح پکے شد تو خواہی خواجہ شو خواہی غلام
(اے شرف تیرے لیے اب زنار اور تسبیح ایک بن گئی۔ اب چاہے خواجہ بنو چاہے غلام)
لیکن صدام نہیں رنا کس لوگوں کی کیا سمجھ ہے یا گفتار ہے کیا رفتار ہے۔ مجھ تو
ان کی گفتار اور رفتار نے تنگ کر دیا ہے

بروم بر سر کوٹے تو جاں دہم	این حبیلہ و چارہ رہا کنم
بریم بر سر کوٹے تو جاں دہم	ابروٹے تو قبلہ من بود
من گم شدم و سجدہ کجا کنم	بر سر کوٹے تو جاں دہم

نوٹ - ان اشعار کے معنی کئی بار پہلے ہو چکے ہیں -
 کسی نے کچھ حاصل کیا کسی نے کچھ حاصل کیا - کسی نے ملک حاصل کیا کسی نے مال حاصل
 کیا - میری جان اس پر قربان جسے خدا حاصل کیا - بیت :-

برسرِ کوٹے تو جاں دہم این حیلہ و چارہ رہا کنم
 دنیا مبخوض اور عقے میخوش - جز دوست چه مطلوب - بے دوست چه فردوس
 (دوست کے بغیر فردوس کس کام کی) بیت

بریم برسرِ کوٹے تو جاں دہم این حیلہ و چارہ رہا کنم
 آنکہ سرِ یافت سر درین راہ یافت (جس نے راز معلوم کر لیا کوچہ دوست میں سر
 دے دیا -) بریم برسرِ کوٹے تو جاں دہم -

دونوں جہانوں سے ماتمہ اٹھالے اور یہ بکرمست ہو جائے
 بریم برسرِ کوٹے تو جاں دہم راز کون بگزم
 جاں میکن دخنوں میخور و میگوئے - بریم برسرِ کوٹے تو جاں دہم - این حیلہ و چارہ رہا کنم -
 هو الحق ذو القوۃ المبین - الابی اللہ تصیوا لامور (یعنی جب حق مرجع امور
 ہے اور مال سوئے حق ہے پھر توقف کس وجہ سے) دوست کے بغیر کسی چیز کو طلب
 نہ کر اور اپنے کام میں مست ہو جائے

پرہ بردار تا عارض زریبا نگرم ورنہ از آہ جگر پردہ دو عالم ہدم
 (عارض زریبا سے پردہ اٹھا اور دیدار کرا ورنہ آہ جگر روز سے دونوں جہانوں کو جلا
 دوں گا) یہ کیا شور ہے یہ کیا شمار (پردہ) ہے یہ کیا گفتار ہے یہ کیا رفتار ہے -

بریم برسرِ کوٹے تو جاں دہم این حیلہ و چارہ رہا کنم
 ابروئے تو قبلہ من بود من گم شدہ سجدہ کجا کنم
 (اے دوست تیرا محراب ابرو میری سجدہ گاہ ہے پس اور کہاں سجدہ کروں)

عاقبت محمود باد

مکتوب ۱۵۰

بجانب شیخ عبد الرحمن

انکے ایک خط کے جواب میں جس میں انہوں نے بعض مسائل دریافت کیے اور یہ بھی لکھا کہ ایک کتاب کے مطالعہ کے وقت ایک مشکل پیش آئی لیکن بعد میں حروف کو جنبش ہوئی اور عقدہ حل ہو گیا۔

حق حق حق

بعد از حمد و صلوات شیخ الاسلام برادرم شیخ عبد الرحمن دام عرفانہ سنیانا اور برہانا۔ از فقیر حقیر عبد القدوس اسماعیل صفی المحنفی۔

آپ کا خط موصول ہوا جو انوارِ بہانی اور اسرارِ سبحانی سے لبریز تھا۔ پڑھ کر دل کو مسرت حاصل ہوئی اور ذوق و شوق میں اضافہ ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ مزید درمزیذ ترقی عطا فرمادے۔ خداوند عالم کا شکر ہے کہ اصحاب مشغول بکار اور صاحب اسرار ہیں (پسے نصیب۔ صاحب خیراں کہ عالم دلدار اند بیت درمکتہ غیب محرم اسرار اند

(اصحاب نظر جو محبوب سے باخبر ہیں اسرار غیب کے محرم ہیں) یہ دولت ہر عابد و زاہد کو نصیب ہوتی ہے بلکہ اس عارف کو جو کون و مکان سے گزر کر دوست سے پیوست ہو جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَجْعَلُ مَا يَشَاءُ (اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے) بیت :- محرم دولت نبود ہر سرے ہار میمانک شد ہر سرے

(محرم راز ہر کس و نا کس نہیں ہو سکتا جیسا کہ حضرت عیسیٰ کی سواری کے قابل ہر گدھا نہیں بن سکتا) یہ مفلس بے نوا، کور و کر (نا بینا اور بہرہ بینی متعلق سے نا آشنا) کس لائق ہے کہ اسرار غیب کے بیان میں زبان دراز کرے کیونکہ یہ کام اس صاحب ولایت کا ہے جو حق تعالیٰ سے اسرار غیب پاتا ہے اور دوستوں تک پہنچاتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَنْطِقُ عَلٰی لِسَانٍ مَّحْمُودٍ (اللہ تعالیٰ عمر کی زبان سے کلام فرماتا ہے۔) یہ حدیث یہی حقیقت

ع۔ حضرت شیخ کی کسر نفسی و عجز و نیاز ملاحظہ ہو۔

ظاہر کرتی ہے اور انکے کال پر گواہ ہے اسکے باوجود جب احبابِ خط لکھ کر اسرارِ غیب بیان کرتے ہیں انکو جواب دینا ضروری ہوتا ہے تاکہ طالبانِ حق کے یٹے رشد و ہدایت و تسلی کا سامان ہو سکے۔ واللہ المستعان (اللہ تعالیٰ یا درو مددگار ہے) امید ہے کہ ان حضرات کی بدولت پذیرائی (قبولیت) ہوگی۔ جیسا کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احشرفی فی زمرة المساکین (یا اللہ قیامت کے دن مجھے مساکین کے گروہ میں اٹھائیو!) دوسروں کا کیا کہنا۔ کیونکہ خواہ کوئی کتنا بالکمال ہو اگر وہ خود بینی اور خود نمائی کرتا ہے ہم جیسے بد نصیب کی طرح ہو جاتا ہے جو اس زمانے کا بت پرست ہے جو اسلام سے دور سیاہ روٹی اور بد خوئی میں غرق ہے۔

سو وہ گشت از سجدہ راہ تاں پیشانیم چند خود را تہمت دینِ مسلمانی نہم
(بتوں کو سجدہ کر کر کے میری پیشانی گھس گئی ہے میں کس طرح اپنے آپکو مسلمان کہہ سکتا ہوں)
اگرچہ یہ احقر نامید ہے اسکے یٹے یہ امید کافی ہے کہ اگرچہ مہمان بننے کے قابل نہیں تاہم طفیل تو ہے (یعنی اپنے بزرگان کے طفیل نوازا جائیگا) کیونکہ مقولہ مشہور ہے فان اطفال یتیم الاب والام فی الدین (بلیا اپنے ماں باپ کا دین قبول کرتا ہے) پس دم مارنے اور شہنی کرنے کی ہمت کہاں۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

در گور برم از سر گیسوئے تو تارے تا سایہ کند بر سر من روز قیامت
دوست کی زلف سے ایک بال قبر میں لے جاؤں گا تاکہ قیامت کے دن میرے سر پر سایہ کرے) یہ ہے اس کم بخت کا ماتم۔ بیت:-

آہ ولم خون شدہ در کارِ اد آہ درو بیچ رہے کار نیست

(آہ میرا دل دوست کی راہ میں خون ہو گیا۔ آہ کوئی راہ ویاں ملک نہ پہنچ سکا۔)

مردانِ خدا حقیقت کو پہنچ جاتے ہیں اور جو دوٹی میں مبتلا ہوتے ہیں رہ جاتے ہیں۔

رہے نزدیک دوری از دو تائی اگر یکتا شوی مردوخدائی

(راستہ تو نزدیک تھا لیکن تو دوٹی کی وجہ سے دور چل پڑا۔ اگر یکتا ہوتا تو مردوخدائے بن جاتا)

اس کوچہ میں دل سے خطرات اور وساوس کو نکال دینا بہت بڑا کام اور حقیقی فتح ہے جب

(حاشیہ: انگلے صلیبی)

تک حدیثِ نفس (خیالات اور وساوس) درپیش ہے نہ دین ہے نہ کیش (راستہ) کے
خوب باید در ہر دو سراے پائے از سر نداند سر ز پائے

(دو جہانوں میں محویت تا قرہ سے کام بنتا ہے ایسی محویت کہ نہ سر سے پاؤں یا پاؤں سے سر
کا پتہ چلے۔) سبحان اللہ! کیسے مردانِ خدا ہیں کہ حق تعالیٰ کے کانوں سے سنتے ہیں (بصداق
حدیث قدسی بی بصر و بی لیسح) اور خدا کی بات بیان کرتے ہیں۔

اینست کمال مرد در راہِ یقین در ہر چہ نظر گفتند خدا را بینند

(یہ ہے کمال مردانِ راہِ یقین کا کہ جس چیز پر نظر کرتے ہیں خدا کو دیکھتے ہیں)
حضرت محمد و اسع جو حضرات تابعین کے سردار ہیں فرماتے ہیں: - مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتُ
اللَّهَ فِيهِ - (م نے جس چیز کو دیکھا اس میں خدا کو دیکھا۔) حضرت علی کرم اللہ وجہہ
فرماتے ہیں: - وَاللَّهِ لَا أَعْبُدُ رِقَابًا حَتَّى كُنَّا (خدا کی قسم جب تک خدا نہ دیکھوں
کیسے اسکی عبادت کروں) - بے دوست چہ فردوس (دوست کے بغیر فردوس
کس کام کی) - بیت :-

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن ہر چہ جز دین از و طہارت کن

(بغیر حق کو جلا کر خاک کر دے اور غیر اسلام کو بالکل ترک کر دے)

ع - فردوس چہ کار آید گریار نہ باشد (وہ جنت کس کام کہ جہاں دوست نہ ہو) اس غم کی
دو اطلب نہ کر خونِ دل پیا کر۔ جان مار دے اپنی ہستی کو جلا دے اور خوش باش۔ اسکے
بعد تو صاحب راز بن جائیگا لیکن اپنے مجاہدہ اور جدوجہد کے مطابق انوار و تجلیات حاصل
کریگا۔ آیت مبارکہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ - تم پر صادق آئیگی۔ جب
ذکر جہر پکڑ لیتا ہے تو پردہ اٹھا دیا جاتا ہے اور اسرارِ غیب کا ظہور ہوتا ہے اُسوقت

ع - دوئی کے مقابلے میں توحید ہے جس سے مراد وحدت الوجود ہے مشائخ کا قول ہے

کہ عوام کی توحید خدا تعالیٰ کو ایک سمانتا ہے۔ خواص کی توحید ایک دیکھنا اور خاص الخاص

کی توحید خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک ہو جانا ہے۔ یعنی تمام اصنام (بجاری خداؤں) کو چھوڑ کر ایک

کا سوجنا اور ہر چیز میں ایک کو جلوہ گر دیکھنا۔ اس لحاظ سے اصنام اصنام نہیں رہتے۔ انسان شرک

سے چھوٹ کر حقیقی معنوں میں موحد بن جاتا ہے۔

کبھی نعرہ انا الحق بلند ہوتا ہے کبھی نعرہ سبحانی ما اعظم شانی پس جو کچھ پیش آئے مبارک باد خوش و خرم باد!

مطالعہ کتاب کے وقت مشکل الفاظ کا جنبش میں آنا اور مطلب کا سمجھ میں آجانا

آپ نے خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ کتاب شرح الہدیہ کے مطالعہ کے وقت ایک مقام مشکل نظر آیا لیکن ذرا تامل کیا تو نالاہ حروف کو جنبش ہوئی اور ایک صوت نمودار ہوئی اور کان میں بھی آواز آئی جس سے مشکل عبارت آسانی سے اور جلدی سے سمجھ میں آگئی۔ اور اپنے حروف کی جنبش کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ سبحان اللہ! کالمین کے ساتھ یہ معاملہ ہوا کرتا ہے کہ مشکل الفاظ کو دور کر کے آسان الفاظ کو سامنے کر دیا جاتا ہے تاکہ اسرارِ غیب سمجھ میں آسکیں۔ وَالسَّمَوَاتِ مَطْوِيَّاتٍ بِيَمِينِهِؕ كَادِرٌ دُرُّهُ اَوْ رَايَهُ اِذَا زُلِزِلَتِ الْاَرْضُ شَاهِدٌ هُوَ كَهَبِ الْفَاظِ مُشْكَلِ هُوْنَ تُو مَفْهُومِ دَلِّ مِيْنِ اَتْرَجَاتِ هُوَ۔ بَلْ كَهَبِ اَسْ سَ هِي بَلَنْدِ مَقَامِ تَك رَسَائِي هُوْتِي هُو تُو سَا لِكِ حَقِّ سُبْحَانَتِهِ سَ بَرَاهِ رَا سْتِ كَسْتَا هُوَ۔ اُو ر عَا رِفِ اَسْ وَ قْتِ هَمْتِنِ جَانِ بِنِ جَانَا هُوَ۔ فَيَحْطِي بِهٖ رُوْحُهُ وَقَلْبُهُ وَنَفْسُهُ

ہم تن چشم شود چوں ز گس تا بہر دیدہ دوست دیدہ شود
(سارا جسم انگہ بن جانا ز گس کی طرح حتی کہ جب دیکھتا ہے دوست دیکھتا ہے)
اس حالت کو خفی کہتے ہیں۔ اب تک یہ عالم کون و مکان ہے۔ جب ساک عالم حق میں پہنچتا ہے بے حرف اور بے صوت سنتا ہے تعالیٰ کلام الرب عن جنس المقال والصوت (اللہ کا کلام حرف و صوت سے بالاتر ہے) یہ عالم کن فیکون (یعنی جو کہا ہو گیا) اور یہ عالم قدرت ہے جو عالم حکمت (یعنی علت و معلول) سے برتر ہے۔ تحقیق سے کام لو یعنی تحقیق انبیاء و اولیاء حاصل کرو۔ لیغان قلبی استغفر اللہ (جب میرے قلب پر غلبہ (انوار و تجلیات ربانی) ہوتا ہے تو

۱ نعرہ انا الحق ابن منصور حلاج نے بلند کیا۔ ۲ اور نعرہ سبحانی ما اعظم شانی حضرت ابو یزید بسطامی نے
۳ یہ الفاظ بوسیدہ متن کی وجہ سے اچھی طرح پڑھے نہیں جاسکے۔

دن میں ستر مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں۔ نعرہ سرور انبیاء ہے
 تاکہ باشد یاد غیرے در حساب ذکر مولا از تو باشد در حجاب
 (جب تک یاد غیر تیرے ذہن میں ہے یاد مولا تجھے سے چھوٹ جاتی ہے) لہذا میجوش
 (جوش و خروش سے رہو) سے نوش (بادہ توحید خوب نوش کرو) اور سے پوش
 (اسکو خلعت ربانی کو زیب تن کرو۔ اور صادق جان بازین جاؤ) جان پر کھیلنے والا عشق
 آپ نے خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک رات خواب میں اس فقیر کو منبر پر
 بیٹھے یہ کہتے ہوئے دیکھا "لِلّٰهِ خَيْرٌ مَّا لَكَ" مبارک ہو اپنے شیخ کا خواب میں
 مشاہدہ کرنا۔

مکتوب

بجانب شیخ عبدالرحمن
 در ذکر در محبت و فرق بین مشرب ز یاد و عباد و مشرب
 مقربان و در ذکر آنکہ در ضیاب بگریہ و زاری بکشاید

حق حق حق

بعد حمد و صلوات۔ شیخ الاسلام شیخ عبدالرحمن دام عرفانہ۔ از فقیر حقیر عبدالقدوس
 اسماعیل الحنفی۔۔۔ جاننا چاہیے کہ شعرے
 ہرچہ جز حق بسوز و غارت کن ہرچہ جز دین از وہب است کن

و حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب میرے قلب پر غلبہ ہوتا ہے تو دن میں ستر مرتبہ استغفر
 اللہ پڑھتا ہوں۔ اہل ظاہر نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ جب میرے قلب پر غنودگی یا
 غفلت چھا جاتی ہے تو استغفار پڑھتا ہوں حالانکہ قلب مصطفیٰ پر غفلت کا آنا
 محال ہے حضرت ابوالقاسم قشیری نے رسالہ قشیرہ میں اسکی شرح یوں فرمائی ہے کہ لفظ
 غضر کا معنی ہے پردہ۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب میرے قلب پر انوار و تجلیات کی بارش ہوتی
 تو قوت برداشت سے باہر ہوتے ہیں ایسے حق تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ ستر پردے درمیان میں حائل کر دے۔

(غیر اللہ کو جلا کر خاک کر دے اور غیر شرع کو ترک کر دے) اس دولت کے بغیر جو کچھ ہے ہو سکتا ہے۔
 مردانِ خدا کا کام یہ ہے کہ غیر اللہ کو ترک کر کے راہِ حق میں کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور دینِ حق پر
 ثابت قدم ہو کر حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ ان حضرات کی مناجات اور
 لذت کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب۔ ہر عارف ہر لمحہ نیا نشان دکھاتا ہے اور نیا ذوق و شوق
 حاصل کرتا ہے۔ ان عارفین کی ہمت اور ذوق و شوق بجز بے کراں کی طرح ہے۔ خواہ نبی ہے
 یا ولی اس بجز بے کراں میں رواں دواں رہتا ہے اور ہر وقت اور ہر لمحہ اسکے لیے نیا
 دروازہ کھلتا ہے اور نئی منزل پر پہنچتا ہے۔ الحمد للہ ہمارے احباب اس ذوق و شوق
 سے حصہ لیتے ہیں اور اسرارِ ربانی سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ یہ بیچارہ اپنے احباب کی اس
 دولت پر ہزار بار شکر گزار ہے کہ اگرچہ مفلس اور روٹے سیاہ اور بدکردار ہے اور قریب
 ستر سال سے کبھی راہِ حق قدم نہیں رکھا اور نہ روٹے اسلام دیکھا ہے۔ بیت :-

سودہ گشت از سجدہ راہِ تباں پیشایم چند نمود راہِ ہمت دینِ مسلمانی ہم

(توں کے آگے سجدہ کرنے سے میری پیشانی گھس چکی ہے اب میں کس طرح اپنے آپ کو مسلمان
 کہہ سکتا ہوں) تاہم یہ فقیر دوستانِ خدا کی راہنمائی کرتا ہے، حق تعالیٰ کا راستہ بتاتا ہے۔
 اگرچہ یہ فقیر مقامِ مطلوب تک نہیں پہنچا جو مقامِ انبیاء و اولیاء یعنی اصحابِ نبوت و
 ولایت ہے تاہم دوست کے راستہ کی دلالت کرنا معمولی دولت نہیں ہے۔

نیراں عزیز نے خواب میں دیکھا کہ ابیات پڑھ رہا ہوں اور رو رہا ہوں اور
 گریہ کسلا رانِ مکمل بے خودی طاری ہو گئی لیکن گریہ بند نہ ہوا اور گریہ میں لذت ہی لذت
 تھی۔ جب بیدار ہوا تو چند اشعار کہے تھے کہ گریہ غالب آ گیا اور خاموش ہو گیا۔

اس حالت میں اچانک میرے منہ سے تین تیز اور باریک نعرے اس قدر بلند ہوئے کہ
 انکی آواز آسمان تک گونج اٹھی۔ اس سے سارے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور اس قدر
 ذوق و شوق حاصل ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ سبحان اللہ! مجھانِ حق کو کیا واردات
 پیش آتے ہیں یہ کیا اسرار ہیں اور کیا بات ہے اب انتظار میں ہوں کہ وہ نعرے کب
 بلند ہوتے ہیں اور کب میری جان نکالتے ہیں۔ ان نعروں کی کیفیت و لذت بیان

سے باہر ہے میری ہزار جان ان نعروں پر فدا ہو۔“ اے برادر یہ لذت یہ ذوق اور یہ شوق اور یہ نعرے آپکو مبارک ہوں۔ پس جان قربان کیٹے جاؤ، خونِ دل پٹے جاؤ، دل کو آتشِ عشق میں جلاتے رہو اور خوش رہو گے

گر برسد نالہ سجدی بکوه کوہ بنالہ بزباں صدا
(اگر سجدی کا گریہ پہاڑ تک پہنچے تو پہاڑ بھی بلند آواز سے روتے لگے) انبیاء اور اولیاء
پر یہی گریہ وزاری طاری رہی اور اسی میں جلتے رہے۔ یا لیت رب محمد لم یخلق
محمد (کاش کہ محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا) یہی نعرہ تھا۔ رب لا قدرنی
فردا وانت خیر الوارثین (اے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑو اور آپ بہترین وارث
ہیں) یہی نعرہ ہے۔ رب ارنی انظر الیک یہی نعرہ موسیٰؑ ہے۔ اگرچہ حضرت
خاک میں سو رہے ہیں تاہم یہ نعرے اب تک اُن سے جاری ہیں اور قیامت کے دن یہی
نعرے بلند کرتے ہوئے اٹھیں گے سبحان اللہ! یہ کیا دولت ہے اور کیا کمال ہے۔
مخدا جس کے نصیب کرنے۔ یہ دردِ دولت ہے جو آپکو مبارک ہو خونِ دل پٹے جاؤ
جوش کیٹے جاؤ اور خوش رہو۔ الی مستنی الضرو وانت ارحم الراحمین
بے جاؤ۔ جان کی بازی لگائے جاؤ اور جان کو جلاٹے جاؤ (یعنی اپنی ہستی کو نیست و
نابود کیٹے جاؤ۔) اگر تم ہو صاحبِ راز اور مردِ دین ساز۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ رباعی ہے
پردہ بردار تا عارضین زیبا نگرم ورنہ از آہ جگر پردہ عالم بدترم
پردہ بردار کہ مائتہ سپہ انداختہ ایم پیش شمشیر تو ماجملہ سر اسر سیریم
(اے دوست پردہ اٹھاؤ تاکہ بیخِ نور کا دیدار کروں ورنہ آہِ جگر سے پردہ عالم جلا دوں گا۔
پردہ اٹھاؤ کہ ہم سب نے ڈھال پھینک دیٹے ہیں اور تیری شمشیر کے سامنے ہم سر اپالہاں
بن گئے ہیں۔) (یعنی بے جان ہیں۔) مناجاتِ آخر مناجات ہیں اور گنہ گاروں اور درد
مندوں کو نعرہ لگانے اور دل کی آہ سرد نکالنے کا حق حاصل ہے۔ المذنبین احب
الی اللہ۔ عزیز من مناجات صدیقین سنتے جاؤ اور درد حاصل کرو اور خوب
آنسو بہاؤ گے

آہِ دلمِ خونِ شدہ درکارو سے آہِ درو بیچ رہے کار نیست
 (آہ میرا دل خون ہو گیا دوست کے عشق میں - آہ کوئی چارہ کار نہیں رہا) بیت :-
 تاکہ باشد یادِ غیرے در حساب ذکر مولا از تو باشد در حجاب
 (جب تک تو یادِ غیر میں مشغول ہے یا دحق سے محروم رہے گا) سبحان اللہ! کیسے
 خوش بخت ہیں یہ درد مند جو حضرت دوست کے دامن میں ہاتھ ڈال کر مست اور
 بے خورد میں گئے

درد خواہ درد خواہ و درد خواہ گر تو ہستی اہل دل و مرد راہ
 (درد دل طلب کر، درد دل طلب کر، درد دل طلب کر اگر تو اہل دل اور مرد راہ ہے) زندگی
 کا ثمرہ غم و اندوہ ہے کیا آپ نے نہیں سنا کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل
 الحزن و داء الفکر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ منہوم و متفکر رہے)
 یہی درد ہے جو دل میں اٹھتا ہے لیکن بے نام و نشان ہوتا ہے اس وجہ سے کہ دوست کا
 بھی نام و نشان نہیں - نام و نشان قیامت سے پہلے ظاہر نہیں ہوتا خواہ فوت ہو یا ولایت۔
 يَا أَيُّهَا الْمَلَأَى الْأُبْهَامَ كَاشٍ كَمَا كَانُوا فِي الْيَوْمِ لَا يُرِيدُونَ الْإِيمَانُ إِلَّا لِيُرْسِلُوا بِكَيْدِهِمْ فِي الدِّينِ (کاش کہ بکے ماں نہ جنتی) یہ ہے نعرہ مردانِ حق - بیت :-
 کاش کہ ہرگز نبودے نام من تا نبودے جنبش و آرام من
 (کاش کہ میرا نام و نشان نہ ہوتا - تاکہ مجھ سے حرکات و سکنات ظاہر نہ ہوتے)
 عراقی نے خوب کہا ہے گے

اے کاش نبودے عراقی کز تست ہمہ فساد باقی
 (کاش کہ عراقی نہ ہوتا کیونکہ اسی کی وجہ سے یہ سارا فساد برپا ہے - یعنی جب تک مقامِ فنا
 فی اللہ حاصل نہیں ہو گا فتنہ و فساد باقی رہیگا -) پس اسلام کی رستی کو مضبوط پکڑ کر
 رکھ کیونکہ فرمانِ الہی ہے وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ
 (جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کیا وہ قبول نہ ہوگا) توحید بغیر اسلام توحید
 نہیں ہے - کافر توحید میں نہیں ہے کیونکہ وہ اسلام میں نہیں ہے - اسلام کے ذریعے ہی
 خداوند تعالیٰ تک رسائی ہوتی ہے - کافر غیر کا طالب ہوتا ہے اور غیر میں رہ جاتا ہے اور

آتش دوزخ میں مجرب رہتا ہے۔ لیکن مومن خدا کا طالب ہوتا ہے خدا کے ساتھ ہوتا ہے اور جنت میں مقیم ہو جاتا ہے جو دارالبقا اور دارالجزا ہے اور تبدیل و تغیر سے پاک ہے جو کچھ پیش آتا ہے ابد تک قائم رہتا ہے لَا یَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا۔ فرمان الہی ہے۔

اے برادر دوست کا طالب بن اور اس پر جان قربان کر دے گے
بریم سیر کوٹے تو جاں دہیم۔ امیں جیلہ و چارہ رہا کینیم۔ بریم سیر کوٹے تو جاں دہیم۔ بیت :-

ابرودے تو قبلہ من بود من گم شدہ سجدہ کجا کنم

بریم سیر کوٹے تو جاں دہیم۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ رباعی :-

حاشاک کہ دلم از تو جدا خواہد شد یا بابا کسے دیگر آشنا خواہد شد

از مہر تو بگسلد کہ ادا در دوست و از کوٹے تو بگزر د کجا خواہد شد

(ممکن نہیں کہ میرا دل تجھ سے جدا ہو اور غیر کے ساتھ آشنائی کرے کیونکہ جو تیرا در چھوڑ کر

جاتا ہے کہیں کا نہیں رہتا۔) اے برادر عباد و زیاد (زاید خشک) کا مشرب یہی

لذتِ مناجات، ذوقِ تقربات، شوقِ مشروبات و علو درجات ہے۔ اس نعمت کو نعمتِ

خشک اور دیگ بے نمک کہا جاتا ہے۔ لیکن مشرب مقربان خود کو مٹانا اور غیر اللہ

سے بیزار ہی ہے گے

مے صرف وحدت کسے نوش کر د کہ دنیا و عقبی فراموش کر د

(جس نے وحدت کا خالص شراب نوش کیا وہ دنیا و عقبی بھول گیا۔) جنتِ دوست

کے قرب کا نام ہے نیر دوست جنت جنت نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ جَنَّةَ لَیْسٍ فِیْہَا حُورٌ

وَلَا قِصُورٌ (اللہ کے ہاں جو جنت ہے اس میں نہ حور ہے نہ قصور) بیت :-

مخراب جہاں جمال رخسارہ ماست سلطان جہاں درد دل بیچارہ ماست

(سجدہ گاہ ماجال رخ دوست ہے اور سلطان جہاں مجھ غریب کے دل میں ہے)

سبحان اللہ! کلمہ توحید لا الہ الا اللہ میں کیا راز ربانی ہے کہ اے کلمہ سدید کہا گیا ہے۔

فرمایا قَوْلُوا قَوْلًا سَدِيدًا یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوبَکُمْ

(محکم باز کہو تاکہ تمہارے اعمال بہتر ہوں اور گناہ معاف ہوں۔) کلمہ طیبہ کارا ز یہ ہے

کہ غیر اللہ کا وجود ہی نہیں۔ وہ واحد لا شریک ہے۔ لیس معہ غیرہ (اسکے ساتھ غیر کا وجود نہیں ہے)۔ چونکہ کلمہ طیبہ کا کہنے والا جنت میں داخل ہوتا ہے اور جنت میں سوائے خدا کے کچھ نہیں تو اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ وما فی الجنة احد سوی اللہ (جنت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں) کا اسی راز کی طرف اشارہ ہے اور یہ جو حور و قصور کا وعدہ دیا گیا ہے یہ اس کا احسان ہے۔ ذالک فوز الکبیر (یہ بہت بڑا انعام ہے) یہ آیت اس احسان کی تفصیل ہے۔ ورنہ غیر سے تعلق موجد کی جزا نہیں ہو سکتی۔ (یعنی حور و قصور کو غیر مانا جائے تو یہ صحیح نہ ہوگا۔) قرآن میں صرف دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہے خدا بینا (خدا کو دیکھنے والے) اور غیر بینا (غیر کو دیکھنے والے) خدا بینا (طالب حق) جنت میں ہوں گے اور لازماً دوست کے ساتھ ہونگے جیسا کہ فرمایا گیا ہے **وَجُوهٌ یُّؤْمِنُ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ** (اس روز وہ خداوند تعالیٰ کو دیکھ رہے ہونگے) اور غیر بینا غیر کے طالب (جہنم میں ہونگے اور محجوب ہونگے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے **وَجُوهٌ یُّؤْمِنُ** باسره تظن ان یفعل بها فاقره۔ اہ یہ کیا درد ہے اور میں کہاں چلا گیا اور کیا کہہ رہا ہوں۔ تم ہوش کرو اور احکام اسلام بجالاؤ۔ طلب حق میں مکر باندھ لو اور جان کو فدا کر دو یہ کہتے ہوئے **یالیتی کنت معہم فافوز فوزاً عظیماً** یہ احقر بیچارہ کیا لکھے کہ کچھ نہیں رکھتا اور جب تک زندہ ہے اسی درد میں مر گیا اور اس درد کے ساتھ اٹھیکا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بیت

در گور برم از سر گیسوئے تو مارے تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

(اے محبوب تیرے زلف سپہ سے ایک بال قبر میں لے جاؤ گا تاکہ قیامت کے دن مجھ پر سایہ لگن ہو)

بھلا اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ واحد لا شریک ہے ذات و صفات میں۔ اب چونکہ وجود ہی حق تعالیٰ کی ایک صفت ہے ہذا غیر کا وجود نہیں ہے۔ اگر کائنات کو غیر اللہ کہا جائے تو شرک لازم آتا ہے کیونکہ اس سے اللہ کے ساتھ غیر کا وجود بھی تسلیم کیا جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ذات و صفات دونوں میں لا شریک ہے یعنی اسکی صفت وجود میں بھی اسکا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہذا کائنات میں ذات حق ہوئی۔ غیر حق نہیں۔

اسکے بعد آپ کا دوسرا خط ملا جس میں لکھا تھا کہ ایک دن بعد نماز فجر صلی پر
 اور ادھر پڑھا تھا کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ گریہ سے غیب کا دروازہ کھلتا ہے۔ اب سوال
 یہ ہے کہ فتح باب سے گریہ کا کیا تعلق ہے۔ اسے برادر جاننا چاہیے کہ گریہ نام ہے رقت
 قلب کا۔ یعنی جب بندہ حق تعالیٰ کے ساتھ لگا رہتا ہے تو دل نرم ہو جاتا ہے۔ یاد رہے
 کہ نور معرفت جو دل میں ہوتا ہے اسے برق یقین کہا جاتا ہے آتش عشق الہی لذت مناجات
 اور ذوق سماع سے وہ نور متحرک ہوتا ہے اور آنکھوں کی آنسوؤں بن جاتا ہے جیسا کہ
 شرح عوارف المعارف میں آیت مبارکہ قرا عینہم تفيض من الدمع مما عرفوا
 من الحق کی تفسیر میں بتایا گیا ہے کہ عاشقوں کو گریہ کی وجہ سے کیا دولت نصیب ہوتی ہے
 اور کیا فتح باب ہوتا ہے (یعنی کیا دروازے کھلتے ہیں۔) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
 ہیں ابکوا فان لوتبکوا فتباکوا (گریہ کرو۔ اگر گریہ نہ ہو سکے تو بتکلف گریہ کرو)
 حضرت عمرؓ ہمیشہ گریہ میں مشغول رہتے تھے جس سے آپکے چہرے پر دوسبز لکیریں نمودار ہو
 چکی تھیں۔ اس طرح عارفین اور عاشقین آہ و نالہ کرتے ہیں روتے ہیں چیختے بھارتے ہیں اور
 محبوب حقیقی کے لگانہ ہو کر فتح ابواب سے مستفیض ہوتے ہیں۔ لہذا جو کچھ آپ کے پیش آ
 رہا ہے مبارک ہو اور خدایہ دولت زیادہ دے۔ عاقبت محمود باد۔ بحرمت النبی و آلہ۔

مکتوب ۱۵۲

بجانب شیخ جلال

در بیان انگہ فہم و علم ہر کس بر قدر بہت فرین دوست

حق حق حق

بعد حمد و صلوات و دعائے عرفانی و ذوق و شوق سبحانی شیخ الاسلام برادر اعز و اکرم
 شیخ جلال دام شہودہ باللہ و کالہ فی اللہ۔ از فقیر حقیر عبد القدوس اسماعیل صفی الخفی
 جاننا چاہیے کہ مردان خدا شے وحدت خالص نوش کر کے دنیا و عقبیٰ کو فراموش کر

چلے میں بلکہ اپنے آپ سے بھی نکل کر حسن و عقل سے بلند ہو کر محرم اسرار بن گئے ہیں۔ رباعی

صاحب خبراں کہ عالم دلدار اند
در نکتہ غیب محرم اسرار اند

در آئینہ صفاء شان زنگے نیست
زاں روئے ز نقشِ دونِ حق بیزار اند

(صاحب خبر حضرات جو محبوب حقیقی کے آشنا ہیں عالم غیب کے محرم راز ہیں انکے آئینہ قلب

زنگ سے پاک ہیں ایسے غیر اللہ کے عکس سے بھی بیزار ہیں) یہ حضرات موحدان حقیقی ہیں

جو توحید مطلق میں پہنچ کر غیر اللہ کو نہیں دیکھتے اور اسی ایک وجودِ حق کو مانتے ہیں

دوئی را نیست در حضرت تو ہمہ عالم توئی و قدرت تو

(تیری کائنات میں دوئی کا نام تک نہیں سارا جہاں تو ہے یا تیری قدرت) کسی خوب کہا ہے

دو دل را نیست رہ اینجائیکے شو
دوئی بگذار اینجا وانگہی رو

(یہاں دو دلوں کا کام نہیں ایک ہو جا' دوئی کو چھوڑ کر یہ راہ توحید اختیار کر دو) ان لوگوں کی

جنت یہ ہے۔ ما فی الجنة احد سوئی اللہ (جنت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے)

جیسا کہ کسی نے کہا ہے لیس فی جنتی غیر اللہ (میرے جنت کے اندر اللہ کے سوا

کوئی نہیں ہا اپنے حال میں مست ہو کر کسی نے انا الحق کہا اور کسی نے سبحانی ما اعظم

شانی کا نثر لگایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اندر سوائے حق کے تلاش نہیں کرتے حدیث

من رانی فقد رای الحق (جس نے مجھ دیکھا حق دیکھا) اس بات کی دلیل ہے۔

نیز فرمایا "انی لست کا حد کہو" (میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں۔) یہ تمام دولت

پر شخص کو اسکی ہمت کے مطابق ملتی ہے۔ ایسے فرمایا قیمة مرد عہمتہ (انسان

کی قیمت اسکی ہمت کے مطابق ہوتی ہے) یہ شرع کا فتویٰ ہے۔ رباعی :-

اں لقمہ کہ در دہاں نگنجد بطلب
وآن سہر کہ در نشان نگنجد بطلب

سہر بیست میان دل درویش و خداوند
جبریل امین در ان نگنجد بطلب

(وہ لقمہ طلب کر جو تیرے منہ میں نہیں سھانا۔ وہ راز طلب کر کہ جو نام و نشان سے بالاتر ہے

درویش کے دل اور خداوند عالم کے درمیان ایک راز ہے جو جبریل امین بھی نہیں

ما قول بایزید بسطامی۔

جاننا وہ راز طلب کر۔

اے برادر اہل اسلام جو سنی اور اہل حق ہیں (اولیاء اللہ) ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کی شرع کا اتباع کرتے ہیں اور شریعت سے تجاوز ہرگز نہ کرنا نہیں رکھتے۔ جو کچھ ان کو ملا ہے شریعت کی پابندی سے ملا ہے۔ غرضیکہ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے ہر شخص کا علم اسکی ہمت اور دین (ایمان) کے مطابق ہے۔ ہر شخص کا ایمان اسکے علم کے مطابق ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ ایک شخص قاصر ہے دوسرا کامل۔ علمائے ظاہر حس اور عقل کے مرتبہ تک پہنچے ہیں اور احکام شرع مرتبہ حس و عقل کے مطابق ادا کرتے ہیں اور علم ظاہری میں ساری عمر صرف کر دیتے ہیں۔ انہوں نے شریعت کی تادیل بھی اپنے فہم و عقل کے مطابق کی ہے۔ امام شافعیؒ پانی کے جانوروں کو قرآن کے الفاظ "طہاً طریاً" کی وجہ سے حلال سمجھتے ہیں۔ اور شریعت ان کے نزدیک یہی ہے اور امام ابو حنیفہؒ مچھلی کے سوا تمام آبی جانوروں کو حرام کہتے ہیں جو امام شافعیؒ کے نزدیک حلال ہیں۔ انکی نزدیک یہی شریعت ہے۔ ہر شخص کی نجات اور فلاح کا دار و مدار شریعت ہے۔ اور حدیث کے مطابق اختلاف علماء رحمت ہے۔ یہ حضرات (یعنی علمائے ظواہر) اس جہان اور اس جہان (آخرت) کی فکر میں زندگی گزار دیتے ہیں اور اپنے آپ کو اور خدا تعالیٰ کو دو الگ وجود سمجھتے ہیں۔ خدا کو غیب سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو شاہد (حاضر)۔ یعنی غیب و حاضر کے راز سے بے خبر ہیں۔ لیکن جن حضرات کو یہ راز معلوم ہے وہ شاہد و غیب دونوں کو وجود حق سمجھتے ہیں۔ اور آیت پاک وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اور کائنات میں اللہ ہی اللہ ہے) سے ظاہر ہے فرشتہ اگرچہ غیب ہے لیکن تعین رکھتا ہے اور تکثر (کثرت وجود) ظاہر نہیں کرتا۔ حق تعالیٰ غیب ہے اور تعینات و تکثرات سے منزہ ہے اور اپنے ساتھ کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ لَيْسَ مَعَهُ غَيْرُهُ (اسکے ساتھ اسکا غیر نہیں ہے) وہ زمان و مکان سے پاک ہے وہ خود بخود موجود ہے اور سب کچھ وہی ہے جیسا کہ کسی عارف نے کہا ہے

درہ چہ بدیدیم ندیدیم دوست معلوم چنین شد کہ کسی نیست مگر دوست
(جس چیز میں ہم نے نظر کی اسکے سوا کچھ نہ دیکھا بس معلوم یہی ہوا اسکے سوا کسی کا

وجود نہیں ہے) تبارک الذی بیدہ الملک (پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ملک یعنی کائنات ہے۔) یہ عالم (جہان) جو کچھ ہے یہ حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں۔ جو کچھ نظر آتا ہے اس ایک وجود کا عکس (ظل یا سایہ) ہے۔ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وہ ایک ہے اور اسکا کوئی شریک نہیں ہے (وجود میں۔) وجود حق کے سوا کسی کا وجود نہیں ہے۔ بس اسی پر قائم رہو۔ سبحان اللہ! یہ کیا کمال ہے اور کیا جمال ہے۔ (یعنی تمام موجودات کا ذات حق میں شامل ہونا۔) کسی عارف نے خوب کہا ہے۔ رباعی

ایں جملہ جہاں حسنت یارب چہ جمال است این پیدائی و پہنہانی یارب چہ کمال است این
در ہر چہ نگہ کردم خیر از تو نے بی ستم غیر از تو کسے باشد حقاً چہ مجال است این
(یہ سارا جہاں یارب تیرا جمال ہے۔ ظاہر بھی تو ہے باطن بھی تو ہے یارب یہ کیا کمال ہے جس چیز کو ہم نے دیکھا تیرا غیر نہ دیکھا۔ تیرا غیر کیسے ہو سکتا ہے یہ کس کی مجال ہے۔) افسوس صد افسوس ہے اس شخص پر جو مجال دوست سے محروم ہے اور غیر کا یقین رکھتا ہے۔ آہ ہزار آہ کہ اسنے اشیا کو دیکھا اور ان کے اندر خدا کو نہ پایا۔ اور خدا تک رسائی حاصل نہ کر سکا۔ حقیقت اشیا (یعنی کائنات کے علیحدہ وجود) کا قائل ہوا اور اہدیٰ محروم بنا۔ اگرچہ وہ بہشت میں جائیگا اور حور و قصور اور مرغ بریاں کے مزے اڑائے گا کیونکہ مسلمان ہے لیکن دوست سے محروم رہیگا۔ ما الہم فی الآخرة من نصیب (انکے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔) یہ وہ وعید ہے جو کمر توڑ رہا ہے جس سے خون آب اور جگر کباب ہو رہا ہے۔ اس تمام حرمان اور خسران (نقصان اور گھٹائے) کی وجہ یہی حس و عقل ہے جسکی وجہ سے غیر حق کا انسان قائل ہو جاتا ہے۔ بیت ۱۔

جہاں پُرز آفتاب و چشما کور جہاں پُراز حدیث و گوشہا کور
(کیا بد بختی ہے) کہ کائنات روشنی سے لبریز ہے اور آنکھیں اندھی رہ جائیں یا جہاں آواز سے لبریز ہو اور کان کچھ نہ سن سکیں۔) سبحان اللہ! یہ کیا حرمان و خسران ہے کہ جنت میں تو جائے لیکن دوست سے محروم رہے۔ بے دوست رہیں اور غیر دوست میں مشغول رہیں۔ ایسی جنت گویا جہنم ہے نہ کہ جنت۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ

جب دوست قبول نہ کرے اور غیر میں مشغول کر دے خواہ اس جہان میں خواہ اگلے جہان میں۔
 انہ لینعان علی قلبی فاستغفر اللہ فی کل یوم وليلة سبعین مرة (جب میرا
 قلب مغلوب ہو جاتا ہے تو دن رات میں ستر مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں) یہ حدیث کیا ہے
 نثرہ درد ہے۔ لیکن جو مرد میدان ہے وہ خون دل پیتا ہے۔ جان مارتا ہے۔ دل کو جلاتا
 ہے اور جہان کو دوست پر قربان کر دیتا ہے۔

ہرچہ جزئی بسوز و غارت کن ہرچہ جزئیں ازو طہنارت کن
 (غیر اللہ کو دل سے نکال کر پھینک دے اور دین حق کے سوا سب کچھ ترک کر دے۔) سبحان
 ربك رب العزت عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ
 رب العلمین۔ پس آپ کو چاہیے کہ اپنے تمام اعمال میں شریعت کی پابندی لازم
 پکڑیں اور اس بیچارہ کو اپنے احوال کا نگران سمجھیں۔ کیونکہ اگرچہ یہ احقر محروم ہے
 دوستوں کے ساتھ جکڑا ہوا ہے اگرچہ حاضر نہیں تاہم خاطر جمع رکھو کیونکہ اپنی لاجد و
 نفس الرحمن من جانب الیمین (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے
 دائیں جانب سے ٹھنڈی ہوا لگتی ہے۔ روح و ایمان سے مراد وقت (یعنی قرب) ہے)۔
 عاقبت محمود باد بالنبی وآلہ الامجاد۔

۱۔ محدثین نے جانب یمین سے معنی یٹھے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد ملک یمین جہاں حضرت
 اویس قرنیؓ ٹرہتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی خوشبو آتی تھی۔ بعض کہتے ہیں
 کہ جانب یمین سے مراد ملک ہندوستان ہے تو مدینہ سے دائیں جانب ہے اور عرفاء کے
 نزدیک جانب یمین سے مراد یمین و برکت ہے جس سے مراد بالمنیٰ قرب ہے۔



مکتوب ۱۵۳

بجانب شیخ خضر جو پوری در بیان شوق و وجدان حق و در طلب
میاں شیخ بچہ تہ ادراک شہرہ و شان۔

حق حق حق

بعد از حمد و صلوات و دعائے مزید حیات و ترقی درجات عرفانی و ذوق و شوق سبحانی برادر
شیخ الاسلام شیخ خضر دام عرفانہ و شہرہ و ہا باللہ از فقیر حقیر عبد القدوس اسماعیل صفی الحنفی
کہ سوختہ اشتیاق آتش عشق و دوختہ ناوک فراق محبت ہے جسکو اپنی خبر نہیں نہ دوست کا
دیدار نصیب ہے جو ہر لمحہ منتظر دوست ہے

دیر است کہ دلدار پیانے نفرستاد نوشت کلائے و پیانے نفرستاد

(عرصہ ہوا کہ محبوب نے کوئی پیغام نہیں بھیجا نہ خط لکھا سے نہ کوئی بات کہلا بھیجی ہے) بغیر دوست
کیا زندگی ہے اور کیا بہشت ہے مصرع فرودس چہ کار آید گر یار نباشد (جہاں دوست
نہ ہو فرودس کس کام کی) مردان خدا جنہوں نے ذات حق کو پایا ہے غیر حق کو فراموش
کر دیا ہے خواہ جنت بھی ہو۔ ما فی الجنة احد سوی اللہ (جنت میں اللہ کے
سوا کچھ نہیں) وہ اس قسم کی جنت جس میں خدا نہ ہو ایک لحظہ نہیں رہ سکتے۔ اکی
حیات و محامات اللہ کے واسطے ہے وہ اللہ کے ذوق میں جیتے ہیں اور اس کے شوق
میں مرتے ہیں۔ ان صلواتی و نسکی و محیامی و محاتی للہ رب العلمین
ابیشک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت، اللہ کے لیے ہے جو
رب العلمین ہے) اس پر کان دھرا اور لا تشریک کو مد نظر رکھ اور غیر اللہ کو ترک کر
دے۔ بیت

ہر چیز حق بسوز غارت کن ہر چہ جز دین از وطنہارت کن

(حق کے سوا سب کچھ چھوڑ دے اور دین کے سوا سب کچھ ترک کر دے)

یہ بخت، روسیاء کیا لکھے جو دوست سے غافل و عاقل (جدا) پڑا ہے نہ کوئی یار ہے
نہ مددگار ہے

کشتی من کہ بگرداب خطر افتادہ است وہ چہرہ بودے کہ بکنار یار سے
(میری کشتی گرداب میں پھنس گئی ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ دوست ہم آغوش ہوتا)
کاش کہ دوست غمگساری کرتے تا وقتیکہ کہ دوست پردہ کشائی از جلوہ خان سے کام لے
مصرع۔ یار کار افتادہ رایاری ہم از یاران رسد (غمزوہ یار کر یاری یاروں سے ملتی ہے)
اپنی خیریت کا حال اور برادر مہتمم شیخ الاسلام اور جبر اور شیخ عبدالسمد کے بچوں کا
مفصل حال اور نیز اپنے باطن اسرار و رموز کا کیفیت لکھا کریں تاکہ تسلی اور فرحت حاصل
ہو۔ جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰہُ لَیْلُ لَیْلٍ لِّجَنَّةِ نَفْسِ الرَّحْمٰنِ مِنْ
جانب الیمن (یمن کی طرف مجھے محبت کی ہوا لگتی ہے۔) اس سے دل کو آرام اور جان
کو قرار حاصل ہوتا ہے۔ اگر ہو سکے تو کبھی یہاں آئیں اور اس گنہ گار کو ملاقات کا شرف
بخشیں کیونکہ دوستوں کے بغیر یہ تباہ حال پریشان ہے۔ یہاں بھی چند دوست ہیں جو
مشاہدہ جمال دوست سے بہرہ یاب ہیں بمصدق شعرے
در ہر چہ نظر کردم غیر از تو نے بینم غیر از تو کے باشد حفاہر مجال استہ این
(جس چیز کو دیکھا تیرا غیر نظر نہ آیا تیرا غیر ہے ہی کہاں یہ ناممکن ہے) سبحان اللہ! کیا
کمال ہے اور کیا جمال ہے دوست ہر جگہ جلوہ گر ہے تاکہ کسی کو اپنا بنانے کسی کا ہم نشین ہو
اور کسی کو کامیاب کرے۔ یا اللہ یا حسن یا جلی یا قیوم والسلام۔
علی من اتبع الحدی۔



مکتوب ۱۵۴

بجانب شیخ جلالؒ در بیان تاسف از حرمان (حسرت) و جدان
حق و از بے نصیبی عرفان مطلق اور انکے خط کے جواب میں جنہیں
انہوں نے اپنے احوال و مشاہدہ بیان کیے۔

حق حق حق

بخدمت شیخ الاسلام برادر شیخ جلال زاد عرفانہ و شہودہ از فقیر حقیر عبد القدوس اسماعیل
الحنفی جو آتش عشق میں جل کر اکھ ہو چکا ہے اور جسکا جگر تیر بجڑ سے چھلنی ہے۔ جو دوست
سے محبوب اور آہ و زاری میں مصروف ہے مگر ترسال سے زائد ہو چکی ہے لیکن وصال یار
سے محروم ہے اور **يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا** (کاش کہ میں مٹی ہوتا۔) کا نعرہ ہر وقت لگا رہتا
ہے۔ - رباعی :-

آہ کہ آن یار میرا یار نیست

آہ کہ آن شوخ و فادار نیست

آہ دل خون شدہ در کاروے

آہ درو بیج رہے کار نیست

(افسوس کہ یار میرا یار نہیں۔ آہ وہ شوخ و فادار نہیں۔ آہ ساری عمر اسکے عشق

میں گزری لیکن اس تک رسائی نہ ہوئی) نہ عبادت ہے نہ تقویٰ نہ علم ہے نہ فتویٰ۔

ساری عمر جہالت میں گزر گئی حتیٰ کہ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ صبح کیا ہو گا اور شام کیا ہو گا۔

عاقبت کس طرح ہوئی اس خیال سے مکر ٹوٹی جا رہی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت

شامل حال ہوئی اور ارحم الراحمین نے پھر بانی فرمائی اور اپنے جمال سے مشرف فرمایا تو کیا

عجب! **إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ** (ہم مردوں کو زندگی بخشتے ہیں) کی اگر جلوہ گری ہو

گئی اور اپنے کمال سے مردہ دل کو زندہ کر دیا تو زہے نصیب۔

طالب علم کے ذریعہ آپ کا خط ملا بے حد فرحت ہوئی گو یا مردہ تھا زندہ ہو گیا

اگرچہ درحقیقت زندہ وہ ہے جو خدا رسیدہ ہے اور مقبول بارگاہ ہے نہ کہ وہ جو دوست

سے محبوب۔ بکمال خط سے تسلی ہوئی اور دل کو تسکین حاصل ہوئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔
اپنے لکھا ہے کہ محبوب باطنی طور پر چشم باطن میں جلوہ غائی کرتا ہے کاش کہ جسم کی آنکھوں
سے ظاہری طور پر اپنے حسن و جمال سے مشرف کرتا۔ اور پوشیدگی نہ رہے یاد رہے کہ
مقصود تمنا و آرزوئے دیدار ہے۔ بیت :-

غوغائے عارفان و تمنائے عاشقان حرص بہشت نیست کہ شوقِ لقا است
عارفین کا شور اور عاشقین کی تمنا بہشت کے حرص کی وجہ سے نہیں بلکہ شوقِ لقا کے
دوست کی وجہ سے ہے (ظاہری آنکھوں سے دیدار کرنا نفسانی خواہش ہے جسکی کوئی
وقت نہیں اصل مقصود تمنائے دوست ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نثرہ یا لیت
رب محمد لم یخلق محمداً (کاش کہ محمدؐ کا رب محمدؐ کو پیدا نہ کرتا) یہی نثرہ درود ہے
اے برادر مشاہدہ دوست و جمال پاک دوست اگر در صورت آئینہ و معنی عقل و فکر کے
بیز حاصل ہے تو مبارکباد۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

ہنیاً لاویاب النعیم نعیم (ارباب نعمت کو نعمت مبارک ہو۔) اور یہ جو
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نثرہ رَبِّ ارِنی تھا۔ یہ بہت ہی اونچا مقام ہے جو اس
جہان میں پتیسر نہیں۔ اگلے جہان کا سرمایہ ہے یعنی اس جہان میں جو کچھ مقدر ہو سکتا ہے
اسے مشاہدہ کہتے ہیں نہ کہ رویت (دیدار)۔

شرح لمعات (جو حضرت شیخ عبدالقدوسؒ نے لکھی ہے) میں اسکی حقیقت
واضح کر دی گئی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

آپ نے لکھا ہے کہ کبھی کبھی حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے چنانچہ آج رات دو
مرتبہ یہ حالت طاری ہوئی اور مرتبہ نظر و دست پر اس طرح جمی رہی کہ بیان سے باہر ہے
اور بعض اوقات اسقدر انشراح قلب ہوتا ہے کہ نہ عقل میں سما سکتا ہے نہ کون و
مکان میں تحریر میں کیسے آسکتا ہے۔ بیت

درہر چہ بدیدیم ندیدیم بجز دوست معلوم چنین شد کہ کسے نیست بجز دوست
(جس چیز میں نظر کی دوست کے سوا کچھ نظر نہ آیا اس سے معلوم ہوا اسکے سوا کسی اور چیز

کا وجود ہی نہیں ہے۔ (یا در ہے کہ یہ لذت اور یہ محویت مقربان حق کو حاصل ہوتی ہے۔
حیاتِ انبیاء و اولیاء کا سرمایہ اور مدعا و مقصود یہی چیز ہے جسکی کوئی انتہا نہیں۔ نہ
کوئی کنارہ ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپکو ہمیشہ یہ دولت
نصیب کرے۔

آپنے یہ بھی لکھا ہے کہ کبھی حزن و ملال کی کیفیت وارد ہوتی ہے اور اس جہان کو
میرے لیے تلخ کر دیا جاتا ہے۔ اور آیہ مبارکہ ما هذا التماثل التي انتم لها عاكفون
کے مطابق حزن و ملال میں اضافہ ہوتا ہے۔ معلوم نہیں یہ کس وجہ سے ہوتا ہے۔ اسکا
جواب یہ ہے کہ اس کیفیت کو قبض کے نام سے موصوم کیا جاتا ہے۔ اسکے مقابلے میں جو
کشف و مشاہدہ اور فوقی جمال پیدا ہوتا ہے اُسے بسط کہتے ہیں اور یہ دونوں کیفیات
اچھی ہیں۔ قبض و بسط کی شرح عوارف المعارف میں تفصیل سے درج ہے۔ وہاں
دیکھنا چاہیے۔ یہ تمام واردات ربانی اور فوقی سبحانی ہیں خدا تعالیٰ مزید در مزید
نصیب فرماوے اس حالت میں اس تباہ حال کو یاد کیا کرو اور ہمت سے کام لینا چاہیے
تاکہ یہ واردات ضائع نہ ہوں۔ مصرع

یار کار افتادہ دایاری ہم یاراں بود (دوست کا کام جب خراب ہو جاتا ہے تو دوست
ہی مدد کرتے ہیں) عاقبت محمود باد بالنبی و آلہ الامجاد (نبیؐ اور اسکی مقدس آل و اولاد
کی بدولت عاقبت بخیر ہو۔)



مکتوب ۱۵۵

بجانب شیخ جلال در ذکر بعض احوال شیخ خضر معروف میاں خان
و بعض احوال شیخ عبدالرحمن و در ذوق و شوق ربانی

حق حق حق! اس تباہ حال کی یہ حالت ہے کہ بیت
بت پرستم بت پرستم بت پرستم راست گفتم آنچہ ہستم آنچہ ہستم
رہیں بت پرست ہوں بت پرست ہوں بت پرست ہوں۔ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ
ہوں یہی ہوں۔ (ستر سال ہوئے ہیں کہ دوست کی خوشبو تک نہیں پہنچی۔
پیرانہ سالی کی کزوری لاحق ہے لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں۔ بیت
دستگیری نہ و پامائے ارادت در گل اشنائی نہ و دریائے غمت بچایاں
(پاؤں دل دل میں پھنس چکے ہیں اور کوئی دستگیری نہیں کرتا، غم کا دریا بے پایاں اور کوئی
آشنا نہیں) اور رو کر یہ فریاد کرتا ہوں ے
اند میں فتنہ کہ فریاد سراجان مرا ترک قتال و فرس تند و شکاری ماند
(اس مصیبت میں میری کون فریادرسی کرتا ہے محبوب ظالم ہے اور تند و تیز گھوڑے
پر سوار ہو کر شکار کھیل رہا ہے) شیخ الاسلام شیخ خضر کا خط جو نوپور سے موصول ہوا ہے
انہوں نے لکھا ہے کہ میں احوال باطنی کو تحریر میں لانا نہیں چاہتا۔ اور دم گھٹ کر رہ
جاتا ہوں۔ اس شعر کے مصداق ے
تو خود بنزہ سراسر کرشمہ نازی چہ حاجت است کہ باما کر شہاسازی
(اے محبوب تو سراپا کرشمہ ناز ہے تجھے کیا ضرورت کہ ہمیں اپنا راز دار بنائے) انہوں نے
یہ بھی لکھا ہے کہ اس فقیر کو اپنا حال بیان کرنے میں کوئی خطرہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ جب
کوئی لطیف غذا کھاتا ہوں تو کوئی لذت نہیں آتی معلوم نہیں کیا وجہ ہے۔ زبان پر بھی
کوئی لطف محسوس نہیں ہوتا۔ جب بھوک لگتی ہے تو چند نوالے کافی ہو جاتے ہیں۔

نیز ذکر بھی فراموش ہو گیا ہے اور سراپا مذکور بن گیا ہے (یعنی دل میں محبوب سما گیا ہے)۔
 زبان سے کوئی چیز نہیں نکلتی۔ زبان گنگ ہے اور دل میں حیرانی و مستی چھا گئی ہے۔ نیز
 اپنے جسم کے اعضاء کی بھی خبر نہیں رہی۔ اب میرا یہ حال ہو گیا ہے۔

تنگ آمدہ ام از خود و از ہر دو جہان کو حربہ کہ تا وار ہم از عالم خراب

ر میں اپنے آپ سے اور دونوں جہانوں سے تنگ آ گیا ہوں۔ اب کیا طریقہ ہے کہ جس کے ذریعے

اس زبون حالت سے نجات حاصل ہو۔) ماہ ربیع الاول کی پہلی رات آخر شب خواب

میں دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہیں تمام اولیاء اللہ

ہمراہ ہیں۔ جب یہ فقیر ہجوم دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے

اور تبسم کرتے ہوئے فرمایا یا بٹی قد امک (اے بیٹے اگے بڑھو) جب دامن کوہ آیا

تو ایک شخص نے آکر یہ پیغام دیا کہ گھر ہا تیرے حوالہ کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس فقیر نے اسی

جگہ پر قیام کر لیا۔ وہاں چند تنگ آدمی تھے انکو وہاں سے دور کر دیا گیا۔ جب خواب سے

بیدار ہوا تو پورا گھر سحر پایا۔ چند اور چیزیں دیکھیں جنکا ذکر طویل ہے۔ یاد رہے کہ برادرم

شیخ خضر اور آپکو حق تعالیٰ نے راہ حق میں اسقدر توفیق فرمائی ہے کہ جان اور جہان کی

مجاہدہ اور سوز و گداز میں بازی لگا رکھی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

قیمت المرء ہمتہ (آدمی کی قدر و قیمت اسکی ہمت کے مطابق ہوتی ہے۔)

آپ دونوں کو حق تک رسائی حاصل ہو گئی ہے زہے دولت، زہے دولت، زہے دولت!

کام کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا کہ خاکی عالم پاک کے ساتھ ایک ہو گیا ہے

زمین زادہ بر آسماں تافتہ زمین و آسماں را پس انداختہ

(زمین زادہ آسماں پر پہنچ گیا۔ بلکہ زمین و آسماں سے بھی اوپر نکل گیا۔) عرفان حق

عبان و بے حجاب عقل و حسرت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ مقام حیرت یا مقام تحیر سے

اور حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہوتا ہے۔

وحدت و رائے لنگرہ با کبریا کشید کو عارفی کہ منظر او عرش اکبر است

(مقام وحدت لنگرہ عرش سے بالاتر ہے عارف وہ ہے کہ جبکا عرش اکبر منظر ہے) ہزار ہزار

شکر ہے اور ہزار جان فدا ہے اور ہزار فرحت اسبات سے ہے کہ اگرچہ یہ فقیر مفلس ہے
تاہم یاران اور فرزندان کو اس قدر نعمت حاصل ہے کہ دونوں جہانوں کے بیٹے کافی ہے
بفضلہ تعالیٰ۔

برادر ام شیخ عبدالرحمن کا بھی شاہ آباد سے خط آیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ
میں نے ایک چلہ کیا اور ایک سانس میں ایک ہزار بلکہ اس سے ایک سو زیادہ بار ذکر نصیب
ہوا جس سے سینہ میں جوش اور سر میں خروش ہے اور ہر نقطہ خطاب دیکر سے اور گفتار
دیگر سے

باز ہر سوئے طرب آغاز شد بار بلبیل باچمن ہمزاد شد

(پھر سے ہر طرف خوشی ہی خوشی ہے اور بلبیل چین ہمزاد ہے) ذکر کا آغاز رات کے
وقت ہونا چاہیے تاکہ دیر تک ذکر جبری ہو سکے اور تھکان نہ ہو۔ اور دل میں عشق کی
آگ بھڑک اٹھے۔

دوسری بات اپنے یہ لکھی ہے کہ ایک دن حاسد لوگوں کی ایذا رسانی سے تشویش
ہو رہی تھی۔ اس اثنا میں میں مراقبہ کیا اور کوئی دو تین گھنٹے مراقبہ رہا جس سے بے خودی
اور محویت طاری ہو گئی اور جہان کی خبر نہ رہی نہ اپنی خبر رہی۔ ناگاہ اس مراقبہ میں سخت
کڑک کی آواز سنائی دی جس کا اثر جگر تک پہنچ گیا۔ اس وجہ سے ایک فنا سے فنائے دیگر میں
چلا گیا جہاں نہ کوئی خطرہ تھا نہ شعور۔ اے برادر! دوستوں کی اس ترقی درجات کا حال
سن کر اس بیچارہ کو ہزار فرحت اور ہزار راحت حاصل ہوتی ہے یہ چیز بے حد بلند و برتر
ہے اور خدا اور رسول خدا کا علیہ ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

عزیز من اکثر بزرگان نے عبادت پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ ساری رات نماز میں گزار
دیتے ہیں اور ایک وضو سے ساری رات بسر کرتے ہیں۔ اور ہر شب ایک ہزار رکعت نماز ادا
کرتے ہیں غرضیکہ تقویٰ و عبادت میں اس حد تک محنت کرتے ہیں کہ ملائک کے ہمسر بن جاتے
ہیں۔ اسی طرح تلاوت قرآن اور قرأت میں اس قدر مشغول رہتے ہیں کہ عقل دنگ ہو جاتی ہے۔
چنانچہ ان پاکان و بندگانِ خدا کی حکایات سے کتابیں لبریز ہیں۔ ظاہری عبادت اور امر و

نہی اور ثواب و عقاب کے معاملات میں انہوں نے بلند ہمتی سے کام لیا ہے اور شاہدہ دوست کے مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ انکی بلند ہمت کا حال کچھ انکے ان اقوال سے ظاہر ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ جَنَّۃٌ لَّیْسَ فِیْهَا حُوْرٌ وَّ لَا قَصُوْرٌ وَّمَا فِی الْجَنَّةِ اَحَدٌ سِوٰی اللّٰهِ (اللہ کی جنت وہ ہے جس میں نہ حور ہے نہ قصور ہے اس جنت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں) بیت پر کہ بلیندرخ تو میل بہ بہستان نے کند چشم بر حور و نظر بر رخ رضواں نکند (جس نے ترا حسن و جمال دیکھ لیا نہ باغ و بہار کو دیکھتا ہے نہ حور اور رضواں پر نظر کرتا ہے) اللہ نور السموات والارض (اللہ تعالیٰ کائنات کا نور حیات (جان) ہے) از حضرت آکا کال یہ ہے کہ لیسر فی الدارین غیر اللہ (کائنات میں غیر اللہ کا وجود نہیں) آپ حضرات کو چاہیے کہ اپنے احوال و مقامات اور فتوحات غیبیہ اور عالم غیب کے واقعات لکھتے رہیں تاکہ اس پیچہ مفلس کو تسلی ہو۔ اور طالبانِ حق کیلئے مفید ثابت ہوں۔ ذوق عرفانی اور شہود ربانی سے جو کچھ حاصل ہے مبارکباد۔ عاقبت محمود باد بالنبی وآلہ الامجاد۔

مکتوب ۱۵۶

بجانب شیخ عبدالرحمن۔ در ایذائے مختار (جمع حاسد)

حق حق حق!۔۔۔۔۔ جس قدر مجاہدہ کیا جائیگا فتوحات زیادہ ہونگی۔ اور انوار کا زیادہ بارش ہوگی۔ ہم کیا ہیں یہ کام ارباب سعادت کا ہے۔ بیت

مخرم دولت نبود ہر سرے باد سیانکشد ہر خرے

(دوست کا مخرم ہر سرے نہیں ہو سکتا جیسا کہ مسیح علیہ السلام کا بوجہ ہر خرے (گدھا) نہیں اٹھا سکتا)۔ آن ہزار کا نامہ موصول ہوا۔ بے حد خوشی ہوئی۔ اپنے اکھا ہے کہ اس بندہ نے چلہ اختیار کیا ہے جس میں ایک ہزار اور کبھی ایک سوزاند ذکر اسم ذات فی سانس) جیسا کہ حضرت برشد علیہ رحمہ کافرمان ہے پورا ہو جاتا ہے۔ اس سے دل میں جوش اور سر میں خردش پیدا ہوتا ہے اور ہر لحظہ خطاب دیگر اور گفتار دیگر ہے۔ بیت

باز ہر سوئے طرب آغاز شد باز بلب با چمن ہمزاز شد

پھر سے ہر طرف خوشی ہی خوشی ہے اور پھر سے بلب چمن کی ہمزاز ہے، رات کو ذکر کا آغاز ہوتا ہے اور دینک ذکر جبری میں مشغولی رہتی ہے اور تھکان نہیں ہوتی جس سے دل میں عشق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ اپنے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دن حاسدوں کی ایذا رسانی کی وجہ سے بہت پریشانی تھی۔ اس اثنا میں مراقبہ کیا تقریباً دو تین گھنٹے تک مراقبہ رہا جس سے بے خودی طاری ہو گئی اور نہ جہان کی خبر رہی نہ اپنی۔ ناگاہ اسی مراقبہ میں ایک تند و تیز لڑکے کی آواز آئی جس کی بدولت فنائے اول سے فنائے دیگر میں پہنچ گیا۔ جہاں نہ شور باقی رہا نہ دل میں خطرات۔ اے برادر! یاد رہے کہ مردانِ خدا نے راہِ حق میں جان و جہان کی بازی لگادی ہے اور منزل مقصود تک پہنچ گئے ہیں۔ لہذا حاسدوں کی کیا پرواہ!

ولا تدع من دون الله ما لا ينفعك ولا يضرك (اللہ سے وہ چیز طلب نہ کر جس کا کوئی فائدہ نہیں نہ نقصان ہے) حکم قطعی ہے۔ اللہ ما لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت (اے اللہ جو چیز تو عطا کرتا ہے اسکو کوئی نہیں روک سکتا اور جو تو روکتا ہے اسکو کوئی عطا نہیں کر سکتا) یہ بھی حکم قطعی ہے۔ پس حق تعالیٰ کی راہ میں مستحکم اور بلند ہمت رہو۔ ہمیں نہ سستی کو دخل ہونا چاہیے نہ غفلت کو۔ جب بندہ کامِ حق میں مشغول ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کا بندہ میں مشغول ہوتا ہے۔ پس حاسدوں کی پرواہ نہ کرو۔ جب تو زیر پائے حق ہے تو تمام حاسد تیرے زیر پائے ہو جائیگے۔ اگر کوئی حاسد نقصان بھی پہنچائے تو وہ نقصان نقصان نہیں ہوتا بلکہ اسکے بدلے ہزار نعمت و فرحت

علا ایک فنا سے دوسری فتا میں رسانی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ذاتِ حق کی کوئی حد نہیں مراتبِ فنا بھی بے حد اور لامتناہی ہیں اور مراقبہ ذاتِ حق میں سالک ہر لمحہ ایک مرتبہ فنا سے گزر کر دوسرے مرتبہ پر پہنچتا رہتا ہے حتیٰ کہ زندگی ختم ہو جاتی ہے اور مراتبِ فنا ختم نہیں ہوتے۔

نہ حسدش نہ غایبتہ در روز سواری را سخن پایاں

بیر رتشتہ مستقر و دریا پیمتاں باقی

حق تعالیٰ عطا کرتا ہے۔

ہر بلا کہ میں قومِ راحتِ دادہ است زیر آن گنجِ کرمِ بہادہ است
 (ہر بلا جو مردانِ حق پر نازل ہوتی ہے اسکے نیچے نعمتوں کے خزانے پہنچا ہوتے ہیں)
 پس صبر کیے جاؤ اور برداشت کیے جاؤ
 تاملت نہ گردی نکشی بارِ غمِ عشق آئے شترِ مست کشد بارِ گراں را
 (جب تک تو مست نہ ہو گا غمِ عشق کا بار نہیں اٹھا سکے گا اونٹ جب مست ہوتا ہے
 تو بہت بار اٹھاتا ہے) انبیاء اور اولیاء کے حالات سے ظاہر ہے کہ انہوں نے کس قدر
 بلائیں جھیلیں اور مصیبتیں برداشت کیں جب وہ راہِ حق میں مستحکم تھے تو کوئی مشکل
 مشکل نہ رہی۔ تم اپنا کام کرو حق تعالیٰ اپنا کام کرے گا۔ عاقبت محمود بادشاہِ بالٹی و آلہ الامجاد۔

مکتوب ۱۵۷

بجانب شیخ جلال در بیان حالِ محویت و فنا و ذکرِ آگہ توحیدیکہ پیش از
 محویت و فنا باشد توحید لسانی و تقلیدی باشد نہ توحید کشفی و عیانی
 نیز بہ جواب مکتوب و حال ایشاں و یاران ایشاں۔

حق حق حق! افسوس کہ عمرِ آخر کو پہنچ گئی لیکن مسلمان فی نصیب نہ ہوئی سوائے
 اسکے کہ زبان سے کہد یا کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد
 ان محمداً عبداً ورسولہ۔ اصل بات آخرت ہے اور وہ جہان ہے جسے اس
 جہان میں ابتلا ہے تو اس جہان میں جزا ہے۔ جو شخص آج توحید پر مستحکم ہوتا ہے اور عرفان
 حق میں جس قدر اخلاص اور وجدان سے قدم رکھتا ہے اور جان مارتا ہے کل اسی قدر جزا پاتا ہے
 بعض مومن جنت عام میں اور بعض جنت خاص میں جائیگے۔ جنت عام یہ ہے
 لا یسمعون فیہا لغواً و لا تائیماً الا قیلاً سلاماً سلاماً اگر اس کی حقیقت
 سب پر عیاں ہو جائے تو عوام کیا اور خواص کیا۔ سبحان اللہ! کیا اسرار ہے اور کیا

گفتار ہے اور کیا بشارت ہے رب غفار کی طرف سے۔ وهو الغفور الودود ذوالعرش
 المجید۔ سب پر نظر کرم ہے اور سب پر جلوہ غائی ہے۔ تاہم عوام و خواص کے لیے
 علیحدہ درجات و مقامات ہیں۔ والتابقون السابقون أولئك المقربون
 فی جنات النعیم۔ خدا کے نصیب کرتا ہے اسکو میدانِ ظلمت سے فضائے نور
 میں لے جاتا ہے۔ یخرجہم من الظلمت الی النور۔ جو شخص دوئی کی ظلمات
 میں رہ گیا اسی قدر اسلام سے دور رہا۔ اور اپنی خودی میں رہ گیا۔ اور جسکو نور وحدت و
 حق تعالیٰ کے ساتھ یگانگی (فتنا) سے باریابی ہوئی اسی کے مطابق اسلام سے بہرہ ور رہا۔
 اور حق تعالیٰ کے ساتھ یگانہ ہوا۔ جو شخص اسلام نہیں رکھتا جس قدر توحید حاصل کرے کچھ
 نہیں رکھتا۔ اور مجاہدین (اندر حجاب) اور محرومین کی صف میں جا بیٹھتا ہے۔ یا الیتی
 کنت تو اباً (کاش میں مٹی ہوتا) کے نعرہ سے اسکو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ نہ اسکی فریاد
 رسی ہوتی ہے وما لہم من الناصرین (انکا کوئی یار و مددگار نہیں)۔ یہ اکی جزا ہے
 ہر شخص اپنے اعمال کا بدلہ پاتا ہے ولا یظلم ربک احداً (تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا)
 یہ اسلام کے احکام ہیں جو ان پر وارد ہوتے ہیں۔ پس تو ہمت بلند رکھ اور غم سے دست
 بردار ہو جاتا کہ تو اسلام کی حقیقت کو پہنچے۔ اور یگانہ سخی ہو جائے مقصود یہی یگانگی
 (فتنا فی اللہ) ہے اور یگانگی سخی کے بغیر دین نہیں ہے عارفین نے یہی کچھ حاصل کیا ہے
 اور حق تعالیٰ کے ساتھ یگانہ ہو گئے ہیں اور حق کے سوا کچھ نہ دیکھا ہے
 اینست کال مرد راہ یقین درہر چہ نگہ کند خدا را بیند
 (مرد این راہ حق کا یہ کال ہے کہ جس چیز پر نظر کرتے ہیں خدا دیکھتے ہیں) یہ تباہ حال
 سیاہ روٹے بدخوٹے کیا لکھے۔ ستر سال سے زائد عمر ہو گئی بوٹے دوست کو ترس
 رہا ہے۔ اعضا کی قوت جواب دے گئی ہے نہ طاقت کا رہے نہ گفتار۔ جب یاران
 و برادران اپنے احوال کا ذکر کرتے ہیں تو سن کر دل کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور تسلی
 ہوتی ہے۔ اگرچہ میرا عمر و موں میں شمار ہے تاہم نیکیوں کے ساتھ اعتقاد کی وجہ سے مخلوق
 میں بھی شامل ہوں بمصدق حدیث :-

احشرنی فی زمرة المساکین (مجھے مساکین کے ساتھ اٹھائیں) بیت

در گور برم از سرگیسوتے تو تارے تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

(محبوب کی زلف کا ایک بال قبر میں لے جاؤ گا تاکہ قیامت میں مجھ پر سایہ فگن ہو)

جب آپ کا خط ملا تو یہ تباہ حال مردہ سے زندہ ہو گیا۔ الحمد للہ کہ یاران صاحب

جمال و صاحب کمال ہیں اور صاحب نعمت ہیں۔

اپنے لکھا ہے کہ آیہ ہوا علو بکوا اذا نشاکم من الارض واذ انقرو

اجنتہ فی بطون امہلتکم۔۔۔۔۔ سے ہیبت ہوتی ہے۔

اے برادر! یاد رہے کہ اس کو چھ میں خوف و ہیبت طریق انبیاء و اولیاء ہے۔

دوستانِ خدا اپنے کمال و جمال کے باوجود حق تعالیٰ کی عظمت و ہیبت کے خوف سے لرزہ

بر اندام ہوتے ہیں اِنِّیْ مَسْنِیْ الضُّرِّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ کہتے ہوئے جان کی

بازی لگا دیتے ہیں اور حق سے ہیبت ہو جاتے ہیں۔ رَحِمَ اللّٰهُ عَلٰی فَلَہٰکَ و

ہمّتک (خدا تمہاری فہم اور ہمت میں برکت دے) سرورِ عارفان صلی اللہ علیہ وسلم

خود پناہ مانگتے گئے ہیں دوسرا بیچارہ کیا کہہ سکتا ہے اور اپنا حال کیا بیان کر سکتا ہے اپنے

متعلق وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ کے مطابق ازراہ شکر کچھ بیان کرنے میں مضائقہ

نہیں کیونکہ یہ ازراہ شکر نعمت ہے۔ اسکو بیان کرتے رہو اور خدائے تعالیٰ کی تلاش

کرتے ہوئے سلامتی سے گزر جاؤ۔

اپنے لکھا ہے کہ مذکورہ بالا حالت کبھی زیادہ ہوتی ہے کبھی کم۔ اور ہمیشہ

دل و لہار کے ساتھ لگا رہتا ہے اور یہ حالت حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے روز بروز زیادہ

ہو رہی ہے: اور الینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ اور یقین کی آنکھ سے نظر آتا ہے کہ

یہ جہان غیر ناپا ہے نہ کفر ہے۔ (یعنی نظریہ آتا ہے کہ جہاں اللہ کا غیر ہے یعنی علیہ

وجود رکھتا ہے لیکن دراصل غیر حق نہیں عین حق ہے۔) جیسا کہ کلام پاک میں آیا ہے

ہو الاول والآخر والظاهر والباطن (اول بھی وہی ہے آخر بھی وہی ہے

ظاہر بھی وہی ہے باطن بھی وہی ہے) اے برادر! یاد رہے کہ قطعی طور پر یقینی طور

پر شرعی طور پر عقلی طور پر، مستفقہ طور پر اور امت کے اجماعی طور پر کہ کائنات کا وجود حق تعالیٰ کے وجود کی دلیل ہے اور حق تعالیٰ تعین اور تکثر سے پاک ہے (یعنی وہ ایک ہے اور لا محدود ہے۔) واحد لا شریک ہے اور اسکا کوئی ثانی نہیں۔ اور کائنات کا وجود فانی (نیست) ہے یعنی خدا ہے اور کائنات نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے اور یہ جو نظر آ رہا ہے یہ مجاز ہے۔ حدوث و امکان کے یہی معنی ہیں جس میں غیر اللہ کا وجود نہیں ہے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو سمجھو۔ پس جو کوئی غیر میں پھنس گیا یہ اسکی بد نصیبی اور گمراہی ہے۔ العباد باللہ من ذالک۔ والحمد للہ کہ آپ کشف توحید سے محفوظ ہوئے ہیں۔ اور عرفان کو پہنچے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے

در ہر چہ بدیدیم ندیدیم مگر دوست معلوم چنین شد کہ کسے نیست مگر دوست
(جس چیز کو دیکھا اسکے اندر دوست کو دیکھا پس معلوم ہوا کہ دوست کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں ہے۔)

عزیز من! طالبان حق پر دو احوال طاری ہوتے ہیں ایک تلوین۔ دوسری تمکین۔ تلوین بتدیوں اور کمزور لوگ کا خاصہ ہے جنکو کبھی اسرار و رموز سے آگاہ کیا جاتا ہے اور کبھی پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ لیکن جب تمکین حاصل ہوتی ہے تو دائمی مشاہدہ حق نصیب ہوتا ہے اور عقل و حواس برقرار رہتے ہیں اور پابندی شریعت برقرار رہتی ہے۔ اور تلوین در تمکین (تمکین میں تلوین) وہ ہے جس کی خبر حدیث لِي مَعَ اللَّهِ وَقْتُ (مجھے اللہ کے ساتھ ایسا قرب حاصل ہوتا ہے) نے دی ہے۔

حدیث میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو ایسا وقت نصیب ہوتا ہے کہ جہاں نہ کسی نبی رسل کی رسائی ہے نہ فرشتہ مقرب کی۔ اس ظاہر ہے حالت بدلتی رہتی ہے جسکا دوسرا نام تلوین ہے۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ مندرجہ بالا اس حدیث کا ظاہری مطلب، باطنی مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے دائمی طور پر (تمکیننی طور) حق تعالیٰ کے قرب کا وہ بلند ترین مقام حاصل ہے کہ جہاں نہ کوئی فرشتہ پہنچا ہے نہ کوئی نبی۔ اس لیے آگے چل کر حضرت شیخ عبدالقدوس علیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ یہ جو اس حدیث میں بظاہر تلوین نظر آتی ہے یہ ایک گہرا راز ہے جو آنحضرتؐ

یہ ایک عتیق (گہرا) راز ہے یہ ایک بکر ہے جو کال ہی کال اور جمال ہے، جمال ہے۔ آیت و نزل
 موسیٰ صاعقہ سے یہی چیز مراد ہے۔ اس مقام پر مردانِ خدا مست ہو جاتے ہیں اور مستی کی
 حالت میں اسرارِ ظاہر کو دیکھتے ہیں۔ ولایضوہ شئی (اور انکو کوئی چیز نقصان نہیں دیتی،
 جیسا کہ اپنے لکھا تھا کہ کبھی کبھی اس قسم کی باتیں حالتِ محویت میں کوشش کے باوجود
 لوگوں کے سامنے منہ سے نکل جاتی ہیں۔ اے برادرِ برکت آپ کو مبارک ہو۔ ہنیا
 لا رباب النعیون نعیمھا مشرب۔ اس بے نوا کا بھی یہی حال ہے۔ ال
 بے خودی میں راز کی باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں اور گفتار و رفتار سے راز افشا ہو جاتا
 لیکن معلوم نہیں ہوتا کہ کیا کہہ رہا ہوں اور کیا ہوگا۔ یہ ہے اس خراب حال کی کیفیت
 کیا کیا جائے مجبوری ہے

ماگم شدہ ایم مرا مجوسیدر باگم شدہ گان سخن بگوئید
 (مگم ہو چکے ہیں ہمیں تلاش نہ کرو۔ گم شدوں کے ساتھ بات نہ کرو) اسکو بنوام
 حق اور مستی حق کہتے ہیں

لاجرم دیوانہ را اگر چہ چلا است ہرچہ بگوید بگستاخی رواست
 (اگر دیوانے سے خطا ہو جائے یہ اسکی مجبوری ہے اسکی گستاخ معاف ہے)
 ہرچہ از دیوانہ آید در وجود عفو فرماید از دیوانہ زور
 (جو کچھ دیوانہ سے سرزد ہوتا ہے اہل عفو معاف فرماتے ہیں)

آپنے یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ محویت سے پہلے جو توحیدِ حق
 وہ لسانی اور تقلیدی تھی نہ کہ توحیدِ کشفی و عیانی۔ اے برادرِ یاد رہے کہ عارفین
 اور مقربین کی توحیدِ کشفی، وجدانی اور مشاہداتی ہوتی ہے نہ کہ قالی اور لسانی۔ عارفین کا

بقیہ حاشیہ۔ کے کمال و جمال کی گواہی دیتا ہے نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلقہ جبر قرآن میں
 آیا ہے کہ ختم موسیٰ صاعقہ یہ بھی اسی قبیل سے ہے یعنی یہاں ”وقت“ سے مراد خاص وقت
 نہیں بلکہ دائمی مقام مراد ہے۔ یہ مقام جامعیت ہے جہاں فناء بقا اور بقا فنا بن جاتی ہے
 اور تلویہ تمکین اور تمکین تلویہ میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

کہنا ہے کہ قال بے حال (بغیر حال) قائل کیلئے وبال۔ جس سے وہ پاتا ہوا ہو جاتا ہے۔ جو لوگ حال کے بغیر صرف قال سے یہ حقائق بیان کرتے ہیں وہ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور ان کی قیامت کے دن کفار کے ساتھ لکھا حشر ہوگا۔ کیونکہ اگر توحید صحت دین اور استقامت احکام شریعت ہے تو ہر مقام کی توحید یعنی کشفی ہو یا قالی اسکا بیان کرنا نقصان نہیں دیتا۔ بلکہ مطلوب راہ اور مقبول درگاہ ہوتا ہے تاکہ لوگ اسکو طلب کرنے کی کوشش کریں اور تڑا مقصود تک پہنچ سکیں۔ لیکن اس تباہ حال مفلس کا یہ حال ہے کہ مردانِ خدا کی توحید سے بے بہرہ ہے اور خالی گفتار میں گرفتار ہے۔

آہ کہ آن یار میرا یار نیست آہ کہ آن شوخ و ناز نیست

(افسوس کہ وہ دوست میرا دوست نہیں بننا افسوس کہ وہ شوخ و ناز نہیں کرتا)

آہ دل خون شدہ در کار دے آہ درویش رہے کار نیست

(آہ کہ اسکی محبت میں میرا دل خون ہو گیا آہ کہ وہ کسی طرح سے ہاتھ میں نہیں آتا)

اگر دل میں حق تعالیٰ کی طلب ہے تو سعادت و جہاں یہی ہے اگرچہ شروع میں کچھ سختی پر لکھنا

سیکھتا ہے رفتہ رفتہ پختہ کار بن جاتا ہے۔ یہی سنت اللہ ہے اور اکثر اس طریقے سے کام

بناتا ہے لیکن بعض حضرات پر خاص کرم کی نگاہ ہوتی ہے تو یہ اور بات ہے۔

نیز اپنے لکھتا ہے کہ برادر عم عبدالشکور کہتے ہیں کہ میں فجر کی نماز کے بعد بیٹھا خیال

کر رہا تھا اولیاء کرام کس طرح ایک لمحہ کے اندر مشرق سے مغرب پہنچ جاتے ہیں اسی خیال میں

تھا کہ یکدم میری حالت دگر گوار ہو گئی اور ایسا معلوم ہوا کہ میرا ایک پاؤں مشرق میں ہے اور

ایک غرب میں۔ اور سارا آسمان زمین میرے سامنے ہے۔ کچھ عرصہ یہی حالت رہی اسکے بعد

ختم ہو گئی۔ اے برادر! یاد رہے کہ یہ چیز اس کوچہ بچکان کیلئے شیر مادر کی حیثیت رکھتی ہے

جو پستانِ ولایت شیخ سے انکو شروع میں ملتا ہے اور تدریجاً ترقی کر کے کشف کوئی کشف حق

میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مبارکباد و تم مبارکباد۔ یارانِ طریقت کو چاہیے کہ ذکر و چہرہ جاری

رکھیں اور آئینہ محض المؤمنین علی القتال کو پیش نظر رکھ کر جان و جہان کی بازی لگا

دیں حتیٰ کہ تو عالم تک رسائی ہو جائے۔ وسلم کثیرا کثیرا عاقبت محمود باد بالنبی وآلہ الامجاد۔

مکتوب ۱۵۸

بجانب شیخ عبدالرحمن در جواب کتابت او

حق حق حق! اے برادر اس تباہ حال، سیاہ روئے، اور بد خوئی کا یہ حال ہے کہ اسی سال کے قریب عمر ہو چکی ہے لیکن حقیقتِ اسلام سے بے بہرہ اور خدا پرستی سے محروم ہے نفس پرستی ہے کہ خدا پرستی سے دور لے جا کر بت پرستی میں مشغول کر رہی ہے اور یہ کفر ہے النفس ہی الصنۃ الاکبر (نفس ہی سب سے بڑا بت ہے) جس سے مردانِ خدا آہ و فریاد کر رہے ہیں حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں مَا شَغَلَكَ عَنِ الْحَقِّ فُلُوْ طَاغُوْتِكَ (جو چیز تجھے حق تعالیٰ سے باز رکھے وہی تیرے لیے شیطان ہے) یہ بیچارہ کیا کرے کہاں جائے کوئی راہ نہیں سو جیتی - کوری و کوری (اندھا پن اور بہرہ پن) کے سوا کوئی کام نہیں ہے۔

کاش کہ ہرگز نہ زادے مارم تا نگشتی کشتہ نفس کا فرم

(کاش کہ مجھے ماں نہ جیتی اور میں نفسِ کافر کے ہاتھوں تباہ نہ ہوتا) رباعی -

زہد سے نہ کہ در کج مناجات نشینم وجد سے نہ کہ در گرد خرابات برآیم

نہ اہل صلاحیم و نہ مستان خرابات نہ اینجا و نہ آنجا چہ قوم و کجا یم

انہ اتنا زہد ہے کہ گوشہ عبادت میں بیٹھ جاؤں نہ اتنا جنون ہے کہ ساکن میگردہ ہو جاؤں

نہ نیکوں میں شامل ہوں نہ رندانِ خرابات میں - نہ یہاں کا ہوں نہ وہاں کا خدا جانوں ہوں

کہاں ہوں) اس تباہ حال، تباہ کار کی بد کرداری اور بد گفتاری حد سے بڑھ گئی ہے اور گناہ

عصیان کا ٹھکانا نہیں۔ اسکے باوجود دوستوں کی تسلی کیلئے انکے خطوط کا جواب لکھتا رہتا

ہوں کیونکہ سوال کیلئے جواب اور مشکل کیلئے حل ضروری ہے۔ تمام احباب صاحبِ نعت

میں، صاحبِ اسرار ہیں، صاحبِ انوار ہیں، وارداتِ ربانی اور نجاتِ سبحانی حضرت

ارحم الراحمین اور اکرم الاکرامین سے حاصل کر رہے ہیں بلند ہمت اور بلند مقام ہیں مصرعہ

بر عارفاں جز خدا ہیج نیست (عارفوں کے لیے خدا کے سوا کچھ نہیں) کا نور لگاتے ہیں

اور دو کون سے گزر کر لامکان میں پہنچ جاتے ہیں توحید مطلق پالیتے ہیں اور غیر اللہ سے فارغ ہو جاتے ہیں بیت

مے صرف وحدت کسے نوش کرد کہ دنیا و عقبی فراموش کرد

(جو شخص خالص شرابِ توحید نوش کر لیتا ہے دنیا و عقبی کو بھول جاتا ہے) جب تک غیر کا وجود باقی ہے اسکے لئے نہ شراب ہے نہ ساقی ہے۔ بیت

تا کہ باشد یادِ غیرے در حساب ذکر مولا از تو باشد در حجاب

(جب تک تیرے دل میں غیر اللہ بس رہتا ہے حق تعالیٰ سے محبوب رہے گا) زاہد عابد علمائے

صلیاء اہل اسلام طاعت حق میں بے خود ہو کر مقامِ وحدتِ حق پر پہنچ گئے، شہود میں

محو ہوئے اور واصل باللہ ہو گئے، غیر اللہ سے روگردانی کر کے مقرب حق بن گئے۔ دونوں

کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔ ایک وہ ہے جو ایک لقمہ کھا کر سیر ہو گیا

دوسرا وہ ہے دو جہانوں کی نعمت سے سیر نہیں ہوتا اور یہ نعرہ لگاتا ہے کہ ”ملکی اعظم

ملک اللہ تعالیٰ“ (میرا ملک اللہ تعالیٰ کے ملک سے بڑا ہے) اگرچہ زاہد کا مقام

فلک ہے عارف کا مقام حق ہے۔ عارف کا مقام یہ ہے ”اولیائی تخت قبائی لا

یعرفہم غیری“ (میرے اولیاء میرے سینے میں بستے ہیں جنکو میرے سوا کوئی

نہیں جانتا)۔ یہ سچ ہے کہ عارفین جنت میں ہوتے ہیں لیکن انکی جنت کوئی (مادی)

نہیں سمجھانی ہے۔ انکی جنت یہ ہے ”ما فی الجنة احد سوی اللہ“ (انکی

جنت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں)۔ نہ کہ وہ جنت جس میں سونے اور جواہرات کے زیور ہوں

رباعی۔ اُن لقمہ کہ در وہاں نگنجد بطلب اُن سر کہ در و نشان نگنجد بطلب

سرّیت میانِ دلِ درویش و خداوند جبریل امین در ان نگنجد بطلب

(وہ لقمہ طلب کر جو منہ میں نہ سمائے وہ سر طلب کر کہ جس میں نام و نشان باقی نہ رہے۔ درویش

کے دل اور خداوند کے درمیان وہ راز ہے کہ جس سے جبریل امین بھی آگاہ نہیں وہ راز طلب کہ

اُن عزیز کا خط ملا جس میں مجاہدات، ہجر و فراق اور مختلف کیفیات اور واردات کا حال

درج تھا پڑھ کر دل کو فرحت ہوئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔ امید ہے کہ اس

ہمت اور محنت سے جان و جہاں کی بازی لگا کر حق تعالیٰ تک رسائی ہوگی۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر صدق دل سے جانفشانی کرو گے تو وہی دیکھو گے جو دوسروں نے دیکھا اور وہی کہو گے جو دوسروں نے کہا یعنی انا الحق اور سبحانی۔ یہ مقام دور نہیں خصوصاً اسکے لئے جو حق سے بے حضور نہیں۔ جو نعمت ملی ہے مبارکباد۔ خدا زیادہ دے۔ ہاں خواب میں دودھ پینے کی تعبیر ہے حصول معرفت بالخصوص جب اپنے پیرو مرشد کے ہاتھ ملے۔ یہ شہرِ ولایت ہے پستان ولایت سے مرید کو شیخ سے ملتا ہے۔ اور اس قدر ملتا ہے کہ صادق و واقع بالہ بن جاتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ عاقبت محمود بار۔

مکتوب ۱۵۹

بجانب شیخ عزیز اللہ دانشمند برادر حقیقی حضرت شیخ
در جواب مسئلہ یعنی بیت شیخ سعدیؒ
عجب نیست کہ سرگشتہ شود طالب دوست۔ عجب نیست کہ من واصل و مگر گرانم

حق حق حق!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ تباہ حال سیاہ روئے بد کردار جہل و غفلت میں پڑا ہے زبان بند کر دی گئی ہے۔ اگر کچھ پڑھتا ہے تو قبض (روحانی بندش) ہو جاتی ہے۔ پڑھنا دشوار ہو گیا ہے۔ اگر کچھ پڑھتا ہے تو بھول جاتا ہے، تسبیح اور ادب و نوافل سے محروم ہے یہ خراب حال لکھے تو کیا لکھے۔ کم ہو گیا ہے۔ معرفت تو کیا اصل علم بھی نہیں رہا۔ لکھنا عالموں اور عارفوں کا کام ہے لیکن چونکہ احباب عالم اور عارف ہیں اور مسئلہ کا تعلق علوم ربانیہ اور واردات سبحانیہ سے ہے ناچار جواب اپنی کم فہمی کے مطابق لکھا جا رہا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

برادر عزیز! آپ کو کمال عرفان کے باوجود مندرجہ ذیل شعرا پر اشکال ہے۔

۱۔ انا الحق نوره حلاج ۲۔ سبحانی ما اعظم شانہ نوره ابو یزید بسطامی ۳۔ اے اگلے صفحہ پر۔

عجبے نیست کہ سرگشتہ شود طالب دوست عجب نیست کہ من واصل سرگردانم
(تجربہ کی بات یہ نہیں کہ طالب دوست پریشان حال ہے تجب یہ ہے کہ میں بیک وقت
واصل بھی ہوں اور مہجور بھی۔) یہ شعر نکات و دقائق عرفانیہ کا حامل ہے جو کچھ لکھا
ہے بہت خوب لکھا ہے، بہت اعلیٰ لکھا ہے اور بہت عمدہ لکھا ہے پڑھ کر دل کو بے
حد خوشی اور انشراح ہوا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

یاد رہے کہ اگرچہ دنیا میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ محبوب سے ملکر اطمینان قلب اور
آرام جا حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **وَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ
الْمُؤْمِنِينَ** (مومنین کے قلب میں اطمینان نازل ہوا) لیکن شیخ سعدیؒ اس کلیہ کے برعکس
تجربہ کرتے ہیں اور اپنے کمال عرفان کی بنا پر فرماتے ہیں کہ یہ عجب وصال ہے اور عجب کمال ہے
کہ عین وصال کی حالت میں محل من مزید (اور لاؤ) کا نثرہ بھی جاری ہے اور اضطراب
بھی ہے۔ عزیز من! **مصطفیٰ علیہ السلام** مقام عرفان اور وصل میں زیاتر ہیں **أَيْكُمُ
مِثْلِي يَطْعَمُنِي وَيَسْقِنِي رَبِّي** (میری طرح کون ہے مجھے اپنا رب لھلاتا ہے اور
پلاتا ہے) اپنے تسکین حال کے متعلق یہ بھی فرمایا من رانی فقد رآی الحق (جس نے
مجھے دیکھا حق دیکھا) اور حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال و جمال کی خبر یوں
دیتا ہے **يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ** (اللہ کا ہاتھ اگلے یعنی اصحاب کے ہاتھ پر ہے) اب
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کہاں کا اضطراب اور حرمان (محرومی) ہے اور کیا سرگردانی ہے یہ تو
مقام تسکین و تسلی ہے ہر واصل کیلئے اسکی قدر کے مطابق ورنہ یہ حصول و وصول نہیں کہلاتے
گا امام جنیدؒ فرماتے ہیں **الواصل هو المحاصل عند ربہ** (واصل وہ ہے جسکو اپنا رب
حاصل ہے) اسکے باوجود **مصطفیٰ علیہ السلام** کمال اشتیاق میں فرماتے ہیں **أَنَا عَرَفْتُكُمْ
بِاللَّهِ وَأَخَشَكُمُ وَاللَّهُ اجْعَلْنِي مِنْ عِتْقَائِكَ وَمَحْرَبِكَ مِنَ النَّارِ نَيْرِ**

ع۔ سبحان اللہ! کس قدر انکسار ہے۔ عرفان کے میدان میں آپ بحر بے کراں ہیں لیکن مجز و
انکسار کا کمال ہے کہ اپنے آپکو کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ یہ مقام کمال عبدیت، جامعیت و
نزول ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ حرف عام میں یہ مقام بقا باللہ
کے نام سے موسوم ہے۔ ع۔ یہ مقام کمال فنا فی اللہ ہے کہ نبی علیہ السلام کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ قرار دیا جا رہا ہے

عارفوں نے انا الحق اور سبحانی کا دم بھی مارا ہے جو انکے کمال کو ظاہر کرتا ہے نہ کہ اضطراب کو بوجھ
 واسطہ این قوم را بر حالت است (یہ قوم حق تعالیٰ کے ساتھ بالواسطہ نہیں بلا واسطہ مربوط ہے)
 پس اگرچہ حق تعالیٰ کے قرب میں سکون حاصل کرتے ہیں اور وصل کے مزے اڑاتے ہیں انکے قلوب
 میں عشق کا طوفان اس قدر زور مارتا ہے کہ مضطرب ہو کر رب ارنی انظر الیک کا لہر بلند
 کرتے ہیں۔ اور پکار اٹھتے ہیں کہ

عجب اینست کہ من واصل و مرگردانم (میں حالت وصل میں بھی مضطرب ہوں)
 یہ بکر عیسیٰ (گہرا سمندر) ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ عزیز من زبان مرغان مرغ
 جانتے ہیں۔ اور رندوں کی بات رند سمجھتے ہیں۔ شیخ جنید فرماتے ہیں ایماننا فی طریقنا
 (ہمیں اپنی طریق پر ایمان ہے۔) بعض ایسے واصلان حق ہیں جو اپنے وصل میں آرام پاتے
 ہیں اور مضطرب نہیں ہوتے اور فرماتے ہیں لیس فی جبتی سوی اللہ (مجموعہ کے نیچے
 خدا کے سوا نہیں) انکو اصحابِ راہی کہتے ہیں چنانچہ صاحب لمعات سترہویں لمحہ
 میں کہتے ہیں کہ اصحابِ راہی سمجھتے ہیں کہ واصل ہو گئے ہیں اور مراد حاصل ہو گئی ہے۔
 نیز بارہویں لمحہ میں فرماتے ہیں کہ جو شخص اس مقام پر پہنچ جاتا ہے اور اپنے آپ کو نیست
 کر دیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ دوست کے ساتھ ایک ہو گیا وہ سفر کرنا یعنی اس سے آگے
 بڑھنا بند کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ لا حجرۃ بعد الفتح (فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں۔)
 پس وہ اپنے خلوت خانہ میں بیٹھ جاتا ہے اور سفر (آگے بڑھنا) بند کر دیتا ہے۔ اس
 حالت میں اسکا قلق (اضطراب) ختم ہو جاتا ہے اور ترقی رک جاتی ہے اور من و الی
 (کہاں سے کہاں تک) اسکے یٹے بے معنی ہو جاتا ہے۔ عوارف المعارف میں آیا ہے کہ
 سقطت عنہ حرکات الطلب (اسکے اندر طلب ختم ہو جاتی ہے) عوارف میں
 دیگر مقامات پر بھی طلب کو ترک کرنے کی مذمت آئی ہے۔

عزیز من! طلب حق جاری رہنی چاہیے کیونکہ بغیر طلب حق انسان جانور ہے۔
 کسی نے خوب کہا ہے۔

ہرچہ جز حق بسوز و غارت کن ہرچہ جز دین از وطہارت کن

جو کچھ حق تعالیٰ کے سوا ہے اُسے غارت کر اور جو کچھ خلاف دین ہے اسکو ترک کر
اسکے بعد طلب حق میں مضطرب ہو جا۔ جب طلب اور اشتیاق بڑھ جاتا ہے تو
فضل حق دستگیری کرتا ہے اور عالم غیب سے نفعات ربّانی اور نعمات سبحانی
شروع ہو جاتی ہیں اور تسکین حاصل ہوتی ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے رباعی
معتشوق عیاں بود نمیدانستم بامن بمیاں بود نمیدانستم
گفتم بطلب مگرہ بجائے برسم خود تفرقہ این بود نے دانستم
(معتشوق ظاہر تھا مجھے معلوم نہ تھا میرے اندر تھا مجھے معلوم نہ تھا۔ میں نے سبھی کہ
طلب کرونگا تو اسکے پاس پہنچ جاؤنگا۔ یہی تفرقہ کی بات تھی مجھے معلوم نہ تھا)
ایک اور دواصل کا کہنا ہے کہ

در ہر چہ نظر کردم غیر از تو نے بینم غیر از کسے باشد حقا چہ مجالست این
(جس چیز میں نظر کی تیرا غیر نہ دیکھا تیرا غیر کون ہو سکتا ہے ناممکن ہے) اسکے باوجود
(یعنی اس وصال کے باوجود) کاملین واصل بھی ہوتے ہیں اور مضطرب بھی۔
عزیز من! اگرچہ علم و عقل کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ دین کے تمام احکام عقل و علم پر
مبنی ہیں تاہم علم و عقل کے ذریعے حق تک رسائی نہیں ہوتی کیونکہ جس ترازو سے سونا
تولا جاتا ہے اس سے پہاڑ نہیں تولا جاسکتا۔ مردانِ خدا جنکو حق تعالیٰ تک رسائی
ہوئی وجد و حال سے ہوئی ہے اور سرمست ہو کر پکار اٹھتے ہیں
شرف تبیح و زنارت یکے شد تو خواہی خواہ شو خواہی غلامے
(اے شرف تیرے لیے اب تبیح اور زنارت برابر ہیں اب چاہے تو آقا بن چاہے غلام)
اضطراب، حیرانی اور سرگردانی میں جب اپنے آپکو دیکھتے ہیں تو خدا کو پاتے ہیں اور
پکار اٹھتے ہیں

تو من شدی من تو شدم تو جان شدی من تن شدم

تا کس نکوید بعد ازیں تو دیگر می من دیگر م

سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی) فرماتے ہیں کہ :-

من اور اجستم خود رائے یافتہ (میں اسکو تلاش کرتا تو اپنے آپکو پاتا تھا) یہ مقام طلب ہے کہ اگرچہ باحق ہے بمصدق آیہ وهو معکواینما کنتم (خدا تعالیٰ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے) لیکن اپنے خیال سے وہ حق سے دور ہے اور غیر میں مشغول ہے۔ یہ سب نقیذات وہی ہیں حقیقی نہیں۔ الحق لیس معہ شئی (حق کے سوا غیر کا وجود نہیں) حضرت بایزید بسطامیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اب تیس سال ہوئے کہ خود کو تلاش کرتا ہوں اور حق کو پاتا ہوں۔ یہ مقام وصول (وصل) ہے جہاں سے نکلنا محال ہے، یہاں وصل ہی وصل ہے تو پھر اضطراب کیوں اور سرگردانی کس وجہ سے؟ نیز عوارف المعارف میں بھی آیا ہے کہ حضرت ابو سعید قریشیؒ فرماتے ہیں کہ واصل وہ ہے جو حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ ایک ہو جائے اور پھر کبھی جدا نہ ہو۔ یہ حضرات حق تعالیٰ کے وصال میں ایسے مستغرق ہوتے ہیں کہ انکو اپنی خبر بھی نہیں رہتی۔ اور نہ دونوں جہانوں کی خبر ہوتی ہے۔ سرگردانی اور پریشانی کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ برادر ام شیخ جلال نے لکھا ہے کہ مجھ پر مخویت طاری ہو جاتی ہے کبھی کم کبھی زیادہ اور دل ہمیشہ دلدار پر ہے۔ اور یہ ارحم الراحمین کا کرم ہے کہ روز بروز اس حال میں اضافہ ہے جس سے خوب اطمینان و آرام حاصل ہوتا ہے اور یقین حاصل ہوتا ہے کہ یہ جہاں غیر فنا ہے غیر نہیں ہے حقیقت یہی ہے ہوا اول والآخر والظاهر والباطن (وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر ہے وہی باطن) اب معلوم ہوا ہے کہ اس سے پہلے جسے ہم نے توحید سمجھا تھا وہ توحید لسانی اور تقلیدی تھی! نہ کہ توحید کشفی و عیانی۔

۱۔ توحید تقلیدی کا مطلب یہ ہے قرآن اور پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا ایک ہے اور ہم نے اس قول کی تقلید کی اور انکی بات مان لی۔ یہ ابتدائی حالت تھی۔ لیکن اب بعد از وصول چشم حقیقتدین سے دیکھ لیا ہے کہ واقع اللہ واحد لا شریک لہ اور اسکے ساتھ کسی چیز کا وجود نہیں ہر چیز اسکے وجود میں شامل ہے اس مرتبہ توحید کو توحید کشفی و عیانی کہا گیا ہے۔ یعنی کشف سے معلوم ہونا اور آنکھوں سے دیکھ لینا حقیقت کو۔ ایسے وہ نالہ و فریاد برپا کرتا ہے

عزیز من! طالبان طلب اور جدوجہد میں خون دل پیتے ہیں۔ جان و جہان کی بازی لگاتے ہیں اور خداوند تعالیٰ تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ آرام پاتے ہیں۔ بیچارہ جوگی کہتا ہے

سبل من پیانا چننا صحرانے کھوتنو کو پتیائی پھول تہی کلی بھیا بولی سدھ ہدائی
یہ جو لکھا گیا ہے اضطراب طالبان ہے نہ واصلان۔ طالب جانتا ہے کہ بمصدق و هو
معکو (وہ تمہارے ساتھ ہے) اللہ ہر چیز میں ہے اسلیئے اسکی طلب میں تکلیف
برداشت کرتا ہے۔

دوہو۔ سو یوں پیاس نانک اپانی پیوسوں راند سہاگن نانوں

جیسا کہ اس مثنوی میں ہے

بر سر گنج گدائی میکم

تشنہ از دریا جدائی میکم

وانکہ آب از چشمہ حیوان ہمہ

تشنہ مے میریم در طوفان ہمہ

(میں دریا ہے پیاسا ہو کر واپس جا رہا ہوں اور خزانہ پر بیٹھا گداگری کر رہا ہوں۔ طوفان آب کی حالت میں بھی تشنہ لب ہوں اور چشمہ آب حیات میں بھی پیاس محسوس کرتا ہوں) اور وہ جو اپنے پھلی کی حکایت بیان کی تھی یہ بھی مقام طلب ہے نہ کہ مقام وصول کیونکہ محرومی اور غم مقام طلب میں ہے نہ مقام وصول (وصال) میں۔ صاحب لمعات لکھتے ہیں کہ جب تک تو کسی چیز کو تلاش نہیں کرتا نہیں پاتا۔ لہذا دوست کو بھی جب تک طلب نہ کرو گے نہ پاؤ گے اور کالمین کی طلب جو مقام وصول میں ہوتی ہے ظاہری عقل و فہم میں نہیں آتی۔ یہ انکے ساتھ مخصوص ہے۔ نابالغ بالغ کی بات نہیں سمجھ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ عوام الناس کو انبیاء اور اولیاء کے ساتھ اعتقاد ہوتا ہے اعتراض نہیں ہوتا۔ اگرچہ ان حضرات کے احوال و اقوال انکی سمجھ میں نہیں آتے وہ خود کو قاصر اور عاجز سمجھتے ہیں اور انکو کامل سمجھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کا قصہ جو قرآن میں ہے اور اولیاء کے حالات بھی بہت ہیں۔ نیز مقام وصال بھی مانی ہوئی بات ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ دراصل جسے وصول کہا جاتا ہے وہ درحقیقت وصول نہیں۔

کاملین چونکہ ہر قرب کے مقام پر صل من مزید (اور لاؤ اور لاؤ) کے نعرے لگاتے رہتے ہیں
ہر وقت اضطراب اور تشویش میں ہوتے ہیں۔ یہ لگنے والے کی علامت ہے کہ عمیق بجز اور
سوز و گداز کی وجہ سے نعرہ لگاتے ہیں کہ۔

عجب ایفست کہ من واصل و سرگردانم (عجب یہ ہے کہ میں واصل اور مجبور ہوں)
عزیز من! دوستان خدا (اولیاء اللہ) اور واصلان حق تعالیٰ مقام تکین پر
لحظہ اور ہر لمحہ نور مشاہدہ و ملاحظہ سے محجوب (محروم) نہیں ہوتے اور غیب نہیں ہوتے
رہے نزدیک دوری از دو تائی اگر یکتا شومی مرو خدائی

(تو دوئی کی وجہ سے نزدیک و دور کا سوال پیدا کرتا ہے۔ اگر تو یکتا (واصل باللہ) ہو
جائے تو مرد خدا ہے) برادرم شیخ جلال نے جو کچھ لکھا ہے حق کہا ہے سبحان اللہ!
کیا مقام حاصل کیا ہے اسکے باوجود اپنی مفلسی (بے بسی) ظاہر کرتے ہیں اور اضطراب
ظاہر کرتے ہیں اور صل من مزید کے نعرے لگاتے ہیں۔ عزیز من طالبان کے دو حال ہو سکتے ہیں
اور وہ ہر وقت طاری رہتے ہیں یعنی حالت تلون و حالت تکین۔ تلون اس کو چھٹکے

ع حضرت شیخ نے دو لفظوں میں سارا مسئلہ حل کر دیا ہے یعنی عمیق بجز اور سوز و گداز۔ عمیق کا
مطلب ہے گہرائی اور سوز و گداز کا مطلب ہے درد و عشق۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ ذات حق چونکہ
لا محدود ہے بجز عمیق کی طرح مدارج و منازل قرب لا محدود اور لا تعداد ہیں۔ طالب جس قدر
قرب کی منازل طے کرتا ہے اوپر اور منزل دیکھتا ہے جب وہاں پہنچتا ہے تو اوپر اور منزل
پاتا ہے غرضیکہ نہ منزل کی کوئی حد ہے نہ طالب کے درد و عشق کی کوئی حد ہوتی ہے وہ وصل
اور قرب کی جتنی منازل طے کرتا ہے اس کے دل میں طوفان عشق استقدر ہوتا ہے کہ قرب و
وصال کی کسی منزل پر اسکی پیاس نہیں بجھتی اور ہر وقت صل من مزید (اور لاؤ) کے نعرے
لگاتا ہے۔ مرزا بیدل نے اس حالت کو خوب بیان کیا ہے

ہم عمر با ترقہ زوم و لوفت رنج خارما
چہ قیامت کبریٰ نے ہی زکات و باکتا پرا

(ساری عجم دوست کے ساتھ شراب و عود و وصل کی پیاس لگنے لیکن ہماری پیاس کو نہ بکنے میں نہیں آئی ہے
محبوب کیا غضب ہے کہ تو میرے آغوش میں نہیں آ رہا۔) یہی مقام جامعیت ہے جو بلند ترین مقام ہے
کہ جہاں سالک بیک وقت فانی فی اللہ (واصل) اور باقی باللہ (مجبور) ہوتا ہے۔ جہاں فنا بجا میں جاتی اور بقا فنا۔
جیسا کہ حوا جلیل فرماتا ہے: ہے شاہ عکس در عکس این بنا کہ فناقاہ بقا فنا مولانا عجم نے اس مقام کو لب و دیا پر پیاس ہونے کو فرمایا جہاں بھی

بعد میں جاتا ہے۔

بتدیوں اور کمزوروں کا حال ہے جو پردہ غیب سے محبوب ہوتے ہیں اور کبھی کبھی ان پر اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور انکے ہوش گم ہو جاتے ہیں۔ لیکن تمکین کے مقام پر مشاہدہ دوام ہے اس وقت وہ محویت سے نکل کر ہوش میں آتے ہیں اور عقل و دین کے مطابق احکام شرع پر عمل کرتے ہیں اور محویت و مستی کو عقل و دین پر غالب نہیں ہونے دیتے۔ اور یہ وہ مقام ہے خدا کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا ہے

درہرچہ بدیدیم ندریدیم بجز دوست معلوم چنین شد کہ کے نیست مگر دوست
 حدیث لی مع اللہ وقت (مجھے حق تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت آتا ہے کہ جہاں نہ کسی پیغمبر کی رسائی ہو سکتی ہے نہ فرشتہ کی) اسی مقام تلوین و تمکین کی خبر دیتی ہے یہ عمیقی بجز کا نتیجہ ہے۔
 کمال برکال اور جمال بر جمال ہے اور خرموسی صاعقہ (موسیٰ بے خوف ہو کر گر پڑے) اور خزر اکھا و اناب سے بھی یہی مقام ظاہر ہوتا ہے۔ شیخ سعدی شاید اسی کمال حال میں مست ہو کر پکارا اٹھے کہ عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم۔ اور یہ جو حق تعالیٰ نے فرمایا
 لقد خلقنا الانسان فی کبد (ہم نے انسان کو رنج و غم میں پیدا کیا) اس کا مطلب وہی رنج و الم ہے جو (قرب کے باوجود) دوری میں محسوس ہوتا ہے خواجہ نظامی فرماتے ہیں
 خاک تو آینه زنجہا است بر سر این خاک بے گنجہا است
 (اے انہماں تیری خاک میں رنج و غم کی آمیزش ہے لیکن اس خاک میں بے شمار خزانے پنہاں ہیں) یہ رنج کیا ہے سرگردانی طلب ہے بلکہ انسان کی فطرت اور جبلت میں یہی دکھا گیا ہے کہ محنت و بلا کے سوا چارہ نہیں۔ لا تبدیل لخلق اللہ (اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں تبدیلی نہیں) اس لحاظ سے انبیاء اولیاء اور خاص و عام سب برابر ہیں۔ دنیا و دین محنت اور دایرہ بلا ہے پس رنج کوئی (دنیلوی غم) کے ساتھ اگر گنج سبحانی (خدا کی خزانہ) مل جائے تو کیا تکلیف ہے کہ مردان خدا ایک لمحہ میں عرش سے گزر کر لامکان میں پہنچ جائیں اور حق تعالیٰ کے اسرار و رموز بیان کرتے ہیں۔ اور پھر کون و مکان میں واپس آکر رنج و غم میں مبتلا ہوتے ہیں نہ رنج و زہے گنج (کیا ہی اعلیٰ رنج ہے اور کیا ہی اعلیٰ گنج ہے) سبحان الذی انشأ عبده لیلًا۔ عزیز من یہ جہان ہی اور ہے اور یہ راز ہی اور ہے جس سے بشر کو آگاہ

کیا جانا ہے نہ کہ ملائک کو ملائک ہر چند کہ فلک پر ہیں اور تسبیح و تہلیل میں مشغول ہیں اس رنج اور اس گنج سے محروم ہیں کیونکہ یہ عالم عشق و محبت ہے۔ تسبیح و تہلیل ان کا کام ہے لیکن دولتِ مجاہد و محبوبہ (اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے) سے بے بہرہ ہیں ”وَيُنصِرُ اللَّهُ نصرًا عَزِيمًا“ (فتح عظیم عطا کرتا ہے) کا تاج بشر کے سر پر رکھ کر اور دونوں جہازوں کا بادشاہ بنایا گیا ہے اور کون ہے جس کو یہ دولت نصیب ہے۔ بظاہر بشر ہے لیکن صاحبِ خبر ہے (صاحبِ کشف و وحی) انما اتانا بشر مثلكم یوحی الی انہا الہکم الہ واحد (میں تمہاری طرح بشریوں لیکن (فرق یہ ہے کہ) مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے

کہ تمہارا مجبود وہی ایک مجبود ہے۔) رباعی

صاحبِ خبر کہ عالم دلدار اندر نکتہ غیب محرم اسرار اند

در آئینہ صفا شاں زنگے نیست زان روے ز نقش دون حق بیزار اند

(صاحبِ خبر حضرات کو محبوب حقیقی کے شناسا میں عالم غیب کے اسرار سے آگاہ ہیں انکے قلب زنگ آلودہ نہیں ہوتے اسوجہ سے وہ غیر اللہ سے بیزار ہیں)

عزیز من! مقام طلب کرو۔ مقام وصول و مستی ہم نے بیان کر دیا ہے۔ یہی طلب ہے جسکو

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ تمام آدمی اور جس پر وحی نازل ہو ان دونوں کے درمیان اتنا فرق ہے

جتنا ایک جانور اور انسان کے درمیان ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اسکی بھی زیادہ فرق ہے کیونکہ ایک

جانور اور انسان کے درمیان صرف عقل کا فرق ہے۔ جانور بے عقل اور انسان با عقل ہے۔

لیکن ایک عام انسان اور صاحبِ وحی کے درمیان وحی الہی کا فرق اور وحی الہی انسانی عقل

وہم سے بدرجہا برتر ہے۔ لہذا جس طرح کسی انسان کو جانور کہہ کر پکارنا اگرچہ اسکی بے عزتی ہے

لیکن اتنا نہیں جتنا کہ ایک صاحبِ وحی کو انسان کہہ کر پکارنا۔ باقی یہ کہ قرآن میں حضور اقدس

کو بشر کہا گیا ہے کہنے والا اللہ واحد لا شریک ہے وہ کہہ سکتا ہے۔ کسی انسان کو یہ وحی نہیں

پہنچتا کہ وہ بھی اللہ کی زبان اختیار کرے۔ صاحبِ وحی کے لئے جو بشر نہیں ”صاحبِ وحی بشر“

ہے۔ اگلی رباعی میں صاحبِ وحی کی عظمت بیان کی گئی ہے۔

سرگردانی اور حیرانی کا نام دیا گیا ہے۔ رباعی

آہ کہ آن یار وفادار نیست آہ کہ آن شوخ وفادار نیست

دلِ خون شدہ درکار او آہ درو پیچ رہے کار نیست

آہ میرا محبوب وفادار نہیں آہ وہ شوخ بے وفائے نکلا۔ ادھر میرا دل خون ہو چکا ہے ادھر وہ ٹس سے مس نہیں ہوا۔

اور وصول (وصول اور المینان ہے مصرعہ)۔ چوں یافتہ ام جرات جویم

(جرات پائی تو جو یا ہوا)۔ بیت ۱۔

ہر کرا این آفتاب اینجا یافت آنچه آنجا وعدہ بود اینجا یافت

(جس کسی پر اس دنیا میں آفتاب حقیقت چمکا جو کچھ آخرت کا وعدہ تھا اس دنیا میں

مل گیا) اورستی و عمریت میں شور عشق اور استغنا ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے

ماست السقیم قضا انشاسیم تزعایت مستی سر و پار انشاسیم

(ہم مست است ہیں قضا و قدر کی ہمیں خبر نہیں غایت مستی میں سر اور پاؤں کی خبر نہیں)

کہ مقام عبودیت و صحت عقل (جو کہ بقا باللہ جامعیت کہا جاتا ہے) میں مستی کی بجائے

سرگردانی ہے خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء و ما ادری ما یفعل بی ولادکم ان

اتبع الامایوحی الی و ما انا الا نذیر مبین ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت

من الخیر و ما مستنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یؤمنون و

یہ عالم قضا و قدر ہے جو انبیاء اور اولیاء کے لئے کہہ سکتا ہے۔ بہت دفعہ جو مانگتے ہیں نہیں

پاتے اگرچہ صاحب ولایت و صاحب تصرف (صاحب کشف و کرامات) ہیں عجز و نیاز

واکسار کے سوا چارہ نہیں۔ اور بندگی اور سرفراہندی (سرحجکانے) کے بغیر گزارہ نہیں۔

اسی لئے ایک بزرگ نے کہا کہ قتلتنی مسئلہ القضاء و قدر (مجھے مسئلہ قضا و قدر

نے مار ڈالا ہے) اور یہ جو کہا گیا کہ العجز عن ذرک الودرک اذرک (حقیقت

عجز قول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ)

سمجھنے میں اپنی عجز و عدم قابلیت کا اقرار کرنا ہی حقیقت کا سمجھنا ہے (اس سے مراد یہ ہے کہ راہِ گنہ مسدود نہیں نہ یہ کہ تسکین و آرام مفقود ہے۔ اور تشنگی وقت اور حرارت اشتیاق ہر شخص کے لئے اسکے حوصلہ کے مطابق ہوتی ہے۔ بعض حضرات حالت وصال میں تسکین پاتے ہیں اور ہمیشہ مشاہدہ (مقام فنا) میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور خدا کے سوا نہ کسی کو دیکھتے ہیں نہ جانتے ہیں۔ محمد واضح فرماتے ہیں مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُ اللَّهَ فِيهِ (میں نے جس چیز کو دیکھا اس کے اندر اللہ کو دیکھا) اصل چیز اشتیاق (سوز و گداز) ہے کہ مشاہدہ کے باوجود بے قراری ہی بے قراری ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں لَوْ كَشَفَ الْغَطَاءَ مَا از درت يقيناً اگر پردہ بھی میرے سامنے سے اٹھ جائے تب بھی میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا) اور بعض حضرات عین وصال (فنا) کے وقت وسیع ظرفی کی وجہ سے جس قدر شراب شہود نوش کرتے ہیں مہل من مزید کے نعرے لگاتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں عجب اینست کہ من واصل سرگردانم۔

عجز از ادراک کا دوسرا مطلب عام ہے جیسا کہ وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ مَّا ذَا يَكْتَسِبُ (کسی کو معلوم نہیں کل کیا کرے گا) سے ظاہر ہے کہ (مستقبل کے حالات سے بے خبر ہو کر) انبیاء اور اولیاء سرگردان میں کسی نے خوب کہا ہے عجز

سبحان خالقہ کہ صفاتش ز کبریا
بر خاک عجزے فگند عقل انبیاء

گر صد ہزاراں قرن ہمہ خلق کائنات
ذکرت کتند در صفت عزت خدا

آخر عجز محترف آئند کہ اے الہ
دانستہ شد کہ بیج ندانستیم ما

(پاک ہے خالق کائنات جسکی عظمت کی وجہ سے انبیاء کے عقل بھی خاک میں مل گئے اگر لاکھوں

برس ساری خلقت حق تعالیٰ کے اوصاف کے ذکر میں لگی رہے تو آخر عاجز آ کر یہ تسلیم کرنا

پڑے گا کہ بارخدا یا ہم نے کچھ نہیں جانا۔) نیز احکام و امور بظاہر میں بھی علماء سرگردان ہیں جیسا کہ

امام اعظمؒ نے فرمایا لا ادوی سالدھو (مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ زمانہ (کائنات) کیا ہے)

پر پردہ کا اٹھ جانا یعنی رویت کا حاصل ہونا عین یقین ہے جب انکو اس بلند تر مقام یعنی حق

یقین حاصل تھا کہ پردہ اٹھنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس بھی سوز و گداز اور بلندی و وسعت ظرفی ظاہر ہے۔

یہ سرگردانی علماء ظاہر ہے احکام ظاہر میں۔ کہ جب وہ حیران ہو کر اپنے علم کو خدا کے علم کے تحت کر دیتے ہیں اور لا ادری (میری سمجھ میں نہیں آتا) کا اقرار کرتے ہیں۔

اسی طرح مقام معرفت و شاہدہ حق میں بھی شک کی وجہ سے لا ادری کہتے ہیں
 لہذا کیفیت کی دو اقسام ہیں اول یہ کہ اعتقاد راسخ ہے لیکن طلب نارسیدہ ہے جس سے حیرانی لاحق ہوتی ہے جیسا کہ شیخ سعدی نے فرمایا ہے ۷۔ عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم۔
 دوم یہ کہ واصلین مشاہدہ میں غرق ہیں اور انکو حق کے ساتھ الطینان و سکون حاصل ہے وہو معکواینما کنتم اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو، کی دولت انکو حاصل ہے جیسا کہ شیخ جلال نے لکھا ہے کہ ریب و رغیب است چون غیب نہ ماند ریب نہ ماند (شک کی گنجائش حالت غیب میں ہے۔ جب غیبت نہ رہی اور مقام حضوری حاصل ہو گیا تو ریب (شک) ختم ہو گیا۔ پس یہاں حیرانی اور سرگردانی کو دخل نہ رہے) شہود (مشاہدہ) کے سوا انکو کوئی کام نہیں ہوتا۔ ولبتو داد و ایمانامع ایمانہم و ان اقلیت علیہم آیاتہ و زاد تلو ایمانا۔ یہ حضرات اپنی ہمت کے مطابق تشنگی محسوس کرتے ہیں اور حیرانی کی حالت میں پکار اٹھتے ہیں۔ ۸۔ عجب اینست کہ من واصل و مجورم۔
 عزیز من! ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ سراج امت (امام اعظم) نے لا ادری مال دھر (میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دہر کیا ہے) عرفان، ذوق اور شہود ربانی کی وجہ سے کہا نہ کہ حیرانی و سرگردانی کی وجہ سے۔ دہر یہ خدا کو نہ دیکھ سکا نہ پاسکا اسیلئے دہر کا قائل ہو گیا اور غیر سے ماثل ہو گیا۔ اور ہمیشہ کے لئے عجوب (محرور) رہا۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ نے خدا کو پایا اور غیر کو نہ دیکھا اسیلئے فرمایا لا ادری الدھر یعنی میں خدا کو جانتا ہوں دہر کو نہیں جانتا یعنی دہر کو کچھ نہیں سمجھتا۔) نہ غیر کو چاہتا ہوں۔ لیس معہ غیرہ
 هو اللہ الواحد القہار والدھر اسم من اسماء اللہ (اس کے ساتھ کسی کا وجود نہیں اللہ واحد اور قہار (غالب) ہے دہر اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے) عرفان کا راز ہے اور غیر کا وجود نہیں۔
 اور یہ جو اپنے لکھا ہے کہ مصرعہ۔ از غایت ظہور عیانم پدید نیست۔

(وہ شدت ظہور کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔) عزیز من شدت ظہور خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور خدا تعالیٰ ظاہر و حاضر ہے غائب نہیں ہے۔ ناچار طالب بیچارہ نارسیدہ سرگردان ہے کہ عین ظہور میں محروم ہے اور خدا رسیدہ آرام و سکون میں ہے و هو الحق ذو القوة المتین۔

اور اپنے یہ جو ہندی دوہرہ لکھا ہے

جی پیو سیج تو نیند کس ہے پردیس تو یوں برہ بروہی کا منی ناسکھ یوں نیوں
اسکا مطلب یہ ہے کہ عاشق بیچارہ مشاہدہ دوست اور ذوق وصال میں مستغرق ہے اور اپنے آپکو بھول گیا ہے۔ اور حالت فراق میں سوز و گداز میں مستغرق ہے اور اپنے آپکو بھول گیا ہے۔
دونوں حالتوں میں اپنے آپکو دوست پر قربان کر چکا ہے۔ بیت
”بے قراری عشق شور انگیز شرد شورے اگندہ در عالم“

(عشق کی بیقراری نے شور برپا کر رکھا ہے اور جہاں میں فتنہ ڈال دیا ہے۔) یہ عالم مشتاق ہے
عالم سلوک اور ہے اور عالم عشق اور ہے۔ عالم سلوک میں سیر الی اللہ (اسکے ذوق سفر) ہے
اور عالم عشق میں احتراق فی اللہ (عشق الہی میں جل جانا) عشق بیان سے باہر ہے اور بیان
کے قابل بھی نہیں۔ بیت

حرف عشق از سر زبان دوراست شرح این آیت از میان دوراست

(حرف عشق بیان سے باہر ہے اس مضمون کی شرح بیان سے باہر ہے)

اور یہ جو اپنے لکھا تھا کہ نزدیکوں حیرانی زیادہ ہوتی ہے (یعنی مقرب بارگاہ زیادہ
پریشان رہتے ہیں) وَالْمُخْلِصُونَ عَلَىٰ خَطَرٍ الْعَظِيمِ (مخلص لوگ بڑے خطرے میں ہوتے
ہیں) اسکا مطلب یہ ہے کہ نزدیکان و مخلصان اگرچہ حق تعالیٰ کے قرب میں ہوتے ہیں انکی حیرانی اور
خطر و خوف مقام عبودیت میں حق تعالیٰ کی عظمت اور الوہیت کی وجہ سے ہوتا ہے قرب اور وصال
کیوجہ سے سرگردان و حیران نہیں ہوتے کیونکہ قرب و وصال حق میں تو دائمی تسکین اور تمکین ہے
جہاں نہ کوئی قلق (دکھ) ہے نہ شک۔ کیونکہ قلق اور شکوک سب عالم کون و مکان کا خاصہ ہے
اور واصل باللہ حضرات کا مقام کون و مکان سے بالاتر ہے طالبین جیسی حیرانی و سرگردانی

انکو لاحق نہیں ہوتی۔ اسکے باوجود عبد ذلیل و ربّ جلیل (بندہ ذلیل ہے اور ربّ تعالیٰ عظیم الشان ہے) حق ہے کیونکہ ربّ جلیل کی عظمت کے سامنے بندہ عبد کی عبودیت ہے اس لحاظ سے تمام انبیاء و اولیاء حیران و سرگردان ہوتے ہیں یہ اور بات ہے۔ اور عالم وصول (وصال) اور بات ہے۔

عالم وصال میں تمام قرار اور تسکین ہے نہ شک ہے نہ خوف۔ ہاں کاملین اپنے کمال کی وجہ سے ہر وقت تشنگی محسوس کرتے ہیں۔ جسقدر شراب وصل و شہود کے پیالے پیتے ہیں سیر نہیں ہوتے اور ربّ ارفی النظر الیک کے نورے لگاتے ہیں۔ یہ عرفان حالی اور وجدانی ہے نہ لسانی اور قالی۔ لیکن افسوس کہ اہل ظاہر کو اس بات کی خبر نہیں ہوتی نہ وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ یہ بات ان حضرات کا خاصہ ہے جو شراب غیب نوش کرتے ہیں اور عالم اسرار میں بسر کرتے ہیں۔

خواجہ پندار د کہ مرد حاصل حاصل خواجہ بجز پندار نیست

مولانا صاحب سمجھتے ہیں کہ ہمیں سب کچھ حاصل ہے لیکن جو کچھ انکو حاصل ہے فخر و عنایت کے سوا کچھ نہیں) ہاں اگر اس قسم کی پشیمانی انبیاء اور اولیاء کو لاحق ہوتی ہے وہ اسوجہ سے ہوتی ہے کہ کمال کے باوجود حضرت حق تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ اپنے آپکو حقیر و پر تقصیر بت پرست اور زنا پرش سمجھتے ہیں۔ حیرت زدہ ہوتے ہیں اور حسرت سے کہتے ہیں کہ صرفنا العرفی لہود لعب فاصائم فاصائم فاصائم (ہم نے عمر بھرا دلعب میں برباد کر دی افسوس در افسوس و افسوس) اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ صاحب وصول و حصول و تسکین و تسلی و الطینان و ایقان نہیں ہیں یہ امر بالکل واضح اور ظاہر ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ پس صلیا لارباب النعیم و کذالک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من المومنین کا ورد لگاؤ اور تکمین و تسکین کے ساتھ میدان تحقیق سے مردانہ وار سلامتی سے گزر جاؤ۔

عزیز من! دنیا دار ابتلا (دکھ کا گھر) ہے اور آخرت دار جزا ہے۔ آج خواہ کوئی عارف ہے یا واصل غم میں مبتلا ہے اولیاء کو خوف جلال و عظمت ذات خدا ہے اور خوف آخرت و طلب دیدار تمام مومنین کو لاحق ہے۔ کیونکہ اگرچہ واصل باحق ہیں شوق دیدار میں ہر شخص مبتلا ہے یہ اسلام میں قاعدہ کلیہ ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے

دراں روزیکہ یکشانی سر پرہ زیبائی بفضل خویش بنائی مرادیدار یا اللہ

(جس روز کہ تو اپنے چہرہ زیبا سے پردہ اٹھائے اپنے فضل و کرم سے مجھے دیدار کرانا یا اللہ)
 عزیز من ! بندہ بنو اور بندگی میں رہو لیکن اپنی بندگی (نفس کی غلامی) نہ
 کرنا۔ تاکہ دونوں جہانوں میں فلاح پاؤ۔ یہ ہے آپ کے خط کا مختصر جواب۔ اس میں اگرچہ تکرار
 ہے تاہم پراسرار ہے بیت -

ذوق دو جہاں گِرم در یاد تو لے دوست ہر بار کہ نام تو مراد و دہن آید

(جب بھی تیرا نام اے دوست زبان پر آتا ہے دو جہاں کا ذوق حاصل ہوتا ہے)

اور اپنے یہ جو لکھا ہے کہ حب الوطنی من الایمان (وطن کی محبت ایمان کا ناضغ)
 بہت اچھا لکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تباہ حال دوستوں کی صحبت سے دور
 پڑا ہوا ہے اور یہ جو اپنے اپنے متعلق لکھا ہے سچ ہے احباب اگرچہ مشرق میں ہوں
 اہل مغرب کی مدد کرتے ہیں۔ حضرت مصطفیٰ علیہ السلام اولیں قرنیؐ کی امداد فرمایا
 کرتے تھے حالانکہ وہ حضور اقدسؐ کی صحبت سے مشرف نہ ہوئے تھے۔ لیکن یہ
 تباہ حال روئے سیاہ نہ کوئی حال رکھتا ہے نہ مقام اپنے جو کچھ لکھا ہے حسنِ ظن سے
 لکھا ہے۔ نسخہ شرح لمعات عشق و معرفت سے لبریز ہے ہمیشہ اسکا مطالعہ رکھنا
 چاہیے تاکہ حقائق و اسرار منکشف ہوں۔ بیت

در گور برم از سر گیسوئے تو مارے تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

(اے محبوب تیری زلف کا ایک بال اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤ گا تاکہ قیامت کے
 روز مجھ پر سایہ افکن ہو)

عاقبت محمود باد بالنبی وآلہ الامجاد۔



مکتوب ۱۶۰

بجانب شیخ جلال در بیان سہ طاغیہ و بیان آنکہ
ہستی برجاست و بر صحر است
و دلیل ہستی خداست

حق حق حق

بعد حمد صلوات اہل کمال مشاہدہ مشہودہ ذوالجلال شیخ الاسلام برادر شیخ جلال
زید عرفانہ و شہودہ باللہ علی الدوام و الاقام از فقیر حقیر و دختہ (خستہ) سوختہ
(جلا ہوا) و بیچ پختہ (ناقام) ستر سال سے زیادہ عمر گزر چکی ہے لیکن نسیم جمال دوست
مجموم ہے اور سیاہ روٹی بد خوئی بد بوئی کے سوا کچھ حاصل نہیں نہ روٹے دوست
نصیب ہے نہ بوٹے دوست نہ خوٹے دوست۔ ہر وقت آہ و نالہ اور فریاد سے کام

ہے۔

دستگیر لے نہ و پائے ارادت در گل آشنا نہ و دریائے غمت بے پایاں

(پاؤں دل دل میں پھنس چکے ہیں اور دستگیر نہیں۔ کوئی یار و مددگار نہیں اور دریائے غم بے
پایاں) میری دعائے شوق ربانی اور ذوق سبحانی آپ کے شامل حال ہے۔ آپ کا خط موصول

ہوا۔ دل کو فرحت ہوئی، رباعی

خرم آن روز کہ از یار پیامے برسد تادل غمزدہ یک لحظہ بکامے برسد

عجبے نیست کہ گرزندہ شود جان عزیز چون ازاں یار جدا ماندہ سلا برسد

(مبارک آن روز کہ دوست کا پیام ملے۔ جس سے دل غمزدہ کو آرام ملے۔ کیا عجب کہ

زندہ ہو جائے دل مردہ مرا۔ جبکہ اس یار جدا ماندہ کا سلام ملے)

شاید بیشت میری راز ہے قل، بلی و ربی لتبشقی! اسی راز کے متعلق ہے۔ و گرنہ بیہمتا

بیہمتا، اما تو عدون لازم آتا ہے سو ہوم جز مردم نہیں اور بیٹ اور جز نامعلوم نہیں

لیکن ذالک علی اللہ سے حیرت ہوتی ہے اور مردہ زندہ ہو جاتا ہے کیونکہ دوست کی خبر پاتا ہے انی لا جدیر یوسف لولا ان لفقدون میں یہی راز ہے۔ عشق بازی چل رہی ہے بیت

عاشق حسن خود است، آں بے نظر حسن خود را خود، آں شامیکند
عاشق حسن خود ہے وہ بے نظر۔ حسن خود کو دیکھتا ہے بے نظر (تو اپنا عقیدہ مضبوط رکھ بیت

ہر نقش خود ست فتنہ نقاش کس نیست در میان تو خوش باد
اپنا نقش آپ بنا رہا ہے وہ مشاق۔ غیر کا وجود نہیں خوش باش (خدا بین خدا کو دیکھتا ہے اور غیر بین غیر میں پھنس جاتا ہے۔ پس خلقت کے تین طبقات ہیں۔ پہلے طائفے کا تعلق اسباب سے ہے اور غیر بین رہ کر ہمیشہ کیلئے دوست سے محروم ہو گیا۔ اسنے اشیائے کائنات کے وجود کو حقیقی سمجھا اور غیر اللہ کا قائل ہوا۔

ابنہ یرکاد وجود ممکن (حادث) ہے لیکن حقیقی نہیں ہے۔ ممکن اپنی ذات سے قائم نہیں ہوتا۔ واجب کے ساتھ ممکن ہوتا ہے اور اسی کو متمتع کہا گیا ہے۔ تم اپنی آنکھ کو قبضے میں رکھو اور ہر چیز جلال دوست کا مشاہدہ کرو رب المشرق والمغرب لا الہ الا هو فائزہ وکیلا پر غور کرو اور دوست کا جلوہ ہر چیز میں دیکھو۔ مثنوی

نہاں اندر نہاں شد جمالش بگوشش دل کند فہم کالش
نہاں بیند جمالش آشکارا شود عاشقہ بر دئے خوش نگارا
پوشیدہ در پوشیدہ ہے جمال یار۔ بگوشش دا، سمجھو کمال یار

(نہاں) کو آشکارا دیکھتا ہے۔ چاہتا ہے جو روئے یار (وہو معکم اینما کنتم) جہاں دیکھو روئے یار ہے۔) اپنے جمال کو اسنے ہر ایں ڈال دیا ہے۔ لیکن تو خود

اعرفاء نے وجود کے تین مراتب بتائے ہیں اول واجب الوجود دوم ممکن الوجود سوم متمتع الوجود واجب الوجود سے مراد وجود ذات حق ہے ممکن الوجود سے مراد وجود کائنات ہے اور متمتع الوجود لاموجود الا اللہ ہے۔

بینی اور غیر بینی کی وجہ سے اسباب کو دیکھتا ہے اور غیر کا قائل ہوتا ہے، ہمیشہ غیر کی قید میں رہتا ہے اور اپنے خدا کو نہیں جانتا۔

دوسرا طائفہ وہ ہے جو اسباب سے گزر جاتے ہیں اور زمین و آسمان، بارش و باران، دانہ و سہو کو نہیں دیکھتے اور دل دوست کے ساتھ لگاتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ دوست بخیر اسباب و علت جو چاہے وجود میں لاسکتا اور معدوم بھی کر سکتا ہے جیسا کہ چوب موسیٰ و مار موسیٰؑ۔ یہ طائفہ اہل عبادت اور اہل آخرت کا ہے یہ لوگ ہمیشہ عبادت میں رہتے ہیں اور اوراد و وظائف میں مشغول رہتے ہیں اور کمال النبیؐ کیوجہ سے ملائکہ کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور صاحب ولایت، صاحب کرامت اور صاحب قدرت ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے کمال کیوجہ سے ایک لمحے میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتے ہیں۔ فرش سے عرش تک اور عرش سے فرش تک پہنچ جاتے ہیں اور خلق پر اپنی کرامات ظاہر کرتے ہیں۔ اولئک ہم الابرار (یہ لوگ ابرار کہلاتے ہیں) اگرچہ حضرات دین اور یقین کے لحاظ سے مدجبین ہیں لیکن بے جمال دوست و بے ضرب یقین بے مغزور پوست کی طرح ہیں۔ ابھی شکم مادر میں ہیں اور مرد میدان نہیں ہوئے۔ اشراق نور حق تک نہیں پہنچے۔ اگرچہ شہرت حاصل کر لیتے ہیں لیکن کم ہمت ہوتے ہیں اور کشف کوئی نہیں رہ جاتے ہیں۔

تیسرا طائفہ ان حضرات کا ہے جنکو کشف حقائق حاصل ہے حق الیقین کا رتبہ پاتے ہیں اور ہر وقت مشاہدہ حق تعالیٰ میں غرق رہتے ہیں۔ جو کچھ جانتے ہیں دوست کو جانتے ہیں اور جو کچھ دیکھتے ہیں دوست کو دیکھتے ہیں۔ بیست و ہرچہ بدیدیم ندیدیم بجز دوست معلوم چنین شد کہ کسے نیست مگر دوست

۱۔ کشف کی عام طور پر دو اقسام ہیں کشف کوئی اور کشف حقائق۔ کشف کوئی کا تعلق دنیا کے حالات سے ہے مثلاً ماضی و مستقبل کی باتیں معلوم کرنا۔ قبر کا حال معلوم کرنا۔ لوگوں کے دلوں کا حال معلوم کرنا وغیرہ۔ کشف حقائق کا تعلق عالم قدس یعنی حق تعالیٰ کی ذات و صفات کے رموز اور کائنات کے اسرار و رموز کا جانتا ہے۔

(جس چیز کو دیکھا نہ دیکھا مگر دوست - معلوم ہوا نہیں کچھ مگر دوست) وہاں جبریل امین کی رسائی نہیں۔ نہ عرش و فرش کا نام ہے۔ بیت

مٹے حرف وحدت کسے نوش کرد کہ دنیا و عقبی فراموش کرد

(کیا جس نے مٹے وحدت کو نوش - ہوئی اس سے دنیا و عقبی فراموش)

اگرچہ یہ حضرات مستور (پوشیدہ) ہوتے ہیں دوست کے حضور میں ہوتے ہیں۔

اور نور علی نور ہوتے ہیں۔ خداوند عالم جسکے نصیب کرے۔ اگر قسمت یادری

کرے تو مرشد عالی مقام کے ذریعے یہی مقام حاصل کرنا چاہیے۔ اولئکم المقربون

(مقربین یہی ہیں) اے برادر جہاں تک ہو سکے غم دین کھانا چاہیے کیونکہ غم دین کے

سوا کچھ نہیں۔ یہ مردان خدا کا کام ہے جو غم دین کھاتے ہیں اور سلامت لکل جاتے

ہیں۔ نشستن و گفتن اور بات ہے اور باحق ہونا اور ہے۔ ہر شخص اپنی طبیعت

اور جبلت پر جاتا ہے۔ اگر طبیعت میں مخالفت ہے تو فقد خسر خسرأ مبینا۔

(بہت بڑا نقصان) ہے اور طبیعت موافق حق ہے تو فقد فاز فوزاً عظیماً و بہت

بڑی کامیابی) ہے اس چیز کو تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کہتے ہیں۔ ہو سکے تو اعضاء

کو گناہوں سے پاک اور دل کو بری عادتوں سے صاف رکھو کیونکہ یہ تمام صفات

جانوروں کے صفات ہیں۔ مثلاً حُب دنیا، حُب جاہ و مال، حرص، بغض، کینہ،

عداوت، بخل، تکبر، ریا، نفاق، مکر، فریب، ادعا، کذب، جب تک اس بلا سے

نجات نہیں ملتی۔ دین حاصل نہیں ہوتا اور جمال اسلام منہ نہیں دکھاتا۔ ان سب

کا خلاصہ دو حرف ہیں۔ بیت

ناکساں را بیلطف خود کس کرد شکر و صبر و زبندگان بس کرد

(جس نے ناکس کو کس بنا دیا۔ لوگوں کے صبر و شکر کا محتاج نہ رہا۔)

اگر کوئی شخص ایذا سانی سے پیش آتا ہے تو احسان سے پیش آ۔ اور کوئی

خوف نہ کھا۔ ولا تحزن علیہم ولا تک فی ضیقہما یمکرون (ان کے

مکر و فریب سے دل تنگ نہ ہو) اور جو احسان ان پر تو کرے اُسے خدا تعالیٰ

کی طرف سے جان۔ اور خدا کی نعمت سمجھ کر شکر ادا کر۔ اور ابدی دولت حاصل کر۔
 فَنِعْمَ اَجْرَ الْعَامِلِينَ۔ (احسان کرنے والوں کو اجر عظیم ملتا ہے) یہ نصیحت مان
 لو، محنت کرو۔ اسرار و الوار سے مالا مال ہو جاؤ گے۔ اگر یہ کام نہیں ہوتا تو زندگی غم
 ہی غم ہے بلکہ جنوں ہے۔ جس سے آدمی جن ہی نہیں بلکہ شیطان بن جاتا ہے۔ ظاہر
 کوئی اعتبار نہیں۔ عبرت حاصل کرو۔ اسے اہل بصیرت۔

اے برادر! سب لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایک ہے۔ وہ بیشک ایک ہے
 لیکن وہ نہیں سمجھتے کہ ایک کیا ہوتا ہے ایک وہ ہوتا ہے جس کے سوا کوئی دوسرا
 نہ ہو۔ چنانچہ وہی ایک واحد لا شریک ہے جس کا کوئی تانی نہیں۔ غیر کا وجود نہ
 جائز ہے نہ ممکن۔ وَلِلّٰهِ الْكِبْرِيَاؤُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، ایک جان، ایک
 جان، ایک جان، اگر ایک کا شہود نہیں ہو تو زبان سے کہتا رہ، شہود بھی ہو

ع۔ ایک سے حضرت شیخ کی مراد تنہا ہے۔ یعنی وجود حق کے ساتھ کسی اور
 شے کا وجود نہیں ہے۔ اور تمام اشیائے عالم کا وجود، وجود حق میں شامل ہے۔
 اگر کائنات کا وجود غیر مانا جائے تو ذات لا محدود، محدود ہو جاتی ہے جو کفر ہے
 نیز کائنات کا ذات حق سے علیحدہ وجود قرار دینے سے حق تعالیٰ کی صفت وجود
 میں شرک لازم آتا ہے۔ کیونکہ وہ واحد لا شریک ہے ذات و صفات دونوں میں
 لا شریک ہے۔ اور چونکہ وجود حق تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ صفت وجود میں
 کیسے کوئی شریک ہو سکتا ہے۔ یہ شریک ہے۔ اس لئے غیر کا وجود ہی نہیں۔ جو
 کچھ موجود ہے۔ وجود حق میں شامل ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی صفت تخلیق کا ظہور
 ہے اور صفت موصوف سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وجود کل میں شامل ہے
 لہذا وحدت الوجود حق ہے۔

جائے گا۔ هو الحق ذو القوة المتین - بیت
 ہر نقش کہ بر تختہ ہستی پیدا است آن صورت آن کس است کہ آن نقش آرارت
 (ہر نقش (صورت) جو صفحہ ہستی پر موجود ہے وہ اس شخص کی صورت ہے جس نے وہ
 نقش بنایا ہے۔

تو ایں و آن سے گذر جا اور ایک کو جان۔ شیخ عبد اللہ آپ کا خط لایا جو دل کے
 ساتھ ثبت ہو گیا۔ کیونکہ نامہ دوست (دوست کا خط) نفس رحمانی و نسیم جان
 ہوتا ہے جو دوست کا حال بتاتا ہے جیسا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا۔ لا جد نفس الرحمن من جانب الیمین (مجھے یمن کی طرف سے (یاد میں
 طرف سے جس سے مراد بعض حضرات نے ملک ہندلی ہے) محبت کی خوشبو آتی ہے)
 نامہ دوست، گلزار دوست کا ایک پھول ہوتا ہے جو بہت محبوب ہوتا ہے۔

اسی طرح محبوب حقیقی کا جمال سائے عالم میں پھیلا ہوا ہے جیسا کہ فرمایا ان ربک
 واسع المغفرة (تیرے رب کی مغفرت (رحمت) وسیع ہے) جمال دوست دیکھ کر
 دوست و جد میں آتا ہے۔ اور ہر چیز میں شہود جمال دوست کرتا ہے۔ بیت
 در حجب بدیدیم بجز دوست معلوم چنین شد کہ کیسے نیست مگر دوست

عارف کے سوا کون ہے جو یہ شہود، یہ حضور اور یہ نور دیکھتا ہے۔ عام
 لوگ بچائے خود بینی میں مشغول ہیں۔ خود بینی کیا ہے غیر بینی ہے۔ جبکہ وجود
 ایک ہے۔ خدا ایک ہے۔ حضور ایک ہے۔ عشق ایک ہے۔ اختلاف کس وجہ
 سے ہے اور غیر کہاں ہے۔ ہیجائت ہیجائت، کہاں جا پڑا ہوں۔ معلوم نہیں
 کیا کہ رہا ہوں۔ بحر اسرار میں غرق ہوں جو موجیں مار رہا ہے اور حیراں کر رہا ہے۔

مصرعہ خیر از بار نئے دارم کہ زمین پریم
 ”لیغان قلبی“ کیا خبر ہے فاستغفرا للہ کیا بات ہے۔ کیا استغفار

ع۔ اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ

اس لئے ہے دوست کا مشاہدہ ہوتا ہے اور جلوہ گرمی ہوتی ہے یا اس لئے کہ فراق دوست ہے۔ یہ ساری بات مغز ہے نہ کہ پوست۔

اے برادر! لوگ کہتے ہیں کہ خدا ہے مگر نظر نہیں آتا۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ "ہستی" کا کیا مطلب ہے۔ ہستی ہر جگہ ہے اور سحر میں عیاں و بیان ہے۔
دلیل ہستی خود خدا ہے۔

عوام ذکر، فکر، عقل سے خدا کو جانتے ہیں اور غیب سمجھتے ہیں۔ اور یہی حجاب ہے۔ جس سے وہ محبوب ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ سب کچھ وہی ہے۔ کیونکہ غیر کا وجود ہی نہیں ہے۔ وَكَيْسَ الْاٰهْوٰ (اس کے سوا کچھ نہیں ہے) اول وہی ہے ظاہر وہی ہے۔ چھپا ہوا وہی ہے۔ وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (اللہ کے لئے مشرق و مغرب) یہ پڑھو اور حق کی ہستی کے سوا کسی کے ہستی تسلیم نہ کرو۔ دلیل بھی وہی ہے مدلول بھی وہی ہے۔ عارف بھی وہی ہے پس عشق کا نعرہ یہ ہے۔
جہاں را بلندی و پستی توئی ہمہ نیستند آنچه ہستی توئی

(دنیا میں بلندی اور پستی تو ہے اور جو کچھ ہے تو ہے۔ باقی سب نیست ہے عارف کو عقل و فکر کے پردہ کے بغیر مشاہدہ دوست حاصل ہوتا ہے۔ مغز حقیقت دیکھتا ہے پوست (چھلکا) نہیں دیکھتا۔ رَبَّنَا عَلَيْنَا تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اُنْبِئْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ پڑھتے رہو اور ہر جگہ جہاں دوست کا مشاہدہ کرتے رہو۔ نہ گاؤں کو دیکھو نہ کوراؤں کو (نا بیجا اور بہرہ) کو سب جانتے ہیں کہ

سابقہ صفحہ کا حاشیہ :- علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرے قلب پر بوجھ ہوتا ہے تو دن رات میں نثر بار استغفار پڑھتا ہوں۔ صاحب رسالہ قشری نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ "لیغان قلبی" سے مراد یہ ہے جب میرے قلب پر انوار و تجلیات ربانی کا زور پڑتا ہے تو نثر بار استغفار پڑھتا ہوں۔ صاحب رسالہ قشری نے استغفار کا مصدر غفر تیا یا ہے جس کا مطلب پردہ یا حجاب ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب میرے قلب پر انوار و تجلیات الہی کا زور پڑتا ہے تو

بندہ عاجز ہے عاجز کا مطلب یہ ہے کہ کچھ بھی نہیں ہے۔ بندہ کے لئے قادر چاہیے جو اُسے عدم سے وجود میں لے آئے اور لفظ قادر فند ہے عاجز کی۔ اور عاجز غیر کا محتاج ہونا لیکن قادر غیر سے پاک (منزہ) ہوتا ہے۔ غیر سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ هو الله الواحد القهار هو الله الاحد۔ ثانی (غیر) نامکن اور ناجائز ہے۔ لیس معاً غیر لا فلا شیئاً فلا شیئ بعداً (اس کے ساتھ کوئی نہیں نہ کوئی چیز اس کی غیر ہے) یہ تحقیق ہے اور بہت عمیق (گہری) ہے ہر عارف بحر آشنائی میں غرق ہے اور کہتا ہے

حاشاکہ دلم از تو جدا خواہد شد یا با کسے دیگر آشنا خواہد شد
از مہر تو بگسلہ کردار دوست در کوئے تو گذرد کجا خواہد شد
(یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ دل تجھ سے جدا ہو جائے تیرے کوچے کو چھوڑ کر کہاں
کا رہے گا۔) مصرعہ

بہ دم لبر کوئے تو جاں دہم (جاتا ہوں تیرے کوچے میں جان دینے کیلئے)
جب نسیم دوست کا چھونکا آتا ہے تو عاشق جان دیدیتا ہے۔ بیت
بجوں در آید یک نسیم از سوئے تو پائے کو باں جان دہم در کوئے تو
(جب تیری طرف سے نسیم تیری خوشبو لاتی ہے تو رقص کرتے ہوتے جاں دے
دیتا ہوں)

سابقہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ:۔ حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ درمیان میں متر پر دے
حائل کر دے۔

عظ مولانا روم فرماتے ہیں۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب گر دلیلے باید از دوسے رو کہتاب
د آفتاب کا ثبوت خود آفتاب ہے۔ اگر آفتاب کی دلیل چاہتے ہو تو آفتاب
کو دیکھو۔ آنکھیں بند مت کرو۔

یہ ہے عاشقوں اور طالبوں کی شان۔ وَالصَّبْرُ مَا صَبْرَكَ إِلَّا اللَّهُ (صبر کر اور صبر کیا ہے اللہ کے ساتھ ہونا) یہی نعرہ ہونا چاہیے۔ اسی کے لئے جان مار اور جان قربان کر دے۔ اے دوست جب میں آئیے مَن عمل صالحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَن أَسَاءَ فَعَلَيْهَا (جس نے عمل نیک کیا اپنے نفس کے لئے کیا اور جس نے عمل بد کیا اپنے نفس کے لئے کیا) پر غور کیا تو نعرہ مارا اور کہا کہ ہذا النفس مَالِيُوتُ (یہ تو نفس کے لئے ہے دُت کے لئے کیا ہے) اس سے معلوم ہے کہ بندگی میں بھی رجوع نفس کی طرف ہے۔ ناچار فریاد برپا کی اور پکارا اٹھا کہ

۵

صدا رہ زن باشد کہ ذوق بت نگرتم کجا است شاہد بت رفته بجائے کعبہ پرستم
 دافسوس نیکی کا شوق را ہزن ہوا اور مجھ سے ذوق بت پرستی پھین لیا۔ اب کہاں ہے وہ بت خوب روئے کہ جس کی میں کعبہ کی بجائے پوجا کروں، ہائے سب کچھ غارت ہو گیا۔ عشق نے شور مچایا۔ اب یہ حال ہے کہ حرف ابر، گفتار ابر، کردار ابر اور رفتار ابر ہے۔ اِنَّ شَانِيكَ هُوَ الْاَبَدُ۔ عاقبت بالخیر باد۔

مکتوب ۱۶۱

بجانب شیخ جلال تھانیسریؒ

۱:- در بیان توحید و عشق

۲:- در بیان آنکہ فرشتہ غیب گو نہیں ہوتا

۳:- در بیان امر اور طالبان حق

۴:- در بیان آنکہ ہر کہ بریں دولت ظفر یافت کشفاً، علماً یا اعتقاداً بقصود

رسید

حق حق حق

بعد حمد و صلوات بخدمت شیخ الاسلام، اہل کمال، شاہد مشاہدہ شہود جمال ذوالجلال
 برادر شیخ جلال از فقیر، حقیر، سوختہ، دودختہ، و پیمچ پیوختہ۔ جز سوز سانسے ندارد

تر سال سے زیادہ عمر چوکی ہے لیکن نسیم گلزار دوست سے محروم ہے۔ بیت
 اے دریغا جان و تن دریا ختمیم قیمت جان ذرہ نشنا ختمیم
 (انسوس کہ جان و تن کی بازی بھی لگائی۔ لیکن جان کی قیمت ذرہ بھرنہ پہنچانی)
 دولت شہود ربانی اور جمال سبحانی کے حصول کے لئے دست بہ دعا ہوں۔ اور دوست
 کی یاد تازہ کرنے اور ذوق حاصل کرنے کے لئے یہ خط لکھ رہا ہوں۔ رباعی
 خرم آن روز کہ از یار پیامے برسد تادل غم زدہ یک لحظہ بکلمے برسد
 عجیبیست کہ گر زندہ شود جان عزیز چوں از ان یار جدا ماندہ سلامے برسد
 (کیا ہی اچھا ہوتا ہے وہ دن جبکہ دوست کا پیام ملتا ہے۔ جس سے دل غمزدہ کو لمحہ
 بھر آرام ملتا ہے۔ جب اس دوست دور ماندہ کا سلام ملتا ہے تو جان زندہ ہو جاتی
 ہے۔)

یاد رہے کہ حق تعالیٰ حاضر ہے غیب نہیں ہے۔ ہمارے یقین سے بالاتر اور تندر کثرت
 سے منزہ (پاک) ہے نہ کوئی پردہ حائل ہے۔ اور نہ عیار ہے۔ محرومی ہماری طرف سے ہے
 نہ دوست کی طرف سے۔

محبوب را بیچ چراغے نصیب نیست (محبوب کو کوئی چراغ فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب
 کوئی حجاب حائل نہیں تو محرومی بندہ کی طرف سے ہے جو اپنے آپ کے ساتھ اور غیر کے ساتھ
 مشغول ہے۔ واللہ المستعان علی ما تصفون۔ بیت

جہاں پر ز آفتاب چشمہا کوہ جہاں پر ز حدیث و گوشہا کوہ
 (جہاں آفتاب کی روشنی سے پر ہے لیکن چشم نابینا ہے۔ جہاں پر ز آواز لیکن
 کان بہرے ہیں) کیا کرنا چاہیے۔ اپنا ماتم کرنا چاہیے۔ رَبَّنَا عَلِّمْنَا لِقَاكَ تَنَاو
 کتنا قوم الصالین زیار ہم پر بد بختی غالب آگئی ہے اور ہم گمراہ ہو گئے ہیں) یہ
 ہماری فریاد ہے اور نعرہ درد ہے۔ آہ! ہزار آہ! رباعی
 آہ کہ آن یار مرا یار نیست آہ کہ آن شوخ دفا دار نیست
 آہ دلم خون شدہ در کار او آہ در وایچ لہے کار نیست

(اس کا ترجمہ پہلے ہو چکا ہے)

یہ درد مند اپنے درد کا خود ذمہ دار ہے اور اپنا ماتم آپ کر رہا ہے۔ بحرِ عمیق (گہرا) ہے جس کا ساحل نہیں اور خلقت اس میں گرفتار ہے۔ لیکن جب دوستوں کی خبر موصول ہوتی ہے۔ تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ نہ سے نصیب، نہ سے سعادت۔ اگر مہمان ہونے کی سعادت نصیب نہیں تو طفیلی تو ضرور ہے۔ اگر آج نہیں تو کل امید پوری ہوگی اور دوست سے دوست جا ملے گا۔ المرء مع من أحب (آدمی کا حشر اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے)۔ یہ ابدی دولت کا تاج ہے ملکِ سرمدی میں (ہمیشہ باقی رہنے والا ملک) الحمد لله رب العالمین۔

اے برادر! فرشتہ کا تعلق عالمِ غیب سے ہے۔ اگرچہ وہ غیب ہے تاہم وہ کون و مکان میں سے ہے وہ یقین رکھتا اور تعدد و تکثر کا قائل ہے۔ اسی طرح بشر کا تعلق بھی کون و مکان سے ہے وہ بھی یقین و تکثر کی دنیا میں ہے اور فرشتہ کا ہم مسلک ہے۔ لیکن فرشتہ کو عالمِ غیب کا درک حاصل ہے اور انسان کو حاصل نہیں۔ کوشش سے حاصل ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ غیب مطلق و منزہ از یقین و تکلیف ہے۔ تعدد و تکثر سے منزہ ہے۔ فرد مطلق ہے۔ اپنے ساتھ غیر کا وجود نہیں رکھتا۔ نہ غیر اس کا شریک ہوتا ہے۔ لیس معہ غیر کا (اس کے ساتھ غیر کا وجود نہیں) واحد لا شریک ہے۔ سبحانہ، سبحانہ، سبحانہ۔ مثنوی "لشواذ نے چوں حکایت میکند" کو دل سے سنو۔ اکوان (موجودات یعنی اشیائے عالم) کا کوئی وجود نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ ہے اور اکوان نہیں ہیں۔ لیکن تو اکوان کو دیکھتا خدا کو نہیں دیکھتا۔ اکوان کو غیر سمجھتا ہے۔ اس لئے محروم ہے۔ غیب مطلق تک رسائی نہیں۔ اس لئے عرفان کی کنہ سے بے بہرہ ہے۔ یٰ اَیُّهَا رَبِّ مُحَمَّدٌ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَعْرَهُ اِذَا دَرَدَ كَانَعْرَهُ ہے۔ بعد میں جب خدا تعالیٰ کی قدرت سے اکوان وحدت وجود میں تبدیل ہو جاتے ہیں

وحدت وجود کی حقیقت سے نا آشنا ہے۔

اور احاطہ ذات حق اُن پر حاوی ہو جاتا ہے تو معرفت حاصل ہوتی ہے اور طالب پکار اٹھتا ہے کہ

درہر چه نظر کردم غیر از تو نمی بینم غیر از تو کیسے باشد حقاچہ مجالست این
(جس چیز کو دیکھا تیرا غیر نہ دیکھا۔ تیرا غیر کون ہو سکتا ہے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے)
جس نے اس پر یقین رکھا خواہ بطور کشف و وجد خواہ بطور علم و اعتقاد وہ مقصود کو پہنچا
ذالک هو الفضل العظیم۔ اور جس نے خطا کی بہت بڑا نقصان اٹھایا۔ اگرچہ ثواب
حاصل کرے گا۔ لیکن صواب (بتر) سے محروم رہیگا۔ جنت میں جائیگا۔ لیکن دوست
کے بغیر ہوگا۔ جیسے بے مغز۔ پوست (چھلکا) اگر پھوسکو راحت ابدی ملے گی۔ درحقیقت
یہ جرات ابدی (حسرت ابدی) ہوگی۔

لَا يُبْعُونَ عَنْهَا حِوَالًا (اس گریز ممکن نہیں) کی رکاوٹ ہمیشہ حائل رہے گی۔
حکم خداوندی میں کس کو دخل ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ (اللہ تعالیٰ شرک معاف
نہیں کرتا۔ یہ اس کا حکم ہے۔ بلاشبہ غیر میں اور غیر دان مشرک ہے۔ مشرک کا راستہ
بارگاہ رب العزت کے لئے بند ہے۔ طالب حق جب تک یگانگی (وحدت) کے
مقام تک نہیں پہنچتا اور اپنے آپ کو نہیں مٹایا۔ پھر بھی راستے میں ہے۔ (منزل
مقصود سے دور ہے) اگرچہ امیدوار درگاہ ہے پھر بھی خطا دار اور خطا کی وجہ
سے محروم ہے۔ اور غیریت کا وہم بھی معافی ہے۔ آہ ہزار آہ! اشیا کو غیر جانتے
ہیں اور غیر سمجھتے ہیں۔ خدا کو اشیا کے اندر نہیں دیکھتے اور نہ اشیا کے اندر
سمجھتے ہیں۔ اس لئے خدا تک انکو رسائی نہیں ہوتی اور نہ خدا کی معرفت حاصل ہوتی
ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ خدا فرد مطلق ہے۔ ہرگز دوئی جائز نہیں نہ غیر کا وجود ہے

بیت

دوئی را نیت رہ در حضرت تو ہمہ عالم توئی و قدرت تو
(تیری بارگاہ میں دوئی ناممکن ہے۔ سارا جہاں تو ہے یا تیری قدرت ہے) یہ سب
دکھلاوا ہے۔ حق اور تجلی حق کے سوا کچھ نہیں۔ ہوش کرو۔ بہت بڑا مغالطہ درپیش

ہے۔ الاکل نشئ ما خلا اللہ باطل (اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے) پر کان دھرو اور باقی بھول جاؤ۔ ان ہذا لہو الحق المبین فسبحم باسحر ربك العظيم خط و کتابت جاری رکھیں تاکہ احوال، اسرار و انوار سے آگاہی ہوتی رہے اور حالات کے مطابق یہاں سے کچھ تحریر کیا جاسکے، بیان معرفت ہوتا رہے اور طالبان کو فائدہ پہنچتا ہے تا قیامت۔

مکتوب ۱۶۲

بجانب شیخ عزیز اللہ متضمن بیان توحید و ظہور حق و خدا بینی و خود بینی و بیان معنی خفائق الاشیاء و معنی آیہ من عمل صالحاً فلنفسہ ومن أساء فعليہا

⋮ ⋮ ⋮

حق حق حق! آپ کا خط ملا، فرحتِ دو جہانی حاصل ہوئی الحمد علی ذالک۔

اے برادر! یہ جہان فعلِ حق و قدرتِ حق کا ظہور ہے۔ سب وجود حق ہے۔ اس کے ساتھ کسی چیز کا وجود نہیں۔ وہ فرد مطلق (ایکلی ہستی) ہے۔ کیسے معک غیرہ و حدک لا شریک لک (اس کے ساتھ کوئی اور نہیں وہ واحد ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں) کوئی پردہ اور حجاب نہیں۔ کون فانی (فانی دنیا) ذاتِ حق کے لئے حجاب نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا خود وجود نہیں۔ اِنَّکَ یُبْدِ (وہ پیدا کرنے

علا یہ حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے زمانہ جاہلیت کی شاعری میں سے بے حد شاعر کی یہ بات پسند آئی ہے کہ اللہ کے سوا جو کچھ ہے باطل ہے۔ اس سے حضرات صوفیاء وحدت الوجود کی تائید سمجھتے ہیں۔ باطل سے مراد غلط ناپید اور عدم لیتے ہیں۔

والا ہے) صاف ظاہر ہے کسی کو اس سے انکار نہیں۔ آہ اگر کسی کی آنکھ (چشم حقیقت میں) ہے تو سوائے خدا تعالیٰ کسی کو نہیں دیکھتا۔ اندھے اپنے آپ کو دیکھتے ہیں۔ اور غیر سمجھتے ہیں اور غیر بینی میں مبتلا ہیں۔ **الَا انھم فی مزیدہ من لقاءِ سائرہم (بلاشبہ یہ لوگ حق تعالیٰ کے دیدار میں شک کرتے ہیں) یہ آیت ان لوگوں کی شکایت میں نازل ہوئی ہے لیکن انبیاء اور اولیاء پر یہاں گریہ طاری ہو جاتا ہے آیہ سَابِلًا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا** (اے رب ہمارے نہ بننا ہم کو کافروں کے فتنہ کا تختہ مشق) اس درد کا نعرہ ہے۔ **وَكَهٰٓی لَنَامُنُّ لَدٰۤىكَ رَاحِمًا** (ہم پر نظر شفقت فرما) ان کا سہارا ہے۔ مردانِ خدا طلبِ خدا میں مست ہیں ان کی طلب یہ ہے۔ بیت

ہرچہ جز حق بسوز و غارت کن نو ہرچہ جز دین اندو طہارت کن
(جو کچھ حق کے سوا ہے اسے توڑ دے۔ جو کچھ دین کے سوا ہے اسے چھوڑ دے)
جو شخص کہ اس طلب میں ہے اور اس کا طالب ہے انسان ہے باقی بہائم (جانور) دوست کے بغیر فردوس کیا ہے۔ رابعہ بصریؒ سے کسی نے کہا کہ کیا جنت چاہتی ہو۔ اس نے کہا الجار ثمر الدار (پیلے صاحب خانہ پھر خانہ) کیونکہ خانہ بغیر صاحب خانہ تہخانہ ہے نہ کہ خانہ۔ کسی نے خوب کہا ہے

سابقہ صفحہ کا حاشیہ:۔ **عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰی وَاحِدًا شَرِيكَ** ہے ذات و صفات دونوں میں۔ اور وجود اس کی ایک صفت ہے اہمات صفات میں سے (سمع، بصر، حیات، وجود، کلام، قدرت) اس لئے صفتِ وجود میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہونا چاہیے۔ اگر اشیاء عالم کا وجود خدا کے وجود سے علیحدہ اور الگ سمجھا جائے تو حق تعالیٰ کی صفتِ وجود میں شرک لازم آتا ہے نیز چونکہ ذات حق لا محدود ہے۔ اگر کائنات کا وجود، وجود حق سے علیحدہ مانا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ خدا ہر جگہ ہے لیکن کائنات میں نہیں ہے۔ اس لئے محدود ہو گیا۔ اور خدا کو محدود سمجھنا بالاتفاق کفر ہے۔ لہذا خدا ایک اور واحد لا شریک ہے کا معنی یہ ہوا کہ ایک خدا کے وجود میں کائنات کا وجود شامل ہے جیسے سمندر میں برف کا تودہ، جھاگ، اجاب، موج اگرچہ علیحدہ

از دل بہوں کتم غم دنیا و آخرت یا خانہ معجائے رخت بوریاجناب دوست
میں نے غم دنیا و آخرت کو دل سے نکال دیا خانہ دل سامان (دنیا) کیلئے ہے یا جناب دوست

کیلئے

اے برادر فرشتہ غیب ہے (عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے) اگرچہ غیب ہے تاہم عالم
کون و مکان سے تعلق رکھتا ہے (یعنی مخلوق ہے) ایک تعین (تخص) رکھتا ہے اور
تعدد و تکرار کو ثابت کرتا ہے۔ اس لئے بشر اپنے وجود کوئی (جسمانی) کی بدولت فرشتہ
کا ہم سنگ ہوا۔ اور ہم رکاب بھی ہو سکتا ہے۔ وَ رَفَعْنَا مَكَانًا عَلِيًّا (اور ہم نے اس کو
بلند مقام کیا) یہ بلندی بھی اُسے حاصل ہے ایک دوسرے کے ساتھ مطلع اور مدرک ہو
سکتے ہیں۔ (یعنی انسان اور فرشتہ، ہمیالی اور ہم مقام ہو سکتے ہیں) اسلئے اہل طاعت
انسان صاحب قدرت و صاحب کرامت ہو سکتا ہے اور یہ ہوتا ہے کہ ایک لمحہ کے اندر
شرق سے غرب اور فرش سے عرش تک پہنچ جاتا ہے اور عرش سے فرش (زمین) پر آجاتا
ہے۔ پھر بھی وہ راتے میں ہے (کیونکہ عرش کا تعلق بھی کون و مکان سے ہے) لیکن انسان
کا مقام سہماں یعنی لامکان ہے جو کون و مکان سے بالاتر ہے۔ الاکل شمئی ماخلی
باطل حق ہے۔ اگر کوئی شخص اہل حق نہیں ہے کیا کیا جائے۔ اگر خفاش (چمگادڑ)
کی آنکھیں نہیں تو آفتاب کا کیا قصور ہے۔ بیت

جہاں پُرہ از آفتاب چشمہا کوہ جہاں پُرہ از حدیث گوشہا کوہ
(جہاں نور آفتاب سے پُرہ ہے آنکھیں اندھی ہیں جہاں آواز سے بے ریزہ اور کان
بہرے ہیں)

جو شخص کہ موجودات عالم کی مستقل اور علیحدہ ہستی یا وجود کا قائل ہے اور غیر
کی ہستی میں یقین رکھتا ہے اور حق تعالیٰ کو موجودات میں تلاش نہیں کرتا اس کا خدا سے کوئی
تعلق نہیں اور بارگاہ باری تعالیٰ تک رسائی نہیں رکھتا۔ العیاذ باللہ من ذالک

سابقہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ :- وجود رکھتے ہی تاہم ہیں تو پانی اور سمندر کے وجود میں شامل ہیں
خدا نہیں ہے۔ اس لئے ہر چیز خدا نہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں۔

خدا اس سے پناہ دے) اگرچہ وہ تلاش میں ہے اور امر و نہی کا عامل ہے اور مناسب حد تک عقل رکھتا ہے لیکن حق تعالیٰ کے ساتھ پیوست نہیں۔ خواہ اعتقاداً خواہ اعتماداً وہ گنہگار ہے کیونکہ غیر بنی معصیت ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ (شُرک کے سوا سب گناہ بخش دیگا) یہ آیت اس کی دستگیری کرتی ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے اس کی حق تعالیٰ تک رسائی ہو جائے۔ اور حق کے غیر سے آنکھ بند کر لے۔ لَا تَحْزَن رَأَتْ اَللّٰهُ مَعْنَا رَفِكْرِيْتُ كَرُوْا اللّٰهُ هَمَّا لِيْ سَاوِيْةٌ هِيَ (کیا دولت ہے۔ ولا تخافا انی معکم اسمع و ادری) خوف مت کھاؤ وہ تمہارے ساتھ سنتا ہے اور دیکھتا ہے کیا حال ہے اور کیا کمال ہے۔ آہ ہزار آہ! یا بے حجاب اور بے عبا رہے (یعنی صاف ظاہر ہے) رب المشرق و المغرب کی خبر موجود ہے۔ اور غیر کو سامنے سے ہٹا دیا ہے لیکن تو مشرق و مغرب کو دیکھتا ہے۔ رب کو نہیں دیکھتا۔ تو دائیں بائیں جاتا ہے۔ لیکن سیدھی طرف نہیں جاتا۔ تو مشرق و مغرب کو چھوڑ دے اور اپنے آپ کو درمیان سے ہٹا دے دوست کو پالیگا۔ بیت

بگزارم ایں کون و مکان کو بگزارم ایں جان و جہان کو

(میں چھوڑتا ہوں عالم کون و مکان کو اور چھوڑتا ہوں خود کو اور جہان کو)

جہاں وہ جان جہاں ہے وہاں جاتا ہوں۔ اے عزیز غیر کو کیا کریگا۔ اور غیر سے تمہارا

کیا کام۔ خدا میں ہو جا اس کے بعد جو چاہے ہو جا۔ بیت

ثمرت تیسج و زنا رت یکے شد تو خواہی خواجہ شو خواہی غلامے

اے ثمرت تیرے لئے اب تیسج اور زنا رت ایک ہو گیا ہے پس اب چاہو تو آقا بنو

چاہو تو غلام بنو۔ جب اس آیت مَن عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ و مَن اَسَاءَ فَعِلْهَا

(جس نے نیک عمل کیا اپنے لئے کیا۔ برا کیا کیا خود نقصان اٹھائے گا۔) پر غور کرتا ہوں

تو حیرت زدہ ہوتا ہوں۔ اور نعرہ لگاتا ہوں کہ جب یہ سب نفس کے لئے ہے تو رت

تعالیٰ کے لئے کیا۔ ناچار فریاد بلند کی۔ بیت

صلاح راہرن باشد کہ ذوق بت نگرتم کجاست شاہد بت لڑھے بجائے کعبہ پرستم

(ذیک میرے راہرن بن گئی جسکی وجہ سے بت پرستی نہ کر سکا۔ کہاں ہے وہ بت (صنم)

جسے کعبہ کی بجائے پوجا میں آہ کہاں چلا گیا اور کیا کہہ رہا ہوں۔ کون اس بات کو سمجھ سکتا ہے۔ یہ عشق کا غلبہ ہے۔ حق تعالیٰ اس قدر عیاں و ظاہر ہے کہ جسکی کوئی حد نہیں۔ وہ حاضر ہے۔ اگر کوئی خود حاضر نہیں تو کیا گیا جائے۔ خود میں پھر فریغ نہ حاضر نہیں ہو سکتا۔ غائب ہوتا ہے۔ وہ خدا کو غائب سمجھتا ہے۔ خود ساختہ محقق بن جاتا ہے اور ابدی طور پر محبوب ہو جاتا ہے۔ آہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ خدا کے سوا کچھ موجود نہیں۔ کتنے مغالطے ہو گئے ہیں کوئی مومن کہلاتا ہے کوئی کافر، کوئی ملحد، کوئی صالح ہزاروں نام پڑ گئے ہیں اور اصل کے ساتھ غلط اور غلط کے ساتھ اصل کی آمیزش ہو گئی ہے۔ سن لو اور پھر سن لو کہ خدا ایک ہے اور ایک وہ ہوتا ہے کہ جس کے سوا کچھ نہ ہو۔ وحدہ لا شریک لہ کے یہی معنی ہیں یعنی وہ فرد مطلق ہے وہ خود بخود ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ مَا تَوَلَّوْا فِثْمٌ وَجْهَ اللَّهِ (اس کے ساتھ غیر کا وجود نہیں۔ ہر صہر دیکھو وہاں اللہ ہے)۔ اکوان کا (موجودات) مرتبہ احدیت میں کوئی وجود نہیں۔ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ راہ کتبہ مسدود ہے۔ (یعنی کنہ ذات تک رسائی ناممکن ہے) کوئی شخص کنہ معرفت تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ کما حقہ آگاہ ہو سکتا ہے۔ بیت

نیت کے راز حقیقت آگہی جملہ سے روند باد دستِ تہی

(حقیقت تک کسی کی رہائی نہیں ہو سکتی اور ہر شخص خالی ہاتھ جاتا ہے) حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے اکوان (اشیائے عالم) کو اپنی وحدت میں شامل کر لیا ہے۔ حتیٰ کہ کسی چیز کا اپنا وجود نہیں ہے (یعنی ہے پانی نظر برف آتا ہے) چنانچہ عارف ربانی نے خدا کو اپنے اندر پالیا (یعنی اپنے میں پالیا۔ یعنی معلوم ہو گیا کہ وہ نہیں تھا خدا تھا) اور الحمد للہ کہا۔ سبحان اللہ! یہ کیا راز ہے خدا جس کے نصیب کرے لہذا اسے دوست تن من کی بازی لگائے، خون دل نوش کر، اور اپنے آپ کو آتش عشق میں جلا کر رکھ کرے اور رازدان بن جا۔ رباعی

ما مطلب یہ کہ کما حقہ، ذات حق کی معرفت نہیں ہوتی حسب استعداد کسی حد تک ہو سکتی ہے

آن لقمہ کہ دردِ ماں نگیند بطلب آن سرکہ دردِ نشان نگیند بطلب
 سرلیست میان دل درویش و خداوند جبریل امین دلائل نگیند بطلب
 (وہ لقمہ طلب کر جو منہ میں نہ سما سکے راز طلب کر کہ جس کا نام و نشان نہ ہو درویش
 کے دل اور خداوند کے درمیان ایک راز جس سے جبریل امین بھی آگاہ نہیں وہ راز طلب
 کر) شکم پر دران اور طالبان دنیا کو ان اسرار اور ان انوار کی کیا خبر۔ وما الحیوة الدنیا
 الا متاع الغرور (حیات دنیا کیا ہے غرور ہی غرور ہے) اس آیت نے کمر توڑ دی
 ہے اگرچہ کمر شکن ہے۔ جنت میں لے جاتی ہے۔ لیکن اگر تو نظر غیر پر کرے گا تو جنت نہیں
 ملے گی۔ ما فی الجنة احدٌ سوى الله (جنت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں) اور یہی جنت
 ہمارے دل کی مراد ہے۔ ذرا غور سے سنو یہاں کلام مستانہ شروع ہو گیا ہے۔ جہاں عقل
 کو درک نہیں اور فکر کی رسائی نہیں۔ بیت

مردے باید نہ سراور نہ پاٹے جملہ گم گشتہ درد اور خدا کے

(اس کو چہ میں ایسا مرد چاہئے جو سرو پاٹے نہ رکھتا ہو یعنی بے نام و نشان ہو جائے اس
 کی تمام صفات اس کے اندر گم ہو جائیں اور وہ خدا میں گم جائے۔

قرآن کہتا ہے وَأَنْتَ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ (مومنوں کا مولیٰ ہے اور
 کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں) اس کو سمجھنا چاہیے۔ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (تم نہیں سمجھتے) نیز فرمایا
 الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ (حدیث) (یعنی آدمی اس کے ساتھ ہوگا یا اس کا حشر اس کے ساتھ
 ہوگا۔ جس سے اس کو محبت ہے) نیز فرمایا قِيمَةُ الْمَرْءِ هَيْتُهُ (آدمی کی قیمت اس کی ہمت
 کے مطابق ہوتی ہے) پس تو کون و مکان سے گزر کر مولیٰ سے پیورت ہو جا۔ یہی انسان کی
 شان ہے یہ نہ ہو تو وہ جانور ہے۔ يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ (کھاپی کر زندگی
 بسر کرتے ہی جیسے جانور) یہ اس کا حال اور کیفیت ہوگی۔ نیز فرمایا أَلَا نَسْنُ سِرِّي -

ع یعنی مومن طالب مولا ہوتا ہے۔ ع یعنی اللہ کو دوست رکھو۔ اسکے ساتھ تمہارا حشر

ہوگا۔ اس کے ساتھ کا مطلب ہے قرب اور وصال حق۔

انسان میرا راز ہے) نیز فرمایا رَفَعْنَا مَكَانًا عَلِيًّا (ہم نے اس کو بلند مقام عطا کیا) یعنی وہ مقام جہاں وصال حق ہے۔ هو الله الواحد القهار۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۶۳

بجانب فرزند حقیقی شیخ حمید

۱:- در بیان آنکہ تقرر دین بر عصیت۔ (شرائط ایمان)

۲:- حکمت عدم وقوع رویت در دنیا۔

۳:- جواز تجلی دریں جہان۔

۴:- علم ہر چیز بر قدر ذات اوست

حق حق حق!..... جانتا چاہیے کہ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ سَرًّا وَبِالْاِسْلَامِ مِيْنًا وَ
مصطفیٰ علیہ السلام نبیاً (اللہ میرا رب ہے دین میرا اسلام ہے اور مصطفیٰ
میرا نبی ہے) یہ بنیادی عقیدہ ہے تمام اہل اسلام کا۔ اور جو شخص اس کا منکر
ہے۔ وہ بالاجماع (متفقہ طور پر) کافر ہے جن لوگوں کو اس میں اختلاف ہے وہ
اہل سنت و جماعت نہیں بلکہ گمراہ ہیں۔ مثلاً فرقہ معتزلہ، رافضیہ، خوارجیہ، کرامتیہ
وغیرہ۔ اہل سنت و جماعت کے نزدیک انکا اجتہاد باطل اور مردود ہے۔ ان کو
مندرجہ ذیل مسائل کی بنا پر اہل ضلالت (گمراہ) کہا گیا ہے۔

انکار صفات الہیہ۔ انکار مسئلہ رویت (دیدار باری تعالیٰ) فرقہ معتزلہ ان دونوں
مسائل کا منکر ہے۔ اشعریہ (ابوالحسن اشعری کا فرقہ) جن کے نزدیک کائنات حادث
(فنا ہونے والی) بعض مسائل میں اہل سنت و الجماعت سے اختلاف کرتے
ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ صفات اور رویت کے منکر نہیں ہیں تاہم اہل سنت و الجماعت
انکو اچھا نہیں سمجھتے۔ جو لوگ فعل مختار نہیں سمجھتے جبریہ کہلاتے ہیں۔ جو اجتہاد
کے قائل ہیں قدرتیہ کہلاتے ہیں۔ جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمام صحابہ کرام
سے افضل سمجھتے ہیں وہ رافضیہ کہلاتے ہیں۔ جو موزہ پر مسح کرنا جائز نہیں سمجھتے

لیکن پاؤں پر مسح کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ ضعیفہ ہیں۔ جو قرآن کو مخلوق کہتے ہیں وہ معتزلہ اور زید یہ ہیں وغیرہ۔ لیکن اہل سنت والجماعت ان فرقوں کو اہل حق نہیں سمجھتے اور اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک دین اہل سنت والجماعت کے عقائد کی بدولت قائم ہے۔ اہلسنت والجماعت کے نزدیک مندرجہ بالا فرقے اہل ضلالت اور گمراہ ہیں۔ اور ان کے تمام عقاید و اقوال و افعال باطل اور مردود ہیں۔ ایک اور فرقہ ہے جو اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں۔ اور ترک شرائع کو جائز قرار دیتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ اصل توحید وہ ہے۔ جو عارفین کی توحید ہے جو ان سے ساتھ مخصوص ہے۔ چنانچہ مشائخ کے بعض اقوال کو اہل ظاہر شطیحات کہتے ہیں جو بظاہر خلاف شرع نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ لیس فی الدارین غیر اللہ (خدا کے سوا دونوں جہانوں میں کچھ نہیں) یا انا الحق (میں حق ہوں) یا سبحانی ما اعظم شأنی (میں پاک ہوں میرا شان کیا ہی بلند ہے) ان کلمات کو رد کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ اقوال اہل حق و اہل سنت و جماعت ہیں۔ لیکن انکو تسلیم کرنا بھی ضروری نہیں کیونکہ بحالت مجبوری ان سے یہ کلمات سرزد ہو جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ انکو لغزش بھی کہا جائے کیونکہ صرف انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے اقوال کو شطیحات نہیں کہا جاتا۔ انکو محکم و متشابہ کہا جاتا ہے۔ اولیاء میں سے ہر ایک اپنے مرتبہ اور درجہ کے مطابق سید المرسلین علیہ السلام کا اتباع کرتا ہے اور ہر ایک کا درجہ اور مقام مختلف ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے فہم سے بالاتر ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن ناطق ہے وَكَيْفَ تُصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خَيْرًا جُو كُوْنِي اس سے انکار کرے صاحب عوارف المعارف فرماتے ہیں کہ مَنْ أَنْكَرَ ضَلًّا (جس نے انکار کیا گمراہ ہوا) اور جو شخص اس سے انکار نہیں کرتا بلکہ مانتا ہے تو وہ اس تصدیق اور بزرگوں کی صحبت کی برکت سے ایک دن کمال کو پہنچ جائیگا اور عارفوں کا مقام حاصل کرے گا۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ وَاللَّهِ لَا أَعْبُدُ رَبًّا مِثْلَ مَا لَمْ أَزْهِ وَكَشَفَ الْعِظَاءَ مَا أَزْدَدْتُ يَٰعِيسَىٰ (میں اللہ کی عبادت نہیں کرتا جسکو دیکھ

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نہ لوں اور اگر پردہ اٹھ جاتے تاہم میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا (صاحب عوارف حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی) فرماتے ہیں وَفَن اَقْتَدَى بِسَحْر اِهْتَدَى (جس نے انکا اتباع کیا منزل مقصود پہ پہنچا) اور حضرت خید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِیْمَانُنَا هَذَانِی طَرِیْقَتُنَا (ہمارا ایمان یہی ہماری طریقت ہے) رویت محض باری تعالیٰ جائز ہے بلا قید مکان و زمان کے۔ لیکن اس دنیا میں نہیں جو دار فانی ہے بلکہ آخرت میں جو دار بقا ہے۔ کیونکہ دیدار حق کا تعلق بقا سے ہے اور یہ دنیا فانی ہے۔ خدا کی قسم اگر دل کا تزکیہ ہو جائے۔ راز ظاہر ہو جائے تو حق تعالیٰ کی وحدت کو صاف دیکھے گا۔ اور درمیان میں کوئی پردہ حائل نہیں ہوگا۔ ایک عارف فرماتے ہیں۔ رباعی

صاحب خبراں کہ عالم دلدارند ! در نکتہ غیب محرم اسرارند

در آئینہ صفاشان ز رنگے نیست زان روے ز نقشِ دون حق بیزارند

(عارف لوگ جو محبوب کا علم رکھتے ہیں عالم غیب کے محرم راز ہیں۔ ان کے قلب زنگ کی آلائش سے پاک ہیں۔ اس لئے غیر حق سے بیزار ہیں یعنی وحدت الوجود ان

ع حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے مشائخ رویت باری تعالیٰ ثابت کرتے ہیں۔ لیکن اس قول کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے چل کر خود وضاحت فرمادی ہے آپ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے نہیں بلکہ روحانی یا باطنی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا۔ ۲۔ اگر پردہ اٹھ جائے میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے پردہ کا اٹھنا اور آنکھوں سے دیکھنا مرتبہ عین الیقین ہے جو مرتبہ حق الیقین سے نیچے کا درجہ ہے۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مرتبہ حق الیقین حاصل تھا۔ مرتبہ عین الیقین جو نیچے کا درجہ ہے کے حصول سے ان کے یقین میں کیسے اضافہ ہوتا ہے۔ مثلاً یہ سننا کہ آگ جلاتی ہے۔ مرتبہ علم الیقین ہے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنا کہ آگ میں لکڑی جل رہی ہے۔ مرتبہ عین الیقین ہے اور آگ کے اندر ہاتھ ڈال کر جلنے کی کیفیت کا تجربہ کرنا حق الیقین

پر عیاں ہو چکی ہے۔)

اے برادر! نقشِ خیال (غیر کو دل سے مٹا دے اور نیست و نابود کر دے۔ پھر تجھے ہر چیز میں خدا ہی خدا نظر آئے گا۔ اور غیر سے بے گانہ ہو جائے گا۔ لہذا اس کام میں جان مار دو۔ خون دل نوش کرو۔ جان کی بازی لگا دو اور جہان کو بھول جاؤ اور حق کے ساتھ واصل ہو جاؤ۔ جو منزل مقصود تک نہیں پہنچا وہ کیا جانے کہ وہ بہت بڑے خسارہ میں ہے۔ اور جو پہنچ چکا ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ حقیقت کیا ہے۔ بیت
گم ترا وزے دریاں میدان کشند
این رقم بینی کہ بر مردان کشند
(اگر تجھے اس میدان میں (حقیقت کے میدان میں) رسائی ہو جائے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ مردان خدا کا کیا مقام ہے) اس وقت تجھ پر ہزاروں راز کھل جائیں گے۔
بلکہ تو دیکھ لے گا کہ خدا تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے، بے ہمہ ہے بلکہ خود ہمہ ہے اور تمام قیود سے پاک ہے۔ تو خدا تعالیٰ کو ہر چیز میں تلاش کر کیونکہ اس کے بغیر کوئی چیز نہیں اور وہ ہر چیز میں ہے خدا تعالیٰ فرد مطلق ہے۔ تمام موجودات ہستی حق کے ساتھ قائم ہیں۔ ہر جگہ وہی ہے اس کے بغیر کچھ نہیں۔ سبحان الذی بیدار ملکوت کل شئی والیہ ترجعون (وہ ذات پاک جس کے قبضہ میں کل کائنات ہے اور ہر چیز اس کی طرف لوٹ جائے گی) اے برادر! جانتا چاہیے کہ اللہ موجود مطلق ہے۔
(یعنی وجود باری تعالیٰ لا محدود ہے) اور کائنات کا وجود حقیقی نہیں مجازی اور اعتباری ہے (اگر وجود کائنات کو حقیقی کہا جائے یعنی اگر یہ کہا جائے کہ اللہ کے وجود کے علاوہ کائنات کا وجود بھی فی الواقع ہے۔) تو اللہ تعالیٰ کی قید اور بند لازم آتی ہے حالانکہ نہ اس کی کوئی قید ہے نہ بند۔ وتعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک اور بالاتر ہے) لہذا کائنات کو موجود حقیقی مت سمجھو۔
هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر وہی

عائد یعنی مخالفت مختلف، آمنے سامنے (OPPOSITE) عائد بمعنی ثانی۔ نظیر۔ مثل۔

باطن ہے) وہو بکل شئی علیہ (اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے) یعنی ہر چیز کا علم اس کی مجازی حیثیت سے (حقیقت میں تو کوئی چیز موجود نہیں جیسے دریا میں برف کا ٹکڑا ذات باری تعالیٰ نامتناہی (لامحدود) و محیط (ہر چیز کو اپنے اندر لئے ہوئے) ہے۔ ہمارے اس کائنات کا تعلق عالم غیب سے نہیں ہے۔ البتہ اٹھارہ ہزار عوالم (جمع عالم) کا تعلق عالم غیب سے ہے اور ان کا علم ہمارے لئے ممکن ہو سکتا ہے۔ مخلوقات میں کوئی مخلوق کنہ ذات تک نہیں پہنچ سکتی کیونکہ ہر چیز کا وجود ہی نہیں۔ محض اعتباری اور خیالی ہے۔ وَلَا یحیطون بَشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہِ بِظُہُورِہِ ہر چیز کا وجود عالم کون و مکان میں ہے۔ عالم حقیقت میں نہیں۔ عالم حقیقت میں صرف اللہ کا وجود ہے اور وہی موجود حقیقی ہے۔ فَالْحَقِیْقَةُ هُوَ اللّٰهُ وَلَا سِوَاہُ فَاَعْلَمُ اَنْہُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَہُ وَصَلٰی اللّٰہِ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہِ مُحَمَّدٍ

وَاللّٰہِ اَجْمَعِیْنِ وَالسَّلَامِ

مکتوب ۱۶۲

بجانب شیخ المشائخ، شیخ نامہ الشیخ عبدالستار
در بیان غیب و شہادت قرآن و در بیان آنکہ غیب در قسم است

حق حق حق

بعد حمد و صلوات و دعائے ترقی درجات شیخ الاسلام و ہمام الانام، قدوۃ اہل اسلام،
عارف باللہ، برادر شیخ عبدالستار دام عزہ باللہ و عرفانہ و ذوقہ و شہودہ،
مع اللہ و دعائے شوق ربانی و ذوق سبحانی از فقیر حقیر، عبدالقدوس اسمعیل الحنفی
یاد رہے کہ قرآن عالم قدس سے نزول کے لسان انسان تک پہنچا ہے۔ تاکہ
انسان قرآن پڑھے اور کلام حق کو سمجھے۔ لیکن قرآن کے معنی ہر شخص اپنے مقام و مرتبہ
کے مطابق سمجھ سکتا۔ زیادہ نہیں۔ اہل ظاہر قرآن کے ظاہری معنوں میں رہ گئے ہیں
چنانچہ احکام شرع اور مجتہدین کا اجتہاد یہ سب کچھ قرآن کے ظاہری معانی سے تعلق

رکتا ہے جو بحر بکیراں ہے اور قرآن کے باطنی اسرار و رموز کے محرم صرف انبیاء اور اولیاء ہیں۔ جیسا کہ حضرت مصطفیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلْقُرْآنِ ظَهْرًا وَّلِبَطْنًا وَّلِبَطْنِهِ لِبَطْنٌ اِلٰی سَبِيْعٍ بِوَاطِنِ الْقُرْآنِ کے ایک ظاہری معنی ہیں ایک باطنی اور پھر اس باطنی معنوں کا باطن سات باطنوں تک علماء بے ظاہر کی قرآن کے باطنی معانی تک رسائی نہ ہوئی اور تاویل میں مشغول ہو گئے ہیں اور سلامتی سے نکل گئے ہیں۔ ظاہر قرآن شریعت ہے۔ اور اس کا باطن حقیقت ہے۔ شریعت کا تعلق خلق سے ہے اور حقیقت کا تعلق حق سے ہے یعنی عالم غیب و عالم شہادت غیب کی تین اقسام ہیں۔ اول غیب کوئی جس کا تعلق عالم بالا سے ہے مثل بلائک دوم غیب علمی، اور یہ عدم اضافی ہے۔ جیسے قیامت۔ سوم غیب حق جو کون دسماں کی اصاف سے منزہ (بالا تر) و مقدس ہے یعنی ہستی مطلق لَيْسَ مَعَهُ و غیرہ (جس کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں) اس مرتبہ غیب کا ادراک عدم ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ کذب مسدود ہے (حقیقت تک رسائی ناممکن ہے) بیت

اِنَّ حَقِيْقَتَ نَيْتٍ كَسْرًا اَكْبَرُ جملے روند با دست تہی

(حقیقت سے کسی کو آگہی حاصل نہیں ہوتی اور سب خالی ہاتھ جاتے ہیں۔)

اور یہ جو تم نے قرآن میں پڑھا ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ۔ یہ غیب علمی اور شہادت کون ہے۔ فرشتہ اگرچہ غیب ہے لیکن ہمیں اس کا ادراک نہیں ہے یہ غیب کونی ہے جو دراصل شہادت ہے نہ کہ غیب۔ اور وہ عدم جو غیب ہے لَا يَعْلَمُہُ اِلَّا اللّٰہُ وَاِنَّ السَّاعَةَ اِیْتٰہُ اَکَادُ اَنْفِہَا۔ یہ غیب ہے اور یہ پوشیدگی (خفا) ہر حیدر عدم ہے فرشتہ کے ادراک سے بالاتر ہے بلکہ علم حق میں ہے۔ خدا تعالیٰ عالم غیب و شہادت ہے اور وہ غیب جو غیب علمی ہے عدم اضافی ہے بمقابلہ وجود کونی کے عدم ہے اور عدم صرف محض امتناع ہے۔

یعنی کما حقہ، اور کمال آگاہی حاصل نہیں ہوتی جز وہی آگہی تو ہر شخص کو حسب حیثیت ہوتی ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں یا اس کا علیم نہیں۔

کسی شخص کو اس کا علم جائز نہیں، نہ علم حق نہ علم خلق نہ وہ شریک باری تعالیٰ ہے یا ثانی حق کیونکہ جو موجود بالفعل ہے وہ عالم شہادت ہے یا بالقوة جو اس وقت معدوم ہے اور ممکن الوجود ہے۔ ان دونوں کا علم جائز ہے (یعنی ہو سکتا ہے) اور وہ جو ممکن وجود نہیں محض امتناع ہے تصور وجود اور تصور علم نہیں رکھتا۔ اسلئے کہا گیا ہے کہ ہر شخص کا علم اس کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔ فرشتے کا علم اس کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کی ذات (حقیقت) چونکہ کوئی ہے (عالم کون و مکان سے تعلق رکھتی ہے) اس کو کون و مکان کے علاوہ علم نہیں۔ اور عدم سے آگہی نہیں رکھتا اگرچہ ممکن وجود ہے اور خدا تعالیٰ محیط مطلق ہے۔ کائنات کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جس کو خدا تعالیٰ محیط نہیں۔ ورنہ عدم محض میں علم نہیں کیونکہ عدم محض معدوم ہے۔ اور خدا تعالیٰ موجود ہے کیونکہ غیر موجود سے کوئی چیز وجود میں نہیں آسکتی۔ اس کی ہستی مطلق ہے یعنی غیب مطلق، اور فرد مطلق جو تعین و تکثر سے منزہ ہے۔ اسکے سوا کوئی چیز نہیں اور جو چیز اسکے سوا ہے وہ چیز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ غیر کا وجود ہی نہیں ناممکن الوجود ہے۔ اشیاء کا تعین اور تکثر (کثرت) تیرے نزدیک ہے اور صرف تیرے فہم میں ہے اور یہ شریعت ہے اور غیب میں سوائے حق کے کچھ نہیں (یعنی حقیقت میں سوائے حق کے وجود کے کسی چیز کا وجود نہیں)۔ ہمہ اوست لیس معہ غیرہ و حدہ لا شریک لہ (اسکے ساتھ اسکے غیر کا وجود نہیں وہ واحد لا شریک ہے) اور یہ حقیقت ہے۔ اہل حقیقت سوائے حق کے نہیں دیکھتے۔ نہ جانتے ہیں اور وہی ایک وجود سمجھتے ہیں۔ اور وجود حق سمجھتے ہیں۔ اہل شریعت اپنے آپ کو جانتے ہیں اور خدا کو اپنا خالق سمجھتے ہیں اور دونوں جہانوں میں اپنی قید و بند میں رہتے ہیں۔ جس کسی کو حقیقت کی خبر نہیں اور اپنے وجود کی قید میں رہا اگرچہ جنت میں جائے گا اسلام کی رو سے وہ اپنی قید میں ہوا ہے اُسے تیری کوئی خبر نہیں۔ آیه یبغون عنہا حولا سے یہی مراد

ہے اور طالبانِ حق تعالیٰ جو حقیقت کے طالب ہیں اگرچہ اس جہان میں اپنے وجود کی قید میں ہیں۔ میدانِ جزا میں ان سے پر وہ اٹھایا جاتا ہے اور جمالِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور سوائے حق کے نہ کچھ سمجھتے ہی نہ دیکھتے ہیں۔ عَسَىٰ
 الْاَرَابِكُ يَنْظُرُونَ سے یہی مراد ہے جس نے دوست کو نہ پایا اور
 دوست سے تعلق نہ رکھا خواہ جنت میں ہو اس نے کچھ حاصل نہ کیا۔ مصرع
 فردوس چہ کار آید گریار نیا شد (جس بہشت میں دوست نہیں وہ
 بہشت کس کام کی)۔ اے برادر آج طلبِ حق میں مشغول ہو جا کیونکہ حق کے
 سوا کچھ نہیں۔ پر وہ اٹھ چکا ہے اور کوئی غبار باقی نہیں۔ کوئی کیوں غیر حق کے
 ساختہ مائل ہو۔ بغیر طلبِ حق جب وہ اس جہان سے گزر کر اس جہان میں
 پائیگا اپنے اعمال کی جزا پائیگا لیکن خدا کو نہ پائیگا۔ آيَةُ وَاِنْ اَحْسَنْتُمْ
 اَحْسَنْتُمْ لَافْسِكُمْ وَاِنْ اَسَاءْتُمْ فَعَلَيْهَا (اگر تم نے نیکی
 کا کام کیا تو اپنے نفس کیلئے کیا اور برائی کی تو وہ تمہارے اپنے لئے ہے)
 سے یہی مراد ہے۔ وہ عبادت اور وہ اعتقاد جو تجھے اپنے آپ کے ساتھ
 مشغول رکھے اور قید میں رکھے درحقیقت وہ عبادت اور اعتقاد نہیں۔
 عبادت وہی ہے جو طلبِ خدا میں ہو اور اعتقاد وہی ہے جو طلبِ خدا
 تعالیٰ میں ہو۔ خدا کی طلب کے بغیر ہر عبادت و عقیدہ ضلال (گمراہی)
 ہے نہ ہدایت۔ مصرع

علمی کہ راہِ حق نہ نماید جہالست (وہ علم جو راہِ حق نہ دکھائے جہالت
 ہے) آيَةُ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (جسے چاہے گمراہ
 کرتا ہے جسے چاہے ہدایت دیتا ہے) سے یہی مراد ہے شرکِ حق
 تک راہنمائی نہیں کرتا۔ اور یہ غیر بینی ہے۔

جس نے غیر سے تعلق رکھا خواہ شرکِ جلی ہو شرکِ خفی محرومِ ابدی ہوا۔
 اِجَاذٌ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكِ - بیت

راہ زد مشغولی عالم ترا نیست پرواے خدا یکدم ترا
 (مشغولی عالم نے تیری راہزنی کی اور خدا کی تجھے ذرہ بھر پروا نہیں) اے
 برادر جب تک دم ہے طلبِ حق میں دم اور جب تک قدم ہے راہِ حق میں قدم مار۔
 جان مار دے اور خون نوش کر۔ اور جان و جہان کی بازی لگا دے اور حق سے
 واصل ہو جا۔ خدا تیرے ساتھ ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔ تو اس کے سوا کیوں رہنا
 پسند کرتا ہے؟ تو کچھ نہیں اٹھ اور جان و جہان راہِ حق میں قربان کر دے۔ اور
 حق سے واصل ہو جا۔ انضروا خفافاً وثقالاً و جا صد و اباً مؤالکم و
 انفسکم فی سبیل اللہ (نکلو ہلکے ہو کر یا وزن اٹھا کر اور جہاد کرو اپنے
 مالوں سے اور اپنی ذات سے راہِ حق میں) سے یہی تاکید مراد ہے۔ و هو
 معکم ایما کنتم (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) اس نے
 اپنا جمال جہان میں بکھیر دیا ہے اگر خفاش (چمگاڈ) آفتاب کو نہ دیکھے
 تو اس کا قصور ہے نہ کہ آفتاب کا۔ آیہ و هو الغفور الودود ذو العرش
 المجید میں یہی راز ہے۔ عالم الغیب والشہادہ سب پر محیط ہے۔
 غیب و شہادت (نظر آنا یا نہ آنا) تیرے نزدیک ہے یہ تیرا نقطہ نظر
 ہے اور تیرا فعل ہے نہ کہ حق کا۔ و حد لا شر یقالہ (وہ ایک ہے
 اور اس کا کوئی شریک نہیں) میں یہی راز ہے۔ پورا قرآن اُسکی وحدت، اسکی
 پاکی، اس کا تصرف و قدرت و اس کا تخلیق سے پر ہے۔ تبارک الذی
 بیدہ الملک میں یہی راز ہے۔ قرآن اُسکی وحدت ہے اور کون و
 مکان و گھلاؤلا عکس) ہے نہ کہ اُس کا کوئی وجود ہے۔ کون و مکان (کائنات)
 کا اپنا کوئی وجود نہیں۔ حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں۔ بیت
 ہرچہ بینی ذاتِ پاک حق بہ میں ابنِ چنیں دیدن ترا نیکو بود
 ز جو کچھ تو دیکھتا ہے ذاتِ حق دیکھ تیرا یہی دیا جتنا صحیح ہے

مکتوب نمبر ۱۶۵

محانب شیخ عبدالستار در بیان
 ۱۔ معنی آیه علیس عند اللہ صباح ولا مساء
 ۲۔ معنی مظهر و بطون و جز حق تعالیٰ
 ۳۔ معانی ذیلی عبد و جلی حق

حق حق حق

..... یاد رہے کہ لیس عند اللہ صباح ولا مساء کے متعلق جو آپ نے دریافت کیا ہے۔ صباح و مساء (صبح و شام) بندگانِ خدا کے نزدیک ہے نہ کہ حق تعالیٰ کے نزدیک۔ خدا منزہ ہے زمان و مکان سے اور بالاتر ہے زمین و آسماں سے۔ خدا دائم و قائم ہے۔ زمان و مکان میں سے جو کچھ نظر آتا ہے یہ بندہ کے نقطہ نظر سے ہے اور اس کے اپنے وجود کے اعتبار سے ہے۔ وجود حق و مستی حق کے اعتبار سے (یعنی نقطہ نگاہ سے) حق کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں۔ ہمہ اوست اور انکے سوا کچھ نہیں۔ عطا نے خوب کہا ہے

یک عین متفق کہ جز او ذرہ نبود چوں گشت ظاہر این ہمہ اغیار آمدہ
 (ایک تھا اور اس کے سوا ایک ذرہ کا وجود نہ تھا۔ جب ظاہر ہوا تو تمام اغیار برآمد ہوئے)

اس بات پر سب کا اتفاق اور اجماع ہے کہ تخلیق کائنات سے پہلے خدا تھا اور کچھ نہ تھا۔ اور وہ ذات ایک ہے اور تعدد و تکثر تعین و تصور سے منزہ ہے۔ فرد مطلق ہے۔ لیس معہ غیرۃ و حدۃ لا شریک لہ۔ ایک ہے اور ایک کے سوا کچھ نہیں۔ غیر کا وجود ناممکن اور عدم محض ہے۔

وجودِ عالم مرتبہ وحدت میں ہے نہ کہ کثرت میں (یعنی کائنات کا وجود وجودِ حق میں شامل ہے اس سے خارج نہیں)۔ یہ محض نقشبندی اور محفل آرائی ہے عزیزِ زمین! بندہ کا ہونا اُس کے اپنے نقطہ نگاہ سے ہے اور اپنے علم و خیال سے ہے۔ ازل وابد کا نام لیتا ہے اور غیر کے ساتھ مشغول ہوتا ہے اور خدا کو غیب سمجھتا ہے۔ یہ اس کی محرومی اور بد نصیبی ہے۔ بیت

راہ زد مشغولی عالم ترا نیست پروائے خدا یکدم ترا
 (دنیا میں مشغول ہونا تیرے لئے راہزن ثابت ہوا اور تجھے خدا کی ذرہ بھر پروا نہیں)

حقاً کہ اگر تو باخود نہ ہوتا تو یہ دردِ سر نہ ہوتا۔ عارفین کا نالہ و فریاد اس وجہ سے ہے۔ یا لیت رب محمد لمد یخلق محمدا [کاش کہ محمد کا خدا محمد کو پیدا نہ کرتا] (حدیث)

اب یہ جاننا چاہیے کہ جب بندہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے یا کائنات کو دیکھتا ہے اس سے خالق کائنات کا ثبوت ملتا ہے اور بندہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ کائنات اور خود اس کا اپنا وجودِ غیرِ حق ہے (حق تعالیٰ سے علیحدہ وجود ہے)۔ یہ حق تعالیٰ کا ظہور و بطون ہے کہ غیرِ بینی کی وجہ سے خدا کو نہیں دیکھتا اور اس کو غیب سمجھتا ہے۔ والا لیس الا هو (لیکن اسکے سوا کوئی نہیں)۔ یہاں هو سے مراد یہ ہے کہ اسکا ظہور و بطون ہے اور بطون ظہور۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ نہ کوئی اضافت ہے نہ نہ بساطت۔ اور یہ سب تیرے نقطہ نگاہ سے ہے نہ کہ خدا کے نقطہ نگاہ سے۔ اور یہ بات کہ درویش معرفتِ حق میں ایسے مقام پر پہنچتا ہے کہ حق

لے حاشیہ کتاب فارسی۔ جیسا کہ حضرت مولانا جامی نے فرمایا ہے کہ "ذاتِ ام الباطن هو بعینہ ذاتِ اسم الظاہر والقائل بعینہ هو الفاعل۔ [ذاتِ اسم ظاہر بعینہ ذاتِ اسم باطن ہے اور قائل بعینہ فاعل ہے]۔"

کو پاتا ہے اور خود کو پاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تنہا
 ہے اور فرد مطلق ہے۔ جو شخص اس کو پالیتا ہے اس کے سوا کسی کو نہیں
 پاتا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔
 درہرچہ نظر کردیم غیر از تو نئے بینم
 [جس چیز کو ہم نے دیکھا تیرے سوا کسی کو نہ دیکھا تیرے سوا ہو ہی کون سکتا
 ہے یہ کس کی مجال ہے۔ سبحان اللہ! مردانِ خدا کا کمال اور ان کا جمال خدا تعالیٰ
 کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

درویش بے خوش خدا رسیدہ جز خدا نیست چرا کہ جز خدا خدا
 نیست۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

بندہ جائے رسد کہ محو شود بعد ازاں کار جز خدائی نیست
 اولشوی لیکن جائے رسی کہ توئی تو از تو بر خبر جز دو با تو، بیچ و وئی نیا میرد۔
 و این را یگانگی گویند و کمال عارفاں جو بند۔ خوش گفت رباعی :-
 من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
 تا کس نگوید بعد ازین تو دیگری من دیگرم
 انا الحق و سبحانی مرداں را اینجا است۔ و اگر گواہی طلبی یہ پڑھو :-
 اِنَّ الْحَقَّ لَيَنْطِقُ عَلٰى اللِّسَانِ الْعَمْرِ۔ چہ سے شنوی بشنو بشنو اگر توانی شنید
 ولی یگانہ است و بہانہ است جز خدا نہ باد ترانہ است کن بے رکن لک و رکار
 است و غیر وہی نا اعتبار است۔ یقین است خدائے لامکانی بے تعین و
 بے نشان است معاملہ معلوم گشت و بمشاہدہ مفہوم پیوست بندہ در صورتِ خود
 در شخصِ خود منحصر مکان است نہ آنکہ مکانست سبحان است، سبحان لامکان
 است، لامکان نہ کسے در میان است۔ غایت آنکہ بندہ کہ خود را سے یا بد ذلیل
 سے یا بد و جلیل کہ جلیل بندہ است و بندہ ذلیل، ذلیل اں بود کہ بہ جمیع احوال و
 مکاسبِ خود محتاج جلیل بود و ہماں جلیل بود و جز اسے نہ ذلیل بود و سرور۔

ذیلان در معرفتِ جلیل سرورِ انبیاء است صلعم۔ دریں ذکر و قوتے از فکر فتم و مشاہدہ
 کروم ذل حضرت رسالت علیہ السلام بحضرتِ خدا تعالیٰ کہ رو راست دانستم کہ
 امین است و ینطق عن الہوی ہمین است در ان حالت کہ امین معاملہ بود چہ اسرار
 است در ظہور بود من لم ینق لم یدرک الحمد للہ علی ذالک و رزقہ اللہ
 ذالک و ایاکم عاقبت محمود باد بحرمیت النبی و احقادہ الامجاد۔

مکتوب ۱۶۶

بجانب قاضی حسین منگلوری در جواب مسئلہ معنیٰ امین دو بیت

- ۱۔ بیزارم از ان کہنہ خدائے کہ تو داری ہر لحظہ مرا تازہ خدائے دگر است
- ۲۔ من نماز خویش پیشین کردہ ام کافرم گر بعد ازین دیگر کنم
- ۳۔ تحقیق انبیاء۔ ۴۔ خونخواری اولیاء۔ ۵۔ و تاویل کروں علماء را
- ۶۔ و غفلت بیچارہ دیگر را

حق حق حق

..... آپ کا خط ملا۔ آپ نے جن دو اشعار کا مطلب دریافت کیا
 ہے اس میں شک نہیں کہ یہ الفاظ یا اس قسم کے دوسرے الفاظ جو بعض حضرات
 سے صادر ہوئے ہیں ظاہری شریعت اور عقائد کے خلاف ہیں اور جائز نہیں۔
 تاہم تاویل کا دروازہ کھلا ہے۔ تحقیق انبیاء صحیح ہے۔ خونخواری اولیاء کی تاویل لازم
 ہے۔ جہاں تک علماء اور خلق کی غفلت کا تعلق ہے اکثر غفلت کا شکار ہیں اور
 ظاہری تقلید و استدلال کی قید میں مقید ہیں۔ خداتعالیٰ کو غیب سمجھتے ہیں اور
 خدا کی کچھ طلب انکے دلوں میں نہیں ہے۔ اس واسطے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام
 ان مقید لوگوں کی شکایت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں مَنْ اسْتَوَىٰ يَوْمَآه فَمَوْ
 مَغْبُورٌ

۱۔ یعنی ہر روز قرب الی اللہ میں ترقی نہ کی تو خسارے میں رہتا۔

(جس نے دو دن ایک ہی حالت میں بسر کئے وہ خسارے میں رہا)۔ اسی وجہ سے عاشقانِ الہی پریشان ہو کر اپنی نیکیوں کو براٹھیاں سمجھتے ہیں اور جوش میں آکر نعرہ لگاتے ہیں کہ

بے زارم از کہنہ خدائے کہ تو داری ہر لحظہ مرا تازہ خدائے دگر است اور سے بیت :-

من نماز خویش پیشین کردہ ام کافر مگر بعد ازین دیگر کنم
ترجمہ شعر اول - میں تیرے پرانے خدا سے بے زار ہوں میرے لئے تو ہر لحظہ نیا خدا ہے

ترجمہ شعر دوم - میں نے پہلے نماز ادا کی اب پھر نہیں پڑھوں گا ورنہ کافر ہوں گا۔
اگر تم عقل و ہوش رکھتے ہو تو قرآن سے سنو وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُ زَاذْتَهُمْ اِيْمَانًا (جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے)۔ یہ ہے سارا شور اور یہ ہے سارا زور۔ السُّكُوتُ حَرَامٌ عَلٰی قُلُوْبِ الْاَوْلِيَاءِ (اولیاء کے قلوب پر سکوت حرام ہے۔ [یعنی ہر لحظہ ترقی کی رفتار میں رہتے ہیں] منصور علاج فرماتے ہیں۔

۱۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (ہر لحظہ اس کی نئی شان ہے۔ لہذا عارف باللہ جو ہر لحظہ نئی منازلِ قرب طے کرتا ہے حق تعالیٰ کی نئی شان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔
۲۔ نماز پڑھنے سے آدمی کافر کیسے ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ حقیقت میں وحدت الوجود ہے نہ ساجد نہ مسجود ہے۔ جب آدمی نماز کی نیت کرتا ہے تو وحدت الوجود سے انحراف کر کے مقامِ دوئی و کثرت میں واپس آتا ہے اور نماز پڑھتا ہے حقیقت سے اس انحراف کو عارف لوگ کفر کا نام دیتے ہیں۔ نیز کفر معنی چھپانا بھی ہے۔ یعنی جب عارف نماز ادا کرتا ہے تو حقیقت کو چھپا کر یعنی کفر کا مرتکب ہو کر ادا کرتا ہے۔
۳۔ ایمان میں اضافہ ہونا ہی نئے مراتبِ قرب طے کرنا اور حق تعالیٰ کے ہر لحظہ نئے شیون کا مشاہدہ کرنا ہے۔

كَفَرْتُ بِدِينِ اللَّهِ وَالْكَفْرَ عَلَيَّ وَاجِبٌ لِّمَنْ نَدَى دِينَ اللَّهِ مِنْ كَفْرٍ كَمَا أَوْدَى
 يَكْفُرُ مَجْرُومٌ وَاجِبٌ تَخَالُفًا - سلطان العارفين [حضرت بايزيد بسطامی فرماتے ہیں :-
 تَوْبَةُ النَّاسِ مِنَ الذُّنُوبِ وَتَوْبَتِي مِنْ قَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ] لوگوں
 کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے اور میری توبہ اس قول سے ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - تو
 کیا سنے گا حرف ابتر، گفتار ابتر، رفتار ابتر، بیت :-

از راز درون پر وہ زندان مست پرست کیں حال نیست صوفی عام مقام را
 [زندان مست کے اندرونی حال کو مست پوچھ صوفی محالی مقام کو یہ مقام حاصل نہیں]
 جو شخص جس عقل کی قید میں رہ گیا - اور ظاہری شریعت کی قید میں رہا وہ قرب
 حق سے محروم رہا - کسی نے خوب کہا ہے :-

تا تو بروں درسی جملہ غیر سے بینی در آ، در آ، کہ این خانہ خالی از غیر است
 [جب تک تو دروازہ سے باہر ہے ہر چیز کو غیر اللہ سمجھتا ہے - اندر آؤ، اندر آؤ کہ
 اس گھر میں غیر کا وجود نہیں -] فاعرف ولا تحرم
 اس شعر کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے محبوب و مطلوب کے لئے نماز

دین حق سے کافر ہونے کا مطلب یہ ہے جب عارف واصل حق ہوتا ہے اور
 فنا فی اللہ ہو جاتا ہے تو اس وقت نماز نہیں پڑھ سکتا - یعنی اس خاص حالت فنا کے
 وقت نماز نہیں پڑھ سکتا - اس حالت کو کفران کہا گیا ہے -

۵۔ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے توبہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ حقیقت میں
 وحدت الوجود ہے اور کلمہ توحید سے دوئی و کثرت لازم آتی ہے - اسلئے دوئی سے
 توبہ کرتے ہیں اور دائمی طور پر مقام فنا فی اللہ میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں - یا وہ ہے
 کہ حضرت جنید اور حضرت بایزید بسطامی کے مسلک میں یہی فرق ہے کہ حضرت جنید
 بقا باللہ اور عبدیت کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور حضرت بایزید مقام فنا میں رہنے کو
 ترجیح دیتے ہیں لیکن اکثر و بیشتر اولیاء کرام کا مسلک بقا باللہ اور عبدیت ہے جو
 رسول اکرم کا خاصہ ہے وہ فنا کی محویت سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ غالب الحال ہو کر
 صوم و صلوة قائم رکھتے ہیں کیونکہ مغلوب ہونا کمزوری کی علامت ہے -

پڑھی ہے مگر کسی دوسرے کے لئے پڑھوں تو کافر ہو جاؤنگا۔ واللہ اعلم۔۔۔۔۔
عاقبت محمودیاد بحرمت نبی علیہ السلام وآلہ الامجاد۔

مکتوب ۱۶۷

بجانب شیخ خضر جو نپوری الملقب بہ میان خان
در بیان انکسار نفس و تاسف حال

حق حق حق

..... آن برادر کے خطوط تو اتر سے موصول ہوئے جس سے دل کو خوشی
ہوئی۔ آپکو چاہیے کہ اسی طرح اپنے حالات سے مسلسل آگاہ کرتے رہیں تاکہ تسلی ہو۔
اشتیاق ملاقات بہت ہے عمر آخر کو پہنچ چکی ہے۔ اسی سال کے قریب گزر چکے ہیں
منزل مقصود تک رسائی نہیں ہوئی۔ خون دل نوش کیا، جان ماری اور تن کو تباہ
کیا لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ بیت :-

آہ و لم خون شدہ درکار او آہ درو میچ رہے درکار نیست
[افسوس کہ دل خون ہو گیا راہ جانان نہیں لیکن مطلوب تک رسائی نہ ہوئی]
یہ پیری اور مریدی جو آجکل راج ہے مردان خدا کیلئے اس کا کوئی اعتبار
نہیں۔ سَنَشِدُ عَضْدَكَ بِأَخِيكَ (ہم تیرے بھائی کے ذریعے تیری
کمر مضبوط کر دینگے) قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام (پتھر ویدو ہے دستگیری کا۔
پس دعا مانگنی چاہیے کہ الغیبات الغیبات یا غیبات المسغیثین
أَعْتَنِي) المدد والمدد اے مدد طلب کرنے والوں کے مددگار میری امداد کرو
مریدین کو پیروں سے ضرور مدد ملتی ہے اور وہ خدا رسیدہ ہو جاتے ہیں
اور فلاح پاتے ہیں۔ اور بعض مرید ایسے ہوتے ہیں جن سے پیروں کے
دستگیری ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ أَرِحْنِي

یا بلال ارحمتی یا بلال (اے بلال مجھے آذان سنا کر خوش کرو)۔
 نیز آپ کا یہ فرمانا کہ *واحشرنی فی زمرة المساکین* (یارب مجھے
 قیامت کے دن مساکین کے ساتھ اٹھائو) شاید اسی وجہ سے ہے۔ اپنی
لاجد نفس الرحمان من جانب الیمن (مجھے یمن کی طرف سے
 یاد نہیں طرف سے [جدھر ہندوستان ہے] ٹھنڈی ہوا محسوس ہوتی ہے) کا
 بھی شاید اسی طرف اشارہ ہے۔ حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کو
 جب حضرت خواجہ قطب عالم خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہ کے دربار میں
 باریابی ہوئی تو فرمان ہوا کہ نصیر الدین محمود مانگ جو کچھ مانگتے ہو۔ انہوں نے عرض
 کیا کہ میرا پیر قطب جہان ہو جائے۔ فرمان ہوا کہ ہم نے تمہارے پیر
 (خواجہ نظام اولیاء) کو قطب جہان بنایا۔ اور یہ ارشاد تین بار ہوا۔ بیت
 یقین مے داں کہ شیران شکاری درین رہ خواستند از مور یاری
 (یقین کرو کہ شکاری شیر بھی بسا اوقات چیونٹی سے مدد حاصل کرتے ہیں)
 یہاں سوائے عجز و نیاز اور زاری کے کوئی چارہ نہیں۔ یہ تباہ حال بیچارہ کس
 شمار میں ہے۔ مفلس اور بے نوا ہے۔ چیونٹی کی طرح کمزور ہے۔ طلب حق
 میں کعبہ وصال کا خواہاں ہے۔ اس آرزو میں عمر گزر چکی ہے۔ فضل ربانی کیلئے
 کوئی مشکل نہیں ہے۔

مور مسکین ہو سے داشت کہ در کعبہ رید دست بر پائے کبوتر زودہ ناگاہ رسید
 (بیچاری چیونٹی کو خواہش ہوئی کہ کعبہ پہنچے کبوتر کے پاؤں پکڑے اور
 فوراً پہنچ گئی)

رزقنا اللہ و ایتاکی و جمیع الطالبین۔ عاقبت محمود باد
 بالنبی و آلہ الامجاد۔

مکتوب ۱۶۸

بجانب شیخ عبدالرحمن در بیان دوام صفا و عدم دوام
الوار غیب و معنی صاحب الورد ملعون و تارک الورد ملعون

حق حق حق

..... آپ کا خط ملا دل کو بہت فرحت حاصل ہوئی۔ ہاں یہی سنت
جاری ہے کہ بندگان بارگاہ رب العزت میں اور مریدین اپنے پیران عظام
اساتذہ کرام اور بزرگان کی خدمت میں عجز و نیاز سے اپنی خطا معاف کراتے
آئے ہیں۔ اور فلاح پاتے آئے ہیں۔ اگرچہ یہ تباہ حال مفلس اور بے نوا ہے
یاد ان اہل اللہ ہیں، آشنائے غیب اور صاحب اسرار ہیں۔ اس مفلس
کی خوش قسمتی ہے کہ انکی دعاؤں کی برکت سے اس عاجز کا بیڑا پار ہوتا ہے۔
روایت ہے کہ اگر پیر کامل ہے اور مرید ناقص تو کل قیامت کے دن مرید
صادق کو پیر کا مرتبہ ملتا ہے۔ اور پیر کی طرح بلند درجہ ملتا ہے۔ اور اگر
پیر ناقص ہے اور مرید کامل تو مرید کی شفاعت سے پیر کو بلند درجہ
ملتا ہے اور بہشت نصیب ہوتی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ دونوں کے درمیان
استعانت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ سَنَسَدُ عَصَاكَ بِأَخِيكَ
(ہم تمہارے بھائی کے ذریعے تمہاری کمر مضبوط کریں گے) قرآن کا فیصلہ ہے
اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

اربعین [چلہ] مبارک ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے کرم سے جان و جہان
کی باندی لگائے رکھو۔ اور جو الوار و اسرار حق تعالیٰ کے لطف و کرم سے
ظاہر ہوں خدا تعالیٰ ان میں مزید ترقی عطا فرماوے۔ یہ بڑی دولت ہے
جو اہل صفا اور اہل ذکا کو نصیب ہوتی ہے ہر کس و ناکس کو یہ دولت

نہیں ملتی۔ ہزاروں میں ایک اس سعادت سے سرفراز ہوتا ہے۔ بیت :-

محرم دولت نبوؤ ہر سرے بار مسیحا نکشد ہر خرے

[اس تاج کے لائق ہر سر نہیں ہو سکتا جیسے حضرت مسیح کا بوجھ ہر خرے (گدھا) نہیں اٹھا سکتا]۔ اس بیچارے کا یہ مشرب اور سیر مریدی اور یہ لطف و کرم حق تعالیٰ کی عنایت کا نتیجہ ہے۔ آج کون خدا کا نام لیتا ہے۔ اور کون ذکر خدا کرتا ہے۔

اور راہ خدا میں کون چلتا ہے۔ ہم بد نختوں کو پیٹ کے غم کے سوا کوئی فکر نہیں اور دنیا کے سوا کوئی طلب نہیں۔ شیطان کمین گاہ میں بیٹھا گمراہ کر رہا ہے۔

اسلئے وَ اَفْوِضْ اَمْرِي اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِالصّٰبِرِيْنَ بِالْعِبَادِ (میں نے سارا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا وہی سے اپنے بندوں پر مہربان) بہترین سہارا ہے۔

خدا کا دامن مضبوط پکڑ لے اور کوئی فکر نہ کر۔ اور ہر وقت یہی ورد رکھو کہ

اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ، جَوَادُّ كَرِيْمٌ و رُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ اگر دشمن قوی

ہے تو دوست قوی تر ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهِ

یہ قوی پناہ ہے۔ جس پر قائم رہنا چاہیے۔

یاد رہے کہ صفا (تزکیہ نفس) کیلئے کوشاں رہو تاکہ اسرار غیب ظاہر

ہوں۔ صفا سے مراد پاکی (پاکیزگی) ہے۔ صفا کے کئی اقسام ہیں۔ اول پاکی لقمہ

جائے اور جامہ، یعنی ظاہر جسم کی پاکی جس کی شرع میں تاکید آئی ہے۔ دوم

صفا کے جوارح یعنی گناہوں سے پاک ہونا۔ سوم دل کا صفات ذمیہ مثل تکبر،

بخل، کینہ، حسد سے پاک ہونا۔ جب یہ تینوں قسم کی صفائی حاصل ہو جاتی

ہے تو استقامت حاصل ہوتی ہے۔ اور اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ

سُلْطٰنٌ۔ [اللہ تعالیٰ شیطان کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ میرے بندوں

پر تیرا زور نہیں چلے گا] کا قلعہ نصیب ہوتا ہے۔ چوتھی قسم کی صفائی، صفائی

ستر ہے یعنی قلب کا ماسوی اللہ سے فارغ ہونا۔ یہ حقیقت اسلام

ہے جس سے مشاہدہ حق حاصل ہوتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ اسلام کیا ہے اور

مسلمان کون ہیں اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَالنَّيْلُكَ
 بِرَجْحِ السَّلَامِ وَحَيِّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخَلْنَا دَارَ السَّلَامِ۔ اس کے
 سوا باقی پاکی اور باقی دولت اسمی (برائے نام) اور رسمی ہے۔ اور اگرچہ یہ رسمی
 اور اسمی ہے تاہم رسم و اسم اسلام ہے اور شعار اسلام ہے۔ رسم پر عمل کرنے
 سے ایک دن حقیقت اسلام بھی حاصل ہو جاتی ہے اور قرب حق حاصل ہوتا ہے
 وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ اُولَئِكَ هُمُ الْمُقَرَّبُونَ (اسلام میں سب سے
 پہلے سبقت لینے والوں کا درجہ بلند ہے وہی ہیں مقرب بارگاہ) یہ مردان خدا کا
 طغرائے امتیاز اور جہتر شاہی ہے۔

یاد رہے کہ وہ انوار جو قلب پر وارد ہوتے ہیں اور چلے جاتے ہیں دائمی نہیں
 ہوتے لیکن صفادائمی ہے اور مومن کے قلب پر دائماً قائم رہتی ہے اور ارادت
 کا تعلق اوقات سے ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا
 مَّوْقُوْتًا۔ کے اندلہ ہی راز ہے ہر چند وَهُمْ عَلَى صَلٰوةٍ اَتْمَمُوْنَ
 (وہ دائماً نماز میں مشغول رہتے ہیں) کے مطابق بعض پاکبازوں پر یہ تجلی دائمی
 طور پر رہتی ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ مِرَاةُ الرَّبِّ۔ (مومن کا قلب حق تعالیٰ
 کا آئینہ ہے)۔ آئینہ دل کو ظلمت و کدورت دنیا سے پاک رکھنا چاہیے تاکہ
 انوار و تجلیات الہی کی بارش ہو۔ انبیاء اس حالت میں وحی کی انتظار میں ہوتے
 ہیں بقدر صفائے وقت خویش۔ اور اولیاء بھی انبیاء علیہم السلام کے
 طفیل اس دولت سے مستفیض ہوتے ہیں۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَىٰ ذٰلِكَ۔
 یاد رہے کہ منافق بے دین اور بے یقین مردود اور ملعون ہے خواہ وہ صاحب
 ورد ہے یا نہیں۔ "صاحب الورد و تارک الورد ملعون" (ورد رکھنے والا اور
 تارک ورد ملعون ہیں) اس مقولہ کا تعلق اس قسم کے لوگوں سے ہے (یعنی منافقین
 اور بے یقین لوگوں سے)۔ اور وہ اُوراد جو غلبہ مشغل باطن کی وجہ سے ترک ہو جاتے
 ہیں۔ اس قسم کا تارک ملعون نہیں ہوتا۔ لعنت غفلت اور کاہلی کی وجہ سے

ہوتی ہے۔ لیکن یہاں تو کاہلی نہیں بلکہ مشغولیت ہی مشغولیت ہے اور ذوق
عمل ہے۔ یہاں لعنت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مرد کو چاہیے کہ مجھ پر
اور طالب دیدار ہے۔ بیت

محو باید بود در ہر دو سرائے پائے از کسرتا پدید و کسرتا پائے
[مرد کو چاہیے کہ دونوں جہانوں میں محو رہے حتیٰ کہ نہ کسر کو پاؤں سے اور نہ
پاؤں کو کسر سے نہ پہنچاں سکے]۔ اس کو چھے میں مردانِ خدا کا کام یہ ہونا
چاہیے

بر بند ہوا از دل و زبان از گفتار در محو خودی سعادت خود پندار
[اپنے دل زبان اور گفتار میں خواہش نفس کو داخل نہ ہونے دے۔ اسی
محویت کو سعادت سمجھ]

یاد رہے کہ کثرتِ ذکر کی وجہ سے جستارِ کشف حاصل ہو اور اسرار و
رموز ظاہر ہوں، اسکو وصال نہ سمجھنا بلکہ ابھی یہ راہ ہے درگاہ نہیں ہے۔
جو مردانِ خدا کی منزل مقصود نہیں ہے۔ منزل مقصود یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے
فضل سے ذاتِ لاتعین میں محو ہو جائے۔ واصلِ بحق ہو اور ہمہ تن مشاہدہ
حق میں مشغول ہو جائے۔ اور حق تعالیٰ کی طرف سے پردہ اٹھ جائے اور زبان
حال سے پکار اٹھے

معشوق عیاں بودنمے دانستم با من بمیاں بودنمے دانستم
گفتم بطلب مگر بجائے برسم خود تفرقہ این بودنمیدانستم
[معشوق ظاہر تھا مجھے معلوم نہ تھا وہ میرے ساتھ تھا مجھے معلوم نہ تھا
میں نے خیال کیا کہ طلب کی وجہ سے وہاں تک پہنچ جاؤنگا۔ یہی [میرا خیال]
تفرقہ تھا مجھے معلوم نہ تھا]۔

مردانِ خدا کی جو لانگاہ یہی ہے اور یہ وہ میدان ہے کہ جس کی کوئی انتہا
نہیں ہے۔ کیونکہ ذاتِ حق کی کوئی انتہا نہیں۔ ہر شخص حق تعالیٰ کو اپنی ہمت

کے مطابق پاسکتا ہے نہ کہ کماحقہ۔ ہر چند وہ عیال ہے تاہم درپردہ و بے نشان ہے۔ گویا وہ عیان بھی ہے اور نہان بھی۔ یہی عرفان ہے اور یہی توحید کا بیان ہے۔ ہر چند کہ وہ سبحان ہے۔ احد ہے اور فرد ہے کئی ذات سے ہر شخص بے خبر ہے۔ کیونکہ وہ لا تعین ہے اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ رزقنا اللہ ایاکم و جمیع الطالبین۔

مکتوب ۱۶۹

بجانب محمد بابر بادشاہ گورگان
در پند و نصیحت و دفع احداث

حق حق حق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاَوَّلِیِّ وَالْاٰخِرَةِ وَهُوَ الْحَكْمُ وَالْبِیْعُ تَرْجِعُوْنَ، وَالصَّلٰوٰةُ التَّامَّةُ الدَّائِمَةُ النَّامِیَةُ الْاَزَلِیَّةُ الْاَبَدِیَّةُ الْمَوْصِلَةُ اِلَى اَعْلٰی الدَّرَجٰتِ الْعَارِفِیْنَ عَلٰی رَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ شَفِیْعِ الْمَذْنُبِیْنَ مُحَمَّدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

بعد حمد و صلوة و ثنائے مستطاب، و دعائے مستجاب مزید حیات ترقی درجات، نبیل مرادات، بجانب عالی مآب، متعالی صفات، لا زال عالیاً، امام جہان، سلطان وقت، بوال بخت، خدا پرست، بہاندار، شہر یار، دیندار، ضعیف پرور، عدل گستر، آسمان جاہ، ملک سپاہ، سلطان الاعظم المعظم، ابوالجہاد، المنظر، حضرت ظل اللہ فی الارض، ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ خلد اللہ ملکہ و اید فی

فی العلمین رافته و اعلیٰ فی الدارین شانہ و مانہ عما شانہ
 از فقیر حقیر خادم درویشان بلکہ تراب تعالیٰ ایشان (درویشوں کا خادم بلکہ
 انکے جوتوں کی خاک) عبدالقدوس اسمحیل صغی الحنفی الغزنوی میری نصیحت یہ
 ہے کہ چونکہ آپ خداوند تعالیٰ کے فضل سے حق تعالیٰ کے مقبول بندہ شہداء محمدی
 کے پابند ہیں اور دین حنفی پر کمر بستہ ہیں، تمام امور میں علماء کرام کی ہدایت پر
 کار بند ہیں، عارفان کی طلب میں مصروف اور انکی خدمت میں مشغول ہیں،
 علم و اہل علم کے قدردان ہیں۔ من اَحَبَّ الْعِلْمَ وَالْعُلَمَاءَ لَمْ
 تَكْتَبْ خَطِيْبَةً اَيَّامَ حَيَاةٍ (جو شخص علم اور علمائے دین سے
 محبت کرتا ہے اس کی زندگی بھر کے گناہ نہیں لکھے جاتے) کے حقدار ہو۔ مجھے
 امید کامل ہے اور پورا یقین ہے کہ آپ میری بات پر عمل کریں گے۔ خلاصہ کلام
 یہ ہے کہ اپنے عہد ہمایوں (عہد مبارک) میں علمائے کرام، ائمہ عظام
 اور صنعاء پر استقدر مہربانی کریں کہ تمام سابقہ بادشاہوں سے سبقت لے
 جائیں اور ان سے عشر وصول نہ کریں تاکہ وہ معاشی مشکلات سے نجات پائیں
 کیونکہ فقیر سے کچھ طلب کرنا عقل سے بعید ہے۔ غریبوں سے کچھ وصول کرنا
 کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ یہ بہت بڑا ظلم ہے جس سے جہان تاریک ہو
 جاتا ہے و غریبوں اور ناداروں کی آہ و فغان سے قہر نازل ہوتا ہے، یہاں
 یہاں! کون ذی عقل و ہوش یہ کام کر سکتا ہے۔ اور کون غافل جان بوجھ
 کر کنوئیں میں چھلانگ لگاتا ہے۔ العیاذ باللہ من ذالک۔ طائف علماء
 ائمہ، صنعاء و فقراء کمال مہربانی اور شفقت کا مستحق ہے تاکہ پھر ان غول
 سے وہ حضرت بادشاہ اور تمام مسلمانوں کے حق میں دعا کریں۔ حضرت
 حق سبحانہ و تعالیٰ نے شاہان اسلام کو شرف بخشا ہے اور ان کا مرتبہ
 بلند فرمایا ہے اور السلطان ظل اللہ فی الارض (بادشاہ حق تعالیٰ
 کا سایہ ہے) کی خلعت عطا فرمائی ہے اور واطیعوا اللہ واطیعوا

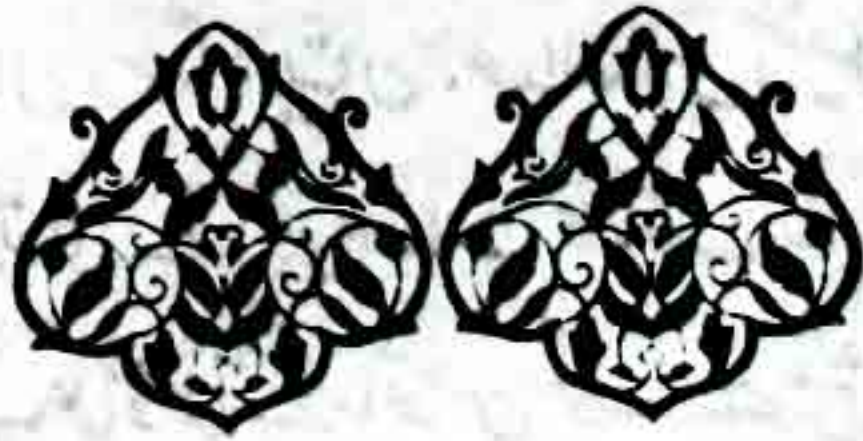
الرسول واولی الامر منکم] اطاعت کرو اللہ کی اس کے رسول کی اور
 بادشاہ وقت کی [کار تہ عطا فرمایا ہے اور جاہ و حشمت عطا کی ہے لہذا اگر
 خدا نخواستہ بادشاہ فقراء، صنفار، علماء و صلحاء، مشائخ و مساکین
 کی حفاظت اور نگہبانی اور غم خواری نہیں کریگا اور ہر جگہ سے آہ و نالہ کی
 آواز بلند ہوگی تو حدیث میں آیا ہے کہ **إِنَّمَا تَنْصُرُونَ وَتُرْزَقُونَ
 بِضَعْفِ أَلْفِكُمْ**] تحقیق خدا تمہاری امداد کرتا ہے اور تمکو رزق عطا کرتا ہے
 مساکین کی برکت سے [بلکہ ان کو آرام پہنچانے میں دولت دو جہان و
 مغفرت سبحان پوشیدہ ہے۔ **فَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ
 وَاعْلَمُوا أَنَّ الدُّنْيَا فَنَاءٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَالْبَقِيَّةُ أَعْدَلُوا
 هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى**] پس جلدی کرو اور اپنے رب سے مغفرت طلب
 کرو۔ یاد رکھو کہ دنیا فانی ہے اور آخرت بہتر اور باقی ہے۔ عدل کرو یہ
 تقویٰ سے زیادہ قریب ہے [یہ ہر حال میں اور ہر شخص کیلئے بہت ضروری
 ہے۔ اسی وجہ سے عارفین کی ہمت دونوں جہانوں کو چھوڑ کر خالق کائنات
 سے وابستہ ہو گئی ہے۔ اس لئے ان کو سلطان الہمت کہا جاتا ہے۔ اسی مقام
 سے ایک بزرگ نے فرمایا اور اپنی بلند ہمت کا اظہار کیا ہے کہ اگر ساری
 کو ایک لقمہ بنا کر بھوکے کے منہ میں ڈال دوں پھر بھی مجھے اس پر رحم باقی
 رہیگا کیونکہ جب ہمت مردان کے آگے اگلے جہان کی قیمت اسکی زیب و
 زینت کے باوجود ایک بچو کے دانے کے برابر ہے تو اس جہان کی کیا
 قیمت ہوگی جو سراسر قباحت سے لبریز ہے بیت :-
 حاصل دنیا ز کہن تا بہ نو چوں گذ زند است نیرزد بچو
] شروع سے لیکر آخر تک ساری دنیا کا حاصل کیا ہے ایک بچو کے برابر
 بھی نہیں [قرآن مجید میں آیا ہے کہ دنیا کی قیمت مچھر کے پر کے برابر
 بھی نہیں ہے۔ بیت :-

حُب دُنیا ذوقِ اِیمانَت بُرُو زورِ اذِتنِ نُورِ اذِجانَت بُرُو
 (دُنیا کی محبتِ اِیمان کو برباد کرتی ہے۔ جسم کی طاقت اور دل کے نور کو
 تباہ کرتی ہے)۔ لیکن جب دُنیا (دولت) کو راہِ حق میں اہل حق کے لئے
 خرچ کیا جائے تو مقبول بارگاہ اور پسندیدہ درگاہِ حق تعالیٰ ہے۔
 نَعْمَ الْمَالُ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ [مالِ صالحِ مردِ صالحِ کیلئے ہے]

بیت :- نیست دُنیا بَد اگر کارے کنی بَد بُودِ گر عزمِ دینارے کنی
 (دُنیا بری نہیں اگر کارِ خیر میں صرف ہو۔ بُری اُس وقت ہے جب تجھے دینار کی
 طلب ہے) مردانِ خدا دُنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھتے ہیں۔ اور جو کچھ کہتے ہیں
 خدا کیلئے کہتے ہیں۔ یعنی التَّعْظِيمُ لِمَرَاتِلِ اللَّهِ وَالشَّفَقَةُ عَلَى خَلْقِ اللَّهِ
 (حق تعالیٰ کی اطاعت اور خلقِ خدا پر شفقت کیلئے) خرچ کرتے ہیں اور
 فلاحِ ابدی پاتے ہیں۔

آپ کو چاہئے لازم ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمت کے شکرانے میں خلقِ خدا کے
 ساتھ استقامتِ عدل و انصاف کیا جائے کہ کوئی شخص دوسرے پر ظلم نہ کر سکے
 اور ساری رعایا اور ساری افواج شریعت کی پابندی میں کمر بستہ ہو جائے۔
 نماز، جماعت کے ساتھ ادا کریں، علم اور علماء کی صحبت اختیار کریں، ہر شہر
 اور ہر بازار میں ہر شخص محتسب بن جائے تاکہ ہر کوچہ و بازارِ جمالِ شرعِ محمدؐ
 سے منور ہو جائے اور سارا ملک خلفائے راشدین کے عہد کی طرح اسلام
 کی شعاعوں سے روشن ہو جائے۔ دینِ اسلام کو فروغ حاصل ہو اور حدیث
 خیر القرونِ قرنی [تمام زمانوں سے میرا زمانہ بہتر ہے] کا نور چمکنے لگے۔
 ہر علاقے میں نیک اور پاکباز عہدیدار تعینات کئے جائیں۔ واجباتِ شرع
 کے مطابق وصول کئے جائیں تاکہ دین و دنیا یکجا جمع ہو کر اسلام کا حسنِ بلا کریں
 اور آں شاہِ عالمِ پناہ کو سرخروئی حاصل ہو۔ نیز کفار کو دیوانِ اسلام اور
 دارالسلام میں کوئی دیوانی [قانونی] عہدہ نہیں دینا چاہیے۔ دفتروں

میں انکو کام نہ دیا جائے اور نہ ہی انکو امیر اور عامل بنایا جائے تاکہ اسلامی ملک میں کفار کو اپنی خواری کا احساس ہو۔ اور جزیہ اولہ زکوٰۃ شرع کے مطابق ان سے وصول کیا جائے۔ مسلمانوں کا لباس پہننے سے انکو منع کیا جائے۔ نیز اپنے کفر کو پوشیدہ رکھیں۔ ظاہر نہ کریں اور کفر کی رسومات کو بطور غلبہ ظاہر نہ کریں اسلامی بیت المال سے انکو واجبات نہیں ملنا چاہیے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ بلا بری نہیں ہونی چاہیے تاکہ اسلام کی شان کال کو پہنچے واللہ الموفق حسبی اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ عاقبت بادشاہ و مسلمانان و کاذ اہل اسلام محمود باد بالنبی وآلہ الامجاد ہمیشہ در حفظ الہی باد۔



مکتوبات

بجانب مرزا ہمایوں بادشاہ
در نصلح

حق حق حق ! بسم الله الرحمن الرحيم ط الحمد لله الذي
لا اله الا هو الحمد في الاولى والاخره وله الحكم واليه
ترجعون ط والصلوة واثمة النامية ازليه الابدية
الموصلة ابى اعلى درجات العارفين على رسول رب
العلمين شفيع المذنبين محمد رسول الله صلى الله عليه
وسلم وعلى آله واصحابه الطيبين الطاهرين اجمعين .
اما بعد دعائے مستجاب وثنائے مستطاب بجانب جنت مآب ، آسمان جاہ ، فلک سپاہ ،
سایہ امان سجان جہاں ، جواں بخت ، خدا پرست ، ضعیف پرور ، عدل گستر ، حضرت نطل الله
ابوالمجاهد محمد ہمایوں مرزا ، خلد الله ملكة واصلی فی الدارين شانہ از فقیر ، حقیر ، خادم درویشان
بلک تراب (خاک) نعال (جوتا) ایشان ، عبدالقدوس اسمعیل صفی الخفنی الغزنوی ، سننے
میں آیا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اچھی صفات کا مالک بنایا ہے اور زبورِ علم و عمل سے
آراستہ فرمایا ہے اور یہ کہ آپ علماء و صلحاء کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں اور اولیاء اللہ سے
محبت کرتے ہیں اور اباب علم و معرفت کی قدر کرتے ہیں . حدیث شریف میں آیا ہے
کہ جس نے علم اور علماء کو دوست رکھا اس کے گناہ نہیں لکھے جاتے . یہ جان کر حق تعالیٰ
کی بارگاہ میں شکر ادا کیا . جو نیکی کرتا ہے وہ نیکی پاتا ہے . اس پر لاکھ لاکھ شکر ہے

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس میں مزید اضافہ کرے۔ بحرمت نبی علیہ السلام واکہ۔

مکتوب اکابر

بجانب جمالیوں بادشاہ
در بیان احسان خلق،

حق حق حق ! رباعی :-

ایزدش یار و بخت یاور باد دین و شرعش ہمیشہ رہیر باش
ہر چہ باشد ز کار ہر دو جہاں بے توقف ہمہ یستر باد
خدا اس کا یار اور بخت مددگار ہو۔ دین اسلام اس کا لہبر ہو اور دونوں جہانوں
کی خوشنودی اُسے نصیب ہو۔

الحمد لله الذي لا اله الا هو له العظمة والكبرياء، وله
العزة والبقاء، و صلوة على رسوله سيد الانبياء،
شفيع يوم المحشر وعلى آله نجوم السماء والاهتداء
بعد دعائه فتح ابواب دولت دو جہانی و حصول مرادات جاودانی، آن جناب، جنت
مآب، رفعت آیات، عالی جاہ، عالم پناہ، امام زمان، امام جہان، حافظ بلاد اللہ،
ناصر عباد اللہ، حضرت ظل اللہ، خلد اللہ خلافتہ، خلاصہ آئمہ فتح و نصرت کے بعد واپسی مبارک
ہو۔ خداوند عالم اسی طرح ہمیشہ فتح و نصرت نصیب فرمادے۔ یاد رہے کہ طائفہ فقرا کے
ساتھ محبت اور علماء و مصلحان کے ساتھ احسان بہت مضبوطی اور خدا تعالیٰ کی نعمت ہے
کہ جس کے اندر ہر مرض کی دعا اور ہر مشکل کا حل پہنچا ہے۔ خداوند تعالیٰ کا شکر ہے کہ

حق تعالیٰ نے آپ کو یہ تمام نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ سعادت داریں اور دولت کونین یہی ہے
خدا ہمیشہ نصیب کرے اور زیادہ سے زیادہ نصیب کرے۔ فقرار اور آئمہ کو ہمیشہ خوش
رکھنا چاہیے تاکہ دین اسلام کو رونق حاصل ہو۔ اور نااہلوں کے فتنہ و فساد سے نجات
ملے۔ **وَلَا تَبْطُلُوا صِدْقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ**۔

اور اپنی نیکیوں کو احسان جانے اور منت چڑھانے سے برباد مت کرو۔

اس آیت مبارکہ پر عمل کرنا چاہیے۔ تاکہ روز بروز اسلام کی رونق دو بالا ہو، بیت۔

اچھ از خدا یافتہ بر تہر ارباد و آہنا دگر کہ عطیے مستجاب باد

خدا نے جو نعمت دی ہے برقرار رہے اور جو مطلوب ہے مل جاتے

مکتوب ۱۷۲

بجانب شیخ جلال در استفسار سبب توقف
در شکر و در بیان اجتناب از دنیا

حق حق حق! حق حق حق! ...
جاننا چاہیے کہ دنیا کی جس چیز کو کمال ہے اُسے خوفِ زوال بھی ہے اور ہر شخص
خواہ وہ نبی ہے خوفِ خدا سے فارغ نہیں ہے اور مردانِ خدا کو حق تعالیٰ کے ساتھ
قرار ہے نہ کہ غیر کے ساتھ قرار ہے۔ لشکر کے متعلق کوئی خبر نہیں ملی معلوم نہیں کیوں دیر ہو
رہی ہے۔ میرا بیٹا شیخ احمد وہاں موجود ہے۔ جب استطاعتِ مدد کرے گا۔ مردانِ خدا
کو یہ طاقت حاصل ہے۔ بیت ۷۶

نظر آنا نہ نکروند بدیں مشتے خاک الحق انصاف تو ان داد کہ صاحب نظر اند

لوگ جو اس کو مشتِ خاک سمجھ کر اس کی طرف نظر نہیں کرتے دراصل وہی صاحبِ نظر ہیں۔

خواہ کوئی کتنا صاحبِ علم و عمل ہو جب تک اس کی نظر دنیائے دُور پر ہے۔ ناکام ہے اور دوست سے محروم ہے اور یہی مقامِ خوف و خطر ہے۔ بیت ۵ :-
چوں دل از دنیات دور افکنده نیت جاتے تو جز دوزخ سوزنده نیت
جب تک دل سے دنیا کی محبت نہیں نکالی جاتے گی تیرا مقام دوزخ سوزنده ہے۔

خدا تعالیٰ کو دنیا میں نہیں پایا جاسکتا یہ وجہ نہیں کہ وہ ظاہر نہیں ہے اور دور ہے اس لئے حضور نہیں ہے۔ جب تک انسان باقی ہے باقی (خدا تعالیٰ) کے ساتھ باقی رہنا چاہیے۔ حتیٰ کہ ویبقی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام کا آوازہ کان میں آئے۔ انسان کو چاہیے کہ غیر اللہ سے فارغ ہو حق تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو جائے۔ بیت ۶ :-

ایں کارکان است کہ خیزند از سر جان

ایں کار خرابی رہ ہر بوالہو سے نیست

یہ کام اُن مردانِ خدا کا ہے جو دوست پر جان قربان کر دیتے ہیں یہ کام بوالہو (بندۂ حرص و ہوا) نہیں کر سکتا۔

خط و کتابت جاری رکھیں تاکہ رہِ مودت باقی رہے

عاقبت محمود باد۔ والسلام۔



مکتوب ۱۷۱

بجانب شیخ خضر المعروف بہ میاں خان جونپوری
در اشتیاق ملاقات و در بیان فقر

حق حق حق! رباعی

خرم آن روز کہ از یار پیامے برسد تادل غمزہ یک لحظہ بکامے برسد
عجے نیست کہ گر زندہ شود جان عزیز چون ازاں یار جدا ماندہ سلمے برسد
کیا اچھا ہوگا وہ دن کہ جب دو وقت کا پیغام ملے اور دل غمزہ کو لمحہ بھر آرام ملے
یقیناً جب دوست کا سلام ملتا ہے تو جان میں جان آجاتی ہے۔
اشتیاق ملاقات حد سے بڑھ گیا ہے۔

عمر اسی سال کو پہنچ چکی ہے لیکن بوائے دوست سے یہ سہ بخت محروم ہے۔
یاروں سے مدد مانگتا ہے کہ شاید مقصود حاصل ہو۔ اعضاء کی قوت مفقود ہے۔ آنکھیں
شرم سے نہیں کھلتیں ضعف لاحق ہے۔ معلوم نہیں آخرت میں کیا حال ہوگا اور کیا
پیش آئے گا۔ فریق فی الجنة و فریق فی السعیر

ایک فریق جنت میں جاتے گا اور ایک فریق دوزخ میں
کیا کیا جاتے اور کہاں جایا جاتے۔ واللہ المستعان (اللہ مددگار ہے)
آپ عرضہ ہوا نہیں آئے۔ خیر باد۔ اگر کسی طرح آنا ممکن ہو تو بہت سعادت میتر
آئے گی۔ آنے کی ضرور کوشش کرنا۔

لے برادر دولت فقر میں ہے نہ

ہر سر موتے تو سلطانے بود

گر ترانانے دخلقانے بود

اگر دو وقت کی روٹی اور قناعت میسر ہو تو تو بادشاہ ہے۔

خدا کرے دولت فقر نصیب ہو

ہر کہ اواز دارِ دنیا پاک شد نورِ مطلق گشت گر چہ خاک شد
جو شخص دنیا کی آلائش سے پاک ہو گیا محض نور بن گیا گر چہ اس کا جسم
خاک میں مل گیا۔

اگرچہ دولت کے وقت آدمی شکر بجالائے تاہم عین شکر کی حالت میں وہ بے شکر ہوتا ہے۔ حالت فقر میں مردانِ خدا جانتے ہیں کہ "الفقر فخری" (فقر میرا فخر ہے۔ حدیث شریف) یہ ایک تاج ہے جو عارفین کے سوا کسی کے سر پر نہیں رکھا جاتا۔ دنیا خدا تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیز ہے اس لئے مردانِ خدا اس کو دور پھینکتے ہیں اگر دیا اچھی چیز ہوتی تو دیدارِ خدا کا وعدہ آخرت میں نہ ہوتا (دنیا میں ہوتا)۔ دنیا مقامِ طاعت ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ صدقِ دل سے مشغول ہونا اور اس کے ساتھ تعلق کا مضبوط ہونا فقر کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ دولت آپ کو بفضلہ تعالیٰ حاصل ہے۔ بیت

بیا بیا کہ حیاتم بوجئے تست بیا بیا بیا کہ نشتلم بوجئے تست بیا
(اُدّ اُدّ کہ میرے زندگی کا انحصار تیری خوشبو پر ہے۔ اُدّ اُدّ کہ میری مسرت
کا انحصار تیرے کوپے پر ہے)

مراسلات (خط و کتابت) اسرارِ ربّانی و انوارِ سبحانی جاری رکھنا۔ عاقبت محمودیاد

را عین شکر میں بے شکری کا یہ مطلب ہے کہ درویش کے لئے حقیقی
دولت فقر ہے اور دنیاوی دولت سے مطمئن نہیں ہوتا۔ حقیقی شکر
وہ اُس وقت ادا کرتا ہے جب اُسے دولت فقر نصیب ہوتی ہے

مکتوب ۱۷۱

بجانب شیخ جلال در تنبیہ بردفع غفلت

حق حق حق ! بعد حمد و صلوة
 بیت :۔ بیار صبح شد کہ نسبت نے رسد اے گل مگر تو پاتے صبا را شکستہ
 بہت بار صبح آئی مگر تیرا پیام نہ لائی۔ اے گل شاید تو نے صبا کے پاؤں
 توڑ دیئے ہیں۔
 غفلت ہرگز نہ کرنا کیونکہ حدیث ” إِنَّهُ لِيَغْفِرُ عَلَى قَلْبِي مَا سَتَغْفِرُ
 اللَّهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ سَبْعِينَ مَرَّةً ۱

۱۔ اس حدیث پاک کے مختلف معنی کتے گئے ہیں۔ علمائے طویلہ یہ مطلب
 لیتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرے قلب
 پر غفلت یا غنودگی چھا جاتی ہے تو ہر دن اور رات میں ستر مرتبہ استغفار پڑھتا
 ہوں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر غفلت یا غنودگی کا چھا جانا قرین
 قیاس نہیں۔ میرے شیخ علیہ رحمہ نے یہ فرمایا کہ چونکہ ہر روز بلکہ ہر آن دہر
 لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند سے بلند تر مقام قرب پر پہنچ رہے
 تھے اس لئے بلند تر منزل پر پہنچ کر اپنی سابقہ زیرین منزل یاد آتی تھی
 تو اس پر استغفار فرماتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی نے اپنے
 مکتوبات قدوسیہ کے مکتوب ۱۷۱ میں فرمایا ہے۔ اس حدیث میں وہ

(جب میرے قلب پر بوجھ ہوتا ہے تو دن اور رات میں ستر مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں)۔

اس حدیث نے مردانِ خدا کی کمر توڑ دی ہے یہ ایک حجاب ہے اور سیاہ حجاب ہے۔ خواہ نبی ہیں لیکن خونِ دل نوش کرتے ہیں اور خوفِ جلال سے پریشان ہیں بیت: خونِ صدیقاں ازیں حسرتِ بر بخت آسمان بر فرقِ ایساں خاکِ ریخت (صدیقوں کا خون اسی خوف سے بہا جاتا ہے اور آسمان ان کے سر پر خاک ڈال رہا ہے)

جس راہ پر آپ گامزن ہیں خداوندِ تعالیٰ کامیاب فرمادیں اور مطلوب حاصل ہو۔ اشتیاقِ ملاقاتِ حد سے گزر چکے ہیں۔ خداوندِ تعالیٰ ان برادرِ کونجیوں کو جمعِ مرادات نصیب فرمادے۔ واللہ المستعان۔



(بقیہ پچھلے صفحے سے) حجابِ سیاہ یا پردہ مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حق تعالیٰ درمیان حامل ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استغفار فرماتے تھے حضرت ابو القاسم قشیریؒ رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں کہ لفظ غفر کا مطلب ہے حجاب یا پردہ چنانچہ ان کے نزدیک حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پر تجلیاتِ ربانی کی بارش ہوتی تھی اور ناقابلِ برداشت ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا مانگتے کہ اے ربی درمیان میں پردہ ڈال دے تاکہ برداشت کر سکوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مکتوب ہمارا

بجانب میراں سید حسین ساکن خطہ سامانہ در بیان
ہمتِ مردان و تقربِ حق سبحانہ و تعالیٰ و قربِ حقیقی

حق حق حق ! آپ کا خط ملا جس سے بمصدق حدیث **إِنِّي لَأَجِدُ
نَفْسَ الرَّحْمَانِ مِنْ جَانِبِ الْيَمَنِ** - ۱
(یس یمن کی طرف سے) یاد آئیں جانب سے مراد بعض علماء نے جانبِ ہند
لی ہے، ٹھنڈی ہوا کا جھونکا عکس کرتا ہوں۔) بہت فرحت نصیب ہوئی۔
رباعی :-

خرم آن روز کہ از یار پیامے برسد تامل غمزدہ یک لحظہ بکلمے برسد
عجبے نیت کہ گر زندہ شود جانِ عزیز چو ازل یار جدا ماندہ سلامے برسد
کیا ہی خوش ہے وہ دن کہ جب دوست سے پیغام ملے جس سے دل
غمزدہ کو لمحہ بھر سکون حاصل ہو۔ تعجب کی بات نہیں کہ جب دوست کا
سلام آئے تو میری مردہ جان زندہ ہو جائے۔

اے برادر! مردانِ خدا کی ہمت ہمیشہ حق تعالیٰ پر مرکوز رہتی ہے۔ **مَا شَغَلَكَ
عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ طَاعُونَكَ**۔

(جو چیز کہ تجھے حق تعالیٰ سے محبوب (علیحدہ) کرے وہی تیرا شیطان ہے)
یہ مردانِ خدا کی ہمت کی نشان ہے۔ اگر فردوس بے دوست ہے تو فردوس
نہیں ہے۔ بیت :-

جنتِ نردوم تارُخِ زیبا تو نہ بینم فردوس چہ کار آید اگر یار نباشد

جب تک تیرا رخ انور نہ دیکھ لوں جنت میں قدم نہیں رکھوں گا۔ فردوس
میرے کس کام کی کہ جس میں یار نہ ہو۔

اگرچہ روایت (دیدار) کا وعدہ اگلے جہان کے متعلق ہے تاہم مردانِ حق کی طلب
کامرکز خود سبحان ہے۔ اگر اصحابِ کہف کا کتا باریاب ہو سکتا ہے اور ایک شیشہ
محبوب کا چہرہ دیکھ سکتا ہے تو مردانِ خدا کیوں غافل رہیں۔ اور کیوں دوست کی طلب
میں جان نہ ماریں۔ فَاَعْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ۔ ایک برقع پوش عورت
کی ہمت دیکھ۔ جب رابعہ بصریؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ جنت جانا چاہتی ہیں تو فرمایا
الجوارثم الدار (پہلے صاحبِ خانہ پھر خانہ) کیونکہ خانہ بغیر صاحبِ خانہ سبحانہ
ہے نہ کہ خانہ۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا حَطَّ عَنِّي سے یہی مراد ہے اور یہی مردانِ
خدا کا نعرہ ہے۔ مصرع

خلق بجنّت برود و من نگرّم سوتے دوست

خلق خدا جنت کو جا رہی ہے اور میں دوست کی طرف دیکھ رہا ہوں
خدا تعالیٰ قریب ہے لوگ کیوں بعید ہیں۔ قربِ حق تعالیٰ زمان و مکان سے
منزہ (بالا تر) ہے جہاں نہ زمین ہے نہ آسمان۔ علمائے (ظاہر) کے نزدیک قرب
سے مراد قربِ علمی و قربِ قدرت ہے عارفانِ قرب ذات سمجھتے ہیں اور قربِ حق
میں غیر کی نفی کرتے ہیں۔ علما خدا تعالیٰ کو عقل و حس سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں
اہلِ وحدت عقل و حس کو چھوڑ کر عشق و محبت کے ذریعے حق تعالیٰ کو پاتے ہیں اور
ہمیشہ مشاہدہ دوست میں مشغول رہتے ہیں۔ آہ ہزار آہ! کہ علما طاعت میں مشغول رہتے
ہیں اور وہ وعدہ و وعید میں رہ جلتے ہیں۔ لیکن عارفین طلبِ حق میں کمر باندھ کر
جان و جہان کی بازی لگا دیتے ہیں اور حضرت حق تک رسائی کر لیتے ہیں۔ بیت
چنگ در حضرت خدا زده ہرچہ آن نیست پشت پا زده
تو نے حضرت حق تعالیٰ کو اپنا مطیع نظر بنایا ہے اور اس کے غیر کو
پس پشت ڈال دیا ہے۔

ظاہر دین وہی ہے جو علمائے اختیار کیا ہوا اور اس کے سوا چارہ نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ** جب تک علم و عقل باقی ہیں شریعت پر عمل واجب ہے۔ لیکن تو ذرہ محبت حاصل کر اور دوست کے سوا کچھ حاصل نہ کر۔ بیت :-

کفر کا ذرا و دین دیندار را ذرہ دردِ دل عطار را
کفر کا ذرا کو اور دین دیندار کو نصیب ہو عطار کے لئے دردِ دل چاہیے۔
عارفین دردِ دل کی وجہ سے دوست کے سوا کسی کو نہ چاہتے ہیں نہ کسی کو دیکھتے
ہیں نہ کسی کو جانتے ہیں۔ نہ کسی کو پکارتے ہیں۔ عارف ربانی کو خدا دانی کے بغیر کچھ
نہیں چاہیے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ سے نکل کر خدا میں فانی ہے۔ بیت :-

نیت کن ہر چہ راہ و راستی بود تا دلت خانہ خدائے بود
ٹاڈے جو بھی حاصل ہے راہ میں۔ تاکہ دل تیرا بن جائے خانہ خدا۔
روحانی کام میں استقلال کی ضرورت ہے۔ بیت :-

کارکن کار، بگذر از گفتار کا ندرین راہ کار دلرد کار
کام کرو کام کرو گفتار چھوڑ دو۔ اس کوچہ میں کام ہی کام آتا ہے۔
گنج بغیر سچ حاصل نہیں ہوتا۔ مزدوری اس لئے ملتی ہے کہ تو نے کام کیا۔
اے جانِ برادر! مردانِ راہ کا یہ شیوہ ہے بیت :-

بر بند ہوا ز دل و زبان از گفتار در محو خودی سعادتِ خود پندار
دل کو ہوا دہوس اور زبان کو گفتار سے بند کر دو۔ اپنی خودی میں محویت
کو سعادت سمجھو۔

شغل حق (فنا فی اللہ) میں اس قدر محو ہونا چاہیے کہ غیر اللہ کا نام نہ ہے۔ بیت :-
محو باید بود در ہر دو سرائے پلے از سرنا پدید و سر نیاتے
دونوں جہانوں میں اس قدر محویت حاصل ہو کہ نہ سر سے پاؤں نہ پاؤں
سے سر کا شعور رہے۔

اے برادر جب تک جہان باقی ہے یہ درد باقی رہے۔ جہان میں مشغول ہو کر
 خدا سے جُدا نہ رہ جانا۔ **وَمَالِكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ وَاٰلِیْہٖٓ وَسَلَّمَ**
 حق تعالیٰ کے سوا نہ کوئی ولی (دوست) ہے نہ نصیر (مددگار)۔ بیت :-
 ہرچہ جز حق بسوز و غارت کن ہرچہ تجز دین از و طہارت کن
 جو کچھ غیر حق ہے اُسے جلا کر تباہ کر دے اور جو کچھ دین کے سوا ہے
 اس کو ترک کر۔

کسی نے خوب کہا ہے :-
 راہ زد مشغولی عالم ترا نیست پروائے خدا یکدم ترا
 دنیا کی مشغولی نے تجھے بے راہ کر دیا ہے اور تجھے خدا کی بالکل پر واپس
 اے برادر مخلص یگانہ بن جاؤ اور صدق و اخلاص میں قدم مضبوط رکھو۔ کیونکہ
 فلاح و ترقی مخلصوں کے لئے ہے۔ خداوند تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مشائخ کا چراغ منور
 اور روشن رہے۔ بفضلہ تعالیٰ۔ عاقبت محمود باد، والسلام

مکتوب ۱۷۶

بجانب شیخ خضر عرف میاں شیخ خان جونپوری

حق حق حق!
 بعد حمد و صلوة جاننا چاہیے کہ حیاتِ درست جہاں دوست سے ہے
 خوشی اس کے پیغام میں ہے۔ رباعی :-

خرم آن روز کہ از یار پہلے برسد تادل غمزدہ یک لمحہ بکامے برسد
عجبے نیست کہ گز زندہ شود جان عزیز چوں ازاں یار جدا ماندہ سلیمے برسد
اس رباعی کا ترجمہ پہلے ہو چکا ہے۔

بعثت (نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں یہی راز ہے اس کے بغیر ایسی اور حرمان
ہے۔ **ہیہات ہیہات لصا قعودن۔ سلام فقولاً من
رَبِّ الرحیم۔**

اگر شاہدہ جمال میتر نہ ہو تو سلام و کلام تو ہونا چاہیے۔
آپ کا خط موصول ہوا دل کو فرحت حاصل ہوتی۔ آپ کے نہ آنے کا سبب
معلوم ہوا۔ خدا خیر کرے۔ **العدر فی العقل ولا فی العشق**
(عذر عاقل پیش کرتے ہیں عاشق نہیں کرتے)
عشق کے لئے حجاب روا نہیں نہ حجاب عاقل ہے۔ **سُبْحَانَ الَّذِي
اسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا۔**

(پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی شب معراج)
کامنوز ساری کائنات میں بلند ہوا کہ زمان و مکان کی قیود سے نکل کر دوست سے
دوست جا ملا۔ اس میں کوئی چیز مانع نہیں سوائے شغل غیر کے۔ بیت :-
دلے کہ شوقِ جاناں گشت مدہوش ہمہ عالم شدہ اورا فراموش
(جول کہ شوقِ یار میں مست ہوا۔ اس سے سارا جہاں فراموش ہوا)
یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اس دنیا میں جلوۂ جلال تابندہ ہے صحیح ہے۔ زمان
ہوتا ہے لہٰذا **الکبریاء فی السموات والارض ط**
(کائنات میں اسی کی کبریائی ہے)

مردانِ خدا دوست کے ساتھ محو ہیں جہاں جمال و جلال کی آمیزش ہے۔ وہاں
مردِ حق بحق پیوستہ ہے۔ جب تک دنیا پر نظر ہے۔ جلال ہے جب بفضلہ تعالیٰ
ار سے گزر گیا۔ جمال بھی ہے جلال بھی۔ **مَنْ اسْتَأْنَسَ بِاللّٰهِ اسْتَوْحَشَ**

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ط

جس نے حق تعالیٰ سے انس رکھا وہ غیر اللہ سے دور بھاگا۔

اس سے جمال اور کمال مردان ظاہر ہوتا ہے۔ بیت :-

تا تو بخاطر منی کس نگذشت در دلم مثل تو کیت در جہاں تاز تو ہر گلم
(جب سے تو میرے دل میں سمایا ہے کسی اور کی جگہ باقی نہیں رہی تیری
مثال کن ہے کائنات میں کہ تجھ سے دل کو ہٹاؤں)

مرجباے دوست کہ تو دوست سے پیوستہ ہے۔ وحده لا شریک لہ
پر قائم رہو اور آگے بڑھتے رہو۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔
آپ نے جو اپنا حال لکھا ہے یہ واقعہ ہے اور مردانِ خدا کے ساتھ یہی واقعہ ہوتا ہے
بزرگوں نے کہا ہے کہ سینہ مردانِ سنگ (پہاڑ) ہے اور غیر اللہ کے خلاف ان کی جنگ
ہے۔ ان کے دل میں غیر اللہ کی گنجائش نہیں اور عشقِ الہی کے سوا ان کے دل میں کچھ
نہیں سماتا۔ روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیٹا فوت ہوا تو ان کے
دل میں نہ افسوس ہوا نہ غم۔ ہمتِ مردان کے سامنے حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں ہوتا

مَا سَتَعَلَكَ عَنِ الْحَقِّ فَمَوْطِعَاتِكَ

(جس چیز نے تجھے حق تعالیٰ سے باز رکھا وہی تمہارے لئے شیطان ہے)

یہ ہے مردانِ خدا کی شان۔ اگر فرسوس بے دوست ہے تو اس کی طرف
التفات نہیں کرتے۔ اگرچہ رویت (دیدار) کا وعدہ قیامت کے لئے ہے تاہم اس
کی طلب اس جہان میں واجب ہے۔ مردانِ خدا کن و مکان سے گذر کر دوست
کے ساتھ ایک ہو جاتے ہیں۔ مَا زَاعَ الْبَصَرُ وَطَعْنِي اَسَیْہِیْ مَرَادِہِیْ
اور مردانِ خدا کا یہی کام ہے۔ مصرع

خلق بجنّت رُود و من نگرم سوتے دوست

(خلقت جنت کی طرف جا رہی ہے اور میں دوست کی طرف دیکھتا ہوں)

شوقِ مزید باد ، بادِ دوست باد ، والسلام

مکتوب

بجانب شیخ جلال مد بیان آنکہ وجود بر قسم است
و ممکن بر قسم است ،

حق حق حق ! بعد حمد و صلوة بیت :-
مقصود توئی دگر بہانہ مودود توئی درین ترانہ
(اے محبوب میرا مقصود (مطلوب) تُو ہے باقی سب بہانہ ہے محبوب
تُو ہے اس سارے قے میں (زندگی میں)۔)

اقسام وجود وجود کی تین اقسام ہیں۔ اول واجب الوجود، اور یہ حق
سباز، و تعالیٰ ہے۔ دوم ممتنع الوجود جس سے مراد حق تعالیٰ
کا شریک ہے۔ یہ محض عدم (ناپید) ہے اور نہ ہونے کے ہم معنی ہے۔ اس
کے ہونے کا کوئی امکان نہیں نہ اپنی نظر میں نہ غیر کی نظر میں۔ سوم ممکن الوجود، اس
کی بھی تین قسمیں ہیں۔

ممکن الوجود کی اقسام ایک ممکن بغیرہ و ممتنع لئانہ اور یہ سب محال ہے
اور اس کا وجود عقلاً اور حجتاً ناممکن ہے لیکن
حق تعالیٰ کی قدرت کے سلسلے میں ممکن ہے۔ دوم ممکن لئانہ و ممتنع لغیرہ اور یہ خلاف
حکمت حق ہے۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا دوزخ میں ہمیشہ رہنا یا کافروں کا جنت

میں ہمیشہ رہنا۔ یہ چیز اگرچہ ممکن ہے لیکن حق تعالیٰ کی حکمت میں ممتنع (ممنوع) ہے چنانچہ ایمان ابوجہل اور درعون جس کا امتناع بحکم شرع محکم ہے۔ لیکن بطریق ذات خود ممکن ہے۔ سوم ممکن لذاتہ و لغیرہ۔ غیر کاشریک باری تعالیٰ ہونا۔ یہ امر کتبِ فہمہ میں صریحاً مذکور ہے۔

عزیز من ! ایک بات ذہن نشین کر لینی چاہیے جس پر تمام علمائے راہنما متفق ہیں وہ یہ کہ جب دین میں کوئی مشکل واقع ہو تو اس اشکال کو حل کرنے کے لئے دین میں کوئی تبدیلی نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ توجیہ و تاویل سے کام لینا چاہیے۔ اور اصولِ دین کو برقرار رکھنا چاہیے۔ لیکن واجب الوجود کے بارے میں کوئی توجیہ جائز نہیں نہ شرعاً نہ عقلاً۔ خداوند تعالیٰ ایسی بات کرنے والوں کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ **وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ**۔ عزیز من ! مردانِ خدا اور محققین کا کلام اہل ظاہر کی سمجھ سے بالاتر ہوتا ہے۔ کیا کیا جاتے۔ بیت :-

اہلِ دل را ذوقِ فہمِ دیگر است کان ز فہمِ ہر دو عالم برتر است

(اہلِ دل کا ذوقِ فہمِ نرالا ہے جو عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے)

اگر اس جہان میں انسان ایمان و اعتقادِ سلامت لے جلتے ہزار سعادت اور ہزار

دولت ہے۔ **هُمُ الْقَوْمَ لَاحِشَتِي جَلِيْسُهُمْ**۔

(یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں جاتا)۔

امام جنید فرماتے ہیں ایمان تانی طریق (الی آخر)

(ہمارا ایمان طریق اولیا پر ہے)

عزیز من ! عارفوں کا قول ہے کہ مرتبہ ذات میں حق تعالیٰ عالم وجود سے بالاتر

ہے۔ بلکہ عدم صرف اور امتناع محض ہے۔ **لَيْسَ مَعَهُ اِلٰهُ سِوَا**

(اس کے سوا اس کے ساتھ کچھ نہ تھا یا کچھ نہیں ہے)

۱۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تخلیق کائنات سے پہلے وہ صفات سے منزہ تھا

اور وجود بھی ایک صفت ہے۔

مرتبہ فعل میں حق تعالیٰ موجدِ عالم ہے۔ هو الخالق الباری المصنوع
بقدرت بالغہ وحکمت کاملہ۔

(وہ خالق ہے موجد ہے مصور ہے اپنی قدرت بالغہ اور
حکمت کاملہ سے)

اگرچہ کائنات میں سوائے حق تعالیٰ کے وجود کے کسی کا وجود نہیں ہے تاہم غیر
نظر آتا ہے اور یہ جہان، وہ جہان، امر و نہی، ثواب و عتاب پیش آتا ہے
دوئی رانیت راہ در حضرت تو ہم عالم توئی یا قدرت تو
تیری جناب میں دوئی کا وجود ہی نہیں ہے۔ جو کچھ جہان میں ہے یا
تسبی یا تیری قدرت کا ظہور،

یہ اہل ظاہر کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ یہاں تزکیہ تام کی ضرورت ہے تاکہ کشف
تام ہو۔ بیت :-

حرف گو کاغذ سیاہ کند کے دل تیرہ راچوں ماہ کند
(زبانی باتیں کرنے والا خواہ مخواہ کاغذ سیاہ کرتا ہے۔ سیاہ دل کب چاند
کی طرح روشن ہوتا ہے)

عزیز من ! ایک بارگی آئیہ فتشئل لہا بشرًا سویا
(وہ بی بی مریم کے سامنے بشر کی صورت میں ظاہر ہوا)

پرانصاف کی نظر سے غور کرو۔ اگر تم جانتا چاہتے اور گوش ہوش سے سنا
چاہتے ہیں تو سنو سنو کہ صورت بشر اور ملک (فرشتہ) دو الگ وجود ہیں

(بقیہ پچھلے صفحہ سے) اس مرتبہ کو مرتبہ ذات، مرتبہ لاتعین، ذات بحت، جیسے
ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے چونکہ وجود بھی ایک صفت ہے
جس کا بعد میں ظہور ہوا۔ اس سے قبل مرتبہ لاتعین میں صفت وجود
کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا۔

یعنی وہی امتناع صرف و عدم محض قائم ہے۔ لیکن مرتبہ فعل میں فرشتہ کو قدرت دی گئی کہ جس صورت میں چاہے ظاہر ہو۔

خداوند تعالیٰ کے لئے کیا مشکل ہے۔ **يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ**۔

(جو چاہتا ہے کر سکتا ہے)

حسن اشعری نے یہاں فعل کو عادت کہا۔ اس سے آگے نہ جاسکا۔ یحییٰ بن (کائنات) جانِ خالق ہے اور مخلوق (خالق) وہی مخلوق ہے۔ ہے ایک نظر دو آتے ہیں۔ اور کئی مشکلات پیدا ہو جاتے ہیں۔ **وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ**۔

(اللہ نے تم کو پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو)

اُسی کا ظہور ہے اور اسی کا نور ہے۔ تو سمجھتا ہے کہ ہمارا نور ہے اور ہمارا ظہور ہے۔ غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط سمجھتے ہو۔ مضرع

عنقا بکر آمد بر صورت ذباب

(عنقا حیلہ بہانہ کر کے مکھی کی صورت میں آئی)

ملک (فرشتہ) نور ہے اور صورت بشری ملک سے دور ہے۔ ظلمت کو نور سے کیا تعلق۔ **يَغْشَى الْيَدِ النَّهَارِ**۔ حقیقت ملکی کو حقیقت بشری میں ظاہر کیا جو وسیع ہے۔ آیہ **وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ**۔

(آسمانوں اور زمینوں میں یعنی کائنات میں اللہ ہے)۔

اسی بات کی گواہی دے رہی ہے لیکن نظر کیا آ رہا ہے اور دکھائی کیا دے رہا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقت ملکی کو صورت بشری میں دیکھتے تھے (یعنی جبرائیلؑ کو انسان کی شکل میں) اور یہ فرماتے تھے کہ قرآن روح الامین (جبرائیلؑ) کے ذریعے نازل ہوا ہے۔ اگر فرشتہ نہ ہوتا تو وحی نہ آتی۔ اور فرشتہ انسان کی صورت میں آتا تھا ورنہ اپنی ملکی صورت میں وہ زمین و آسمان میں نہ سماتا۔ **هٰذَا مِنْ عَجَائِبِ الْاَلُوْهِیَّةِ** (یہ عالم الوہیت کے عجائبات ہیں)

انسان اور ملائک ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن یہاں ضدیں جمع ہو رہی ہیں۔
ایک دوسرے کے لئے مزاحم نہیں ہو رہا۔ ورنہ تنازع لازم آتا ہے یا طلسم جو
غلط ہے۔ عقل اور حس کے لئے ان باتوں کا سمجھنا محال ہے۔ قدرت حق کے لئے
کوئی چیز مشکل نہیں۔ رفع سموات بغیر عَصَدٍ۔

(آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستونوں کے)

لیکن جو چیز عقل کے لئے محال ہے عشق کے لئے ممکن ہے۔ بیت :-

عقل گوید شش جہت حدیث را ہے پیش نیست

عشق گوید ہست را ہے رفتہ ام من بار ہا

(عقل کہتی ہے چھ طرفیں ہیں ان کے آگے کوئی راستہ نہیں۔ عشق کہتا

ہے راستہ ہے جس پر میں گئی بار چل چکا ہوں)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اَرِنِ اَرِنِ کہتے رہے خواہ کئی بار لِنِ تَرَانِی

کا زخم کھایا۔ ہبھات ہبھات یہ کیا شور ہے اور عاشقوں کے دلوں پر کیا بجلیاں

ڈھائی جا رہی ہیں۔ بیت ۱۔

یا مراد من بدہ یا فارغم کن از مراد وعدہ فرار ہا کن یا چناں کن یا چنیں

(یا مراد پوری کر یا مجھے مراد سے بے نیاز کر دے۔ کل کا وعدہ چھوڑ دے

یا اس طرح کر یا اس طرح)

”اَرِنِ“ ناز عاشق ہے اور ”لِنِ تَرَانِی“ نازِ معشوق۔ اور معشوق اپنے حسن

کی وجہ سے پروا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ مِّنْ الْعٰلَمِيْنَ۔

(اللہ سب جہانوں سے مستغنی ہے)

تجھے چاہیے کہ معشوق کے حسن و جمال کی بنا پر اس کی ناز برداری کر۔ وَاَسْجُدْ

وَاقْتَرِبْ (سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو) کا مطلب یہی ہے۔ بات طویل

ہو گئی۔ کیونکہ عشق کا آغاز ہے انجام نہیں ہے۔ عشق کبھی ختم نہیں ہوتا۔ یہ عشق ہے

کہ عاشق معشوق کے پردے میں ہے۔ لیکن تو الگ جانتا ہے اس لئے پریشان ہے

مَنْ رَأَى فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ -

(جس نے مجھے دیکھا حق دیکھا)

اس پر قائم رہو اور خدا اور رسول کو پہچانو۔ وجودِ عالم کسوتِ (لباس صورت) وجودِ حق ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ - بیت :-

شے کہ ملک دو عالم جمال حضرتِ اوست قبلتے کون و مکانش مکینہ کسوتِ اوست

(وہ بادشاہ کہ دو جہان اس کا حسن ہے۔ کائنات کا لباس اڑھ

کہ ظاہر ہوا ہے)

عارفین ہر جگہ حق کو دیکھتے ہیں اور اصحابِ عقل غیر حق کو دیکھتے ہیں جس نے

حق کو دیکھا اور سنگِ دشت کو نہ دیکھا۔ مومن ہوا جس نے سنگِ دشت کو دیکھا

اور حق کو نہ دیکھا کافر ہوا۔ عقل کی آکھ اندھی ہے ایک کو دود دیکھتی ہے اور دیدہ

معرفت ہزار کو ایک دیکھتی ہے۔ بیت :-

رہِ عقل جز یبچ نیست بر عارفان جز خدا یبچ نیست

(عقل کا کام پیچیدگی در پیچیدگی پیدا کرنا ہے اور عارفین خدا کے سوا

کسی کو نہیں دیکھتے۔

عاقبت محمود باد بالنبی واکہ الامجاد



مکتوب

بجانب شیخ جلال دزناسف و تحیر و اشتیاق
دورمانگی

حق حق حق

بعد حمد و صلوات و دعائے مزید حیات و ترقی درجات عرفانی و شوق ربانی و ذوق سبحانی

آہ کہ آں یار مرایار نیست آہ کہ آں شوخ و فادار نیست

(افسوس کہ وہ یار مرایار نہیں بنتا۔ افسوس کہ وہ شوخ و فادار نہیں)

فَاَصْبِرْ كَمَا صَبَرَ الْكَوَالِعُ عِنْدَ الْعِزِّ م (صبر کرو اولوا لعزم لوگوں کی طرح جیسے زخم ہے

وَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ وَاللَّهُ تَعَالَى بے پروا ہے تمام جہانوں سے) کا بھی یہی

حکم ہے۔ وَكُفُّوا الشُّكْرَ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ہم سختہ حال کفر، شرک، منکر اور

اور نظروں میں محبوب ہونے شکر کو کیا جانیں۔ بیت :-

اندرون ت تا کہ غیرے مانند در درون کعبہ دیرے مانند

(جب تیرے اندر غیر سایا ہوا ہے تو تیرے لئے کعبہ بھی دیر بن گیا ہے) وَ

هَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ كَمَا يَدْعُونَهُ رَحْمَةً لِّلَّذِينَ سِوَاغَيْرِ كُوَيْكَارِ الْاَلٰكٰ

کوئی دلیل نہیں) یہ کمر شکن ہے اور خون ریز اور جہاں سوز ہے۔

خون صدیقاں ازیں حسرت بر سخت آسماں برفرق ایشاں خاک بر سخت

(صدیقین کا خون اس حسرت میں بہہ چکا ہے اور آسمان نے ان کے سروں پر خاک برسائی ہے)

آپ کا شوق آمیز اور ذوق انگیز خط ملا۔ دل کو بہت فرحت حاصل ہوئی بدل کی کالی کھل

گئی اور اشتیاق بڑھ گیا۔ اب آنے کی کرو۔ آنے کی کرو۔ بیت :-

بیابیا کہ دلم سوئے ت زود بیا بیابیا کہ طلب روئے ت نسبت زود بیا

(آؤ آؤ کہ دل تمہاری طرف کھچا جا رہا ہے جلدی آؤ۔ آؤ آؤ کہ شوق دیدار بڑھ گیا ہے جلدی آؤ)

جب سے حق تعالیٰ کی طرف سے قِفْرٌ وَاللّٰهُ كَايِلًا آيا ہے مردان اور جانبازان نے
 دونوں جہانوں کو چھوڑ کر جان و جہاں کی بازی لگا دی ہے نیز فرمایا يَوْمَ لَا يُغْنِيُكَ عَنْكَ
 اَخِيهِ هٰؤُلَاءِ وَآبِيهِ رَأْسُ دِنٍ آدمی اپنے بھائی، ماں، باپ سے بیزار ہوگا
 یہ حال ہے مردانِ فدا کا۔ اِنِّي مَسْنِيٌّ الْفِتْرَةَ وَاَنْتَ اِسْحَمُ السَّاحِمِيْنَ۔ مردانِ
 فدا کا نعرہ ہے اللّٰهُ يَتَوَكَّلُ الْاِنْفُسَ حَسِيْنَ مَوْتَهَا اِنْ كِيْ اَهْ وَفَعَالٌ هُوَ۔

بیت: بے حسالت چہاں چہ کار آید بے وصالت جہاں چہ کار آید
 (تیرے جمال کے بغیر حجت کس کام کی۔ تیرے وصال کے بغیر دنیا کس کام کی) وہ وقت
 کب آئیگا کہ جان کی بازی لگا کر ہم دوست کو جالیں گے۔ واللّٰهُ وِدْوَسْتُكَ بَغِيْرِيْ كُوْنِيْ
 زَنْدُغِيْ هُوَ۔ واللّٰهُ يَجِيْئِيْ وَيُمِيْتُ اللّٰهُ زَنْدُغِيْ كَرْتَا هُوَ اُوْر مَاتَا هُوَ) یہ کیا کمال
 ہے اور یہ کیا جمال ہے۔ دوست کے بغیر زندگی بے کار ہے۔ حافظ نے خوب کہا ہے
 اِسِيْنَ جَاں عَارِيْتِ كَمْ بَحَافِظٍ سِرْدَهْ اَنْدَ رُوْزِ نَخْشِيْ يَهْ بِيْنِيْمُ وَتَسْلِيْمُ دَسْ كَفِيْمُ
 (یہ عارضی جہاں جو حافظ کو بخش گئی ہے۔ دوست کے رُخِ اُوْر کا دیدار کرتے ہی
 واپس کر دوں گا۔)

مردانِ فدا ایک لمحہ بھی دوست کے سوا زندہ نہیں رہ سکتے۔
 وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور وہی اللہ ہے آسمانوں میں اور زمین میں)
 ان کا سہارا ہے۔ يَعْلَمُ سِرُّكُمْ وَجَهْرُكُمْ رُوْهٌ قَهْرًا ظَاهِرٌ وَبَاطِنٌ جَانَا هُوَ
 کے بھروسہ پر زندہ ہیں وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ (وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو) اس پر
 اَنْ كَا اَسْرًا هُوَ۔ غِيْرُ كِهَا هُوَ۔ دِيْرُ (مندر) کہاں ہے۔ کعبہ وبت خاتہ تیرے لئے برابر
 ہے۔ صاحبِ حوارِ المعارف (حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہ) فرماتے ہیں:-

تَفْرُقُ عِبُوْدِيْتِ اِسْتِ دَجْمٌ تَوْحِيْدٌ وَتَحَقُّقِيْ بِنَا جْمَعِ الْجَمْعِ (عبادت تفرقہ ہے اور
 توحید جمع ہے اور فنا فی اللہ ہونا جمع الجمع ہے)

تو اپنی خودی کی قید میں ہو کر خدا سے جدا ہے۔ وہ اپنی ذات سے قائم ہے تو

ایوب کی سریم آؤ مدد جہاں کا جمال اندر روح و در بیان کا کمال تیرے لئے ہے۔ رقص کرو
 اور نعرہ لگاؤ ذوق میں آؤ اور شوق میں اڑو۔ اِنِّیْ لَا اَشَدُّ شَوْقًا رِیْبًا مِّنْ شَوْقِ
 ہوں) دوست سے سزاؤ وہو مَعَكُمْ پزنگاہ کھواد خود کو کچھ نہ سمجھو۔
 سب ایچ ہے۔ دوست کے سوا کوئی نہیں ہے۔

یا رب تو مددہ قسار مارا گمبے رُخ تو قسار دارم

(یا اللہ مجھے قرار نہ دینا اگر میں تیرے دیدار کے بغیر قرار پاؤں)

ایک بار آیت شَهِدَ اللّٰهُ اِنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ (اللہ گواہی دیتا ہے کہ
 اس کے سوا کوئی نہیں ہے) پر دیدہ انصاف سے غور کرو کہ کس قدر روشن جمال
 ہے اور کس قدر مبہین کمال ہے جو نفس و اثبات میں جلوہ گری کر رہا ہے اور تیرے
 امکان دہونے میں آنوری (روشنی) کر رہا ہے۔ آہ تو نہ قدم سے آگاہ ہے نہ عدم
 سے باخبر ہے تو صرف ممکن ہونے میں محو ہے وَرَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَقْلًا تَبْصِرُوْنَ۔

(اور تم اپنے اندر نہیں دیکھنے) واجب الوجود در حق تعلق اپنی جگہ پوشیدہ ہے
 اور ممکن اپنے مقام پر گم ہے لامحالہ اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
 وہی ہے۔ یہ سہما تجھ سے حل ہو سکتا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لے تو موجود ہو گا۔

تو وہ غیب ہو گا تو وہ موجود ہو گا تو وہ غیب ہو گا اور تو غیب ہو گا تو وہ موجود ہو گا
 وہ تو اور تو وہ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اَیْمًا کُنْتُمْ رُوہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی
 تم ہو) اس پر غور کرو۔ اگر یہ یقین کر لو کہ وہ تیرے ساتھ ہے تو عظیم خزانہ پاؤ گے غیب
 بھی تو ہے شاہد بھی تو ہے۔ تو اسے دیکھ خود کو تو دیکھ کیونکہ خود بینی سے تیرا کام ابتر ہو جائیگا
 اس سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں۔ بیت :-

یا رب تو بہ فعل بد یا کار مکن با من تو جہاں کن کہ بدیاں معرونی

یا رب تو میرے بُرے اعمال کے مطابق میرے ساتھ سلوک نہ کر بلکہ میرے ساتھ وہی کر
 جس کے ساتھ تو مشہور ہے) اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَسَّوْفٌ السَّحِیْمُ بَیْکَ اللّٰہِ تَعَالٰی
 اپنے بندوں پر رؤف و رحیم ہے)

۱۷۔ رؤف کا مطلب ہے سب سے زیادہ مہربان یعنی رحم کے انتہائی درجہ پر۔

دریاے ربانی موجیں سجانی مار رہی ہے اور ہر چیز کو اپنے اندر لے رہی ہے کُل شَیْءٍ
 هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ (ہر چیز ناپید ہے سوائے اس کی ذات کے)۔ تو اپنے آپ سے کیوں بچیں
 ہے اور اپنے آپ سے کیوں بیگانہ ہے اُو اُو کہ دوست تمہارے ساتھ ہم لقا ہے واللہ
 ذوالفضل العظیم ہستی مطلق ہے محیط مطلق دوست کے سوا کوئی نہیں اِنَّ هَذَا
 اَلْكَوْحُقُ الْبَقِيْن (وہ حق الیقین ہے) گمان میں مت رہو۔ تحقیق کا دروازہ کھٹکھٹاؤ
 اور دوست کے ذوق و شوق میں جان قربان کر دو۔ آہ و نالہ بلند کرو، عشق کی آگ میں
 جل کر اکھ ہو جاؤ اور زندہ جاوید ہو جاؤ۔ اور یہ کہو۔

در گوہر م از سر گیسو تو موئے تارے تا سایہ کند بر سر من بعد قیامت
 (اے محبوب تیری زلف سے ایک بال قبر میں لے جاؤں گا تاکہ قیامت کے روز مجھ پر سایہ کرے)۔
 دریاے اسرار ربانی و بحر انوار سجانی موجیں مار رہی ہے تاکہ کون سا دل یہ راز سمجھ سکتا
 ہے۔ ہر عارف کے لئے ہر وقت پر علیحدہ راز ہے۔ بیت :-

ہر کلاں فہم در کار افکند خویش در دریاے اسرار افکند

(جس کسی کو یہ سمجھ عطا ہوئی ہے اس نے اپنے آپ کو دریاے اسرار و رموز میں ڈال دیا ہے)
 لَنْفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ سُرُوْتِي (سمندر سیاہی بن جائے اور
 حق تعالیٰ کی تعریف لکھنا شروع کریں تو سمندر ختم ہو جائے گا لیکن حق تعالیٰ کی تعریف
 ختم نہیں ہوگی)۔ ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد بیخبر آئے اور اظہار اور علماء کا تو کوئی
 حساب ہی نہیں یَدُ خُلُوْدٍ فِي دُوْبِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا اللہ کے دین میں داخل ہوتے
 یہی فوج در فوج) لیکن راز اسی طرح سر بہ سدا۔ ہزاروں لوگوں نے بیان دیئے کھل کر
 اور چپکے چپکے۔ اہل ظاہر نے جس قدر ترقی کی ظاہریت میں کی۔ حقیقت سے آگاہی
 ہوئی۔ آہوں نے اپنے آپ کے سوا کچھ نہ دیکھا کیا کیا جائے۔ یَفْعَلُ صَادِقًا رُوْہ
 جو چاہتا ہے کرتا ہے) اُس کی حکمرانی ہے۔ ایک جہنم میں جا رہا ہے ایک جنت میں
 ایک عابد ہے ایک زاہد، ایک عالم ہے ایک عاشق ہے ایک ملحد ہے ایک عیسائی
 ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ہبہات ہبہات! یہ بیچارہ

خراب شدہ، گم شدہ نہیں جانتا کہ کیا کہہ رہا ہے اور کہاں ہے یہ معذور ہے اصابی ظاہر شور و غل بہ پانگہ رہا ہے۔ عاقبت محمود باد۔

مکتبہ ۱۷۹

بجانب شیخ جلال در ذکر حال
سماع ایشان

حق حق حق!

اور حمد و صلوات آن بلاور کا مراسلہ (خط) موصول ہوا۔ فرحتِ قراواں نصیب ہوئی۔ قاضی عبداللہ کا بیٹا آیا ہوا تھا اس نے بتایا کہ ایک رات شیخ جلال کے ہاں قوالی کی محفل گرم رہی اور ساری رات حق تعالیٰ کے عشق اور محبت کا غوغا رہا جس سے آپ سخت اضطراب کی حالت میں کھڑے ہو جانے لگے اور بھوتے تھے یہ خبر سن کر بہت فرحت ہوئی الحمد للہ۔ ہاں روز ازل سے سماع کا آوازہ مردانِ خدا کے کانوں میں پڑا ہے اور قیامت آن کے کانوں میں رہے گا۔ بلکہ تا ابد۔ وہ سماع کی حالت میں قبر میں جاتے ہیں، سماع کی حالت میں قیامت کے دن اٹھیں گے، سماع کی حالت میں بہشت میں جائیں گے، سماع کی حالت میں دیدار کریں گے اور ہمیشہ ہمیشہ سماع میں مستغرق رہیں گے۔ مردانِ صادق فنا فی الشیخ ہو کر ذوق و شوق ربانی میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی خبر نہیں رہتی۔ اس کے بعد منقام فنا فی اللہ حاصل کرتے ہیں۔

مَنْ يُطِيعَ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی)۔ اس سے یہی مراد ہے۔ اور یہ نعمت سلسلہ مشائخِ چشت میں وافر وافر ہے۔ خدا تعالیٰ زیادہ سے نصیب کرے۔

عاقبت محمود آباد بالنبی والہ الامجاد۔ دستار و کلیم سیاہ

ارسال ہے

مکتوب ۱۸

بجانب شیخ جلال در بیان ہمت مردان
و فرستادن پیروں پیراں

حق حق حق!

بیت:- اگر گیتی سراسر باد گیرد چلغ مقبلاں ہرگز نہ میرد

اگر سارے جہان میں طوفان برپا ہو جائے تو ابھی خدا کے مقبول بندوں کا چلغ ہرگز نہیں
بچھے گا بلکہ مجھے یقین ہے کہ سارا جہاں اس کے نور سے منور ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔
بعد حمد و صلوة مردانِ خدا کی ہمت کون دہمکان سے گزر کر وحدت و عالم قدس
تک پہنچ گئی ہے۔ بیت:-

اگر حاصل شود آں گل رُخِ دَآن لب جو میگونش

چہ بے حاصل کسے باشد اگر باغ جناح تو اہر

اگر وہ محبوب گل رُخِ ادرا اس کے لب و لعل نصیب ہو جائیں تو باغ بہشت کو کون
بے وقوف پسند کرے گا۔ مردانِ خدا کی ہمت کے کیا کہنے کہ اگر گن فیکون کی دولت
بھی ملے اُسے اپنے لئے زنا رکفر سمجھتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں جو کسی عارف نے کہا
ہے۔

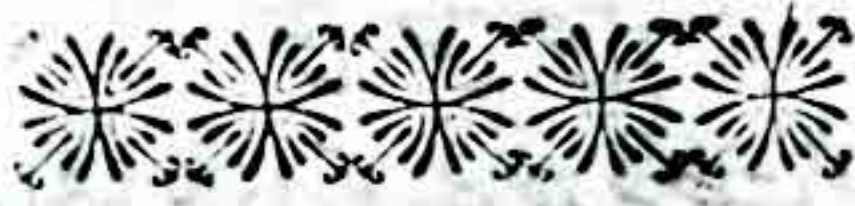
بے دصال تو جہاں چہ کار آید بے جمالت جہاں چہ کار آید

(تیرے وصال کے بغیر زندگی کس کام کی۔ تیرے حسن کے بغیر دنیا کیا چیز ہے)

ہمیشہ شریعت کے مطابق ظاہری طہارت پر کمر بستہ ہونا چاہئے اور حکم طہارت
کے مطابق طہارت باطنی یعنی غیر سے دل کو پاک رکھنا چاہئے اور عالم حقیقت
میں اپنے آپ نہ خات تہ میں ہر وقت محور رکھنا چاہئے۔ رباعی:-

دانی کہ چہرا اہل صفا خاموش اند
سے از کفِ دوست ہر نفس نے نوشند
دو کتہ دل بہ نحو خوردے کوشند
سے بازند و سر جوئے سے پوشند

دیکھا نچھے معلوم ہے کہ اہل صفا کیوں خاموش رہتے ہیں، اس لئے کہ ذاتِ حق میں
 رہتے ہیں ہر لحظہ دوست کے ہاتھ سے شرابِ بے خودی نوشش کرتے ہیں، سر
 دے دیتے ہیں لیکن سر (باز) فاش نہیں کرتے، آپ کے جانے کے بعد کوئی اطلاع
 موصول نہ ہوئی۔ خدا تیرے۔ عاقبت محمود بادشاہِ نبی و آلہ الامجاد۔ پیرا بن پیراں
 ارسال ہے۔



مکتوبات

بجانب شیخ جلال در اشارت برآنکہ
الوار و اسرار ازاں طرف در
ظہور است

حق حق حق!

آپ کا محبت بھر خط ملا دل کو بے حد فرحت حاصل ہوئی۔ اسرار سر بستہ
سے اگا ہی ہوئی جیسا کہ اس رباعی میں بیان کیا گیا ہے :-

در کوئے تو نبود رہ ما کر دیم در آئینہ ملائکہ ما کر دیم
ایں عیش خوش خویش ماتبہ کر دیم کس را گنہ نیست گنہ ما کر دیم

ز نیرے کوچے میں راستہ نہ تھا ہم نے بنایا۔ آئینہ میں حسن دیکھنا ہم نے
پیدا کیا اپنی خوش خوش زندگی کو تباہ ہم نے کیا۔ یہ کسی کا گناہ نہیں یہ گناہ
ہم نے کیا، درجہات بلند ہوں اور درو عشق میں ترقی ہو بکرمت نبی علیہ السلام

والہ الامجاد



مکتوب ۱۸۲

بجائے شیخ جلال در شوق و ذوق سماع
و جاری کردن اعراض پیراں بر سنت ایشان

حق حق حق!

رباعی

حرم آن روز کہ از یاریا می برسد ما دل غمزدہ یک لحظہ بکامی برسد
عجب نیست کہ گر زندہ شود جان عزیز چون ازاں یار جدا ماندہ سلامی برسد

برادر م شیخ عبدالرحمن نے آکر بتایا کہ قوالوں نے ایسا کلام سنایا کہ آپ کا ذوق ربانی
و شوق سبحانی جوش میں آیا اور اس قدر اضطراب ہوا کہ وہ تھک نوبت پہنچ گئی۔
الحمد للہ! یہ خبر سن کر بے حد خوش ہوئی۔ حضرت مصطفیٰ علیہ السلام فرماتے
ہیں: **وَلَيْسَ بِكَرِيمٍ مَنْ كَمُرٍ فِيهِ تَرَبِيدٌ كَرٍ الْجَبِيبِ**
(وہ انسان ہی نہیں جو دوست کا ذکر آئے اور وہ نہ کرے)

جب دوست خدا وہد میں آتا ہے اور رقص کرتا ہے تو اس کا نور ذوق مشرق
سے مغرب تک پھیل جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس میں ترقی دے اور مزید ترقی دے۔
عاقبت محمود باد اور مشائخ کے عرس سنت مشائخ کے مطابق سماع و صفا کے
ساتھ جاری رکھیں۔ جمیع اجاب کی طرف سے دعا۔



مکتوب ۱۸۳

بجانب شیخ جلال درتسلی دردورماندگی

حق حق حق!

بعد حمد و صلوة

آپ کا خط ملا جس میں محبوب سے جدائی کا حال بیان کیا گیا۔ خدا کہے یہ درد زیادہ ہو مزید زیادہ ہو۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے

من بہ ہزار آندو دردِ ترا یا فتم طالب دار و نیم درد تو درمان ماست
 رہیں نے ہزاروں آہ و نالہ کر کے تیرے درد حاصل کیا ہے۔ مجھے دوا کی طلب نہیں تیرا درد میری دوا ہے، مردانِ خدا خون دل پیتے ہیں اور جان کی بازی لگا دیتے ہیں تاکہ ذرہ درد و دست حاصل ہو یہ وہ نعمت ہے کہ عرش و کرسی اس کے سامنے جو کی حیثیت میں رکھتی۔ دین اسلام افلاس و درماندگی کے سوا حاصل نہیں ہوتا۔ بیت :-

راہِ دین صنعتِ عبادت نیست سبز خرابی دردِ عمارت نیست

(راہِ دین زبانی جمع خریج کا نام نہیں اس میں تعمیر نہیں تخریب ہے یعنی خراب حال ہونا)

اگر یہ سوز و گداز قبر میں لے جاؤ تو اس سے بہتر کوئی فوز و فلاح نہیں۔ بیت :-

در گور بزم از سر گیسوئے توتارے تا سایہ کند بدیر من روز قیامت

پہلوست تیری زلف تاباں سے ایک بال قبر میں لے جاؤں گا تاکہ قیامت کے

روز میرے سر پہ سایہ کرے) الحمد للہ علی ذالک خدا تعالیٰ مبارک کرے

اور عزت و حرمت سے رکھے۔ بہادر عبد الشکور کو سلام۔ عاقبت محمود باد۔

مکتوب ۱۸۴

بجانب شیخ جلال

حق حق حق

بعد حمد و صلوة و دعائے مزید حیات و ترقی درجات عرفانی و ذوق سبحانی بیت:-
 بسیار صبح شد کہ نسبت نے رسد اے گل مگر تو پائے صبا را شکستہ
 (مدت ہوئی کہ نسیم دوست سے محروم ہوں۔ اے گل شاید تو نے صبا کے پاؤں توڑ دیئے ہیں)

مکتوب ۱۸۵

بجانب شیخ جلال در سر اسرار

حق حق حق!

یہاں سے جانے کے بعد کوئی خبر نہیں ملی۔ خدا خیر کرے۔ بیت:-
 بسیار صبح شد کہ نسبت نے رسد اے گل مگر کہ تو پائے صبا را شکستہ
 اسرار حق کو اسرار سمجھو نہ کہ ہانار۔ اسرار کا چھپانا ضروری ہے کیونکہ خداوند عالم سے
 واسطہ ہے۔ وَاللّٰهُ يَخْصِمُكَ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ (خدا تعالیٰ
 تیری حفاظت کرے۔ اللہ بہت بڑا مہربان ہے، کسی نے خوب کہا ہے:-
 قافلہ شب چہ شنیدی ز صبح مرغ سلیمان چہ خبر از صبا
 بَارِكْ اللّٰهُ فَيْكِ وَفِي مَطْلُوْبِكَ۔ عاقبت محمود باد

مکتوب ۱۸۶

بجانب شیخ جلال

حق حق حق!

بعد حمد و صلوة۔ آپ کا خط طارح حالات سے آگاہی ہوئی۔ خدا کرے
عرفان میں مزید درمزیہ ترقی ہو بجزیرت النبی و آلہ الامجاد۔

مکتوب ۱۸۷

بجانب شیخ جلال

حق حق حق!

اس خط میں وہی سابقہ دعائیں اور ذوق و شوق الہی کی تمنائیں
درج ہیں



مکتوب ۱۸۸

نجانب شیخ جلال در بیان درد
وابتہال بشوق ذوالجلال

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ: شیخ عبداللہ کے ذریعے آپ کا خط موصول ہوا۔ ہزاروں
فرحت و ہزاروں راحت ساتھ لایا۔ اسی طرح کبھی کبھی اپنی خیریت سے
مطلع کر دیا کریں۔ بیت ۱۔

خرم اک روز کہ از یار پیامے برسد تا دل غمزدہ یک لحظہ بکامے برسد
رک یا ہی خوش ہے وہ دن کہ دوست کا پیام لائے جس سے دل غمگین کو ایک لحظہ سکون
مٹے) ساری عمر ہوا دہوس میں گزر گئی اور کوئی ہوس پوری نہ ہوئی۔
مصرعہ: ہوس خروگ را دریں باذیہ چہ سنگ رنگڑے گدھے کا صحرا میں کیا اعتبار
اے دل بہ ہوس بر سر کارے نرسی تا غم نخوری بغم گسارے نرسی
راے دل ہوس و ہوس سے کوئی کام نہیں بنتا۔ جب تک غم دوست نہ ہو دوست
تک رسائی ممکن نہیں۔

کسی نے خوب کہا ہے۔ ع۔

تا جاں ندہی بجاں سپارے نرسی رجب تک جان فران نہ کرے گار محبوب تک
رسائی ممکن نہیں)۔ کیا کیا جائے جب تک ہوس باقی ہے حال ابتر ہے۔
اِنَّ شَاغِبَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ کیا کرے کہاں جائے۔ ہر جگہ غیر اللہ سے واسطہ
ہے۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نَدَاوَلْهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ مکر شکن ہے۔ فریاد فریاد
الغیاث الغیاث۔ بیت ۱۔

آہ دلم خون شدہ در کار او۔ آہ درد و بیچ رہ کار نیست

مکتوب ۱۸۹

مجاہد سید السادات سید حسن
ساکن خطہ سامانہ
در بیان آنکہ فرزند آن رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کمال یافتند بیان آنکہ شغل باطن کہ حوالہ
شده است در ان اہتمام نماشد تا بکمال
رسند

حق حق حق!

بعد حمد و صلوة و دعائے مزید حیات و ترقی درجات عرفانی آپ کا مراسلہ موصول
ہوا۔ بے حد فرحت حاصل ہوئی۔ اس انتظار میں تھا کہ کب اس طرف سے یادِ نسیم
کا جھونکا آتا ہے۔ بیت:-

خوم آن روز کہ از یار پیامے برسد تا دل غمزدہ یک لحظہ بکامے برسد
خط کا مضمون پڑھ کر بہت خوشی ہوئی امید ہے مراد حاصل ہوگی اور فتح باب جلدی
نصیب ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اہل بیت کی
متابعت میں فتح و کامرانی ہے۔ جس نے ان کا امن پکڑا بلند مقامات پر پہنچا اور
صاحب ولایت ہوا۔ کسی نے خوب کہا ہے:-

در ویش چہا بر فلک عرش نمازی میدان تو آنجا است چہا گوئے نیبازی
دے در ویش تو عرش معلیٰ کی طرف کیوں نہیں دھٹکا تا تیرا میدان تو وہی ہے تو کیوں وہاں
کی بازی نہیں لگاتا جو شغل کہ تعلیم کیا گیا ہے صبح و شام اس میں منہمک رہنا چاہئے کیونکہ
اکبصر علی قدسما تعجب ر بصارت کو شمش کے مطابق ملتی ہے (اربعین
جلد) اور فتح باب غیبی مبارک ہو۔ اگرچہ زیارت اچھی چیز ہے لیکن محنت ضروری

ضروری ہے۔ اس فقیر کو اپنے ساتھ حاضر سمجھو جس قدر ہو سکے کام کرتے رہو۔
 اور خط و کتابت جاری رکھو۔ تاکہ احوال معلوم ہوتے رہیں۔ اور مزید اسباق
 کا سلسلہ جاری رہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔



مکتوب ۱۹۰

بجانب سیدالسادات سید حسین در
بیان فضل با اللہ واجتناب از
ماسوی اللہ

حق حق حق!

بعد حمد و مصلوٰۃ و دعائے مزید حیات و ترقی درجات عرفانی

آپ کا خط ملا دل کو بے حد خوشی ہوئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔ پیروں لور میڈن
کا شوق و محبت حق تعالیٰ کے شوق و محبت کا نتیجہ ہے۔ خدا اس میں ترقی دے۔

عزیز من! محبت ایسا کمند ہے کہ جس کی بدولت مردانِ خدا کون و مکان سے
گذر کر حق تعالیٰ کے قرب میں پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں حجاب اٹھ جاتے
ہیں اور غیر کا نام و نشان نہیں رہتا، محبت وہ آگ ہے کہ جس سے خاشاک
غیر جل کر رکھ ہو جاتی ہے اور نور حق خانہ دل کو منور کرتا ہے حتیٰ کہ ہر چیز
میں اس کا نور دیکھتا ہے۔ اور مقام قدس میں پہنچ کر حق تعالیٰ کی ذات میں
محو و مستغرق ہو جاتا ہے اس وقت خدا کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ بایزید کا
نعرہ سبحانی اور منصور کا نعرہ انا الحق اسی مقام کی پیداوار ہے۔ اسے
برادر اپنے مجاہدات کو کمال کی حد تک پہنچاؤ۔ دل کو ہر وقت مشغول حق
میں مشغول رکھو اور بغیر حق کسی چیز کو خاطر میں نہ لاؤ۔ خانہ دل کو نفسی کے
جھاڑو سے پاک و صاف کرو تا کہ دیدار کے قابل بنو۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

ہر کلا آن آفتاب رینجا بتافت ہر چہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت
رجس پر آفتاب حق چمکے اس کو جو آخرت کا وعدہ تھا اس جہان میں مل گیا
یعنی دیدار حق، الحمد للہ کہ آپ طلب دوست میں ثابت قدم ہیں۔ دعلیہ کہ

حق تعالیٰ کمال کو پہنچائے۔ اپنی رحمت کے صدقے اور کرم کے صدقے۔ اگرچہ
 آپ ظاہری طور پر اس فقیر سے دور ہیں۔ باطنی طور پر قریب ہیں۔ وَهُوَ مَعَكُمْ
 اَيْنَمَا كُنْتُمْ۔ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) کا حکم جاری اور زمانہ
 مکاں کا حکم معطل ہے۔ اگر موقع ملے تو ضرور آکر ملاقات سے خوش کریں۔ آپ
 کے ارسال کئے ہوئے مرصلی اور کلیم موصول ہوئے۔ رخصت تعالیٰ لاجزائے خیر عطا کرے
 ماں آپ نے ٹھیک کہا ہے۔ مریدان صادق کو نماز میں حق تعالیٰ کے ساتھ اس
 قسم کے اسرار و روزِ پیش آتے ہیں۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس میں مزید ترقی دے۔



مکتوب ۱۹۱

بجانب میراں سید حسین در بیان
جواب مسلسلہ و نشان سلطان ذکر
کہ برایشاں دارد شد

حق حق حق

بعد حمد و صلوة و دعائے مزید حیات و تمتی درجات عرفانی، ربانی و سبحانی...
آپ کا خط ملا۔ مضمون پڑھ کر دل کو بے حد فرحت حاصل ہوئی۔ الحمد للہ کہ ہمارے اصحاب
صدیقانِ وقت اور ہمدانِ بلند نجات میں اور مشغول بحق ہیں۔

محو باید بود در ہر دورائے پائے از سر تا پید و سر تا پائے
رد و جہانوں میں اس قدر محو ہونا چاہئے کہ نہ سر کا پاؤں سے پتہ چلے نہ پاؤں کا سر سے
یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ نیم خوابی کی حالت میں کانوں میں آواز آتی ہے۔ یہ آواز سلطان
ذکر کی ابتدا ہے۔ جب لات دن ذکر چہری و خفی کی عداوت ہوتی ہے تو سلطان ذکر
جاری ہو جاتا ہے جس کا دل پر بے حد غلبہ ہوتا ہے اور محویت و بے خودی طاری
ہو جاتی ہے۔ لیکن کام کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔ جس قدر کام زیادہ کرو گے مشکلات
حل ہوں گی۔ ادیانوار و تجلیات زیادہ وارد ہوں گے۔ بیت وہ

کارکن کار، بگوز از گفتار کہ اندرین راہ کار وارد کار
د محنت کرد اور باتیں چھوڑ دو کہ اس کو چے میں کام ہی کام آتا ہے
آن برادر کی طرف اس احقر کی نگاہ رہتی ہے۔ خیریت کا حال لکھا کرو
تاکہ قسلی ہو۔



مکتوب ۱۹۲

بجانب سیدالسادات سید حسین در
معذرت و فاتحہ سید مصطفیٰ
برادر ایشان

حق حق حق!

بعد حمد و صلوات اور دعا برائے ترقی درجات عرفانی ربانی۔ آپ کا خط ملا
سید مصطفیٰ مرحوم و معقود کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر دل کو صدمہ ہوا
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ سَاجِدُونَ۔ اس دنیا سے فانی میں کسی چیز کو بقا نہیں
انبیاء علیہم السلام آئے اور چلے گئے۔ عزیز من! دنیا ایک سرائے ہے جو آخرت
کے مسافروں کی منزل گاہ ہے تاکہ اس جہان میں آخرت کا سامان بنا کر چلے جائیں
مردانِ خدا آخرت کے غم کے سوا کسی چیز میں مشغول نہیں ہوتے اور دنیا کی آلودگی سے
پاک رہتے ہیں تاکہ مراد حاصل کریں کسی نے خوب کہا ہے۔

اب سرائے است کہ البتہ خلیل خواہد بود خنک آن قوم کردہیں بند سرائے دگراند

یہ وہ سرائے ہے کہ جو فنا ہو جائے گی مبارک ہے وہ قوم جو اس میں دل نہ لگائے بلکہ
انگلے جہاں کا فکر کرے۔ وہ سلا چلہ مبارک ہو۔ اگرچہ دنیاوی معاملات کی وجہ سے اس
میں پوری دلچسپی میر نہ آئی۔ تاہم ہرکت سے خالی نہیں۔ پس ہر وقت محنت کرتے رہنا
چاہئے۔ مصرعہ۔ گرتنویسی قلمے تلاش۔ مصرعہ۔ گرہم عمر خویش با تو بہ آرام لے
کاش کہ تیری صحبت کا ایک لمحہ مل جاتا۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ جس چیز میں
بھلائی ہو وہی حاصل ہو۔ اور خلق خدا امن و امان میں رہے۔



مکتوب ۱۹۳

بجانب سیدالسادات میراں سید حسین
در اشارات اسرارہ محبت

حق حق حق!

بعد حمد و صلوات و دعائے مزید حیات و ذوق ربانی و شوق سبحانی.....
اس مجبورِ دور افتادہ کو دور نہ سمجھنا کہ زمان و مکان کی قید نہیں رہی۔ اور
لا شَرَقِيَّةَ وَ لا غَرْبِيَّةَ کا دور دورہ ہے۔ محبت میں عجائب و غرائب
بہت پیش آتے ہیں اور محبانِ خدا کو اس میں بے شمار اسرار و العوار حاصل ہوتے ہیں۔
بیت :-

یک نظر از دست ہزار سعادت است

منتظرم تا کہ آن نظر آید

دوست کی ایک نظر میں ہزار سعادت ہے۔ اس بات کا منتظر ہوں کہ کب وہ نظر
نصیب ہوتی ہے، مدت ہوئی کہ آپ کی طرف سے کوئی خبر موصول نہیں ہوئی
خدا خیر کرے بالفی و آلہ الامجاد۔ ختم ہوئے مکتوبات **مَلِكِ الْمَشَائِخِ عَظَامِ**،
سلطان العارفين، برهان الواصلين، قطب الاقطاب، قطب عالم حضرت
شیخ عبدالقدوس اسماعیل الحنفی النعمانی، الچشتی، الغزالی، الکنگوبی
قدس سرہ العزیز بدست عبدالضعیف احمد حسین دہلوی حسب ارشاد
فیض بنیاد، جناب رفعت مآب معلی القاب مولوی شیر محمد و محمد رحمہم الہی
عفی عنہما۔ ہر کہ خواند دعاء طبع دارم تا کہ بندہ گنہگارم نوشتہ بماند سید بر سفید
نویسنده را نیست فردا امید۔

